Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

624

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम टाडर राजस्थान भाग दो

लेखक मुन्शी दारिका प्रशाद साहब

प्रकाशन वर्ष 1909

आगत संख्या 624

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

624

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(کاپی رائٹ محفوظ)

624

ترانہ اسمیں ہے طوطی گلزار معانی کا + نظارہ اسمیں ہے شاخ قلم کی گلفشانی کا

اردو میں

مکمل

ڈراجستان

جلد دوم

~~جلد اول~~

مترجمہ

الشعرا منشی دوارکا پرشاد صاحب افق لکھنوی (مالک مطبع اخبار)

لیورام راجندر تاجران کتب لدھیانہ

جسے

وی علی محمد رواتد تل تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور نے

سنہ ۱۹۰۹ء

کدار پریس لاہور میں طبع کرا کر نہایت خوبی سے شایع کیا

صرف ٹائیٹل چھپا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دکان رامدتہ مل و مولوی علی محمد تاجران کتب لوہاری دروازہ لا

سوانح عمریاں

نام کتاب	اصلی قیمت	رعایتی قیمت
ہنومان جی اردو کامل	عہ/	۱۴/
مہابھارت ناول کلاں	عہ/	عہ/
سوانح عمری تانتیا بھیل اردو	عہ	۴/
" سری کرشن جی	۱۲/	۷/
" بدھ دیو	۸/	۲/
" رامچندر جی (یعنی آفتاب سورج بنسی مکمل	عہ/ ۸/	۱۲/
" سری رامچندر	۱/	۱/
" مہاراجہ بھوج	۶/	۳/
" پنڈت لیکھرام	۵	۴/
لالہ لاجپت رائے کی جلاوطنی کی سرگذشت	۱۴/	۱۳/
فسانہ برہما (حالات جلاوطنی لالہ لاجپت رائے	۱۴/	۱۳/
سوانح عمری حاتم طائی	۳/	[illegible]
" کولمبس	۴/	۱/
" راجہ ٹوڈرمل	۴/	۱/
" سوامی شنکراچارج	۸/	۶/
" سوامی دیانند جی	۱۲/	۹/
" ملا دوپیازہ	۴/	۱/
" رائے پرتھی راج	۵	۱/
" ہنومان (ہنومان پرکاش)	۱۲/	۴/
" گرو نانک دیو	عہ/	۴/
" گرو انگد صاحب	۵/	۱/
" گرو رامداس جی	۵/	[illegible]
" گرو امرداس جی	۵/	۱/
" گرو ارجن داس	۸/	۲/
" گرو ہرگوبند صاحب	۸/	۲/
" گرو ہرکشن صاحب	۵/	۱/
" گرو ہر رائے صاحب	۴/	۱/

نام کتاب	اصلی قیمت
سوانح عمری راجہ ہریش چندر	۸/
" گیری مالڈی و میزینی فی	۱۰/
" رانی سنجوگتا	۴/
" " درگاوتی	۳/
" سیواجی	۱۲/
" جیمل فتا	۲/
" لاجپت رائے و گوکھلے فی	۱/
" مسٹر اے ہیوم و حیات سرسید فی	۱/
" سر ہنری کاٹن	۱/
" مہاراج تلک	۱/
" سریندر و ناتھ بنرجی	۱/
" دادا بھائی نوروجی	۱/
حیات امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ	۳
" ابن جوزی علیہ الرحمۃ	۳
" ابن سیرین خواب کی تعبیر بتانے کے استاد	۲/
" ابو اسحاق شیرازی رح	۳/
" ابن صائغ اندلسی رح	۳/
" ابو حیان غرناطی رح	۳/
" ابن شمعون بغدادی	۳/
سوانح عمری حضرت محمد صاحب (پرکاش دیو)	۵/
" حضرت امام [illegible] رح	۴/
" [illegible]	۲/
تاریخ ار[illegible]	۴/
کارنامہ لارڈ ہارڈنگ مکمل اردو	عہ/ ۴/
سوانح عمری آنریبل ڈاکٹر راس بہاری گھوس	۱/
" بدرالدین طیب جی بدرالملک	۱/
" سر فیروز شاہ مہتہ و اجودھیا جی فی	۱/

رامدتہ مل و علی محمد تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور سے مندرجہ بالا کتابیں اور نیز اور ہر قسم کی کتب۔ چھوٹے بڑے نقشے رجسٹر فارم اور ہر قسم کے لفافے وغیرہ بارعایت مل سکتے ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ٹاڈ راجستان

بھورام راجندر تاجران کتب لدھیانہ

جلد دوم

دیباچہ

جن اقوام راجپوتانہ میں میری عمر کا ایک معقول حصہ صرف ہؤا۔ اُن کے حالات میں نے تاریخ راجپوتانہ کے حصۂ دوم میں مناسب طور سے حوالۂ قلم کئے ہیں۔ گو عوام الناس کو میری جگر کاوی سے دلچسپی نہ ہو جس کی مجھے بھی خواہش نہیں لیکن میرا منشاے خاص یہ ہے کہ راجستان حبت نشان کے باشندوں کے حالات سے ناظرین کے دلی میں ہمدردی اثر پذیر ہو۔

جلد اول کے دیباچے میں جو کچھ میں نے خامہ فرسائی کی اس جلد میں اس سے زیادہ اظہار خیالات کی ضرورت تھی اور جہاں تک قدیم تواریخ سے ثابت ہوتا ہے ہندوستان اور یورپ کے تاریخی حالات میں بہت کچھ فرق اور اختلاف ہے اہل ہند پر الزام ہے کہ انہوں نے تاریخی سرمایہ جمع نہ کیا۔ تاریخ ہذا کی تحقیقات اس الزام کو باطل ثابت کریگی۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ لوگ طوالت مضمون پسند نہ کریں۔

جو شخص تاریخ ہذا کی ضخامت سے نہ اکتا کر مطالب پر غور سے توجہ کریگا اُسے اقوام ہند کے حالات کی بخوبی تحقیقات حاصل ہوگی۔ راجپوتانہ کی اُن تمام ریاستوں کے قیام و عروج اور باشندگان مقامی کے خصائل کی کیفیت کا علم ہوگا جن پر انگریزوں کے استحکام و استقلال کا دارومدار ہے۔

میں نے اصلیت اقوام کے بارے میں جو معلومات و تحقیقات پیش نظر کی ہے وہ ناظرین سے قدردانی کی مستحق ہے مشہور حالات کی داد اسلاف کا حق ہے مذہبی فرقوں اور انسانی گروہوں کے حالات کا مطالعہ ہر علم دوست کے لئے تفریح طبع کے پیمانوں سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خالی نہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ تاریخ ہذا میں جو اوصاف و خواص مختلف قوموں کے حوالۂ قلم ہوئے ہیں۔ اُن سے تحقیقات کے شائقین کو وسعت معلومات میں بہت مدد ملیگی۔

جن ریاستوں سے رشتۂ اتحاد قائم ہوا ہے وہاں کی اقوام کے خصائل اور روایات زبانی کے حیرت انگیز مطالب باہمی اتفاق کے لئے نہایت فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں۔ ہماری تاریخی تحقیقات جس قدر زیادہ ہوگی۔ اسی قدر ہم کو انفصال مقدمات بنائے معاہدہ باجگذاری۔ اصول عزل و نصب اور وجوہ عروج و زوال معلوم کرنے میں مدد ملیگی۔ اور جب تک ان باتوں کا علم نہ ہو ان اقوام کے تصفیۂ تنازعات میں انصاف کارگر نہیں ہو سکتا۔ اور باہمی مناقشات کے موقعہ پر ہم کو احتیاط کی ضرورت ہوگی۔

میں نے حتی الامکان یہی خیال مدنظر رکھا ہے کہ مختلف حالات معرض تحریر میں آئیں۔ چنانچہ ایک بیرونی ملک کی اور ایک اجماعت کا ایک وسیع ملک پر تصرف کرنا اور اس کی کثرت آبادی کا ذکر کرنے کے بعد راجہ اجیت سنگھ کی طویل حکومت اور تیس برس کے زمانۂ کارزار کے مطول حالات اس منشا سے رقم کئے گئے ہیں کہ ہندوستان کی چھوٹی ریاستوں میں سے ایک چھوٹی ریاست کی قوت کا حال واضح ہو جس نے تشدد سے تنگ آکر زیر دست غنیموں سے ٹکر لی۔ یہ تاریخی معاملہ ان لوگوں کے لئے ایک سبق ہے۔ جنہیں شاہی قوت نصیب ہے۔ فی الحقیقت اورنگ زیب کی سلطنت ہماری سلطنت ہی کی طرح پائدار تھی۔ لیکن اب خاندان تیموریہ کی وہ شان و شوکت باقی نہیں مارواڑ کی آمدنی جس قدر اورنگ زیب کے زمانہ میں گھٹ گئی تھی۔ وہ اب تک اسی قدر ہے۔ لیکن اس حالت میں بھی اُس نے مصائب کو نظر انداز کر کے ایک لشکر جرار سے لشکر عالمگیری کے دھرے اڑا دئے۔ ہم لوگوں کو اس نظر سے یہ نتیجہ نکالنا چاہیئے۔ کہ سالہا سال کے مظالم اور بیرحمانہ برتاؤ سے جو کبیدگی پیدا ہو جاتی ہے وہ خالی از نقص نہیں۔

قوم بھٹی کی تاریخ سے ہندوستان اور دریائے سندھ کی غربی اقوام کا رشتہ قائم ہوا۔ جو باہم مل جل کر انڈو سیتھیا کہلائیں۔ حالانکہ عام ناظرین کو ان حالات سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گو نحظہ نہ ہوگا۔ لیکن قدیم تاریخ کے شائقین کو اُن کے مذاق کی بہت سی معلومات کے علاوہ اُس صحرائے اعظم کے بھی دلچسپ حالات معلوم ہونگے۔ جن میں آج تک ایسے ایسے عظیم الشان شہروں کے کھنڈر پیش نظر ہوتے ہیں۔ جن کی نسبت تباہی و ویرانی کا ترقی اقبال کے زمانے میں وہم و گمان بھی نہ تھا۔

جٹ کی مذہبی اقوام جس خطے میں آباد تھیں وہیں کے ویرانے میں ریاست بیکانیر کی بنیاد پڑی۔ گو وہاں کی بدامنی کا باعث شرقی فرمانروا کی بدنظمی ہے مگر اس سے اس قوم کی آزاد مزاجی کا ثبوت ملتا ہے۔ امیر اور شیخاوائی ہماری سرحدوں کے قریب اور متصل ہیں۔ اس لئے ان پر زیادہ توجہ درکار ہے۔ شیخاوائی کے استحقاق ایسے ایسے ہیں جن سے افسر بالادست کی عدم واقفیت فریقین کے لئے موجب نقص ہے۔ سرکھانی فرقے سے ہم واقف نہیں۔ مگر یہ شیخاوائی قوم کا ایک جزو ہے۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ ان کے باہمی جھگڑے سے ہم تو سمجھے تھے۔ کہ ہمارے قدیم پنڈاری دشمن پھر ہاتھ پاؤں نکال لینگے۔ قوم ہاڑوتی پر بھی ہمیں نگاہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ جو قوم تارا کی دلاوری اور اس کے آخری تاجدار کے عجیب و غریب تاریخی حالات نظر انداز کرنے کے قابل نہیں +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاریخ مارواڑ

باب ۔ ۱

مارواڑ کی وجہ تسمیہ ۔ حوالۂ تواریخ قدیم ۔ شجرۂ حسب و نسب ۔ خاندان راٹھور و اولاد دیون راجہ پارلی پور ۔ شجرۂ دوم نین پال فتح قنوج اصول خاندانہائے راجپوت تاریخ یاسورج گاہن ۔ راج روپک کیہات ۔ حالات اجیت سنگھ ۔ بجے داس ۔ کیہات ۔ دیگر کتب تاریخ معتبرہ ۔ تیرہ خاندان راٹھور موسومۂ کمدھج راجہ جے چند والی قنوج ۔ عظمت و شوکت قنوج قبل فتح ہندوستان ۔ خطاب منڈلیک عظمت قدرتی راجہ موصوف ۔ سومبر ۔ ناکامیابی سومبر ۔ نتائج ۔ حالت ہند ۔ چار راجگان عظیم الشان ۔ دہلی ۔ قنوج ۔ میواڑ و انہلوارا ۔ شہاب الدین غوری و حملۂ ہند ۔ شکست چوہان راجہ دہلی ۔ حملۂ اسلام ۔ تباہی قنوج ۔ وفات جے چند ۔ تاریخ انتقال

آئیر مارواڑ مارو واڑ کا بگڑا ہوا نام ہے ۔ اس کا اصلی نام مروا استھل عرف مرو استھان نیز مارو دیس ہے ۔ اسی کو مورخان اسلام مرو دیس لکھتے ہیں اور ہندی کب مور دھر ہندی نظموں میں قافیہ بندی کی وجہ سے اسی کو صرف مارو ہی کہا گیا ہے ۔ قبل میں یہ قطعہ ہند دریائے ستلج سے ساحل بحر تک وسیع تھا اب صرف اسی حصے کو مارواڑ کہتے ہیں جو خاندان راٹھور کی قلمرو میں ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جلد اول میں مارواڑ کے راٹھور فرمانرواؤں کا ایک مختصر شجرۂ حسب و نسب درج کیا جا چکا ہے۔ اب ہم اُس کی تاریخ حوالۂ قلم کرتے ہیں۔ جس سے شجرۂ نسب کی اصل بنیاد بھی معلوم ہو گی اور واضح ہو گا کہ اولوالعزم راٹھور قوم نے تیزی کے ساتھ کیونکر مارواڑ میں اپنی نسل پھیلا دی۔ اہل مارواڑ کو دعوے ہے کہ وہ سورج بنسی کی ایک شاخ ہیں۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں انہیں کا قول درج کیا جائیگا۔

جن ذرائع تاریخی سے اس قوم کے حالات معلوم ہوئے ہیں۔ اُن میں سے ایک راٹھور کی بناولی یعنی شجرہ خاندان ہے جو مارواڑ کے قدیم شہر ندائی کے مندر کے جتی سے دستیاب ہوا تھا۔ اس کا طول سترہ گز تھا اور سلسلۂ آفرینش دیوتاؤں سے ملا کر راٹھوروں کی پیدائش اندر کی پیٹھ کی ہڈی سے بیان کی گئی ہے اور پرلے پور کا راجہ گونسوا مورث اعلےٰ قرار دیا گیا ہے راٹھور لوگ فقط اتنا ہی جانتے ہیں کہ پرلے پور شمال کی طرف واقع تھا۔ لیکن راجہ یون قوم اشو[1] کے شجرۂ نسب سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ راجپوت قوم سیتھک قوم کا ایک جزو ہے۔

پرانی تاریخوں میں کانیہ کبج عرف قنوج کو زہ پشت راج کماری کے نام سے منسوب بتایا گیا ہے اور کمدبج تاجداران قنوج کا خطاب۔ اس کے بعد راٹھور قوم کی تیرہ بڑی شاخوں کے نام گوتر۔ آچار اور بناولی سمیت درج کئے گئے ہیں (مثلاً گوتم گوتر۔ مردوندی ساکھا۔ سکرا چارج گرو۔ گرہنی اگنی۔ نکھانی دیوی) ایک بناولی نامعلوم زمانے سے شروع ہوئی ہے۔ جس میں حالات تو کچھ درج نہیں ہاں نام بہت ہیں۔ اس شجرے کو قوم راٹھور نہایت عظمت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اس شجرہ میں نین پال سے پیشتر جو واقعات گذرے اُن کے لکھنے کی ضرورت نہیں نین پال مذکور سنہ ۵۲۶ء مطابق سنہ ۱۱۴۳ء میں راجہ جے پال کو قتل کر کے قنوج پر قابض ہوا اسی وجہ سے یہ فاتح فرقہ قنوجیا راٹھو کہلایا۔

اس شجرے میں قنوج کے آخری راجہ جے چند تک کے واقعات قلمبند ہیں۔ ابتدا یوں

---

[1] جن چار قوموں نے ملک بکٹریا کی حکومت کا قلع قمع کیا اُن میں ایک قوم اسو بھی ہے۔ ہندوستان کے قدیم مورخ اس قوم کو اپنی قدیم شاہی قوم کی ایک شاخ بتاتے ہیں اور واقعی ہندوستان کے تمام سیتھک لوگ اٹک سے دریائے گنگ تک ایک ہی خون کے افراد تھے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی گئی ہے۔ کہ ایک راجہ جے چند کا بھتیجا سیوجی عرف سیاجی راجہ مذکور کی قوت شاہنشاہی سے خوف زدہ و تنگ ہو کر اپنے کئی بھائیوں کے ساتھ وطن سے چلدیا۔ اور سب نے صحرائے مارواڑ میں سکونت اختیار کی۔ اس کے بعد راجہ جسونت سنگھ کی وفات یعنی سمت ۱۷۳۵ مطابق ۱۶۷۹ء تک کے حالات حوالۂ قلم ہیں۔ اس شجرے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کی چھوٹی بڑی شاخیں کب اور کیونکر ملک مارواڑ پر آباد اور منسلط ہوئیں۔

مشاہدے سے ظاہر ہے کہ ۱۱۹۳ء میں راجہ جے چند کی کشتی حکومت گرداب تباہی میں غرق ہو گئی اس کا بھتیجا چند ہمراہیوں کے ساتھ صحرائے ہند میں جا کر ایک ادنےٰ درجہ کے رئیس کے ملازموں میں داخل ہوا۔ چار سو سال بھی نہ گذرے تھے کہ ساحل گنگ کے جلاوطنوں کی نسل وہاں پھیل گئی۔ تین دارالریاستیں آباد کیں قلعے تیار کئے۔ اور ہوتے ہوتے ان کی تعداد اس قدر ترقی پذیر ہوئی۔ کہ ایک خون کے پچاس ہزار راٹھوروں نے شاہنشاہ دہلی کے مقابلے میں جنگ آزمائی کی۔

اہل اسلام فاتحان قنوج کی پانچ پشتیں گزر گئیں مگر ان کو راٹھور قوم کی ترقی کا راز معلوم نہ ہوا۔ اور خبر ہوئی تو کب جب شیر شاہ اپنی علمبردی سے سیوجی کی اولاد سے معرکہ آرا ہوا۔ جس وقت اس فرقے کی دلیری و دلاوری نظر سے گذری اس کی زبان سے بے ساختہ یہی نکلا۔ کہ ایک مٹھی بھر جو کے واسطے مسلمانوں نے تخت دہلی کھو دیا ہوتا۔

کرن کوی دہندی شاعر نے راجہ ابھے سنگھ کے عہد میں سات سو شلوکوں کی ایک تاریخ موسومہ سورج پرکاش لکھی تھی جس کی نقل ۱۸۱۸ء میں راجہ مان نے مجھے عنایت کی تھی۔ اس میں سوسنر تک کے حالات درج ہیں کمدھج تک اور کسی کا حال نہیں غالباً فتح قنوج کے بعد میں پال نے کمدھج کا عطاب اختیار کیا تھا۔ کرن کوی کی معلومات کا ذریعہ راج کی تاریخ ہو گی۔ لیکن دوندوائی کے تجربے سے مطابق ہے اس شاعر نے اس قدر اختصار سیدی اختیار کی کہ مارواڑ کے بانی خاندان راٹھور کا نام و نشان نہیں معلوم ہوتا۔ جے چند کی شکست اور وفات کا حال بھی مختصر ہی لکھا ہے اس کی اولاد کا نام درج ہے۔ سوانح عظیم بھی تحریر ہیں۔ مگر اولاد کا ذکر بالکل کم۔ جسونت سنگھ کے زمانہ سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ابھے سنگھ کے عہد تک تحریر کو الفت میں جل سخن ملتا ہے۔

راج اوپک کیہات نامی تاریخ میں ابتدا اجودھیا کی سورج بنسیوں سے کی گئی ہے بعدہ سیوجی عرف سیاجی کے ترک وطن اور قیام مارواڑ کا ذکر کرنے کے بعد راجہ جسونت سنگھ کی وفات کا حال قلمبند کیا گیا ہے۔ لیکن مختصر اس تاریخ میں اجیت سنگھ جانشین جسونت سنگھ کی صغر سنی و عہد فرمانروائی کا حال اور ابھے سنگھ کے دور حکمرانی کا تذکرہ واقعہ جنگ سربلند خاں صوبہ دار گجرات تک واضح طور پر زینت قرطاس ہے۔ اور اس بنا پر اس کو سمت ۱۷۳۵ مطابق سنہ ۱۶۷۹ء سے سمت ۱۷۸۷ مطابق سنہ ۱۷۳۲ء تک کے واقعات کی تاریخ سمجھنا چاہئے۔

بجے بلاس نامی تاریخ میں لاکھ اشلوک ہیں جس کے چند اجزا میرے ہاتھ لگے۔ یہ تاریخ بجے سنگھ ولد بخت سنگھ کے عہد کی یادگار ہے اور اس میں بجے سنگھ اور اس کے چچیرے بھائی رام سنگھ ولد ابھے سنگھ کی ان معرکہ آرائیوں کا ذکر ہے جن کی بدولت مارواڑ میں مرہٹہ قوم کے قدم آئے۔

کیہات نامی تاریخ میں راجہ اودے سنگھ ہوا خواہ شاہنشاہ اکبر اس کے فرزند راجہ گج اور پوتے جسونت سنگھ کے سوانح زندگی قلمبند ہیں اس تصنیف سے راٹھور قوم کے عادات و خصائل کا بخوبی علم ہوتا ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ میں نے جودھپور کے ایک دیرینہ اور لائق و فائق رکن ریاست سے اجیت سنگھ کے اختتام زندگی تک کے حالات تحریر کرائے۔ جن کا آغاز سنہ ۱۶۲۹ء سے ہوا ہے اور انجام سنہ ۱۸۱۸ء تک جب گورنمنٹ انگریزی سے عہد نامہ ہوا۔ اس عہدہ دار کے آبا و اجداد ریاست کے اعلےٰ رکن رہے ہیں۔ اس لئے اس کی معلومات تاریخی نہایت وسیع تھی۔

مندرجہ صدر نسخجات تواریخ اور راجگان و اراکین ریاست وغیرہ کے ذخیرہ معلومات سے تاریخ ہذا میں قوم راٹھور کی تاریخی زندگی کا سرمایہ بہم پہنچایا گیا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ابتدا میں تاریخ ہذا کے اوراق سوانح تاریخی سے کورے ہیں لیکن آگے چل کر واقعات کی کمی نہیں۔

تاریخ ہذا میں ایک شجرہ خاندان راٹھور درج ہے جس سے اس کی بڑی بڑی شاخوں کا پتہ لگیگا۔ ان کی موجودہ نسلیں بیوادی عرف بہایات کہلاتی ہیں۔ جو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آپس کی لڑائیوں میں حصہ لیا کرتی ہیں۔ شجرۂ مذکور سے ان شاخوں کے حقوق اور وعدوں کا اندازہ معلوم ہوگا۔ حالانکہ باہمی تنازعات نے ان کو خراب وخستہ کر رکھا ہے تاہم راجاؤں اور اُن کے رفقا کے جو باہمی حقوق ہیں وہ حاکم بالادست کو بلا روے رعایت ذہن نشین کرنا لازم ہوگا۔

راٹھور سورج بنسی ہیں یا نہیں۔ ان کی ولادت راٹھ یا اندر کی ریڑھ سے ہے یا کیا۔ اُن کے بزرگ کس سرزمین سے شمال میں آئے۔ ان باتوں پر خامہ فرسائی فضول ہے۔ ہم صرف اس قدر کہنا چاہتے ہیں کہ راجہ پرلے پور کے حالات خانگی میں کسی نقص کے چھپانے کے واسطے دیوتا کی آڑ لے لی گئی ہے چنانچہ یون اور اسوریا وہ نام ہیں جو دریاے سندھ کے پار کی ستیہک آبادی کے شجرے میں پائے جاتے ہیں بدھ اور الاکی سورج بنسی اولاد کے شجرہ مندرجۂ جلد اول سے واضح ہے کہ ساحل دریاے سندھ اور پار کا ملک یجیا سو کے پانچ بیٹوں نے بسایا تھا۔ اور حالات حملۂ سکندر میں البسینی واسا کانی کے ذکر سے ظاہر ہے۔ کہ اُس زمانے تک اُن کی اولاد وہاں قابض ومتصرف تھی۔

اس زمانے میں قدیم تاجداران ہند کی قومیں اور قوموں سے مخلوط ہوگئی تھیں اس کی وجہ یہ ہے۔ نہڑ۔ پارتھیں اور جٹ کی اکثر صحرائی اقوام مغربی و شمالی ہندوستان کی سرحدوں پر جا بجا آباد ہوگئی تھیں۔

جب راجہ نین پال نے سمت ۵۲۶ مطابق سنہ ۴۷۰ء میں قنوج فتح کیا راٹھور قوم کمدھج کے لقب سے ملقب ہوئی۔ اس کے فرزند پدارتھ کے بیٹے پہنچا سے تیرہ بڑے بڑے خاندان عالم وجود میں آئے جن کے کمدھج لقب کو بانیوں کے نام سے فخر حاصل ہوا۔

یہ تیرہ خاندان حسب ذیل ہیں

نمبر	نام بانی خاندان	وجہ منسوبی لقب خاندان	نام خاندان	کیفیت
۱	دھرم بھیو	"	ونیسر کمدھج	

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نمبر	نام بانی خاندان	وجہ منسوبی لقب خاندان	نام خاندان	کیفیت
۲	بہالود	بوجہ آبادی ابھے پور بمقام کانگڑہ بعد جنگ افغاناں	ابھے پور کمدہج	
۳	ویر چندر		کپولیا کمدہج	اس نے انہل پور پٹن والا کے ہیرا چوہان کی بیٹی سے شادی کی جس سے ۱۴ بیٹوں نے دکن میں سکونت اختیار کی
۴	امر بجے	بوجہ قبضۂ گورا بعد قتل ۱۶ ہزار پرمارا	گورا کمدہج	اس نے گوراگڈہ واقع لب گنگ کے پرمار راجہ کی لڑکی سے شادی کی
۵	سوجن بنود		جرکھیرا کمدہج	
۶	پدم	بانی خاندان کے نام پر	پدم کمدہج	اس نے مقامات اوساو بوگلاتا راجہ تیج من جدو بنسی سے فتح کئے
۷	ابھر	بانی خاندان کے نام پر	ابھرا کمدہج	اس نے یادو سے بنگالہ فتح کیا تھا
۸	بردبو	بوجہ بنائے شہر پارک پور	پارک کمدہج	اسے اس کے بڑے بھائی نے چوراسی بنارس وغیرہ کئی شہر اور قصبے بطور گذارہ عطا کئے تھے
۹	اگر پربہو	.	جنہ بند کمدہج	ہنگلاج چندیل کی جاترا میں تپسیا کرنے پر اسے ہنگلاج جی نے ایک تلوار چشمۂ آب سے عطا کی جس سے اس نے سمندر تک ولایات دکن فتح کیں
۱۰	مکتامن	.	بیر کمدہج	اس نے بھان منور کی شمالی ریاست فتح کی
۱۱	بھرت	بانی خاندان کے نام پر	بھرت کمدہج	اس نے ۶۰ برس کی عمر میں کنکسر واقع دامن کوہ شمالی راجہ روہین برگوجر سے فتح کیا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نمبر	نام بانی خاندان	وجہ منسوبی لقب خاندان	نام خاندان	کیفیت
۱۲	لانگل	بوجہ بنائے مقام کیبرووا	کہیبرو دیا کمدہج	اس نے ساحل اٹک پر اسروں یعنی مسلمانوں سے مقابلہ کیا
۱۳	چند	بانی خاندان کے نام پر	چند اکمدہج	اس نے تاراپور واقع شمال فتح کیا اور چوہان تہراوالہ کی بیٹی سے شادی کر کے اُسے بنارس میں لایا

نین پال کی پانچ چھ پشت قبل دھرم بہمبو والی کا فرزند اجے چند اور بقول سورج پرکاش ابھے چند گذرا ہے۔

اس خاندان کے فرمانروا اکیس پشت تک راؤ کہلائے پھر اودے چند۔ نرپت کنک سین۔ سہس سال۔ میگہ سین۔ بیر بھدر۔ دیو سین۔ ہمل سین۔ دن سین۔ مکند۔ بہو دو۔ راج سین۔ نرپال۔ سری پونج۔ بجے چند عرف بجے پال راجہ کہلائے اور موخر الذکر کا فرزند جے چندر قنوج کا نامک کہلایا اور دل نیگل کے خطاب سے مشہور ہؤا۔

نین پال کی فتح قنوج اور اُس کے نیزہ بیٹوں کی تارک الوطنی و سکونت گزینی مقامات مختلفہ کے حالات و اذکار راجہ جے چند کے زمانے تک تواریخ میں درج نہیں حالانکہ ثابت ہے کہ اس خاندان کے تاجدار ۴۷۰ء سے ۱۱۹۳ء تک ساحل گنگ پر برسر اقبال رہے۔ سات سو برس کے زمانے میں صرف اکیس فرمانرواؤں کے نام حوالہ قلم ملتے ہیں اور سورج پرکاش سے واضح ہے کہ جن راجاؤں کا خطاب راؤ تھا ان کی تعداد یہاں کے حکمرانوں میں سے ۲۱ تھی پھر راجہ کے خطاب کا سلسلہ شروع ہؤا۔ مگر یہ امر تحقیق طلب ہے کہ راجہ کے خطاب سے کون فرمانروا ملقب ہؤا۔ سورج پرکاش میں بہت سے وہ نام درج نہیں جو جتی کے شجرے میں رقم پذیر ہیں۔ سورج پرکاش میں ایک نام انگدہج ہے جس سے دہلی کا تنوار راجہ مغلوب ہؤا تھا۔ راجہ انگدہج کے حالات ہمیں بہم پہنچے ہیں۔ اور ہمارے لئے یہ وقت پیش ہے کہ ہم جتی کے شجرے اور سورج پرکاش کی اسم نویسی میں سے کسی کو صحیح سمجھیں اور کسے غلط اور فقط ناموں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے فرق سے فضول تحقیقات کی دردسری کرنا کوہ کندن وکاہ برآوردن کے مصداق ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس خاندان کی عظمت وشوکت بہت کچھ تھی اور نین پال سے راجہ جے چند کے عہد تک جو واقعات گذرے وہ اس قابل ہیں کہ لوح دل پر نقش کر لئے جائیں۔ یہ وہ سوانح تاریخی ہیں۔ جو لباس تحریر پہن چکے ہیں۔ ہندوستان میں بھاٹ کے فرقہ کا فرض ہی یہ تھا۔ کہ وہ ہر عہد میں واقعات تاریخی قلمبند کرتا رہے۔

قنوج کی تباہی کے زمانے میں اُس کی جو شان وشوکت تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ چند کیب اور مورخان اسلام نے مشرح طور پر اس کی کیفیت قلمبند کی ہے تواریخ راٹھور جس قدر چاہیے قنوج کی عظمت ظاہر کرتی مگر لطف تو یہ ہے کہ اس کی مخالف تاریخ چوہان نے بھی اس کی اس قدر شان وشوکت بیان کی تھی کہ باید و شاید۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ سلطنت قنوج کا عروج اپنا آپ ہی نظیر تھا۔

قنوج کا رقبہ تیس میل سے زیادہ تھا۔ اس کی فوج اس قدر کثیر تھی۔ کہ دل بنگل کے خطاب سے مشہور ہو گیا اس کا لشکر جرار جب روانہ ہوتا تو کچھ حصہ آگے بڑھتا تھا اور باقی کو چلنے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ کب چند لکھتا ہے۔ کہ کوچ کے موقعہ پر جو حصہ فوج آگے روانہ ہوتا تھا۔ وہ تو منزل مقصود پر پہنچ جاتا تھا پیچھے کی فوج وہیں کی وہیں رہ جاتی تھی۔ قدم اُٹھانے کا موقع نہ ملتا تھا۔ سورج پرکاش نے تو تفصیل بیان کی ہے اس سے ثابت ہے کہ اگلے زمانے میں بھی کسی زبردست سے زبردست شاہنشاہ نے کسی مہم پر ایسا لشکر جرار آراستہ نہیں کیا۔ راجہ جے چند کی مہموں میں حسب ذیل فوج میدان جنگ میں جایا کرتی تھی۔

زرہ پوش سپاہی ۸۰ ہزار

پاکھر والے سپاہی ۳۰ ہزار

پیادے ۳ لاکھ

بنجارے اور لمبائی حصہ کے کھودنے والے راستہ صاف کرنے والے سپاہی } دو لاکھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فیلان جنگ مثل ابر سیاہ

اس قدر لشکر عظیم دریائے اٹک کے پار نیوں حملہ آوروں کی سرکوبی کے لئے فراہم تھا۔ کب چند لکھتا ہے کہ دارک فرمانروائے غور دریائے اٹک سے اتر آیا جے چند مقابل ہوا۔ اور دریائے اٹک کے نیلے پانی کو سرخ کر دیا۔ فوج حریف میں حبش اور فرنگ کے دلاور ان صنعم افگن شریک تھے۔ مگر راجہ جے چند نے سب کو شکست دی۔

چوہان اور راٹھور اتاجداروں سے حد درجے کی دشمنی تھی مگر پرتھی راج چوہان کے تاریخی حالات سے جو دیدیہ حکومت قنوج واضح ہوتا ہے۔ وہ تعجب خیز ہے۔ تاریخ چوہان میں راجہ جے چند کو منڈلیک کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے۔ وہ معترف ہیں کہ یہی راجہ تھا جس نے دریائے سندھ کے مغربی فرمانروا کو نیست و نابود کر کے آٹھ راجوں کو اسیر کیا اہنل وارا کے راجہ سدھ راج کو دو بار زیر کیا اور زعم طاقت و سخوت دیدۂ حکومت سے راجسوی جگ کے ساتھ اپنی بیٹی کا سوئمبر بھی کیا۔ اچھے اچھے راجاؤں نے اس جگیہ میں راجہ جے چند کی دیوتاؤں کے برابر پرستش کی۔ ایسے سوئمبر اور راجسوی جگیوں کا نتیجہ ہمیشہ خراب رہا ہے اور حصول عظمت و شوکت کی چال پٹ ہی پڑی ہے۔

سوئمبر کے جگ میں ادنے سے ادنے اکام والیان ریاست کی حیثیت کے سپرد رہتا ہے۔ بس حد ہے کہ چوکے رسوئیں کا انتظام بھی راجے ہی کرتے ہیں۔ پانڈوؤں کے بعد راجسوی جگ کرنے کی جرأت کی تو فقط جے چند نے۔ راجہ بکرماوت نے اجرائے سمبت پر قناعت کی۔ مگر راجہ جے چند کی طرح جرأت نہ کر سکا۔ جے چند کے راجسوی جگیہ کی سارے زمانے میں دھوم مچ گئی۔ تاجداران زمانہ کے نام خطوط تو پید روانہ ہوئے جس میں راجسوی جگیہ کی دعوت کے علاوہ یہ بھی ذکر تھا کہ راجکماری سنجگت کا سوئمبر ہوگا۔ راجہ جے چند کی راجکماری کے حسن عالم افروز پر کون تھا جو فریفتہ نہ تھا۔ اس کی موہنی تصویر واقعی آنکھوں کے چوکھٹے میں جڑنے کے لائق تھی

راجہ جے چند کا عہد تھا کہ جس راجہ کے گلے میں بیٹی جیمال ڈالے وہ اس کشور حسن کا فرمانروا ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کب چند نے بڑے جوش و خروش سے جگیہ کی عظمت و شوکت کا ذکر کیا ہے وہ کہتا ہے کہ اس جگیہ میں ہندوستان کے تمام راجے مہاراجے شریک تھے۔ اگر کوئی شریک نہ تھا تو صرف راجہ پرتھی راج چوہان اور سمر سنگھ والی میواڑ ان دونو تاجداروں نے اس عظیم الشان اظہار شان و شوکت کی کچھ وقعت نہ کی اس لئے جے چند نے اُن کی غیر حاضری میں اُن کے طلائی بت بنا کر ادنے خدمتوں پر مامور کر دیا۔ جس میں پرتھی راج جگیہ کا دربان نامزد ہوا۔

پرتھی راج پیدائشی بہادر تھا اس کی زندگی بہادرانہ معرکہ آرائیوں میں بسر ہوئی تھی۔ وہ کب تاب لانے والا تھا۔ اُدھر سنجگ کا جذبۂ عشق اِدھر خیال عوض سمندر پر ایک اور تازیانہ ہوا۔ اس نے ٹھان لی کہ یا تو جان دونگا یا سنجگت کو لا کر جے چند کی گردن جھکا دونگا۔ ایک پنتھ دو کاج۔ جگیہ میں ہندوستان کے تمام بہادر راجے جمع تھے اس واقعہ کو کب چند نے ۶۹ جلدوں میں بیان کیا ہے۔ مگر نفس مضمون یہ ہے کہ پرتھی راج نے مہم سر کی۔ وہ چند چیدہ بہادروں کے ساتھ قنوج میں آیا۔ اور دن ڈھارے جے چند کی بیٹی (سنجگت) کو سوئمبر سے لیکر چلدیا۔ پانچ دن تک خوب کشت و خون ہوا۔ پرتھی راج آگے بڑھتا جاتا تھا اور افواج قنوج غضب میں خون کی پیاسی تھیں۔ لڑائی کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ لڑائیاں ہوئیں ہزاروں بہادروں کے سر کٹے مگر پرتھی راج نے سنجگت کو نہ چھوڑنا تھا نہ چھوڑا۔ اس کی سلطنت تو برباد ہو گئی مگر نام صفحۂ ہستی سے کبھی نہ مٹے گا۔ اس کے بعد جے چند والی قنوج پر بھی تباہی آئی اور دونو سرتاجان ہند (یعنی پرتھی راج اور جے چند) جن سے اچھے اچھے بادشاہوں کی کور دبی تھی آپس کی ان بن سے سلطان محمد غوری کے خنجر ظفر پیکر کا شکار ہو گئے۔

حملۂ محمود غزنوی کے صدیوں پیشتر سے اس زمانتک ہندوستان میں چار عظیم الشان سلطنتیں تھیں۔

(۱) حکومت دہلی مقبوضۂ قوم تنوار و چوہان

(۲) تخت قنوج مقبوضہ قوم راٹھور

(۳) پنوار ما تخت قوم گہلوت

(۴) انہلوارا امطیع چاوڑا دسولنکھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان کے علاوہ جو اور ریاستیں تھیں وہ ان میں سے ایک نہ ایک کو خراج دیتی تھیں۔ دہلی اور قنوج کی سرحد کالی ندی عرف کالندی تھی دہلی کا احاطۂ حکومت غربی دریاے سندھ پار تک کے ممالک پر محدود تھا۔ اور وہ سرزمین بھی اُس کے قبضے میں تھی جو کوہ ہمالیہ کے دامن سے لے کر کوہ اراولی کے درمیان واقع ہے۔ راجہ چوہان یعنی پرتھی راج چوہان جب تخت تنوار پر رونق افروز ہوا۔ اس کے اوج اقبال سے ایک سو آٹھ چھوٹے بڑے راجے مہاراجے اُس کے زیر قلم تھے۔

قنوج کا راج شمال کی طرف دامن کوہ برفستان تک اور مشرق کی طرف کاشی یعنی بنارس تک۔ مغرب کی طرف آنروے جھیل یعنی بندھیل کھنڈ عرف چندیل تک اور جنوب کی طرف سرحد میواڑ تک تھی۔

میوانڈ عرف مدیہ وار کی حدود وہ تھیں جو درج ذیل ہیں:۔

حد شمالی کوہ اراولی۔ حد جنوبی پرمار وار (زیر حکومت قنوج) حد مغربی انہلواڑہ اور انہلواڑہ کے جنوب میں سمندر اور مغرب میں اٹک تک دریاے سندھ اور حد شمالی صحرا۔

ان تاجداران عہد کی معرکہ آرائیوں کے حالات صفحۂ روزگار پر تحریر ہیں چوہان اور گہلوٹ میں اتحاد رہتا تھا اور راٹھور تنوار فرمانروا متفق تھے۔ اُنکی حد فاصل کالی ندی تھی جہاں خون کا دریا بہا کرتا تھا۔ کبھی نہ کبھی کسی بات پر لڑائیاں ہوتی ہی رہتی تھیں اگر کسی شادی بیاہ کی وجہ سے میل جول بھی ہوا تو چند روزہ۔ پھر کسی نہ کسی وجہ سے میانوں سے تلوار نکل پڑتی تھی تیر ترکش بند ہو جاتے تھے۔

عہد محمود سے پیشتر کوئی سیاح دریاے یورپ کی سیر کرتا تیمور کی راہگذر غزنی سے جو ہندوستان کی دولت سے مامور اور آراستہ تھا گذر کر دہلی۔ قنوج اور انہلواڑا وارد ہوتا تو اُس کو راجپوت راجاؤں کی شان و شوکت معلوم ہوئی۔ یہ فرمانروا بیت ہی باکمال تھے۔ فنون حرب و ضرب تو گویا انہیں کا حصہ تھا۔ ہنرمندی میں نہ وقت تھے۔ کوئی ریاست نہ تھی جس میں مشرق سے مغرب تک جنگی انتظام نہ ہو۔ وب کی خوش قسمتی سے تین تفرقہ کر دیا اور انتظامی معاملات بالکل ابتر ہو گئے وستان کی تیسری ریاست جو واقعی ایشیا کی ریاستوں میں درجہ سوم پر تھی خود مختار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور آزاد تھی جس کی وہ حمایت کرتی تھی اُس کا اُس پر کچھ دباؤ نہ تھا۔ راجپوت ریاستوں میں سپہ گری ہی جوہر اصلی سمجھا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ جوش و لاوری اور باہمی منافقوں کی وجہ سے بہادر راجپوت حملہ آوران شمالی کے مقابلہ میں کٹ مرے۔ باہمی ان بن اور لڑائی جھگڑوں کو دیکھ کر شہاب الدین غوری حملہ آور ہوا ہندوستان کے پشت پناہ پرتھی راج چوہان تاجدار دہلی نے ٹکر لی مگر شکست کھائی۔ پھر جے چند کی باری آئی۔ راجہ مذکور کی طاقت کمزور ہوگئی تھی مگر پورا فوجی زور خرچ کرنے سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا اور پرتھے پور کے یون راجہ کی حکومت ساحل گنگ پر ختم ہوگئی۔ راجہ میدان جنگ سے بھاگا تو دریائے گنگ میں ڈوب کر بیکنٹھ کی راہ لی۔

یہ واقعہ سمت ۱۲۴۹ (سنہ ۱۱۹۳ء) کا ہے اور اسی زمانہ میں قنوج کے نامی و گرامی شہر کا نام ہندو ریاستوں سے خارج ہوگیا۔ بڑوالی سین عرف جے چند کے تخت کوہ ہمالیہ سے بندھیاچل تک ۳۶ شاہی خاندان تھے جو شکست قنوج کے بعد اپنی اپنی ریاستوں میں واپس گئے۔ گو دریائے گنگ پر راٹھور خاندان کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ لیکن حکم الٰہی تھا کہ قوم کا نام چلا جائے۔ جس طرح جے چند کو راجے یونانیوں کی طرح پوجتے تھے اور جس طرح چودھویں صدی سے قبل اس کے مورث اعلیٰ یدوبنسی نے ریاست قنوج قائم کرنے کا فخر حاصل کیا اُسی طرح راجہ مان ۳۲ پشتوں کے بعد ریاست مارواڑ میں راج راجیشور کہلایا۔ راٹھور قوم میں جو تیرہ سو ساٹھ برس تک کا سلسلہ حسب و نسب ملا سکے یا شعرا کے کلام سے خاندانی پتہ دے سکے تو وہ اس کی اولاد کہلانے پر ناز کر سکتا ہے +

باب - ۲

سیاجی و سیتارام فرزندان جے چند کی تارک الوطنی۔ مقام مذکور کی اقوام کی بود و باش۔ سیاجی کی رئیس کولومد کے یہاں ملازمت۔ لاکھا بھولا پر حملہ آوری اور فتحیابی۔ سیتارام

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا قتل۔ سیاجی کی دختر سولنگھی سے عقد بندی۔ دوارکا جی کی جاترا
لاکھا سے دوبارہ معرکہ آرائی۔ باشندگان مہود و قوم گوہل ساکن کھیر دھر کا
قتع قمع اور سیاجی کا مقبوضات میں عمل دخل۔ برہمنوں کی سیاجی سے
اعانت طلبی۔ خطیہ اراضی۔ ولادت فرزند۔ برہمنوں کی خونریزی اور
اُن کے مقبوضات پر قبضہ۔ انتقال سیاجی پر اسوتھاما ن پسر کلان
کی جانشینی۔ فرزند دوم سونک کا مقام ایدر پر تصرف۔ پسر
سوم اجل کی اوگمانڈل (واقعہ سورت) پر فتحیابی۔ وجہ تسمیہ قوم
بھیل۔ اسوتھاماں کے آٹھ فرزندوں میں سے دوہر کی مسند
آرائی۔ فتح قنوج کی بیفائدہ کوشش۔ مندود پر حملہ۔ ناکامیابی
اور قتل۔ سات بیٹوں میں سے راے پال کی مسند نشینی۔ والد کے
قتل کا عوض۔ تیرہ فرزندوں کی اولاد کا مارواڑ میں زور شور۔ راؤ کھتھل
کی جانشینی۔ جوہیا کی لڑائی میں راؤ چلھن راؤ چونڈا۔ راؤ ٹیڈو
سے قوم بھٹی کا مقابلہ بنجل واقع مارواڑ پر فتحیابی۔ راؤ سلکھو راؤ
بیرم دیو کا قتل تشریح اقوام۔ تفصیل اولاد۔ راؤ چونڈا۔
مندور کی فتح۔ ناگور پر حملہ آوری اور ظفرمندی۔ نادول میں
دارالریاستہ گوڈواڑ پر قبضہ۔ مندور کی راجکماری سے
شادی۔ چودہ فرزندوں کا ذکر۔ دختر سے لاکھا رانا سے میواڑ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی شادی۔ نتائج رشتہ مندی۔ ارگل فرزند چہارم چونڈا اور رئیس پوگل۔ قوم بھٹی سے معرکہ آرائی۔ قتل چونڈا۔ راؤ رنمل کی مسند نشینی۔ جے پور میں سکونت۔ رانائے میواڑ کے لئے فتح اجمیر۔ اوزا ن مروجہ کی ترمیم قتل۔ چوبیس فرزندان راؤ مل اور لقب بہیاد۔ فہرست اقوام۔

قنوج کے مغلوب ہونے پر اٹھارہ سال بعد سمت ۱۲۴۱ یعنی سنہ ۱۱۸۴ء میں راجہ قنوج کے پوتے سیاجی وسیتا رام دوسو قنوجی سپاہیوں کے ہمراہ صحرائے مغربی کی طرف روانہ ہوئے۔ کچھ مورخ لکھتے ہیں کہ وہ دوارکا جی کی جاترا کو گئے تھے۔ کچھ سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ انہوں نے وطن سے مایوس ہوکر دوسری جگہ تقدیر آزمائی کے لئے غریب الوطنی اختیار کی۔ یہ لوگ جس ناز و نعم سے پلے تھے اس کا انہیں خیال تھا۔ اور حالت تباہی میں سمجھتے تھے کہ قنوج کا طنطنۂ شاہنشاہی اُن کے رفاہ کا ذریعہ بنیگا۔ ان تارک الوطنوں کے لئے دریائے جمنا سے دریائے اٹک اور دریائے گارا سے کوہ ارلی تک قسمت آزمائی کا موقع تھا۔

مشرق میں کچھواہہ راجہ ملیسی کے زیر فرمان تھا جس کے باپ راؤ بچون نے قنوج کے محاربے میں جان دی تھی۔ اجمیر اور سانبر پر اہل اسلام قابض ہوگئے تھے۔ کوہستان ارلی پر کئی مقامات باقی تھے۔ جن پر اسلامی طاقت غالب نہ آسکتی تھی۔ نادول سوبرس سے بیسل دیو کی اولاد کے قبضے میں چلا آتا تھا۔ مندور پر قوم پرہار کی ایک شاخ ایدوہ کا تاجدار رانا مان سی قابض تھا۔ اور بہت سے قرب وجوار کے بھومیا سرگروہ اُس کو اپنا واجب التعظیم راجہ مانتے تھے۔ شمال میں ناگور کے متصل موہل نامی گروہ رابنت کے زیر فرمان تھا۔ اور اُس کی حکومت چودہ سو چالیس مواضعات میں تھی۔ بیکانیر سے بیٹلسر تک جٹ قوم کا عمل دخل تھا اور یہاں سے دریائے گارہ تک جوہیا۔ دستیا۔ کاٹھی۔ لنگاہا اور دیگر اقوام بزور شمشیر متصرف تھیں یا قبول مذہب اسلام کی وجہ سے۔ بہتی قوم صدیوں سے اپنے مقبوضات پر قابض تھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُسے خواب میں بھی خیال نہ تھا کہ چندر راٹھور لوگ آکر اُن سے جنگ آزما ہونگے بہتی کے جنوب میں سودا قوم کے حکمرانوں کی سکونت تھی۔ سندھ اور کچ کی گھاٹیوں میں چہار بجا اور سولنگھی لوگ رہتے تھے۔ آبو اور چندراوتی میں قوم پرمار کا مسکن تھا۔ اکثر تریم خاندانوں کے رئیس کسی کے ماتحت اور باجگذار نہ تھے۔ لیکن وقتاً فوقتاً کسی طاقتور رئیس کی اطاعت قبول کرلیا کرتے تھے۔

اس قوم کے رئیس رؤساے ایدر۔ مہود۔ رگوہل۔ کیردھر۔ دیوڑا۔ سانچور مسونگر اصابور۔ موہل ارنیت۔ سانکھلا سندی وغیرہ کی طرح متفرق تھے ان سب پر راٹھور غالب آئے اُن کے مقبوضات پر قبضہ کیا جو رئیس اب تک موجود اور علاقوں پر متصرف ہیں وہ جاگیرداروں کی طرح مطیع و ماتحت سمجھے گئے۔

اولاً سیاجی نے کولومد میں جوہر شجاعت دکھائے یہ مقام بیکانیر سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر غیر آباد تھا۔ اور یہاں ایک سولنگھی سردار کی حکومت تھی جس وقت سیاجی وہاں پہنچا رئیس مذکور نے بڑے تزک و احتشام سے استقبال کیا۔ اس زمانے میں سولنگھی سردار اور رئیس چہار بجا والی پہولرا سے مخالفت تھی۔ رئیس چہار بجا دریاے علج سے بحر شور تک قابض تھا اور اس کو لاکھا بھولا ناتھ کے نام سے شہرت تھی۔ قلعہ پہوکر نہایت دشوار گذار جنگل کے پہاڑ کی بلند چوٹی پر واقع تھا۔ سولنگھی سردار نے تازہ مدد سے فتح کا پھریرا تو اُڑایا۔ مگر سیتا رام اور کئی ہمراہی اس معرکے میں کام آئے۔ اس فتحیابی کے صلے میں سردار سولنگھی نے سیاجی کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کردی اور دہیز بھی بہت کچھ دیا۔ یہاں سے دلجمعی کرکے اُدھر سیاجی نے دوارکاجی کی جاترا کا سفر اختیار کیا ادھر لاکھا نے انہلواڑہ کی راہ۔ سیاجی کو اپنی شہرت و ناموری ہی منظور نہ تھی۔ بلکہ اپنے بھائی کا بدلہ بھی لینا تھا اس لئے اس نے بازار حرب و ضرب گرم کرکے لاکھا کو راہی عدم کیا۔ پھولانی اور اُس کے قرب و جوار میں دور دور تک سیاجی کے نام کی شہرت ہوگئی۔

اس فتح کے بعد معلوم نہیں کہ وہ دوارکاجی کی جاترا کو گیا یا نہیں۔ مگر بعد میں معلوم ہؤا۔ کہ دریاے لونی کے ساحل پر دعوت کے وقت اس نے قوم والی کو زیر کیا اور اُس کے چند ہی روز بعد کیردھر کی قوم کوہل پر فتح حاصل کی۔ مہیش داس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سرگروہ قوم کوہل جے چند کے پوتے نے تہ تیغ کرکے اپنا نشان فتح بلند کیا۔ یہاں برہمنوں کی ایک جماعت پالیوال کے لقب سے وسیع اراضی پر قابض تھی جسے پہاڑی اقوام یعنی میر اور مینا وغیرہ سخت تنگ کرتی تھیں۔ اس لئے انہوں نے سیاجی سے رجوع طلب کی اور سیاجی نے مقابلہ کرکے اُن کو بالکل بے دست و پا کر دیا۔ اس کے معاوضہ میں برہمنوں نے سیاجی کو کچھ زمین عطا کی اور اس نے وہیں سکونت اختیار کی۔

یہاں سولنکی عورت سے ایک لڑکا پیدا ہوا جسے اسوتھاماں کہتے تھے۔ سیاجی نے عین ہولی کے موقع پر تمام برہمنوں پر ہاتھ صاف کرکے اُن کے مقبوضات پر تصرف کر لیا اور ۱۲ مہینے کے بعد جان دے کر اولاد کے واسطے وہ طاقت چھوڑی جس سے بہت کچھ ترقی ممکن تھی۔ سیاجی کے تین بیٹے تھے۔ اسوتھاماں۔ سونک۔ اجمل۔

ایک پرانی تاریخ میں ذکر ہے۔ کہ اسوتھاماں فاتح علاقہ گر نے بھی اپنی فتحمندی کے لئے اپنے باپ سیاجی ہی کی سی حکمت عملی اختیار کی اس نے اپنے بھائی سونک کو مقام ایدر واقع گجرات پر متعین کیا جس نے ریاست ایدر پر اس وقت حملہ کرکے قبضہ کر لیا۔ جب وہاں ماتم برپا تھا (سونک کی اولاد اس واقعہ کے بعد ہاتو ندیا راٹھوڑ کے لقب سے معروف ہوئی) اس کا بھائی اجمل سوراشٹر کی سرحد پر غارتگری میں مصروف رہا اور رئیس اوکمانڈل مسمی بھیکم ساہ قوم برادا کو قتل کرکے خود اُس کے علاقے پر قابض ہوگیا۔ بدھیل کا قومی خطاب اسی ساہ کے کی یادگار ہے۔ دوارکا جی کی اطراف میں اس قوم کے لوگ بہت آباد ہیں

اسوتھاماں راہی ملک بقا ہوا۔ اس کے آٹھ فرزندوں کے نام یہ ہیں۔

ووہڑ جیسی۔ کمپاد۔ پھوسو۔ دھاندل۔ جیت مل۔ یاندر۔ ادھر +

ان آٹھ فرقوں میں سے دوہڑ۔ دھاندل۔ جیت مل۔ اور ادھر کی اولاد باقی ہے۔

اسوتھاماں کے بعد ووہڑ مسند نشین ہوا۔ اس نے قنوج اور مندور لینے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی کوشش کی مگر ناکامیاب رہا اور میدان جنگ میں قتل ہوگیا۔ اس کے سات بیٹے تھے۔ راے پال۔ کیرت پال۔ بہبر۔ بٹھل۔ جوکہیت۔ ڈالو۔ بیکر۔ راے پال نے مسند نشین ہونے پر مندور کے پرہار کو تہ تیغ کر کے اُس کے مقبوضات پر قبضہ کیا۔ اس کے تیرہ فرزندوں اور اُن کی اولاد نے تھوڑے ہی عرصے میں قرب و جوار پر اپنا سکہ جمالیا۔ راے پال کے بعد کانہل اور کانہل کے بعد جالہن اور یومین چہاڈو و ٹیڈو یکے بعد دیگرے مسند نشین ہوئے۔ جن کی زندگی کا زمانہ آس پاس کے حریفوں کے مقابلے میں صرف ہوا۔ چہاڈو اور ٹیڈر نے اپنے ہمسایہ رئیسوں کو بہت تکلیف دی جس کی وجہ سے بہٹی لوگوں کو کیہر میں فوج روانہ کرنے کی ضرورت لاحق ہوا کرتی تھی۔ راؤ ٹیڈو نے محل مونگرا پر قبضہ کر لیا۔ دیو راور ملیجا کے مقبوضات کے علاوہ اور بھی تعلقات داخل اراضی محروسہ کر لئے۔ اب سلکو کو گدی ملی اس کی اولاد سلکاوت بھومیا کے لقب سے مہود درارو میں اس وقت بھی بکثرت باقی ہے۔

سلکو کی وفات پر بیرم دیو نے شمالی اقوام جوہیا پر حملہ کیا مگر میدان جنگ میں جان دے دی۔ بیرموت اور بیجاوت فرزندان بیجو کے فرزند ثانی کی اولاد سترو میوانو اور دیجو میں موجود ہے۔ بیرم دیو کے بعد اُس کا بیٹا چوندا جانشین ہؤا راٹھور کی تاریخ میں اس شخص کا نام بہادری اور دلاوری کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ اس شخص نے تمام راٹھوروں کو مجتمع کر کے گیارہ پشتوں کے بعد نقارہ فتح ریاست مارواڑ میں بجایا۔ اور راجۂ پرہار کو قتل کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ یہ بہادر راجپوت جس قدر حکومت اور ناموری کے خواہشمند تھے اسی قدر اُن کی قسمت رخنہ انداز تھی چوندا فتح کے تھوڑے ہی دنوں بعد اپنے مقبوضات سے محروم ہوگیا۔ اور اُس کو ایک بھاٹ مقیم مقام کالو کے یہاں روٹیاں توڑنا پڑیں۔ مذکور الصدر بھاٹ نے فتح مندور کے ذکر میں جو نظم تصنیف کی تھی وہ ہنوز مشہور ہے۔ یہ نظم بھاٹ نے اس وقت تصنیف کی تھی۔ جب چونڈا کی خدمت میں رسائی نہ ہوئی تھی۔ اس نے اُس کے سایہ دیوار میں کیت کہے تھے۔ جن کا نفس مضمون یہی تھا کہ چونڈا راجہ ایسا شیر دل ہے کہ منڈور کو فتح کیا اور اُس کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رعب و داب ایوان کی کھڑکی سے بھی ظاہر ہو رہا ہے۔

مندور پر قبضہ کر کے چونڈا نے قلعہ ناگور پر حملہ کرنے کی جرأت کی جس میں بادشاہی لشکر مقیم تھا۔ تائید اقبال سے اس کو یہاں بھی فتح حاصل ہوئی۔ اور پھر جنوب میں حملہ کر کے اپنی تھوڑی سپاہ نادول واقعہ دارالحکومت کو دوار میں متعین کی اور راجہ پرہار کی لڑکی مسماۃ اندوپتی کے ساتھ شادی کر لی۔ جس کا نواسہ مندور کے والئے ریاست کا جانشین ہؤا چونڈا کے ۱۴ بیٹے اس کی زندگی میں ہی جوان ہو گئے تھے ان میں سے رنمل۔ سیتو۔ راندھیر۔ ارتکوال وہ فرزند تھے جن کے کارنامے تواریخ جیسلمیر میں مندرج ہیں مابقی کا نام پونجا۔ بھیم۔ کانھا۔ راجو۔ رام دیو۔ بیجو۔ سہس مل۔ لوتیو اور شیوراج ہے۔ چونڈا کی ایک لڑکی ہنسا لاکھا رانا کے ساتھ منسوب ہوئی تھی۔ کومبھو اسی کا نام اور فرزند تھا۔ اسی کی شادی کی وجہ سے میواڑ میں جو فتور برپا ہوئے اس نے مارواڑ اور میواڑ دونو ریاستوں میں خراب نتائج پیدا کئے۔ ارتکوال فرزند چارم راجہ چونڈا اور راجہ بہٹی پوگل والہ سے جو محاربہ پیش آیا اُس سے راجپوتوں کی عادات و خواص کا پورا اظہار ہوتا ہے۔ محاربۂ ناگور میں ایکہزار راجپوتوں کے ساتھ چونڈا کام آیا۔ جیسلمیر کی تاریخ میں درج ہے کہ چونڈا سمت ۱۴۳۸ مطابق ۱۳۸۲ء میں مسند آرائے حکومت ہوا تھا اور سمت ۱۴۶۵ میں جان دی +

چونڈا کے بعد رنمل کو گدی ملی اس کی ماں گوہل قوم سے تھی یہ فرمانروا بڑے تن و توش کا آدمی تھا فنون حرب و ضرب میں بھی اس کی مہارت ہم قوموں سے بڑھی چڑھی تھی۔ چونڈا کی موت کے زمانے میں ناگور راٹھوروں کے قبضے سے نکل گیا تھا رنمل کی شادی ہوئی تو رانا لاکھا نے اپنی بہن کے جہیز میں شہر درپو اور ۴۰ مواضعات اس زمانے میں عطا کئے جس وقت چتوڑ میں اس کی بود و باش تھی اور رانا اُسے سر حلقۂ روسائے نامدار سمجھتا تھا۔ اُس نے صوبہ دار اجمیر کے ساتھ شادی دختر کا بہانہ کر کے فوج میواڑ اپنے ساتھ لی اور ہوا خواہوں اور جان نثاروں کے ساتھ چوہان کے دشوار گذار اور مشہور قلعہ میں داخل ہو کر وہاں کی فوج تہ تیغ کر کے قلعہ میواڑ کا قبضہ کرا دیا۔ کھیم سنگھ پنچولی اس معرکہ میں نفس ناطقہ تھا اس لئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُس کو شہر کا توہ عطا ہوا۔ جس پر پیشتر قائم خانی طاقت قابض تھی۔ اس فتح کے بعد رنمل نے گیا جی کی جاترا کی اور جو چڑھاوا جاتریوں کا مقررہ تھا وہ اُس نے اپنی جیب خاص سے ادا کیا۔

بھاٹ اور ہندی شاعروں نے شاید ہی اتفاقیہ ملکی معاملات کا کہیں ذکر کر دیا ہے۔ چنانچہ رنمل کا ذکر کرتے ہوئے اُس زمانے کا مورخ لکھتا ہے کہ اُس نے تولنے کے بانٹ مقرر کر دئے اور پیمانوں کا اختلاف دور کر دیا۔ یہ بانٹ اور پیمانے اب تک بدستور جاری ہیں آخری وقت میں رنمل نے ریاست سیواڑ پر دست تغلب دراز کیا۔ مگر اس نمک حرامی کی سزا میں چونڈا نے اُس کو راہی عدم کر دیا جس وقت یہ معاملہ پیش آیا دونو ریاستوں کی حدود جدا کی گئیں۔ اور یہ سرحدیں اُس وقت تک قائم رہیں۔ جب تک مارواڑ کی حدود اراولی تک وسیع ہوئیں اور رنمل کے ۲۴ بیٹے تھے۔ جن کی اولاد مارواڑ میں بہیاد کہلاتی ہے۔ اس بہیاد نسل کی فہرست حسب ذیل ہے:۔

نمبر شمار	پسران رنمل	فتح جو نام سے معروف ہوئے	مقبوضات جاگیر
۱	جودھا جانشین رنمل	جودھا	واقع بیکانیر
۲	کاندل	علاقجات کندلوت فتح کئے	
۳	چانپا	چانپاوت	اہوا۔ کالوہ۔ پلہری۔ ہرسولا۔ رہٹ۔ جاولا۔ ستلانا۔ سنکاری
۴	کومپو فرزند اکھے راج دوالد ہفت فرزند	کونپاوت	آسوپ۔ کنٹالیہ۔ چنڈاول۔ سرپاری کہاریا۔ ہرسور۔ بلور۔ بچوریا۔ سوپورا۔ دیوریا
۵	[illegible]	منڈلوت	سروندا
۶	پتا	پتاوت	کریخبری۔ نروہ۔ دیسنوکھ (اس مقام کے سپاہی نہایت جری ہوتے ہیں اور بوجہ تحفہ مقام ریگستان خاص ضرورتوں پر فرائض متعلقہ ادا کرتے ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نمبر شمار	پسران رنمل	فرع جو نام سے معروف ہیں	مقبوضات جاگیر
۷	لاکھا	لکھاوت	
۸	بلاوت	بالاوت	دھونار
۹	جیت مل	جیت ملوت	بلاسی
۱۰	کرنو	کرنوت	لونا ورس
۱۱	روپا	روپاوت	جوتلا
۱۲	ناتہ وت	ناتھاوت	بیکانیر
۱۳	ڈونگر	ڈونگروت	
۱۴	سانڈا	سنداوت	
۱۵	ماندو	مندنوت	
۱۶	برو	بروت	
۱۷	جگمل	جگملوت	
۱۸	ہمپو	ہمپاوت	جاگیروں کا نام معلوم نہیں ہے
۱۹	سکتو	سکتاوت	
۲۰	کرم چند		
۲۱	اراولی	اراولوت	
۲۲	کتسی	کتسیوت	
۲۳	سترو سال	سترو سوت	
[illegible]	تیجمل	تیجملوت	

باب ۳۰

چونڈا عرف جودھا کی مسند آرائی۔ مندور سے جودھپور میں نقل مقام۔ انتقال۔ ریاضت کشی کی برکت۔ ۱۴ فرزند۔ سانتلمیر۔ میرتیا و بیکانیر کی آبادیاں۔ جودھا کا انتقال اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بعض واقعات خاندان راٹھور کا فوری عروج اور استخراج
اقوام۔ سوجا کی جانشینی۔ جنگ راٹھور و فوج شیر شاہ کنواری
راٹھور لڑکی پر بدعت سوجا کی دلاوری اور وفات۔ تذکرۂ اولاد
راؤ کنک نبیرہ سوجا کی اور رنگ آرائی۔ رانا سنگا سے
مسند کے لئے جھگڑا۔ لودیوں کی کمک۔ لڑائی۔ بابر کا
حملۂ ہند۔ رانا سنگا کا مقابلہ۔ راؤ کنک کی رائے مل پوتے
کی سپہ سالاری میں مخالفانہ کوشش۔ بیانا میں واردات قتل۔
کنک کا انتقال۔ مالدیو کی تخت نشینی۔ آسکا راجگان راجپوتانہ
میں عروج۔ فتوحات مالدیو۔ مقبوضات کی تشریح۔ ہمایوں
کی پناہ دہی۔ نزک رفاقت۔ فوجکشی شیر شاہ۔ فوج راٹھور کی
مراجعت۔ دوڑی خاندانوں کی اطاعت گذاری اور تباہی۔
مارواڑ پر اکبر کی لشکر کشی۔ میرتہ اور ناگور کا قبضہ۔ رائے سنگھ
کو بیکانیر کا عطیہ۔ مالدیو کے دوسرے بیٹے کی دربار اکبر میں
روانگی مگر خود حاضری کا عذر۔ شاہنشاہی فرمان۔ مارواڑ
پر چڑھائی۔ مالدیو کی کثرت لشکر مخالف کی وجہ سے اودے سنگھ
بنے فرزند کو دربار اکبر میں بھیجنے کی حکمت عملی۔ اس کی پیشوائی۔
خطاب راجگی۔ چندرسین کی وجہ سے آزادی راٹھور۔ سیوانا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بیس واپسی۔ حراست اور قتل۔ اولاد۔ مالدیو کی زندگی میں اس کی مقبوضات کی ماتحتی۔ انتقال ۱۲ فرزند۔

بیساکھ سمت ۱۴۸۴ میں ڈبلو کے مقام پر جودھا کی ولادت ہوئی یہ مقام اس کے والد کو بطور جاگیر میواڑ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ جودھا کو سمت ۱۵۱۱ میں سوجت کی جاگیر عطا ہوئی اور اُس سے ماہ جیٹھ سمت ۱۵۱۵ میں جودھپور کو اپنے نام سے آباد کیا۔ اور مندور کے عوض یہیں پایہ حکومت جمائے۔ روم کے باشندگان قدیم کی طرح راجپوت بھی شگون اور پیشینگوئی کے قائل تھے۔ اسی بنا پر بوجوہات مختلف مارواڑ میں یہ دارالریاست قائم کی گئی جو جودھا نے تلوار سے حاصل کی تھی۔ اس موقع پر کسی پرند کی پرواز نہ شیر کے بھاگنے اور نہ الہام آسمانی سے شگون لیا گیا بلکہ صرف ایک گوشہ نشین مقیم غار اور صاحب ریاضت فقیر کے اعتقاد حکم سے اس دارالریاست کی بنیاد ڈالی گئی یہ تپسوی نامعقول گداگروں میں سے نہ تھا۔ جو دربدر بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ بلکہ پورا رشی منی تھا۔ جس نے اندریا جیت کر تپسیا ہی میں چولا گھلا دیا تھا۔ ایسی ریاضت شاقہ دیکھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی اور اُن کی سمجھ پر افسوس بھی ہوا کہ ناحق لطف زندگی کھو کر نفس کشی سے زندگی حرام کرتے ہیں۔ میں نے ایک مرتاض کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ جس نے چالیس برس تک بچھونے پر سونا ملتوی کر کے تمام تیرتھوں کی جاترا کی تھی اس کے علم و فضل کی تعریف میں زبان قاصر ہے میری ملاقات کے وقت چالیس برس میں تین برس کی تپسیا باقی تھی۔ یہ اپنی گوشہ گیری کے زمانے میں بھی بشاش اور نہایت ہی نیک مزاج تھا۔ اس کے اوصاف و فضائل ایسے دلپسند تھے کہ دل یہی چاہتا تھا کہ اس کے پاس سے نہ ہٹوں۔ نہ لالچ نہ مکر و فریب۔ صرف سادہ زندگی۔ یہ بزرگ اپنی ریاضت شاقہ کو فخریہ نہ بیان کرتا تھا۔ ہاں اتنی خوشی ضرور تھی کہ ریاضت کے زمانے میں تین برس باقی رہ گئے ہیں۔ یہ ریاضت کیش ایک درخت پر جھولا ڈال کر آرام کر لیتا تھا۔ اس کو سابق میں کئی برس تک اس ریاضت سے سخت تکلیف ہوئی اکثر اعضا سوج گئے امید نہ تھی کہ زندگی باقی رہے۔ آخر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مزاولت ہونے سے تکلیف رفع ہوگئی۔ اس نفس کشی اور اپنے جسم پر تکلیف رسانی سے انسان مقبول خدا اور معزز سمجھا جاتا ہے۔ اس کا معاملہ سمجھ میں نہیں آتا۔ راجے اور رئیس اپنی سردرتوں پر ایسے ہی ریاضت کیشوں کی خدمت میں عرض معروض کرتے ہیں۔ ان کو نہ دولت کا لالچ ہوتا ہے نہ زمیں کی پرواہ۔ اس پیشوی نے جودھا کو کوہ باکر چہ یا پر قلعہ تعمیر کرنے کی ہدایت کی۔ جو جودھا گیر کے نام سے بلندی کوہ پر چار میل دور مندور سے واقع ہے یہ پہاڑ نہایت دشوار گذار تھا۔ اور اُس کی پہاڑیاں چاروں طرف مستحکم چار دیواری کا کام دیتی تھیں۔ یہ مقام اس قدر بلند تھا کہ جودھا اور اُس کے فرزند قلعہ کی کھڑکیوں سے کل شہر کا نظارہ دیکھ سکتے اور جب آسمان غبار آلود ہوتا تھا تو کوہ اراولی کی جنوبی سرحد بھی اچھی طرح نظر آتی تھی۔ ہاں فقط اور سرحدی مقامات اس واسطے نظر نہ آتے تھے۔ کہ میدان ریگ سے پٹے ہوئے تھے۔ نہ پیشوی کو فن عمارت میں دستگاہ تھی نہ جودھا کو۔ قلعہ تیار ہوا۔ مگر ایسے محفوظ مقام پر پانی کا انتظام نہ کیا۔ لوگ اس فروگذاشت کا الزام پیشوی کے سر تھوپتے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ منتظم تعمیر چاہتا تھا کہ پیشوی کی کٹی بھی داخل جودھ پور ہو جس پر پیشوی معترض ہوا۔ اور جب خود آرائی کی گئی تو اس نے بددعا دے دی کہ یہاں کا پانی کھاری رہے۔

جودھا اور اُس کے جانشینوں نے لاکھ کوشش کی کہ پہاڑ سے کوئی چشمہ میٹھے پانی کا برآمد ہو۔ مگر کچھ دردسری کام نہ آئی۔ اس جوگی کے نام کی اس وقت تک تعظیم کی جاتی ہے۔ اور راجگان میواڑ نے آخر ایک ایسی کل بنائی جس سے قلعے میں آبرسانی ہوتی رہے یہ چشمہ ایسے محفوظ مقام پر واقع تھا جہاں توپوں کی مار کے سبب سے دشمن کی حملہ آوری ممکن ہی نہ تھی۔ سیاجی کے بعد یہ تیسرا معاملہ تھا جس سے راٹھور فرقہ کے عروج بخت کی پیشگوئی ہوئی۔ یہ راجگان مارواڑ ایسے صاحب اولاد ہوئے کہ ریاست میں رہنے کو جگہ باقی نہ رہی۔ چوندا کے چودہ اور رنمل کے چوبیس فرزندوں میں مقبوضات تقسیم ہونے کے بعد ان کو یہ فکر ہوئی کہ کون علاقہ فتح کریں اور کہاں کہاں راٹھور قوم کا سکہ حکومت بٹھائیں +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چونڈا کے چودہ فرزندوں کی اسم نویسی

نمبر شمار	فرزندان چونڈا	تشریح فرزند	مقبوضات	کیفیت
۱	ساتل		ساتلمیر	پوکرن سے تین کوس پر واقع ہے
۲	سوجو عرف سورجمل			جانشین چونڈا
۳	گومو			لاولد
۴	دودو	میرتیا	میرتا	دودو نے رئیس چوہان سے سانبھر فتح کیا اس کے فرزند مسمی بیرم کے دو بیٹے جیمل اور جگمل تھے جن سے جیملوت اور جگملوت کے فرقوں کی بنیاد پڑی
۵	بیرسنگھ	بیرسنگوت	نولی واقع مالوہ	
۶	بیکانت	بیکاوت	بیکانیر	ریاست خود مختار
۷	بہارمل	بہارملوت	بے بہلو واقع دریائے لونی	
۸	شیوراج	شیوراجوت	دہوتار	
۹	کرم سنگھ	کرم سوت	کھینک سر	
۱۰	رایمل	رایملوت		
۱۱	سماونت	سماونت سوت		
۱۲	بیدا	بیداوت	بیداوتی	واقع ضلع ناگور
۱۳	اسٹ بنہل	نامعلوم		
۱۴	بیبول			

چونڈا کے فرزندان ساتل کی ولادت بوندی کی راجکماری کے بطن سے ہوئی تھی اس نے شمال و مغرب میں بود و باش اختیار کی۔

ساتلمیر نامی قلعہ تعمیر کیا جو پوکرن سے پانچ کوس کے فاصلے پر تھا۔ ساتل خاں صحرائی کی لڑائی میں قتل ہوا۔ مگر اس نے بھی خان مذکور کو مرتے وقت خاک پر سلا دیا۔ اس کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ساتھ اس کی سات رانیاں ستی ہوئیں اور اُس کے چبوترے پر ایک برج تعمیر ہے۔

میرتا میں فرزند چہارم دوودو نے سکونت اختیار کی جس کی اولاد میرتا تعداد ہی میں زیادہ نہیں بلکہ مارواڑ میں ایسا تلوار کا دھنی دوسرا نہیں۔ میراں بائی رانا کھومبو کی رانی اس کی بیٹی تھی۔ جس بہادر جیمل نے چتوڑ میں اکبر کا مقابلہ کیا تھا وہ اسی کا پوتا تھا اور اسی کی اولاد میں جیت سنگھ بدنوا والہ اودے پور کے ۱۶ اعزہ باریوں میں سرفراز ہے۔

چھٹے فرزند بیکو نے اپنے چچا کاندل کے نقش قدم پر قدم رکھ کر اُس کا ساتھ دیا۔ اور چھ جٹ فرقوں کے مقبوضات حاصل کر کے اپنے نام پر شہر بیکانیر آباد کیا +

چونڈا نے جس وقت نقل مقام کیا۔ اس کے بعد تیس برس کی زندگی میں اس نے بیٹوں پوتوں کے علاقہ مارواڑ پر قبضہ و تصرف کے واقعات دیکھے۔ سمت ۱۵۲۵ میں اس کا پیمانۂ حیات لبریز ہوا اکسٹھ سال کی عمر میں جان گئی اور مہول مندور میں زمین کے سپرد کئے گئے۔ اوائل میں یہ فرمانروا نہایت بدنصیب تھا۔ ان ایام میں اُس کو اُن لوگوں کی تلاش و تحقیقات رہی جن کو اس کے آبا و اجداد نے مقبوضات سے نکال کر جنگلوں کی ٹھوکریں کھلائیں۔ ان کی اعانت سے اس نے دوسری مرتبہ مندور پر قبضہ کیا۔ جہاں اقوام گھلوٹ کے غلبہ سے اُس کے قدم نہ جم سکے تھے۔ چونڈا کے رفیقوں کے رقبہ کوہ مندور پر منقش ہیں یہ وہ لوگ تھے جن کی جانبازیوں سے چونڈا نے اپنے سابقہ مقبوضات ہی حاصل نہ کئے بلکہ اُن کے علاوہ بہت سے اور مقامات بھی فتح کر لئے۔

ملک قنوج کے اخراج پر تین سو سال میں قوم راٹھور انسٹھ ہزار مربع اراضی پر قابض ہو گئی اور گو بہت سے محاربات پیش آئے اور ہمیشہ قحط سے سابقہ رہا لیکن اس وقت تک اس قوم کے لوگ پانچ لاکھ مارواڑ میں آباد ہیں۔ راٹھور کے درخت کی فقط ایک شاخ مارواڑ میں پھلی پھولی۔ جو پہلے دریائے گنگ پر سایہ افگن تھا۔ بھاٹوں کی نظموں میں اکثر وہ نام منضبط ہیں جن کا حوالہ قلم کرنا لازمی ہے۔ راجپوت دنیا کو فانی سمجھتے ہیں۔ ان کی نظر میں زندگی جگنوں کی روشنی کے برابر ہے وہ سمجھتے ہیں۔ کہ حکومت دولت امارت سب فانی ہیں صرف ایک نام کو بقا ہے تمام

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اعلےٰ اقوام نیست و نابود ہو گئیں۔ صرف سیاجی کی اولاد آزادانہ زندگی بسر کر رہی ہے۔ برہار۔ اندو۔ سانکھلا۔ چوہان گوہل۔ والی ہسندس۔ موہل۔ ونگرا۔ کاٹھی۔ جت۔ ہرل ایسی ایسی قومیں تباہ ہو گئیں۔ اور اب راٹھوروں کے رفیقوں میں ان کا شمار ہے۔

موجو عرف سورجمل چونڈا کے بعد ۱۷ سال تک فرمانروا ہوا اور راجہ میں اس کو اس گروہ سے اتفاق ہوا جو سیاجی کا خیر اندیش تھا۔

ان ایام میں خاندان لودی فرمانروائے دہلی میں مناقشات ہو رہے تھے مگر ریاست مارواڑ پر آسیب زمانہ کا کچھ اثر نہ تھا۔ جب شیر شاہ کا عمل دخل ہوا تو پٹھانوں کی ایک جماعت نے مقام پیپر کے میلہ میں تیج کے دن ایک سو پچاس کنواری لڑکیاں زبردستی چھین لیں۔ سورج مل خبر پاتے ہی دوڑ پڑا۔ اس کے ممدودے چند ہمراہیوں نے تو تعاقب کر کے سب لڑکیاں چھین لیں مگر اس نے پٹھانوں کے مقابلے میں جان دیدی۔ سورج مل قتل تو ہوا مگر پٹھانوں سے ایسا عوض لیا کہ وہی یاد کرتے ہونگے۔ مارواڑ کے فقیر اب تک تیج کے میلے میں اس واقعہ کے گیت گاتے ملتے ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ مارواڑ کی ۱۴۰ کنواری لڑکیاں گرفتار ہو کر پیدل ہو گئیں مگر شیر دل راجہ نے منہ پر تلواریں کھا کر ان کو آزادی دلائی۔

سوجو کے پانچ بیٹوں میں بھاگو فرزند کلان صغر سنی میں رہگرائے عالم جاودانی ہوا۔ جس کے فرزند گانگا کو گدی ملی دوسرے فرزند ادووا کے گیارہ بیٹے تھے جن کی اولاد اوداوت کہلاتی اور ان کی ریاستیں سماج۔ جیتارن۔ گندوجی۔ براتیا۔ رائے پور وغیرہ میں موجود ہیں۔ تیسرے فرزند سانگا کی اولاد سانگاوت کے نام سے مشہور ہوئی۔ جس کی بود و باش مقام برود میں تھی۔ چوتھے فرزند پراگ سے پراگوت خاندان قائم ہوا اور پانچوں فرزند برہمدیو کے بیٹے نارو کی وجہ سے ہوئی کہ اہل مارواڑ دیوتاؤں کی طرح پوجتے ہیں۔ اس کی مورتیاں سوجت کے مندروں میں پرستشگاہ خاص و عام ہیں اور اس کی اولاد نارووت کہلاتی ہے یہی نہیں بلکہ نارووت کی ایک شاخ بچ پہاڑ واقع ہاڑوتی میں بھی اس کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وجود مسعود کی یادگار رہے۔

سوجو کا پوتا گانگا سمت ۱۵۷۳ مطابق ۱۵۱۶ء میں مسند نشین ہوا۔ لیکن سانگا اس کے چچا نے اپنے استحقاق پر زور دے کر دولت خاں لودھی بادشاہ دہلی سے مدد طلب کی۔ دولت خان نے پیغام بھیجا کہ دونو فریق آپس میں ملک مقبوضہ تقسیم کر لیں۔ مگر گانگا کو دست و بازو پر بھروسہ اور اپنی تلوار کا زعم تھا۔ اس نے دولت خاں کی بھی کچھ پرواہ نہ کی۔ لڑائی ہوئی اس کا چچا سانگا میدان جنگ میں قتل ہوا اور دولت خاں کی فوج نے شکست فاش کھائی۔

گانگا کی مسند نشینی کے بعد میواڑ سے ترکستانی حملوں کی سرکوبی کا پیغام آیا اس وقت سانگا رانا کو خاندانی بزرگی حاصل تھی وہی راجگان ہند کا سرغنہ تسلیم کیا گیا۔ اور میواڑ کے زیر علم جنگ آزمائی میں اپنی سبکی نہ سمجھ کر اس نے ایسی داد شجاعت دی۔ کہ میواڑ کے بھاٹ راٹھوروں کی بہادری پر عش عش کرتے ہیں۔

یہ معرکہ آرائی راجپوتوں کی آزادی کے لئے آخری قسمت آزمائی کا موقع تھا۔ اگر بابر فریب سے شاہ شجاع کی مدد نہ کرتا تو راٹھوروں کی تلوار فتح حاصل کئے بغیر نہ رہتی اور اہل اسلام کی تلواریں گر جاتیں۔ یہ لڑائی مقام بیانہ میں ہوئی تھی صرف ایک خود سال راٹھور کی بہادری سے اس امر کا یقین ہو سکتا ہے کہ آتش جنگ و جدل میں کیسے کیسے بہادر سر بکف و جان بکف تھے۔ گانگا کا پوتا رائے مل بہت ہی صغیر سن تھا مگر مسمی کھرتوی اور بہادروں کے ہمراہ مغلوں کے مقابلے میں داد شجاعت دے کر قتل ہو گیا۔

اس محاربۂ عظیم کے چار سال بعد گانگا راہی ملک بقا ہوا جتی کہ شجرے میں زہر خورانی سے موت کا واقعہ درج ہے۔ مگر اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ اس کے بعد سمت ۱۵۸۵ (مطابق ۱۵۲۲ء) میں مالدیو نے گدی پائی اور یہ بھی ویسا ہی سربرآوردہ ہوا جیسے اس کے بزرگ تھے۔ اس کے زمانے میں مارواڑ اچھے عروج پر تھا۔ آرزو بھی ابھی اور مستقل تھی۔ شاہنشاہ بابر کو ممالک گنگ کی زرخیزی کے خیال نے مارواڑ کی طرف توجہ کرنے کی مہلت نہ دی۔ اس موقع کو غنیمت جان کر مالدیو نے وہ اضلاع اور قلعجات بھی اپنے تحت و تصرف میں کر لئے جن پر شاہی عملداری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں قدیم خاندانی عہدہ داروں کا قبضہ تھا۔ یہی نہیں بلکہ اس کا فوجی پھریرا دھوندھار میں بھی اڑنے لگا جہاں مغل قابض تھے۔ رانا سانگا کے قتل اور شمالی مغلوں اور والیان گجرات کی حملہ آوری کی وجہ سے مالدیو نے موافق اور مخالف طاقتوں پر ایسا غلبہ پایا کہ ہر شخص نے اُسے عظیم الشان فرمانروا تسلیم کیا یہاں تک کہ تاریخ فرشتہ بھی اس کی شاہانہ طاقت کو تسلیم کرتی ہے۔

مالدیو نے مسند نشینی کے سال ہی میں اپنے بزرگوں کے ہاتھ سے نکلے ہوئے دو مقام ناگور و اجمیر فاتحوں سے واپس لئے۔ سمت ۱۵۹۶ میں جہالور۔ سیوانو اور بھدرا سندھل قوم والوں سے حاصل کئے۔ دو برس بعد بیکا کو بیکانیر سے نکال باہر کیا مہود اور لونی کے خاندانی سرکشوں کو اطاعتگذار بنایا۔ پرانے جاگیرداروں اور معافیداروں کی کو دیا کر اُنہیں خدمتگذاری کا پابند کیا قوم بھٹی سے بیگم پور چھینا اور وہاں اپنی ایک خاندانی شاخ آباد کی جو ریاست جیسلمیر سے تعلق رکھتی ہے اور مالدوت ڈاکو کے نام سے مشہور۔ میواڑ اور دھوندھار میں بھی اُس نے اپنی اولاد کے قدم جما دئے چائسو میں سکۂ استقلال بٹھایا۔ اپنی ننہالی ریاست دیور اس کو چھینکر پھر پھیر دیا۔ جو مقامات فتح کئے اُن کے قبض و دخل کا معقول انتظام کیا جا بجا قلعے تعمیر کئے۔ حفاظت ملکی کی طرف معقول توجہ کی جودھپور کی زیب و آرایش اور استحکام حکومت ہی پر کفایت نہ کی۔ بلکہ فصیل بھی تعمیر کی اور دو لاکھ چالیس ہزار کے صرف سے قلعہ تعمیر کر کے مالکوٹ کے نام سے مشہور کیا ساتلمیر کو تباہ و ویران کرنے کے بعد اسی کے عمارتی ساز و سامان سے پوکرن کو رونق بخشی اور راجستان کے بڑے بڑے سیٹھ ساہوکاروں اور تاجروں کو وہاں بسایا۔ بہت سے قلعے موسومہ بھدراجوں (واقعہ کوہ بھیم لود متصل سیوا) کوندوجی۔ پیپاڑ دھونارا۔ کوندل کوٹ واقع سیوانا پہلودی۔ قلعہ گڈھ بیٹلی یعنی قلعہ اجمیر معروف بہ کوٹ برج تیار کئے اور آخر الذکر قلعے میں آب رسانی کے لئے بڑی عقلمندی سے چرخ لگا دیا۔ مورخ رقمطراز ہے کہ مالدیو نے تمام عمارتیں سانبھر کی جھیال کی آمدنی سے تعمیر کیں اور اُس زمانے میں جودھپور کی ریاست کے ۳۸ علاقے حسب ذیل تھے:۔

سوجت سانبھر۔ میرتیا۔ کہاتا۔ بدنور۔ لادنو۔ رائے پور۔ بھدراجوں۔ ناگور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سبواتا۔ لوہاگڈھ۔ جہاگل گڈھ۔ بیکانیر۔ بین محل۔ پوکرن۔ باڑمیر۔ کسولی۔ رواسو۔ بجاپور
جھالور۔ باولی۔ ملار۔ نادول۔ پھلووی۔ سانچور۔ ڈیڈوانا۔ چائسو۔ تودین۔ ملارنا۔
دیوارا۔ فتحپور۔ امرتسر۔ پہادر۔ سیناپور۔ ٹونک۔ ٹوڈا۔ اجمیر۔ جہازپور اور پریمرکا۔
اودے پور (واقع شیخاوائی)۔

ان علاقوں میں سے جھالور۔ اجمیر۔ ٹونک۔ ٹوڈا۔ بدنور ایسے چند علاقے ایسے
عظیم الشان تھے جن کے شہروں کی تعداد تین سو ساٹھ تک تھی اور کسی میں اسّی
شہر سے کم نہ تھے۔ چائسو۔ تودین۔ ٹونک۔ ٹوڈا اور جہازپور ایسے چند علاقے
دھوندھار کے مقامات میواڑ میں تھے۔ جن پر زیادہ عرصے تک قبضہ نہ رہ سکا
اور بدنور اور اس کے گرد نواح کے تین سو ساٹھ شہروں کی آبادی راٹھور جیمل
کی پرتیا کے زیر فرمان میواڑ کی جان نثار رعایا متصور ہوتی تھی۔ حسب موقع یہ اپنے
ہموطنوں سے بھی جنگ آزما ہوتے تھے۔ چونڈا کی یہ شاخ بہت زبردست ہو گئی
تھی۔ اس نے میرتیا کو دوسری مرتبہ فتح کر کے میواڑ کی شکر گذاری حاصل کی اور
انہیں ایام میں میواڑ کے اکثر سرکش روسائے ماتحت زیر اور اُن کے علاقے ضبط
ہوئے۔ جے ترن اوواوت وغیرہ کئی رئیسوں سے خراج لیا گیا۔ ریاستوں میں
تقسیم اراضیات کے قواعد مخصوص نہ تھے۔ راجوں کے جہاں اولاد پیدا ہوئی فوراً
ہی جاگیر مقرر ہو گئی۔ اس وجہ سے مارواڑ کی ساری ریاست کے حصے بخرے ہو گئے
مالدیو نے اس قاعدے میں ترمیم کی اور دوامی جاگیروں کا استحقاق رنمل اور
چونڈا کی بعض خاص شاخوں ہی پر محدود کر دیا۔ چنانچہ یہی اصول اب تک
قائم چلا آیا۔

دس سال کے دورۂ امن و تسلط میں مالدیو نے خوب اطمینان حاصل کیا مگر
بابر شاہ کی وفات کے بعد اس کے فرزند کے عزل اور شیر شاہ کی فتحمندی سے اس
کو اپنی فکر پڑی۔ ہمایون جنگ میں پیٹھ دکھا کر مالدیو کے یہاں پناہ گزیں ہوا اس
سے قبل اس کا فرزند کلاں کمک مارواڑ کے موقع پر جنگ بیانا میں کام آچکا تھا۔
لیکن اس نے پناہ دی اور یہ نہ جانتا تھا کہ اس کی قسمت بھی پناہ گیر کی بدنصیبی کا ساتھ
دیگی۔ اور اکبر ہمایوں کی جلاوطنی کے دنوں میں وہیں پیدا ہو کر اس سے ترک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رفاقت کے عوض میں دل کا غبار نکالیگا۔ مغرور و متکبر راٹھوروں کو بھی خواب و خیال نہ تھا کہ تاجداران قنوج کی وداد لاد جس نے ایک ہزار برس پہلے فرغانہ والوں کو ملک بدر کیا تھا اکبر کی صغر سنی میں اسی کی توجہات سے درجۂ عروج کو پہنچی ہے۔ اور جو فرمانروا جنگلوں میں خاک چھانتا تھا۔ ایک وقت راج راجیشور کہلائیگا۔ حیرت کی بات ہے کہ اودے سنگھ کو شمشیر خاص دی اور راج تلک کرتے وقت معاً یہ خیال آیا کہ مالدیو ہی کی بے اعتنائی نے اس کو محلات دہلی میں ولادت کا موقع نہ دیا۔ اور اس کا ظہور ہؤا تو صحرائے امرکوٹ میں۔

مالدیو کی عذر پناہ دہی سے کسی قدر مطلب براری بھی ہوئی۔ جب شیر شاہ نے دیکھا ہمایوں کی گرفتاری سے چنداں فائدہ نہیں۔ اور ممکن ہے کہ مالدیو اپنی طاقت کو کام میں لائے۔ تو اُس نے اسّی ہزار فوج سے چڑھائی کر دی جس کے مقابلے میں اس نے بھی ۵۰ ہزار راجپوتوں کا لشکر میدان جنگ میں روانہ کر دیا۔ شیر شاہ معرکۂ حرب و ضرب میں بڑا تجربہ کار تھا۔ مگر اس کی جلد بازی حکمت عملی کے خلاف رہی نہ واپسی میں چارہ تھا نہ حملہ آوری میں ایک مہینے تک دونو لشکر آمنے سامنے تیر و ترکش باندھے رہے۔ شیر شاہ کو سخت گھبراہٹ تھی کہ کیا کرے۔ کیونکہ بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی۔ آخر اُس نے اسی مکاری سے کام لیا جس سے اُسے بارہا فتح نصیب ہوئی تھی۔ اُس نے رعایائے مارواڑ کے نام ایک سازشی خط لکھ کر قاصد کو دیا اور ہدایت کی کہ راستے میں ایسی جگہ پھینکدے جہاں سے یہ بات مشہور ہو کہ مالدیو نے علاقوں کی ضبطی سے جو رئیسوں پر سختی کی ہے اس کے تدارک کے لئے اُنہوں نے شیر شاہ کی مدد طلب کی ہے۔ حکمت عملی کام آئی شیر شاہ کی چال چل گئی تاجدار مارواڑ سمجھا کہ کچھ ماتحتوں کا فریب ہے وہ اُن سے کھنچ گیا۔ اور وہ اس واسطے کبیدہ خاطر ہوئے کہ وفاداری کا صلہ خوب چلا بہتوں نے ہاتھ پاؤں ڈال دئے اور اپنی بہبود و سود کو قسمت پر چھوڑ دیا۔ اپنے فرمانروا کی زبان بندی کے لئے ایک دو سردار جان پر کھیلنے کو تیار ہو گئے اور اس طرح جان نثاری کے برتاؤ کئے کہ مارواڑ میں اُن کی تعریف کے آجتک گیت گائے جاتے ہیں۔ یہ سردار بارہ ہزار فوج لے کر بادشاہی مورچوں پر ٹوٹ پڑے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مگر مالدیو کو شک ہی رہا کہ دغا نہ ہو ان توہمات نے شیر شاہ کو فتح دلوائی۔ اور مالدیو نے شکست کھائی۔ شیر شاہ خود قائل ہو گیا کہ اہل مارواڑ سے بمشکل پیچھا چھوٹا۔ اگر یہ چکمہ نچلایا جاتا تو جانبری مشکل تھی۔ اس کا قول تھا کہ میں بچ گیا نہیں تو ہندوستان کی سلطنت میں نے مٹھی بھر جو کے لئے ہاتھ سے کھو دی ہوتی۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ اگر اہل مارواڑ پر فتح نہ ملتی تو ہندوستان ہی ہاتھ سے گیا ہوتا۔

شیر شاہ کے خاندان سے حکومت جاتی رہی۔ ہمایوں مکرر اورنگ نشین ہؤا۔ لیکن مالدیو سلامت نہ رہا۔ اگر اس کی عمر چند سال اور وفا کرتی تو اس کی نرمی مزاج اور اوصاف حمیدہ سے امید تھی۔ کہ راٹھوروں کا اور بھی عروج ہوتا۔ لیکن اس کا پیمانۂ حیات چھلک گیا۔ اور اکبر نے ظاہرا اپنے والد کی شکائتوں سے ناراض ہو کر پندرہ برس کے سن ہی میں راجپوتوں کی طاقت توڑ کر اپنی قوت بڑھانے کے خیال سے سمت ۱۶۱۷ یعنی ۱۵۶۱ء میں مارواڑ پر چڑھائی کر دی میرتیا عرف مالاکوٹ میں خونخوار لڑائی ہوئی۔ اکبر نے فتح پائی اہل مارواڑ ہارے اُدھر اکبر نے عمل دخل کیا اُدھر تھوڑے راجپوت بہادر لشکر مخالف میں کود کر اپنے راجہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اکبر نے ناگور کا قلعہ عظیم اور مالاکوٹ خاندان کی ایک چھوٹی شاخ کے سردار مسمی راے سنگھ والئے بیکانیر کو بخش دیا۔ جو جودھپور کی قدیم ریاست کی ماتحتی سے آزاد ہے۔

مالدیو نے اب مصلحت وقت پر نظر کی اور سمت ۱۶۲۵ مطابق ۱۵۶۹ء میں اپنے فرزند ثانی چندر سین کو اجمیر میں روانہ کیا جس نے اکبر کی خدمت میں تحائف پیش کئے۔ مگر اکبر مالدیو کے تکبر پر اُس وجہ سے ناراض رہا کہ وہ خود کیوں حاضر بارگاہ شاہی نہ ہؤا۔ اس نے اس ناراضگی سے راے سنگھ کو ریاست بیکانیر ہی نہیں دی بلکہ والئے جودھپور کی بزرگی بھی ایک فرمان شاہی میں تسلیم کی۔ چندر سین کے جسم میں بھی راٹھور خون کا جوش تھا۔ اس نے اکبر کے مقابلے کا بیڑا اٹھا لیا۔ اور اپنے بڑے بھائی اودے سنگھ سے بھی مخالفت کی ٹھان لی۔ جو مراحم خسروانہ سے معزز و ممتاز تھا۔ مالدیو کو بڑھاپے میں جنگ آزمائی کرنی پڑی اس نے محاصرہ کے موقع پر خوب داد شجاعت دی مگر ناکامیاب رہا آخر فرزند اکبر اودے سنگھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو بارگاہ سلطانی میں روانہ کیا جسے یک ہزاری منصب عطا ہؤا۔ اور بعدہ بوجہ جسامت موٹا راجہ کے خطاب سے شہرت ملی۔

چندر سین اور اس کے ہم خیال رعایا کی کثیر التعداد جماعت نے ذلت کے ساتھ شاہی اطاعت ناپسند کر کے جنگل کی آزاد زندگی اور نان جویں پر قناعت کی اور جودھپور سے فرار ہونے پر ریاست مذکور کی سرحد غربی یعنی سیوانا میں زندگی کے دن کاٹ دیئے ۱۷ سال تک وہ اپنے دعوے سے دست بردار نہ ہؤا۔ اور اودے سنگھ برادر بزرگ سے بھی برسر مقابلہ رہا اس نے کچھ پرواہ نہ کی کہ بادشاہ وقت مخالف کی کمک پر ہے۔ آخر کار میدان کارزار میں جان دی اور تین فرزند یادگار چھوڑے۔ اوگر سین۔ آس کرن۔ راے سنگھ۔ جو راؤ سرتان سروہی والے کے محاربے میں ۲۴ افسروں کے ساتھ وتانی کے نزدیک جان بحق تسلیم ہؤا۔

مالدیو بادشاہ کے خلاف رہا مگر اُس نے غیر مذہب والے بادشاہ کو بیٹی دے کر ماتھے پر کلنک کا ٹیکا نہ لگنے دیا۔ اس کے بیٹے کو خطاب عطا ہوئے اور ملک مارواڑ کے حلقۂ اطاعت شاہی میں آنے کے بعد ہی اُس نے ملک بقا کی راہ لی۔ اور حالانکہ گذشتہ فتحمندیوں کا زمانہ بالکل الٹ گیا۔ مگر پھر بھی اُس نے قومی بہادری اور ناموری قائم رکھی۔ اگر اس کی حیات باقی رہتی تو وہ اپنے مقلد رانا پرتاپ کا ہاتھ بٹا کر تاجداران مغلیہ کے مقابلے میں اپنی قومی طاقت کو دن دونی ترقی دیتا۔ مالدیو نے بارہ فرزند چھوڑ کر سمت ۱۶۷۱ مطابق ۱۶۱۵ء میں انتقال کیا۔

(۱) رام سنگھ بعد جلاوطنی میواڑ میں پناہ گزین ہؤا اس کے سات بیٹوں میں سے کیشو داس پسر پنجم نے چوبی مہیشر میں سکونت اختیار کی تھی۔

(۲) راے مل بیانہ کی لڑائی میں کام آیا۔

(۳) اودے سنگھ والئے مارواڑ۔

(۴) چندر سین۔ اس کی ماں جہالا قوم سے تھی۔ اس کے تین بیٹے تھے اوگر سین فرزند اول نے علاقہ پنی تسخیر کیا۔ کرن۔ کانجی۔ اور کاہن اُس کے فرزند تھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۵) اسکرن - جونیاں میں اولاد مسکن گزیں ہوئی۔
(۶) گوپالداس - محاربۂ ایدر میں جان بحق ہوا۔
(۷) پرتھی راج - اس کی اولاد جھالور میں قیام پذیر ہوئی۔
(۸) رتن " بھدراجوں میں "
(۹) بھوج راج - اٹاری میں اولاد نے قیام کیا۔
(۱۰) بکرماجیت
(۱۱) بھان
(۱۲) نام نامعلوم
ان کے حالات دریافت نہ ہوئے۔

باب - ۴

حالات تاجداران مارواڑ میں تغیر مسند نشینی اودے سنگھ بعد وفات چندرسین۔ حالات تاریخی مارواڑ۔ آغاز جنگ۔ اطاعت اکبر میواڑ و آمیر کی مسند نشینی کے اصول۔ مارواڑ کے آٹھ روسائے عظام۔ مالدیو کے انتظام جاگیرات پر عملدرآمد نئی جاگیروں کا اضافہ۔ چونڈا کے بھائی بیٹے۔ جاگیرات کا ذکر مع اصول جاگیرداری۔ عظمت راجگان۔ راجپوت موافق ملک یورپ۔ غربائے قوم سے قرابت درشتہ مندی۔ راجپوتانہ میں اودے سنگھ کی بدنامی۔ جودھا بائی اور اکبر کی شادی۔ راٹھوروں پر مراحم خسروانہ۔ اودے سنگھ کی کثیر الاولادی۔ جاگیرات گوبند گڑھ، بیسانگن، کشنگڈھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باورز نظام کی بنیاد۔ اودے سنگھ کی وفات۔ حالات مرگ

فہرست اولاد اودے سنگھ

مالدیو کی طولانی زندگی تک طریق وراثت سیاجی کی بہادر اولاد کی رائے پر منحصر تھا۔ ریاست کا علم فتح پچرنگے جھنڈے پر اپنا پھریرا اُڑاتا تھا جس کے زیر سایہ راٹھوروں نے داد شجاعت دے کر ریگستان امرکوٹ سے سانبھر کی جھیل اور صحرائے ساحل گارہ سے کوہ ارپلی تک حکومت کا سکہ بٹھالیا۔ مالدیو کے بعد راٹھور فرمانرواؤں کو حذمات لائقہ سے شاہنشاہی الطاف سے فائدہ اُٹھانے کا زمانہ آیا۔ شاہی حکم تھا کہ راجگان راٹھور اپنے بیٹوں کی ماتحتی میں متکبر ہمقوموں کی فوج سے حذمات انجام دین اور بادشاہ مغل کے اشارے پر چلیں۔ ان فرمانرواؤں کے صرف خالص کارہائے نمایاں کی وجہ سے بارگاہ شاہی میں اعزاز حاصل کئے اگر صرف اطاعت ہی سے کام رکھا جاتا تو اودے سنگھ کے منصب ہی پر مدارج ترقی کا خاتمہ ہو جاتا۔ گوسر چشمۂ دولت نے ریگستان مارواڑ کو سیراب کیا۔ گولکنڈا و بجے پور سے بھی دولت ملی۔ ایوان راجگی کی زیب و آرائش بڑھی عمارتیں بنیں بڑے بڑے مندر تعمیر ہوئے۔ تقریباً ۱۰ ملکی و بیرونی راجوں اور جاگیرداروں پر حکومت نصیب ہوئی۔ لیکن راٹھور بادشاہ کے منہ پہ بھی کہہ دیتے تھے کہ اُن کا اگلا عروج باقی نہیں۔

مالدیو نے سمت ۱۶۲۷ میں جام اجل نوش کیا۔ لیکن تاریخی وسائل سے ظاہر ہوتا ہے کہ چندرسین کی وفات تک اودے سنگھ مسند آرا نہیں ہوا۔ اس سے مترشح ہے۔ کہ چندرسین کی زندگی میں اودے سنگھ کی بزرگی نہ اس کے والد نے جائز سمجھی نہ درباری ریاست نے۔ اودے سنگھ نے ضرور شاہی فوج کی اعانت سے اپنے ہم قوم بہادروں کی طاقت کمزور کر کے میرتیا کے علاقے میں اپنی حکومت قائم کی۔

اودے سنگھ سمت ۱۶۴۰ مطابق ۱۵۸۴ء میں مالدیو کی مسند پر بیٹھا۔ اس کے قبل راجہ جے چند کے پوتوں کی تارک الوطنی کے زمانے میں ملک مارواڑ کی حالت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(اولاد دودو) کرمسوت اور اودادت اور دیگر واسطہ داران خاندانی کے سرگروہ کہلائے۔ اُٹھ ٹھکرایت یعنی آٹھ بڑے بڑے ریاست کے قابضوں کو پچاس ہزار کی عارضی جاگیریں ملیں۔ ٹھاکروں کی اولاد نے بھی جاگیریں حاصل کیں چاپنا اور اس کی اولاد کا رئیس اعظم خطاب تھا۔ اور اُن سے اور رئیس دبتے تھے۔ ان کے علاوہ چھوٹی چھوٹی دوامی جاگیریں چونڈا کے بھائی بیٹوں اور اُن کی اولاد کے نامزد ہوئیں۔ جنہیں مقامی اصطلاح میں بانٹا بولتے ہیں۔ اس بانٹے کا حق وہی ہے جو والی ریاست کو ریاست پر۔ وہ کہتے ہیں کہ خدمتگذاری کے وقت تک ہم ماتحت اور راجہ مالک۔ بعدہٗ ہم سب آپس میں بھائی بند اور دعویدار حقوق ریاست ہیں۔

راؤ مالدیو نے چونڈا کی تقسیم حقوق قائم رکھی اور خود بھی گذارے کے لئے نئی جاگیریں عطا کیں۔ اس کے عہد میں حدود مارواڑ کی تکمیل ہو چکی تھی اس لئے چونڈا سے مالدیو تک جاگیروں کی حدیں وہی قائم رہیں۔ صرف برائے نام امتیاز باقی رکھا گیا۔ جو جاگیریں خون بہا بہا کر حاصل کی گئیں۔ اُن میں جائز وارث کی عدم موجودگی میں اصول تبنیت رائج ہے مابعد کی جاگیریں اُس وقت ضبط ہو سکتی ہیں۔ جب جاگیردار کسی جرم کا مرتکب ہوا ہو۔ مالگذار راجپوتوں کو صرف زندگی بھر کے لئے علاقے دئے جاتے تھے مگر اور بے ضابطگیوں کی طرح اُن کی اگلی دور اندیشی میں فرق آگیا۔ ان دونو بیانوں سے جاگیرات معافیدار مالگذاری کا اختلاف ظاہر ہے۔ میاجی اور جودھا کی اولاد مارواڑ کی شمالی اور مغربی اور وسط کی جاگیروں پر متصرف اور اپنے بزرگوں کی طرح آزاد ہے۔ لیکن وہ والئے مارواڑ ہی کے ماتحت رہتے ہیں۔ ریاست میں کوئی خرخشہ پیدا ہونے پر مسند نشینی اور تیوہاروں کے جشن میں حاضر دربار ہو کر آداب بجالاتے تھے اور اُن کو اپنے اپنے علاقوں میں سزا و جزا کا اختیار حاصل تھا۔ یہ رئیس آزاد اور لاخراج ہیں۔ ماڑمیر کوٹرا۔ بہو۔ پہلسوند اس ذیل میں شمار ہو سکتے ہیں ان کے علاوہ اور رئیسوں کو بھی مثل مہود دلپذیری وغیرہ اس فہرست میں داخل سمجھنا چاہئے جو ان کی طرح آزاد نہیں اُنہیں وقت ضرورت فوج بہم پہنچانا۔ اور تقریبات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا خاکہ دکھا دینا مغربی تاریخ کی طرح دلچسپی کا محتاج ہوگا۔ جس میں نام ہی نام بھرے ہیں۔ تاہم ملک گیری کے لحاظ سے اس میں بھی ایک قسم کا لطف ہی ہے۔

اصل تاریخ اور فہرست مندرجہ تاریخ ہذا میں اس وسیع سرزمین کی آبادی و فتوحات کے علاوہ کثیر التعداد بھیاد لوگوں یعنی سیاجی کی اولاد کی کیفیت مقدم ہوگی جو جاگیرات پر قابض چلی آتی ہے۔

سیاجی کی قنوج سے تارک الوطنی اور مسند آرائی اودے سنگھ کا زمانہ تین حصوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔

(۱) سنہ ۱۲۱۲ء سے سنہ ۱۳۸۱ء تک یعنی سیاجی کے اراضی کیسر پر قبض و دخل سے چونڈا کی فتح مندور تک۔

(۲) مندور کی فتح سے زمانہ آبادی جودھپور یعنی سنہ ۱۴۵۹ء تک

(۳) آبادی جودھپور سے اودے سنگھ کی مسند نشینی یعنی اس زمانہ کے آغاز تک جب قوم راٹھور نے بادشاہی دباؤ تسلیم کیا۔

اول زمانہ یعنی عہد چونڈا تک دریائے لونی کے دونو ساحلوں کی زرخیز اراضی رنمل اور چونڈا کی اولاد کو حاصل نہیں ہوئی۔ قوم راجپوت اپنی راجدھانیاں انتظامات ملکی کی ضرورت سے تبدیل اور اکثر اوقات اپنے نام سے بھی منسوب کرتی ہے جودھپور کی بنیاد نے زمانہ کی صورت بدل دی اور مسند ریاست فقط چونڈا کی خاندانی اولاد یا قریبی رشتہ داروں ہی کو مل سکتی تھی۔ یہ راجپوتوں کی عین عقلمندی کا ثبوت ہے۔ اور کل خاندانوں میں اس کا عملدرآمد جاری ہے۔ اجمیر کے حالات سے مفصل کیفیت معلوم ہوگی

چونڈا نے بڑی دور اندیشی سے جودھپور آباد کر کے جاگیرداروں کا انتظام کیا اور اپنی شان و شوکت کو ترقی دینے کے لئے اُن کے حقوق محدود کر دیئے۔ رنمل کے بیس۔ اپنے چودہ فرزندوں اور اُن کی کثیر الاولادی کی وجہ سے ضرورت ہوئی کہ جاگیریں مقرر کی جائیں۔ کندلوت فرقے کے بانی راؤ کندل نے اسی وجہ سے بیکانیر میں بود و باش اختیار کی۔ چونڈا کے دو چھوٹے بھائی جانپا اور کونپا اپنے دو بیٹوں دودو او۔ کرمسی اور اودھو اپنے پوتے جانپاوت۔ کونپاوت۔ میرتیا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں حاضر ہونا لازم ہوتا ہے۔ ملک کے قدیم خاندان جو جدید مسند آرایان ریاست کے ملازم یا سلک خدام میں منسلک ہیں بزرگوں کے نام سے منسوب ہیں۔ دوہر مانگو تھا۔ ادھر۔ دردھاندل کے نام سے اُن کی نسل واقف ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ وہ راٹھور تھے یا اور۔ شادی کے موقع پر بھاٹ اپنی پوتھیوں سے وہ اصول بتاتے ہیں۔ جو بزرگوں میں رائج تھے۔ اُن میں فرقوں کی تفریق وغیرہ کا حال قلمبند نہ ہوتا۔ تو وہ کچھ اور بھی نہ جان سکتے۔ یہ جنگجو فرقہ کوئی کچھ ہو مگر ہم اُن کو جاگیردار کا خطاب دیتے ہیں۔ ناظرین ہر جگہ جاگیردار کے لقب سے اس فرقہ کی مراد لیں۔ مندرجہ بالا دستور راجپوتوں میں قدیم ہے اور سیاجی نے اس طریقے کے عملدرآمد میں بزرگان قنوج ہی کی پیروی کی تھی۔ راجہ جے چند کی جاگیرداری فوج سے عمدہ طریقہ شاہی تزک واحتشام کی نمائش کا نہیں۔ پرتھی راج کی لڑائیوں کے حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ملک میں یورپ کی یہ رسم جاری تھی۔ میواڑ کی تیرہ صدیوں کی تاریخ سے ظاہر ہے کہ جاگیرداروں نے جاگیر کے عوض عطیات نہ قبول کر کے اپنے تاجدار عہد سے سرکشی کی۔ مگر اُن کو پاس نمک تھا۔ اس لئے سال بھر اُنہوں نے میان میں تلوار رکھی پھر اسے معزول کر کے چھوڑا۔ اکبر بادشاہ نے ہندو مذہب کی طرفداری کے علاوہ نظم ونسق سلطنت کے بہت سے سبق انہیں سے سیکھے تھے۔

راجپوتوں میں بھی اہل مغرب کی طرح جاگیرداری کی عظمت رہی ہے یہ لوگ رعایا اور رشتہ دار اور خاندان کی بزرگی مانتے ہیں اور راجہ شاہ یوروپ کی طرح سب کا افسر ہوتا ہے۔ چمپا عظیم الشان فرمانروا تھا۔ مگر ایک ادنے پیٹیا سے بھی اُس کی قرابت تھی۔ اس اصول کی خرابی یا عمدگی دونوں کی نظریں دستیاب ہو سکتی ہیں چونڈا کی اولاد کے پچاس ہزار بہادروں میں سے مالدیو کی طرفداری پر دس ہزار کا سر کٹا دینا وہ کارنمایاں ہے۔ جس کی تعریف میں لوگ تر زبان ملتے ہیں۔

اودے سنگھ کی مسند نشینی کے حالات مختلف ہیں۔ کسی کا بیان ہے وہ مالدیو کے مرتے ہی سمت ۱۶۲۹ مطابق ۱۵۶۹ء میں مسند آرا ہوا۔ کوئی لکھتا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ جب سوانا کی لڑائی میں چندرسین راہی عدم ہوا تب اس نے راج سنگاسن پر قدم رکھا۔ اودے سنگھ کا نام راجپوتانہ میں حقارت سے لیا جاتا ہے۔ جب وہ موٹا راجہ کے لقب سے مارواڑ میں شاہی طمطراق پر نازاں تھا۔ میواڑ کا بہادر پرتاپ راجپوتوں کی ترقی کی کوشش اور آزادی ملک کے لئے جان پر کھیلنے میں مشغول اور اپنے باپ اودے سنگھ کی کھوئی ہوئی عزت بڑھانے میں مصروف تھا۔ اس کو اس مقصد کے حصول میں ناکامی رہی۔ تاہم اہل وطن اس کے نام کی بڑی عزت کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور شاعروں کی نظموں میں اس کا ذکر خیر ہمیشہ یادگار زمانہ رہیگا۔

جب جودھا بائی کے ساتھ اکبر کی شادی ہوئی تو اکبر نے اجمیر اپنے قبضے میں رکھ کر مارواڑ کا کل ضبط شدہ علاقہ واپس کر دیا۔ اور مالوہ کے کھیت اور زرخیز مقامات مرحمت کر کے مقبوضات کی آمدنی دونی کر دی۔ فرمانروائے مارواڑ نے اپنے بہنوئی اکبر کی مدد سے بہت سے جاگیرداروں اور سرداروں کو زیر و زبر کر کے اس قدر جاگیروں اور معافیوں پر دست تصرف دراز کیا کہ ہوتے ہوتے چودہ سو موضع اس کے مقبوضات میں داخل ہو گئے دو دو کی میراثیا اولاد بالکل بیدخل کی گئی۔ فرقہ اوداوت کا علاقہ جتنا رن ضبطی میں آیا۔ چانپاوکونپا کی اولاد سے کئی مقامات چھینے گئے۔

اودے سنگھ بادشاہ کے مراحم خسروانہ کا ممنون تھا۔ راٹھوروں نے عنایات شاہی کے عوض ایسے ایسے جوہر شجاعت دکھائے ہیں۔ کہ باید و شاید اودے سنگھ ان معرکوں میں علیحدہ رہا۔ کیونکہ اس کے سر میں ہوائے خودسری سمائی تھی اور جنگ میں شرکت کسر شان سمجھنے لگا تھا۔ اکبر اس کو جنگلی راجہ کہا کرتا تھا۔ اس کے لڑکے لڑکیوں کی تعداد ۳۴ تھی۔ اُن کو علیحدہ علیحدہ جاگیریں دی گئیں۔ بڑے لڑکے کی اولاد گوبند گڈھ اور بیسیا مگن کی جاگیردار ہے چند بیٹوں نے حدود کے باہر اپنی خودسری کی وجہ سے علاقے قائم کئے اور اپنے کو بائی قرار دیا۔ کشن گڈھ اور رتلام واقع مالوہ انہیں علاقوں میں سے ہیں۔

چونڈا کی مسند آرائی کے تیرہ سال اور مالدیو کی رحلت کے ۳۳ سال بعد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اودے سنگھ کا انتقال ہوا۔ تاریخ موسومہ کمبیات میں اس کی موت کا جو حال درج ہے اس سے راجپوتوں کے ضعف عقیدت اور طور و اطوار کی مثال ملتی ہے۔ ناجہ اران راٹھور بیس برس کی عمر تک عورت کا منہ نہ دیکھتے تھے۔ مگر اودے سنگھ نے ہاتھ پاؤں نکالتے ہی اس اصول کو نظر انداز کر دیا۔ ستائیس رانیوں کے ہوتے بھی ایک برہمن کی لڑکی کو دیکھ کر اس کے سر پر عشق کا جن سوار ہو گیا۔

اودے سنگھ دربار سے علاقے کو جا رہا تھا کہ اس مرفع حسن پر نظر پڑ گئی نہ اس کے باپ کا پاس عظمت رہا نہ اپنے فرض منصبی پر نظر ہوئی۔ اس نے بس یہی چاہا کہ محبوبۂ دلنواز کو لے اڑے۔ براہمن اباپنت یعنی ابا ناتہ کے مندر واقع بے بھدرا کا مہنت تھا۔ مارو دیس کے برہمن برہمنان بنگال کی طرح دیبی کو مانتے ہیں مگر اس معاملے میں یہاں تک نوبت آئی کہ اس نے قتل دختر ہی سے آبرو کا بچاؤ سمجھا۔ چنانچہ اس نے لڑکی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگن کنڈ میں ڈال دیا۔ اور اپنے گوشت کے ٹکڑے بھی ہون کر کے جس وقت شعلہ بلند ہوا۔ راجہ کو بد دعا دی کہ کبھی چین سے نہ رہنے پائے اور تین پہر یا تین دن یا تین برس میں یہ اپنے کیفر کردار کو پہنچے اور میں دیبی بادری کی ذات میں ملجاؤں۔ یہ کہتے ہی وہ تو آگ میں پھاند پڑا۔ ادھر راجہ نے واقعہ سنا تو برہمہتیا کے خوف نے ہوش اڑا دئے۔ وہ ڈرا کہ برہمن برمہ راکشس نہ ہو جائے۔ غرض اسی تفکر اور ندامت میں اس کی جان چلی گئی۔

اباپنت کے برہم راکشس ہونے کا ایسا خوف سمایا کہ اودے سنگھ کے بعد راجگان مارواڑ نے عیاشی سے توبہ کی اور توہمات کے غلبے نے انہیں گناہ کبیرہ سے بچایا۔ اودے سنگھ کا پوتا جسونت سنگھ بہت نامور راجہ تھا اس کی طبیعت کسی اہلکار کی بیٹی پر دیبی بادری میں آگئی۔ لیکن برمہ راکشس کے خوف نے عقل اور عشق میں ایسی مخالفت ڈالدی کہ جسونت سنگھ سڑی سودائی ہو گیا حواس کسی طرح درست نہ ہوتے تھے۔ عام لوگ یہی سمجھ بیٹھے کہ ضرور آسیب ہے۔ عامل جب اتارنے کا عمل کرتے تھے تو آسیب جسونت ہی کے مدمقابل رئیس کا سر مانگتا تھا۔ ناہر خاں فرقۂ کونپاوت کا رئیس بڑا بہادر شخص تھا اس نے تمام لڑائیاں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپنے قوت بازو سے سر کیں۔ اُس نے جوش رفاقت میں اپنا سر دینا منظور کیا عالموں نے فوراً ہی تین بار ایک پانی کا گھڑا جسونت کے سر سے اُتار کر ناہر خاں کو دیا جس وقت اس نے پانی پیا۔ جسونت کے ہوش و حواس درست ہو گئے سودا غائب ہو گیا اس واقعہ سے اہل راجپوتانہ کو برمہ راکشس کا بڑا اعتقاد ہے اور اس خیر خواہی نے ناہر خاں کو خاص و عام وفاداروں کا سرتاج مانتے ہیں۔ جب اس کا دم ٹوٹنے لگا اُس نے اپنے بیٹے کو بلا کر قسم دی کہ خبردار میری اولاد میں پردھان کا عہدہ کوئی نہ قبول کرے۔ ایسی موروثی وزارت فضول جس سے جان جائے۔ ناہر خاں کی وفات کے بعد خاندان کانپاوت کی موروثی وزارت خاندان چانپاوت کو ملی اور کانپاوت دائیں طرف کے بدلے راجہ کی بائیں طرف بیٹھنے لگے۔

فہرست اولاد راجہ اودے سنگھ

(۱) سور سنگھ جانشین

(۲) اکھے راج

(۳) بھگوانداس۔ بلوگوپال داس و گوبند داس اس کے دو بیٹے تھے جنہوں نے گوبند گڈھ آباد کیا۔

(۴) نرہر داس

(۵) سکت سنگھ اولاد غیر مشہور ہے

(۶) بہوپت

(۷) دلیپ۔ چار فرزندوں میں سے (۱) مہیش داس کا فرزند رتن بانی رتلام ہے (۲) جسونت سنگھ۔ (۳) پرتاب سنگھ۔ (۴) جے نرائن۔

(۸) جیت۔ چار فرزند تھے (۱) ہر سنگھ۔ (۲) امرا۔ (۳) کنی رام۔ (۴) برمہ راج علاقہ دار بلاتی و کیروا۔

(۹) کشن۔ کشن گڈھ سمت ۱۶۶۹ یعنی ۱۶۱۳ء میں آباد کیا۔ (۱) سہس مل (۲) جگمل (۳) بہارامل فرزند تھے۔ موخر الذکر کا بیٹا ہری سنگھ اور پوتا روپ سنگھ تھا۔ روپ نگر اسی کی یادگار ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۱۰) جسونت۔ اس کا فرزند مان بانی مان پورہ و خاندان مان جودھا ہے۔
(۱۱) کیشو۔ بساست گڑھ اُس نے آباد کیا۔

(۱۲) راج داس	(۱۵) موہن داس	کیفیت دریافت نہیں ہوئی
(۱۳) پورن مل	(۱۶) کیرت سنگھ	
(۱۴) مادھو داس	(۱۷) نامعلوم	

راجہ اودے سنگھ کی سترہ ہی لڑکیاں بھی تھیں

باب ۵

سورسنگھ کی تاج پوشی۔ بہادرانہ اوصاف سے قدر و منزلت۔ راؤ سرتان سروہی والا پر فتحیابی۔ راجہ گجرات پر لشکر کشی۔ جنگ دھوندو میں فتح۔ دولت و حشمت کی ترقی۔ بھالوٹوں کے انعام و اکرام۔ امر ایلیجا پر لشکر کشی۔ ریوان کی جنگ۔ چوہان کا قلع قمع۔ دوسری منزلت افزائی۔ راجہ سورسنگھ کی مع فرزند جہانگیر کے دربار شاہی میں باریابی۔ گج سنگھ کو شمشیر سلطانی کا عطیہ۔ قلعہ جھالور میں سیڈھی کے ذریعے سے داخلہ۔ رانا سے میواڑ کے مقابلے کو شاہزادہ خرم کے ساتھ راجہ گج سنگھ کی روانگی۔ راجہ سورسنگھ کا انتقال۔ ساحل نربدا پر منارہ بردی کی تعمیر۔ دوری وطن کی وجہ سے رئیس راٹھور کی نارضامندی۔ جودھپور کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زیب و زینت۔ راجہ گج سنگھ کی اولاد۔ راجگی برہانپور۔ صوبہ داری دکن پر سرفرازی۔ راجہ کی فوج کو انعام و اکرام کا عطیہ مختلف جنگ آزمائیاں۔ خطاب دلتھمن۔ شاہی تخت نشینی کے موقع پر راجپوتوں کی دست اندازی۔ سلطان پرویز و سلطان خرّم کی راجپوت ماں کی اولاد کے لئے تخت نشینی کی کوشش۔ قتل پرویز کے لئے سلطان خرّم کی سازش۔ راجہ گج سنگھ کے ملانے کی کوشش میں ناکامیابی۔ راجہ گج کے مشیر خاص اور پرویز کا قتل۔ سلطان خرّم کا اپنے والد جہانگیر کو تخت سے اتارنے کا ارادہ۔ راجگان راجپوت سے مدد کی درخواست۔ بنارس میں فوجی مقابلہ۔ بادشاہ کی جانب سے راجۂ رائسور کی بیعزتی۔ اس کا ضرر بخش اثر۔ شہزادۂ خرم کی شکست۔ سرحد گجرات پر راجہ گج سنگھ کا قتل۔ راجہ جسونت سنگھ فرزند ثانی کی جانشینی فرزند کلان کے حقوق کی نظر اندازی کا سبب۔ امرا فرزند اکبر کا گدّی سے اخراج۔ حکم جلاوطنی۔ امرا کی دربار مغلیہ میں رسائی۔ سرفرازی۔ انتقال حسرت اشتمال۔

سورسنگھ سمت ۱۶۵۱ مطابق ۱۵۹۵ء میں مسند حکومت پر بیٹھا۔ سمت ۱۶۴۸ سے یہ لاہور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں فوج شاہی کا سپہ سالار چلا آتا تھا۔ وہیں اس نے باپ کے مرنے کی خبر سنی۔ وہ نہایت تجربہ کار اور اعلےٰ درجے کا اطاعت گذار تھا۔ چنانچہ باپ کی زندگی ہی میں اس نے سوائی راجہ کا خطاب اور دربار شاہی میں درجۂ اعلےٰ حاصل کیا۔ راجہ سروہی اس وقت نہایت مغرور اور سرکش ہو رہا تھا۔ اکبر نے اس کی سرکوبی کا حکم سورسنگھ کو دیا۔ مگر راجہ کے دماغ سے بوے خودسری نہ نکلی اپنی کوہستانی مضبوطی پر اُسے ناز رہا۔ سورسنگھ کو راؤ سرتان سے پچھلی عداوت تھی اُس نے خوب دل کا بخار نکالا۔ سروہی کو لوٹ مار سے ایسا غارت کیا کہ سرتان کے پاس بچھانے کو کوئی کپڑا نہ رہا۔ اُس کی رانیاں خاک پر آرام کرتی تھیں۔ اس کے بعد دیورا کے مغرور سردار کا سر نیچا کیا جس نے دھوپ کی شدت سے برہم ہو کر آفتاب پر زعم خودی میں تیر چلائے تھے۔ راؤ سرتان نے آخر فرمان شاہی کی تعمیل اور اطاعت قبول کی۔ اور جنگ گجرات میں راجہ سورسنگھ کے زیر علم انجام دہی خدمات کا عہد کیا۔ جنگ گجرات کے موقع پر راجہ نے سردربار بیڑا اٹھالیا۔ اور صوبہ داری کے منصب حاصل کر کے آمادۂ کارزار ہوا۔ فریقین کے لشکر آمنے سامنے ڈٹ گئے۔ دھندوکے مقام پر سخت کشت وخون ہوا۔ حالانکہ لڑائی میں اچھے اچھے بہادر کام آئے۔ لیکن والیٔ گجرات کو شکست نصیب ہوئی۔ وہ میدان سے جان لے کر بھاگا۔ سورسنگھ نے ۱۷ ہزار مقاموں کی لوٹ کا اسباب بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور ایک کروڑ روپیہ اپنے پاس رکھا۔ جس سے شہر اور قلعے کو رونق دی اکبر نے اس کارنمایاں کے صلے میں اس کا منصب بڑھایا۔ ایک تلوار مع خلعت عطا کی۔ اور کئی جاگیریں مرحمت فرمائیں۔

تاریخ سے ظاہر ہے کہ سورسنگھ نے اس موقع پر بھاٹ لوگوں کو بہت انعام واکرام دیا حتےٰ کہ چھ کبیوں (شاعروں) کی نظموں کے صلے میں ایک ایک لاکھ کی رقم عنایت کی۔

اس فتح کے بعد راجہ سورسنگھ مہم دکن پر روانہ کیا گیا۔ اس کے ساتھ ستر ہزار سوار۔ دس گرانڈیل توپیں اور بیس ہاتھی تھے۔ ساحل ریوا (نربدا)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پر تین محاربۂ عظیم ہوئے۔ امرا ملیجا نے پانچ ہزار سوار ہمراہ لے کر مقابلہ کیا۔ مگر قتل ہوا۔ اس کے مقبوضات داخل ممالک محروسہ ہوئے اور ان خدمات لائقہ کے صلے میں اکبر نے راجہ سورسنگھ کو نوبت مرحمت کی اور ریاست دھار انعام میں دی۔

اکبر نے جب وفات پائی جہانگیر کی اورنگ آرائی کے موقع پر سورسنگھ اپنے ولیعہد گج سنگھ کے ساتھ بارگاہ شاہنشاہی میں آیا۔ جالور والی گجرات نے بزور شمشیر شامل حکومت کر لیا تھا۔ جسے گج سنگھ نے فتح کیا۔ اس کے صلے میں جہانگیر نے دست خاص سے ایک قیمتی تلوار عنایت کی۔ بھالوٹوں کا بیان ہے کہ گج سنگھ حکم پاتے ہی بہاری پٹھان کی سرکوبی کو روانہ ہوا۔ طبل جنگ پر چوٹ پڑی۔ ارانده خبر پاتے ہی کانپ اٹھا۔ علی الدین سے جو کام کئی برسوں میں نہ ہوا گج سنگھ نے تین ہی ماہ میں کر دکھایا۔ اس نے جھالیند را یعنی جالور پر سیڑھی لگا دی اور تلوار تول کر قلعے پر پہنچ گیا۔ بہت سے راٹھوروں کی جان گئی۔ لیکن وہی غالب رہا۔ سات ہزار پٹھان تہ تیغ ہوئے۔ مال غنیمت داخل خزانہ شاہی کیا گیا۔

خاندان گجرات کا قلع قمع کر کے راجہ سورسنگھ دارالریاست میں مقیم رہا خدمات شاہی کی انجام دہی گج سنگھ کے تعلق رہی اب رانا امراو الئے میواڑ کی مہم پر روانگی کا حکم ہوا۔ مہم روانہ ہوئی کرن مطیع ہوا گج سنگھ نے دارالسلطنۃ تاراگڈھ واقع اجمیر کی راہ لی۔ جہانگیر نے راجہ سور اور گج سنگھ کے اعزاز منصب کو اور ترقی دی۔

اس قسم کے بیانات سے واضح ہے کہ راجپوت سوانح نگار اپنے والی ملک کی ثنا و صف سے مطلب رکھتے تھے اور جنگ آوروں کا تذکرہ اُن کی نظر میں فضول تھا۔ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ ہر مہم میں راٹھور فرمانروا ہی سرغنہ ہوتے تھے دراصل بات یہ ہے کہ مہم رانا میں شاہزادۂ خرم کے ساتھ راجہ گج بھی اور راجاؤں کے ساتھ اپنی قوم کا سرگروہ تھا۔ وقائع جہانگیری میں راجہ گج کا نام بھی نہیں البتہ کوٹہ اور دتیا کے راجوں کی نسبت یہ ذکر قلمبند ہے کہ انہیں دونوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی وجہ سے شاہزادۂ خرم اپنے مقصد میں کامیاب ہؤا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مہم میواڑ میں راجہ گج بھی اور سرگروہوں میں سے ایک سرگروہ تھا۔

راجہ سورسنگھ سمت ۱۶۷۶ مطابق ۱۶۲۰ء میں بمقام دکن فوت ہؤا۔ اس کی ذات سے راٹھور قوم بہت نامور ہوئی۔ بادشاہ اُسے بڑی عزت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ بھاٹ کہتا ہے کہ اس کی برچھی سے اہل دکن کی روح صلب ہوتی تھی۔ دکن میں آئے دن لڑائی سے سامنا رہتا تھا اور بیشمار ذمہ داریوں کی وجہ سے اُس کو وطن کی صورت دیکھنا نصیب نہ ہوتی تھی۔ اس لئے وہ قیام دکن سے زچ ہوگیا۔ یہاں تک کہ مرتے وقت اُس نے ایک مینار پر یہ طلاق کندہ کرائی کہ خبردار میری اولاد میں سے کوئی کبھی مزید اکے پار قدم نہ رکھے۔ سورسنگھ کو بچپن ہی سے دوری وطن نصیب ہوئی۔ امداد مارواڑ کے ہر موقع کشتی پر وہ اپنے باپ کے ہمرکاب رہتا۔ اور اپنی مسند نشینی کے ایام میں بادشاہ کی طرف سے صوبہ داری لاہور پر سرفراز تھا۔ اُس نے وسط ہند میں اپنے بزرگوں کی سمادھ سے بہت فاصلے پر وفات بھی پائی۔ حالانکہ بادشاہ اس پر بہت مہربان تھا۔ اُس کی جانبازیوں کی اچھی طرح داد دی۔ سولہ[1] بڑی بڑی جاگیریں قبضے میں تھیں واپس کیں۔ عطاب سواری مرحمت فرمایا۔ کل راجگان دربار سے مرتبہ بڑھا دیا۔ مگر راجہ سورسنگھ ان سب باتوں کو بجائے وطن اور انتظام ملک میں نوکریوں کی دست نگری کے مقابلے میں ہیچ سمجھتا تھا۔ اس کے خاندانی امرا نے بھی مفارقت عیال و اطفال سے زچ ہو کر شوکت شاہانہ و الطاف خسروانہ پر قیام وطن کو ترجیح دی

[1] سولہ بڑی بڑی جاگیروں میں سے نوکوٹ مارواڑ جاگیردار کلان ہونے پر راجہ سورسنگھ نے بادشاہ کو نذرانے میں دے دئے تھے جن کی واپسی پر ہر ہر کوٹ کے لئے اور جاگیریں ملی تھیں باقی سات جاگیرات کلاں میں سے گجرات میں پانچ اور مالوہ و دکن میں ایک ایک جاگیر تھی۔ اور اُن کے عوض اس کے تیرہ ہزار سواروں سے خدمات شاہی کا انجام دینا لازم ہوتا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُن کو شاہی خوان نعمت کی پرواہ نہ تھی۔ جنگل کے پھل پھول۔ منڈور کی بنا سپتی۔ وہی دودھ اور جو جوار کے ستو کو پسند کرتے تھے۔ بات ذراسی تھی مگر اس سے بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوئیں۔ دلاور راجپوتوں کے سوا اور کسی فرد بشر کو ایسا خیال نہیں آسکتا۔

اس راجہ نے اپنی راجدھانی کو خوب آراستہ کیا وہ وہ عمارتیں بنائیں جو اس کے نام کو زندہ رکھینگی۔ سورساگر نامی تالاب اس کی ایک قابل ذکر یادگار ہے۔ جس سے اس کے کناروں کے سبزہ زار سیراب ہوتے ہیں۔ اس کے چھ فرزند تھے۔ گج سنگھ۔ سیل سنگھ۔ برم دیو بجے سنگھ۔ پرتاب سنگھ۔ جسونت سنگھ ان کے علاوہ سات لڑکیاں تھیں۔ جن کا حال دریافت نہیں ہوا۔

راجہ گج کی ولادت لاہور میں ہوئی تھی۔ یہ سمت ۱۶۷۶ میں مسند آرا ہوا۔ بادشاہ نے راجگی کا ٹیکا بھیجا۔ جس کی رسم برہان پور میں داراب خان فرزند خانخاناں نے ادا کی بادشاہ کی طرف سے داراب خاں نے راجہ گج کی کمر میں شمشیر مرصع باندھی اور اُس کے موروثی نوکوٹ مارواڑ کے علاوہ گجرات کی سات قسمتوں اور ضلع جھلائی واقع دھوندھار کی تازہ سند عطا کی اور مسودا واقع اجمیر کا علاقہ خاص رعایت سے مرحمت کیا۔ جو اس کا موروثی تھا۔ اور جس کے ملنے کی اُسے سچے دل سے آرزو تھی۔ ان الطاف شاہنشاہی کے ساتھ ہی صوبہ داری دکن نے اُس کی عزت و منزلت میں چار چاند لگا دئے۔ اور مزید فخر یہ حاصل ہوا کہ اُس کے سوار نشان شاہی کے داغ سے مستثنےٰ کر دئے گئے۔ اُمراؤ سنگھ اس کا فرزند کلاں ہر مہم میں اس کے ہمراہ رہتا تھا۔ اور ہر لڑائی اُسی کے جوہر شجاعت سے سر ہوتی تھی۔ کرکی گڈھ۔ گولکنڈہ۔ کیلبا۔ پرمالا۔ کچن گڈھ۔ آسیر اور ستارہ کی فتوحات سے راٹھوروں کے راجہ کو دلہن کا خطاب ملا۔ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ قرابت شادی کی وجہ سے راجپوتوں کا اختیار شاہی تخت نشینی پر قائم ہو گیا تھا سلطان پرویز شہزادہ کلاں مارواڑ کی رانی کے بطن سے تھا اور شہزادہ ثانی خرم ابر کی کچھواہہ رانی کے بطن سے۔ جہانگیر کے کئی محل تھے۔ اُس کی اولاد کی ترتیب بھی یکساں نہ تھی۔ خاندان مغلیہ ہی میں شادی سمجھی جاتی تھی اُن کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ماؤں کو بھی ہوس رہتی تھی کہ اُنہیں کا بیٹا تاج شاہنشاہی سر پر رکھے۔ پرویز و خرّم کو اور بھائیوں سے اور اُن کی اولاد سے مطلق اُنس نہ تھا۔ وہ وارث تاج و تخت سے بغض و عناد رکھتے تھے اور اُن کو اس کی جان لینے میں دریغ نہ تھا۔

ایسی رشتہ مندی باعث اتحاد سمجھی گئی تھی۔ مگر اُس کا نتیجہ اُلٹا ہو گیا۔ سلطان خرّم پرویز کو صرف بڑا بھائی مانتا تھا اور کل باتوں میں اپنے سے حقیر اور اس میں شک بھی نہیں کہ پرویز میں اُس کی سی لیاقت شجاعت اور سپہ گری کے جوہر نہ تھے۔ میواڑ کے بھیم اور مہابت[1] خاں کی تربیت نے اُسے بچپن ہی سے حوصلہ مند اور صاحب ہمت بنا دیا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے بھائی کی فکر ہی میں رہتا تھا۔ جب وہ مہم دکن پر تھا اُس نے راجہ گج سنگھ سے بذریعہ تحریر اپنی اورنگ آرائی کے لئے مدد مانگی مگر اُس نے اس لحاظ سے انکار کیا کہ اُس پر شاہی نوازشات حد سے زیادہ تھیں اور وہ پرویز ہی کی تخت نشینی کا خواہشمند تھا۔ اس طرف سے مایوس ہو کر اُس نے گوبند داس قوم راجپوت بھٹی رئیس مارو سے رجوعات کی لیکن وہ اپنے آقائے نعمت اور سربرآرائے سلطنت کا وفادار تھا۔ اُس سے بھی مطلب برآری نہ ہوئی۔ شہزادے کو اس سے نفرت ہوئی۔ اور کشن سنگھ کے ہاتھ سے تہ تیغ کرا دیا۔ راجہ گج یہ صورت دیکھ کر راہی وطن ہوا۔ اس کے بعد پرویز کے قتل میں کامیابی ہوئی۔ تو خرّم نے چاہا کہ باپ کو بھی معزول کر کے خود عنان حکومت ہاتھ میں لے۔ اور اس غرض سے ضرورت کے موافق تیاریاں بھی کر لیں۔ اس وقت بادشاہ نے اپنے وفادار راجاؤں سے مدد طلب کی۔ پیغام پہنچتے ہی مارواڑ۔ آمیر۔ کوٹہ اور بوندی فوجیں لئے ہوئے آ پہنچے اور حفاظت تخت پر آمادہ ہو گئے۔ اس اجتماع فوجی سے ثابت ہے کہ راجستان میں ہمعصروں کے قول و فعل کا لحاظ اس حد تک ہے کہ راجگان موصوف بھی سمجھتے تھے۔ کہ ہم اپنی ہی فوجی طاقت سے آتش بغاوت گل کر دینگے۔ چنانچہ اس کی مفصل کیفیت بوندی کے ذکر میں ناظرین کی نظر سے گذریگی۔

ایسے فتنہ و آشوب سے جہانگیر عالم پریشانی میں راٹھور راجہ کی سرگرمی سے

[1] ۔ مہابت خاں رانا کے خاندان سے تھا جو مسلمان ہو گیا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خوش ہوا کہ اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر چوم لیا۔ فوجیں بنارس میں ڈٹ گئیں۔ بادشاہ نے ترتیب افواج اس طرح کی کہ مرزا راجہ کچھواہہ والیٔ آمیر کو لشکر ہراول کا سپہ سالار مقرر کیا۔ معلوم نہیں کہ اس تقرر میں یہ حکمت عملی تھی۔ کہ وہ اُس شہزادے سے محاربہ کرے جو اس کی خاندانی رانی کے بطن سے تھا یا بقول تاریخ مارواڑ اس کی فوج کثیر التعداد تھی۔ اس تقرر میں ظاہراً کوئی موقع حجت نہ تھا۔ مگر راجہ راٹھور اُسے اپنی بے عزتی سمجھ کر اپنی فوج لشکر شاہی سے ہٹا لے گیا اور جاسوس مقرر کئے کہ فتح و شکست کی خبر دیں۔ بھیم والیٔ میواڑ مشیر خرم نے اس وقت عجلت کی اور راجہ گج سنگھ سے طنزاً کہلا بھیجا کہ یا تو وہ ادھر ہو ورنہ تلوار اُٹھائے۔ گج سے یہ طعنہ نہ برداشت ہوا۔ اُس نے بادشاہ کی حرکت پر خاک ڈالی۔ اور میدان جنگ میں بھیم کو خاک پر سلا کر گوبند داس کا عوض لے لیا۔ لشکر خرم کے قدم اُکھڑ گئے۔ فتح کا سہرا قوم راٹھور اور مارواڑ کے سر رہا۔

راجہ گج گجرات کے محاربے میں کام آیا یہ مہم سمت ۱۶۹۴ مطابق ۱۶۳۸ء میں روانہ ہوئی تھی۔ تاریخوں سے یہ ظاہر نہیں کہ وہ میدان جنگ میں قتل ہوا یا چھوٹی سرحدوں کے لیٹروں کی سرکوبی کے موقع پر مارا گیا۔ مارواڑ کی تاریخوں میں اس کی بڑی ثنا و صفت ہے۔ اس کے نام نامی کو اُس کے دو فرزندوں نے بلند کیا یہ بڑے شجاع و دلیر تھے امراو جسونت نام تھا۔ تیسرے فرزند اچل کو صغر سنی ہی میں موت دنیا سے اُٹھا لے گئی تھی۔

بڑے بیٹے کے ہوتے چھوٹے بیٹے کی تخت نشینی کی ایک نظیر جسونت سنگھ کی مسند نشینی سے بھی ملتی ہے۔ یہ قاعدہ کیوں راج تھا۔ اس کے اسباب یا تو الفت پدری یا کم لیاقتی اولاد اکبر بحالت افسری ۵۰ ہزار لشکر راٹھور یا سرکشی بمقابلہ والد خواہ بدخوئی و سخت مزاجی وارث تخت ہوتے ہیں۔ جن کی وجہ سے فرزند حقوق حکومت سے محروم ہو جاتا ہے۔

امرا کو اپنی بہادری کی وجہ سے کچھ بھی پرواہ نہ تھی کہ اُس کا حریف خم ٹھونکنے کو تیار ہے۔ ہر محاربۂ دکن میں یہ اپنے باپ سے دس قدم آگے رہتا تھا۔ اس کی دلاوری کی وجہ سے زیادہ تر افراد و قوم اُس کے حاشیہ نشین تھے۔ اس کے ہمخیال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خاندانی لوگوں کی تند مزاجیوں کی اس قدر شکایتیں راجہ گج سنگھ کے گوش زد ہوئیں کہ وہ تنگ آگیا اور آخر کار عاق کرنے پر مجبور رہوا۔

راجہ گج کی زندگی کے پانچ سال باقی تھے کہ ماہ بساکھ سمت ۱۶۹۰ مطابق سنہ ۱۶۳۴ء میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا سب جاگیرداروں کے سامنے امرا ملک بدر کیا گیا اور محروم الارث کئے جانے کی تمام وہ رسمیں ادا کی گئیں جو موتے میں برتی جاتی ہیں حکم اخراج کا اعلان ہوا۔ امرا کے حقوق وراثت جسونت سنگھ کو عطا ہوئے۔ امرا کو اخراج وطن کا خلعت مرحمت ہوا۔ جو اُسے پہنایا گیا۔ سیاہ رنگ کے کپڑے پہنے پیٹھ پر کالی ڈھال باندھی۔ کمر میں کالی تلوار لگائے وہ مشکی گھوڑے پر سوار کیا گیا۔ اور ہدایت ہوئی کہ مارواڑ سے نکل جائے۔

امرا جس وقت چلا بہت سے اہل خاندان نے اپنی مرضی سے اُس کی رفاقت اختیار کی۔ امرا سیدھا دربار شاہی میں پہنچا۔ اس نے خارج الوطنی کو نظر انداز کیا لیکن اپنی سلک ملازمت میں منسلک کر کے راؤ کا خطاب اور منصب سہ ہزاری مع جاگیر ناگور شجاعت کے صلے میں عطا کی مگر یہاں بھی اُس کی آزادی طبیعت اور تند خوئی نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک کہ جان بھی لے لی۔ اُسے شیر اور سور کے شکار کا نہایت ہی شوق تھا۔ چنانچہ آخری مرتبہ اُس نے پندرہ دن اسی تفریح میں صرف کئے۔ شاہجہان نے اس موقع پر چشم نمائی کی۔ اور غفلت کار منصبی کے واسطے جرمانے کی دھمکی دی۔ امرا نے پٹ سے جواب دیا کہ میں شکار کھیلنے میں مصروف رہا جرمانے کے واسطے یہاں اور کچھ نہیں یہی تلوار ہے۔ اور یہ کہتے ہی قبضۂ شمشیر ہاتھ میں لے لیا۔

بادشاہ کو یہ گستاخانہ حرکت ناگوار گذری اور صلابت خاں بخشی الملک زر جرمانہ وصول کرنے کو بھیجا گیا۔ امرا اپنی ہٹ پر اڑا رہا۔ اور جب سید نے کد کی تو اس نے بلا تامل کہدیا کہ بس یہاں سے تشریف لے جائے۔ شاہنشاہ امرا کی حرکت کو اپنی بے عزتی سمجھا۔ اور امرا کو حکم دیا کہ حاضر بارگاہ سلطانی ہو۔ امرا آیا دربار اس وقت کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ بادشاہ کی آنکھوں سے چنگاریاں اڑتی تھیں۔ صلابت خاں سے بھی کچھ گفت وشنود ہو رہی تھی وہ سمجھ گیا کہ میری ہی شکایت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو رہی ہے۔ اُس کو اپنی جلاوطنی پر بادشاہ کی چشم پوشی کا خیال معاً تازہ ہو گیا اور اُس نے نہ پنج ہزاری اور نہ ہفت ہزاری منصب کا خیال کیا۔ سیدھا غصے میں بھرا ہؤا بادشاہ کے نزدیک چلا گیا۔ صورت ایسی معلوم ہوئی گویا کچھ استغاثہ پیش کریگا مگر نہیں اس کی آستین میں تلوار چھپی ہوئی تھی جسے فوراً ہی نکال کر ایک ہاتھ صلابت خاں پر رسید کیا دوسرا وار بادشاہ پر کیا ہی تھا کہ تلوار تخت کے ستون پر پڑ کر لوٹ گئی۔ بادشاہ محل میں بھاگا۔ دربار میں ہل چل مچ گئی۔ امرا اس وقت اندھا ہو رہا تھا۔ جسے پایا اس پر ہاتھ صاف کیا۔ اپنے بیگانہ کی شناخت نہ تھی۔ پانچ امرائے مغل خاک پر لیٹے ہی تھے۔ کہ ارجن اس کا سالا ہاتھ جوڑتا چینے یار بناتا ہوا پاس آیا اور دھوکے سے سر پر وہ ضرب شدید لگائی کہ امرا کا مرغ روح پرواز کر گیا۔ مگر جب تک ذرا بھی سانس رہی اُس کی تلوار کو حرکت ہی رہی۔ اس کی مرگ کی خبر سن کر اُس کے رفیقوں نے بلوچا بناوت اور بھاؤ کا بناوت کو اپنا سرغنہ بنا کر کیسریا باناپہنا اور لال قلعے میں وہ خونریزی ہوئی کہ بقول مورخ اگر کے عنتولوں کے سوا اُن کی داد شجاعت کوئی نہیں دے سکتا اور نہ زمانہ اس یادگار کو تاریخی دنیا میں مٹا سکتا ہے۔

یہ سب سورج لوگ میں گئے۔ اور وفاداری کا نام زندہ چھوڑا۔ امرا کی رانی لونڈی کی رانی کے ساتھ قتل گاہ میں پہنچی اور امرا کی لاش لے جا کر ستی ہو گئی۔ لاش نکار اور وارہ سے گذری تھی۔ اس کا تیغہ ہؤا۔ جو اب امر سنگھ کے نام سے مشہور ہے۔ اس دروازے کا تیغا صدیوں تک معرکۂ خونریزی و محاربۂ دردانگیز کی یادگار رہا۔ ۱۸۰۹ء میں بنگال کے انجنیر جارج[1] اسٹیل صاحب نے اسے کھلوا دیا۔

---

[1] جس وقت جارج اسٹیل دروازہ کھلوانے لگے تو باشندگان نے کہا کہ اس کا کھولنا ٹھیک نہیں اس دروازے کا محافظ ایک اژدہا ہے۔ جارج صاحب نے ٹاڈ صاحب سے خود فرمایا کہ حیرت انگیز بات ہے۔ کہ جوہیں دروازہ کھلا ایک اژدہا میری ٹانگوں کے بیچ سے نکل گیا۔ حالانکہ مجھ پر اس نے وار نہ کیا۔ لیکن اس نے اس بددعا کو ثابت کر دیا جس سے باشندے خائف تھے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب - ۶

مسند نشینی راجہ جسونت سنگھ - ترقی علوم و فنون - گونڈوانہ میں اس کا پہلا کارنمایاں - شاہجہاں کے حکم سے داراشکوہ کی ولیعہدی - راجہ جسونت کی صوبہ داری مالوہ - حصول تخت کے لئے اورنگ زیب کی سرکشی - تدارک سرکشی کے لئے جسونت سنگھ کی سپہ سالاری فوج - جنگ فتح آباد - جسونت سنگھ کی مراجعت - راؤ رانا والی رتلام کی دلاوری - اورنگ زیب کی آگرہ میں آمد - محاربۂ جاجو - راجپوتوں کی شکست - شاہجہاں کا عزل - اورنگ زیب کی تخت نشینی - جسونت سنگھ کو جرم بخشی کے ساتھ اجازت حاضری دربار - شجاع کی مہم میں شرکت کا حکم - بجوا کی لڑائی - جسونت کے اطوار - اورنگ زیب کی فوج پر یورش داراشکوہ کی شرکت - شہزادہ دارا کی کاہل الوجودی - مارواڑ پر اورنگ زیب کی فوج کشی - داراشکوہ سے جسونت سنگھ کی علیحدگی - صوبہ داری گجرات پر تقرر - مہم دکن پر روانگی سیواجی سے اتفاق رائے - شائستہ خاں سپہ سالار شاہی کے قتل کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سازش۔ حصول خدمت۔ راجہ امیر کا اسی عہدے پر تقرر۔ شاہزادۂ معظم کو تحریک بغاوت۔ دلیر خاں کی راجہ امبر کے بدلے تقرری۔ اس کے قتل کے واسطے جسونت سنگھ کی کوشش۔ دکن سے گجرات کو تبدیلی۔ حکم روانگی برائے سرکوبی سرکشان کابل۔ جسونت سنگھ کی روانگی۔ اس کے فرزند پرتھی سنگھ کا جودھپور میں مقام۔ دربار شاہی میں اس کی طلبی۔ زہر آلودہ خلعت شاہی سے اُس کی وفات۔ پرتھی سنگھ کے طریق عمل قبل فرزند کی خبر سے جسونت سنگھ کی موت۔ جسونت سنگھ کے اطوار و خصائل۔ ناہر خاں۔ مقابلہ سرتان سروہی والا

امرا کے اخراج سے کچھ بعد راجہ جسونت سنگھ مسند نشین ہوا۔ اس کی ماں میواڑ کی راجکماری تھی۔ گو عام خیال ہے کہ اسی وجہ سے جسونت سنگھ کو گدی ملی لیکن خیال رہے کہ تمام راجگان راجپوتانہ خاندان رانا سے قرابت ہونے کو اپنے لئے عزت سمجھتے تھے۔ بارو ائی مورخ راجپوتانہ کا بیان ہے۔ کہ اس عہد میں راجہ جسونت سنگھ کے پائے کا کوئی راجہ نہ تھا۔ اس نے اپنی قلمرو میں علم و ہنر کی روشنی پھیلا کر تاریکی جہالت کافور کر دی تھی۔ بہت سی تصانیف اس کی قدردانی اور علم دوستی کی یادگار ہیں۔

دکن میں ہمیشہ سے راجپوت بہادر اظہار شجاعت کرتے چلے آئے تھے بادشاہ کو صرف یہ کام تھا۔ کہ اُن کو قومی عزت و شجاعت کی شرم دلائے۔ بقول مورخ شاہجہاں اپنے محلات کا مطیع تھا۔ اور اس کے اپنے شاہزادے ایسی سرزمین

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پر صوبہ دار مقرر ہو گئے تھے۔ جنگ گونڈوانہ میں راجہ جسونت سنگھ پہلے ہی پہل بھیجا گیا۔ یہاں لشکر اورنگ زیب کے بائیس دستے اس کے ماتحت تھے۔ اس لڑائی اور کئی اور معرکوں میں راٹھوروں نے داد شجاعت دے کر ناموری حاصل کی۔ جب شاہجہاں نے ۱۶۵۸ء میں علیل ہو کر داراشکوہ کو بحیثیت ولیعہدی عنان حکمرانی ہاتھ میں دی اس وقت تک جسونت سنگھ ماتحتی ہی کی حالت میں رہا۔ بعدہٗ داراشکوہ نے پنج ہزاری منصب پر سرفراز کر کے صوبہ داری مالوہ عطا فرمائی۔

شاہزادگان شاہجہان کے باہمی محاربوں میں راجپوت راجاؤں کی رفاقت و شجاعت کا پھر مشاہرہ ہوا۔ جب شجاع نے بنگالہ سے حصول سلطنت کی خواہش میں لشکر کشی کی تو راجہ جے سنگھ کو شمالی کے لئے بھیجا گیا۔ اورنگ زیب کو دکن کی حکومت سپرد تھی۔ یہ مدتوں تک مکر و فریب کا جامہ پہنے رہا۔ کہ گویا اہل شرع یہی ہے۔ لیکن ہوس یہی تھی کہ کسی طرح عنان سلطنت ہاتھ میں آئے اس کے ارادۂ فاسد معلوم ہونے پر جسونت سنگھ کو حکم ہوا کہ زور بازو سے ہوش میں لائے۔

اورنگ زیب کے مقابلے کی ٹھن گئی۔ راجپوتانہ کی مشترکہ افواج اور لشکر شاہی کی تعداد میں بہت مبالغہ کیا گیا ہے۔ جس کی سپہ سالاری راجہ جسونت سنگھ کو حاصل ہوئی۔ یہ لشکر جرار آگرہ سے نربدا کی طرف جا کر اجین سے ۱۵ میل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ کہ اورنگ زیب کی قربت کے پرچے لگے۔ جسونت سنگھ جہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ اُسی میدان کو اورنگ زیب نے فتح آباد بتا دیا۔

اس لڑائی کے چشم دید حالات برنیر صاحب نے بالتشریح قلمبند کئے ہیں۔ اُن سے ظاہر ہے کہ جسونت سنگھ کی بے موقع بہادری نے معاملہ خراب کر دیا۔ ورنہ اورنگ زیب کے ہوش فرار واقعی درست ہو جاتے۔ جسونت سنگھ کی نظر میں اورنگ زیب کی کچھ حقیقت نہ تھی۔ اس نے اُسے فرصت دی کہ شاہزادہ مراد سے بھی اتفاق کرے تو دونوں کا ایک ساتھ ہی فیصلہ کیا جائے۔ مگر چال الٹی پڑ گئی اورنگ زیب نے چالاکی و فریب سے وہ کارستانی کی عین موقع جنگ پر سواران

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مغل راجہ کی فوج سے جدا ہو گئے اور فتح و شکست کا دارومدار صرف تیس ہزار راٹھور راجپوتوں پر رہ گیا۔ جسونت سنگھ نشۂ دلاوری میں مست تھا۔ اس نے اپنی تلوار اور اپنی راٹھور فوج پر بھروسا کر کے دونو بھائیوں پر حملہ کیا۔ اس وقت یہ اپنے محبوب نامی گھوڑے پر سوار تھا۔ اور ہاتھ کے نیزے سے خون کی ندی بہتی تھی۔ دس ہزار مسلمان خاک و خون میں لوٹے۔ ۱۷ سو راٹھوروں کی جان گئی۔ گو اور اور راجواڑوں کے جانباز دلاور تہ تیغ ہوئے۔ اور رنگ زیب اور مراد کی حیات باقی تھی۔ میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ اور زخمی گھوڑے کا زخمی سوار یعنی جسونت سنگھ اس طرح دانت کٹکٹاتا تھا گویا بھوکے شیر کے منہ سے شکار نکل گیا۔ مورخین راجپوتانہ و مغلیہ اور برنیر صاحب کا یکسان بیان ہے کہ ادھر صرف راجپوت بہادر ہی تھے اور ادھر شاہزادوں کی فوج کثیر اور فرانسیسی توپخانہ تاہم رات کی وجہ سے بازار کشت و خون بند ہؤا۔ تاریخ فرشتہ لکھتی ہے۔ کہ اس شب کو جسونت سنگھ میدان جنگ میں رات بھر چکر لگایا کیا۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اورنگ زیب چالاک آدمی تھا۔ اس نے نہ لڑائی کی نہ واپسی میں روک ٹوک۔ ہندی کبیشر نے گہلوٹ اور گور اقوام میواڑ و شیوپور کا ہی ذکر کیا ہے۔ لیکن دراصل لڑائی میں ہر فرقے کے راجپوت شریک تھے۔ اگر راجپوتوں میں مردانہ موت سے مرنے والوں کا ماتم رواج پذیر ہوتا تو تعداد مقتولین کو دیکھتے کہا جاسکتا ہے کہ کوئی خاندان ایسا نہ تھا جس میں ایک ہی روز درد انگیز کہرام نہ مچتا۔

تاریخ مغلیہ میں مقتولین کی تعداد پندرہ ہزار درج ہے۔ جس میں عموماً راجپوت ہی زیادہ تھے۔ اس لڑائی میں راجپوتوں نے جان پر کھیل کر دنیا کو دکھا دیا۔ کہ وہ ضعیف العمر شاہجہان کے حق نمک سے پوری طرح ادا ہو گئے۔ جائے غور ہے کہ قلعہ شاہی کی فوج موقع کارزار پر بھی صبح کو آفتاب کی پرستش کرتی تھی۔ لیکن راجپوت خون کو اپنا ایمان سمجھتے تھے۔ بہادران ہاڑا اور دلاوران کوٹہ کی نظیر دنیا بھر میں کسی قوم کی تاریخ پیش نظر نہیں کر سکتی۔ رزمگاہ میں چھ کے چھ بھائی جلتی ہوئی آگ میں پھاند پڑے۔ جن میں سے پانچ نے شربت مرگ پیا۔ صرف ایک باقی بچا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس روز جتنے کارنامۂ دلاوری ہوئے اُن میں رانا رنا رتلام والا سب پر فوق لے گیا۔ رس راؤ رتن میں کبیشر نے اس کے ذکر میں خوب داد سخنوری دی ہے راما اتنا قوم کا راٹھور اور اودے سنگھ اول راجۂ مارواڑ کا پوتا تھا۔ اس نے وہ لیاقت دکھائی کہ مالوہ کے زرخیز میدانوں نے راٹھوروں کی ناموری پر پردہ نہ لگا۔ یہ روز حالانکہ دشمنان راجپوتانہ کے لئے خوشی کا دن تھا۔ مگر راجپوتوں کی ناموری میں اس روز جو کسر رہ گئی تھی وہ جسونت سنگھ کی رانی نے پوری کر دی یعنی حالانکہ وہ سرخرو آیا تھا بیٹا بھی ہمراہ تھا۔ مگر رانی نے فصیل شہر کے پھاٹک مقفل کرا دئے اور کہہ دیا کہ یہاں آنے کا کچھ کام نہیں۔

جسونت سنگھ کی واپسی پر اورنگ زیب فتح کے ڈنکے بجاتا ہوا مالوہ کی ولایت میں داخل ہوا۔ اور ضروری انتظام کر کے بہت ہی جلد آگرہ کی طرف بڑھا۔ آگرہ کے جنوب میں تیس میل کے فاصلے پر معرکۂ کارزار گرم ہوا۔ مقام جاجو کی خاک نے خون سے لال ہو کر وفادار راجپوتوں کی سرخروئی کا رنگ اڑایا۔ اس معرکۂ خونریزی میں راجپوتوں نے شکست کھائی۔ دارا شکوہ کی ولیعہدی کا خاتمہ ہوا اور شاہجہان کو تخت جہانبانی کے عوض قید مصیبت ہوئی۔

جب اورنگ زیب تخت شاہی پر بیٹھ چکا۔ اس کو شجاع کا قلع قمع ضروری معلوم ہوا۔ اس لئے اس نے بوساطت راجۂ آمیر جسونت سنگھ کے پاس عفو تقصیرات کا فرمان اور حاضری دربار کا پیغام بھیجا۔ راجہ کے دل میں عوض لینے کی ٹھنی تھی۔ اس لئے مصلحتاً تعمیل حکم شاہی کے لئے سر خم کیا اور اپنی حکمت کی شجاع کو بھی خبر کر دی۔ الہ آباد کے شمال میں تیس میل کے فاصلے پر بمقام کجوا طرفین کا مقابلہ ہوا جس وقت پہلا حملہ ہوا۔ جسونت سنگھ اپنے راٹھور بہادروں کو چکر دے کر پیچھے مڑا اور شاہزادۂ محمدؐ کی فوج پر لوٹ کر شاہی لشکر کے پڑاؤ پر خوب لوٹ مار کی تمام قیمتی اسباب غنیمت ہاتھ لگا سب اونٹوں پر لاد کر وہاں سے روانہ کر دیا۔ اس خیال کو تھا کہ دونوں بھائی آپس میں لڑ کر مر مٹینگے۔ اس لئے اس نے آگرہ کی راہ لی۔

یہ وہ وقت تھا جب اورنگ زیب کی شکست کے چرچے ہر زبان پر تھے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جسونت سنگھ چاہتا تو چپ چپاتے قلعدار سے قلعے کی کنجی مل جاتی شاہجہاں رہا ہو ہو جاتا۔ اور پھر اورنگ زیب کو ایسے ناکوں چنے چبواتا کہ اس کے حق میں زہر کا کام کرتے۔ مگر یہاں جسونت سنگھ اپنے دل میں ڈرتا تھا کہ خدانخواستہ اگر اورنگ زیب فتحیاب ہؤا تو اپنی فوج کو آگرہ کے قریب رکھنا دانشمندی کے خلاف ہے۔ علاوہ بریں اُسے مخمصہ تھا کہ میں نے داراشکوہ کو بلایا۔ انتظار کیا۔ لشکر اورنگ زیب کے عقب میں گھوما کیا مگر وہ نہ آیا۔ اور مارواڑ کی جنوبی سرحدوں پر چکر لگا رہا ہے۔ اس لئے اس نے دارالسلطنت کی طرف رُخ کیا۔ اور وہاں پہنچ کر تمام اسباب غنیمت اور جنجات شاہی سے قلعہ جودھا کو آراستہ کیا۔ اگر جسونت سنگھ کی صلاح پر کاربند ہوکر داراشکوہ میدان جنگ میں پہنچ جاتا۔ تو فتح میں کسر نہ تھی۔ لیکن یہ موقع اُس کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور اب اُس مقام میرتا میں اپنی کشود کار کی فکر کرنا پڑی۔ ادھر اورنگ زیب شجاع کو مغلوب کرکے اسی کی طرف متوجہ ہؤا۔ بہت سے راجے تالیف قلوب اور رفع سوے مزاجی کی غرض سے اورنگ زیب کی طرف ہو گئے۔ اورنگ زیب بڑا عقلمند اور مصلحت پسند آدمی تھا۔ تلوار سے جو کام نہ ہو وہ زبان وقلم سے کر لینا اس کی عین حکمت عملی تھی۔ چنانچہ اس موقع پر اُس نے جسونت سنگھ کو لکھا کہ اگر وہ داراشکوہ کا معاون اور لڑائی میں کسی کا طرفدار نہیں تو تقصیرات گذشتہ معاف اور صوبہ داری گجرات المضاعف۔ جسونت سنگھ نے شاہزادہ معظم کی ہمراہی منظور کی اور سیواجی کے اثر کو مہاراشٹر میں زائل کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ جسونت سنگھ کے طریق عمل سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ راجپوت داراشکوہ کے طرفدار ضرور تھے۔ مگر چونکہ وہ معاملات جنگ میں اورنگ زیب کے پاسنگ برابر نہ تھا۔ اس لئے جسونت سنگھ نے یہی مناسب سمجھا کہ بس قسمت پر چھوڑ دو۔ دکن میں پہنچکر اس نے شائستہ خاں کے قتل کیوانسطے سیواجی سے سازش کی۔ اورنگ زیب کچھ اصل مطلب کو پہنچ گیا۔ لیکن حکمت عملی کے خیال سے اُس نے اُسے سپہ سالاری لشکر کا مبارکباد دیا۔ اور بہت ہی جلد یہ خدمت راجہ جے سنگھ آمیر والا کے تفویض کی جس نے سیواجی کو اپنی بانہ دے کر اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر کرا دیا تھا۔ مگر یہ نیکنامی اس وقت بدنامی کا ٹیکا ہو گئی۔ جب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُسے معلوم ہوا کہ ظالم اُس کے دست گرفتہ سیواجی کی جان کے خواہاں ہیں۔ تو اُس نے سیواجی کی زاری کے موقع پر کچھ کد و کاوش نہ کی۔ اُس کے بعد جسونت سنگھ کو پھر سپہ سالاری ملی اور اس مرتبہ اُس نے شہزادۂ معظم کو حصول سلطنت کے لئے اُبھارا۔ بادشاہ خبردار ہوا۔ اور اُس نے دلیر خاں کو فوج کی سپہ سالاری عطا کی جب رات یہ اورنگ آباد میں پہنچا۔ اُسی رات کو اُسے خبر لگی کہ یہ رات اُس کی زندگی کی آخری رات ہے۔ وہ اُنہیں پاؤں وہاں سے لوٹا اور شہزادہ معظم و جسونت سنگھ نے نزدیک تک اُس کو کہیں دم لینے نہ دیا۔

اورنگ زیب نے جسونت سنگھ کا قیام دکن میں مناسب نہ سمجھا۔ اور بذریعہ فرمان اُسے صوبہ داری گجرات عطا کر کے حکم دیا۔ کہ فی الفور گجرات کو روانہ ہو۔ جسونت سنگھ کو احمد آباد میں بادشاہ کی دغابازی کا علم ہوا۔ اس لئے اُس نے دارالریاست کی راہ لی۔ یہ معاملہ سمت ۱۷۲۶ مطابق سنہ ۱۶۷۰ء کا ہے۔

ان تمام انتظامات عزل و نصب سے دغاباز اور جفاکار بادشاہ نے جسونت سنگھ کے زیر کرنے کی نیت سے بہت کچھ چالاکیاں کیں وہ اسے مغلوب کر سکتا تھا مگر اس کی بہیادر رعایا کی جان نثاری بادشاہ کی کچھ پیش نہ جانے دیتی تھی۔ کبیشر لکھتا ہے کہ اشو پیچ (یعنی اورنگ زیب) جب فریب و مکر کرتے کرتے ہار گیا۔ تو اُس نے نمائشی اتحاد کا رومال اپنی گردن میں باندھا اور جسونت سنگھ کی جان لینے کے لئے اُسے دریائے اٹک کے پار روانہ کر دیا۔

اورنگ زیب کی نہ دشمنی چلی نہ حکمت عملی وہ جسونت سنگھ کے دلی عناد سے خائف تھا۔ اس لئے اُس نے سوچا کہ اس کا یہاں سے کہیں دور ہی رہنا مناسب ہے۔ اتفاق سے کابل کے افغان حیوان سرشت میں فساد پھوٹ پڑا۔ بادشاہ نے اس موقع مناسب پر جسونت سنگھ ہی کو سپہ سالار لشکر مقرر کر کے روانۂ کابل کیا۔ اور ترقی مناصب و پرورش خاندان کے وعدے کئے۔ جسونت سنگھ راہی ملک وحوش (کابل) ہوا۔ اپنے پسر اکبر پرتھی سنگھ اور رانیوں کو معہ ارباب خاندان و فوج منتخب اپنی ریاست مورو ٹی میں چھوڑ گیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اورنگ زیب نے پرتھی سنگھ کو طلب کر کے اس کے مرتبے سے کہیں زیادہ قدر و منزلت کی۔ ایک روز عین دربار میں حکم ہوا کہ قریب آئے۔ جب وہ ہاتھ باندھے ہوئے قریب گیا تو اورنگ زیب نے دونوں ہاتھ پکڑ کر کہا کہ سنتا ہوں تم بھی اپنے باپ کی طرح طاقتور ہو کہو اس وقت کیا بنا سکتے ہو۔ پرتھی سنگھ نے جواب دیا کہ آپ جن پر ہاتھ رکھدیں وہ ذرے سے آفتاب ہو سکتا ہے جس کے دونوں ہاتھ جہاں پناہ پکڑیں اس کا تو کیا ہی پوچھنا۔ اس وقت مجھے جرأت ہے کہ ساری دنیا پر فتح کا ڈنکا بجا دوں یہ الفاظ بڑی بے ساختگی اور بیباکی سے زبان پر آئے تھے۔ بادشاہ کی زبان سے فوراً نکلا کہ ایک کٹن تو تھا ہی۔ اب دوسرا نمودار ہوا۔ بادشاہ کا دل کھٹکا مگر اس نے بات ہنسی میں ٹالدی اور اظہار خوشنودی کے لئے خلعت مرحمت کیا۔ خلعت پہن کر جب وہ اپنے قیامگاہ پر پہنچا تو پھٹک پھٹک کر جان دی۔ کہتے ہیں کہ شاہی خلعت زہر آلودہ تھا جس کی سمیت موت کا کام کر گئی۔

پرتھی سنگھ اپنے باپ کا جان و جگر اور تلوار کا دھنی تھا۔ اور جہانبانی کی پوری قابلیت تھی۔ ایسے راحت جان کی موت نے اس کی زندگی حرام کر دی۔ اور افسوس رہ گیا کہ اس کے دشمن کا اس پر وار چل گیا۔ اسی عرصہ میں جنک سنگھ اور دلتھمن دو بقیہ بیٹوں نے بھی دم توڑا اور ان صدمات کے غم والم میں بہادر راجہ راٹھور نے سمت ۱۷۳۷ مطابق ۱۶۸۱ء میں رحلت کی۔ جودھپور کی خاک کوہستان شمالی کی خاک میں مل گئی۔ اور کوئی وارث یسا نہ چھوڑا جو پرتھی سنگھ کے خون کا عوض لیتا۔ جسونت سنگھ نے ۴۴ برس داد حکومت دی۔ اس کی وفات کا سال اورنگ زیب کے لئے بہت مبارک ہوا۔ کیونکہ چند ماہ کے عرصے میں جسونت سنگھ اور سیواجی کے اندیشوں سے اس کی جان بچی۔ اس کے ہمعصر رانا راج سنگھ والئے میواڑ کا سنہرا تاریخ رقمطراز ہے کہ جسونت سنگھ کی حیات میں اورنگ زیب کو کسی وقت تسکین نہ تھی۔ کوفت ہی میں بسر ہوتی رہی۔

تواریخی دنیا میں جسونت سنگھ کی سوانح عمری بہت کچھ حیرت انگیز اور دلچسپ ہے۔ اگر اس کی لیاقت بھی ویسی ہی اعلےٰ درجے کی ہوتی جیسی دلیری و شجاعت اور طاقت و ہمت تھی تو اورنگ زیب کے زبردست حریفوں کی مدد سے وہ سلطنت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مغلیہ کو صفحہ دنیا سے مٹا دیتا۔ ۴۲ برس کی فرمانروائی کے زمانے میں اس نے ایک سے ایک بڑھ کر دلاوری کا کام کیا۔ اورنگ زیب کی جنگ نربدا سے برفستانی افغانوں کی معرکہ آرائی تک راٹھور شیر النفس اورنگ کے مقابلے میں داراشکوہ سے الفت رکھتے تھے مگر جسونت سنگھ یہی سمجھتا تھا کہ یہ قوم کی قوم مخرب مذہب و دشمن آزادی ہے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ وہ شہزادگان شاہجہان کے معرکوں میں کسی نہ کسی طرف اس غرض سے شریک ہوتا تھا کہ ان پر تباہی نازل ہو۔ جنگ نربدا میں اس کے غرور اور کوتہ اندیشی نے بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔ اور کجوا میں داراشکوہ کی غفلت نے اُسے حریف کو حیل و فریب کا مزہ چکھانے نہ دیا۔ اس موقعہ پر ضرور اس کی ناموری پر دھبہ لگا۔ مگر مخالف کی طرف سے دشمنی اور مضبوط ہوتی گئی اور ہمہ وقت یہی فکر رہتی تھی کہ عوض ملے۔ اس کی یہ خاص ہمت و جرأت نہ تھی کہ بڑے بڑے ذمہ داری عہدے قبول کر لئے۔ اور اس حالت میں بھی وہ اپنے ارادوں سے غافل نہ رہا۔ سیواجی کی مہم میں اس سے سازش۔ افسران فوج شاہی کو دکن سے نکالنے کی کوشش ایک سردار کا قتل۔ ایک کا اخراج شاہزادہ معظم کو اورنگ زیب سے بغاوت کی ترغیب یہ سب باتیں ولی عداوت کا ثبوت ہیں۔ بادشاہ بھی اس کے ارادوں سے واقف تھا مگر اس کی کوئی چال پیش نہ جاتی تھی۔ اور مصلحتاً یا فریب کی نیت سے اس کی دلجوئی اور عزت افزائی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ مگر اس سے خوف زدہ ہی رہتا تھا۔ گجرات۔ دکن۔ مالوہ۔ اجمیر اور کابل کی صوبہ داریوں میں وہ خود سر ہی رہا۔ سپہ سالاری بھی کی۔ شاہزادوں کی ماتحتی میں بھی آزادی قائم رکھی مگر ایسے الطاف شاہی اسے گرویدۂ احسان نہ کر سکے۔ اس کے حالات زندگی میں بعض حکمت عملیوں اور دغابازیوں کی بھی جھلک ہے۔ مگر جب اورنگ زیب کی طرف نظر کرتے ہیں تو ماننا پڑتا ہے کہ واقعی اس نے مذہب کو متعصب بادشاہ کے ہاتھ سے بچانے میں کبھی جان تک کی پرواہ نہ کی۔

جسونت سنگھ کو ایسے بادشاہ سے سابقہ تھا جو اس کی قدر و منزلت کے لحاظ سے اعلیٰ منصب عطا نہ کرتا تھا۔ بلکہ عداوت قلبی کے مقابلے میں اس نے تھوڑی اطاعت اپنے حق میں مفید سمجھی تھی۔ راجہ بھی یہی مناسب سمجھتا تھا کہ اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ذریعے سے اپنی حکمت عملیوں کو بکار آمد بنائے۔ جسونت سنگھ اکثر اوقات خود متحیر ہوتا تھا کہ بادشاہ کی اتنی نظر عنایت کیوں ہے۔ لیکن یہی شخص ان موقعوں پر جب بہوادی راجے الطاف شاہی سے مستفید ہوتے تھے معتوب بھی ہو جاتا تھا۔ اورنگ زیب اور جسونت سنگھ دونوں نے عمر بھر اپنے اپنے خیالات کی پیروی کی اور یہ اورنگ زیب کی خاص عقلمندی تھی کہ جسونت سنگھ کی جنگی قوت اور دلی نفرت کو اتنی مدت تک کارگر نہ ہونے دیا۔ جسونت کے زعم بیجا اور اورنگ زیب کے اختیارات شاہنشاہی شاہنشاہی سے راجگان راجپوت بادشاہ کے مطیع ہو گئے۔ اگر یہ باتیں نہ ہوتیں تو جے سنگھ آمیر والا۔ رانا راج سنگھ میواڑ والا۔ اور سیواجی۔ ایسے ایسے راجے جسونت سنگھ کے دست و بازو بن کر سلطنت مغلیہ کو برباد کر دیتے۔ جسونت سنگھ نے اس بدعت پسند بادشاہ کے دل کو ایسے چرکے دئے تھے کہ محلوں کے اندر راجہ کی ڈراؤنی صورت اس کی آنکھوں میں پھر پھر جاتی تھی۔ پرتھی سنگھ اس کے ولیعہد کا وحشیانہ قتل اور بے گناہ ارباب خاندان کا ظالمانہ تعاقب اس بات کی دلیل ہے کہ جسونت سنگھ کی زندگی میں بادشاہ کس قدر اس سے خائف تھا۔

جسونت سنگھ کی وفات کے بعد جو واقعات پیش آئے ان کو بالفعل ملتوی رکھ کر بعض حالات وہ حوالہ قلم کئے جاتے ہیں۔ جن سے اس کے ان بہادر ماتحتوں کے اوصاف معلوم ہوں گے جن کی مدد سے اس کو اورنگ زیب سے مقابلے کی جرأت ہوتی تھی۔

ناہر خاں کو پنادت ملک مارو کے رئیسوں کا ایک سرغنہ اور نہایت ہی بہادر نڈر اور چالاک دست راجپوت تھا۔ اس کی جوانمردی کی آزمائش نہایت سخت کی گئی تھی۔ اور ناہر خاں کا خطاب شیر کو بھگا دینے کی وجہ سے ملا تھا۔ ورنہ اصلی نام مکند سنگھ تھا۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے کوئی پیغام بھیجا۔ اس نے ایسا جواب دیا جو بادشاہ کے خلاف مزاج تھا۔ چنانچہ اس نے ایک کٹہرے میں ایک شیر بند کر کے اس کو حکم دیا کہ تنہا اندر جا کر مقابلہ کرے۔ مکند سنگھ بے تکلف پنجرے میں گھس گیا اور شیر کو ٹہلتے دیکھ کر للکارا کہ میاں شیر جسونت سنگھ کے شیر سے تو سامنا کرو اس وقت نشۂ افیون اور جوش غضب سے اس کی آنکھیں شیر کی آنکھوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے بھی زیادہ سرخ تھیں۔ جونہی شیر نے آواز سنی چونک پڑا اور آنکھیں لڑا دیں مگر کسی قسم کا ہیجان نہ پڑا۔ تھوڑی دیر تک چار آنکھیں رہیں۔ آخر شیر نے سر نیچا کر کے منہ پھیر لیا اور دور ہٹ گیا۔ مگر سنگھ پکارا کہ وہ بھاگا یا۔ بھگوڑے کو اصل راجپوت نہیں مارتے۔ اس لئے جان بخشی کرتا ہوں۔ ظالم سامنے تھا اس راٹھور کی بہادری دیکھ کر دنگ ہو گیا۔ بہت کچھ ثنا و صفت کی اور انعام و اکرام دے کر پوچھا کہ

وارث ریاست کوئی ہے؟

ناہر سنگھ نے برجستہ جواب دیا کہ آپ نے دریائے اٹک کے پار بھیج رکھا ہے اولاد کہاں سے ہو۔ جواب بالکل نڈر ہو کر دیا گیا تھا جس سے برجستگی کے ساتھ آزادی خیال ظاہر تھی۔ چنانچہ بادشاہ نے اسے ناہر خاں کا خطاب دیا۔

ایک دوسرا معاملہ اور بھی گزرا جس میں اس کی بیباکی سے ولیعہد کے دل پر بھی میل آ گیا۔ ولیعہد نوجوان تھا۔ اس نے فرمائش کی کہ لمبی شاخ کے نیچے سے گھوڑا سرپٹ دوڑا کر شاخ پر چڑھ جاؤ اور گھوڑا دوڑتا رہے۔ رئیس بہیڑا کی اس دوڑ میں ٹانگ ٹوٹ چکی تھی اور اشخاص بھی مضروب ہو چکے تھے۔ ناہر خاں کو حکم ملا تو اس نے کہا کہ

ولیعہد بہادر میں بندر نہیں ہوں۔ کچھ بہادری کے کارنامے دیکھنا ہوں تو اس جگہ دیکھئے جہاں تلوار سے تلوار بجتی ہو۔ شاہزادہ کو یہ جواب خلاف ادب معلوم ہوا اور فوراً ہی حکم دیا کہ اچھا سرتان دیورا راجہ سردہی کو زیر کرے۔ ناہر خاں فوج لے کر دیورا پہنچا۔ راجہ دیورا نے مقابلے کی طاقت نہ دیکھی تو پہاڑ کے قدیم اور محفوظ و مستحکم مکانات میں پناہ گیر ہوا۔ ناہر خاں چند بہادروں اور منتخب سپاہیوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ طلایہ اور پہرے کے سپاہی قتل کر کے دہن پہنچا۔ جہاں راجہ سرتان مائل خواب تھا۔ اس نے جاتے ہی اپنی پگڑی سے مشکیں کس لیں اور شور مچا دیا کہ وہ جم سرکرلی دیورا قوم کے لوگ شور و غل سن کر سرگرم کارزار ہوئے مگر مکند سنگھ ناہر خاں نے کہا کہ اپنے راجہ کی زندگی چاہتے ہو تو فتنہ و فساد سے باز آؤ۔ اگر شورش مچاؤ گے تو ابھی راجہ کا خاتمہ کر دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے روانہ ہوا۔ راجہ سرتان کو جسونت سنگھ کی خدمت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں پہنچایا۔ اور راجہ جسونت سنگھ کے حکم سے وہ دربار شاہی میں پہنچایا کیا۔ اچھے اچھے افسر محل شاہی تک ساتھ رہے اور اسے ہدایت ہوئی کہ آداب شاہی کا پورا لحاظ رکھے۔ لیکن راجہ دیورا کے دماغ میں غرور بھرا تھا۔ اس نے بڑی بے ساختگی سے کہا کہ بادشاہ کے ہاتھ میں اس وقت زندگی ہے مگر وہ اپنی عزت نہیں گنوا سکتا۔ نہ آجتک کسی کے آگے سر جھکا ہے۔ نہ جیتے جی جھکیگا۔ چونکہ جسونت سنگھ ضامن تھا۔ اس لئے عمال شاہی حفظ آداب شاہی کی غرض سے اس کو ایک چھوٹی کھڑکی سے لے چلے۔ راجہ دیورا نے پہلے قدم کھڑکی کے اندر رکھا اور سر پیچھے کی طرف جھکا کر تنا رہا۔ اور اسی طرح اندر داخل ہو گیا۔ اس چالاکی اور پیچ کا بادشاہ کے دل پر اثر ہوا۔ اس نے جسونت سنگھ کی ذمہ داری کے لحاظ سے اس پر نظر عاطفت کی اور عفو تقصیرات کے ساتھ ہی مزید علاقہ دیئے جانے کا حکم نافذ فرمایا۔

سرتان بادشاہ کے منشائے دلی اور شرائط سے آگاہ تھا۔ اس نے اجل گڈھ کی درخواست کی جو منظور ہوئی اور قلعہ آلور میں واپسی کی اجازت دی گئی۔ راجہ سرتان اور اس کے جانشین ہمیشہ شاہی دباؤ سے آزاد رہے۔ ہنوز ان کی آزادی اور خود پسندی بدستور قائم ہے۔ ان کا طریق زندگی وحشیانہ ہی چلا آتا ہے۔

مندرجہ بالا واقعات سے سکندر سنگھ عرف ناہر خاں سوب والا اور اس کے ہم قوم ماروڑی راٹھوروں کے عادات و خواص مفہوم ہوتے ہیں۔ انہیں زندگی کچھ پرواہ نہیں۔ ان کو والی ملک کی عزت و حرمت سے کام رہتا ہے۔ اس کی جاں نثاری سے غرض۔ آیندہ حالات و واقعات سے ان امور کی کیفیت مشرح معلوم ہوگی۔

باب ۷

جسونت سنگھ کی حاملہ رانی کی ستی ہونے سے روک۔ آٹھ رانیوں کے ستی ہونے کی واردات چندراوتی رانی کا مندور میں ستی ہونا۔ جسونت سنگھ کی وفات کا ماتم۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اجیت سنگھ کی پیدائش۔ جسونت سنگھ کے اہل خاندان و
اہل فوج کی مارواڑ میں کابل سے واپسی۔ اورنگ زیب
کی مزاحمت اور اجیت سنگھ کی طفلی۔ سرداران فوج کی
عورتوں کے قتل سے حفظ حرمت و آبرو۔ معصوم اجیت سنگھ
ایلچیوں کا منڈور پر عمل دخل۔ اخراج۔ اورنگ زیب کی
مارواڑ پر چڑھائی۔ جودھپور وغیرہ شہروں پر بربادی کی
آفت۔ مندروں کی تباہی۔ راٹھوروں کے مسلمان
کئے جانے کا شاہی حکم۔ اس کا خراب اثر۔ حکم جزیہ۔ بادشاہ
کے خلاف راٹھور اور سسوڈیا قوم والوں کی سازش۔
واقعات جنگ۔ میرتیا قوم کا فوج شاہی کے ہاتھ سے قتل۔
نادول میں راجپوتوں کی معرکہ آرائی۔ رانائے اودے پور کے
فرزند بھیم کا قتل۔ راجپوتوں کی لڑائی سے شہزادۂ اکبر کی
دست برداری۔ باہم صلح و اتفاق۔ اکبر کی تخت نشینی۔ تہوخاں
کا فریب اور قتل۔ اکبر کی مایوسی۔ راجپوتوں کی حمایت۔ درگا
داس کی رفاقت۔ دکن میں اکبر کی رسائی۔ درگا داس
کے بھائی سونگ کی فوج کشی پر جودھپور میں جنگ و جدل۔
سوجت کی لڑائی۔ وبا۔ اورنگ زیب کا پیغام صلح۔ سونگ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی منظوری شرائط۔ موت۔ اورنگ زیب کی طرف سے تنسیخ عہدنامہ۔ شہزادہ اعظم کی جنگ کے لئے ماموری مارواڑ میں اسلامی فوج۔ کوہستان اراولی میں راٹھوروں کی بود و باش۔ مختلف لڑائیاں۔ سوجت۔ چیری۔ جیتارن۔ رین پور اور پالی کے محاربات۔ کشت و خون۔ راٹھوروں سے قوم بھٹی کی شرکت۔ رئیس میرتیا کا قتل اور معرکہ آرائیاں۔ سیوا پر فوج کشی۔ اسلامی فوج کا قتل۔ نورعلی کی رسانی قوم کی عورتوں کے ساتھ بدروشی تعاقب اور خونریزی۔ سانبھر میں اسلامی فوج کی بربادی۔

راجپوتوں کو جھالور کی دستیابی

جسونت سنگھ دریائے اٹک کے پار راہی ملک بقا ہوا۔ اس کی رانی دوالدہ اجیت، کو، مہینے کا حمل تھا۔ اس لئے ستی ہونے سے باز رکھی گئی۔ دوسری رانی اور سات پاتریں یعنی خواصیں لاش کے ساتھ ستی ہوئیں۔ رانی چندراوتی اپنے شوہر کی دستار لے کر مندور میں چتے پر جل گئی ایسے محافظ مذہب کی موت سے قوم ہندو کا دل پاش پاش ہوگیا۔ مندروں میں سنکھ اور گھڑیال بجنا بند ہوگئے۔ برہمنوں نے اپنی مذہبی باتیں بھلادیں۔ دین محمدی کی تعلیم و تربیت کا رواج ہوا۔

حاملہ رانی بار آور ہوئی۔ راجکمار کا نام اجیت سنگھ رکھا گیا۔ جب دیکھا گیا کہ راجکمار سفر کا متحمل ہوسکتا ہے تو راٹھور بہادر اسے اور رانی کو لڑکیوں اُن کے خواصوں اور نوکروں چاکروں کے ساتھ لے کر وطن کی طرف مڑے۔ مگر سنگدل اورنگ زیب کے دل میں ابتک جسونت سنگھ کی روح سے بغض تھا۔ دہلی پہنچتے ہی حکم ہوا کہ راجکمار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو حوالے کرو تو مارواڑ کی تقسیم عمل میں آئے۔ راٹھور اس حکم سے جل اُٹھے۔ ان کی آنکھیں خون میں ڈوب گئیں۔ سب کے سب یہ کہتے ہوئے دربار سے دربار خاص و عام سے اُٹھ گئے کہ مارواڑ ہمارے دم کے ساتھ ہے۔ اس گروہ کو شاہی فوج نے گھیر لیا۔ راٹھوروں نے راجکمار کو ایک پٹاری میں بند کر کے کہیں اور بھیج دیا اور خود جانبازی پر مستعد ہو گئے۔ پہلے دیوتا کا بلدان کیا۔ پھر دونی دونی افیون کھالی۔ اور گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ رنچھور۔ گوبند ولد جودھا۔ چندر بھان۔ اوداوت فرزند راگھو[1]۔ پہاڑ مل اوداوت۔ رگھو ناتھ سوجاوت رکاب پر قدم رکھتے ہی پکارے کہ بھائیو ہم دریائے خون میں پیرنے جاتے ہیں۔ چلو سروں کو جڑ بنیاد سے مناؤ۔ ہم لوگوں کو ماپسرائیں بہان لوک یعنی سورگ میں پہنچا دیں گے اسی موقع پر سوجا کیشیر یوں سخن آرا ہوا۔

آج تم سب کو سورگ کی جاگیریں اس لئے عطا ہوئی ہیں کہ اپنے آقائے نعمت کی خدمت گزاری میں اپنے دست و بازو کو تلواروں کے حوالے کر دو۔ میں ہمیشہ ان کی دولت عنایت سے مالا مال رہا۔ لہذا آج میں بھی حق نمک ادا کر کے والد بزرگوار کی نیکنامی کو دائمی زندگی دونگا۔ میں مرنے کے لئے تیار بیٹھا ہوں۔ میری خوش قسمتی اس سے بڑھ کر کیا ہوگی۔ کہ کبیشر ہمیشہ میری ثنا و صفت میں نغمہ سرائی کریں گے۔ درگا داس فرزند اسوہ گرج کر بولا۔

یونوں (مسلمانوں) کے دانتوں میں خون لگ گیا ہے۔ لیکن جس وقت ہماری تلوار بجلی کی طرح چمکیگی تو دہلی بھی یاد کرے گی کہ کسی سے سابقہ پڑا تھا۔ اب لشکر دشمن ہماری آتش غضب سے بچ نہیں سکتا۔ ادھر یہ بہادر سردار کڑکے ساتے تھے اُدھر فوج مخالف سر پر آگئی۔ جسونت کے رنواس کی نازنینیں سرگ کو روانہ کی گئیں اور راٹھور جمراج کی شکل میں برچھیاں لئے ہوئے لشکر مخالف پر ٹوٹ پڑے۔ تلوار سے تلوار بجنے لگی۔ دریائے خون موجزن ہوا۔ مہادیو جی نے ان سروں سے منڈ مالا کو رونق دی۔ جو مادھو کی اولاد نے دھڑ سے جدا کئے تھے۔ رتن کے ساتھ نو ہزار

[1] اس کے شانہ کی شادی اُجین میں تلوار کے ساتھ کی گئی تھی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بہادر تھے مگر وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اپسرائیں اُسے تلواروں کے منہ سے سورگ میں لے گئیں۔ دلہو راوت آقائے نعمت کے نمک سے جان دے کر ادا ہو گیا۔ چندربھان کو چندرلوک میں جگہ ملی۔ بھٹی کا فرزند سرتان کے مقابلے میں ٹکڑے ٹکڑے اُڑا اودادت جوش وفاداری میں خون سے سرخرو ہو کر سورگ میں جسونت سنگھ سے جا ملا۔ سندوہ کبیشر کے ہاتھوں میں تلواریں چمک رہی تھیں اُس کا قدم آگے ہی پڑتا تھا۔ چنانچہ اُس نے بھی چندرلوک کی راہ لی۔ ہر قوم اور ہر فرقے کے راجپوتوں نے آج کہڑگ کے تیرتھ کا ثواب لوٹا۔ درگاداس نے حریفوں کے خوب دھرے اُڑائے اور قومی عزت محفوظ رکھی۔

اورنگ زیب اسی بات پر تلا تھا کہ کسی طرح اجیت سنگھ ہاتھ آئے مگر بہادر راٹھور اسے الفت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اس لئے اُنہوں نے ٹھان لی کہ کچھ ہو راجکمار کی حمایت اور آقائے مرحوم کی عزت کی حفاظت میں جان لڑاتے رہینگے۔ اس ارادے کو ٹھان کر اُنہوں نے راجۂ مرحوم اور اپنی مستورات کو بارود خانہ میں بند کر کے بتی دے دی ذرا دیر میں سب عورتیں خاک ہو گئیں۔ اور ان کو سورگ میں دائمی زندگی ملی۔ راجپوتوں کا عقیدہ ہے کہ مردانہ موت مریں۔ اسی لئے وہ جانبازی سے زیادہ غرض رکھتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ خواہ نخواہ جانستانی ہو۔ چونکہ ان کے بہادرانہ کارناموں کو کبیشر حوالۂ قلم کر کے ان کے نام کو زندہ رکھتے ہیں۔ لہذا اُن کی دلیری ایسے موقعوں پر بڑھی چڑھی رہتی ہے۔ دہلی کے اس معرکۂ خونریز میں دوہریا کی اولاد نے وہ جوہر شجاعت دکھایا۔ جس پر قوم راٹھور جتنا ناز کرے بجا ہے۔ یہ کارنمایاں ۷ ساون سمت ۱۷۲۶ مطابق ۲ ماہ گرما سنہ ۱۶۸۰ء میں سرزد ہؤا۔ اس لئے مارواڑ میں اس روز تیوہار منایا جاتا ہے۔

لڑائی کے موقع پر خورد سال راجہ کی حفاظت کی گئی۔ وہ مٹھائی کی پٹاری میں بند کر کے ایک مسلمان کے سپرد کیا گیا۔ جس نے بڑی وفاداری سے اُسے وہاں پہنچا دیا جہاں اس کی حفاظت ممکن تھی۔ بہادر درگاداس اور میدان جنگ سے زندہ بچے ہوئے اور دلیر صغیر سن راجکمار کے پاس پہنچے اور اُسے صحیح سلامت پا کر اُنہوں نے خدا کا شکریہ ادا کر کے جان تک نثار کرنے پر آمادگی قائم رکھی۔ کیا خدا کی قدرت ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ اورنگ زیب تو اپنے تعصبات مذہبی سے سب کو مصیبت میں ڈالے ہوئے تھا۔ مگر اُسی کے ایک نادار ہم قوم کی بدولت جسونت سنگھ کا سلسلۂ حسب و نسب از سر نو قائم ہوا۔ جس مسلمان نے اجیت سنگھ کی جان بچائی وہ راجکمار کی جوانی اور راجگی کے زمانے تک سلامت رہا۔ چنانچہ اس کی بہت کچھ قدردانی ہوئی راجہ نے احسان فراموشی نہ کی اُسے کاکا کے لقب سے پکارتا تھا اس کی جاگیر پر آج تک اس کی اولاد قابض ہے۔

درگا داس اور اس کے خاص الخاص رفیق اجیت سنگھ کے ساتھ کوہستان آبو پر مقیم ہوئے اور ایک دستوار گذار مقام پر مندر کے کسی مخفی گوشے میں چھپا دیا۔ جہاں اس کی پرورش ہوئی۔ اُسے معلوم نہ تھا کہ وہ کون ہے۔ لیکن اتنا سن پایا تھا کہ جسونت سنگھ کا کوئی لڑکا درگا داس اور اُس کے دوستوں کی حفاظت میں موجود ہے درگا داس ریاست درونا میں مصروف نمکحلالی تھا۔ اور نام دھنی کے لفظ کو اپنے حقوق کی کائنات سمجھتا تھا۔ دفعتہً ایک دشمن سے مصیبت پیش آئی۔ ملک مارواڑ کے قدیم راجہ قوم ایندو سے تھے۔ چنانچہ میدان خالی دیکھ کر اُن کی اولاد نے اپنے موروثی ملک پر عمل دخل کر کے کچھ عرصے تک پرمار قوم کا جھنڈا مارواڑ میں گاڑے رکھا۔ ایندو قوم موروثی ملک کے بازیافت کی خوشی میں مست ہو رہی تھی کہ اشارۂ بادشاہی سے رتن فرزند امراؤ سنگھ نے جودھپور پر قبضہ جانے کی ٹھانی۔ مگر اس کو حصول مدعا کا موقع نہ ملا۔ جسونت سنگھ اور اجیت سنگھ کی خیر اندیش قومیں تلوار لے کر دوڑ پڑیں قوم ایندو مندو سے نکالی گئی۔ امراؤ کے بیٹے کو ناگور میں بھاگنا پڑا۔ اُس کے بعد خود اورنگ زیب نے لشکر کشی کی اور دارالریاست کو سر کر لیا۔ جودھپور۔ میرتیا۔ ویدانا۔ روہت میں خوب لوٹ مار ہوئی۔ مندر کھو دے گئے اُن کی جگہ مسجدیں بنیں اور حکم ہوا کہ راجپوت مسلمان کیے جاویں۔ اس تعصب اور بیوقوفی کا نتیجہ بادشاہی کے ناموافق نہ ہوا بلکہ مساوی قوم مؤثر ہوئی۔ ماتحت رئیس اطاعت کی سختی سے تنگ آ کر سرکش ہو گئے حکم جزیہ نے ملکی جان نثاروں اور مذہب کے پابند لوگوں کی ایک جماعت اکٹھی کر دی راٹھور اور سسوڈیا قوم کے لوگ تدارک ظلم کے لیے دست و بازو بن گئے رانا راج سنگھ نے وہ تاریخی عرضداشت لکھی جو جلد اول میں مندرج ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کبیشر رقم طراز ہے کہ تہور خاں ستر ہزار فوج کے ساتھ راجپوتوں کی خونریزی کو روانہ کیا گیا۔ اورنگ زیب بنفس نفیس اجمیر میں پہنچا۔ بہادران قوم میرتیا لشکر میں جنگ آزما ہوئے میرتیا قوم کی برق دم تلواروں نے اسروں کے خوب سر تراشے ان کا ہاتھ سب سے پہلے پڑتا تھا۔ آخر تمام قوم کی قوم سمت ۱۷۳۶ میں بھادوں کی اکادشی کو تہ تیغ ہوگئی۔

تہور خاں یہاں سے اور آگے بڑھا مورد دھر کے باشندے پہاڑوں میں چھپ رہے روپا اور کولمبو نے گوراہ میں ۲۵ اہل برادری کے ساتھ میدان جنگ میں جان دی۔ اورنگ زیب کے وحوش خصلت سپاہی اس طرح ملک پر چھا گئے جس طرح آسمان پر ابر۔ اس نے اجمیر میں پانچ روز ٹھیرنے کے بعد چیتوڑ پر چڑھائی کر کے قبضہ کر لیا۔ اجیت کی رانا نے حفاظت کی راٹھور سسودیا قوم سے جا ملے مسلمانوں کا زور شور دیکھ کر انہوں نے خورد سال راجکمار کو اس طرح محفوظ کیا جس طرح سنگلہ کسی برتن میں پوشیدہ کیا جاتا ہے۔ دہلی پت وہ باڑی میں پہنچا وہاں کو میو۔ اگرسین اور اودھورا ٹھور صف آرا ہوئے جہاں ان کی قتل گاہوں کے نشانات اب بھی دائیں طرف کے پھاٹک پر یادگار زمانہ ہیں۔

شہزادۂ اعظم چیتوڑ میں رہا اورنگ زیب نے اودے پور پر فوج کشی کی وہاں اس کو خبر ملی کہ درگا داس جمالور پر حملہ آور ہوا ہے۔ چنانچہ وہ فوراً اجمیر میں واپس آیا۔ اور ایک فوج جرار مکرم خاں کے ساتھ کمک کے لئے جالور بھیجی۔ جب تک کمک پہنچی درگا داس خراج وصول کر کے چودھ پور آیا اور وہاں بھی وہی کارروائی کی اور بادشاہی افسر اندر سنگھ حاکم تزکوٹہ کی ایک نہ چلنے دی۔ اورنگ زیب کی خواہش تھی کہ آسمان ناپ لے یعنی سب کو مسلمان کر ڈالے۔ چنانچہ شہزادۂ اکبر کو حکم ہوا کہ تہور خاں کے ساتھ رہے۔ لوٹ مار کی حد نہ رہی ظلم وستم نے سارے علاقے پر مصیبت نازل کی۔ گو خدا کی مرضی ہی تھی کہ اس کی خلقت تباہ و پریشان ہو۔ مگر جہاں یہ تھا وہاں اورنگ زیب فتحمندی کی حالت میں بھی ڈرتا رہتا تھا۔ جودھپور میں قوم ایندو کو پھر قبضہ ملا لیکن قوم چونڈاوت غالب آئی کنڈلپور میں قوم ایندو طمغۂ شمیر ہوئی اور مورد دیس کا لقب حرف غلط کی طرح مٹ گیا۔ بادشاہ کی دل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی دل ہی رہ گئی اور قوم پر مارکو راج نہ نصیب ہوا۔ یہ واقعہ ۱۳ جیٹھ سمت ۱۷۳۶ کا ہے۔

راٹھور لوگ کوہ اراولی میں پناہ گزین ہوئے۔ اُنھوں نے محفوظ مقامات سے نکل کر مسلمانوں کی فصلیں کاٹ لیں اور غلہ جمع کر لیا۔ اورنگ زیب کو تسکین نہ ملتی تھی۔ اجیت سنگھ کے کچھ رفیقوں نے جھالور پر چڑھائی کر دی ایک گروہ نے سیوانہ پر حملہ کیا۔ راٹھور ترقی کرنے لگے۔ اورنگ زیب بھی عنان استقلال ہاتھ سے نہ چھوڑتا تھا۔ اُس نے رانا کی مہم اس لئے موقوف کر دی تھی۔ کہ ملک مارواڑ میں پوری فوجی طاقت سے کام لے۔ مگر اجیت سنگھ کی پناہ دہی سے اورنگ زیب کے جوش غضب کا اندازہ کر کے اُس نے اپنے فرزند بھیم کو راٹھوروں کی کمک کے لئے گودوار روانہ کیا۔ فوج راٹھور اندر بھان اور درگا داس کے زیر حکم تھی نادولی میں شاہزادۂ اکبر اور تہور خاں نے دھاوا کیا۔ مگر سسودیا قوم سے شکست کھائی۔ آتش جدال و قتال دیر تک شعلہ زن رہی۔ بھیم مبواڑی کے مضبوط مورچے پر تہ تیغ ہوا اندر بھان اور اجیت سنگھ اوداوت بڑی مردانگی سے جان بحق تسلیم ہوئے سبو تنگ درگا نے وہ داد شجاعت دی کہ عقل دنگ تھی۔ سمت ۱۷۳۷ یعنی سنہ ۱۶۸۰ء میں اسوج یعنی کنوار کی چودس کو یہ واقعہ ہوا۔

راجپوت اس محاربۂ عظیم میں اپنے ملک اور ولی نعمت کے لئے کچھ اس طرح جان توڑ کر لڑے کہ شاہزادۂ اکبر کا دل موم ہو گیا۔ اُس کو خیال ہوا کہ ایسی بہادر رعایا پر اُس کے والد کی صریح زیادتی ہے۔ جسونت سنگھ کے صغیر سن راجکمار کے مصائب اور والد کے مظالم اُس سے دیکھے نہ گئے۔ اُس نے تہور خاں سے کہا۔ کہ میں ایسی بیہودہ لڑائیاں پسند نہیں کرتا بہادر راٹھوروں کی دلآزاری تخت شاہی کے لئے سخت بدنامی اور سبکی کا باعث ہے تہور خاں نے شہزادے کی تائید کی اور دونوں نے راٹھوروں سے درگا داس کے پاس صلح و راستی کا پیغام بھیجا۔ ایسے موقع پر توہمات لازمی تھے دغا فریب کا کھٹکا غیر واجبی نہ تھا لہذا راٹھوروں نے یہ طے کیا کہ ملاقات میں مضائقہ ہی کیا ہے۔ ملاقات ہوئی فریقین نے اپنے اپنے خیالات ظاہر کئے۔ اور ملاپ کر لیا۔ اکبر نے چتر شاہی زیب سر کر کے سکہ جاری کیا اور گز اور بانٹوں کے پیمانے اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وزن تبدیل کیئے۔ اجمیر میں خبر پہنچی تو اورنگ زیب کے اوسان خطا ہو گئے یہاں تک کہ داڑھی نوچنے لگا۔ نوید صلح نے راٹھوروں کو لشکر اکبری میں پہنچایا۔ سب خوش تھے کہ دہلی کی سلطنت بٹ گئی۔ اور گوبند جی مہاراج نے پھر ہندو دھرم کا بول بالا کیا۔

اب ضرورت لاحق ہوئی کہ بادشاہ ظالم تخت سے معزول کیا جائے۔ اکبر راجپوتوں کے قبضے میں تھا۔ اورنگ زیب مایوس ہوا لیکن اس کی فطرت قائم تھی وہ واقف تھا۔ کہ مخالف کی طبیعت کس قسم کی واقع ہوئی ہے اور اس کو اپنی فوج پر بھروسا تھا۔ چونکہ تاریخ مغلیہ اور تواریخ میواڑ و مارواڑ میں بہت کچھ فرق ہے۔ اس لئے یہاں مارواڑ کی تاریخ کا اقتباس حوالۂ قلم کیا جاتا ہے۔

اکبر نے راجپوتوں کے ہمراہ اجمیر کی راہ لی۔ اُدھر اورنگ زیب مقابلے کی تیاری میں مشغول ہوا۔ ادھر اکبر کو ناچ رنگ کی ہوا سمائی۔ اور کل معاملات تہور خاں کی رائے پر چھوٹ گئے۔ ہوتے ہوتے اُسے خبر ملی کہ اکبر کی گرفتاری کے لیئے انعام مقرر ہوا ہے اُس کی نیت بدلی انعام کا لالچ اُسے رات کے وقت اورنگ زیب کے پاس کھینچ لے گیا۔ وہاں سے راٹھوروں کے نام اس مضمون کے خط لکھے۔ کہ میں اب تک اتفاق باہمی کا ذمہ وار تھا۔ مگر اب وہ بندہ ٹوٹ گیا۔ جس سے پانی جدا جدا تھا۔ باپ بیٹے یک دل ہو گئے۔ سب عہد و پیمان فسخ۔ اب تم گھر کی راہ لو۔ میں بری الذمہ۔ خط پر مہر ثبت کر کے قاصدوں کو بھیجکر اب وہ انعام کی ہوس میں اورنگ زیب کے پاس آیا۔ انعام وہاں کیا رکھا تھا۔ ہاں بے ایمانی کی سزا خوب ملی۔ وہ کچھ عرض کرنے ہی کو تھا کہ بادشاہ نے ایک ایسا تلا ہاتھ رسید کیا کہ دم پھڑک گیا۔ قاصد فقیرانہ لباس میں پہنچا تو خط راٹھوروں کے حوالے کیا۔ اور باپ بیٹوں کے اتفاق کا حال سنا کر تہور خاں کے قتل کی کیفیت بیان کی۔ یہ واقعہ سنتے ہی راٹھوروں کے حواس جاتے رہے فوراً گھوڑے کسے اور کوس بھر پر جا کر قیام کیا۔ اکبر کی فوج بھی بدحواس ہوئی اکبر ناچ رنگ ہی میں مصروف رہا اور فوج تتر بتر ہو گئی۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ راجپوت دور اندیشی کی کم عادت رکھتے ہیں ان کو جیسا وقت پیش آتا ہے ویسا ہی کام کر بیٹھتے ہیں۔ اکبر پاس ہی تھا مگر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اصلیت حال دریافت نہ کی اور دس کوس بھاگ کھڑے ہوئے۔ بیشک موقع یہ تھا کہ کسی کا اعتبار کیا جائے اور جس حالت میں اُن کا سرغنہ بھی اکبر کے موافق تھا تو وہ کیا سمجھتے تھے کہ صفائی باطنی ہے یا جعل و فریب۔

اکبر دوسرے روز اُن کے پاس پہنچا تو حقیقت حال معلوم ہوئی۔ اُس کے پاس ایک ہزار آدمی بھی پہنچانے کے لئے بھی سرمایہ موجود نہ تھا۔ اُس نے راٹھوروں سے اپنی اور متعلقین کی پرورش کے لئے درخواست کی۔ جس پر راجپوتوں نے حسب معمول التفات کیا۔ کرنی دان کبیشر نے اس ملاقات کا مفصل ذکر کیا ہے۔ ہر راجپوت نے یہی رائے قرار دی کہ ہنس کی پرورش موتیوں ہی سے کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اُنہوں نے اکبر کی حفاظت و حمایت کا بیڑا اُٹھایا۔

جیتا رئیس خاندان چمپاوت کے بھائی کو اکبر کے عیال و اطفال کی حفاظت سپرد ہوئی۔ بہادر راٹھور مسمی درگا منتظم جنگ مقرر ہوا۔ اس کی شان میں کبیشر لکھتا ہے ؎

اے ماتا پوت ایسا جن جیسا درگا داس
باندھ مورو رارا کھیو بنا تھمبہ آکاس

اس کا مطلب یہ ہے کہ اے ماں درگا داس ایسا بیٹا پیدا کر جس نے پہلے ملک مارواڑ کی حفاظت کی اور پھر آکاش کے روکنے کو کھمبا بن گیا۔

درگا داس راجپوتوں کی عزت تھا بہادری اور عقلمندی دونو اُس کے بانٹے پڑی تھیں اُس نے ملک مارواڑ کی حفاظت کی۔ حسن کارگذاری سے راجہ کو آسیب زمانہ سے بچایا۔ آخری زمانے میں اس کی جانبری مشکل تھی۔ مگر یہ اپنی دلاوری و جانبازی سے بچ نکلا۔ اورنگ زیب اس سے ایسا خائف تھا۔ کہ اکثر موقعوں کی روائتیں زبان زد خاص و عام ہیں۔ ایک مرتبہ اس جفا شعار نے حکم دیا کہ میرے اُن دو دشمنوں کی تصویریں کھینچی جائیں جن سے زندگی تلخ ہو رہی ہے۔ مصوروں نے سیواجی اور درگا داس کی تصویریں کھینچیں اول الذکر پلنگ پر بیٹھا تھا اور ثانی الذکر گھوڑے پر سوار نیزے کی نوک پر روٹی سینک رہا تھا جونہی تصویریں نظر سے گذریں اورنگ زیب کی زبان سے بیساختہ یہی نکلا کہ سیواجی کی گرفتاری تو ممکن ہے مگر اس کتے نے میری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زندگی حرام رکھنے کے لئے جامۂ انسانی پہنا ہے۔

درگا داس اپنی فوج کے ساتھ شاہزادہ اکبر کو ریاست کی مغربی سرحد پر لے گیا مطلب یہ تھا کہ بادشاہ کو گھیر گھار کر لونی کے ریگستانی پہاڑوں میں پھنسائے مگر فطرتی بادشاہ نے درگا داس کو ملانے کی چال چلی اور آٹھ ہزار بلکہ بقول مورخ میواڑ چالیس ہزار اشرفیاں اُس کے لئے روانہ کیں درگا داس نے اشرفیاں اکبر کے حوالہ کر دیں کہ رفع ضروریات کرے۔ اکبر اس سیر چشمی اور مواخوری سے بہت متاثر ہوا اور کچھ اشرفیاں اُس کے ساتھیوں کو بانٹ دیں۔ اورنگ زیب نے اس کارروائی سے مایوس ہو کر فوج کا ایک دستہ روانہ کیا کہ اکبر کا تعاقب کرے۔ اکبر کو خبر لگی اور سوچا کہ باپ کے ہتھے چڑھا تو چرسا بھی باقی نہ رہیگا۔ اس لئے اس نے چاہا کہ حمایتی جماعت سے تھوڑی دور قیام گزیں ہو۔ لیکن درگا داس حفاظت کا بیڑا اٹھائے تھا۔ اُس نے سونک اپنے بڑے بھائی کو اجیت کی محافظت میں چھوڑا۔ اور خود ایک ہزار سر بکف بہادروں کے ساتھ جنوب کی راہ لی۔ اس موقعہ پر جو لوگ اکبر کے رفیق اور شریک حال تھے ان میں چاپناوت راجپوتوں کی تعداد زیادہ تھی باقی جادون۔ چوہان۔ بھٹی۔ دیورا۔ سونگرا اور منگولیا قوم کے سوربیر تھے۔

فوج شاہی نے راٹھوروں کا محاصرہ کیا۔ لیکن درگا داس معہ سپاہ بڑی عجلت کے ساتھ جنوب کی طرف چلدیا۔ اورنگ زیب نے جلور تک دوڑ ماری مگر پھر معلوم ہوا کہ درگا داس ادھر نہیں بلکہ گجرات میں نربدا کی طرف روانہ ہوا ہے۔ اس وقت اس کو ایسا غصہ معلوم ہوا کہ اُس نے خدا کو برا بھلا کہہ کر قرآن پٹک دیا۔ اور اعظم کو دیا کہ راٹھوروں کا نام و نشان مٹانے میں کوئی بات اُٹھا نہ رکھے۔ اپنے بھائی کو پکڑ لائے اودے پور سے کچھ نہ بولے۔ اعظم کی روانگی کے دس روز بعد وہ خود بھی روانہ ہوا۔ اور جودھپور و اجمیر میں قلعہ داری فوج چھوڑی۔ درگا کا نام گو ایک منتر تھا جس کے اثر سے مٹی دل بھاگ بھاگ جاتے تھے۔ یہ شخص باسکی ناک تھا اور اکبر مندر اچل پہاڑ جس کے ذریعے سے راٹھوروں نے اورنگ زیب ایسے سمندر کو منتھکر چودہ رتن نکالے جن میں سے ایک رتن ہنر و دھرم کے ہاتھ آیا جس کا نام لچھمی ہے۔ دوسرا رتن دھنتر یعنی ہمارا ایمان۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شیو سنگھ اور مکند کچھی کے سے وفادار کہاں ہوتے ہیں۔ یہ بڑی حفاظت سے صغیر سن اجیت کو کوہستان ارلو دیں چھپائے رہے۔ درگا داس نے اپنے قیام سے صرف ان وفاداروں اور خیر اندیش سونگرا کو آگاہ کر رکھا تھا۔ تو کوٹ مارواڑ والوں کو معلوم تھا کہ وہ کسی مقام پر مخفی ہے۔ مگر یہ نہ جانتے تھے کہ جیسلمیر میں ہے یا بیکم پور یا سروہی میں آٹھوں فرقے اُن کی پرورش میں متفق رہے اُن کی ثابت قدمی سے مردھر محفوظ رہا۔ راؤ راجہ اور رانا سب گرفتار مصیبت تھے اس لئے سب کو باہم اُن سے اتفاق تھا۔ مردھر کے ۹ ہزار اور میواڑ کے دس ہزار دیہات میں بالندہ کا نام نہ تھا۔ عنایت خاں کی دس ہزار سپاہ کو جودھپور کی حفاظت سپرد ہوئی۔ چانپاوت ساکن سویر۔ سونگ برادر درگا داس۔ کھیم کرن کروت۔ سیتل جودھا۔ سمچل برادر زادہ۔ جودھا جیتمل سوجوت۔ کیسری کمولوت لیو دان و بھیم برادران جودھا اور رئیس متفق ہوئے۔ اور اُنھوں نے اپنے بھائی بندوں کو جمع کر کے عین اُس وقت جودھپور کا محاصرہ کیا جب بادشاہ اجمیر سے چار کوس کے فاصلے پر تھا۔ محاربۂ عظیم پیش آیا خان مذکور کی مدد کو بیس ہزار مغل پہنچ گئے۔ کیسری جادون اور اور کئی رئیسوں نے سینکڑوں دشمنوں کا خون بہا کر جان دی۔ (۹-۱ ساڑہ سمت ۱۷۳۷)

سونگ کی تلوار چار طرف آگ برسا رہی تھی۔ اورنگ زیب سے نہ بھاگتے بنتی تھی نہ آگے بڑھتے۔ ہرناتھ۔ اور ناتھ سنگھ سوجت کی طرف دوڑ گئے اور مویشی چھین لے گئے۔ دشمنوں نے سخت مقابلہ کیا۔ رئیس الور کی جان گئی۔ لیکن اُس کے بھائی بندوں نے انہیں تلوار پر رکھا تو خون کا دریا بہ گیا۔ آخر سمت ۱۷۳۷ اور آغاز سمت ۱۷۳۸ کے ایام نہایت ہی نامبارک تھے۔ ادھر تلوار خلق خدا کی جان لیتی تھی ادھر وبا سے ہزاروں گھر تباہ ہو رہے تھے۔

سونگ رُدر کی طرح میدان کارزار میں مصروف خونریزی تھے۔ آگرہ اور دہلی میں اُس کے نام کی تھرتھری تھی۔ اورنگ زیب نے پیغام صلح بھیج کر اجیت سنگھ کے لئے منصب شصت ہزاری اُس کے بھائیوں کو حسب خواہش منصب دینا قبول کیا۔ خود اجمیر چھوڑنے اور اُسے وہاں کا حاکم مقرر کرنے پر راضی ہوا فلفیہ عہد نامے پر پنجے کا نشان تھا۔ جب دیوان اسد خاں عہد نامہ لے گیا۔ آرمدی نے عہد پیمائی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی قسم سنائی۔ شرائط منظور ہوئیں اور بادشاہ اکبر کا خیال دل میں لئے ہوئے عازم دکن ہوا۔ اسد خاں اجمیر میں رہا اور سونگ میرتیا میں۔ سونگ اورنگ زیب کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔ اس نے ایک برہمن سے سازش کی جس نے سیاہ مرچ کا ہوم کر کے عہد نامے کے دوسرے ہی روز جادو ٹونے سے سونگ کی جان لے لی۔ یہ سانحہ دردانگیز سمت ۱۷۳۹ میں ۶۔ اسوج یعنی کنوار کو پیش آیا۔

اسد خاں نے بادشاہ کو اس واقعہ سے اطلاع دی وہ خوش ہو گیا اور عہد نامے کا پنجہ مٹا کر دکن کی طرف کوچ کر گیا۔ سونگ کی موت سے سارے ملک میں ابتری پھیل گئی۔ لیکن مکند سنگھ میرتیا پسر کلیان بادشاہی منصب پر لات مار کر ملکی حفاظت میں سرگرم ہو گیا میرتیا کے قریب اسد خان سے گھمسان لڑائی ہوئی اجیت فرزند بتیل داس کے ساتھ ہر فرقے کے بہت سے بہادر پیوند خاک ہوئے اسروں کی خوشی کی حد نہ تھی۔ وفادار راجپوتوں کے یہاں ماتم چھا گیا۔ (کاتک سندی دوم سمت ۱۷۳۹)

شہزادہ عظیم اسد خاں کے لشکر میں تھا۔ عنایت خاں جودھپور میں فوجیں ملک میں پھیلی ہوئی تھیں۔ جن کی قبریں اب تک ہر مقام پر نظر آتی ہیں۔ سمبھو کمپاوت حاکم چند اول نے راٹھوروں کی سرداری قبول کی۔ اورنگ سنگھ بخشی تجسی عرف لودمارو مہادیو فرزند اصغر درگا داس۔ فتح سنگھ و رام سنگھ ہر اہیان اکبر بمقام دکن اور اور بہادر راٹھور ملک پر چھا گئے۔ ہرمانڈل میں فوج مخالف پر حملہ کیا۔ جس میں قاسم خاں کی جان گئی۔

ان لڑائیوں میں ہزارہا دشمن تہ تیغ ہو گئے فوج مخالف کو ہر وقت دہشت ہی رہتی تھی مگر راجپوت بھی بہت کٹ مر گئے۔ تعداد کی کمی سے انہوں نے کوہ اراولی کو جائے پناہ بنایا اور وہیں سے وہ دشمنوں کو شکار کیا کرتے تھے انہوں موقعہ پاکر قلعہ جیتارن پر چڑھائی کی اور دشمنوں کو نکال باہر کیا۔ چانپاوت مقام سوجت پر قابض ہو گیا۔ رام سنگھ جو دھاوت شمال میں صف آرا رہا۔ اودے بھائی نے جری میں مرزا نور علی کے چھکے چھوڑ دئے تین گھنٹے تک آتش کارزار گرم رہی اکباروں میں مسلمانوں کی لاش پر لاش گری بھاگے تو نقارہ بھی ساتھ نہ لے جا سکے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جیتارن کی لڑائی کے بعد اودے سنگھ چمپاوت اور محکم سنگھ میرتیا نے گجرات کا رخ کیا کھیرالونک پہنچنے ہی سید محمد حاکم گجرات پر حملہ آور ہوئے راٹھوروں نے کوہستان رتن پور پر صف آرائی کی رات بھر محاصرہ قائم رہا صبح ہوتے ہی تلواروں نے خون کی ندی بہانا شروع کی۔ دیویوں نے خون سے کپڑے بھرے۔ کیسری۔ گوکل داس بھٹی اور رام سنگھ مع رفقا نذر اجل ہوئے۔ اُسر بھاگے اور ان کی بھی بہت جانیں ضائع ہوئیں۔ پھر بھادوں سمت ۱۷۳۹ میں بالی پر فوج کشی کے بعد تین سو راٹھور پانچ سو بہادران شاہی سے جنگ آزما ہوئے۔ نور علی نے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ افضل خاں افسر شاہی لقمۂ اجل ہوا۔

بالا نامی راٹھور وہ مرد میدان تھا جس نے اس مقام پر مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اودیا نے بمقابلہ سوری سوجت پر چڑھائی کی جیتارن میں بھی کشت و خون ہوا۔ محکم سنگھ میرتیا بیساکھ میں میرتیا پر حملہ آور ہوا اور سید علی کے خون سے تلوار سرخ کی۔

۱۷۳۹ کا سمت کشت و خون ہی میں گذرا کبھی مقامات قبضے سے نکل جاتے تھے کبھی اُن پر قبضہ ملتا تھا۔ جب مقابلہ ہوجاتا بیس تیس جانیں دوطرفہ تلف ہو جاتی تھیں۔ اور راٹھور جوش حب الوطنی میں اپنے خون کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ان کا کوئی سردار مرتا تھا تو جانشین کا ملنا مشکل ہوتا تھا۔ مگر بادشاہ کو برابر کمک کے لئے فوج بہم پہنچتی رہی تھی جیسلمیر کی بھٹی قوم اور راٹھوروں نے اس سال بڑی گرمجوشی سے مورچے روکے اور داد شجاعت دی۔

بادشاہ دکن میں تھا سمت ۱۷۴۰ میں شہزادہ عظیم اور اسد خاں اُس سے جا ملے عنایت خاں اجمیر میں رہا۔ اُس کو حکم تھا کہ مارواڑ کی لڑائی برسات میں بھی ملتوی نہ ہو۔ عنایت خاں گیارہ ہزار جوانان صف شکن کے ساتھ کوہستان پر حملہ آور ہوا غرض یہ تھی جودھا اور چمپاوت دونوں کو ایک ساتھ زیر کرکے پالی اسوجت اور گودوار سے خارج کرے۔ خواجہ صالح قدیم منڈور پر قابض تھا مندیچا بھٹی نے اُس پر فتح پائی اور مقام مذکور پر قبضہ کیا بیساکھ میں باگری کے مقام پر خونریز لڑائی ہوئی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس محاربے میں رام سنگھ اور سادنت سنگھ سرداران بھٹی کام آئے دوسو راجپوتوں کی جان گئی اور ایک ہزار مغل خاک و خون میں لوٹے۔

انوپ سنگھ کرمسوت اور کمپاوت قوم والوں کا سرگروہ تھا اُس نے اوسترہ اور جنجانی کی شاہی فوج تہ تیغ کی محکم سنگھ نے اپنے موروثی علاقے پر حملہ کیا محمد علی حاکم سے مقابلہ ہوا مگر آخر محمد علی نے پیغام صلح دیا۔ ملاقات کے وقت فریب سے رئیس میرتیا کی جان لے لی۔ بادشاہ نے جب اس کی فوت کی خبر سنی پھولا نہ سمایا۔

سمت ۱۸۱۴ کے آغاز میں بھی آتش جنگ مشتعل رہی سوجان سنگھ سردار اٹھور جنوب میں لاکھا چانپاوت وکیسر کمپاوت باغات بھٹی ہیں اور چوہان جودھپور میں مصروف صف آرائی تھے سوجان کی جان جانے پر سنگرام منصبدار وجاگیردار شاہی کو راجپوتوں نے اپنا شریک کیا راجپوت اس کے ہمراہ ہوئے اور سیورنچا دار الریاست سیوانہ پر فوج کشی کی مقامات بالوترا اور پچ بھدرا تباہ ہوئے شاہی فوج قلعہ ہی کے اندر رہی۔ شام سے ایک گھنٹہ قبل حملہ موقوف ہوا۔ کل محفوظ مقاموں پر اُسر قابض تھے اور میدان میں اجیت کی آن کا شور بلند تھا۔ جو داوت فرقے کے سردار اودے بھان نے بھدراجون میں دشمنوں کی خوب خبر لی توپیں اور خزانے چھین لئے دوبارہ بھی جودادت نے جودھپور کا ضائع شدہ اسباب چھین کر قوم کا سر اونچا کیا۔

پرول خاں سیوانہ پر اور ناہر خاں موائی کناری پر قابض تھا۔ چمپاوت لوگ موکلسر میں فراہم ہوئے کہ اُن پر حملہ آور ہوں۔ اسی عرصے میں خبر ملی کہ نور علی قوم اسانی کی دو نوجوان عورتیں چھین لے گیا ہے اب تو ان کا غصہ اور بڑھا۔ سب کناری میں داخل ہوئے۔ رتن سنگھ سردار نے پرول خاں پر حملہ کیا چھ سو آدمیوں کے ساتھ اُس کو خاک پر سُلایا۔ راجپوت فقط سو کام آئے۔ مرزا نور علی شکست کی خبر پاتے ہی اسانی پری وشوں کو لئے ہوئے لوڈا میں جا دبا اور کوچال میں قیام پذیر ہوا۔ بسکرن کا فرزند سیتل سنگھ خبر پاتے ہی افیون کھا کر چڑھ دوڑا اور باوجود حفاظت کامل مرزا کو خنجر سے ہلاک کر کے خود بھی دشمنوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی تلواروں کو بوٹیاں بانٹ دیں۔ یہ وہ دن تھے جب ملک کی آمد و رفت مشکل تھی جو بڑے بڑے شہر تھے ان پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔

سمت ۱۷۴۲ کے آغاز میں سکھاوت و رساوت فرقوں نے سانبھر کی شاہی فوج ہلاک کی۔ گوداور کے رئیس اجمیر کے دروازوں پر حملہ آور ہوئے۔ میرتیا کی لڑائی میں راٹھوروں کی ہیش نہ گئی لیکن سنگرام سنگھ نے جودھ پور کے گردونواح میں آگ لگاکر دل کا بخار نکالا۔ جب یہ دھونارا میں گیا۔ اُس کے ہم قوم شریک ہو گئے اور جہالور کا محاصرہ کرلیا۔ بہاری عاجزی سے خود حاضر ہوا۔ اور اس کے لئے دھرم کے دروازے کھل گئے۔ سمت ۱۷۴۲ کا ایسے ہی واقعات نے خاتمہ کردیا +

باب ۸

اہل قوم کی راجہ کو دیکھنے کی درخواست۔ درجن سال راجۂ کوٹہ کی راٹھور سے شرکت۔ کوہ آبو پر روانگی۔ اجیت سنگھ سے ملاقات۔ رہوا میں اجیت سنگھ کا نقل مقام۔ ریاستوں کا دورہ۔ اورنگ زیب کا دغدغہ۔ ریاست جودھ پور کے فرضی وارث کی نامزدگی۔ راٹھور اور ہارا کا اتفاق۔ شاہی فوج کا اخراج۔ گردنواح میں جنگ آزمائی پورنڈل پر فوج کشی۔ راجۂ قوم ہارا کا قتل۔ درگاداس کی دکن سے واپسی۔ صفی خاں حاکم اجمیر کی شکست۔ بادشاہ کی نظر میں سبکی۔ صفی خاں کی صلح کے بہانے سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اجیت سنگھ کی گرفتاری میں ناکامیابی اور روسیاہی۔ میواڑ
کی سرکشی۔ راٹھور کی رانا کو مدد دہی۔ دختر اکبر مقیم مارواڑ کے
توسط سے اورنگ زیب کا پیغام صلح۔ اجیت سنگھ کی
کوہستان میں پناہ گزینی۔ بجے پور میں رزم آرائی۔ راٹھور
کی فتحیابی۔ پوتے سے اورنگ زیب کا خوف۔ رانا کی طرف
سے اجیت کے پاس نارجیل کی روانگی۔ اجیت سنگھ کی
اودے پور میں آمد۔ رانا کی بھتیجی کے ساتھ شادی۔ پیغام
صلح تصفیۂ شرائط۔ شہزادی کی واپسی۔ جودھ پور کی ستیابی
درگاداس کا عروج۔ اجیت سنگھ کا جودھ پور پر قبضہ۔
بعدہ فراری۔ ہندوؤں کا رنج وغم۔ ابھے سنگھ فرزند
اجیت سنگھ کی ولادت۔ زائچۂ ابھے سنگھ۔ درونارا کی
جنگ۔ مارواڑ کی راہ سے صوبہ دار کی گجرات میں روانگی۔
اورنگ زیب کی موت۔ عشرتِ عام۔ اجیت سنگھ
کی جودھ پور پر لشکر کشی۔ ریاست پر قبض وتصرف۔ فوج
شاہی کی خونریزی وبربادی۔ اجیت سنگھ کا پھر ریاست
پر قبضہ۔ معظم عرف بہادر شاہ کی اورنگ آرائی۔ محاربۂ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آگرہ۔ حملۂ مارواڑ کی شاہی تیاری۔ بادشاہ کا اجمیر میں داخلہ
اجمیر سے بائی بلار و میں ورود۔ اجیت سنگھ کے پاس
قاصد کی روانگی۔ اُس کی خیمۂ شاہی میں آمد۔ پیشوائی۔
بادشاہ کا فریب۔ جودھپور پر حملہ۔ اجیت سنگھ کی
مجبوری۔ بادشاہ کے ساتھ دکن کی روانگی۔ راجوں کی
ناراضگی۔ بادشاہ سے انحراف۔ اودے پور میں رانا
امرا سے شرکت۔ تین راجوں کی شمولیت۔ اجیت سنگھ
کی جودھپور کے متصل آمد۔ عہد و پیمان جودھپور۔ قبضہ۔
راجہ جے سنگھ کو امیر کی گدی دینے کا وعدہ۔ سانبھر میں
کارزار۔ اجیت سنگھ کی فتح مندی۔ جے سنگھ کو امیر کا عطیہ
بیکانیر پر اجیت سنگھ کی فوج کشی۔ ناگور پر قبضہ۔ بادشاہ کی
راجوں کو دھمکی۔ اجمیر میں نزولِ اجلال۔ راجوں کی شرکت
فرمانوں کا حصول۔ اجیت سنگھ کی کورکشیتر میں تیرتھ جاترا۔
راٹھوروں کی جنگ سی سالہ پر رائے درگا داس کی صفت

۱۷۴۳ء سمت میں چاپاوت۔ کمپاوت۔ اودادت۔ میرتیا۔ جودا۔ کرم سوت
اور تمام ملک مارواڑ کے راجپوت فرقوں نے مکند کیچی سے اپنے راجہ کے شربت
دیدار کی خواہش ظاہر کی۔ وہ معتبر اور رازدار آدمی تھا۔ اُس نے کہا درگا داس دکن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں ہے۔ جس نے راجہ کو مجھے سونپا تھا۔ لوگ پر بضد ہوئے اور کہا۔ کہ راجہ کو دیکھے بغیر ہمیں خواب وخور حرام ہے۔ مکند کو مجبوری ہوئی اور وہ کوہ آبو کی طرف راہی ہوئے کیونکہ کوٹہ سے راجہ درجن سال فوم ہارا کی اعانت کے لئے ایک ہزار سوار لئے وہاں آرہا تھا۔ چیت کی پورنماشی کو راجہ کے درشن ہوئے۔ ہر ایک راجپوت کے دل کا کنول کھل گیا مارے خوشی کے اچھل پڑے۔ پہلے راجہ کوٹہ آداب بجالایا۔ پھر اور رئیسوں نے اشرفی موتی اور گھوڑے نذر کئے اس موقع سعید پر جو رئیس حاضر تھے اُن کے نام یہ ہیں:۔

(رئیسان قوم چانپاوت) اودے سنگھ۔ سنگرام سنگھ۔ بجے پال۔ بیج سنگھ۔ مکند سنگھ ناہر فرزند ہری۔

(رئیسان قوم اودادت) راج سنگھ۔ جگت سنگھ۔ جیت سنگھ۔ سامنت سنگھ۔

(رئیسان قوم کمپاوت) رام سنگھ۔ فتح سنگھ۔ کیسری۔

رئیس روہر۔ یہ بڑا خاندانی رئیس تھا۔ مگر اب خاندان میں کوئی باقی نہیں۔

راجہ درجن سال والی کوٹہ۔ مکند کچھی۔ پروہت۔ پرہار جینی جیتی گیان بجے۔

عنایت خاں نے اورنگ زیب کو اس ملاقات کی اطلاع دی اور درخواست مکمل کر کے گذارش کی کہ آج تک تو بے سردار کے فوج تھی۔ مگر اب ان سے سربر ہونے کی کون صورت ہے۔

اجیت سنگھ رئیسان موصوف الصدر کے ساتھ اہوا میں وارد ہوا۔ رئیس آہوا بڑے آداب سے پیش آیا۔ موتی کا ہار اور گھوڑے نذر کئے۔ دھوم دھام سے دعوت کی یہاں سب نے تلک کا انتظام کیا۔

اہوا سے چلے تو راے پور۔ بلارا اور بھرونڈا کے رئیسوں سے تحفہ تحائف لیکر اسوب میں وارد ہوئے۔ پھر بھٹی کی جاگیر لودیرو۔ ریادار الریاست میرتیا اور کھنگ سر میں گئے۔ ہر جگہ کے رئیسوں نے خاطر و مدارات کی۔ ہر فرقے کے لوگ صغیر سن راجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کادیں پابھو راؤ دھاندل نے بڑی شان و شوکت سے پیشوائی کی کل ہمراہی ہم رکاب تھے۔ پوکرن میں درگا داس بھی دکن سے آکر راجہ اجیت سنگھ سے آملا (ابھادوں سمت ۱۷۴۴)

عنایت خاں نے انسداد فساد کے لئے فوج کثیر فراہم کی۔ مگر موت نے مہلت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ دی۔ بادشاہ اس کی وفات سے نہایت رنجیدہ ہوا۔ اور جسونت سنگھ کے ایک فرضی وارث کو محمد شاہ کا خطاب دے کر اجیت کو حکم دیا کہ منصب پنج ہزاری قبول کر کے مطالبت کرے لیکن اتفاق سے محمد شاہ جودھ پور جاتے ہی راہی عدم ہوا۔ اب عنایت خاں کے عوض شجاعت خاں کی مارواڑ میں تقرری ہوئی۔ راٹھور اور ہاڑا نے ملک مارواڑ چھین لیا۔ اور گردلواح میں بھی دشمنوں سے مصروف جنگ رہے۔ مالپورہ اور پور مانڈل کی فوج شاہی قتل ہوئی۔ راجہ ہاڑا نے ضرب گولہ سے جان دی۔ ہمراہیاں راجہ اجیت سنگھ نے آٹھ ہزار اشرفیاں خرچۂ جنگ کی یہاں سے وصول کیں۔ اور مارواڑ کی واپسی تک کے محاصل ملک کا زر و ازان مال اور پروہت نے تحصیل کئے۔ سمت ۱۷۷۴ انہیں مشغلوں میں ختم ہوا۔

سمت ۱۷۷۵ شروع ہوا۔ شجاعت خاں نے مارواڑ کے ٹھیکے کی درخواست کی راٹھور نے شرط منظور کی۔ سایر کی ½ آمدنی ملنے پر وہ ممالک غیر کے سوداگروں کا مزاحم نہ ہوگا۔ عنایت خاں کا بیٹا جودھپور سے دہلی جاتے ہوئے رینوار میں داخل ہوا۔ ہرناتھ جو دافوراً پہنچا اور سب مال واسباب ہی نہیں چھینا بلکہ بیگموں کو بھی نہ چھوڑا۔ خان مسطور کو کچھواہوں نے پناہ دی اور جب شجاع بیگ اجمیر سے مدد کو چلا تو وہی حالت ہوئی۔ راجپوتوں نے اُسے شکست دی۔ کل اسباب ثروت مکند داس چانپاوت کے ہاتھ لگا۔

سمت ۱۷۷۶ میں درگا داس صفی خاں حاکم اجمیر پر فوج کشی کرنے کے لئے مستعد ہوا۔ خان مذکور نے گذرگاہ کے سرے پر ایک درۂ کوہ میں پائے استقلال جمائے درگا داس نے باوجود حفاظت کامل اُسے مار ہٹایا۔ وہ اجمیر کی طرف بھاگا تو بادشاہ کو ہزیمت کی اطلاع ملی۔ اُس نے صفی خاں کو لکھا کہ درگا داس کو زیر کرے تو کل خوانین سلطنت سے رتبہ بڑھا دوں۔ اگر ایسا نہ ہو سکا تو چوڑیاں پہننا پڑینگی۔ اور اُس کے عوض شجاعت خاں کی تقرری عمل میں آئیگی۔ صفی خاں نے روزگار سے ہاتھ اُٹھانے کی ٹھانی۔ مگر پھر سمائی کہ فریب ہی سے اجیت کو پھندے میں پھانس کر آبرو بچائے۔ چنانچہ اُس نے اجیت سنگھ کو اس مضمون کا خط بھیجا کہ بادشاہ نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جودھ پور کی واپسی کا فرمان بھیجدیا۔ جو میرے پاس موجود ہے۔ راجہ آکر لے جائے اجیت سنگھ ۲۰ ہزار راٹھوروں کے ساتھ ملاقات کو چلا۔ مگر راستے میں سوچا کہ کہیں دغا نہ ہو۔ اس لئے مکند سنگھ کو بھیجا کہ صورت معاملہ دریافت کرے۔ اجیت سنگھ پہاڑ کی اُس طرف پہنچا تھا کہ فریب کھل گیا لیکن اُس نے واپسی گوارا نہ کی۔ اور کہا کہ اجے درگ (قلعہ اجمیر) کی سیر تو کرلیں۔ اور صفی خاں سے مل تو لیں۔ راجہ شہر کی طرف بڑھا تو صفی خاں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس کو اطاعت کے سوا اور کچھ چارہ نہ ہوا۔ راجپوت شہر کو جلانے پھونکنے پر اوتارو تھے۔ اور خان مذکور کو اپنی جان کی پڑی تھی گھوڑے اور جواہرات اجیت سنگھ کو نذر دیتا تھا۔

سمت ۱۷۴۸ میں میواڑ کو پھر فتنہ و فساد کا اندیشہ ہوا۔ راجہ امرا نے اپنے باپ جے سنگھ سے بغاوت کی کل رئیسوں نے اس کا ساتھ دے دیا۔ رانا گودوار میں بھاگ گیا۔ اور کھانے راؤ میں لشکر فراہم کیا۔ امرا معرکہ آرائی کے لئے تیار تھا۔ رانا نے راٹھور سے کمک مانگی۔ میرتبا قوم کے لوگ مدد کو جا پہنچے۔ اجیت کی طرف سے درگا داس بھگوان۔ رنمل چوہدا۔ رانا کی مدد کو گئے۔ ان کے ساتھ فوج راٹھور کے آٹھ دستہ آمادۂ کارزار تھے۔ اس باہمی فساد میں چونداوت۔ سکتاوت جھالا اور چوہان نے بیرونی اشخاص کی مداخلت نامناسب تصور کی اور باپ بیٹوں میں میل کرانا ہی مصلحت سمجھا۔ رانا اس معاملے میں مارواڑ کا شکر گذار ہوا۔ اور اس کی گدی قائم رہی۔

شہزادہ اکبر کی بیٹی درگا داس کے پاس تھی جیوں جیوں اجیت سنگھ بالغ ہوتا جاتا تھا اورنگ زیب کی تشویش بڑھتی جاتی تھی سمت ۱۷۴۹ میں بادشاہ نے اس کی واپسی کے لئے پیغام صلح بھیجا۔ گرونرائن داس مکیا متوسط ہوا۔ اور اختتام حجت تک صفی خاں نے لڑائی ملتوی رکھی۔

سمت ۱۷۵۰ میں جودھ پور جھالور اور سوانہ کے حکام شاہی نے مجموعی طاقت سے حملہ کیا۔ اجیت سنگھ کو کوہستان میں پناہ لینا پڑی۔ کھوپل مقابل ہوا جس نے ماگھ کے مہینے میں رنج ہزیمت اُٹھایا۔ اس کے بعد کچھ ہی دن گذرے تھے کہ ایک سانڈ کے مارے جانے پر ہنگامۂ آشوب برپا ہوا۔ مکند داس چونداوت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نے موکلسر میں حابک کے حاکم اور اُس کے ہمراہیوں کو قید کر لیا۔

سمت ۱۷۵۱ میں مسلمانوں کی طاقت بہت کچھ گھٹ گئی۔ بہت سے مقامات سے راجپوتوں کو زر چوتھ اور خراج حاصل ہونے لگا۔ روز روز کی لڑائیوں سے لوگ دال روٹی کو بھی ترسنے لگے۔ بہتوں نے راٹھور کی ملازمت قبول کر لی۔

جب اجیت سنگھ بجے پور میں تھا قاسم خاں اور لشکر خاں نے حملہ کیا۔ مگر درگا داس کے فرزند نے مار بھگایا۔

اجیت سنگھ کی سالگرہ یعنی ترقی عمر سے جس قدر راٹھور خوش و خرم ہوتے تھے اُس سے زیادہ اورنگ زیب کو پوتی کی عمر کا ایک ایک مہینہ ناگوار تھا۔ اس کو کوفت کھائے جاتی تھی۔ شجاعت خاں کو تحریر کیا کہ پوتی کی عصمت اور شاہی حرمت کی حفاظت مقدم ہے۔ اور رنگ زیب نے کئی بار درخواست کی کہ راجپوت اُس کی پوتی کو اُس کے حوالے کر دیں۔

رانا کے بھائی گج سنگھ کی بیٹی کنواری تھی۔ اُس کی شادی کے لئے مرصع نارجیل دو ہاتھی اور دس گھوڑے معہ ساز و یراق اجیت سنگھ کے پاس بھیجے۔ اجیت سنگھ جیٹھ میں اودے پور گیا۔ ایک شادی وہاں ہوئی دوسری دوسرے ہی مہینے جاوالا میں جو میواڑ کی ایک چھوٹی ریاست ہے۔

سمت ۱۷۵۳ میں دختر اکبر کی واپسی کے لئے پھر پیغام آیا۔ درگا داس نے اپنے لئے منصب پنجہزاری نامنظور کیا۔ جہالور۔ سورنجی۔ سانچور اور تھراؤ مارواڑ میں ملحق کئے جانے پر رضامندی ظاہر کی۔ درگا داس نے اورنگ زیب کی پوتی کی خاطر داشت اور حفظ مراتب کے لئے وہ شریفانہ برتاؤ کئے تھے کہ خود اورنگ زیب اُس کی انسانیت و لیاقت کا معترف تھا۔

سمت ۱۷۵۷ میں اجیت سنگھ نے پھر موروثی حکومت پائی۔ پوس کے مہینے میں جودھ پور پہنچکر اُس نے شہر کے پانچ دروازوں پر ایک ایک بھینسا بل چڑھایا۔ اسی سال شجاعت خاں نے وفات پائی اور اس کا ہمراہی شاہزادہ اپنی راہ لگا۔

سمت ۱۷۵۹ میں جب شاہزادہ معظم دوبارہ جودھ پور پر قابض ہؤا تو اجیت سنگھ نے جہالور میں بود و باش اختیار کی اُس کے ہمراہی رئیسوں میں سے کچھ رئیسوں نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُنہیں دنوں بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لی کچھ رانا کے نوکر ہو گئے۔ رانا ایکلنگ جی کی عقیدت میں تھا۔ سردار امیر کو گئو بھگتی دکن سے آنے نہ دیتی تھی۔ اُسر یعنی مسلمانوں کی بدعتیں حد سے زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ متھرا پریاگ اور کمنڈل ایسے مقدس مقاموں پر گائیں حلال ہوتی تھیں۔ سادھ سنت ایشر سے فریاد کرتے تھے۔ ظلموں سے ناک میں دم تھا۔ ہندو جتنے کمزور ہوتے جاتے تھے اتنا ہی سویرے اُٹھکے کوستے تھے کہ پرمیشر جفاکاروں کو غارت کرے۔ اس سال ابھے سنگھ چوہان کی ولادت ہوئی متھن لگن میں پیدا ہؤا۔ زائچہ درج ذیل ہے:۔

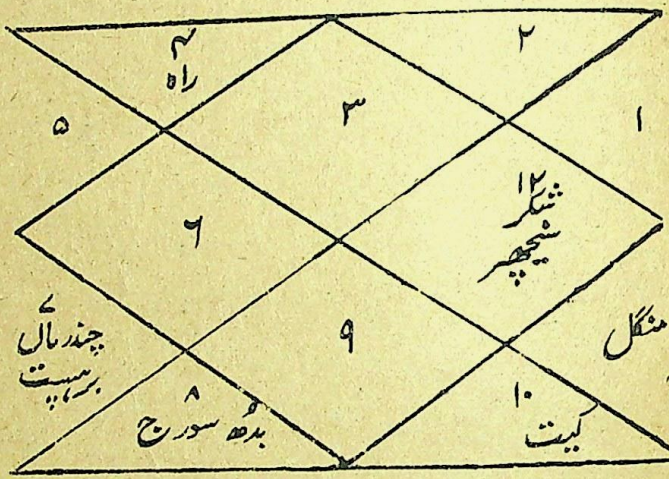

زائچۂ مندرجۂ صدر کے ۴-۷-۸-۱۰-۱۱ اور ۱۲ خانے اقبال کے ہیں راہ چوتھے ہے۔ ساتویں یعنی اولاد کے گھر میں چندرماں اور برہسپت۔ خانۂ دشمن یعنی ۸ گھر میں سورج اور بدھ ہیں۔ مقدر کے برج میں منگل اور راج کے گھر میں بدھ اور شکر پڑے ہیں ایسے ہی اچھے برے گرہ ہر شخص کے زائچے میں ہوتے ہیں اس میں والدین کے خوش کرنے کے لئے کوئی کارروائی نہیں کی گئی ہے۔ اس علم ظنی کے قائل ہنود ہی نہیں انگریزی نجومی بھی ہیں۔ چنانچہ اس زائچے سے دریافت ہو سکتا ہے۔ کہ یہاں ہندوستان میں روشنی اور تاریکی دونو توام ہیں۔

سمت ۱۷۶۲ میں یوسف کی خدمات مرشد قلی کے سپرد ہوئیں۔ وہ جودھپور میں آیا اور میرتیا کی واپسی کی شاہی سندا جیت سنگھ کو دی۔ کسل سنگھ میرتیا سرمور گوبند داس دھاندل میرتیا پر قبضہ کرنے کو بھیجے گئے تو محکم سنگھ ولد اندر سنگھ کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناگوار ہؤا اُس نے خیال کیا کہ خورد سالی کی خدمتیں فراموش نہ کی جاتیں تو اُس کے عوض اور لوگ اس کام پر مقرر نہ ہوتے۔ اُس نے بادشاہ کو عرضداشت لکھی کہ اگر بندگان عالی اُسے حکومت مارواڑ کا اختیار دیں تو ہندو اور مسلمان دونو رضامند رہیں۔

اسی سال مرشد قلی مغل کے عوض جعفر خاں کی تقرری ہوئی اور مسلمانوں کا زور شور گھٹا۔ محکم کی عرضداشت غائب ہوگئی۔ اور اُس نے فوج شاہی کی شرکت کی۔ اجیت سنگھ نے لشکر کشی کی ورونارا میں لشکر شاہی نے شکست کھائی رنداوت کی زندگی کے ساتھ سرکشی کا خاتمہ ہؤا۔

سمت ۱۷۶۳ میں بادشاہ کا سمدھی ابراہیم خاں صوبہ دار لاہور شہزادۂ عظیم کی جگہ صوبہ دار گجرات مقرر ہؤا۔ یہ حاکم مارواڑ سے گذر چکا تھا کہ چیت بدی دوم یعنی ۲۸۔ ذیقعد کو بادشاہ کی موت کی خبر مشہور ہوئی پنچمی کو اجیت جودا میں داخل ہؤا اور دروازہائے شہر پر بلدان کئے۔ اُسر اُس سے خائف تھے۔ بہت ادھر اُدھر چھپ گئے بہتوں نے اختر بختر سمیٹا مرزا شہر سے نکلا۔ اجیت سنگھ نے آباؤ اجداد کی عمارتوں کی سیر کی۔ راجپوت ۲۶ برس سے ظلم سہتے آئے تھے۔ اُن کو مسلمانوں کی بدنصیبی سے خوشی ہوئی۔ اہل اسلام بھاگ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے جو دولت مردم آزاری سے فراہم کی تھی اصل وارثوں کے ہاتھ آئی۔ ظالم گرفتار ہوئے جنہوں نے کچھ جرات کی وہ تلوار کے گھاٹ اترے۔ جو بھاگے وہ بچ گئے کتنوں ہی نے پناہ مانگی ظالموں کا سردار کمپاوت کے مندر میں روپوش ہؤا۔ ہندوؤں نے اچھی طرح فتح کے ڈنکے بجائے مسلمان جان بچانے کے لئے سیتا رام اور ہرگوبند کہتے ہوئے بھاگتے تھے دن بھیک مانگنے میں کٹتا تھا۔ اندھیری رات بھاگنے میں۔ مُلّا کی زبان پر رام کا نام تھا۔ ڈاڑھیاں منڈوائی جاتی تھیں۔ مودھر میں ملکشوں کے شور و غل کے سوا اور آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ میرتا پر عمل دخل ہوگیا۔ محکم ناگور کو بھاگا۔ علاقجات سوجت پالی لئی جودھانی کے ہاتھ لگے۔ جودھ گڈھ کی گنگا جل اور تلسی دل سے صفائی ہوئی یہیں اجیت سنگھ نے خطاب راجگی اختیار کیا۔

اورنگ زیب کی وفات کے بعد عالم جنوب سے چلا اور اعظم شمال سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں آتش جدال و قتال شعلہ خیز ہوئی۔ اعظم مغلوب ہوا اور بہادر شاہ نے تخت حکومت پر قدم رکھا ہی تھا۔ کہ اجیت سنگھ کی مسند نشینی ملک موروثی پر قبض و دخل اور فوج شاہی کی تباہی کا حال گوش گذار ہوا۔

سمت ۱۷۶۴ کی برسات ختم ہونے پر نہایت اضطرابی کے ساتھ بادشاہ اجمیر کی طرف روانہ ہوا۔ ایک لشکر جرار ہمراہ تھا۔ ہری داس فرزند بھگوان و سرداران امرا و مہنکالیا و رتن او دادت آٹھ سو بھائی بندوں کے ہمراہ قلعے میں اجیت سنگھ سے ملے اور حلف اُٹھائی کہ جیتے جی قلعے کو ہاتھ سے نہ جانے دینگے۔ لشکر شاہی نے بارے بھدرا میں پڑاؤ ڈالا۔ اجیت سنگھ مقابلے کے لئے آمادہ ہوا۔ لیکن بادشاہ کے مشیروں نے رائے دی کہ کسی حکمت عملی سے کام نکلے تو زیادہ دردسری کی کیا ضرورت۔

مصلحت پر اتفاق رائے ہوا۔ ناہر سنگھ متوسط تھا۔ بادشاہی پیغام اجیت سنگھ نے سنا تو جواب دیا کہ لشکر شاہی کا معائنہ کرنے پر تصفیہ ہوگا۔ اجیت سنگھ پھاگن کی پرواکو جودا کی پہاڑی سے روانہ ہوا میلپور میں شجاعت خاں ولد خانخانان نے پیغام پہنچایا کفالت کے لئے راجہ بدوریا و راؤ بدھ سنگھ بوندی والا ساتھ تھے۔ پیپاڑ کا مقام ملاقات کے لئے مقرر ہوا۔ ساری رات تصفیۂ شرائط میں گذر گئی سویرے اجیت سنگھ مع جلوس و فوج سوار ہوا اندپور میں ملکش بادشاہ نے اُس کی شکل و صورت دیکھی اور ظاہرا تو اُسے تیغ بہادر کا خطاب دیا۔ لیکن خفیہ طور سے محراب خاں اور محکم جلساز کو حکم دیا۔ کہ چالاکی سے ملک پر دست برد کریں۔ اجیت سنگھ کو اس فریب کا علم ہوگیا وہ انگاروں پر لوٹا مگر چارہ کار نہ دیکھ کر اُس نے عالم کی ہمراہی میں مصلحت وقت سمجھی۔ وہ دکن کو روانہ ہوا۔ اور اپنی خدمات شہزادۂ کام بخش کے سپرد کرنا منظور کیں مرزا راجہ جے سنگھ امیر والا بادشاہ کی رفاقت میں تھا۔ لیکن اُس کو اس بات کی ناراضگی تھی کہ اُس کے ہوتے اُس کے چھوٹے بھائی کو ریاست دے دی گئی۔ اور امیر کے قلعے میں شاہی فوج نے عمل و دخل کر لیا تھا۔ بادشاہ کی بے شمار فوج متحرک تھی۔ لیکن جس وقت دریائے زبدہ کے پار اتری راجگان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

موصوف نظر بچا کر راجواڑہ کو چلدئے۔ اودے پور پہنچے تو رانا امرا نے بڑی تزک و احتشام سے پیشوائی اور بڑی تکلف سے خاطر و مدارات کی۔ خود اُن کو اپنی راجدھانی میں لے گیا۔ جس وقت ان تینوں تاجداروں پر چنور ہو رہا تھا۔ برہمن مہنش کی مورتیاں پیش نظر ہو رہی تھیں۔ مسلمانوں کا اختر اقبال برج زوال میں نظر آنے لگا۔ اور راجپوتوں کی خوش قسمتی کا ستارہ چرخ بریں پر۔ دو نو راجے اس کے بعد راہی مارواڑ ہوئے۔ اہوا کے مقام پر سنگرام چانپاوت نے بہت کچھ اعزاز کیا حتے کہ اپنے ہاتھ سے پگمند یعنی پاانداز بچھایا۔

سمت ۱۷۶۹ کے ماہ ساون میں اُسروں کی اُمیدیں مایوسی سے مبدل ہوئیں۔ محراب خاں نے اجیت سنگھ کی واپسی وطن کا حال سنا تو ہوش اڑ گئے سمتی کے روز جودا کی عمارتوں کے چاروں طرف تیس ہزار راٹھوروں کا مجمع ہو گیا۔ محراب کی گھبراہٹ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی مگر چونکہ آسکرن ولد درگا داس متوسط تھا۔ اس لئے اُس کی سفارش پر محراب خاں کو صحیح سلامت واپس جانے کا حکم ہوا۔ اور اجیت سنگھ کی ملک مارواڑ کی راجدھانی میں منادی پھری۔

سورساگر کے ساحلوں پر جے سنگھ نے خیمے ڈالے اُس کو ہر وقت کی فکر دامنگیر تھی۔ برسات گذرنے پر اجمل گوادی نے اُس کی حمایت کا بیڑا اُٹھایا سب متفق ہو کر میرتیا میں داخل ہوئے اس وقت آگرہ اور دہلی میں خوف چھا گیا کہ نہ جانے کیا معاملہ پیش آئے۔ ان کے اجمیر میں پہنچتے ہی صوبہ دار شاہی نے خوف کے مارے خواجہ قطب الدین چشتی کی درگاہ میں جائے پناہ ڈھونڈی اور جو رقم مانگی گئی چپ چپاتے حوالے کی۔ اس کے بعد اجیت سنگھ نے سانبھر پر دھاوا کیا۔ اس موقع پر تمام باشندگان آمیر اس کی جان نثاری کو تیار ہو گئے سید بارہ ہزار سپاہی لے کر مقابلے کو آیا۔ اجمل کمپاوت نے ٹکر لی۔ جیمل کام آیا۔ چھ ہزار سپاہی تہ تیغ ہوئے جو بچے اُنہوں نے قلعے میں پناہ لی۔ رئیس پاندو قوم پر مارا جیت سنگھ کے ہتھے چڑھا اور اُس کی فتح کے ڈنکے مندروں میں دوبارہ بجنے لگے اُسر لوگ آمیر سے بھاگے صرف سانبھر کے قلعے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں کچھ فوج محافظت کے لئے رہ گئی۔ اجیت سنگھ نے جے سنگھ کو امبر کا حاکم مقرر کر کے بیکانیر پر فوج کشی کا عزم کیا۔ رگھوناتھ بھنڈاری اُس کا وفادار تھا۔ اُس کو دیوان کا خطاب دے کر حاکم عدالت مقرر کیا۔ یہ شخص نہایت تجربہ کار اور مرد میدان بھی تھا۔ اور اُس کی لیاقتیں اس عہدے کے لئے نہایت موزون تھیں۔

بھادوں سمت ۱۷۶۶ میں بہادر شاہ کی تلوار کام بخش کے خون سے سرخ ہوئی جے سنگھ نے بادشاہ سے صلح کر لی۔ اجیت سنگھ نے ناگور پر چڑھائی کی اندر سنگھ کے اظہار اطاعت پر اُس کو لاونو کا علاقہ مرحمت ہوا۔ اس عطیے سے رئیس ناگور کی دلجمعی نہ ہوئی۔ اُس نے بادشاہ دہلی کی خدمت میں چارہ جوئی کی۔ بادشاہ ایسا برانگیختہ ہوا کہ اور راجے بھی گھیر اُٹھے اور رفع شر کی غرض سے انہوں نے ویدیانہ کے قریب کولیو کے مقام پر بادشاہ سے ملاقات کی۔ بادشاہ اجمیر میں آیا اور وہاں سے عہد نامہ آشتی مع نشان پنجۂ شاہی ناہر خاں چیلہ کی معرفت راجاؤں کے پاس بھیجے۔ اسار ڈھ کی پرواکو دونو راجوں نے شرائط منظور کر کے اجمیر کی راہ لی جن کی بادشاہ نے بہت قدر و منزلت کی۔ اجیت سنگھ کو مارواڑ کے نوکوٹ اور جے سنگھ کو امیر کی اسناد عطیہ مرحمت ہوئیں۔ راجگان موصوف یہاں سے پیشکر روانہ ہوئے اور وہاں سے اپنی اپنی ریاستوں میں۔

اجیت سنگھ ساون سمت ۱۷۶۷ میں داخل جودھپور ہوا یہیں گوررانی کے ساتھ عقد ہوا۔ امرا کے قتل کی تلافی ہوئی۔ اسی سال اُس نے کرکشیتر کی تیرتھ جاترا کی اور بھیشم گنڈ پر دان پن کا ثواب لوٹا۔

راجہ جسونت سنگھ کی وفات کے بعد سمت ۱۷۳۴ سے تیس برس تک راٹھوروں نے جو جو کام کئے اُن کی نظیر کسی اور قوم کی تاریخ میں ملنا دقت طلب ہے۔ راٹھوروں کا بیان ہے۔ کہ اس درمیاں میں جو مراد وہ میدان جنگ میں بستر علالت سے کوئی واقف ہی نہیں۔ واقعی راجپوتوں کی حب الوطنی قابل تعریف ہے کسی ملک میں ایسے محب وطن بے غرض اور نمک حلال لوگ پیدا نہیں ہوئے۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ راجپوتوں کو بدعت شعار بادشاہ کی طرف سے بڑے بڑے عہدے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا لالچ دیا جاتا تھا۔ مگر راجپوت ہی تھے جنہوں نے شاہی مراعات کی طرف نظر حرص نہ ڈالی اور قومی وفاداری پر اڑے رہے۔

درگا داس کی امانت و دیانت۔ وفاداری و جان نثاری۔ دانشمندی اور احتیاط نہایت ہی قابل تعریف ہے۔ اُس کو روپیہ ہی کا لالچ نہ دیا گیا۔ منصب پنجہزاری وہ منصب تھا۔ جس سے اُس کا مرتبہ اچھے اچھے والیان ریاست سے بھی بڑھ جاتا۔ ہزاروں رئیس اُس کا پانی بھرتے۔ جو جس کو چاہتا دینا دلوا تا۔ مگر نہیں کیشر کے بقول وہ انمول آدمی تھا۔ اُس نے دنیوی دولتوں پر لات ماری اور اُس کی ملکی محبت نے اُس کی قوم کو راہ راست سے ہٹنے نہ دیا۔ اُس کا بھائی سونگ قتل ہؤا۔ مگر اس سے پھر بھی آدمیت کے خلاف کوئی امر ظہور میں نہ آیا۔ مخالف اُس کی قید میں تھے مگر وہ بدسلوکی سے کہیں نہ پیش آیا۔ شاہزادۂ اکبر اورنگ زیب کے ہتھے چڑھ جاتا تو اُس پر قیامت ہی ٹوٹ پڑتی۔ لیکن نہیں اس کی شرافت نے اُس کو ان مصیبتوں سے بچایا۔ جو اُس پر والد کے ہاتھ سے نازل ہوئیں۔ اُس نے شاہزادۂ اکبر کے متعلقین کے ساتھ جو جو سلوک کئے وہ قابل تعریف ہیں۔ اورنگ زیب کی پوتی کی عصمت دہلی کی چار دیواری میں جس قدر محفوظ نہ تھی۔ اُس سے زیادہ درونارا کے مندر میں محفوظ رہی۔ صغیر سن راجہ کو چھ سال تک پوشیدہ رکھنا اسی کا کام تھا۔ کیشر لکھتا ہے کہ اس نے اپنی نیک اعمالیوں سے دوامی زندگی پائی اُس کے ذکر سے کون ہے جس کا دل خوش نہ ہوتا ہو۔ اُس کے ہر کام کی ہمیشہ ثنا و صفت ہوتی رہیگی۔ اُس کے بت جا بجا راجپوتانہ میں نصب ہیں۔ یہ ضعیفی میں نقرہ گھوڑے پر سوار ہے۔ مگر تیور وہی بہادروں کے سے ہیں۔

اس تیس برس کے زمانے کی لڑائیوں میں بہت سے مشہور شخص پیوند خاک بھی ہوئے اور پیدا بھی ہوئے۔ جن کی ثنا و صفت میں کون ہے جو تر زبان نہیں۔ کیشروں نے ان کے اوصاف میں خوب داد سخن دی ہے جن کو پڑھ سنکر اہل راجپوتانہ اُن کی مصائب کا دھبہ راجہ کی آخری اولاد نرینہ کے سر رکھتے ہیں۔ جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۹

ناہن و کوہستان برنی کے سرکشوں کی سرکوبی کیلئے اجیت سنگھ کی روانگی۔ بادشاہ کی موت۔ باہمی لڑائیاں۔ اجیت سنگھ کی صوبہ داری گجرات پر تقرری۔ فرزند اجیت کو حاضری دربار کا حکم۔ رئیس ناگور پر حملہ۔ قتل۔ معاوضۂ خونریزی مارواڑ۔ ابھے سنگھ کی روانگی دربار۔ اجیت سنگھ کی روانگی دہلی۔ سیّدوں سے اتحاد۔ دختر پیش کرنے کے بعد جودھپور میں واپسی۔ جزیہ کی موقوفی۔ اجیت سنگھ کی صوبہ داری گجرات پر روانگی انتظام ملکی۔ دوارکا جی کا تیرتھ جاترا۔ واپسی۔ دربار شاہی میں طلبی شان و شوکت۔ سیدوں سے ساز۔ شاہنشاہ کی اجیت سنگھ سے ملاقات۔ آثار خرابی۔ حسین علی کی دکن سے واپسی۔ سیّدوں اور اجیت سنگھ کا دغدغہ۔ اجیت سنگھ کا محاصرہ محلات۔ شاہنشاہ کا قتل۔ تخت نشینی شہزادگان۔ محمّد شاہ۔ اُس کی آمیر میں روانگی۔ رئیس آمیر کی اجیت سنگھ کے پاس پناہ گزینی۔ جاگیر احمد آباد کی دستیابی۔ جودھپور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی واپسی۔ اجیت سنگھ کی راجکماری کی راجہ آمیر کے ساتھ شادی۔ سیدوں کا خاتمہ۔ اجیت سنگھ کی خوف زدگی۔ اجمیر پر قبضہ و دخل۔ حاکم قلعہ کا قتل۔ مسجدوں کی مسماری ہندو دھرم کا فروغ۔ اجرائے سکہ۔ تقرر اوزاران و پیمانۂ آلات۔ قیام عدالت۔ تقسیم خطابات و منصب۔ مارواڑ پر بادشاہ کی طرف سے حملہ۔ ابھے سنگھ کی ۳۰ ہزار راٹھوروں کے ساتھ روانگی۔ مقبوضات شاہی کی تباہی۔ ابھے سنگھ کا خطاب دھونکل۔ جودھپور میں مراجعت۔ محاربۂ سانبھر۔ محاصرۂ اجمیر۔ تحفظ اجمیر واپس دینے کا عہد و پیمان۔ ابھے سنگھ کی فوج شاہی میں حاضری۔ پیشوائی۔ آزادانہ روش۔ اجیت سنگھ کا بیٹے کے ہاتھ سے قتل۔ تواریخ راج روپک وغیرہ کی فروگذاشت چھ پٹ رانیوں اور اٹھاون خواصوں کی رفاقت دائمی۔ ادائے رسمیات ماتم۔ اجیت سنگھ کی تاریخی زندگی۔

پر سرسری نظر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سمت ۱۷۶۸ میں اجیت سنگھ نے شاہی حکم سے ناہن اور برفستان کے رئیسوں کو زیر کیا۔ اور وہاں سے سری گنگاجی کا اشنان اور وان پن کر کے واپس جودھ پور ہؤا۔

شاہ عالم نے سمت ۱۷۶۹ میں خلد بریں کی راہ لی۔ اُس کی اولاد میں تخت نشینی کے لئے وہ جھگڑا ہؤا۔ جس سے خاندان مغلیہ پر تباہی نازل ہوئی۔ عظیم الشان کی جان پر بنی معز الدین تخت نشین ہؤا۔ اجیت سنگھ نے اپنے بھنڈاری کا یمسی کو بھیج کر صوبہ داری گجرات کی سند حاصل کی اور اگہن کے مہینے میں گجرات کے ۱۷ ہزار شہروں کو تخت تصرف میں لانے کے لئے فوجی تیاری کر لی۔ مگر اسی درمیان میں فخر الدین سیدّوں کی بدولت نذر اجل ہؤا اور فرخ سیر کو سلطنت ملی۔ ذوالفقار خاں کو قتل کر کے سیدّوں نے کوس لمن الملکی بجایا۔ اجیت سنگھ اور اُس کے ۱۷ سالہ فرزند ابھے سنگھ کو مع فوج حاضری دربار کا حکم ہؤا۔ مگر محکم کا دربار شاہی میں رسوخ تھا اُس کو اس کی کافر نعمتی سے احتیاط لازم تھی۔ لہذا کچھ چیدہ اور معتبر سپاہی پیشتر روانہ کر دئے۔ جنہوں نے دہلی میں اس کا خاتمہ بالخیر کر دیا۔ اس مردانہ خونریزی سے سیّد چونکے۔ اور جودھ پور پر لشکر کشی کر دی۔ اجیت سنگھ نے دولتمندوں کو سوانہ میں بھیجدیا۔ اور اپنے بال بچے برار درو یعنی لونی کے مغربی جنگل میں محفوظ کر دئے۔ اب حملہ شروع ہؤا۔ ابھے سنگھ کی لشکر میں اور اجیت سنگھ کی دربار میں طلبی ہوئی۔ راجہ اجیت سنگھ کو حاضری دربار منظور نہ ہوئی لیکن دیوان اور کب راج نے راؤ گانگا کا حوالہ دیا۔ جس پر دولت خاں نے چڑھائی کی تھی۔ اس موقع پر اُس نے کل معاملات اپنے فرزند مالدیو پر محول کر دئے تھے اور اُس نے جو کچھ کیا اسی پر سارا دارومدار ختم ہؤا۔ ابھے سنگھ برار درو میں تھا اُس کی طلبی ہوئی۔ سمت ۱۷۷۰ میں اساڑھ کے آخری دنوں میں اُس نے بادشاہ سے ملاقات کی اور منصب پنجہزاری حاصل کیا۔

انہیں ایام میں ایک دربار شاہی اور منعقد ہؤا کرتا تھا۔ اجیت سنگھ اس کی شرکت کے لئے دہلی میں وارد ہؤا۔ اس کی صغیر سنی کے محافظوں کی سمادھیں یہاں نظر آئیں تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اور فوراً ہی جوش ہوا کہ خاندان چغتائیہ سے عوض لینا سب سے مقدم کام ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اجمل کے خلاف طبیعت یہ باتیں تھیں

(۱) نوروزہ (۳) گاؤکشی

(۲) بادشاہ کے ساتھ لڑکیوں کی جبریہ شادی (۴) جزیہ

سیّدوں کے حملے کے وقت اجیت سنگھ پر دباؤ ڈالا گیا کہ اپنی بیٹی سے فرّخ سیر کی شادی کرے۔ اجیت سنگھ کو اپنے والد کی طرح خواستہ نخواستہ سیّدوں کی رائے ماننا پڑی۔ اور تصفیہ اس بات پر ہؤا کہ راجپوتوں کے محلوں میں سنکھ۔ گھڑیال بجتے رہیں مندروں سے کوئی مزاحمت نہ کرے اور اُن کے مقبوضات آبائی میں اضافہ ہو۔

سمت ۱۷۷۱ میں اُس کی تمام خواہشات پوری ہوئیں جیٹھ کے مہینے میں وہ گجرات کی صوبہ داری کا فرمان لے کر جودھ پور میں لوٹ آیا۔ کامیسی وزیر کے توسط سے موقوفی جزیہ کی سند حاصل کی تو تمام ہنود مردھر راج کے ممنون احسان ہوئے۔ اور برباد شدہ راجاؤں کو اُس کی ذات سے اطمینان حاصل ہؤا۔

سمت ۱۷۷۲ میں اجیت سنگھ ابھے سنگھ کے ساتھ ملک کے دورے کو نکلا برسات جہالور میں گذری۔ بعدہ میواسو پر حملہ کر کے نیمچ میں فتح کے پھریرے اُڑائے دیورا قوم والوں سے خراج لیا یہاں فیروز خاں نے پالن پور سے آکر قدم بوسی حاصل کی تھراؤ کے رانا نے ایک لاکھ روپیہ نذر کیا کیمی واقع گجرات کے محاصرے سے بھی دولت حاصل ہوئی کھیم کرن رئیس مطیع ہؤا سکتا چانپاوت اور بجے بھنڈاری نے بڑی گرم جوشی سے پیشوائی کی۔

سمت ۱۷۷۳ میں جہالا ہلود قبضے میں آیا۔ جام نور انگر زیر ہؤا۔ یہاں سے تین لاکھ روپیہ خراج کا حاصل ہؤا۔ اور پچیس راس اسپ صبا رفتار۔ یہاں سب انتظام ٹھیک ٹھاک کر کے اُس نے دوارکا جی کی جاترا کی۔ گومتی میں اشنان کیا اور جودھ پور میں پہنچکر اندر سنگھ کو ناگور سے بے دخل کیا۔ جو اس کی غیر حاضری میں مقام مذکور پر قابض ہو گیا تھا۔

سمت ۱۷۷۴ کے آغاز میں سیدوں کے حریفوں سے لڑائی جھگڑے پیش آئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حسین علی دکن میں مقیم تھا۔ اور عبداللہ کو بادشاہ سے بدظنی تھی۔ اجیت سنگھ کی طلبی کے واسطے بہت نامہ و پیغام ہوئے۔ جس پر وہ دارالریاست سے چلا۔ ناگور۔ میرتا۔ پشکر۔ مروت اور سانبھر کے قلعوں میں فوجی انتظام کرکے ماروت سے ابھے سنگھ کو تو جودھ پور کی حفاظت کے لئے واپس کر دیا۔ اور خود علی وردی خاں کی سرائے میں خیمہ زن ہوا۔ یہاں سید دہلی سے ملاقات کو آئے اور باہم مشورہ ہوا کہ اجے سنگھ اور طاقت مغلیہ کا قلع قمع کرنا لازمی ہے۔ اور مقدم بات یہ ہے کہ پہلے ذوالفقار خان سے چھٹی کی جائے۔ کیونکہ بادشاہ تو سانپ کی طرح گھڑے میں بند ہے۔

اجیت سنگھ کے دہلی پہنچنے پر بادشاہ نے ہاڑا راؤ بھیم کوٹ والا اور خان دوران خاں کو بھیجکر اُسے حضور میں طلب کیا۔ اجیت سنگھ حاضر دربار ہوا۔ ہمراہی رئیسوں میں حسب ذیل قابل الذکر ہیں۔

راؤ لبشن سنگھ جیسلمیر والا۔ پرم سنگھ دراول والا۔ فتح سنگھ یکے از رئیسان میواڑ۔ اور یا سنگھ راٹھور رئیس سیتامئو۔ چندراوت۔ گوپال رام پورہ والا۔ اودے سنگھ کندھلا والا۔ دسکت سنگھ منوہر پور والا۔ کشن لکھی پور والا۔ بادشاہ نے اجیت سنگھ کی بڑی قدر و منزلت کی منصب ہفت ہزاری اور اضافہ کروڑ دام کے علاوہ ماہی مراتب۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ شمشیر۔ خنجر۔ سرپیچ مرصع۔ پرہما۔ مالائے مروارید و خلعت سے سرفراری بخشی۔ اجیت سنگھ یہاں سے روانہ ہوا تو عبداللہ خاں نے بڑے تزک و احتشام سے پیشوائی کی دونوں نے تہیہ کیا کہ اتفاق باہمی جان کے ساتھ ہے۔ مغلوں کو اندیشہ ہوا اور جھاڑی ایسے مقامات پر پوشیدہ ہوکر تاک میں ہوئے کہ کسی طرح اجیت سنگھ کا رشتۂ حیات منقطع کریں۔

سنہ ۱۷۱۵ء میں پوس سدی دوج کو بادشاہ خود اجیت سنگھ کو ملنے گیا۔ اجیت سنگھ نے لاکھ روپیہ کے چبوترے پر اُس کی نشست مقرر کی اور بہت سے ہاتھی گھوڑے اور تحفہ تحائف نذر کئے

پھاگن میں اجیت سنگھ اور سید بادشاہ کی قدمبوسی کو حاضر ہوئے دونوں کے متفق الرائے ہوکر حسین علی کو دکن سے طلب کیا۔ ان دنوں زمانے کا رنگ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کچھ اور ہی تھا۔ آسمان اور زمین دونو جگہ بدشگونیاں ہو رہی تھیں۔ جس طرف دیکھئے آنکھوں کے سامنے شہابی رنگ آتش فشاں نظر آتا تھا۔ سیار وقت بے وقت روتے کتے بھونکتے تھے ابر نہ تھا مگر بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج کانوں کے پردے پھاڑتی تھی۔ دربار کی رونق بالکل جاتی رہی۔ اور ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ دہلی میں کوئی آفت برپا ہونے والی ہے۔ بیس روز کے بعد حسین علی دہلی میں آگیا۔ اُس کا چہرہ دیکھنے سے دہشت ہوتی تھی قلعے کے دھونسوں کی آوازیں غمناک معلوم ہوتی تھیں۔ حالانکہ ہزار ہی سوار ساتھ تھے۔ مگر معلوم ہوتا تھا کہ دہلی گرد و غبار سے چھپ گئی وہ شہر کے شمال میں قیام پذیر اور اجیت سنگھ اور اپنے بھائی عبداللہ خاں سے ملاقی ہوا۔ بادشاہ کی جان اُڑ رہی تھی۔ اُس نے تحفہ و تحائف سے عزت افزائی کی رئیسان مغل اس طرح خوف زدہ تھے جیسے شکرے سے باز۔ جو تھا اِدھر اُدھر چھپتا پھرتا تھا۔

دوسرے روز جمنا کے کنارے اجیت سنگھ کے خیمے میں صلاح و مشورہ ہوا۔ اجیت سنگھ نے رکاب میں پاؤں رکھا راھوڑ ہمراہ ہوئے قلعے میں پہنچے تو بادشاہ کی وہی حالت ہوئی۔ جو آفتاب نکلنے سے چاند ستاروں کی ہوتی ہے۔ خزانے لٹ گئے۔ بادشاہ ابیر ہوا۔ مغل سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ جے سنگھ نے بھی بھاگ کر جان بچائی اور تخت سلطنت پر دوسرا بادشاہ متمکن ہوا چار مہینے کے بعد یہ بادشاہ جان بحق تسلیم ہوا۔ رفیع الدولہ کو سلطنت ملی۔ لیکن مغلوں نے نیکوسیر کو آگرے میں اورنگ نشیں کر دیا۔ اس لئے حسین علی نے تو اس طرف فوج کشی کی اور اجیت سنگھ اور عبداللہ خاں رفیع الدولہ کی رفاقت میں رہے۔

سمت ۱۷۷۶ میں اجیت سنگھ اور عبداللہ خاں نے دہلی سے کوچ کیا نیکوسیر کو قلعہ سلیم گڈھ میں قید مصیبت نصیب ہوئی۔ رفیع الدولہ بھی راہگرائے عالم جاودانی ہوا۔ اور اجیت سنگھ کے اتفاق رائے سے سیدوں نے محمد شاہ کو اورنگ شاہی پر بٹھا دیا۔ اجیت سنگھ کی ان کارروائیوں کے زمانے میں کتنے ہی شہروں پر تباہی آئی اور کتنے ہی ویرانے شہر بن گئے۔ فرخ سیر کی موت نے جے سنگھ کے بھی وضو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شکست کردئے اور اس کی گوشمالی کا خیال سیدوں کے دل میں پختہ ہوگیا۔ رئیس امیر وو دھر لڑاتا تھا۔ جب بادشاہ آمیر جاتے ہوئے سکری میں خیمہ زن ہؤا۔ تو بہت سے رئیسوں نے اجیت سنگھ سے پناہ مانگی۔ انہوں نے درخواست کی کہ سیدوں کے دست بدعت سے بچائے ورنہ کنبہ کچھ کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اجیت سنگھ نے اس آشوب میں جے سنگھ کو بالکل اُسی طرح آفات سے بچایا۔ جس طرح مہابھارت کی لڑائی میں سری کرشن جی نے ارجن کو۔ اُس کی طرف سے رئیسان چانپاوت اور اُس کے وزیر نے جاکر دلجمعی کی۔ وہ اُن کے ساتھ حاضر ہؤا اور سمجھ گیا کہ آج گویا۔ قیامت ٹلی۔ محمد شاہ نے اجیت سنگھ کو احمد آباد کی جاگیر عطا کی مکان کو رخصت کیا جے سنگھ آمیر والا اور بدھ سنگھ بڑی بوندی والا اُس کے ساتھ گئے راستے میں شیخاوت رئیس منوہر پور کی لڑکی سے شادی کی کنوار میں جو داگڈھ پہنچا رئیس آمیر سورساگر پر سکونت پذیر ہؤا۔ ہاڑا راؤ نے شہر میں قیام کیا۔

موسم سرما گذرنے پر اجیت سنگھ نے سورج کماری کے ساتھ رئیس آمیر کی شادی کا قصد کیا اور چانپاوت آوپر دھان (وزیر اعظم) کمپاوت۔ بھنڈاری دیوان اور گرو۔

سمت ۱۷۷۷ میں برسات کا موسم شروع ہؤا ہی تھا کہ سیدوں کے قتل کی خبر پہنچی اور معلوم ہؤا کہ مغل اب اجیت سنگھ کی فکر میں ہیں۔ اجیت سنگھ نے تلوار چمکا کر قسم کھائی کہ اجمیر پر خود ہی قابض ہوگا۔ وہ رئیس آمیر کو بان رخصت دے کر بارہ دن میں مبرتا جا پہنچا اور دن دہاڑے اجمیر پر قبضہ کر کے حاکم قلعہ کو تہ تیغ کر دیا۔ مندروں میں از سر نو گھنٹے گھڑیال بجنے لگے۔ اذان کی آواز بند ہوئی۔ قرآنوں کے بدلے پوران پڑھے جانے لگے۔ مندروں نے مسجدوں کی جگہ لی سجادہ نشینوں کو برہمنوں نے معزول کیا جہاں گائیں ذبح ہوتی تھیں وہاں ہون کنڈ بن گئے۔ اجیت سنگھ نے پھر سانبھر اور ویدوانہ میں حکومت جمائی اور بہت فتوحات حاصل کیں۔ وہ اورنگ حکومت پر جلوہ افروز ہؤا۔ اختر شاہی سر پر رکھا۔ نیا سکہ جاری کیا۔ گز کا پیمانہ اور باٹوں کا وزن مقرر کیا۔ عدالتیں قائم کیں۔ رؤسائے دولت کو خطابات عطا کئے جلوس شاہی پالکی ناکی چوبدار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نوبت نقارہ سے اُس کی شان و شوکت شاہان اسلام سے کم نہ تھی۔ مکہ اور ایران تک شہرت ہوگئی کہ اجیت سنگھ نے ہندو دھرم کو عروج دیا۔ اور مذہب اسلام ملک مارواڑ سے خارج ہوا۔

۱۷۱۸ء میں بادشاہ نے مظفر خان کو فتح اجمیر کے لئے روانہ کیا۔ اجیت سنگھ نے آٹھ رسالے اعظم اور تیس ہزار سوار اپنے شیر دل اور بیخوف فرزند ابھے سنگھ کے ساتھ کئے۔ جانپاوت دائیں طرف ہوا۔ کمپاوت بائیں جانب۔ کرم سوت۔ میرتیا۔ جودا ایندو۔ لیع۔ سونگرا۔ دیورا۔ کیچی۔ دھاندھل۔ اور کوگاوت وسط میں صف آرا ہوئے۔ امیر میں مقابلے کی ٹھیری۔ مظفر نے بے لڑے بھڑے بزدلی سے شہر میں پناہ لی۔ جس پر ابھے سنگھ اور بھی غضبناک ہوا۔ شاہجہان پور پہنچ کر دوڑا نارنول اور ریواڑی پر قبضہ کر کے موضعوں میں آگ لگادی۔ علی وردی تک رعب جمالیا۔ دہلی اور آگرہ میں دہشت طاری ہوئی۔ اُمرا ننگے پاؤں بھاگے۔ ہر شخص اُسے دھونکل کہتا تھا اُس کے بعد سانبھر اور لدھیانہ ہوتا ہوا لوٹ گیا۔ اور آمیر کے رئیس نارو کا کے کی بیٹی کے ساتھ شادی کی۔

۱۷۱۹ء میں ابھے سنگھ نے سانبھر کی قلعہ بندی کی یہاں اجیت سنگھ نے خود اُس سے جاکر ملاقات کی بادشاہ نے ناہر خان چیلہ کو صلح کے لئے بھیجا مگر وہ ترش کلام تھا۔ اس لئے چار ہزار ساتھیوں کے ساتھ قتل ہوا۔ چوراسن جاٹ بانی بھرت پور کے فرزند نے بھی اجیت سنگھ کے یہاں پناہ لی۔ محمد شاہ ایسے ایسے معاملات سے زچ ہوکر سلطنت سے گھبرا اُٹھا۔ اور ٹھان لی کہ ناہر خاں کا بدلہ لیکر مکہ کی راہ لے۔ بائیس صوبجات سلطنت کی فوجیں اکٹھا ہوئیں۔ جے سنگھ رئیس آمیر۔ حیدر علی۔ اور ارادت خاں بنگش سپہ سالار مقرر ہوئے۔ ساون میں تاراگڈھ کا محاصرہ ہوا۔ ابھے سنگھ امراؤ سنگھ کو قلعے میں چھوڑ کر خود باہر نکل آیا چار مہینے لڑائی میں صرف ہوئے۔ آخر بادشاہ نے قرآن کی قسم سے عہد و پیمان کیا جے سنگھ راجہ آمیر متوسط تھا۔ اجیت نے شرائط قبول کر کے اجمیر کی واپسی منظور کی ابھے سنگھ نے جے سنگھ کے ہمراہ شاہی لشکر میں جانے کی ضمانت کی۔ ابھے سنگھ نے بتوریہ لکر تلوار کا قبضہ ہاتھ میں لیا اور کہا کہ اس سے بڑھ کر میرا کوئی ضامن نہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بادشاہ نے ابھے سنگھ کی بڑی شان و شوکت سے پیشوائی کی۔ ابھے سنگھ اپنے بزرگوں کی طرح مغرور تھا۔ اس لئے اس کی پیشوائی نے بھی وہی رنگت اختیار کی جو آگرہ میں امراؤ کے استقبال کے وقت رونما ہوئی تھی۔ ابھے سنگھ واقف تھا کہ اس کے باپ کی نشست دائیں طرف ہے۔ پس اس کا بھی مرتبہ اُسی کے برابر ٹھیرا اس لئے وہ دربار میں بڑی بے تکلفی سے بڑھتا ہوا تخت شاہی کے پاس پہنچ گیا۔ اور جونہی زینے پر پاؤں رکھا دیوان نے روکا ابھے سنگھ تلوار نکالنے ہی کو تھا کہ بادشاہ نے رومال اس کے گلے میں ڈال لیا۔ اور یوں دیوان کی جان بچائی۔

اب اجیت سنگھ کے قتل کا واقعہ قابل ذکر ہے۔ ابھے سنگھ کی حاضری دربار اسکو ناپسند تھی وہ جانتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ تاریخوں میں اجیت سنگھ کے قتل کا واقعہ درج نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ابھے سنگھ جانشین و قاتل والد کے ملاحظہ کے بعد ان کی اشاعت ہوئی ہے۔ سورج پرکاش میں اتنا ہی رقم ہے کہ اجیت سنگھ نے سورج کی راہ لی۔ راج روپک نے اس موقع پر سب واقعات کو لکھ کر ہر ایک صفحہ سادہ چھوڑ دیا ہے۔ لیکن ہم نے جو سنا ہے وہ یہاں حوالۂ قلم کرتے ہیں۔

ابھے سنگھ بادشاہ سے ملایا گیا۔ اس کا باپ اس ملاقات سے خوش ہوا۔ مگر زندگی ناپائیدار اور دنیا بے ثبات ہے۔ راؤ رنک راجہ اور پرجا سب کے لئے موت رکھی ہے۔ زندگی موت کا زمانہ کلک قدرت نے خط تقدیر میں پیشتر ہی سے لکھ رکھا ہے جس میں ذرا بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ گوبند جی کی مرضی یہی تھی کہ اندر کا اوتار اجیت سنگھ زندہ جاوید رہے۔ اور دنیا میں نام چھوڑ جائے۔ اجیت سنگھ کے بیکنٹھ باش ہونے سے دشمن کے کلیجے کی پھانس نکل گئی۔ اُس کی ذات سے ہندو دھرم قائم رہا۔ مسلمان بحر ضلالت میں غوطہ زن ہوئے۔ مارواڑ کا مہاراج ادھیراج روسن میں بیکنٹھ کو گیا اُس کے مرنے پر ملک میں بدامنی پھیلی۔ لوگ پڑوسیوں کی صورت سے ڈرتے تھے ہر ایک کا یہی قول تھا کہ اُن کا سورج است ہو گیا لیکن جمراج سے کسی کا بس نہیں۔ پانچوں پانڈو ہمالیہ کے برفستان میں گل گئے۔ ہریشچندر کو بھی موت نے نہ چھوڑا۔ کیا دیوتا کیا انسان اور کیا کیڑے مکوڑے سب حکم قضا سے عاجز ہیں بکرم اور کرن دم میں چٹ پٹ ہو گئے۔ تو اور کسی کا کیا ذکر۔ اسی طرح

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اجیت سنگھ کو بھی جمراج کے سامنے جانا پڑا۔

سمت ۱۷۸۰ میں اساڑھ بدی تیرس کو اُس کا بمان بنایا گیا۔ آٹھ سو امراے دولت اور تیرہ سو جرار سپاہی ہمراہ تھے۔ چتا صندل اور اور خوشبودار چیزوں سے مہک رہی تھی۔ روئی۔ کافور اور گھی ڈالا گیا۔ ناظر اول نے محلات میں صدمۂ ماتم کی خبر کی۔ چوہان رانی سولہ سہیلیوں کے ساتھ نکل آئی اور بولی کہ آج سے بڑھ کر کون خوشی کا روز ہوگا۔ عمر بھر کی رفاقت کا تقاضا یہی ہے کہ پرلوک میں ساتھ رہے۔

سرجنگ کی بیٹی رانی بہتیانی ساکھا جسل بڑی خاندانی تھی۔ اُس نے چکر دھاری سری کرشن چند کا دھیان کر کے عرض کی کہ مہاراج سب قائم رکھئے میں پتی پرمیشر کے ساتھ ستی ہوتی ہوں۔ رانی مرگاوتی دوروالی قدیم دارالریاست بھاٹی کی راجکماری۔ رانی تنور قدیم راجگان دہلی کے خاندان کی بیٹی چاوڑا رانی خاندان انہلواڑہ کی دختر اور رانی شیخاوالی واپٹ رانیاں تھیں ان کے علاوہ اٹھاون داشیہ یہ سب ستی ہونے کو تیار ہو گئیں۔ بھگوان ہری کا نام لے لے کر بولیں کہ زندگی فضول ہے۔ ایک دن کسی نہ کسی بیماری سے چولا چھوڑنا ہی پڑیگا۔ پھر اپنے پران ناتھ کے ساتھ ہی کیوں نہ چتے پر سو رہیں۔ شوہر کے بغیر جینے پر دھرکال ہے یہ کہہ کر سب نے تلسی کا مالا پہنا اور رنیکا کا تلک لگا لیا۔ نانہو ناظر حاضر ہؤا اور بولا مستی ہونا کچھ کھیل نہیں ہے صندل کی سرد لکڑی میں جس وقت آگ لگیگی اُس وقت قدر عافیت معلوم ہوگی۔ تم سے آنچ نہ سہی جائیگی۔ مفت میں خود بھی بدنام ہوگی اور مہاراج کی عزت میں بھی بٹہ لگیگا۔ تم اندرانی کی طرح آرام سے رہیں۔ عطر گلاب کی خوشبو کے سوا جانتی ہی نہیں کہ دنیا میں کیا ہے تم آگ کی آنچ سہہ سکو ناممکن ہے اس کا جواب اُس کو یہ ملا۔ کہ پتی پرمیشر کا ساتھ نہ چھوٹے گا۔ اب ہمیں رنج و راحت سے کیا کام یہ کہکر سب نے سنگار کیا۔ بھاری بھاری جوڑے پہنے دان پن کر کے بمان کو ڈنڈوت کی۔ اراکین سلطنت کبیشر اور پروہت نے چوہان پٹ رانی کو بہت سمجھایا کہ بیٹوں کا سکھ دیکھیں راج کے آنند لوٹیں۔ دان پن اور ایشر کا بھجن کریں مگر رانی سب سے یہی کہتی تھی کہ کنتی رانی نے اپنے مالک کے ساتھ ستی نہ ہو کر مانڈوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے راج پاٹ سے کیا سیکھ اُٹھایا۔ زندگی پانی کا بلبلہ ہے سرائے دنیا فانی ہے پھر ہمیں اپنے پران ناتھ کے ساتھ جلنے میں آسائش کے سوا تکلیف کا کیا خیال ہمیں ضرور ستی ہونگی۔

بمان باجے گاجے کے ساتھ روانہ ہؤا۔ ہری ہری کی آواز گونجنے لگی۔ روپیہ اشرفی کا مینہ برسنا شروع ہؤا۔ ادائیوں کے چہرے سورج کی طرح چمک رہے تھے ابنا دیوی درشنوں کو آئی۔ رانی کا یہی کلام تھا۔ کہ ہر جنم میں میں پتی پرمیشر کا ساتھ نہ چھوڑونگی۔ جس وقت چتے کا شعلہ بلند ہؤا ہر طرف سے آفرین اور احسنت کی آواز آنے لگی۔ سب رانیاں آتش محبت میں جل کر قوم میں سرخرو ہوئیں۔ دیوتا آکاش پر اجیت کو دھنباد دیتے تھے۔ جس کی ذات میں ہندو دھرم رہا اور اُسروں کی سرکوبی ہوئی۔ رانیوں کا ساوتری۔ گوری۔ سرسوتی۔ گنگا اور گومتی نے استقبال کیا۔ اجیت سنگھ تینتالیس برس تین مہینے بائیس دن دنیا کی سیر کر کے امرپور میں مسکن گزیں ہؤا۔

اجیت سنگھ بڑا مشہور راجہ تھا۔ ملک مارواڑ کی مسند حکومت کو اُس نے خاص رونق دی۔ اُس کی زندگی میں بہت ملکی معاملات پیش آئے۔ کابل کے برفستان میں پیدا ہوتے ہی یتیم ہو گیا۔ اس کے رفیق رئیسوں کی جان نثاریوں اور دلاوریوں کی بدولت اُس کی جان صدمات غم۔ خودکشی اور بادشاہ کے مظالم سے بچی رہی۔ صغرسنی کا خطرناک زمانہ کوہ آبو و اربلی میں گذرا۔ ہنوز نابالغ تھا کہ پردہ روپوشی سے نکلا۔ اور قدرتی دلاوری اور بہادر سرداروں کی جانبازیوں سے سلطنت آبائی واپس لینے کا خیال دل میں مضبوط کر لیا۔ دنیا کی کسی تاریخ میں راٹھوروں کی وفاداری کی نظیر دستیاب نہیں ہو سکتی راجہ کی پیدائش کے وقت سے ملکی آزادی حاصل کرنے کے زمانے تک یہ لوگ برابر حق رفاقت ادا کرتے رہے۔ ان وفادارانہ خدمات جاگیرداری کا تاریک پردہ اُٹھا کر تزک و احتشام کی روشنی پھیلا دی۔ راجپوتوں کی قرابت کا اس قدر خیال نہیں جس قدر پاس خون ہوتا ہے۔ جائے غور ہے کہ راجہ کو دیکھے بغیر ان کو چین نہ تھا۔ اور نادیدہ اس کی ہفت سالہ عمر تک انہوں نے کبھی اپنا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خون بہانے میں دریغ نہ کیا۔ کیپٹن کس خوبی سے لکھتا ہے کہ صغیر سن راجہ کو دیکھ کر راٹھوڑ اس طرح خوش ہوئے کہ جس طرح سورج مکھی کا پھول سورج کو دیکھ کر کھل جاتا ہے اور اُس کی نگاہ سے اُنہوں نے اس طرح آب حیات پی کر تازہ زندگی پائی جس طرح پیاسا سواتی کا پانی پی کر تازہ دم ہو جاتا ہے۔

ہر فرقے کے راجپوتوں نے جھبیس سال تک جو کارنامے کیے وہ اوراق تواریخ ہی سے ثابت نہیں۔ بلکہ وہ عمارتیں اُن کی یادگار ہیں جو دھرم کی لڑائی میں کام آنے والوں کی خاک پر ملک بھر میں تعمیر ہیں۔ اُن سے حریفوں کی تاریخیں بھی اُن کے جوہر وفاداری کی قائل ہیں اور کیپٹنوں کی نظمیں ایسی مقبول عام ہیں کہ راجپوتوں کو نہیں بھولتیں۔

اجیت سنگھ شیر دل اور عالی دماغ راجپوت تھا۔ بہادری اُس کی گھٹی میں پڑی تھی۔ گیارہ برس ہی کی عمر میں اُس نے اپنی لیاقتوں سے ملاقات کے وقت اپنے حریف پر ظاہر کر دیا کہ راجپوت ایسے عقلمند ہوتے ہیں۔

بہت سی لڑائیوں میں اُس نے راٹھوروں کی مجموعی قوت سے فتوحات حاصل کیں۔ جنگ سانبھران میں قابل الذکر ہے۔ جو سمت ۱۷۶۵ میں سیدوں سے ہوئی تھی اس لڑائی میں تو صلح ہو گئی۔ لیکن باقی زندگی کا زمانہ جنگ و جدل ہی میں بسر ہوا۔ اجیت سنگھ میں جہاں شجاعت تھی۔ وہاں دغا فریب کی کمی تھی اگر اُس میں دغا بازی کا بھی مادہ ہوتا تو دشمن بالکل زیر و زبر ہو جاتے۔ اُس نے اختتام عمر یعنی فرخ سیر بادشاہ کے زمانے سے محمد شاہ کے عہد تک گویا تخت تیموریہ پر حکومت کی۔ وہ مسلمانوں کے نام سے اپنے بزرگوں کی طرح متنفر تھا۔ اُسے دشمنوں کے خاندان کی تباہی کی کوششوں سے دلچسپی تھی۔ اس کی یہ نفرت نامناسب نہ تھی کیونکہ اُس کے دشمنوں کا برتاؤ نفرت ہی کے قابل تھا۔ فرخ سیر کے خلاف سیدوں سے سازش کا الزام اُس پر عاید نہیں ہو سکتا۔ اس کو اس وقت مصائب سے سامنا تھا۔ اور اطاعت گذاری و قرابت کے فرائض اُسے اسی بات پر مجبور کیے ہوئے تھے۔

اجیت کی زندگی پر کوئی دھبہ ہے تو صرف ایک جس کا ذکر تاریخ میں نہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

درگا داس وہ بہادر شخص تھا جس نے یتیمی اور صغر سنی کے زمانے میں اُس کی حفاظت اور رہنمائی کی جوانی میں ساتھ دیا۔ بادشاہی مراعات کی طمع نہ کی اعزاز و اکرام کا لالچ نہ کیا۔ اطاعت کے سوا مسند حکومت کی آرزو نہ کی مگر وہ اسی شک سے خارج کیا گیا۔ جس کو اُس کی عقلمندی ایمانداری اور بہادری نے دشمنوں سے محفوظ رکھا تھا۔ یہ جلاوطنی کیوں ہوئی اور راجہ نے کس واسطے یہ بدسلوکی کی تاریخ میں درج نہیں۔ لیکن بہادر شاہ کی فوج کے اخبارات میں سے اتفاقیہ ایک اخبار میں یہ تحریر ملی کہ درگا داس مع متعلقین چشمہ نولا واقع اودے پور پر سکونت پذیر تھا۔ رانا کی طرف سے پانچ سو روپیہ روزگذارے کے لئے ملتے تھے بہادر شاہ کی طلبی پر رانا نے صاف انکار کر دیا۔ کہ درگا داس حاضر دربار نہیں ہو سکتا اس کی تحقیقات کے لئے میں نے ایک تاریخدان جتی سے دریافت کیا اُس نے کبیشر کا یہ مصرعہ پڑھ دیا۔

درگا داس دیس سے نکارجیا۔ گون کنکانے

مراد یہ کہ درگا داس کی جلاوطنی پر کنکانی کا قیام ایک کنیز زادہ کو عنایت ہوا۔

کنکانی خاندان کرلوت کا اصلی شہر دریاے لونی کے شمالی ساحل پر واقع ہے۔ درگا یہیں کا رئیس تھا۔ مگر اب داخل خالصہ ہے۔ کرلوت قوم کے لوگ اپنے مردے یہیں جلاتے ہیں۔ اس قوم کی چھتریاں بکثرت بنی ہوئی ہیں معلوم نہیں کہ درگا داس کی چھتری وہاں موجود ہے۔ یا ناشکری کی وجہ سے اُس کی یادگار مفقود کر دی گئی۔ ہماری راے میں جاگیرداری کے اصول میں اچھائیاں بھی بہت ہیں۔ اور برائیاں بھی بہت ہوتی ہیں۔ چنانچہ دیکھ لیجئے عمر بھر کی وفاداری لوگوں کی لگائی بجھائی سے خاک میں مل گئی۔ تاریخ میں جرم کا ذکر نہ ہو۔ لیکن صورت معاملہ عبرت سے خالی نہیں۔ دوسرا جرم واقعی خلاف تھا جس سے ابھے سنگھ سے جس قدر نفرت ہوتی ہے اسی طرح درگا داس سے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب - ۱۰

فرزند کے ہاتھ سے اجیت سنگھ کی موت۔ مارواڑ میں آشوب۔ ابھے سنگھ کا بادشاہ کے ہاتھ سے راج تلک جودھ پور کو واپسی۔ پیشوائی۔ داد و دہش۔ مارواڑ کے کبیشر۔ کرن کبیشر مورخ مارواڑ۔ ماروی بنانے کی ضروریات۔ فتح ناگور۔ بخت سنگھ بھائی کو جاگیر کا عطیہ۔ جاگیرداروں پر غلبہ۔ دربار میں حاضری کا حکم۔ ریاست کا دورہ۔ چیچک۔ دربار میں حاضری صوبہ دار گجرات اور راجہ دکن کی سرکشی۔ دربار کی کیفیت۔ سرکشوں کی سرکوبی کے لئے بیڑے کی موجودگی۔ اور رئیسوں کا اجتناب۔ راجہ راٹھور کی رضامندی جنگ روانگی اجمیر اور تقویت کا انتظام۔ راجہ آمیر سے لشکر میں ملاقات۔ بربادی سلطنت کا مشورہ۔ بخت سنگھ سے میرتا میں ملاقات۔ جودھ پور میں واپسی۔ کھیڑ یعنی افواج جاگیرات کا اجتماع۔ توپوں کی پرستش۔ قوم مینا کا موشیوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پر دست تغلب راجپوت لشکر کی گنتی قلعۂ سروہی پر ابھے سنگھ
کی فتح۔ راجہ سروہی کی اطاعت۔ دختر سے ابھے سنگھ کی
شادی۔ فوج سروہی کا ابھے سنگھ کے زیر علم اجتماع۔ مہم
احمد آباد میں روانگی۔ صوبہ دار کی طلبی۔ راجپوتوں کی لڑائی
کے لئے مشورت۔ بخت سنگھ کی سپہ سالاری۔ سرداران
راٹھور کی کمر بانا پنسکر عزم جنگ۔ سربلند خان اور اس کی
کوشش جنگ۔ توپوں پر انگریزی گولہ اندازوں کی
تعیناتی۔ انگریزی بندوقچیوں کی موجودگی۔ راٹھور کی
فتحیابی۔ سربلند خاں کی حاضری۔ گرفتاری اور بادشاہ
کی خدمت میں روانگی۔ گجرات میں ابھے سنگھ کی حکمرانی
لشکر راجپوت کی مردم شماری۔ تواریخ راج روپک و
سورج پرکاش کا خاتمہ۔ ابھے سنگھ کی جودھپور میں
مراجعت۔ گجرات کا اسباب غنیمت۔

اجیت سنگھ ابھے سنگھ اپنے فرزند کے ہاتھ سے جان بحق تسلیم ہوا۔ اس خونریزی
سے مارواڑ میں ابتری پھیل گئی۔ اگر ابھے سنگھ تیسری چوتھی پشت کے بعد بے سعادتی
سے کام نہ لیتا۔ تو مارواڑ کے تاجدار ہندوستان کے مہاراج ادھیراج ہو جاتے اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مرہٹوں کا عروج اس آسانی سے نہ ہونے پاتا۔

کبیشر کا بیان ہے کہ سمت ۱۷۸۱ میں اجیت سنگھ نے سورگ کی راہ لی محمد شاہ شاہنشاہ دہلی نے اپنے ہاتھ سے اجیے سنگھ کا راج تلک کیا۔ سر پر طرّہ باندھا۔ مرصع شمشیر کمر میں لگائی۔ چنور۔ نقارہ۔ نوبت کے علاوہ بہت سے تحفہ تحائف مرحمت کئے۔ اور وہی اعزاز عطا فرمایا جو اجیت سنگھ کو حاصل تھا۔ فرزند امرا کی سند ناگور بھی اس کے نام منتقل ہوئی۔ ان سرفرازیوں کے بعد وہ جودھپور میں آیا۔ راستوں میں عورتیں پانی کا کلس لئے ہوئے کھڑی تھیں۔ وطن میں پہنچ کر اجیے سنگھ نے رؤسائے ریاست۔ کبیشروں اور چارن لوگوں کو خلعت فاخرہ عنایت کئے اور پروہتوں کو جاگیریں بخشیں۔

راجہ صحرائی کا ذکر تضیع عبارت کے ساتھ تاریخوں میں درج ہے جس سے اس کے دربار کی کیفیت دلنشیں ہوتی ہے۔ کرن کبیشر نے بھی راجپوتانہ کی آزادی کے آخری دور میں داد سخندانی دی ہے۔ لیکن یہاں مارواڑ کی تاریخ ہی کا نفس مضمون تحریر کیا جاتا ہے۔

کرن کبیشر راجہ جے چند والی قنوج کے کبیشر کی اولاد میں تھا۔ امور جہانبانی سے نہایت ہی واقفیت تھی۔ جیسا قلم کا دھنی اور صاحب علم تھا۔ ویسا ہی فنون حرب وضرب سے ماہر۔ راجاؤں کی باہمی معرکہ آرائیوں میں اُس کے قدم آگے پڑتے تھے۔ جن محاربوں میں راجپوتوں کے سرناموری کا سہرا رہا اُن میں یہ مقدمۃ الجیش ہی نہ تھا بلکہ وہ جوہر شجاعت دکھائے کہ باید وشاید۔ فن شاعری میں وہ اپنے والد کا جائز وارث ہی نہ رہا بلکہ نظم قالب میں فصاحت وبلاغت کی تازہ روح پھونکی۔ اُس نے مشکلات زمانہ میں اس قدر کتب کی سیر کی اور اتنی تاریخی تحقیقات بہم پہنچائی کہ گمنام سے گمنام خاندانوں کے حالات اُس کے ذہن میں تھے۔ اور جو داگڈھ کے پھاٹک پر وہ ایک مکمل تاریخ راجگان مارواڑ کی تیار کر سکتا تھا۔

جدید حکومت کی داد و دہش آزادی کو روک نہ سکتی تھی راجہ کے مراحم خسروانہ کے بعد ہی ناگور کا محاربہ پیش آیا۔ یہ مقام اُن ایام میں قدیم راجگان مندور کو عنایت ہوا تھا جب اجیت سنگھ اورنگ شاہ میں ان بن تھی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جس وقت بائیس صوبوں کی فوج نے اجمیر کا محاصرہ کیا ارادت خاں بنگش وصول کنندۂ جزیہ نے ناگور کی گدی اندر کو دے دی۔ ہولی کا تیوہار گذرتے ہی توپوں کی پرستش ہوئی بکروں کا بلدان ہوا۔ خون نیل اور سندور سے توپوں کے منہ رنگے گئے فوجیں چاروں طرف خیمہ زن ہوئیں۔ ابھے سنگھ نے شاہی فرمان اور جے سنگھ آمیر والا کی سند معافی پر توجہ کی اور ناگور کو جا گھیرا۔ اندر سنگھ کو سوا اس کے کچھ چارہ نہ تھا۔ کہ قلعہ لا ئیں ابھے سنگھ کے حوالے کر دے۔ ابھے سنگھ نے اپنے بھائی بخت سنگھ کو قلعہ سپرد کر دیا۔ میواڑ۔ جیسلمیر۔ بیکانیر اور آمیر سے پیغام مبارکباد آئے۔ اور اُس نے جودھ پور کی راہ لی۔ رعایا اُس کے دیدار فرحت آثار سے شاد و خرم ہوئی سمت ۱۷۸۱ ان واقعات میں گذرا۔

سمت ۱۷۸۲ میں ابھے سنگھ نے اپنی سرحد مغربی کے بھومیا لوگوں کی سرکشی کا تدارک کیا۔ سندل۔ بورا۔ بالا۔ بورا۔ مالیچا اور سوداتھو میں حلقۂ اطاعت میں آگئیں۔

سمت ۱۷۸۳ میں اس کی تخت دہلی سے طلبی ہوئی۔ اُس نے سر تسلیم خم کیا امرائے ریاست کی یاد ہوئی۔ اسی عرصے میں اُس نے ملک مقبوضہ کی سیر کی جا بجا قلعوں کو مستحکم کیا پربت سر میں سیتلا کی کرپا ہوئی۔ اہل قوم نے جگت ماتا سیتلا جی سے مالک کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگیں۔

سمت ۱۷۸۴ میں ابھے سنگھ روانہ دہلی ہوا بادشاہ کی طرف سے عمدۃ العمائد سلطنت خان دوران خاں نے استقبال کیا۔ حاضری دربار کے وقت بادشاہ نے اپنے قریب بلا کر گوہر افشانی کی۔ اے آمدنت باعث آبادی ما۔ مہاراجہ راج راجیشور بہت دنوں کے بعد آپ نے چشم اشتیاق کو روشن کیا۔ میں اپنی دلی مسرتوں کا اظہار نہیں کر سکتا۔ آپ کی تشریف آوری سے رونق ہی کچھ اور ہے رخصت کے وقت بادشاہ نے ابھے پور میں اُس کے لئے عمدہ عمدہ شمالی میوے عطر گلاب وغیرہ تحفۃً ارسال کئے۔

ابھے سنگھ کو کل امرائے سلطنت پر ترجیح دی گئی اسی سال کے آخر میں سربلند خاں نے حلقۂ اطاعت سے سر نکالا راٹھور کو جوہر نمائی کا موقع ہاتھ آیا۔ کرن کبیشر اس موقع کی کیفیت یوں رقم کرتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دکن میں آتش فساد شعلہ زن ہوئی۔ فرمانروائے صحرائی نے ساٹھ ہزار فوج سے مالوہ۔ سورت اور احمد آباد پر فوج کشی کی۔ اور گردھر بہادر۔ ابراہیم قلی۔ رستم خاں و شجاعت خاں۔ سپہداران مغلیہ کو تہ شمشیر کیا۔ بادشاہ نے پچاس ہزار فوج اور ایک کروڑ روپیہ ساتھ کر کے سربلند خاں کو روانہ کیا۔ لیکن اس کی دس ہزار فوج پہلی ہی لڑائی میں ہمت ہار گئی۔ اور صلح کر کے ملک کا حصہ بانٹنا شروع کیا۔

ابھے سنگھ دربار سے رخصت ہونے کو تھا مگر کبیشر مذکور رقمطراز ہے کہ:۔

شاہنشاہ اورنگ سلطانی پر رونق افروز تھا۔ ارکان اعظم مثل قمر الدین خاں وزیر اعتماد الدولہ خاں دوران میر بخشی یعنی سپہ سالار۔ صمصام الدولہ۔ امیر الامرا منصور علی۔ روشن الدولہ۔ طرہ باز خاں۔ رستم جنگ۔ افغان خاں۔ خواجہ سید الدین میر آتش یعنی افسر توپخانہ۔ سعادت[1] خاں۔ برہان الملک داروغۂ خاص۔ عبد الصمد خاں۔ دلیل خاں۔ ظفر مآب خاں صوبہ دار لاہور۔ دلیل خاں میر جملہ۔ خانخاناں ظفر جنگ ارادت خاں۔ مرشد قلیخاں۔ جعفر خاں۔ الہ وردی خاں نواب بنگالہ۔ مظفر خاں حاکم اجمیر وغیرہ حاضر دربار تھے۔ جب سربلند خاں صاحب کی شرارتوں کی حسب ذیل خبر پڑھی گئی۔

گجرات پر سربلند خاں خود قابض ہو گیا۔ اقوام قلی تہ تیغ ہوئیں۔ مندلا۔ جھالا حور اسما۔ بدھیل اور گوہیل قومیں زیر ہو گئیں۔ بالا قوم کے لوگ ہلاک کر دیے گئے۔ ہالا لوگ خراج گذار ہو گئے۔ بھومیا لوگوں نے توپخانہ کے ڈر سے قلعہ حوالے کر دیا۔ گجرات کے سترہ ہزار دیہاتوں کی قومیں اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کرنے لگیں احمد آباد میں اُس نے سکہ حکومت بیٹھا لیا۔ سو تھروں سے صلح ہو گئی۔

شاہنشاہ کو رفع فساد کی فکر پڑی اس کو خوف تھا کہ سربلند خاں کی دیکھا دیکھی اور صوبہ دار بھی سرکشی نہ کر بیٹھیں۔ ذکریا خاں شمال میں۔ سعادت خاں مشرق میں نظام الملک جنوب میں کوس آزادی بجانے ہی لگے تو پھر رعب تخت کا خدا ہی حافظ ہے۔

---

[1] بعد میں صوبہ داری اودھ اسی کو ملی تھی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شاہنشاہ نے سونے کے طشت میں بیڑا منگایا میر تزک تمام امرائے عظام کے سامنے طشت لے گیا مگر جیالے سے جیالے اور بہادر سے بہادر امیروں کی جرأت نہ ہوئی کہ بیڑا اٹھالیں۔ بیڑا اٹھانا کیا سب کے چہروں پر ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں۔

جو بادشاہ گدا کو بست ہزاری منصب دے سکتا تھا اور جو بست ہزاری منصب والے کو فقیر کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔ سناٹے میں ہو گیا۔ ایک امیر کہتا تھا۔ میں کہئے تو بجلی کو مٹھی میں بند کرلوں۔ مگر سربلند خاں کے سامنے جرأت نہیں پڑتی دوسرے کا کلام تھا کہ جسے بھنور میں کشتی ڈبونا ہو وہ ایسے زبردست حریف سے مقابلہ کرے۔ تیسرے امیر کی نوبت آئی تو بولا کہ سانپ کی زبان پکڑنا مشکل نہیں سربلند خاں سے سربر ہونا دشوار ہے۔ ایسی ایسی باتیں سننے سے بادشاہ سخت مغموم ہوا۔ اُس نے بڑی مایوسی کے ساتھ میر تزک سے کہا کہ اچھا بیڑا ادھر لا۔

راجہ راٹھور سے بادشاہ کی مایوسی نہ دیکھی گئی۔ جس وقت وہ آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے دربار سے اُٹھنے لگا۔ ابھے سنگھ نے بیڑا ہاتھ میں لیکر پگڑی میں رکھتے ہوئے عرض کی کہ جہاں پناہ آپ بے فکر رہیں۔ سربلند خاں مال ہی کیا ہے میں اُس کا سر کچلے بغیر منہ نہ دکھاؤنگا۔

بادشاہ بیحد خوش ہو گیا۔ فوراً ہی سند گجرات عطا کی۔ ارکان سلطنت دل ہی دل میں جل اُٹھے اور بادشاہ نے ابھے سنگھ سے فرمایا کہ تمہارے آباؤ اجداد اسی طرح تخت مغلیہ کے پشت پناہ رہے ہیں۔ خرم اور بھیم کے فساد کو اُنہیں نے دور کر کے حضرت جہانگیر کے تردد رفع کئے۔ مجھے بھی یقین ہے کہ تم محمد شاہ کے اورنگ حکومت کی بھی توقیر اور عظمت برقرار رکھو گے۔

بادشاہ نے بہت سے قیمتی تحائف اور سات عدد جواہرات بے بہا بطور اعزاز اور اکیس لاکھ روپیہ بنا بر خرچ فوج مرحمت فرمایا تو بیس ہمراہ کیں اور ابھے سنگھ ماہ اساڑھ سمت ۱۷۸۶ میں احمد آباد و اجمیر کی سند صوبہ داری لے کر بادشاہ سے رخصت ہوا۔

سربلند خاں کی سرکشی سے تقسیم سلطنت کی بنیاد پڑی۔ جون ۱۷۱۳ء میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

راجہ بادشاہ سے رخصت ہو کر اس نیت سے عازم اجمیر ہوا کہ وہاں کے قلعے پر قبضہ کر کے کل راجپوتانہ کی کنجی کو اپنے ہاتھ میں لے لے اور راجۂ آمیر سے بھی رائے لے کہ اس موقع نازک پر مصلحت وقت کیا ہے۔ جے سنگھ ان دنوں پشکر میں بزرگوں کے شرادھ کرم کرنے آیا تھا۔ دونو راجے اسی مقام پر ہمنوالہ و ہم پیالہ ہوئے اور باہم مشورت کی۔

ابھے سنگھ اجمیر کا انتظام کر کے میرتا گیا۔ جہاں اس نے اپنے بھائی بخت سنگھ سے ملاقات کی اور ناگور کی جاگیر عطا کی۔ رئیسان ریاست علاقوں پر واپس کیے گئے اور انہیں حکم ہوا کہ اپنی اپنی فوجیں سربلند خاں کی سرکوبی کے لئے فراہم کریں۔ کل جاگیردار اپنی فوجیں لے کر جودھپور کی فصیل کے سائے میں خیمہ زن ہوئے۔ بڑوانل۔ مگر مکھی وغیرہ نام کی توپیں پوجی گئیں۔ بکرے بل چڑھائے گئے۔ خون چھڑکا گیا

ابھے سنگھ نے بالفعل میدان جنگ کا ارادہ ملتوی کیا اور گمبیٹر کی تمام جاگیرداری فوج سے سروہی کے جری و دلیر راجہ کی سرکوبی مناسب سمجھ کر اس چھوٹی سی ریاست کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

جب ابھے سنگھ کی فوج نشۂ انیون میں بیخود تھی اربلی کی پہاڑی قوم مینا مولیشی ہانک لے گئی۔ ابھے سنگھ نے اس وقت تو یہ کہکر ٹالدیا کہ چلو گھاس چارے کی فکر سے چھٹی ملی۔ لیکن خیریت یہ ہے کہ جب فوج روانہ ہوئی تو مینا لوگوں نے سب مولیشی حاضر کر دئے۔ اس وقت ابھے سنگھ بولا۔ کہ دیکھا مینا قوم کیسی دیانتدار ہے۔

اس فوج میں صرف دو مسلمان رئیس تھے باقی ہندو جن میں کوٹا کی ہاڑا۔ بوندی کی کچھی۔ بگاگروں کے گور۔ شیوپور کے کچھواہہ آمیر اور سوڈھا کی جنگلی اقوام راجہ مارواڑ کے زیر علم اپنے اپنے سرداروں کے ماتحت تھیں۔ اور مارواڑ کے تمام جنگلی فرقے تخت سنگھ کے زیر حکم تھے۔

چیت سدی دشمن کو ابھے سنگھ جودھپور سے چلا بھدراجوں۔ بالگڈھ۔ سیوانہ اور جالور ہوتا ہوا ربوار پر حملہ آور ہوا۔ دشمن خوب جان پر کھیلے اور بہت سے چانپاوت بہادروں نے جان دیدی کوہستان کی دیو۔ اقوام سر پر پاؤں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رکھ کر بھاگی۔ ابھے سنگھ قلعے میں تھوڑی سی فوج معین کر کے بوسالیو کی طرف بڑھا کوہ آبو پر دہشت طاری ہوئی راؤ نرائن داس راجہ سروہی گھبرا اُٹھا لڑائی کی تاب نہ تھی اور تجویز کی کہ مان سنگھ کی لڑکی کے ساتھ شادی کر دوں۔

میارام راجپوت رئیس قوم چاوڑا شادی کا پیغام لے گیا۔ اور نارجیل کے ساتھ آٹھ گھوڑے پیش کیے کے چار ہاتھیوں کی قیمت بھی نذر کی۔ جنگ ملتوی ہوئی شادیاں شادی بجا جس کے دس مہینے بعد رام سنگھ کی جودھ پور میں ولادت ہوئی۔ اس شادی کے علاوہ راؤ نرائن داس نے کچھ خفیہ خراج بھی مقرر کیا جس کو اصطلاح میں پیش اچھانی کہتے ہیں۔

راجہ دیورا نے بھی ابھے سنگھ کی شرکت کی۔ فوجیں ساحل سرستی پر پالن پور اور سدیوا کی راہ سے گذریں۔ یہاں سے سربلند خاں کو پیغام دیا گیا کہ سامان حرب وضرب۔ توپ و تفنگ داخل کرے۔ محاصل تحصیل شدہ کی حساب فہمی کرائے فوج قلعۂ احمد آباد اور دیگر مقامات سے ہٹا لے۔ مگر سربلند خاں کا جواب صرف یہ تھا کہ

میں بادشاہ وقت ہوں احمد آباد اُس کی جان کے ساتھ ہے۔

اس خود سرانہ جواب پر راجپوتوں نے باہم مشورت کی۔ سب سے پہلے کوسل فرزند ہرناتھ اولاد چمپاوت سنگاسن کی دائیں جانب سے اور پھر کنہی رام اسوب والا رئیس کمپاوت بائیں طرف سے بولا کہ ہم پن ڈبی کی طرح دریائے جنگ میں غوطہ زن ہو کر شکار مارینگے ان کے بعد کیسری میر تیار رئیس سرمورا دوارت رئیس جنگ آزمودہ۔ رئیس کہانو ایک زبان ہو کر بولے کہ اپسراؤں سے ناموری کا سہرا ہمیں لینگے۔ کیسریا بانا پہنکر برچھی کی نوک سے سربلند کے سر مغرور کو گل بازی نہ بنایا تو کام ہی کیا کیا۔ فتح سنگھ چانپاوت اور ابھے مل کر ماوت چلا اُٹھے کہ لڑو مارو نام پیدا کرو۔ کرن چمپاوت گرجا کر اپسرائیں ہمیں امرت کا پیالہ پلائینگی۔ سورج لوک ہمیں جاگیر میں ملیگا۔ یہ کہتے ہوئے بہتوں نے کیسریا بانا پہن بھی لیا۔ اور سورج منڈل میں جانے کو تیار ہو گئے۔

بخت سنگھ اب استادہ ہؤا اور ابھے سنگھ سے بولا کہ راؤ بھائی آپ خیمہ سے سیر دیکھیں میں سربلند کے لئے کافی ہوں۔ اس وقت ایک برتن میں کیسر کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا رنگ موجود تھا جو جانبازی کے لئے تیار ہوتے جاتے تھے۔ راجہ اُن کے لباس پر وہی رنگ چھڑکتا جاتا تھا۔

سربلند خاں نے دروازے پر دو ہزار جرار سپاہی تعینات کئے تھے اور پانچ توپیں لگا رکھی تھیں جن پر گورے مقرر تھے۔ ان کے علاوہ بندوقچی گوروں کی فوج بھی اُس کے ساتھ تھی۔ گولوں کی بارش شروع ہوئی ہی تھی کہ سربلند خاں کا بیٹا نذر اجل ہوا۔ بخت سنگھ نے بڑی بہادری سے دھاوا کیا فریقین خوب جان توڑ کر لڑے کوسل چانپاوت نرگ لوک کو راہی ہوا ہر ناتھ کے فرزند کی جانبازیاں غروب آفتاب سے قبل حیرت انگیز تھیں۔ بڑے بڑے نامی اور بہادر راجپوت اس معرکے میں کام آئے۔ ابھے سنگھ اور بخت سنگھ کی تلواریں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں بہت سے مخالف سرداران کی تلوار سے لقمۂ اجل ہوئے۔ اومرا محافظ اجمیر کے ہاتھ سے پانچ دو ہزاری و سہ ہزاری افسروں کی جان گئی۔

آٹھ گھڑی دن رہے سربلند خاں کے قدم اُکھڑ گئے۔ الہ یار کو بخت سنگھ نے بڑی مردانگی سے خاک پر سلایا۔ سربلند خاں زخمی تھا ہاتھی ہرن کی طرح بھاگا چار ہزار چار سو ترانوے مقتولین میں ایک سو پالکی سوار آٹھ فیل نشین تین سو معزز باریافتگان دیوان عام تھے بولاکھ خاں انگریز کا عجیب وغریب نام بھی اس فہرست میں شامل پایا گیا۔

ابھے سنگھ کی فوج کے ایک سو بیس نام آور رئیس پانچ سو سوار قتل ہوئے مجروحوں کا شمار سات سو تھا۔ دوسرے روز سربلند خاں سب سامان حرب و ضرب اور اسباب شان وشوکت لے کر قدم بوس ہوا ابھے سنگھ نے اُسے اپنی فوج کی حراست میں آگرہ بھیجدیا۔ زخمی مغل بھی ہمراہ بھیجے گئے جن میں سے بہتوں نے راستے میں دم توڑ دیا۔ ابھے سنگھ بڑا شیر دل ضابط اور نڈر آدمی تھا۔ لیکن عزیزوں کی موت سے اُس کا دل اُداس رہا۔ اس کے زیر حکومت گجرات کے سترہ ہزار مارواڑ کے نو ہزار اور متفرق ایک ہزار شہر تھے۔ ایدر۔ بھوج۔ بھاکر۔ سندھ سروہی۔ جھالوک ران۔ فچپور۔ جیسلیر۔ ناگور۔ ڈونگر پور۔ بانسواڑہ۔ لوناوار اور ملودھر کے راجے روزانہ صبح کے وقت مجرا عرض کیا کرتے تھے۔ سربلند خاں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سنہ ۱۷۳۱ء میں زیر ہوا۔ فتح کا دن سمت ۱۷۸۷ کا وہ مبارک دسہرہ تھا جس روز سری رام چندر جی نے لنکا پر فتح پائی تھی۔

ابھے سنگھ نے انتظام گجرات کے لئے سترہ ہزار فوج چھوڑی اور تمام اسباب غنیمت جودھ پور میں لے آیا۔ جس میں سے چار کروڑ نقد اور ایک ہزار چار سو توپیں اور بہت سا اور سامان حرب وضرب اپنے تصرف میں لایا۔ جس زمانے میں سلطنت کمزور ہوئی۔ اسی اسباب غنیمت سے اُس نے قلعے تعمیر کئے۔ فوج کو تقویت دی اور عام ملک گیری کی خواہش کے ایام میں اُس نے ایسا انتظام کیا کہ کبھی ہاتھ سے مطلب نہ جانے دیا +

باب - ۱۱

بھائیوں میں حسد باہمی۔ ابھے سنگھ کو بخت سنگھ کے آوازۂ بہادری سے دغدغہ۔ کرن کبیشر کی تارک الوطنی اور جودھپور سے ناگور میں نقل مقام۔ بخت سنگھ کی بھائی کے خلاف کوشش۔ ابھے سنگھ کا حملۂ بیکانیر۔ رئیسان مارواڑ کے محصورین کو رسد رسانی۔ بخت سنگھ کی بھائی سے ہمدردی اور راجۂ آمیر کی سرکوبی کا عزم۔ بھائی کی عدم موجودگی میں حملۂ جودھ پور کا مشورہ جے سنگھ آمیر والا کا اتفاق رائے۔ رئیسان آمیر کی مخالفت بخت سنگھ کے قاصد کی پیغام رسانی۔ جے سنگھ کو خیال مطلب برآری۔ تحریر خط بنام ابھے سنگھ۔ جواب۔ راجہ آمیر کا اجتماع

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لشکر۔ راجگان مختلف کی اعانت۔ ایک لاکھ فوج کی فراہمی۔ سرحد مارواڑ پر روانگی۔ ابھے سنگھ کی طرف سے محاصرۂ بیکانیر کی موقوفی بخت سنگھ کا تعجب خیز برتاؤ۔ اہل ناگور سے قول وقسم۔ چیدہ بہادروں کی ہمراہی۔ گنگاریا میں صف آرائی۔ بخت سنگھ کی طرف سے حملہ۔ اُس کی دلاوری اور نقصان فوج۔ صرف ساٹھ مردان کارزار سے راجہ آمبیر پر دھاوا۔ حریف کی میدان جنگ سے رخصت۔ آمبیر کبیشر کی بخت سنگھ کی ثنا و صفت میں گلفشانی۔ تیسرے حملے کے لئے کرن کبیشر کی مجاہ قتل اعزہ پر بخت سنگھ کا افسوس۔ رانا کی طرف سے تجویز صلح بخت سنگھ کے خاندانی دیوتا پرجے سنگھ کی دست برد۔ پھر واپسی۔ ابھے سنگھ کی وفات۔ عادات وخصائل ابھے سنگھ

محاربۂ گجرات کے بعد تھوڑے ہی دنوں امن رہا۔ جس قدر ابھے سنگھ کی افیون نوشی سے آرام طلبی بڑھتی گئی اسی قدر اُس کے بھائی بخت سنگھ کی جوانمردی وجنگ آزمائی سے اُس کے مخمصے زیادہ ہوتے گئے۔ بخت سنگھ کی مایۂ بساط صرف جاگیر ناگور تھی وہ جانتا تھا کہ اُس کے وحشیانہ خصائل اُس کے وہ ہموطن اور شریر النفس لوگ بھی ناپسند کرنے لگے جو اس کے اثر اور برّش شمشیر کی قدر کرتے تھے علاوہ بریں اُسنے قلعۂ ناگور تین سو ساٹھ شہروں کی حکومت دوسرے کے ملک میں قائم رکھنا اعانت غیر اور نزاعات اندرونی کے بغیر دقت طلب معلوم ہوتا تھا۔ یہ اسی خیال میں غلطاں پیچاں تھا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ کرن کبیشر جودھ پور سے ناگور میں وارد ہوا۔ اُس کے ہم قوموں کی طرح اس میں چالاکی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ اُس نے رائے دی کہ راجہ ابھے سنگھ کو راجہ آمیر سے بھڑا دینا مفید حاصل ہوگا۔ چنانچہ اسی رائے پر عملدرآمد شروع ہوا۔

بیکانیر کا راجہ مارواڑ کی ایک آزاد چھوٹی شاخ میں ہے۔ اُس نے کسی وقت ابھے سنگھ سے سرتابی کی تھی۔ شاہنشاہ دہلی کا ضعف حکومت دیکھ کر اُس نے اُس سے عوض لینے کی ٹھانی محاصرہ کو کئی ہفتے گذر گئے بخت سنگھ ناگور میں سوچا کہ بیکانیر کو خفیہ مدد دے کر اپنا مطلب گانٹھے۔ رعایا اور رفیقوں کا گروہ ابھے سنگھ کے ساتھ مصروف جانبازی تھا۔ مگر باہمی لڑائی میں حصول فتح کی خواہش محض بے سود تھی۔ ابھے سنگھ کے اہل لشکر ہی محصورین کو خفیہ طور پر افیون۔ نمک اور سامان حرب وضرب بہم پہنچاتے تھے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو راجہ بیکانیر ابھے سنگھ کی اطاعت قبول کر لیتا۔ اس امداد مخفی کی وجہ یہ تھی کہ لشکر ابھے سنگھ میں بیکانیر کے وہ ہم قوم شریک تھے جن کا مورث اعلے سیاجی تھا۔ اور جن کی بیکانیر میں آمد و رفت رہتی تھی۔ چنانچہ اس محاصرے میں راجہ بیکانیر قائم رہا۔ اور مخالف طاقت آزمائش کی کسوٹی پر کس لی۔

بخت سنگھ کو فکر ہوئی کہ جے سنگھ تک یہ معاملہ کیونکر پہنچایا جائے کرن نے عرض کی کہ اُس کا سر سخوت بلند کیا جائے۔ اور کہا جائے کہ ابھے سنگھ کے بزرگوں نے آمیر کے ساتھ جو بدسلوکیاں کی ہیں اُن کے عوض میں توپ و تفنگ سے کام لینے کا موقع اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔

خط لکھا گیا اور بیکانیر کے سفیر موجودہ دربار کو جے سنگھ کی خدمت میں جانے کی اجازت ملی۔

جے سنگھ چھٹ پینے سے شراب کا عادی تھا اُس نے حکم دے رکھا تھا کہ نشہ کی حالت میں ملکی معاملات کا اُس کے سامنے ذکر تک نہ کیا جائے۔ سفیر آمیر میں پہنچا روسائے سلطنت نے خط پڑھا۔ اُن کی رائے نہ ہوئی کہ رشتہ داروں کے باہمی جھگڑوں میں دست اندازی کی جائے لیکن بدیادھر وزیر اعظم ریاست اس کا دوست تھا اُس نے راجہ سے ملا دیا سفیر نے گذارش کی کہ بیکانیر مصیبت میں گرفتار ہے اور آپ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی اعانت کا محتاج ہے راجہ بیکانیر آپ ہی کو اپنا مالک مانتا ہے نہ کہ ابھے سنگھ کو
یہ الفاظ ہی جوش ابھارنے کو کم نہ تھے اُس پر نشۂ شراب نے گویا مست کے ہاتھ میں
تلوار دے دی فوراً ابھے سنگھ کے نام خط لکھا کہ ہم آپ سب ایک ہی معزز خاندان کے
فرمانروا ہیں آپ کو چاہیئے کہ بیکانیر کے محاصرے سے ہاتھ اُٹھا لیجئے یہ لکھ کر اُس نے
شراب کا ایک پیالہ پھر خالی کیا اور مونچھوں پر تاؤ دے کر لفافہ بند کرنے کی اجازت
دی۔ سفیر اسی عرصے میں بول اُٹھا کہ مہاراج اتنا اور بڑھا دیجئے کہ میں جے سنگھ ہوں
سفیر نے دل میں کہا وہ مارا اور فوراً ہی سانڈنی سوار کو خط دے کر ابھے سنگھ کے
پاس روانہ کر دیا۔ اس کے جاتے ہی رئیس بھانسکو جے سنگھ کے پاس آیا۔
اس سے اور اُس سے گہری دوستی تھی۔ چنانچہ باتوں باتوں میں خط کا ذکر
بھی آگیا۔ اور جے سنگھ کی زبان سے نکلا کہ ایک عزیز کی اس سے دشمنی
ہو گئی۔ رئیس بھانسکو زمانہ دیدہ شخص تھا۔ اُس نے کہا کہ جلدی خط واپس منگاؤ
ورنہ کچھواہہ قوم کا نام و نشان باقی نہ رہیگا۔ جب تک سوار پہنچیں پہنچیں نیر کمان
سے نکل چکا تھا۔ رسوئیں کے وقت رئیسان آمیر کو کیفیت معلوم ہوئی مسمی دیپ
سن رسیدہ شخص تھا اس نے جے سنگھ سے کہا۔ کہ آپ نے بڑی غلطی کی اس
کا نتیجہ اچھا نہیں۔

شتر سوار واپس آیا جے سنگھ نے بآواز بلند خط پڑھا۔ جس میں تحریر تھا۔
کہ آپ کو ہمیں حکم دینے کا کیا منصب حاصل ہے۔ اور آپ ہمارے ماتحتوں
کے معاملات میں دخل در معقولات دینے والے کون۔ اگر آپ جے سنگھ ہیں تو
بندہ بھی ابھے سنگھ ہے۔

دیپ سنگھ بولا۔ کیوں۔ دیکھ لیا۔ مگر خیر ہر چہ باداباد۔ رفیقوں کو بلایئے
دیکھا جائیگا۔ دروازۂ ریاست کے باہر فوجی جھنڈا گاڑا گیا۔ کل خاندان کے لوگ
سر بکف ہو گئے۔ ہاڑا کوٹہ والا۔ بوندی والا۔ چاندون قرولی والا۔ بھوریا ساہ
بروا والا۔ کھچی اور جاٹ کی کمک پہنچی قلعہ آمیر میں ایک لاکھ آدمی گنے گئے
یہ لشکر عظیم گنگو ناوا قع سرحد مارواڑ میں خیمہ زن ہوا۔ اور ابھے سنگھ کی آمد کا
انتظار ہونے لگا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ابھے سنگھ فوج کشی کی خبر پاتے ہی آگ بگولا ہوگیا۔ اور محاصرۂ بیکانیر سے دستکش ہوکر جے سنگھ کے مقابلے کے لئے پیک صبا کا ہمعنان ہوا۔

بخت سنگھ گھبرایا کہ یہ تو بات کا بتنگڑ ہوگیا۔ اُس کی خواہش تھی کہ سرحدی راجوں کی سرکوبی ہو نہ کہ ملک بھر میں آگ لگے۔ ایسی فوج کثیر کی حملہ آوری کے خوف نے اُس کو مارواڑ کے تحفظ امن و اعزاز کے لئے متوجہ کیا وہ اپنے بھائی ابھے سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا اور التجا کی کہ آپ محاصرہ قائم رکھیں میری فوج ناگور بھگتیا کو اچھی طرح مزہ چکھا دیگی۔ ابھے سنگھ کے دل میں یہی تھی کہ بھائی کو تیسری لڑائی میں مصروف رکھ کر کیفر کردار کو پہنچنے دے مگر بخت سنگھ نے اُس کی نہ سنی اور سواران ناگور کی تیاری کا نقارہ بجوا کر خود پھاٹک پر جا بیٹھا۔ ایک کٹورے میں افیون گھلی آئی ایک میں کیسر اور جو راجپوت آتا گیا۔ اُسے اُس نے افیون پلائی اور سینے پر رنگ زعفران کا پنجے سے چھاپا لگا دیا۔ آٹھ ہزار راجپوت فراہم ہوگئے سب نے مارنے مرنے کی قسم کھائی۔ اُس کو منظور تھا کہ جیالے ہی جیالے لوگ اُس کے ساتھ رہیں۔ اور بزدل گھر چلے جائیں۔ اس لئے وہ ایک باجرے کے کھیت میں یہ کہتا ہوا گذرا کہ بھائی ابھی خیریت ہے جس کو جان پیاری ہو وہ ایشر کے لئے تکلیف نہ کرے۔ راجپوت اُس کے پیچھے پیچھے چلے۔ آٹھ ہزار میں سے صرف پانچ ہزار بہادروں نے اُس کی رفاقت اختیار کی باقی باجرے کے درختوں کی آڑ میں گھوڑوں کو کھسک گئے۔

جس وقت مخالف دل نظر آیا۔ بخت سنگھ باز کی طرح جھپٹا۔ اُس کے جانباز سور بیر مارتے کاٹتے لشکر مخالف سے گذر گئے۔ جب صرف ساٹھ آدمی باقی رہ گئے تو کچ سنگھ رئیس بورا نے بتایا کہ پشت پر جنگل ہے۔ اس کا جواب بخت سنگھ نے بڑے طنطنے کے ساتھ یہ دیا کہ کیا جدھر سے ہم آئے ہیں اُدھر راستہ نہیں ہم سامنے ہی جائینگے۔ اتنے ہی میں راجہ کچھوا کے پچرنگے جھنڈے پر نظر پڑی تو بخت سنگھ پھر شیر کی طرح بپھر گیا۔ اس وقت کمیانی فرقۂ رئیس بھانسکو نے حملے سے بچنے کی رائے دی اور راجہ کو بڑی مشکل سے کندیلوں کی شمالی جانب لڑتا بھڑتا میدان کارزار سے ہٹا لے گیا اور پشت دشمن کی طرف نہ ہونے دی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

واپسی پر راجہ جے سنگھ خود مقرر تھا۔ کہ سترہ لڑائیاں ماریں مگر فقط تلوار سے منہ پھرتے نہ دیکھے۔ عمر بھر جس راجہ نے رجواڑہ میں فتحمندی شجاعت اور علم وعقل کے ڈنکے بجائے۔ اُس نے پہلی مرتبہ رزمگاہ سے ہٹ جانے کی ذلت اُٹھائی۔ اور اس کہاوت کو سچ کر دکھایا۔ کہ

ایک راٹھور دس کچھواہوں کے برابر ہے

جے سنگھ کے کبیشر نے ان الفاظ میں دشمنوں کے اوصاف دلاوری میں گلفشانی کی ہے یہ کالی جی کی لڑائی کا شور ہے یا ہنومان جی کے جنگ کا ہنگامہ۔ یہ سیس ناگ کی خوفناک پھنکار ہے۔ یا کپلیشر کی خوفناک آواز۔ اسے نرسنگھ کا اوتار کہیں یا سورج کی کرن یا ڈاکنی کی مردم کش نظر یا ترنیتر مہادیو کی پرلے کرنے والی نگاہ۔ کوئی اس جوالا مکھی کی لپٹ کے سامنے ٹھیر نہیں سکتا۔ بخت سنگھ کی تلوار کال تک کو کاٹتی ہے۔

بخت سنگھ سہ بارہ بھی لشکر مخالف پر برس پڑتا لیکن کرن کبیشر نے روکا جے سنگھ آمیر والا جب میدان سے چلدیا تب بخت سنگھ کو معلوم ہؤا کہ اُس کے پاس تو صرف ساٹھ ہی آدمی رہ گئے ہیں۔

اس وقت اس جنگ آور صف شکن کے دل پر ضرور میل آیا یہ اس کی کم ہمتی نہ تھی بلکہ انسانیت کا اثر تھا۔ اُس کو پرورش کا خیال نہ تھا فکر تھی تو یہ کہ مارواڑ پر آفت نہ ہو۔ چنانچہ یہ خیال اس وقت دور ہؤا۔ جب اُس کے بھائی نے شاباش دی اور تشفی کی کہ آج کے معرکے میں اُس نے شجاعت کا ڈنکا بجادیا۔ اور ملک کی آبرو رکھ لی۔ اس کلمۂ تعریف سے اُس کا دل بڑھ گیا۔ اور موچھوں پر تاؤ دے کر جے سنگھ کو قلعہ آمیر سے نکالنے کی قسم کھائی۔

گو جے سنگھ کا بہت کچھ نقصان ہوا۔ لیکن اُس کا بھی مطلب نکل آیا۔ یعنی بیکانیر کا محاصرہ اُٹھ گیا اس درمیان میں رانا سے اودے پور نے باہمی مصالحت مناسب سمجھی۔ جس سے دونو فریق اپنے اپنے حصول مطلب میں کامیاب رہے۔

راجہ آمیر اس لڑائی میں بخت سنگھ کے اُشٹ دیوتا کی مورتی لے گیا تھا۔ اور اُسی کو وہ سمجھتا تھا۔ کہ فتح پائی۔ اس لئے اس دیوتا کی آمیر کی دیوی کے ساتھ شادی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی اور جیتیر کے ساتھ بخت سنگھ کے یہاں روانہ کر کے بہادران راجپوتانیہ کے مراسم تکریم و تعظیم کا ثبوت دیا۔ اس کے بعد راجپوت خاندان کے تین راجگان عظام باہم متفق ہوئے۔ میواڑ کی راجکماریوں کی شادیوں نے رشتۂ یکجہتی قائم کر دیا۔ جس وقت سب ہم نوالہ و ہم پیالہ ہوئے اگلی کدورتیں دل سے دھو گئیں قومی رشک و حسد بھی کافور ہو گیا۔ راجپوتوں کی نظیر پردۂ دنیا پر نہیں مل سکتی واقعی ان کا برتاؤ لاجواب ہے اور اُن کی ذات عدیم النظیر۔

ابھے سنگھ کی زندگی میں یہ محاربۂ سخت آخری تھا۔ اس کے بعد سنہ ۱۸۰۰ء میں اُس کا پیمانۂ حیات لبریز ہوا۔ وہ حد درجے کا شجاع تھا۔ مگر کاہلی نے اس کی اس صفت پر بٹہ لگا دیا۔ تاریخی روایت ہے۔ کہ اُس کی برات چوہانی رانی کے یہاں جا رہی تھی۔ اثنائے راہ میں دو شیر نظر آئے ایک خوابیدہ۔ ایک بیدار۔ اس سے شگون بچارنے والوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ دو بیٹے ہونگے ایک کاہل الوجود۔ دوسرا تیز و چالاک۔ مگر ماہر شگون یہ نہ بتا سکا کہ یہ دونوں باپ کے قاتل ہوں گے جس وقت اجیت سنگھ کے ساتھ بے سعادتی کا برتاؤ ہوا وہی تاریخ آغاز بربادی مارواڑ کی سمجھنا چاہیے۔

عام راٹھوروں کی طرح ابھے سنگھ بھی کچھواہوں کو بزدل سمجھتا تھا۔ راجہ امیر اس کا داماد تھا۔ مگر وہ مذاقاً اُسے منہ پر کہا کرتا تھا کہ کچھواہے کس گھاس سے پیدا ہوئے ہیں اُن کی تلوار میں بھی اُسی قدر باڑھ ہے جتنی کش میں۔

راجہ آمیر کو برا تو بہت معلوم ہوتا تھا مگر یہ کہکر ٹال دیتا تھا کہ نہیں یہ بات نہیں میں خود وہاں پان ہوں۔ جے سنگھ ہندوستان کے قدیم فنون حرب و ضرب کو انگریزی ایجاد و اختراع سے تقویت دیتا تھا۔ ابھے سنگھ کی کمر ہمت اس بات پر چست بندھی ہوئی تھی کہ راجپوتانہ میں وہ تلوار کا دھنی کہلائے۔ راجہ آمیر کا مدار المہام کرپا رام بخشی سلطنت و مصاحب شاہی دربار مغلیہ کا مشہور شطرنج باز تھا۔ اس نے بادشاہ کے حضور میں ابھے سنگھ کے دست و بازو کی صفت کرتے ہوئے بیان کیا کہ ایک ہاتھ میں بھینسے کا سر کاٹ دیتا ہے۔ بادشاہ نے راجہ راٹھور سے کہا کہ تیغ زنی کا جوہر دیکھنا چاہتا ہوں۔ اُس نے جواب دیا کہ خیر کسی وقت دیکھ لیجیگا۔ بادشاہ نے ایک بہت فربہ و قوی الجثہ بھینسا طلب کیا ارکین دولت و امرائے سلطنت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تماشائی ہوئے۔ راجہ بھینسے کو دیکھ کر قیامگاہ پر گیا۔ معمول سے دونی افیون پی اور مکر و دغا کی کارروائی کے غصے میں لال پیلی آنکھیں کئے ہوئے تماشا گاہ میں آیا۔ تمام رئیس و امیر قریب آنے لگے ابھے سنگھ بادشاہ سے بولا کہ داماد سے سب دور رہیں یہ کہکر اُس نے ایک ایسا ہاتھ رسید کیا کہ بھینسے کا سر اُس کے زانو پر آگرا اور وہ خود اُس کی پیٹھ پر جا پڑا۔ ہر طرف سے شور تحسین و آفرین بلند ہوا اور اس آزمایش کے بعد بادشاہ نے پھر ایسی کوئی خواہش نہ کی۔

ابھے سنگھ کے عہد میں نادر شاہ ہندوستان میں حملہ آور ہوا تھا۔ تمام راجگان راجپوت طلب ہوئے مگر کوئی کرنال کے میدان میں شریک نہ ہوا۔ دہلی لٹی بادشاہ معزول ہوا لیکن راجپوت بے غم والم رہے۔ انہیں مظلوموں نے خاموشی اختیار کرکے محمد شاہ کی اس سلطنت کی جڑیں ہلا دیں۔ اورنگ زیب کے اورنگ جہانبانی پر متمکن تھا۔ سلطنت مغلیہ کی کمزوری سے راجگان راجپوتانہ بہت فائدہ اُٹھا سکتے تھے مگر ان کی بدنیتی بدروشی اور بداعمالیوں نے ان کی قسمت جیتنے نہ دی۔

اجیت سنگھ کے قتل نے تاریخ مارواڑ میں ایک بدنما دھبہ لگایا۔ مگر جہاں یہ روسیاہی تھی وہاں کچھ سرخروئی کی بھی جھلک نظر آتی ہے۔ کوئی زمانہ عقلمندی کا کیسا ہی ہو اس میں بھی افعال قبیحہ سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ اور اُن کی سزا بھی مل جاتی ہے۔ چنانچہ یہی معاملہ قتل اجیت سنگھ سے پیدا ہوا۔ ساحل گنگ کے اصلی چنار درخت پر سروی کا پالا پڑ گیا تھا۔ مگر ریگستان میں اُس نے ایک بہادر قوم کو اپنے سایہ میں اس خوبی سے جگہ دی کہ پژمردہ دل شگفتہ ہو گئے۔ مگر موسم خزاں نے پھر پژمردگی کا رنگ جمایا۔ اور اگر اس شجر حکومت کی شاخ کا ایدر سے پیوند ہوا تو امید ہے کہ پھر بار آور ہو۔

باب - ۱۲

رام سنگھ کی مسند آرائی۔ بدمزاجی۔ بخت سنگھ چچا کی جشن مسند نشینی میں عدم شرکت۔ دائی کی قائم مقامی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رام سنگھ کی ناراضگی۔ ضبطی جاگیر جھالور۔ رام سنگھ کی رئیس چانپاوت کو طعنہ زنی۔ اُس کی دربار سے روانگی۔ اور کبیشر کے یہاں قیام۔ بخت سنگھ سے ملاقات۔ کبیشر کے بخت سنگھ سے قول واقرار۔ ہنگامۂ کارزار۔ میرتیا کی لڑائی۔ رام سنگھ کی ہزیمت۔ بخت سنگھ کی مسند نشینی۔ رئیس نگری کی ہمشیر کے ذریعے سے اُس کی ہلاکت۔ پروہت کی رام سنگھ سے رفاقت۔ امداد مرہٹہ کے لئے دکن میں روانگی۔ بخت سنگھ اور پروہت کے مراسلات۔ بخت سنگھ کے اوصاف وخصائل۔ مرہٹوں کا عزم مارواڑ۔ بخت سنگھ کے ساتھ فرقہائے راجپوت کا اجتماع۔ میدان جنگ میں روانگی۔ مرہٹوں کی جنگ سے دست کشی۔ بخت سنگھ کا قیام اجمیر۔ رانی آمیر کی زہر خورانی۔ بخت سنگھ کے خصائل۔ راجپوتوں کی خصلتوں پر رائے۔ جودھپور اور آمیر کی نسبت شاعرانہ ہجو۔ اجیت سنگھ کی رانی کا سراپ۔ بددعا کا اثر۔ راجپوتوں کے حکم قضا وقدر کی نسبت خیالات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رام سنگھ عالم آشوب میں مسند آرا ہوا۔ اس وقت ضرورت تھی کہ تند مزاجی کے عوض بزرگوں کی طرح رعب قائم رکھا جائے۔ سروہی کی شادی کو ۲۰ سال ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے ابھے سنگھ نے دلی کاوشیں دور کر دی تھیں۔ اس موقع پر اس کی ماں ایک زیتون کی ٹہنی لے کر حاضر ہوئی تھی۔ کہ اُس کے خاندان کی حفاظت کی جائے۔ ابھے سنگھ نے راجپوتوں کی طرح جڑ کا خیال کیا اور خاندان دیورا ساکن سروہی کو خاندان چوہان کی شاخ اگنی کل تصور کر کے راٹھوروں کے خون کی گرمی پر اپنا اثر ڈالا۔ رام سنگھ اپنے والد کی طرح خود آرا تھا۔ اور کوٹ کے چوہان کی طرح تند خو۔ مسند نشینی کے حالات سے اس کے مزاج کی کیفیت واضح دلائل ہے۔

مسند آرائی کے موقع پر اُس کا چچا بخت سنگھ خود شریک نہ ہوا اور تمام ملک مارواڑ کے خاندانی رئیس جمع ہوئے۔ بخت سنگھ ہی کو راج تلک کرنے کا منصب حاصل تھا۔ مگر اُس نے اپنے عوض ایک دائی بھیج دی۔ جس کے نام کی مارواڑ میں بڑی شہرت تھی۔ بخت سنگھ کا اس کارروائی سے یا تو یہ اشارہ تھا کہ راجہ ہنوز نابالغ ہے۔ یا کچھ اور۔ رام سنگھ کو واجب تو یہ تھا کہ دائی کو اپنی ماں سے زیادہ سمجھتا۔ مگر نہیں اُسے الٹا یہ خیال ہوا کہ چچا نے اُسے حیوان سمجھ کر ایک بڈھی سوریا راج تلک کے موقع پر بھیجنے سے اُس کی حقارت کی۔ چنانچہ اُس نے جوش غضب میں جالور کی واپسی کا حکم دے کر فوج کشی کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ امیانامی نقارچی اسی کی طرح بدمزاج تھا۔ اُس نے تو کڑوے کریلے کو اور نیم پر چڑھایا۔ اور رئیس و امیر اس رائے کے خلاف رہے۔ چنانچہ کمپاوت کا بزرگ منش رئیس جس وقت فہمایش کو آیا۔ رام سنگھ نے دور ہی سے ڈنکارا کہ میں یہ صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔ رئیس کمپاوت نے ڈھال زمین پر ٹیک دی۔ اسی وقت اس کی آنکھیں غصہ سے بیر ہوگئیں۔ بڑی بے پروائی سے بولا۔ ابھی صاجزادے ہو اونچ نیچ کیا جانو جس راٹھور سے تم نے بیر مول لیا ہے وہ اس ڈھال کی طرح مارواڑ کو خاک میں ملا دے گا۔ یہ کہکر وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ موندھیا ور کو روانہ ہوا۔ یہ مقام کرن کمیشر کی جاگیر میں تھا اور اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیشر کی قدر و منزلت اسی سے ظاہر ہے کہ اس کی مالگذاری اول درجہ کے رئیسوں کے برابر یعنی ایک لاکھ روپیہ تھی۔

بخت سنگھ نہایت ہوشیار اور مدبر تھا اُس نے مارواڑ کے رئیس اعظم (کمپاوت) کی آمد آمد سنتے ہی ناگور سے کوچ کیا اور آدھی رات کو پہنچا تو اُسے سوتا پایا اُس نے مبالغت کی کہ خبردار کوئی نہ جگائے۔ اور خود مسہری کے پاس چپ چاپ بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد رئیس مذکور بیدار ہوا۔ اور آواز دی کہ حقہ لاؤ۔ حاضر باشوں نے اشارہ سے بتایا کہ یہ دیکھئے کون ہے۔ اسی وقت اُس کی آنکھیں کھل گئیں اور گھبرا کر اُٹھ بیٹھا۔ جو کچھ دل میں بخارات تھے اُسی وقت دور ہو گئے۔ اور اُس نے بڑی صاف دلی سے کہا کہ سر آپ کے لئے حاضر ہے۔ کرن کبیشر نے کہا اگر واقعی سر دینے کو تیار ہو تو بال بچے اہو اسے ناگور میں کیوں نہیں لاتے۔ اُس نے یہ بات منظور کی اور کہا کہ جودھپور سے افسوس جدائی ہو گئی۔ بخت سنگھ نے تشفی دی کہ جودھپور اور ناگور دو نہیں۔ اگر باجرے کی روٹی بھی میسر آئیگی تو آدھی بانٹ کر کھاؤنگا۔

رام سنگھ نے بہت ہی جلد چچا پر فوج کشی کی۔ کیرلی میں پہلے کشت و خون ہوا پھر اور چھ لڑائیاں تابڑ توڑ ہوئیں۔ آخری معرکہ میرتا کے پونا واس نامی میدان میں تھا۔ اس میں فریقین کے بہت سے بہادر کام آئے۔ رام سنگھ شکست کھا کر بھاگا۔ اس کے بعد بخت سنگھ نے جودھپور فتح کیا۔ اور چمپاوت رئیس بگڑی نے شمشیر اور مسند ریاست اُس کے نامزد کی جس کی وجہ سے رئیس مذکور کا لقب مارواڑ کا مارگیوار ہوا۔ اور اُس کی عزت ہمچشموں میں دوچند ہوئی۔

بخت سنگھ کو بھتیجے کی طرف سے بے فکری ہو گئی کہ اب وہ حکومت کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ اُس کی نیک مزاجی سے کل اہل قوم اس کی حاصل گردہ حکومت کے طرفدار تھے اور انہوں نے حفاظت ریاست کا اقرار کر لیا تھا۔ مگر بخت سنگھ دل ہی دل میں اُن کارپردازوں ریاست اور راجہ کے اہل خاندان سے کھٹکتا ہی رہتا تھا۔ جو اُسے غاصب خیال کرتے تھے۔ فوجی اور ملکی اعلے افسروں نے سر عبودیت خم رکھا اور اس کے دھرم کے کاموں نے اُس کی اُن بدعنوانیوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خاک ڈالی جو اس سے سرزد ہوئیں۔ کبیشر تو پہلے ہی سے دروازۂ ناگور پر جان نثار ہو گیا تھا۔ لیکن جگو پروہت نے اپنے مالک کی وفاداری ملحوظ خاطر رکھی۔ اُدھر راجہ رام سنگھ نے جے پور میں پناہ لی۔ ادھر یہ مرہٹوں کی مدد کی خواہش میں راہی دکن ہوا۔ بخت سنگھ نے اس کو بھی اپنی طرف کر کے مرہٹوں کی بیگانہ قوت سے بچنے کی ہوس میں اُس کو اس مضمون کا دوہا لکھا کہ

اے مماکھی۔ جس پھول کا رس تو لیتی تھی وہ مرجھا گیا۔ گلاب کے درخت میں ایک پتی بھی نہیں رہی پھر کانٹوں میں اُلجھنے سے نتیجہ۔ جگو نے اُس کا یہ برجستہ جواب دیا کہ۔

مماکھی گلاب کے خزاں رسیدہ درخت پر اس امید پر فدا ہے کہ بہار آنے پر پھول ہی پھول کھلینگے۔

گو جواب رنج دہ تھا۔ مگر بخت سنگھ اس کی وفاداری آقا سے خوش ہوا اور اُس کے دل میں اُس کی عزت قائم رہی۔

راجپوتوں کی نیک مزاجی۔ سخاوت اور شیر دلی بخت سنگھ پر ختم تھی اور ان اوصاف پر اُس کا سڈول بدن اور شاہی طنطنہ طرہ تھا۔ ملکی علوم میں کامل دستگاہ تھی۔ فن شعر میں بھی خاص مہارت رکھتا تھا۔ اُس کی ایک خود غرضی نے اُس کے نام پر دھبہ لگا دیا ورنہ جوارڑہ بھر میں اُس کے نام کی شہرت اور راجاؤں سے زیادہ ہوتی۔ مذکورہ بالا اوصاف سے وہ اپنی قوم ہی میں ہر دلعزیز نہ تھا بلکہ دور دور کے راجپوت اُس کی عزت کرتے تھے۔ جب رام سنگھ کے پروہت نے سندھیا سے مدد مانگی تو بخت سنگھ کی ہر دلعزیزی کا ثبوت ملا۔ اس قدر فوج کثیر فراہم ہوئی کہ افواج دکن کے چھکے چھوٹ گئے۔ رجواڑے کے تمام تلواریوں کو سر بکف دیکھ کر سیاجی کی اولاد کے تمام جاگیرداروں نے مار نے مرنے کی ٹھان لی۔ اور اُن مرہٹوں کے مقابلے کو تیار ہو گئے۔ جن کو ملکی جھگڑوں میں مداخلت کرنے کا پہلے پہل موقع حاصل ہوا تھا۔ بخت سنگھ اپنی فوج جرار لے کر مادھاجی پٹیل کے مقابلے کو بڑھا۔ مرہٹے رزم آرائی سے گریز کرتے تھے۔ اُن کو فقط لوٹ مار کی عادت تھی۔ اس لئے اُنہوں نے کہہ دیا کہ سناتک اور سرو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

راجپوتوں سے اُن کو لڑانا منظور نہیں۔ تلوار تو چلنے سے رُک گئی مگر بخت سنگھ زہر سے ہلاک ہوا۔ جنگ کی طرف سے مطمئن ہو کر بخت سنگھ نے چاہا تھا کہ وہیں خیمہ زن رہے کیونکہ اجمیر کے پہاڑی راستے سے اُسے اپنے ملک میں آمد و رفت کے لئے کوئی روک نہ تھی۔ اسی عرصے میں مادھو سنگھ راجہ امیر کی راکھٹور رانی ملاقات کو آئی اور اپنے بھتیجے رام سنگھ کی طرفداری میں اپنے بہادر بھائی کو زہر دیدیا۔

سمت ۱۸۰۹ مطابق ۱۷۵۳ء میں بخت سنگھ نے انتقال کیا۔ بجے سنگھ وارث مسند ہوا۔ یہ وہ ایام تھے جب مسند کے لئے تنازعات درپیش تھے اور فتنہ و فساد کی گرم بازاری تھی۔

بخت سنگھ تین سال مسند حکومت پر قائم رہا۔ اس عرصے میں اس کو جتنی فرصت اور دولت ملی سب مارواڑ کے جنگی مقامات اور قلعجات ریاست کے استحکام میں صرف کی اور احمد آباد کی لوٹ سے جو دام کے محل آراستہ کر کے اور عمارتیں بھی تعمیر کیں۔ اس نے مسلمانوں سے خوب عوض لیا۔ مسجدوں اور خانقاہوں کا مصالح قدیم شہر کی مرمت میں صرف کیا۔ بانگ اذاں بند کی موذنوں کو سزائے قتل دی چنانچہ مارواڑ میں اس وقت تک اُس کے احکام کی پابندی ہے۔

اُس کی زندگی نے وفا نہ کی چند سال بھی اور مہلت ملتی تو وہ متکبر خاندان تاتار دہلی کے سر معزور کو جھکا دیتا اور فوج متعینہ کرشنا کی قوت زائل کر کے ہندوستان میں راجپوتوں ہی کو کوس لمن الملکی بجانے کا موقع دیتا مگر آپس کی اُن بن ایسی ہی جس کی نظیر کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اور جس سے نہ دین ہی کا فائدہ ہوا نہ دنیا کا۔

ناظرین جرائم پر جرائم اور واقعات قتل پر خونریزیوں سے متحیر نہ ہوں یہ باتیں راجپوتوں کے اوصاف پر دھبہ نہیں لگاتیں تاریخ راجپوتانہ میں کہیں کہیں ایسے حالات پیش نظر ہوتے ہیں۔ ناظرین کا فرض ہے کہ وہ ایک طرف تواریخ مغرب کا مطالعہ کریں اور دوسری طرف گیارھویں صدی یعنی سیاجی کی تارک الوطنی کے بعد کے حالات۔ جس طرح ولایت یورپ سے جہالت دور ہوئی تھی۔ اُسی طرح راجپوتوں کی بھی۔ دونوں کے خصائل و عادات کا مقابلہ کرنے سے صاف ثابت ہے کہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

راجگان راجپوت بہادران مغرب کی طرح تمام اوصاف شجاعت سے متصف تھے اور علم و فن میں اُن سے ان کی لیاقتیں بدرجہا زیادہ تھیں۔ یہ لوگ اپنے فرمانوں پر دستخط ہی نہ کرتے تھے بلکہ لمبے چوڑے خطوط نثر تو نثر نظم میں بھی تحریر کر لیتے تھے۔ گو علمیت کے ہوتے افعال قبیحہ موجب حقارت ہیں مگر جب ہم یورپ کے زمانہ متوسط کے جرائم پر غور کرتے ہیں تو راجپوتوں کے اوصاف سیدہ پر اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی۔

ناظرین کو کبیشروں پر بھی حرف رکھنا لازم نہیں کہ انہوں نے راجاؤں کے افعال قبیحہ کو ظاہر نہیں کیا۔ کرن کبیشر کا ویسا شلوک زبان زد خاص و عام ہے۔ جس میں بخت سنگھ کے منہ پر شاعر نے اُس کو باپ کا قاتل بیان کر دیا۔ جس وقت ابھے سنگھ اور جے سنگھ امیر والا لشکر کے مقام پر ملاقی ہوئے تھے تو جے سنگھ نے رام ماتم میں پر تکلف دعوت کی۔ اور دونوں نے ہنسی خوشی سے کھانا کھایا۔ ایک رات کو دونو راجے بیٹھے ہوئے تھے دونوں کے رفیق بھی شریک صحبت تھے کہ فرمائش ہوئی۔ کبیشر جی کچھ کہو اُس نے فوراً ہاتھ باندھ کر یہ دوہا پڑھا۔

جودھپور اور آمیر۔ دونو تھا پا اور تھاپ کور ماما را دیکرا۔ کمدھج مارا باپ

اس کا مطلب یہ ہے کہ راجۂ جودھپور اور آمیر جسے چاہیں گدی سے اتار دیں بچھوا ہہ (یعنی راجہ آمیر) نے اپنے بیٹے (شیو سنگھ) کو قتل کیا اور کمدھج (یعنی راجہ جودھپور نے اپنے باپ کی جان لی۔

یہ دوہا اُسی کرن کبیشر کا تھا جو حملۂ آمیر کے موقع پر اپنے راجہ کا دست بازو تھا جس وقت سامعین نے دوہا سنا انگشت بدنداں ہو گئے۔ ہر شخص یہی کہتا تھا کہ راجاؤں کی ہمیشہ کے لئے بدنامی ہو گئی۔ اس سے بڑھ کر اور روسیاہی کیا ہو گی۔

جس وقت اجیت سنگھ کی رانی اپنے مالک کے ساتھ چتے پر جلی تھی اُس کی زبان سے بددعا نکلی تھی کہ قاتل کی ہڈیاں مارواڑ کے باہر آگ میں جلیں چنانچہ یہ بددعا ٹھیک ہوئی۔ اہل مارواڑ ایسی ہی وجوہ سے ستی کو دیوی سمجھتے ہیں۔ بخت سنگھ۔ مرتے وقت حکم سے جو تقریر کی وہ اُس کی بہادری اور نیک طینتی کا آئینہ ہے۔ یہ قصہ جلد اول میں ناظرین کی نظر سے گذری ہو گی۔ اگر اس پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ راجپوت دنیا کو کس طرح ترک اور افعال قبیحہ کو گناہ سمجھتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۱۳

بجے سنگھ کی مسند نشینی۔ میرتا میں رئیسوں کی حاضری دارالریاست میں داخلہ۔ رام سنگھ خارج شدہ کا مرہٹہ اور کچھواہہ قوم سے عہد و پیمان۔ بجے سنگھ کی میرتا میں فراہمی اہل قوم۔ معرکہ آرائی۔ بجے سنگھ کی ہزیمت۔ راٹھوڑ زرہ پوشوں کی تباہی۔ بجے سنگھ کی تنہائی۔ رام سنگھ کا قلعوں پر قبضہ۔ سردار فوج مرہٹہ کا قتل۔ قلعہ اجمیر پر مرہٹوں کا تصرف۔ مرہٹوں کی رام سنگھ سے ترک رفاقت۔ جی آیا کی سمادھ۔ رام سنگھ کی موت۔ مارواڑ کی بدنظمی۔ جاگیر پوکرن میں دیوی سنگھ کی تنبیت۔ راجہ سے گستاخی۔ سندھی فوج کی ملازمت۔ کمی قوت۔ امرا کی تدبیر۔ رئیسوں کا اجتماع۔ سردار کیچی کا راجہ کو مشورہ۔ راجہ اور رفیقوں کا باہمی عہد و پیمان۔ سندھی فوج کی موقوفی۔ راجہ کے گرو کی موت۔ رسمیات ماتم۔ رئیسوں کی حراست اور حکم قتل۔ دیپی سنگھ کی خوفناک روش۔ آخری قول۔ ستیل سنگھ کا خون والد کے عوض لینے کا جوش قتل۔ امیروں کی طاقت کی روک تھام جنگلی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیڑوں کی گوشمالی کو روانگی۔ امرکوٹ پر قبضہ۔ گودوار کی فتح
میواڑ و مارواڑ و جے پور کا اتفاق۔ مرہٹوں سے مقابلہ۔ تونگا
میں راجوں کی شکست۔ دی پائن کی آمد۔ راٹھوروں کا
اجمیر میں عمل دخل۔ پائن اور میرتا کی لڑائی۔ حاکم اجمیر
کی خودکشی۔ بجے سنگھ کی مدخولہ۔ مان سنگھ کی تبنیت۔ رؤسا
سے اُس کی بے ادبی۔ راجہ کے اخراج کی کوشش۔
مدخولہ رانی کا قتل۔ بجے سنگھ کا انتقال

بیس برس کی عمر میں بجے سنگھ مسند نشین ہوا۔ شاہنشاہ سے لیکر کل راجواڑوں نے اُس کی مسند آرائی منظور اور تسلیم کی۔ میرتا میں اس نے گدی پر قدم رکھا اور وہیں اپنے والد ماجد کے کریا کرم کئے۔ والیان بیکانیر و کشن گڈھ۔ روپن گڈھ یہیں رسوم تعزیت کی شرکت کے لئے آئے اور انہوں نے مسند نشینی پر بھی اظہار مسرت کیا میرتا سے اُس نے دارالریاست کی راہ لی۔ اور تقریبات ماتم۔ اور جشن مسند نشینی کی یادگار میں اس قدر زر پاشی کی کہ مفلس تک مالا مال ہو گئے۔

چچا کی موت پر رام سنگھ مخذوج کو پھر حصول حکومت کی ہوا سمائی اور راجہ آمیر کو اپنا طرفدار بنا کر مرہٹہ حاکم سے بھی عہد و پیمان کیا۔ شرائط منظور کر کے مرہٹہ لوگ کوٹہ اور جے پور کے راستے سے منزل مقصود کے عازم ہوئے۔ جہاں آمیر کا لشکر جرار اُس کی کمک پر ہوا اور بس رائے قرار پا گئی کہ بجے سنگھ کا قلع قمع کر دیں بجے سنگھ پورے طور سے مقابلہ کرنے کو تیار ہو گیا۔ لشکر میں اُس کی فوج ظفر موج فراہم ہو گئی مخالف جماعت نے پیغام بھیجا کہ گدی خالی کر دو۔ پیغام سنتے ہی سب فوج پھر گئی تمام رئیس پکار اُٹھے کہ مر جائینگے یا ماریں گے۔ آسمان گرے تو ہمارے بازو روکنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ مرہٹوں کی حقیقت ہی کیا ہے۔ اور کچھ ہے تو کچھ مال ہی نہیں +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

راٹھور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے تھے۔ لڑائی سخت ہوئی۔ فتح بجے سنگھ کے استقبال کو تیار تھی مگر غلطی سے اُسی کی فوج نے اسی کے زرہ پوش سرداروں کی منتخب جماعت کو توپ پر اڑا دیا۔ یا فتح کا رخ ادھر تھا یا دوسری طرف ہو گیا سندھیا کی فوج میں ایک روز کے لئے فتح کے ڈنکے بج گئے اور راٹھوروں کو اپنی غفلت اور کج فہمی پر آنسو بہانا پڑا۔

کشن گڈھ اور روپن گڈھ دو لونا مارواڑ کی چھوٹی شاخیں ہیں۔ اُن کو شاہنشاہ دہلی سے ریاستیں ملی ہوئی تھیں۔ راجۂ کشن گڈھ نے زبردستی روپن گڈھ پر اپنا قبضہ جمالیا۔ والی روپن گڈھ پیرانہ سالی اور ضعف طاقت سے کچھ بول نہ سکا اور بندرابن میں جاکر سری کرشن جی کے سایۂ قدم میں زندگی بسر کرنے کی ٹھان لی۔ اُس کا ایک بیٹا بھی تھا۔ اُسے باپ یہی نصیحت کرتا تھا کہ بس کرشن چندر کا نام جپو راج پاٹ سب واہیات ہے۔ بیٹا باہمت تھا اُس نے کہا کہ آپ تو دین دنیا راج پاٹ کے مزے لوٹ چکے آپ کو دنیا سے ترک تعلق مبارک۔ یہاں ہاتھ پاؤں چلتے بغیر کچھ مزہ لئے چین کہاں۔ آپ رام رام جپیں میں ہاتھ پاؤں نکالتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ باپ سے جدا ہوا۔ اور عین اس موقع پر پہنچا جب بجے سنگھ اور اس کے دشمنوں سے لڑائی ہو رہی تھی۔ مرہٹوں نے اُس نوعمر سے کہا کہ تمہاری قسمت کا فیصلہ رام سنگھ کی قسمت کے ساتھ ہے۔ لیکن دیکھ لو کہ پیش نہیں جاتی۔ نوعمر ہتھیلی پر جان لئے تھا اُس کے تلووں سے لگی تھی۔ بولا کہ لیجئے ابھی معاملہ سر ہو جاتا ہے۔ یہ کہہ کر اُس نے اپنے ایک معتمد سوار کو میتوت کے رئیس کے پاس بھیجا جس نے اس سے خیر کی کہ بجے سنگھ کی تو لاش کا بھی پتہ نہیں۔ اب آپ کس کے واسطے لڑتے ہیں۔ آپ کے راجہ صاحب توپ کے گولے کی نذر ہو گئے۔ اس خبر کا سننا تھا کہ ساری فوج کا مرغ ہوش پرواز کر گیا۔ فتحمند بہادر ایسے بھاگے کہ پھر پھر کر بھی نہ دیکھا بجے سنگھ یا تو ایک لاکھ فوج کو میدان جنگ میں لڑا رہا تھا یا اکیلا رہ گیا۔ غنیمت کی بات یہ ہوئی۔ کہ دو پروہی گاڑی مل گئی۔ اور یہ میدان کارزار سے جان بچا کر بھاگ سکا۔ راجپوت بہادروں کی چھتریاں اور چبوترے بننے کا دستور ہے یہی وجہ ہے کہ ہر ایک راجپوت میدان جنگ میں ایک دوسرے سے آگے قدم رکھتا تھا۔ اس مکان نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں بھی اچھے اچھے سورمیر نشانہ اجل ہو گئے۔ میواڑ کے سکتاوت نے اپنے راجہ کے داماد کی مخالفت میں مردانگی کے جوہر دکھائے دکھنیوں کی برچھیاں بھی بہادری کا نام زندہ کر گئیں۔ راٹھوروں کی شکست نے رام سنگھ کے اوج اقبال کی خبر دی مارواڑ میں مرہٹوں کی چڑھ بنی۔ جی آپا کے خون ناحق کا ڈنکے کی چوٹ معاوضہ مانگا گیا آخر تصفیہ اس بات پر ہوا کہ اجمیر نذر کیا جائے اور مارواڑ میں ادائے اخراج کے لئے خالصہ قرار دیا جائے یا اس میں انتظام جاگیر داری ہو۔ مرہٹوں نے اس موقع پر چالاکی کی وہ رام سنگھ کے قلعے پر قابض ہو بیٹھے یہ قلعہ راجپوتانہ کے وسط میں واقع ہے اس لئے مرہٹوں کی طاقت کا اثر اور راجواڑوں پر بھی حاوی ہوا۔

اس قلعے کے ہاتھ سے نکل جانے نے مارواڑ کی کمر بہت توڑ دی اجیت سنگھ کے وقت سے اس وقت تک سینکڑوں محاربے پیش آئے لیکن یہ موقع بہت ہی نازک پیش آیا چنانچہ رام سنگھ کا کبیشر کہتا ہے:۔

یاد گھنے دن آوسے۔ ہایا والا ہیل
بھاگے تینوں بھوپتی۔ مال خزانہ میل

مراد یہ ہے کہ جی آپا کی اوج قسمت کا زمانہ نہ بھولیگا۔ جس سے مارواڑ بیکانیر اور کشن گڈھ کے راجہ مال خزانہ چھوڑ چھاڑ کر رو بفرار ہوئے۔

روپن گڈھ کے نوجوان وارث نے کامیابی کا منہ دیکھ کر جی آپا کو مبارکباد فتح دیا اور کہا کہ میں ہتھیلی پر سرسوں جما سکا۔ اب راج پاٹ دلوایئے سندھیا تو راضی ہو گیا لیکن سردار موصوف بولا کہ ابھی رام سنگھ کے حقوق کا تصفیہ نہیں ہوا۔ روپن گڈھ کا فیصلہ کیا ہو۔ مرہٹہ فوج اس معاملے سے کھٹکی۔ اُس نے راجپوتوں کے ساتھ جی آپا پر بھی شبہ کیا اور نوبت یہ ہوئی کہ تلواریں میاں سے نکل پڑیں۔ ایلچیوں اور سفیروں کا خون بھی بہ گیا۔ رانا ئیس اعظم میواڑ راوت کوبیر سنگھ دربار مرہٹہ میں بطور سفارت متعین تھا چنانچہ اُس کی بھی جان گئی۔ جی آپا کی مقام طاؤس میں سمادھ تیار ہوئی جسے آج تک اُس کے فریق مخالف کی اولاد نظر عزت سے دیکھتی ہے اور اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ فاتح و مفتوح کی طاقت میں کس قسم کا امتیاز ہونا چاہیئے۔

رام سنگھ بائیس لڑائیاں لڑا۔ لیکن اس لڑائی میں تو اسے حصول عزت کے مقابلے میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جان کی بھی پرواہ نہ تھی زندگی کے آخری ایام میں اُس کی بلند حوصلگی میں فرق آگیا اور گو لوگ اُس کی گذشتہ جفاؤں کو بھول گئے تھے۔ لیکن بے فائدہ اُس کی زندگی حالت جلاوطنی میں جواب دے گئی ۱۷۵۳ء میں اُس نے جے پور میں رحلت کی۔ یہ اچھے ڈیل ڈول اور ہاتھ پاؤں کا جوان تھا اُس کی طبیعت عجز پسند تھی وہ خطاؤں کو نذر انداز کرتا تھا۔ علمیت بھی اچھی تھی دل بھی صاف تھا لیکن لالچ اس قدر تھا کہ مارواڑ کے اولوالعزم رئیس اُسے حقارت سے دیکھتے تھے اور یہ وجہ خاص تھی جس نے اس کی قسمت میں جلاوطنی لکھ دی۔

لوگ روایت کرتے ہیں کہ دنیا سازی میں وہ اجیت سنگھ اعظم سے بھی بڑھ چڑھ کر تھا۔ بچپن ہی سے اُس کو افیون کی لت پڑ گئی تھی اور اس کثرت سے عمل پانے کا عادی ہو گیا تھا کہ لوگ ان حیرت آمیز کارروائیوں کو جنون سمجھتے تھے جو وہ رئیس آسوب کی رائے سے عمل میں لاتا تھا۔ لیکن جہاں یہ نقص تھا وہاں اس کی دلاوری میں بھی فرق نہ تھا۔ کسی موقع پر وہ اظہار شجاعت سے نہ چوکتا تھا یہی وجہ تھی کہ بہت سے خاندانی بہادر اُس کی رفاقت پر فخر کرتے تھے۔ شیر سنگھ ریاہ افسر فوج مرہٹہ وہ شخص تھا جسے قوم راٹھور کبھی نہیں بھول سکتی۔ خاندان نیاوت کا رئیس روپ سنگھ وہ شخص تھا جس نے پہلودی میں قدم ہمت جما کر مشکلات کو مقابلے میں شکست دی۔ جس وقت رسد ختم ہو گئی اُس نے اونٹ ذبح کر کے اپنی اور اپنے ہمراہیوں کی شکم پری کی۔ چنانچہ نارنار کے جوگی اس رئیس کے جوش رفاقت کے راگ رباب پر گاتے رہتے ہیں۔

ہندی کبیشر لکھتا ہے کہ بجے سنگھ کے پاس ایک لاکھ فوج موجود تھی مگر رام کے مقابلے میں اُس نے کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھا۔ اور رام سنگھ ایک قلیل جماعت سے مخالف کی کور دبا دیا کرتا تھا۔

رام سنگھ کی وفات سے نہ مارواڑ کی کچھ بہبودی ہوئی نہ راجوں کی قوم مرہٹہ مملکت مذکور پر قابض ہو کر آمادہ پرخاش رہی اور جب موقع پایا زر تنخواہ وصول نے کو دوڑ پڑی بجے سنگھ کی صغر سنی اور ناتجربہ کاریوں سے بزرگوں کا جمع کردہ خزانہ لٹ گیا۔ اُدھر لڑائیوں میں روپے پر مار ہوئی ادھر صلح جوئی میں دولت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے ماتھے گئی۔ خالصہ جاگیریں غیر مزروعہ ہوگئیں۔ کاشتکار ادھر ادھر بھاگ گئے کارو بار تجارت سرکش امیروں کی تقرری محاصل اور لوٹ مار سے غارت ہوگئے۔ بخت سنگھ دعویدار کی موجودگی سے وہ اپنے اختیارات کو کام میں نہ لاسکتا تھا۔ اس لئے اور تو اور رلواس میں بھی اُس کی بدرعبی پھیلی ہوئی تھی۔

خاندان چانپاوت کی ایک شاخ پوکرن کی جاگیردار تھی اُس نے راجہ اجیت سنگھ کے بیٹے دیبی سنگھ کو اس لئے گود لے لیا کہ خاندان میں کوئی حکومت کے لائق نہ تھا۔ اور نہ اسکے کوئی اولاد تھی۔ اس تبنیت سے دیبی سنگھ کے حقوق خاندان مارواڑ سے زائل ہوگئے حالانکہ اُسکے چھوٹے بھائی کی اولاد باوجود تبنیت رئیس ایدروارث مارواڑ متصور ہوتی ہے۔

چانپاوت راجہ اور ریاست پر قابو پانے کی فکر میں ہوئے۔ دیبی سنگھ نے رئیس اہوا سے سازش کرکے دیگر قوموں سے ہمعصروں کے اخراج کے لئے قوت حاصل کی۔ قوچانپاوت نے نصف جماعت قلعے میں مقرر کی اور نصف شہر میں۔ راجہ جب حالت پریشانی میں تباہی ملک اور پہاڑی قوموں کی لوٹ مار اور بے مروتی امرا کا رونا رونا تو دیبی سنگھ بھی کہدیا کرتا کہ مارواڑ کی حکومت میرے نیام میں ہے۔ اس کی فکر ہی کیا راجہ بجے سنگھ کو اس کے سوا چارہ ہی نہ تھا کہ وہ اپنے دایہ داد بھائی جگو سے درد دکھ کہہ دے اور چپ رہے۔ جگو بڑا صاحب تدبیر اور تجربہ کار آدمی تھا۔ اُس نے بڑی حکمت عملی سے حفاظت دارالسلطنۃ کے لئے سندھی فوج کی تقرری منظور کرالی۔ اور تنخواہ کی بھی سبیل کرادی۔ یہ انتظام بالکل نیا تھا اب تک راجپوت فرمانروا جاگیرداری فوج کے سوا اور فوج کو ملازمت میں نہ لیتے تھے۔ اور جو راجپوت فوج ملازم تھی اس کے گذارے کے لئے اراضی دی جاتی تھی۔ سندھی فوج انگریزی قاعدے سے ترتیب یافتہ تھی۔ اور اُس کے سواروں کی لیاقت اودے پور اور جے پور میں بھی۔ جنگ مرہٹہ کے موقع پر تسلیم کی گئی تھی۔ اس فوج میں پوربیے راجپوت عرب روہیلے تھے اُن کو کارپردازان ریاست کی وساطت سے راجہ کا حکم پہنچتا تھا۔ اور اُنہیں کے سپرد بڑے بڑے کام ہوگئے۔ اس صورت حال نے راجا اور رعایا کے تعلقات میں فرق ڈال دیا۔ بغض و حسد نے رنجشوں کی بنیاد ڈالی جس کا نتیجہ خاطر خواہ نہ ہوا۔ جاگیردار رئیسوں کی قوت زائل نہ ہوئی مضر ریاست

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوٹہ نے بیس قواعد داں پلٹنیں اور سو توپیں جاگیرداروں کی ضبط کر کے قوت پکڑی۔
دہا بھائی راے کے فرزند نے سات سو فوج آراستہ کر کے قلعے کے دروازوں پر مقرر کی اس سے راجہ کو کسی قدر امن ہوا اور دیوان فتح چند اور دہا بھائی کے مشورے پر کاربند رہنے لگا۔ راجہ کو ڑی کو ڑی کو محتاج تھا۔ دہا بھائی نے خودکشی کی دھمکی دے کر اپنی ماں سے پچاس ہزار روپیہ حاصل کئے۔ اس وقت گھوڑوں کا قحط تھا۔ لہذا اُس نے اپنے سواروں کو گاڑیوں پر سوار کیا اور ناگور جا پہنچا۔ کوہی اقوام کی سرکوبی کے بہانے سے اُس نے فوج کی ترتیب دی اور دیوار ہائے شہر کی توپیں بے سروسامانی کی حالت میں ساتھ لے کر سرحد پر فتح حاصل کی اور وہاں سے لوٹ کر قلعہ تھل نگری سر کر لیا۔ اب تو رؤسائے جاگیردار گھبرائے۔ اُنہوں نے دارالسلطنت سے ۲۰ میل کے فاصلے پر بیرسل پور میں اپنے حفظ ماتقدم کے لئے محفل مشورت منعقد کی۔

ایک فرقۂ غیر کار راجپوت اپنی مردانگی و نمک حلالی سے بخت سنگھ کا معتمد سردار ہو گیا تھا۔ چنانچہ بخت سنگھ نے مرتے وقت اپنے بیٹے کو اُس کے سپرد کیا جب رئیس بیرسل پور میں جمع ہوئے تو بجے سنگھ نے گوردھن کھیچی سے صورت حال بیان کی تو اُس نے رائے دی کہ آپ راجپوت رئیسوں پر بھروسہ کر کے وہیں تشریف لیجاویں سب لوگ خود اُس کی بات مانینگے۔ چنانچہ سردار کھیچی بیشتر رئیسوں کے پاس پہنچا۔ اور خواہش کی کہ وہ لوگ اپنے فرمانروا کی پیشوائی کریں لیکن کسی نے التفات نہ کیا اسی عرصے میں بجے سنگھ پہنچ گیا۔ سردار کھیچی بے تکلف اُسے مارواڑ کے رئیس اعظم سردار اہوا کے پاس لئے چلا گیا جہاں نشست ہوئی مگر خاموشی کے ساتھ کسی نے اپنی طرف سے کچھ بات چیت نہ کی۔ آخر راجہ نے خود ہی مبادرت کی اور پوچھا کہ آخر رئیس مجھ سے کیوں ترک تعلق کئے ہوئے ہیں

سردار چانپاوت نے کہا ہمارے فرقے میں چھوٹے بڑے سب کا مرتبہ برابر ہے۔ ہاں غیر آپ کے ہاتھ کی کٹھ پتلی بن سکتے ہیں۔ اس تقریر پر گڑے مردے بھی اکھڑے اگلی بے اعتباریوں کا بھی ذکر آیا۔ جس پر راجہ مجبور ہو کر بولا کہ اچھا کہئے آپ کی شرائط کیا ہیں تین شرطیں پیش ہوئیں یعنی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۱) دہا بھائی کی مقرر کردہ فوج موقوف کی جائے
(۲) جاگیرداری کے پٹے رئیسوں کے حوالے کئے جائیں
(۳) قلعے کے عوض شہر میں دربار منتقل کیا جائے۔

راجہ کو اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ یا شرائط منظور کرے یا اور جھگڑا مول لے پس تینوں شرطوں پر عملدرآمد ہوا۔ لیکن دوسری شرط ایسی تھی جس سے اُس کے کل اختیارات جاتے رہے۔ ریاست کی جڑ ہی کٹ گئی۔ جب یوں معاملہ توڑ ہو گیا تو سب رئیس اپنی اپنی جاگیروں میں چلے گئے صرف رؤسائے چونڈاوت راجہ کے ہمراہ دارالریاست میں اس غرض سے گئے کہ منصب قدیم پر سرفراز ہوں۔

اس کے بعد بجے سنگھ کا گرو آتما رام بستر نزع پر لیٹا۔ لیکن بجے سنگھ آخری وقت اس کا اشیرباد لینے نہ گیا صرف دہا بھائی نے اُس کی دعاؤں سے فائدہ اُٹھایا۔ راجہ نے اب گرو کا بہت کچھ غم کیا اور اُس کے کریا کرم قلعے میں کئے جانا تجویز کئے رانیاں بھی لاش کے ساتھ اپنی فوجیں لئے ہوئے شریک ماتم ہوئیں۔ قلعے کا زینہ پہاڑ میں نرشا ہوا ہے۔ یہاں پہنچتے ہی دیبی سنگھ کی طبیعت متوحش ہوئی اس کی زبان سے نکلا کہ آثار اچھے نہیں معلوم ہوتے۔ مگر اُس کی ان خوشامدانہ فقروں سے دلجمعی کر دی گئی کہ آپ مارواڑ کے کیمیہ ہیں کس کی مجال ہے جو منہ بھی سامنے کرے رفتہ رفتہ وہاں پہنچے جہاں پھاٹک تو بند تھا مگر نقارہ موجود۔ رئیس اہوا معاملے کی تہ کو پہنچ گیا اور اُس نے تلوار نکال کر دل کی حسرت نکالنا شروع کی۔ لوگ خون میں نہانے لگے بہتوں کی جان گئی جو زندہ بچے وہ مجبوس ہوئے اور جس وقت دہا بھائی نے حکم قتل سنایا تو اُنہوں نے کہا کہ مرنا برحق ہے۔ لیکن بندوق سے جان نہ لی جائے تلوار راجپوتوں کا زیور ہے یہ خواہش منظور ہوئی یا نہیں لیکن چونڈاوت فرقے کے تین رؤسائے معظام اجیت سنگھ رئیس ہوا۔ دیبی سنگھ والی پوکرن رئیس ہرسولہ۔ جیتر سنگھ رئیس چندرین۔ ولیعہد نیماج رئیس راس جاگیردار فرقہ ادداوت سب نذر اجل ہوئے۔ دیبی سنگھ والی پوکرن خاندان سے علیحدہ تھا۔ اس لئے اُس کو ایک طرف گلی میں افیون پلانے کے لئے دی گئی۔ دیبی سنگھ نے زہر افیون سے جان دینا منظور کی مگر کہا میرا طلائی پیالہ ذلواؤ اس درخواست پر مطلق توجہ نہ کی گئی اور اس کا نتیجہ یہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوا کہ اس نے مجلس کی دیوار سے اپنے سر کے پر۔ مجھے اڑا دئے مرتے وقت کسی بے درد نے پوچھا کہ کہو وہ تلوار کہاں ہے۔ جس کی میان میں ملک مارواڑ تھا اُس نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا کہ

سیل کے کمر میں وہ تلوار ہے اور سیل پوکرن میں

اولاد اکبر کی حق تلفی سے مارواڑ اور میواڑ میں ہمیشہ جھگڑے بکھیڑے رہے ہیں راجپوتانہ میں جس قدر اولاد اپنے والد کی رضا جوئی کرتی ہے دنیا کے کسی حصے میں اُس کا عشر عشیر نہیں۔ میواڑ کے چوندا اور مارواڑ کے چمپا نے صرف رضائے پدر کے لئے اپنے حقوق فرمانروائی سے ہاتھ دھولیا۔ ایسے خاندانی رئیس پیدائشی حقوق پر لات مار کر اسی پر فخر کرتے ہیں کہ والی مسند اُن سے سن میں کم ہے مسند ہماری ہے۔ عملداری اُس کی۔ چنانچہ جب کسی کو جاگیر یا اراضی عطا ہو تو وہ اسی بات سے خوش ہوتے ہیں کہ سند اُن کے دستخط سے مزین ہو۔

رام سنگھ نے بیماری کی وجہ سے حکومت ہاتھ سے دی اُس کے جانشین کو بھی عہد حکومت میں چین نہ ملا۔ جس سختی سے امرائے قوم فریب سے قتل ہوئے تھے۔ اُس سے کچھ دنوں اطمینان رہا مگر رئیس پوکرن کے وہ آخری الفاظ نہ بھولتے تھے کھٹکتے ہی رہتے تھے کہ

جس تلوار کی میان میں ملک مارواڑ ہے وہ سیل کی کمر میں ہے۔

سنسل سنگھ کو کویرن میں اُس کے والد کی وفات اور وصیت کا بہت ہی جلد علم ہوا اور وہ اُسے سنتے ہی اپنے رفیقوں کے ساتھ دوڑ پڑا پہلے اُس نے ٹھانی کہ بالی کی تجارت گاہ کو غارت کر دے مگر وہاں دل کی دل ہی میں رہی پھر بلوارا کے زرخیز شہر پر چڑھائی کی اُس نے دیوار شہر پر سیڑھیاں لگا دیں دھاوا کرنا ہی تھا کہ دو گولیاں ایسی پڑیں کہ دوسرے روز ریگستان کی ریت فرش استراحت بن گئی۔

تھوڑی مدت تک لڑائی جھگڑوں سے چھٹی رہی ظلم وستم کی طرف سے بھی اطمینان ہوا۔ کاروبار تجارت ترقی پذیر ہوئے۔ امن کے سبب سے شیر اور بکری میں عداوت نہ معلوم ہوتی تھی۔ اُس نے رؤسائے ریاست کا دل ہاتھ میں لیا اور وہ دلچسپی کی خدمتیں سپرد کیں کہ سرکشی کے خیالات ہی پیدا نہ ہو سکیں۔ اُس نے ان لوگوں کی مدد سے جنگل کی اقوام کھوسا اور صحرائی پر فوجکشی کر کے وادی سندھ کی کنجی یعنی قلعہ امرکوٹ پر قبضہ کیا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جیسلمیر کی سرحد مغربی و شمالی نے بھی خاص علاقے فتح کئے جن میں سے میواڑ کا علاقہ گودوارا ایسا زرخیز تھا کہ اُس کی آمدنی کل مارواڑ کے برابر تھی پہلے اس علاقے پر راٹھوروں کے قبل راجگان مندور قابض تھے پانچ سو برس اہل سسوڈیا کی حکومت رہی جب لڑائی جھگڑے آئے دن ہونے لگے تو بجے سنگھ کی سرپرستی تسلیم ہوئی۔ اور اب میواڑ کو اس کے قبضے سے کچھ تعلق نہیں۔

مارواڑ کے چند سالہ امن و امان میں پھر مرہٹے ہی خلل انداز ہوئے جن کو ہر وقت غارتگری سے ہی کام تھا۔ راجپوت اس وقت پھر متفق ہوئے۔ اور ان کو تحفظ حکومت کا خیال پیدا ہوا۔

پرتاب سنگھ مسند نشین آمیر نہایت عقلمند اور بلند حوصلہ فرمانروا تھا اُس نے سمت ۱۸۴۳ یعنی ۱۷۸۷ء میں بجے سنگھ کو قاصد کی زبانی اطلاع دی کہ قومی دشمن کی سرکوبی کے لئے کل راجپوتوں کے اتفاق کی ضرورت ہے اور میں خود تیار ہوں کہ مجموعی قوت کی سرگروہی کرونگا۔ تونگا کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ راٹھوروں نے اس وقت وہ داد و شجاعت دی کہ سبحان اللہ۔ دی پائن کے توپخانہ پر وار کر کے توپخانہ والوں کو وہیں تلوار سے ڈھیر کر دیا۔ اور سندھیا کو ایسی پتی پلائی کہ کل ملک مفتوحہ چھوڑ بھاگا۔ بجے سنگھ کو اجمیر ہاتھ آیا۔ اور اُس کی امداد فوجی فضول معلوم ہوئی۔ سندھیا اور دی پائن تاک میں رہے۔ اور چار سال میں ایسا لشکر عظیم تیار کیا کہ جو ہندوستان کے کسی میدان جنگ میں دیکھا سنا نہ گیا تھا۔

سمت ۱۸۴۷۔ آگیا پائن اور میرتا کی لڑائی چھڑی راجپوتوں کی تلوار خوب چمکی لیکن انگریزی قواعد دان اور پھر بیشمار لشکر اُس پر جعل کپٹ فریب دغا۔ راجپوتوں کے اور ساٹھ لاکھ روپیہ بطور تاوان جنگ دینا پڑا جس کے لئے بہت سا مال و متاع بکنا اور فرق ہوتا تھا۔ اور معزز لوگ بطور رضامن مرہٹوں کے یہاں زیر حراست ہوئے۔ اجمیر مرہٹوں کے ہاتھ پھر آگیا اور جب سے مارواڑ سے بالکل جدا ہے۔ ڈی پائن کی فوج کشی کے وقت دھرم راج حاکم قلعہ نے ہیرا چپا کر جان دی اور راجہ سے کہلا بھیجا کہ میرے جیتے جی مرہٹہ قلعہ نہ لے سکینگے اسی لئے جوش وفاداری میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہمیرے سے حقِ نمک ادا کرتا ہوں۔

یہودی بادشاہوں کے زمانے سے حسن پرستی و عیش پسندی کی عادتیں صدر رسماں چلی آتی ہیں۔ چنانچہ بجے سنگھ بھی اس علت میں گرفتار ہوا۔ اُس کی ایکساں رسوال قوم کی نازنین پر طبیعت آگئی۔ اور اس کو خاص رانی سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ اس کی جنون خیز محبت یہاں تک مشہور ہے۔ کہ مدخولہ عورت اُسے جوتیاں مار مار کر محل سے نکال دیا کرتی تھی اور وہ اُس کو بھی دودھاری گائے کی لاتیں سمجھتا تھا۔ اس وحشت انگیز سلسلہ الفت سے ملک مارواڑ میں ایتری پھیلی خاندان والے تنگ تھے۔ ہر بات اُسی فاحشہ کی چلتی تھی۔ اس داشتہ حسینان طناز کا لڑکا مر گیا بجے سنگھ نے اپنے پوتے مان سنگھ کو اس کے گود بٹھلا دیا۔ اور رئیسوں کو حکم دیا کہ مبارکباد عرض اور نذریں پیش کریں۔ امرائے ریاست مدمغ تھے اُنہوں نے کانوں پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ ہم لوگ کسبیوں کے بیٹے کو اپنا آقائے نعمت نہیں سمجھ سکتے۔ راجہ مجبور ہوا۔ اور کسی دوسرے کو منتخب کر دیا۔ وہ عورت چالاک تھی اُس نے مان سنگھ کو قلعۂ جھالور میں بھیجدیا۔ لیکن جس وقت یہ خیال ہوا کہ شیر سنگھ نے تو منتخب نہیں کر لیا اور اُس کی طفلانہ حکمرانی میں کہیں فرق نہ آجائے۔ پس اس نے اُسے بلا لیا اور اُس کی تعلیم و تربیت کے لئے عملہ مقرر کیا۔ بجے سنگھ اُس کے نشۂ محبت میں چور تھا اور وہ مارے غرور کے زمین پر قدم نہ رکھتی تھی۔ اس کے لئے رئیسوں کو ناگوار ہوا اور انہوں نے مالکسی کے مقام پر انتظام ریاست کے متعلق مشورت کا جلسہ کیا۔

راجہ بجے سنگھ ایک دفعہ رئیسوں کو راضی کر چکا تھا۔ اس لئے اُس نے وہی تدبیر کی یعنی وہاں خود ہی جا پہنچا۔ اور گفتگوئے مصالحت شروع ہو گئی بات ہنوز تصفیہ طلب تھی کہ روسائے ناراض نے رئیس راس یعنی قلعہ دار بجے سنگھ کو تحریر کیا کہ بھیم سنگھ کو لے کر حاضر ہو رئیس راس اُس عورت کو محافظہ دے کر پہرے کے ساتھ لے چلا ہی تھا کہ راستے میں کسی نے ایسا ہاتھ صاف کر دیا۔ کہ وہیں ڈھیر ہو گئی اور اُس کی کل جائداد ضبط کر لی گئی۔ رئیس راس بھیم کو ادھر لے کر چلا اُدھر راجہ بجے سنگھ کو جب خبر ہوئی تو وہ بھی وہاں سے پلٹ پڑا راستے میں باہم ملاقات ہوئی اور اس کے گذارے کے لئے سوجت اور سیوانہ کے اضلاع دے کر اپنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بیٹے ظالم سنگھ کو بھی گودوارا کا زرخیز علاقہ دے کر حق تلفی اور دلشکنی کی ظاہر طور پر تلافی کی مگر خفیہ طور پر تحریک کی کہ بھیم کا قلع قمع کرے بھیم کو اُس وقت اطلاع ہوئی۔ جب اُس کا چچا سر پر پہنچ گیا۔ مگر پھر بھی اُس نے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی اور جان بچا کر بھاگا تو پہلے پوکرن اور پھر جیسلمیر میں پناہ گزین ہؤا۔

اس لڑائی نے راجہ بجے سنگھ کی حکومت میں ضعف پیدا کر دیا رئیس الگ خود سر ہو بیٹھے۔ بیٹوں پوتوں میں الگ خون خرابہ ہونے لگا۔ اور سب سے مقدم بات یہ تھی کہ اُس کی جانِ جان یوں اُس کے رگ جان سے جدا کی گئی۔ پس وہ مجسم غم و الم بن گیا اور آخر سمت ۱۸۵۰ کے ماہ اساڑھ میں دار فانی سے منہ موڑ لیا۔ ۳۱ برس حکومت کی۔

راجہ اجیت کے چودہ فرزندوں کی فہرست۔ متعلق تذکرۂ راجہ بجے سنگھ و رام سنگھ۔

۱	۲	۳	۴	۵
ابھے سنگھ	بخت سنگھ	انند سنگھ	راسو	دیبی سنگھ
رام سنگھ	بجے سنگھ	متبنےٰ خاندان ایدر	متبنےٰ خاندان جائرا علاقہ ماتوا	متبنےٰ خاندان پوکرن
فتح سنگھ چیچک سے کم سنی میں راہی عدم ہوا	ظالم سنگھ وارث بجے سنگھ		مان سنگھ	سردار سنگھ بھیم کے ہاتھ سے قتل ہؤا
	ساونت سنگھ	شیر سنگھ	بھوم سنگھ	
	سور سنگھ	مانسنگھ متبنےٰ	بھیم سنگھ	
			دھوکل سنگھ دعویدار مسند ہؤا	

(۶)	۷	۸	۹	۱۰	۱۱
رائے سنگھ	کشور سنگھ	پرتاب سنگھ	روپ سنگھ	رتن سنگھ	سوبھا سنگھ
۱۲ سلطان سنگھ	۱۳ اکھے سنگھ	۱۴ جودھا سنگھ			

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۱۴

بھیم سنگھ کا مسند حکومت پر قبضہ۔ ظالم سنگھ کی تباہی دعویداران حکومت کا باستثناے مان سنگھ قلع قلمع۔ جہالور کا محاصرہ۔ راجہ مان سنگھ کی سرگروہی فوج۔ خوف اسیری۔ رئیس اہوا کی وجہ سے بچاؤ۔ بھیم کے امرا کی ناراضگی۔ مارواڑ میں ترک اقامت۔ نیماچ پر فوج کشی۔ جہالور پر دشمن کا قبضہ۔ بھیم کی ناگہانی موت۔ علماے ہمراہی راجگان۔ راجہ مان سنگھ کی مسند آرائی۔ سوائی سنگھ رئیس پوکرن کی مخالفت۔ چوپاسنی کی یورش۔ راجہ بھیم کی رانی کا حمل مان سنگھ سے گفتگو۔ ولادت فرزند اور اس کی پوکرن میں روانگی۔ اخفاے ولادت دھونکل سنگھ چانپاوت کی مان سنگھ سے علیحدگی۔ فرزند راجہ بھیم کی ولادت کا اعلان۔ رئیسوں کی مان سنگھ سے ایفاے وعدہ کی تحریک۔ رانی کا ولادت فرزند سے انکار۔ دھونکل سنگھ کی ابھے سنگھ کیتری والا کے یہاں پناہ گزینی۔ سوائی سنگھ کی سازش آمیر و مارواڑ سے راجہ مان کی دلتنگی۔ دھونکل سنگھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی جے پور میں روانگی۔ راجگی مارواڑ کا اعلان۔ روساء کی معاونت راجۂ بیکانیر کی مدد دہی۔ اجتماع لشکر فریقین۔ ہلکر کی مان سنگھ سے ترک رفاقت۔ نیز رئیسوں کی علیحدگی۔ مان سنگھ کی میدان جنگ سے روگردانی جودھ پور پر قبض و دخل۔ رئیسوں سے بدگمانی۔ ان کی ناراضگی اور محاصرین جودھپور سے شرکت۔ جودھ پور میں غارتگری۔ اہل محاصرہ کی تعلیف میر خاں کی تفرقہ اندازی۔ جے پور کے افسر فوج کا تعاقب۔ رزم آرائی۔ محاصرۂ جے پور۔ راجہ کی پریشانی محاصرۂ جودھ پور سے دست کشی۔ عزم واپسی جے پور۔ ہلکر سے درخواست حفاظت۔ بیس لاکھ کا معاوضہ۔

راٹھوروں کا جودھ پور کے اسباب غنیمت پر قبضہ۔ کچھواہوں کی شکست۔ میر خاں کی راجہ مان سنگھ کی اعانت کے لئے جودھ پور میں رئیسان راٹھور کے ساتھ روانگی

بھیم جیسلیر میں تھا کہ اُس نے بجے سنگھ کی وفات کی خبر سنی وہ دن رات کا سفر طے کر کے جودھ پور کے قلعے میں جا کر مسند نشین ہو گیا۔ دوسرا دعویدار میرتا میں بھدرا بھرنی ہی دیکھتا تھا کہ اُس کو نقارہ مسند نشینی نے خبر دی کہ بھیم سنگھ گدی پر بیٹھ گیا۔ اُس نے بھدرا تک پیچھا کیا اور آخر شکست کھا کر اودے پور کی پناہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں معقول وظیفہ پر گذارہ کیا۔ اور ساری عمر لکھنے پڑھنے میں کاٹ دی۔ کسی رگ میں درد تھا۔ اُس نے اُسے شگاف دیا تو خون جاری ہو گیا اور جان چلی گئی۔ یہ شخص نہایت ذی لیاقت شجاع اور شاعر بھی تھا۔ مگر قسمت آڑے نہ آئی۔

اس دعویدار سے فراغت پاکر راجہ بھیم نے تہیہ کیا کہ اُن شخصوں سے ملاقات ترک جن سے رنج پہنچے۔ اُس کا باپ مر چکا تھا تین چچا بھی راہی عدم ہو چکے تھے۔ اب اُس کو شیر سنگھ کی فکر باقی رہی جس کا وہ متبنےٰ تھا اور سردار سنگھ کی جو وارث تخت تھا جان لی گئی۔ اور شیر سنگھ کو آنکھیں نکلوائے جانے پر دیواروں سے ٹکرا کر جان دینا پڑی۔ بجے سنگھ کے ایک فرزند عزیز کا بھی بھیم سنگھ نے خاتمہ کیا غرض یہ تھی کہ کوئی گدی کا دعویدار نہ رہے۔

خاندانی دعویداروں سے چھٹی پاکر اُس کو بجے سنگھ کی داشتہ عورت کے متبنےٰ مان سنگھ کی فکر ہوئی۔ مگر فلہ جمالور کے استحکام نے اُسے ایک دعویدار کی طرف سے اندیشہ مند رکھا۔ اگر اس کا وہاں بھی دسترس ہوتا تو ابھے سنگھ کی نہ کوئی اولاد بچتی نہ سمادھ ہی باقی رہتی نہ خاندان ایدر میں سیاجی کا کوئی نام لیوا بچتا اور نہ دھونکل سنگھ کی اولاد سے اجیت سنگھ کی گدی کا کوئی حقدار پیدا ہوتا اور نہ مجودا کی نسل میں کشت وخون کی نوبت آتی۔

خاندانی دعویدار تو سب قتل ہو گئے۔ اب بھیم سنگھ جاگیرداری فوج اور سپاہ بے قاعدہ لے کر اُس کے پیچھے پڑا۔ مان سنگھ کو شکست ہوتی رہی لیکن رفیقوں کی بدولت اراضی خالصہ کی لوٹ مار سے اُس کی بسر اوقات ہوتی رہی۔ جس وقت اُس نے پالی پر دست ہمت دراز کیا زندگی کے دن پورے ہونے ہی کو تھے مگر خدا نے حملے کی زد سے بچا لیا۔ مان سنگھ کو سواری وغیرہ اشغال ورزش کی مہارت نہ تھی اُسے علمی مشاغل کا زیادہ تر شوق تھا چنانچہ میدان کارزار میں گھوڑے سے آسن اکھڑ گئے مگر رئیس اہوا نے بڑی پھرتی سے اپنے پیچھے گھوڑے پر سوار کر لیا۔ اور وہاں سے دور لے جا کر جان بچا لی۔ بھیم سنگھ میں رام سنگھ کی طرح فہم و فراست تھی اُس نے محاصرہ والوں سے کہا کہ تمہاری سواری سے گھوڑوں کی ہتک ہے۔ تمہیں چڑھنے کے لئے بیل دیئے جائینگے۔ رئیسوں کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی وہ گودوارا کی جاگیر کلاں یعنی گھانی راؤ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں چلدئے۔ اور مان سنگھ کی طلبی پر اُنہوں نے اس کا بھی ساتھ نہ دیا اور ادھر اُدھر جا بسے۔ جاگیریں ضبط کی گئیں۔ اراوت کی جاگیر بنماج پر فوج کشی ہوئی۔ بارہ ماہ محاصرے کو گذرے آخر بھیم کی فتح ہوئی قلعہ توڑا پھوڑا گیا۔ اور تنخواہ دار فوج جہالور کے محاصرے میں سرگرم ہوئی۔

مان سنگھ کے طرفدار جدا ہو گئے تھے قحط رسد نے چنے چینے کی طرف سے بھی فکر مند کیا۔ قریب تھا کہ محصورین حملہ آوروں کو زندگی سونپ دیں اتفاق کی بات کہ ایک سپہ سالار مخالف نے مان سنگھ کو راجہ تسلیم کر کے اظہار اطاعت کیا۔ یہ دن کاتک سدی دوم سمت ۱۸۶۰ مطابق دسمبر ۱۸۰۴ء کا تھا۔ گیارہ برس قلعہ جہالور میں بجفا و کفا بسر کرنے کے بعد اس روز بھیم کے انتقال کی دفعتہً خبر پہنچی۔ سپہ سالار کی گذارش دیوان کے ذریعے سے پیش نظر ہوئی اور گرو دیوناتھ کی تصدیق پر وہ لشکر مخالف میں گیا اور اُسے سب نے راجۂ راٹھور تسلیم کر کے قدر و منزلت کی۔

بجے سنگھ کے گرو آتما رام نے ایک موقعہ پر پیشین گوئی کی تھی۔ کہ مان سنگھ تباہی کے جہاز پر سوار ہے تو کیا۔ اُس کا اختر اقبال ضرور روشن ہوگا۔ راجوں کے دربار میں کبیشر جوتشی اور عالموں کی زندگی ہمیشہ مخدوش رہتی ہے وجہ یہ کہ ان کی پیشنگوئیاں پوری نہ اتریں تو سزا سے نجات نہیں۔

سمت ۱۸۶۰ کے ماہ اگہن میں پنچمی کے روز مان تمام مخمصوں سے چھٹکارا حاصل کر کے مسند نشین ہوا۔ مگر چند ہی روز کے بعد سوائی سنگھ رئیس پوکرن نے عداوت کی ٹھانی یہ شخص چانپاوت خاندان درجۂ دوم کا رئیس تھا۔ اس کی طاقت درجہ اول کی تھی اور ملک مارواڑ کو اُسی کی تلوار کا بھروسہ باقی تھا۔ اگر سچ پوچھا جائے تو سوائی سنگھ کی نیکیوں میں شک نہیں دیبی سنگھ کی تلوار سیلا کے قبضے میں تھی اُس کے پوتے سوائی سنگھ کے پاس وہ تلوار تھی۔ جو مسند نشینی کے وقت سے روز مرگ تک اُس کی کمر سے جدا نہ ہوئی۔ راجہ مان سنگھ گدی پر بیٹھا تو سوائی سنگھ نے دارالریاستہ سے پانچ میل کے فاصلے پر چوپاستی میں جا کر رئیسوں کو خبر دی کہ راجہ بھیم سنگھ کی رانی باردار ہے۔ چنانچہ سب نے اتفاق کیا کہ جو لڑکا پیدا ہو وہی وارث مسند ہے۔ رئیس حاملہ رانی کو قلعے سے لے گئے۔ اور اپنی حمایت میں لے لیا۔ جب راجہ سے گفتگو ہوئی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو اُس نے بھی رئیسوں کی بات قبول کی اور وعدہ کیا کہ وہ بھیم کے لڑکے کو وارث مسند ماروار سمجھیگا۔ ناگور اور سیوانہ اُس کی جاگیر ہوگی۔ بالفرض لڑکی عالم وجود میں آئی تو رئیس ڈھونڈھار کے ساتھ منسوب کی جائیگی۔

باپ کے بعد لڑکی کی ولادت سے ریاستوں میں جھگڑے بکھیڑے ہوا ہی کرتے ہیں اور لوگوں کو شبہ کرنے کا موقع حاصل رہتا ہے۔ بھیم کی رانی سے فرزند تولد ہوا۔ رانی کو اس کی حفاظت منظور تھی لہذا کسی کو ولادت کی خبر نہ ہونے دی۔ اُس نے ایک ٹوکرے میں بند کر کے سوائی سنگھ کے پاس لڑکے کو بھجوا دیا جہاں اس کو دھولکل کے نام سے شہرت ہوئی۔ دو سال تک خبر ولادت پوشیدہ رکھی گئی راجہ مان سنگھ کی عادت میں نا انصافی بڑھ گئی معاصرین جھالور کی حمایت اور محصورین پرعتاب کی نظر مخالف فریق کے طرفداروں میں دو اُس کے ہم قوم اور عزیز تھے باقی بھٹی راجپوت ان کے علاوہ بشن سوامی کا مذہبی گرو بھی تھا جس کے مہنت کو قائم داس کہتے تھے۔

دو سال کے بعد سوائی سنگھ نے اپنے موافق رئیسوں کو دھولکل کی پیدائش سے مطلع کیا۔ انہوں نے راجہ مان سنگھ سے حسب وعدہ ناگور اور سیوانہ کی جاگیر طلب کی۔ مان سنگھ اس شرط پر راضی ہوا کہ دعویدار اُس کی صحیح النسبی ثابت کریں۔

رانی جودھپور میں تھی۔ ماں کی ممتا بڑی ہوتی ہے اُس نے سوچا کہ کہیں بیٹے کی جان پر نہ گذرے اس لئے صاف کہدیا کہ یہ میرا بیٹا نہیں۔ معاملہ جیوں کا تیوں رہ گیا رئیس بھی خاموش ہو رہے اور اُن کو قائل ہونا پڑا۔ کہ ولادت کی خبر اُن کو عین وقت پر نہ کی گئی تھی۔

سوائی سنگھ زمینوں سے منقل الرائے رہا۔ اُس نے تیغ و تفنگ سے کام لینے کے عوض جو حکمت عملی سوچی اُس نے ملکی آزادی کا خاتمہ کیا اور قومی حکومت غیر قوم کے ہاتھ میں چلی گئی۔ اُس نے پوکرن والے کی طاقت پر بھروسہ کر کے چتر سنگھ بھٹی کے توسط سے شیخاوائی کے رئیس اعظم ایھے سنگھ کیتری والا کے ساتھ اتفاق کیا۔ اور اس خوبی سے سازش کی کہ بہادری کی طرح اُس کے مکر و دغا کو لوگ مان گئے۔

راجہ بھیم کی شادی رانا سے میواڑ کی لڑکی کے ساتھ قرار پائی تھی مگر شادی کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قبل ہی اُس نے ملک عدم کی راہ لی چانپاوت نے اس وقت جگت سنگھ راجہ جے پور کو اکسایا کہ کرشنا بائی سے شادی کی درخواست کرے۔ شادی قرار پائی اور سامان شادی چار سو سواروں کے ہمراہ روانہ اودے پور کیا گیا۔ سوائی سنگھ نے راجہ مان کو بھڑکایا کہ کرشنا بائی کی شادی ریاست مارواڑ میں قرار پائی تھی راجہ آمیر اُس کے ساتھ منسوب ہؤا تو قوم راٹھور کی سخت ذلت ہوگی۔ مان سنگھ نے جاگیرداری فوج کے تین ہزار سوار مہیر اسنگھ کی تنخواہ دار فوج کے ساتھ کئے۔ جنہوں نے سامان شادی آمیر لوٹ لیا۔ جگت سنگھ نے قبضۂ شمشیر پر ہاتھ ڈالا اور فوج بھرتی کرنا شروع کی۔

اب سوائی سنگھ خود کیتری جاکر دھونکل سنگھ کو جگت سنگھ راجہ جے پور کے پاس لے گیا۔ راجہ نے حسب ونسب کی تحقیقات کر کے ایک ساتھ کھانا کھایا مارواڑ کی وراثت تسلیم کی گئی اور راجہ بھیم کی رانی یعنی اپنی موسی کی گود بیٹھا دیا۔ دھونکل سنگھ رستم تبنیت سے راجہ جگت سنگھ کا موسیانا بھائی مشتہر ہؤا تو مارواڑ کے سب رئیس دھونکل کے پاس آگئے۔ رئیس بیکانیر نے اُس کے حقوق کو ایسی تقویت دی کہ راجہ مان سنگھ سے سب علیحدہ ہوگئے مگر وہ قدرتی بہادر تھا اس لئے اُس نے راجہ جے پور کی لاکھ سے زیادہ فوج کے مقابلہ میں جانبازی کرنے کے لئے سرحد میواڑ کی طرف کوچ کر دیا۔ اس لڑائی کی بنیاد رانی تھی۔ چنانچہ دور دور کے بہادر میدان کارزار میں آئے۔ مرہٹوں نے بھی لوٹ مار کا خیال چھوڑ کر ایک لشکر جرار سے اعانت کی اور لوگ رانی اور دعویدار ریاست کے طرفدار تھے۔ ہلکہ پر راجہ مان سنگھ کا یہ احسان تھا کہ جب لارڈ لیک نے دریائے اٹک تک اُس کا تعاقب کیا تو اُس کے متعلقات اور اولاد کی مان سنگھ نے حفاظت کی تھی۔ سوائی سنگھ نے یہاں بھی چال کھیلی۔ ہلکہ ۹ کوس کے فاصلے پر تھا کہ وہ اُس کے پاس پہنچا۔ اور دس لاکھ روپیہ ریاست کوٹہ میں دینے کا وعدہ کر کے اس کو عزم جنگ سے روک دیا۔ جگت سنگھ نے جنگولی میں مان سنگھ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ رئیس مان سنگھ سے ملنے کو جا رہے تھے کہ لوگوں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی سوائی سنگھ دست راست کی طرف پہنچا تو ساری فوج غائب نظر آئی۔ جو لوگ گدی کی ملازمت پر فخر کرتے تھے اُنہوں نے بھی چانپاوت اور چنڈاوت وغیرہ کے ساتھ میدان چھوڑ دیا۔ صرف کوچامن۔ اہوا۔ جمالور اور نیماج کے رئیس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مان سنگھ کے ساتھ رہ گئے۔ بوندی کی فوج بھی اس کی مدد پر تھی۔ اُس نے لشکر مخالف پر دھاوا کرنے کو کمر باندھی مگر یوں جان دینے سے کوئی فائدہ نہ دیکھ کر رئیس کوچامن نے اُسے ہاتھی سے اُتار دیا۔ اور گھوڑے پر سوار کر کے درۂ پریت سر جانے کی راے دی۔ اس وقت مان سنگھ کو افسوس ہؤا کہ اُس نے کچھواہوں کو پیٹھ دکھا کر اٹھور قوم کی بہادری پر بٹہ لگا دیا۔ مگر چارۂ کار نہ تھا۔ وہ فوج بوندی اور ہمدال خاں ملازم کی حفاظت میں میرتا پہنچ گیا۔ اودیپارا والا کی فوج تعاقب میں ناکام رہی۔ مان سنگھ نے اس مقام پر کافی حفاظت نہ دیکھی تو پیپاڑ کے راستے سے داخل جودھپور ہوا چاروں مذکورہ بالا رئیس بوندی کی فوج کے ہمراہ رفاقت میں رہے۔ راجہ مان سنگھ کی اٹھارہ توپیں بالا راؤ انگلیا افسر سندھیا کو دستیاب ہوئیں اور خیمے اور ہاتھی وغیرہ میر خاں کے ہاتھ لگے۔ پریت سر اور اُس کے گرد نواح میں خوب لوٹ مار ہوئی۔

سوائی سنگھ اپنے مقصد میں کامیاب ہؤا۔ میرتا پہنچکر راجہ جے پور نے اودے پور کی راہ لی اور کرشنا بائی کے ساتھ شادی کی۔ اب اس کو مان سنگھ کی پھر فکر ہوئی وہ دو تین روز میرتا میں خیمہ زن رہا۔ اسی عرصے میں مان سنگھ بر سلپور میں پہنچا اُس کی خواہش تھی کہ جھالور جائے لیکن اُس کے افسر ملکی دمالی مسمی چین مل سنگوئی نے کہا کہ جودھپور صرف لو کوس پر ہے اور جھالور سولہ کوس سے زیادہ فاصلے پر۔ علاوہ بریں جب خاص راجدھانی میں معرکہ آرائی کی طاقت نہیں تو اور جگہ جنگ آزمائی سے فائدہ۔ مان سنگھ نے اس مشورے پر عمل کیا اور جودھپور پہنچکر تیاری فوج میں مصروف ہؤا۔ جو فوجیں ساتھ چھوڑ گئی تھیں پھر جھنڈے کے تلے جمع ہو گئیں۔ اور سوائی سنگھ کی حکمت عملی کارگر نہ ہونے پائی۔

اس وقت مان سنگھ نے پانچہزار معتبر بہادروں کی فوج قلعے میں متعین کی جس میں تین ہزار ہندول خان کے چیدہ سپاہی تھے اور ایک ہزار قائم داس کے بشن سوامی چیلے۔ اور ایک ہزار بھٹی اور مندور کے ایندور اچیوت۔ اُس کے بعد سر اور قلعہ امرکوٹ کی بھی حفاظت کا انتظام کر لیا۔ لیکن دل ایسا متوہم ہو گیا تھا۔ چار رئیسان رفیق سے بھی اُس کو بدگمانی تھی۔ ان لوگوں نے درخواست کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ قلعہ جودا میں اُن کو حفاظت کا موقع دیا جائے۔ لیکن وہ راضی نہ ہؤا اور کہدیا۔ کہ اب لوگ شہر کو بچائیں قلعے کی حفاظت درکار نہیں۔ ان لوگوں کو یہ جواب ناگوار گذرا اور وہاں سے چل کر محاصرۂ جودھپور میں فریق مخالف کے دست و بازو بن گئے۔

جودھپور فتح ہؤا لوٹ مچ گئی پہلو دی تین مہینے کے محاصرے کے بعد بیکانیر کے حوالہ کیا گیا۔ مارواڑ میں دھوکل سنگھ کی آن کا آوازہ بلند ہؤا۔ اس کے خیر طلب اس انتظار میں مصروف ہوئے کہ قلعے پر قبضہ جم جائے تو راجہ مسند حکومت پر قدم رکھے اسی عرصے میں اتفاقیہ ایک معاملہ پیش آیا جس سے راٹھوروں کی محبت ملکی از سر نو ابھر اُٹھی اور بازی کا رنگ پلٹ گیا۔

قلعہ جودھا پانچ مہینے تک گھرا رہا۔ لیکن اہل قلعہ کی ہمت بدستور قائم رہی حملہ آوروں کو اسی فٹ بلند پہاڑ کی سیدھی چڑھائی سے سامنا تھا۔ سیل کے گولے ہوتے تو قلعہ سر ہو جاتا لیکن محاصرین مجبور ہو گئے۔ علاوہ بریں دعویدار کی کثیر التعداد فوج تنخواہ اور خوراک سے تنگ آئی۔ اہل فوج جنوبی مقامات میں لوٹ مار کرنے لگے امیر خاں مرہٹوں کا مقلد تھا اُس نے علاقجات خالصہ یعنی پالی۔ پیپاڑ وغیرہ سے روپیہ وصول کیا اچھے اچھے مقامات کو جیرستانی نے خرابی میں ڈالا۔ رعایا امیر خاں سے نالاں ہوئی مالکوں کے پاس شکائتیں گذریں۔

محاصرے کی طوالت نے راجہ آمیر کو تنگدست کر دیا۔ پوکرن کے رئیس سے درخواست ہوئی کہ روپے کا انتظام کرے۔ جب وہ بھی ہاتھ جھاڑ بیٹھا تو اُن چار رئیسوں سے روپے کی طلبی ہوئی۔ جوان سنگھ کی رفاقت ترک کر کے دھوکل سنگھ کے شریک ہو گئے تھے۔ رئیسان مذکور نے کان کھڑے کئے اور وہاں سے امیر خاں کے لشکر گاہ کی راہ لی۔ اُنھوں نے اُس سے کہا کہ جے پور اس وقت فوج سے خالی ہے چلو فوج کشی کریں اس سے عمدہ موقع لوٹ مار کا پھر نہ ملے گا۔ راجہ جے پور نے جب پائی تو رئیسان مارواڑ کے مشورے سے شیو لال سپہ سالار کو روانہ کیا امیر خاں پر حملہ ہؤا اُس نے لونی کے پار بھاگ کر دم لیا۔ لیکن شیو لال نے گوبند گڈھ میں پھر شکست دیکر پسوری تک مارا اور میر خاں کو بھاگی واقع سر حد جے پور تک دم لینے نہ دیا۔ شیو لال سمجھا کہ بس دشمن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سر ہوگیا اُس نے اُسی کی قیامگاہ میں سکونت اختیار کی اور فوج متعین کر کے خود جے پور میں دعوتیں اڑانے میں مصروف ہوگیا۔ امیر خاں لوٹنک کے قریب مقام پیپلو میں تھا۔ اُس نے یہ صورت حال دیکھ کر محمد شاہ خاں اور راجہ بہادر سے کمک مانگی اور حیدر آباد کی صف شکن سپاہ کی مدد سے لشکر جے پور پر دھاوا کیا۔ جے پور کی فوج بے سر کے بھی۔ افسر دعوتیں چکھ رہا تھا۔ مگر بے سروسامانی کی حالت میں بھی خوب جان توڑ کر لڑی۔ ہیرا سنگھ کا ایک ایک بہادر سپاہی کٹ مرا راجہ جے پور کو بڑی بھاری شکست ہوئی۔ تمام جنگی سامان توپوں سمیت فاتحوں کے ہاتھ آیا۔ امیر خاں فتح کا پھریرا اُڑاتا ہوا چلدیا۔ راجہ جے پور کی مایوسیاں حد سے بڑھ گئیں امیر خاں کی سرداری راجہ مان سنگھ کے آڑے آئی۔ مخمصوں سے جان چھوٹی۔ سوائی سنگھ کی حکمت عملیاں خاک میں مل گئیں۔

کچھ دنوں خاموشی سے سرکشی کا مواد پکتا رہا۔ بیکانیر اور شاہپور کے راجے ریاستوں کو واپس آگئے۔ راجہ امیر سمجھتا تھا کہ اس معرکہ آرائی میں اُس کی شہرت و عظمت دوبالا ہو گی لیکن اب اُسے معلوم ہوا کہ میر خاں نے جے پور کا محاصرہ کیا۔ تو حواس جاتے رہے۔ سوائی سنگھ رائے چند دیوان جے پور کو رشوت دے چکا تھا لہذا اُس نے واقعہ تباہی راجہ سے مخفی رکھا۔ مگر راجہ کی ماں نے کسی قاصد کی زبانی سارا حال کہلا بھیجا۔ راجہ کے رنج و غم کی حد نہ تھی اُس نے گھبرا کر محاصرے سے ہاتھ اُٹھایا۔ اور جودھ پور کی چالیس توپیں رئیسان ہمراہی کے حوالے کر کے سردار مرہٹہ کو بارہ لاکھ روپیہ دینے کے وعدے پر حفاظت کے لئے ساتھ لیا۔ نیز میر خاں کو بھی نو لاکھ روپیہ بذریعہ تمسک حاصل کر کے اس غرض سے نذر کیا کہ سد راہ نہ ہو۔ اس واپسی سے اس کی عزت و حرمت میں بہت فرق آیا۔ جہاں جہاں قیام کرتا تھا وہاں سے اسباب اور خیموں میں آگ لگا دی جاتی تھی۔ گھبراہٹ اس قدر غالب تھی کہ خاص سواری کا ہاتھی سست روی کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔

جن رئیسوں کی جاں نثاریوں نے مان سنگھ کے چھکے چھڑا دئے تھے اُن کو یہ بے عزتی گوارا نہ ہوئی کہ جودھ پور کی توپیں جے پور جائیں۔ انہوں نے میرتا سے بیس میل پر باہم اتفاق کر کے اندراج[1] سلگی کو افسری لشکر عطا کی۔ تاکہ

[1] یہ شخص دو پشت سے راجہ مان سنگھ کا دیوان تھا جو رئیسان ہمراہی کی روح مشکوک ہو کر راجہ سے علیحدہ ہو گیا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کچھواہوں کے خون سے وہ دھبہ مٹائیں جو راجہ مان سنگھ کی مفارقت کا باعث ہوا تھا۔ جے پور اور جودھ پور کی سرحد پر آتش جنگ مشتعل ہوئی۔ سخت لڑائی کے بعد کچھواہے میدان چھوڑ بھاگے۔ سارا مال و اسباب راٹھوروں کے ہتھے چڑھا چالیس ضرب توپیں واپس پائیں۔ اس کے بعد اُنہوں نے راجہ راٹھور والی کشن گڈھ سے ۲ لاکھ روپیہ میر خاں کو اس وعدے پر دلوایا کہ راجہ مان سنگھ کا طرفدار و معین رہے میر خاں اور چاروں رئیس جودھ پور گئے جن کی قدر کی گئی خطائیں نظر انداز ہوئیں مقبوضات واپس ملے۔ اور اندراج کو عہدۂ بخشیگری فوج حاصل ہوا۔

باب - ۱۵

میر خان کی جودھ پور میں خاطر مدارات۔ سوائی سنگھ کی بربادی کا عہد و پیمان۔ تبدیلی دستار۔ خان مذکور کی ناگور میں روانگی۔ سوائی سنگھ سے ملاقات۔ امداد دھونکل سنگھ کا وعدہ۔ رئیسان راجپوت کا قتل۔ دعویدار کی مغروری۔ خان کی ناگور سے واپسی۔ راجہ مان سنگھ سے دس لاکھ روپیہ کی وصولی بربادی جے پور۔ حملہ بیکانیر۔ مارواڑ میں میر خاں کا رعب ذات ناگور کی قلعداری پر پٹھانوں کا تقرر۔ سرداروں کو تقسیم اراضی ناڈوان اور سانبھر کی جھیلوں پر قبضہ۔ دیوان اندراج اور گرو دیو ناتھ کا قتل۔ راجہ مان سنگھ کی حالت دیوانگی۔ اُس کے فرزند چیر سنگھ کی مسند نشینی اور بد وضعی۔ راجہ مان سنگھ کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جنون کی زیادتی کے اسباب۔ راجہ پر شرکت قتل اندراج کا شبہ۔ ظالم سنگھ پوکرن والہ کے زیر افسری رئیسوں کی ترقی اختیارات۔ سوائی سنگھ کے فرزند کا معاملات ریاست میں عمل دخل۔ انگریزوں کی جودھ پور میں رسائی۔ چتر سنگھ سے عہد و پیمان۔ اُس کی وفات پر خاندان ایدر کے لئے گدّی کی تجویز۔ رئیس ایدر کی نامنظوری۔ راجہ مان سنگھ سے مسند آرائی کی درخواست۔ راجہ کی مصنوعی دیوانگی کی شہادت۔ بعض شرائط عہد نامہ کی منظوری۔ سفارت انگریزی۔ اکھے چند منتظم محکمہ جات ملکی۔ ظالم سنگھ پوکرن والہ کی وزارت۔ فتح راج کا عناد۔ راجہ کے یہاں فوج انگریزی کا تقرر۔ راجہ کی نامنظوری۔ ایجنٹ کی واپسی۔ دربار میں ایجنٹ کا دوامی تقرر۔ جے پور میں ورود۔ دارالریاست کی کیفیت۔ راجہ سے ملاقات۔ ضروری گفت و شنود۔ ایجنٹ کی جے پور سے روانگی۔ کل جاگیروں کی ضبطی مان سنگھ کی جفاکاری۔ احتیاط اخفا۔ دغابازی و گرفتاری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سرداران۔ مال و اسباب کی ضبطی۔ ذلت کے ساتھ قتل۔
اجتماع خزانہ۔ رئیسوں کے قتل کی مزید کوشش۔ گرفتاری میں
ناکامی۔ رئیس نیماچ پر حملہ۔ بہادرانہ مقابلہ قتل۔ رئیس پوکرن
کے عوض فتح راج کی وزارت۔ راجہ مان سنگھ کی گفتگو۔ نیماچ پر
فوج کشی۔ مارواڑ کی تارک الوطنی۔ راجگان گرد و نواح کی
دستگیری۔ راجہ مان سنگھ کی انار سنگھ سے ناسپاسی۔
تارک الوطن رئیسوں کی سرکار انگریزی سے چارہ جوئی۔ سرکار
انگریزی کا مداخلت سے اجتناب۔ مان سنگھ کی درستی انتظام
مارواڑ میں ناکامیابی۔ رائے زنی

راجہ مان سنگھ نے امیر خاں کی بڑی خاطر مدارات کی قلعے کا ایک عالیشان ایوان اُس کی
بود و باش کے لئے آراستہ کیا گیا تحفے عنایت ہوئے۔ اور انسداد سرکشی کے لئے قیمتی
عطیوں کا وعدہ ہوا۔ خاندان مذکور نے بھی قسم کھائی کہ سوائی سنگھ کا نام و نشان مٹا کر
رہیگا۔ اس لئے بعد ثبوت یکجہتی کے لئے اُس نے راجہ سے پگڑی بدلی۔ اور ادائے قرضہ
کے لئے تین لاکھ روپیہ علے الحساب حاصل کیا۔

جب محاصرہ جودھپور اُٹھ گیا تو سوائی سنگھ دھونکل سنگھ کو لیکر ناگور پہنچا اور وہاں
ورثائے مارواڑ کی جاگیریں حاصل کرنے کی کوششیں عمل میں آئیں۔ انہیں ایام میں امیر خاں
کا ایک قاصد مونڈاوا سے آیا۔ یہ مقام وہاں سے دس میل کے فاصلے پر آباد تھا خان
مذکور نے تارکین کی زیارت کے لئے اجازت حاصل کی مقامات متبرکہ میں صرف یہی
ایک درگاہ تھی جو بخت سنگھ کے عہد حکومت میں دست بدعت سے بچ رہی تھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ چند سوار جلو میں لے کر زیارت سے مشرف ہوا۔ اور وہیں سوائی سنگھ سے ملاملاقات کے موقع پر اُس نے باتوں باتوں میں راجہ مان سنگھ کی دبی زبان سے شکایت کی اور ذہن نشین کیا کہ اُس کی فوج اس سے عمدہ خدمات انجام دے سکتی تھی۔ سوائی سنگھ دل ہی دل میں خوش ہوا۔ اور وعدہ کیا کہ دھونکل سنگھ جس وقت مسند ریاست پر قدم رکھے وہ بیس لاکھ روپیہ دلوا دے۔ خان مذکور نے ہاتھ پر ہاتھ مار اقرآن کی قسم کھائی پگڑی بدلی اور اتحاد قائم کیا۔ اس کے بعد وارث مارواڑ نے ملاقات کی تحائف دئے جس پر خان مذکور نے زبان دی کہ جان بھی کام آئے تو منہ موڑنے والے پر تین حرف۔ خان مذکور قیامگاہ پر واپس آیا۔ اور دوسرے دن راجہ اور اس کے رفیق رئیسوں کو پیغام دعوت دیا۔

سمت ۱۸۶۴ مطابق ۱۸۰۸ء میں چیت کا مہینہ تھا دوسرے پاکھ کی چوتھ کو سوائی سنگھ اور دھونکل سنگھ پانچ سو رفیقان خاص کے ہمراہ مقام دعوت پر پہنچے۔ امیر خاں کے دل میں دغا تھی۔ اُس نے خونریزی کا پورا انتظام کر رکھا تھا توپیں بھری تیار تھیں صرف بتی دینے کی کسر تھی۔ مہمان آئے بڑی دھوم دھام سے پیشوائی ہوئی۔ امیر خاں نے پھر پگڑی بدلی اور ناچ گانا شروع ہو گیا۔ محفل کا رنگ جما ہوا تھا کہ امیر خاں کسی بہانے سے اُٹھ گیا۔ اُس کے جاتے ہی خیمہ گرا بیالیس راجپوت خیمے کے نیچے دب گئے۔ بہنوں کا تلوار نے خاتمہ کیا جو بچے گولوں کا نشانہ بنے اچھے اچھے سرداروں کے سر مان سنگھ کے پاس بھیجے گئے۔ دھونکل سنگھ اتفاق سے بچ کر ناگور کی طرف بھاگا۔ دغاباز پٹھان نے برار میں لوٹ مار کی مقتولین اور نخت سنگھ کا تمام اسباب ہاتھ آیا۔ نین سو توپیں قبضے میں ہو گئیں۔ تمام اسباب غنیمت سمبھل اور دیگر مقبوضات ذاتی میں روانہ کر کے خان مذکور خود روانۂ جودھپور ہوا۔ دس لاکھ روپیہ نقد حسب شرائط حاصل کیا مونڈاوا اور کوچل واڑہ انعام میں ملے۔ جن کی آمدنی تیس ہزار سالانہ تھی۔ اس عطیے کے علاوہ سو روپیہ بطور مصارف خوراک بھی مقرر ہو گیا۔

سوائی سنگھ اور اُس کے ساتھیوں کی خونریزی سے راجہ مان کو مخالفت سے رہائی ہوئی لیکن اس کارروائی کا نتیجہ بہبودی ملک کے لئے مضر ہوا۔ شرکائے دعویدار ابھی باقی تھے چنانچہ جے پور میں امیر خاں نے قیامت برپا کی راجہ مان سنگھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نے اندراج برکت میر خان اور ہندال خان کے ساتھ بارہ ہزار فوج مع ۳۳ ضرب توپ بیکانیر کے آزاد رئیس کی سرکوبی کے لئے روانہ کی باپڑی میں لڑائی ہوئی جس میں بیکانیر کے دوسو سپاہی قتل ہوئے۔ رئیس کا دارالریاست تک تعاقب ہوا گنجیر میں صلح ہوئی رئیس بیکانیر نے دولاکھ روپیہ تاوان جنگ کی مد میں دیا اور شہر پھلودی نذر کر کے بنیاد فساد مٹانا پڑی۔

مارواڑ پر امیر خاں کی حکومت جمی غفور خاں ناگور کی قلعداری کے لئے مامور ہوا۔ میرتا کی جاگیر میں رفیقوں میں بٹ گئیں۔ قلعہ نانوان میں فوج متعین ہوئی سانبھر کی جھیل بھی قبضے میں آئی۔ اندراج اور گردیونا تھ مشیر مان سنگھ سے رئیس اسواسطے ناراض ہوئے کہ اُن کے سبب سے ایک غیر شخص ملک پر حاوی ہوگیا۔ چنانچہ اُنھوں نے اُن کے قتل کے عوض میں میر خاں کو سات لاکھ روپیہ دینا منظور کیا۔ میر خاں نے چند پٹھانوں کو اس کام پر معین کیا جو بقایائے تنخواہ کے لئے آمادہ تکرار ہوئے اور اس بہانے سے دونوں کو راہی عدم کر دیا۔

دیونا تھ کے قتل نے مان سنگھ کا دماغ بگاڑ دیا۔ اُس نے محل میں گوشہ نشینی اختیار کی اور زبان میں قفل لگالیا اور امور سلطنت سے بالکل کنارہ کشی کر لی۔ ارکان سلطنت نے اُس کی منظوری سے چترسنگھ اُس کے بیٹے کو مسند پر بٹھا دیا۔ راجہ نے خود ٹیکا کیا۔ لیکن اُس کے ہمصحبتوں نے اُس کی عادت بگاڑ دی۔ کثرت عیاشی نے بہت ہی جلد جان لے لی۔ بعضوں کا خیال ہے کہ وہ ایک لڑکی پر فریفتہ ہوگیا تھا جس کے باپ نے ضرب شدید سے اُس کا کام تمام کیا۔ واللہ اعلم۔

نوجوان بیٹے کی بیموقع وفات نے راجہ مان سنگھ کے دماغ میں اور خلل واقع کیا اُس پر ایسی بدگمانی سوار ہوئی کہ رانی سے بھی کھٹکتا تھا۔ اُس کو صرف ایک ملازم پر اعتبار تھا جس کے سوا اور کسی کے ہاتھ سے کھانا تک نہ کھاتا تھا۔ پوجا پاٹ سب چھوڑ دی حجامت سے اجتناب کیا۔ عالم دیوانگی مصنوعی تھا یا واقعی وہی جانے لیکن اُس نے ہونٹھ سی لئے۔ کوئی بات چیت کرتا تو اس طرح سنتا گویا حالت جنون کا غلبہ ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ طریق زندگی محض حفاظت جان کے لئے ہے اور کچھ سمجھتے تھے کہ نہیں اندراج کے قتل میں اُسی کا مشورہ تھا۔ چنانچہ اُس کے ساتھ گوردی کی موت باعث پشیمانی و افسوس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوئی ان وجوہ سے عام لوگ یہی خیال کرتے تھے کہ ایسی تمام ناجائز باتیں اسی کی رائے سے وقوع میں آئیں اور چونکہ ظالم سنگھ فرزند سوائی سنگھ معاملات ریاست پر حاوی ہو گیا تھا اس لئے اُس کو قیام حکومت کے لئے اسی میں مصلحت معلوم ہوتی تھی کہ اپنا دائرہ قائم رکھے۔ مان سنگھ اس وقت موجود تھا۔ جب حسن اتفاق سے صحرائے مارواڑ میں انگریزی فوج نے قدم رکھا۔

۱۸۱۷ء میں حکام انگریزی نے سرداران راجپوت کو تباہی سے بچانے کے لئے اتحاد کا پیغام دیا۔ جس میں ہندوستان کی بدانتظامی رفع ہو۔ راجہ مان سنگھ کے بیٹے نے خود یا سرداران ریاست کی تحریک سے دہلی میں سفارت بھیجی مگر عہد نامے کی تکمیل نہ ہونے پائی تھی کہ کثرت عیاشی سے راجہ کی جان گئی۔ اور کام ادھورا رہ گیا۔ چترسنگھ کی وفات پر رئیس پوکران کو خوف ہوا کہ حکومت ضبط نہ ہو جائے لہذا اُس نے ایدر کے دوراجکمار گدی کے لئے طلب کئے۔ چونکہ راجہ ایدر کا لڑکا ایک ہی تھا اُس نے انکار کر دیا۔ اور اب مجبوراً تجویز ہوئی کہ راجہ مان سنگھ ہی پھر مسند نشیں کر دیا جائے۔ مان سنگھ کو اتحاد گورنمنٹ انگلشیہ کے فوائد ذہن نشین کئے گئے۔ اُس کی ترک حکومت سے خاندان کی تباہی کا رونا رویا گیا۔ لیکن اُس نے کسی کی ایک نہ سنی۔ وہ معاملات گذشتہ سے بہت کچھ سبق لے چکا تھا۔ اُس نے گوشۂ تنہائی میں خوب نشیب و فراز سوچا۔ اور عہد نامے کی وہ دفعہ نکال ڈالی جس میں جاگیرداری کی فوج کے عوض کنٹنجنٹ فوج کی تقرری کی شرط تھی۔ اُس نے اس شرط کو اسواسطے قلمزد کیا کہ انگریز غیر ہیں۔ اُن کی موجودگی سے ضرور نقیضوں کی گرم بازاری ہو گی۔

اس سال دسمبر کے مہینے میں برہمن بیاس لبشن رام راجہ کی طرف سے دہلی میں گیا کہ عہد نامہ طے کرے۔ دوسرے سال اسی مہینے میں مسٹر ولڈر سپرنٹنڈنٹ اجمیر کو حکم ہوا کہ صورت معاملہ دریافت کر کے اطلاع دے۔ حالانکہ سپرنٹنڈنٹ مذکور کی دست اندازی سے بدامنی اور طوائف الملوکی روبہ ترقی تھی۔ مگر راج دربار کی عظمت میں سرمو فرق نہ آیا تھا اور ران گدی کی قدر و منزلت اس امر کی مستحق تھی کہ مٹنے نہ دی جائے۔ راجہ مان سنگھ سے عموماً لوگ ناخوش تھے لیکن رؤسائے مارواڑ کو دیوان اکھے چند اور ظالم سنگھ رئیس پوکران پر بھروسا تھا چنانچہ انکو بھانجگر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے خطاب سے یاد کر کے اپنا محافظ حقوق سمجھتے تھے۔ انہیں دونوں سرداروں کے آوردہ رفیقوں کی قلعوں میں نگرانی تھی اور انہیں کے حاشیہ نشینوں پر سرانجام امور ریاست کا دارومدار تھا۔ فتح راج اس زمانے میں محافظ شہر کے عہدے پر مامور تھا مگر اس کے دل میں برادر دیوان اندراج کے قتل کی عداوت باقی تھی۔ ایجنٹ صاحب کی خواہش تھی کہ راجہ مان سنگھ کے کاروبار حکومت میں گورنمنٹ انگلشیہ کو دخل دیا جائے۔ ورود جودھ پور کے تیسرے روز انہوں نے راجہ سے ملاقات کی اور بڑی عقلمندی سے اعانت انگریزی اور انتظام ملکی کی ذمہ واری کا بیڑا اٹھایا۔ لیکن راجہ مان سنگھ آرے بلے میں ہر ایک بات ٹال گیا۔

اس کے بعد نواب گورنر جنرل بہادر نے ایک سفارت اپنی طرف سے بھیجی جو اتفاقات سے کئی مہینے کے بعد پہنچی۔ ایجنٹ مذکورۂ سابق نومبر میں جودھ پور گیا تھا۔ اور سفیر گورنر جنرل ماہ فروری میں مگر ریاست کی حالت بدستور تھی۔ راجہ پر وہی اراکین ریاست حاوی تھے۔ راجہ کو صرف یہ اختیار تھا کہ اُن سے اتفاق رائے کرے۔ سندھی اور پٹھان سپاہیوں کو تین سال سے تنخواہ نہ ملی تھی۔ اُن کی گذر اوقات یا دریوزہ گری سے تھی یا گھانس بیچ کر فاقہ شکنی سے۔ انگریزی ایجنٹ کے ایام قیام میں اُن کی تنخواہ کا حساب کیا گیا۔ اور یہ سپاہی تیس روپیہ فیصدی پر قناعت کرنے کو رضامند ہو گئے۔ حالانکہ یہ کارروائی مناسب موقع تھی۔ مگر تین ہفتے کے بعد ایجنٹ رخصت ہو گیا۔ تو امیدواروں کو ناامیدی کا سامنا ہوا۔

اس وقت انصاف کافور تھا۔ مذہبی سرگروہ گویا اجازت دے چکے تھے کہ کسی کا قتل کرنا داخل جرم نہیں۔ انسان کتے کا بھی پیٹ پالتا ہے۔ مگر فوج کی فاقہ کشی سے بااختیار سرگروہوں کا مقصد اصلی یہ تھا کہ اُن کا موجودہ اقتدار قائم رہے۔ ایجنٹ کو تین ہفتے کے قیام میں کئی بار راجہ سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ اس عرصے میں اُس نے راجگان مارواڑ کی قدیم تاریخ اور راجہ مان سنگھ کے حالات سے ایسی واقفیت بہم پہنچائی کہ ہر ملاقات میں اپنی تاریخی معلومات سے راجہ کے دل پر اپنا اثر جمانے میں کامیابی ہوئی۔ جس وقت نوبت رخصت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آئی صاحب موصوف نے فرمایا کہ مجھے آپ کے مصائب اور خطرات کا کماحقہ علم ہے آپ نے واقعی بڑی مشکلات کا سامنا کر کے مخالفتوں کی آگ بجھائی۔ اب آپ کو کوئی خدشہ نہیں سرکار انگریزی آپ کی محمد و معاون ہے۔ اگر آپ اس کی دوستی پر پوری طرح بھروسہ کریں گے تو تھوڑی ہی مدت میں آپ کے ملکی معاملات کی کل درستی ہو جائیگی۔

گو راجہ کو ایجنٹ کی باتوں کا اعتبار نہ تھا پھر بھی اس وقت اس کے دانت نکل آئے اور فوراً ہی زبان سے نکلا کہ آپ ایسے دوستوں کی توجہ ایک سال میں میری مشکلات حل کر سکیگی۔ حالانکہ ملک کی ابتری نے بہت سی گتھاؤں ڈال رکھی تھیں تاہم ایجنٹ صاحب نے وعدہ کیا کہ آپ ذرا صبر و تحمل سے کام لیں تو ۶ مہینے میں سب بگڑے کام بن جانا مشکل نہیں۔ جو امور اس وقت درستی طلب تھے وہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) ایک ڈھنگ پر ملک کا بندوبست کرنا۔

(۲) آمدنی کی حساب فہمی۔ اراضی خالصہ کی جانچ پڑتال۔ اُن متنازعہ اراضیات کی جائز و ناجائز ضبطی جو باعث نزاع باہمی تھیں۔

(۳) معتبر افواج غیر قوم کی تربیت و تصفیۂ حساب۔

(۴) شمال میں بطرف شیر گھاٹی اور مغرب میں بطرف صحرا و کہو سادکھنی میر قوم کی غارتگری کے انسداد کی غرض سے عمدہ فوج پولیس کی تقرری۔

(۵) تخفیف محاصل تجارت و حفاظت اسباب تجارتی۔

جونہی انگریزی ایجنٹ جودھپور سے روانہ ہوا منتظمان ریاست کے لئے جبرستانی کا راستہ کھل گیا۔ اجتماع دولت اور معاوضۂ عداوت کی نظر سے دیوان اور اراکین ریاست یک دل ہو گئے۔ گودوار کی جاگیر کھانے راؤ کو ایک سال کی مالگذاری دیکر ضبطی سے محفوظ کیا۔ رئیسان کم درجہ کی جاگیریں دیوان کے بھائی کو دی گئیں چند اول کا زر کثیر دینے پر قرقی سے تحفظ ہوا۔ دیوان نے مارواڑ کی اصلی جاگیر اہوا پر بھی دانت لگایا۔ لیکن چمپا کے جانشیں نے صاف کہدیا کہ یہ جاگیر قدیم ہے اس پر زبردستی کارگر نہیں ہو سکتی۔ ایسے ایسے واقعات سے رئیسان مارواڑ بدظن ہو گئے۔ اُن کو یقین ہو گیا کہ راجہ کی تحریک کے بغیر ملازمان ریاست

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا یہ منہ نہیں پڑ سکتا کہ یوں سرہنگی کریں۔ راجہ کی اگر کچھ شرکت بھی تھی تو اُس کو حد سے زیادہ اخفا منظور تھا۔

چنانچہ ایجنٹ کی روانگی کے بعد پھر اُس نے محل کی چار دیواری میں رہنا پسند کیا اور کسی معاملے سے گویا واسطہ ہی نہ رکھا۔ راجہ کی اس عزلت گزینی سے اکھے چند اور فتح چند کی چڑھ بنی تھی روساء بھی ان سے متفق تھے اور رانی مفتولہ بھی آکھے چند کے اختیار میں آ ودوں کی وجہ سے محاصل ریاست ہی نہ تھے بلکہ قلعوں پر بھی قبضہ تھا چنانچہ اُس نے اپنی جان کو معرض خطر میں ظاہر کر کے قلعے میں بود و باش اختیار کی وہاں اُس نے یہ انتظام کیا کہ مخالفوں کی راجہ کے یہاں دال نہ گلنے پائے۔

۶ مہینے تک اکھے چند کا خوب طوطی بولا۔ اُس کے اشارے میں سارے کام ہوتے تھے راجہ اس کے ہاتھ کی کٹھ پتلی ہو رہا تھا جتنا پانی وہ پلائے راجہ پیئے۔ آخر عین عروج کے زمانے میں اُس کی قسمت کا پانسا پلٹا۔ راجہ مان سنگھ کی دیوانگی کا بھی پردہ اُلٹ گیا۔ اُس کے دل میں جہانبانی کا پھر جوش ابھرا۔ قیدیوں سے مکر و فریب شروع ہوا اُن کی خطا بخشی سے دلجمعی کی گئی۔ اور تشدد کے خوف سے اُنہوں نے راجہ اور رعایا کے اسباب غصب شدہ کی سراغرسانی کی۔ دیوان اور اس کے خواشیوں نے چالیس لاکھ روپیہ کی فرد پیش کی ان سے روپیہ کا روپیہ وصول کیا گیا اور کتے کی موت مارے بھی گئے۔ نگ جی قلعدار اور مولجی دھاندل جاگیردار خاندانی چتر سنگھ کی بدچلنی کے بانی مبانی تھے اُن کو زہر پلا کر لاشیں دروازہ فتح پول کے نیچے پھینکی گئیں۔ جیوا راج اور دھاندھل اور بہاری داس کچھی کی ایک درزی کے ہاتھ سے گردن ماری گئی۔ اور ان کی لاشوں کا بھی ویسا ہی حشر ہوا۔ بیاس شیو داس اور سری کرشن داس کی اختر شناسی و غیب دانی آڑے نہ آئی۔ ان کے واسطے بھی حکم قتل صادر ہوا۔ نگ جی اور مولجی چتر سنگھ کی وفات کے بعد اپنے اپنے گھر چلے گئے تھے اور مقام سکونت کو قلعوں سے مستحکم و محفوظ کر لیا تھا۔ راجہ مان سنگھ کے اشتہار عفو تقصیرات نے ان کو بھی کھینچ بلایا پہلے اُن پر ایسی عنایتیں ہوئیں کہ اگلی مخالفت گویا حرف غلط ہو گئی۔ لیکن جب وہ ہتھے چڑھ گئے تو راجہ نے اپنے فرزند کے عطا کردہ جواہرات لے کر انہیں اُن قاتلوں کے گندوں سے پھنکوایا۔ جن پر اُن کی نگرانی تھی۔ اسی موقع پر دیوان کے آوردوں کی گرفتاری عمل میں آئی۔ جن میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے صرف اہلکاروں کو قید مصیبت سے نجات ملی جنہوں نے اپنے اپنے سر ملنے کا سراغ بتادیا۔ راجہ مان سنگھ کو ایک کروڑ روپیہ اس طرح ہاتھ آگیا۔ اگر اس کی نیت سیر ہو جاتی تو اُس کی سخت گیریوں سے عوام نالاں نہ ہوتے۔ مگر اس کامیابی سے اُس کے دانتوں میں گویا خون لگ گیا۔ اُس کی حیلہ سازی و مکاری روز افزوں ہوئی۔ جو لوگ کچھ روز قبل موردِ الطاف ہوئے تھے ان میں سے بہتوں کو موت کا سامنا ہوا جو جو بڑے جاگیر دار اکھے چند کی طرح دام فریب سے بچ سکے وہ بچ نکلے پوکرن والا ظالم سنگھ بنیاج والا سرتان۔ اہوا والا انار سنگھ اور اُن کے چھوٹے چھوٹے ہم قوم رئیس دربار میں حاضر باش اور کاروبار دیوانی میں بھی مشیر کار تھے۔ اس لیے جب انہوں نے دیوان کی اسیری کا واقعہ سنا تو قہر آسمانی سے خوف زدہ ہوئے اسی عرصے میں راجہ نے کہلا بھیجا کہ دیوان کی گرفتاری اُسی کی بدچلنیوں کا معاوضہ تھی۔ چنانچہ وہ کیفر کردار کو پہنچ گیا اب اگر اُن کو رئیس پوکرن کا بچاؤ مدنظر ہے تو مجھے اُن کے صفحۂ ہستی سے مٹانے میں تامل نہیں۔

انار سنگھ کا ایک معتمد راجہ کے حاشیہ نشینوں میں باوقعت تھا اُس کے ذریعے سے انار سنگھ کو پیغام دیا گیا کہ اور رئیسوں کو لے کر رونق افروز دربار ہو۔ لیکن وہ دغا و فریب سے واقف تھا لہذا بچ نکلا۔ اب رات ہوئی مان سنگھ کے تنخواہ دار آٹھ ہزار آدمیوں نے سرتان سنگھ کی جائے سکونت پر شبخون مارا توپ کے گولے برسنے لگے۔ بہادر رئیس کے ساتھ اس وقت صرف ایک سو اسی اہل قوم تھے۔ جب تک مکان محفوظ رہا تب تک توپوں اور بندوقوں کی چوٹیں بچائیں جب عمارت شکست ہوگئی تب سب تلواریں لے کر نکل پڑے اور وہیں بڑے کشت و خوں کے اور جان دیدی۔ جو کچھ سپاہ قلعے میں رہ گئی تھی اُس نے بنیاج کا راستہ لیا۔ جنہوں نے خورد سال وارثِ مسند کی حفاظت کی۔ اس محاربۂ عظیم میں ساکنان شہر کی جانوں کا بھی نقصان ہوا۔ مگر اس کے بعد پھر حملہ آوروں کی جرات نہ پڑی کہ رئیس پوکرن کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھیں۔ اس رئیس نے یہاں بہت کچھ انتظام حفاظت کر کے جنگل میں بود و باش اختیار کر لی۔ اور اس قول کو زندہ ہونے دیا کہ مارواڑ کا راج اس کی تلوار کے میان میں ہے۔ رئیس پوکرن کو چار پشتوں کا عرصہ لینا تھا۔ اوسنگھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سیلا۔ سوائی سنگھ کا معاملہ معرض تحریر میں آچکا اس کے علاوہ اُس کو اپنے اعزاز کا خیال اس لئے تھا کہ گو خاندان پوکرن میں تبنیت ہوئی۔ لیکن اولاد تو اجیت سنگھ ہی کی ہے۔

مان سنگھ کی طینت کا ثبوت اس تحریر سے مل سکتا ہے جس میں اس واقعہ کے بعد اس نے فتح راج کو طلب کیا۔ وہ لکھتا ہے میں نے تمہارے بھائی اندراج کے قتل کے بعد تمہیں جس غرض سے اس کا منصب عطا نہ کیا تھا۔ اُس کو سوچو سمجھو۔ جو دولت قرقی و ضبطی سے حاصل ہوئی اُس سے فوج کی زبان بندی اور خوشنودی ہوئی۔ جاگیردار لوگ انگریزی امداد کی ضرورت سمجھتے تھے اُن کے خیال میں ترمیم ہوئی جو میرے ظلم و ستم سے تنگ آکر گدی سے معزول کرنے کی فکر میں تھے اُنہوں نے حکمت عملیوں سے وہ زک پائی جو تیغ و تفنگ سے بھی ممکن نہ تھی۔

نیماچ کے محاصرے میں محاصرین جان پر کھیلتے رہے لیکن راجہ کی تحریری و دستخطی عفو تقصیرات اور فوج تنخواہ دار کی ضمانت پر اُس نے راجہ کے پاس حاضری منظور کی۔ راجہ پرلے سرے کا عہد شکن تھا جو ہیں فرزند رئیس نیماچ حاضر ہوا اور نے تحریر کے ذریعے سے افسر مالی کو اُس کے گرفتاری کا حکم دیا۔ مگر وہ ایماندار آدمی تھا۔ اُس نے صاف کہدیا کہ میرا بچن چھوٹا نہیں ہوتا۔ راجہ عہد شکنی کرے لیکن میں اپنے قول ہی پر قائم رہونگا۔ یہ کہہ کر اُس نے اپنے بیٹے کے ہمراہ اُسے کوہستان اراولی میں پہنچا دیا جہاں سے اُس نے میواڑ کے زیر سایہ پناہ لی۔

ظلم اور دغا بازی کی کارروائیوں نے رئیسوں کے ناک میں دم کر دیا۔ وہ سب ایسے منتشر ہو گئے کہ دس ہزار فوج تنخواہ دار کے مقابلے کی بھی طاقت نہ رہی۔ اُن کو باہم جتھا باندھنے کی بھی جرأت نہ ہوتی تھی۔ کیونکہ خوف غالب تھا کہ راجہ انگریزی کمک طلب نہ کرے۔ چند ہی ماہ میں رئیسوں نے تشدد کے خوف سے جلا وطنی اختیار کی۔ اور دوسری ریاستوں میں جا بسے۔ جو کام زبردست سے زبردست راجۂ مارواڑ کی طاقت سے کبھی انجام بخیر ہو پایا وہ راجہ مان سنگھ نے باوجود بے رحمی و سنگدلی صرف انگریزوں کے دوستانہ تعلقات کی بدولت کر کے دکھا دیا۔

بہادرانہ راجپوت کوٹہ۔ میواڑ۔ بیکانیر اور جے پور میں پناہ گزیں ہوئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انار سنگھ کی وفاداریوں پر خاک ڈال دی گئی۔ اور اُسے وطن میں رہنا نصیب نہ ہوا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے راجہ بھیم کے حکم قتل نافذ ہونے کے موقع پر مان سنگھ کی جان بچائی۔ محاصرہ جالور کے وقت اسی جان نثار نے اپنی رانی کی نتھ تک بیچ کر انتظام رسد کر کے راجہ اور فوج کو بھوکوں مرنے نہ دیا۔ پالی کی لڑائی میں مان سنگھ گھوڑے سے گر کر دشمنوں کے ہاتھ میں پڑ جاتا۔ لیکن انار سنگھ نے بچا لیا جس وقت تمام رئیسوں نے دعویدار ریاست کا ساتھ دیا۔ اس وقت بھی انار سنگھ ان چار رئیسوں میں سے ایک وفادار رئیس تھا۔ جنہوں نے آڑے وقت میں مان سنگھ کی رفاقت و اعانت کی۔ جس وقت راجہ جے پور مارواڑ کی توپیں اپنی ریاست میں لئے جا رہا تھا اس کے ہمراہیوں نے قومی بیغرتی کا تحفظ کیا۔ راجہ کی حکمرانی و حفاظت زندگی کا خاص بانی مبانی انار سنگھ ہی تھا لیکن مان سنگھ نے دیوانگی سے نیکی کے بدلے بدی کی۔

۱۸۲۱ء میں روسائے جلاوطن نے انگریزی گورنمنٹ سے چارہ جوئی کی سال بھر تک کوئی سماعت نہ ہوئی وہ پرائی روٹیوں پر پڑے رہنے کی شرم اور مفلسی سے تنگ آمد بجنگ آمد کے قول پر عمل کر سکتے تھے۔ چنانچہ جس جوش مردانگی سے انہوں نے اپنے استحقاق ظاہر کئے تھے وہ جلد اول میں مندرج ہیں۔ جن پر سرکار انگریزی کا جواب یہ تھا کہ مدت مناسب میں سرکار انگریزی کچھ انتظام نہ کر سکے تو ان کو اپنی چارہ جوئی کا خود اختیار ہوگا۔

۱۸۲۳ء تک مارواڑ کی حالت اسی طرح چلتی رہی۔ مان سنگھ کے دماغ میں بیرحمی اور جبرستانی کی ایسی ہوا سمائی کہ ملکی نظم و نسق کا موقع ہاتھ سے کھو دیا جاگیر داروں کو زیر حکم اور رعایا کو خوش رکھنے کے عوض اُس نے بدنامی اٹھا کر عارضی استقلال کے بھروسے پر جاگیر داری کے اصول حرف غلط کی طرح مٹا دئے اور عالیشان ریاست کی شان حکمرانی و داب سلطانی کو نیست و نابود کر دیا۔

خاندان راٹھور جب سے قنوج میں برباد ہو کر صحرائے ہند میں آباد ہوا اُس کو اب تک چھ صدیاں گذریں راجپوتوں کو ہمارے عہد و پیمان کا پورے طور پر اعتبار نہیں۔ اور اگر عہد ناموں کی پابندی سے بہت جلد اعتبار قائم نہ کیا تو ہمیں اندیشہ ہے کہ یہ لوگ الگ برباد ہوں گے اور ہم کو بھی مشکلات کا سامنا ہوگا۔ راجپوتوں کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپنی مقبوضہ زمین اور استحقاق موروثی کا سب سے زیادہ دعوے ہے گو نسلیں مٹ گئیں۔ مگر جہاں کسی نے سخت گیری کی وہاں راجپوت پھر اپنے پاؤں سے کھڑے ہو گئے۔

شاہان غزنی۔ غوری۔ خلجی۔ لودھی۔ پٹھان۔ مغل اور مرہٹے بڑھے گھٹے اور مٹ گئے۔ لیکن راجپوت ہنوز موجود ہیں۔ اگر ملکی انتظام ٹھیک رہتا تو یہ اپنے دشمنوں کی گور اچھی طرح دبا دیتے۔ ان کی قومی مخالفتوں نے ظالموں کی آمد و رفت کے راستے کھول دئے۔ حماقت آمیز خیالات نے لالچی مرہٹوں اور ظالم پٹھان کا اقبال چمکا دیا۔ اس نادانی کا علاج یہی ہے کہ ان کا منصب عقلمند اور رحمدل لوگوں سے اتحاد ہو اُن کو صرف حفاظت اور انتظام ملکی میں مناسب امداد کی ضرورت ہے۔ انگریزی گورنمنٹ نے محافظت کے معاہدے کئے ہیں۔ آیا ان وعدوں پر عمل بھی ہوا ہے۔ بدنظمیوں اور بدعتوں کے رفع کرنے کی ہم میں قدرت نہیں تو ہمیں رئیسوں کو ان کی مدد کے لئے بھروسہ نہ دینا چاہیے عہ اور نہ ان کے ذاتی انتظام میں مداخلت و دست اندازی کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ مالک ہیں جو چاہیں کریں۔ سب سے عمدہ بات اگر ہے تو یہ کہ ہم اُن کے نگران رہیں۔ اور اپنے قول و فعل پر عمدگی سے عمل کر کے وہ کارروائی کریں کہ جس سے رئیسوں کا زمانہ پھر ترقی پذیر ہو۔ اور وہ سلطنت عظمےٰ کو موجودہ و مستقبل امن و امان سے تقویت پہنچائیں۔ ہمارا فرض ہے کہ راٹھور رئیسوں کی کثرت رائے سے کام لے کر حقوق تبنیت کو خاندان ایدر تک وسیع کریں یہ خاندان اصل راٹھور قوم کا ہے۔ جس میں کسی قسم کا نقص واقع نہیں ہوا اور جو دا کی اولاد میں اُس کو استحقاق وراثت اُس وقت حاصل ہے جب اصلی وارث موجود نہ ہو۔ موجودہ نسل قاتل والد ہے۔ اس سے ملک میں خرابیاں واقع ہوتی ہی رہیں۔ لہذا اس کے حقوق نظر انداز کرنے کے قابل ہیں۔

اگر انگریزی سرکار اصول ملکداری یا قواعد افسری کو جاگیرداروں کے ساتھ برتیں اور تشددوں کے موئد رہیں تو ان کے کارنامہائے جنگ کو چشم خیال سے دیکھ کر اندازہ کر لینا چاہیئے کہ اُن کی قوت کیا ہے۔

ایک جان پر کھیلنے والے راجپوت کے خصائل خانہ بدوشی۔ پنڈاری اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شعار مرہٹے سے جداگانہ ہونگے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ جب اُن کو سب طرف سے مایوسی ہوئی اور اُن کی دادرسی سے انکار ہوگیا تو انہوں نے خود اپنا انتظام کر لیا یعنی راجہ مان سنگھ کی جان لے ہی لی۔ اگر یہ واقعہ درست ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ستم رسیدہ رئیس اپنی دادرسی کا انتظام خود کیونکر کر لیا کرتے ہیں یہ بات قابل افسوس ہے کہ راجہ بھیم کے خواص زادہ کو گدی مل گئی۔ اب راجہ دھونکل صرف انہیں پر مہربان رہیگا۔ جو اُن کے طرفدار رہے پوکرن والوں کو اچھے اچھے عہدے دئے جائینگے خاندان چانپاوت یعنی رئیس اہوا کی جلاوطنی۔ میواڑ کی حق تلفی سے کشت وخون کی نوبت آئیگی۔ اسی لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خاندان ایدر کا متبنےٰ وارث ریاست تسلیم کیا جائے۔

راجپوتوں سے مشورہ لینے میں ۹/۱۰ حصہ اشخاص کی راے یہی ہوگی اس سے ہماری دست اندازی کا کسی کو گمان بھی نہ ہوگا۔ ہزار ہا بندگان خدا امن سے رہینگے اور ہمیں بھی کسی بات کا خدشہ باقی نہ رہیگا۔

باب - ۱۰

رقبہ و آبادی مارواڑ۔ تشریح اقوام۔ قوم جٹ۔ راجپوت اہل مذہب۔ تجارت پیشہ۔ اقوام رذیل۔ اقسام زمین پیداوار زراعت۔ پیداوار قدرتی۔ چشمہاے نمک۔ معدنیات سنگ مرمر وسنگ سفید قلعی۔ سیسہ۔ آہن۔ پھٹکری۔ دستکاری۔ تجارتی منڈیاں۔ بیرونی تجارت۔ پالی۔ اہل حرفہ۔ کہتری و اوسوال۔ تجارتی قافلے۔ اشیاے درآمد و برآمد چارن محافظ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قافلہ۔ تجارت کے تنزل کے اسباب۔ تجارت افیون۔ موندھوا
اور بالوترا کے میلے۔ اصول عدالت سزا دہی۔ راجہ بجے سنگھ
کی قیدیوں پہ مہربانی۔ کسوف و خسوف ولادت و مسند نشینی کے
موقعوں پر قیدیوں کی رہائی۔ بٹائی کے محاصل شحنہ اور کیواڑی۔
محاصل مقرری گیا سوالی یعنی ترنی کا محصول۔ کیواڑی یعنی
محصول دروازہ۔ اصول تقرری محاصل۔ ساخر آمدنی محاصل
دھانی یعنی تحصیلدار۔ آمدنی نمک۔ ٹانڈا یعنی کاروان تجارت
نمک۔ آمدنی فوج۔ فوج تنخواہ دار۔ فوج جاگیرداری۔ فہرست

رئیسان جاگیردار سواروں کے اوصاف

مارواڑ گراپ اور شام گڈھ واقعہ کوہستان اراولی کے درمیان واقع ہے۔
یہ دونوں مقام مغرب اور مشرق کی طرف واقع ہیں جن کا فاصلہ عرضی دوسو
ستر میل ہے۔ اور طول سرحد سروہی سے سرحد شمالی تک دوسو بیس میل شمال
و شمال مشرق یعنی علاقہ ڈیڈوانہ سے جنوب و مغرب یعنی سرحد سانچور تک تین سو
پچاس میل بعد مسافت ہے۔ مارواڑ کی حدیں ایسی پیچیدہ اور اس کی اراضیاں
اس طرح ہمسایہ ریاستوں میں واقع ہیں کہ بلا پیمائش کامل ٹھیک رقبہ بتانا ممکن
نہیں۔ مارواڑ ایک خوبصورت ملک ہے۔ دریائے لونی سرحد شرقی یعنی پشکر سے مغرب
کی طرف بہتا اور ملک کے ہر حصے کو سیراب کرتا ہے۔ دریائے لونی اور کوہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اراولی کا درمیانی جنوبی حصہ بہت زرخیز ہے اور دریائے مذکور کا شمالی حصہ کچھ زرریز اور کچھ بنجر۔ ناگور اور جودھ پور سے بالوترا تک کا علاقہ دیکھا جائے تو ایک نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ ڈیڈوانہ۔ ناگور۔ میرتا۔ جودھ پور۔ پالی۔ سوجت۔ گودوار۔ سیوانہ۔ جھالور اور سانچور بہت ہی زرخیز مقامات ہیں اور آبادی فی میل مربع اسی آدمی سے کم نہیں شمالی علاقجات کی حالت مختلف ہے۔ شمال و مشرق کا حصہ تیس درجے ہے جس میں ناگور۔ پہلودی اور پوکرن وغیرہ واقع ہیں۔ اور جنوب مغرب کا حصہ دس درجے بھی نہیں جس میں مقامات گوگادیو کا تھل۔ شوربار میر۔ کوٹرا جوتن واقع ہیں۔ مارواڑ کی آبادی بیس لاکھ کے قریب ہے۔

تشریح اقوام آبادی مارواڑ میں فی آٹھ میں پانچ جٹ اور دو راجپوت ہیں باقی سانچورا برہمن۔ تاجر اور رڈیل لوگ ہیں اس حساب سے پانچ لاکھ راجپوت مرد عورت اور بچے ہوئے۔ جن میں اگر قوم جٹ فقط پیشہ ور ہی سمجھ لی جائے تو پچاس ہزار سپہگری کے لائق جوان دستیاب ہو سکتے ہیں۔

راٹھور قوم کا درجہ چھبیس اقوام سے افضل ہے اور افیون نوشی کی حالت میں بھی اس کی انسانیت میں فرق نہیں۔ راٹھوروں نے جس شجاعت سے شاہان دہلی کے عروج و اقبالمندی کے زمانے میں معرکہ آرائیاں کیں وہ ابھی تک موجود ہے موجودہ فرمانروا کی وجہ سے اس قوم کو اس سے زیادہ صدمہ پہنچا جو اورنگ زیب کی لشکر کشی سے پہنچا تھا۔ زمانۂ امن میں کمی فوج کا مضائقہ نہیں۔ لیکن ہر گھرانے میں ایسی بے اعتباری پھیل گئی ہے کہ قوم کی عادات بدل گئیں تھوڑے دنوں قبل ان کے اوصاف نے قرب و جوار کی اقوام پر فائق کر رکھا تھا۔ چند سال ادھر نیک مزاج راجہ کے زیر علم ایک خون کا ایک لشکر جرار خنجر بکف ہوتا تھا۔ چنانچہ پچاس ہزار شمشیر راٹھور کا قول اب تک زبان زد خاص و عام ہے اتنی فوج تو خاص مارواڑ کی ہے جس میں پانچ ہزار سواروں کا شمار ہوتا ہے اور محلات کی فوج جاگیردار مزید بران ہندوستان بھر میں راٹھور سواروں کی نظیر نہیں۔ جا بجا گھوڑوں کے میلے ہوا کرتے ہیں۔ جن میں بالوترا اور پشکر کے میلوں کو خصوصیت ہے ان میلوں میں کچھی۔ کاٹھیاواڑ۔ جنگلی اور ملتانی گھوڑے فروخت ہوتے ہیں سرحد مغربی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

واقع دریاے لونی اور رار درد کے گھوڑے نہایت قیمتی اور قابل تعریف ہوتے ہیں۔
۲۰ سنین ماضیہ کی ابتریوں نے گھوڑوں کی آمد موقوف کر دی ہے اور رار درد کچھ اور جنگل میں گھوڑوں کی نسلیں منقطع ہو چلی ہیں۔ سکھ سندھ کے مغرب سے گھوڑوں کو آنے نہیں دیتے لوٹ مار کے فساد اور امن عہد انگریزی کی وجہ سے گھوڑوں کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہی۔
باہمی یورشوں کے زمانے میں فقط ایک قوم چانپاوت کے قبضے میں چار ہزار گھوڑے تھے۔ اس فرقے کی اولاد کی تعداد کے لحاظ سے اس امر کے باور کرنے میں تامل ہوتا ہے اور والی ریاست کو بھی ممکن نہ تھا کہ اتنے گھوڑوں کی مدد مانگ سکتے۔ جاگیداروں سے سوار لئے جانے کے واسطے پانچ سو روپیہ کی مالگذاری کے عوض مارواڑ کا ایک سوار اور دو پیدل ملنا کافی ہیں۔ مارواڑ رئیسان اعظم کی فہرست باب ہذا میں ملاحظہ ہو۔

اراضی زراعت و پیداوار مارواڑ میں زمین چار قسم کی ہوتی ہے۔ بیکل چکنی پیلی سفید بیکل کی زمین مارواڑ میں زیادہ ہوتی ہے۔ اس میں مٹی کا میل نہیں۔ اشیاے پیداوار باجرا۔ مونگ۔ موٹھ۔ تل۔ خربزہ اور جوار ہیں۔ چکنی زمین سیاہ رنگ کی ڈیڈوانہ میرتا پالی اور گودوار اکی کئی جاگیروں میں ہوتی ہے۔ یہاں گیہوں وغیرہ غلے پیدا ہوتے ہیں۔ پیلی زمین میں بالو کا میل ہوتا ہے۔ کھیگ سر اور جودھپور کے قریب اور جھالور و بالونزا وغیرہ میں اس کی کثرت ہے۔ یہاں جو کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے کاپھیا گیہوں۔ تمباکو۔ پیاز اور ترکاریاں اشیاے پیداوار ہیں۔ باجرے کی زراعت کم ہوتی ہے سفید زمین یوں تو بنجر رہتی ہے لیکن کثرت بارش سے قوت پیداوار آجاتی ہے
جنوبی مقامات یعنی پالی۔ سوجت و گودوار اکو ہستان اراولی کے چشموں سے سیراب ہوتے ہیں۔ یہاں باجرے کے سوا اور غلوں کی پیداوار زیادہ ہے۔ ناگور اور میرتا میں کوئیں کے پانی سے سنچائی ہوتی ہے اور یہاں عمدہ عمدہ قسم کا غلہ پیدا ہوتا ہے۔ جھالور۔ سانچور اور تین محال کے پانچ سو دس چھوٹے بڑے دیہات خالصہ کی زمین نہایت عمدہ ہے اور اسے کوہ آبو اور حد جنوبی کے آبشار سیراب کرتے ہیں۔ راجہ مان سنگھ کی بدنیتی سے نکاسی کی ایک تہائی رقم بھی پلے نہیں پڑتی اور اشیاے پیداوار جنگلی لوگ اور سندھ کے لٹیرے لے جاتے ہیں اجناس پیداوار گیہوں۔ جو چانول۔ جوار۔ مونگ اور تل ہیں۔ باجرا۔ مونگ اور تل اس زمین میں پیدا ہوتے ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جن میں بالو کا میل ہوتا ہے۔ انتظام حکومت درست ہو تو شمالی ملک کی لڑائیوں میں ملک مارواڑ سے رسد کی کافی مدد مل سکتی ہے لیکن اندیشہ یہ ہے کہ قحط نہ پڑے۔ یہاں کے کنوؤں کا پانی نزدیک ہے لیکن کنوئیں میواڑ کے کنوؤں سے مختلف۔ ناگور ولیعہد ریاست کی جاگیر ہے اس میں پانچ سو ساٹھ شہر اور دیہات ہیں یہاں کی مرطوب زمین کے سنگ سرخ کے تختے پر ایک چشمہ زمانہ قدیم میں بڑی عقلمندی سے کھودا گیا ہے۔ جس سے ملک کی زرخیزی کو بہت مدد ملتی ہے۔

قدرتی پیداوار مارواڑ کی اوسر زمین اکثر قیمتی اشیا کی وجہ سے ملک ہند کے نامور شہروں کا سرتاج شمار ہوتی ہے۔ پچھدرا۔ ڈیڈوانہ اور سانبھر کی کانیں نمک قابل ذکر ہیں۔ جن کی قیمتی پیداوار تمام ہندوستان میں صرف ہوتی ہے۔ سرحد شرقی پر ٹکرانہ کی کان سے سنگ مرمر نکلتا ہے جس کی بدولت راج کی عمارتوں کی سوتق قابل دید ہے دہلی و آگرہ کے شاہی ایوانوں۔ مسجد اور مقبروں میں ملک مارواڑ ہی کا پتھر لگایا گیا ہے۔ چند سال اُدھر اس کان کی آمدنی بہت تھی لیکن اب محل بننا موقوف ہو گئے تو آمدنی میں بھی کمی ہو گئی۔ جودھپور اور ناگور کے قریب سنگ سفید کی کئی کانیں ہیں۔ چونے کے کنکر کی بھی افراط ہے۔ سوجیت میں قلعی اور سیسہ نکلتا ہے۔ پالی کے قریب کھٹکری اور محل و گجرات کے آس پاس ٹین (لوہا) پیدا ہوتا ہے۔

تجارتی و دستکاری مارواڑ کی تجارتی دستکاری قابل تعریف نہیں۔ سوتی موٹا کپڑا اور اون اور روئی کے کمبل بنے جاتے ہیں۔ ان کا استعمال مارواڑ ہی میں ہوتا ہے جودھپور اور پالی میں۔ بندوق تلوار وغیرہ ہتھیار بنتے ہیں پالی میں انگریزی وضع کے آہنی اور قلعی کے صندوق بنائے جاتے ہیں ہاں سوئیں میں اسقدر برتن استعمال کئے جاتے ہیں کہ لوہاروں کو فرصت نہیں ملتی۔

تجارتی منڈیاں راجپوتانہ کی کوئی ریاست نہیں جس میں تجارتی منڈی نہ ہو۔ جس طرح میواڑ میں بھیلوارا بیکانیر میں چورو پورا اور آمبیر میں مالپورہ کی مشہور منڈیاں ہیں ویسی ہی پالی مارواڑ میں بلکہ تجارت اور رونق کے لحاظ سے راجپوتانہ کی ناک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان کے دس مہاجنوں اور تاجروں میں نو حصے رواڑی لوگ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خصوصاً جینی ہیں کھتری فرقے کے ہزاروں اشخاص ہندوستان میں مصروف تجارت ملتے ہیں۔ اور ادسوال راجپوتوں کے ایک لاکھ گھروں میں تجارت ہی پر بسر ہوتی ہے۔ اہل ولایت کو اس امر کا خیال بھی نہ ہوگا۔ کہ ستلج سے سمندر تک جو دولت بیرونی ولایت میں جاتی ہے وہ پھر لوٹ آتی ہے۔ لیکن جینیوں کے دھرم شاستر میں اولاد اکبر و سن رسیدہ آدمی کا حق یکساں ہے جتنے لڑکے ہوں سب کو برابر حصہ ملتا ہے۔ اگر والدین کی زندگی میں جائداد تقسیم ہوتی ہے۔ تو چھوٹے لڑکے کو دونا حصہ دیا جاتا ہے۔ اور والدین ایک حصہ اپنے لئے رکھتے ہیں جو اُن کے بعد چھوٹے لڑکے کا اس لئے حق ہوتا ہے کہ ماں باپ تقسیم حصص کے بعد چھوٹے لڑکے کے ساتھ رہتے ہیں۔ تقسیم جائداد کا یہ اصول ہر موقع پر نہیں ہوتا۔ اب یہ رواج عام نہیں رہا۔

میرے استاد جینی جتی نے کئی سال کی محنت سے اٹھارہ سو اقوام تجارت پیشہ کی فہرست مرتب کی تھی۔ مگر اس کے ایک بھائی نے کسی دور دراز مقام سے آکر ڈیڑھ سو نام اور گنا لئے جس سے فہرست نامکمل رہ گئی۔

پالی میں شرقی و غربی ملکوں کی منڈی تھی۔ یہاں ہندوستان۔ کشمیر اور چین کے مال کا یورپ۔ افریقہ۔ ایران اور عرب کے مال سے تبادلہ ہوتا تھا۔ کچھ اور گجرات کی بندرگاہیں ہاتھی دانت۔ تانبا۔ خرما۔ رسوت۔ چارمغز۔ بانات ابریشم۔ چندن۔ کافور۔ رنگ۔ مصالحہ وغیرہ کی تجارت کے لئے مشہور ہیں۔ اور یہاں کی اشیاء کا چھینٹ۔ میوہ جات۔ زیرہ۔ ملتانی ہینگ۔ شکر تری۔ کوٹہ و مالوہ کی افیون ریشمی اور اور اقسام کے باریک کپڑوں رشورہ۔ پشمینہ۔ رنگین ململ۔ ہتھیار اور خانہ ساز نمک سے تبادلہ ہوتا ہے۔

کارواں سوئی باہ۔ سانچور۔ تین محال جھالور کے راستے سے پالی جاتے تھے اور تجارتی اسباب کی حفاظت چاؤن لوگوں کے سپرد ہوتی تھی ان بھالوں کو راجپوت مذہبی عزت دیتے ہیں اور ان کی موجودگی میں سرکش سے سرکش قزاق بھی کاروان کے لوٹنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ اگر ان کی تیغ و سپر سے حفاظت کارواں ممکن نہ ہوتی تھی تو اپنے جسم سے خون

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نکال کر یا کٹاری مار کر خودکشی کی دھمکی دیتے تھے۔ بلکہ ڈاکوؤں کو خوف عقبیٰ دلانے کے لئے بال بچوں کو بھی قتل کر ڈالتے تھے۔

بیس سال سے تجارت کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ غارت گری میں اب فرق ہو جائیگا۔ زمانۂ امن کٹار اور خنجر سے زیادہ صحرائی لٹیروں اور بارد بھٹیارا جپوتوں پر اثر پذیر ہوگا۔ چارنوں کی کٹار خونریز نہیں بلکہ کشت وخون کو روکتی ہے۔ اگر بحر بنگال کے نمک کی طرح راجپوتانہ کے نمک کی بھی بنارس میں مانگ ہوتی تو درآمد کے محصول کی زیادتی سے میسر نہ ہوتا مالوہ اور ہاڑوتی کی افیون چین میں بیچنے کے مول بکتی۔ مگر مقامات پیداوار افیون میں روانگی مال کے انسداد سے گرانی محصول کا تدارک کر دیا گیا ہے۔

انگریزی ایجنٹوں کو ملک کے اندرونی معاملات سے تعلق نہیں اُن کا کام صرف حفاظت حقوق ملکی اور تعمیل عہد نامجات ہے۔ ہم ایک قدم بھر زمین پر بھی حاکم نہیں فقط فرمان جاری کرتے ہیں۔ کہ افیون کی برآمد بند کی جائے۔ مقررہ راستوں کے سوا اور راستوں کی گرفتار شدہ افیون کو نیلام کر دینے کا حکم ہے۔ لیکن اکثر چالاک لوگ چوری سے افیون لے جانے لگے کچھ تو ان کو گرانی قیمت کا لالچ تھا اور کچھ سزا سے بچنے کی امید چنانچہ ان کو جب ضبطی افیون کی سزا دی گئی تو ہوش میں آ گئے۔

اس نیلام کے بعد اپنی رائے سے انگریزوں نے نرخ قرار دیا مزارعین کو فائدے کا یقین دلایا تقرر نرخ میں سالہائے گذشتہ کی اوسط کا خیال رکھا گیا اور موافقت و ناموافقت فصل یعنی دونو حالتوں میں ایک ہی قیمت مقرر کی گئی۔ عہد نامے کی اس شرط کی خلاف ورزی کا اثر کاشتکاروں اور افیون فروشوں پر نہ ہوا۔ بلکہ اس سے اور لوگ بھی متاثر ہوئے۔ ان کی رفاہ کو ضرر پہنچا۔ اور ہماری اس ناموری کو کہ ہم اُن پر نظر عاطفت رکھتے ہیں۔ افیون کے محصول برآمد کا حقدار والی ریاست ہوتا تھا اور ضبط شدہ افیون اراولی و گجرات کے محافظ لیتے تھے۔ اگر خفیہ فروش چوری سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

افیون نہ لے جایا کریں تو راجپوتوں کو زندگی سے زیادہ عزیز عمل پانے کی سخت تکلیف ہو۔ انگریزی منتظموں نے کافی مقدار راجپوتوں کے لئے باقی رکھی ہے اندھے سے اندھا آدمی دیکھ سکتا ہے کہ اس قسم کی رعایت خلاف فواید نہیں۔ اگر انتظام ملکی میں خلاف عہد حکمت عملی نفع کے خیال سے عمل میں لائی جائے تو مکاری نہیں۔ بلکہ اس سے کاشتکاری میں بہت کفایت ہوگی۔ جب چیز بکثرت پیدا ہوگی تو اصل پیداوار کی لاگت میں تخفیف ہو جائیگی بشرطیکہ اہل چین اُس کے نقص و قبح سے واقف نہ ہوں اور اُن کے یہاں سے اس کی خریدو فروخت اُٹھ جائے۔

مارواڑ کے دو میلے موندھوا اور بالوترا میں ہوتے ہیں۔ موندھوا کا میلہ شروع ماگھ سے چھ ہفتے تک رہتا ہے۔ اور اس میں مویشیوں اور اسباب تجارت کی خوب خرید و فروخت ہوتی ہے بالوترا میں گھوڑے بیل۔ اونٹ اور پالی کے اشیا تجارت کا میلہ ہوتا ہے۔ ہندوستان کے ہر حصے کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ مگر اس میلے کی رونق گھٹتی جاتی ہے۔

انتظام عدالت اب اس انتظام میں عمدگی نہیں۔ اوائل میں جو قانون فوجداری رائج تھا اس میں سختی نہ تھی۔ ہاں ملکی مجرموں کو سنگین سزائیں ضروری دی جاتی تھیں۔ مجموعی ہنگاموں کی سزا شخصی تھی۔ اور اس کے لئے راج اپنی پوری طاقت صرف کر دیتا تھا۔ اگر جرم ایک جماعت کے مقابلے میں ہوتا تھا۔ تو رعایت کی جاتی تھی۔ قانلوں کی جرمانے سے جانبری ہو جاتی تھی۔ چوری وغیرہ کے لئے جسمانی سزا یا قید یا ضبطی جائداد خواہ جلاوطنی کا حکم تھا۔ اور جرمانے کی بھی سزا مقرر تھی۔ مستغیث کو معاوضہ بھی ملتا تھا۔ اور عدم وصولی رقم معاوضہ کی حالت میں سزائے قید بڑھا دی جاتی تھی۔ زمانۂ موجودہ میں قید خانے خوب آباد نہیں۔ اس کی وجہ ریاست کی ناداری اور قیدیوں کے صرف خوراک کی بہم رسانی میں مجبوری ہوتی ہے۔ راجہ بجے سنگھ کی وفات کے زمانے سے انصاف عنقا ہے آج تک اُس کے انصاف کی تعریف کی جاتی ہے۔ وہ رحمدل تھا کہ حکم قتل کبھی نہ دیا۔ مجرم آج تک اُس کی یاد کر کے اُس کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نیک طینتی اور مدبری کو سراہتے ہیں۔ اُن کا قول ہے کہ قید میں تو لڈو پیڑے کھانے کو ملتے ہیں۔ رہائی کے بعد روٹی بھی میسر نہیں آتی۔ یہاں کے قیدیوں کو بھی جے پور کی طرح اہل شہر کی خیرات سے کھانا ملنے کا دستور ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ جے پور کے سیٹھ ساہوکار خصوصاً جینی مہاجن ہمدردی نہ کریں تو قیدی بھوکوں مر جائیں۔ ممکن ہے کہ یہی وجہ اس امر کی ہو کہ راجہ اور دیوان قیدیوں سے بے فکر رہتے ہوں۔ اور روپیہ بچا لیتے ہوں۔ جو شخص قید ہوا اُس کو پھر کوئی نہیں پوچھتا اور یہ سہل انگاری ظلم سے بڑھ جاتی ہے۔ ان لوگوں کو نفس شماری سے کام رہتا تھا۔ ایک قید کو بھونرا کہتے ہیں قید خانے میں کوئی دروازہ نہیں ہوتا۔ چھت کے سوراخ سے قیدی کو نیچے پھینک دیتے ہیں اور وہ وہیں مقید رہتا ہے۔ ایسے قیدی زندگی سے مایوس ہو کر چھاتی پر پتھر رکھے ہوئے منایا کرتے تھے کہ کوئی ایسا دن آئے کہ اُن پر خدا رحم کرے اور اہل نخوت کے سر غرور سے خود ہی دور کرے۔ چاند گرہن اور سورج گرہن کی پیشگوئیاں پہلے ہو جایا کرتی تھیں۔ اب تک بہتوں کا خیال ہے کہ ان کی تاثیر خطرناک ہے۔ اور ایسی قدرتی علامات راجہ کی وفات کی مخبر ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ جہاں گرہن سے چاند کا چہرہ اداس ہوا۔ مارواڑ کے قیدی خوش ہو گئے۔ کیونکہ اُن کو امید ہے کہ رہا ہو کر خاص و عام کے ساتھ چلائیگا۔ راہو مہاراج چاند کی جان چھوڑو۔ کوئی راجکمار پیدا ہو یا راجہ گدی پر بیٹھے تو قیدی رہائی کی خوشی میں پھولے نہیں سماتے۔

شگون اور آگ کی آزمائشیں راجپوتانہ کی طرح مارواڑ میں اب تک زیر عمل ہیں اور جہاں زیر عمل نہیں وہاں اس کی وجہ بے اعتقادی نہیں بلکہ پریشانی مخلوق موقع نہیں دیتی۔ ظالم سنگھ نے ملک مارواڑ کی جادوگرنیوں کے ہاتھوں سے چھینٹے ڈلا کر لوگوں سے اقرار جرم کرا لیا۔ ہندوستان میں آگ وغیرہ سے تحقیقات جرائم کا قدیم رواج ہے۔ سری رامچندر جی نے سیتا جی کی عصمت کا آگ ہی میں امتحان لیا۔ جس طرح سیکسن لیکسن بادشاہ نے ٹال کا پھل گرم کر کے استعمال کیا تھا۔ آگ اور پانی کے سوا گرم تیل میں ہاتھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بالنا بھی تحقیقات کا ذریعہ ہے۔ ایسے اثباتِ جرم کے ذریعے فریقین کے اتفاق رائے سے عمل میں لائے جاتے تھے۔ خصوصاً اُس حالت میں جب پنچایت یا عدالت تحقیقات سے قاصر ہو جاتی تھی۔ جس مقدمے میں انصاف نہ ہو سکا یا رشوتیں گندر گئیں۔ اس حالت میں ملزم شگون قسم اور آگ وغیرہ پر انصاف محول کرتا ہے۔ اور مذہبی خیال کی پختگی سے دادرسی سے بھی ہو جاتی ہے مصنف تاریخ ہذا نے ان اشخاص سے خود کیفیت سنی ہے جو ایسے امتحانات کے موقع پر موجود تھے۔

پنچایت مال کے مقدموں میں پنچایت کا دستور ہے اور مرافعہ مقدمہ کی منظوری کا اختیار راجہ کو ہوتا ہے مقدمات میں پنچوں کا اتفاق رائے مقدم ہے اور راجہ کے یہاں اجرائے مرافعہ کے پیشتر کچھ یعنی کچھ فیس داخل کرنا واجب ہوتی ہے۔ اس لئے حتی الامکان مرافعہ کی نوبت نہیں آنے پاتی پنچایت کا اصول بالکل سادہ ہے۔ دعوے پٹیل کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں اور مدعی و مدعا علیہ کو مجاز ہے کہ دو گاؤں میں سے پنچوں کو نامزد کر دیں۔ نامزد شدہ پنچ گاؤں کے پٹیل کے ذریعے سے طلب کئے جاتے ہیں۔ وہ پٹواریوں کے ساتھ آتے ہیں گدی کی آن سے حلفیہ شہادتیں لی جاتی ہیں۔ راجپوتوں کے علاوہ دوسرے گواہوں کے لئے اُن کی مذہبی حلف معین ہے۔ تحقیقات مقدمات کے بعد فیصلہ حوالۂ قلم کیا جاتا ہے جس پر سرپنچ اور پٹیل کی مہر ہوتی ہے۔ اُس کے بعد یا تو فیصلہ مرافعہ کے لئے راجہ کے اجلاس میں پیش کیا جاتا ہے یا اُسی پر عدالتی کارروائی ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جب راجپوتوں کا دور دورہ تھا اُس وقت پنچایتی فیصلے بہت ہی عمدہ طور سے ہوا کرتے تھے۔

آمدنی اراضی مارواڑ کے محاصل اراضی کی خاص خاص مدیں حسب ذیل ہیں:۔ اراضی خالصہ نمکسار یعنی نمک کی جھیلیں۔ راہداری و اسباب درآمد حاصلات متفرقات

زمانۂ حال میں مارواڑ کی آمدنی تقریباً دس لاکھ روپیہ ہے۔ پچاس برس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُدھر راجہ بجے سنگھ کے عہد میں سولہ لاکھ آمدنی تھی جس کا نصف حصہ نمک کی جھیلوں سے وصول ہوتا تھا۔ جاگیریں پچاس لاکھ آمدنی کی ہیں لیکن شاید ہی نصف روپیہ وصول ہوتا ہو۔ جاگیرداروں کے یہاں پیدلوں کے علاوہ پانچ ہزار سوار رہتے ہیں۔ جاگیر کی حیثیت قائم رکھنے کے لئے فی ہزار آمدنی پر ایک سوار اور دو پیادے رکھے جاتے ہیں۔ اب اگلا انتظام نہیں رہا اوائل میں ایک جاگیردار کو پانچ سو روپیہ کا کر مقرر تھا یعنی اس آمدنی پر ایک سوار اور دو پیادے دینا پڑتا تھے۔

دس لاکھ کی مذکورہ بالا رقم راجہ کی ذاتی آمدنی ہے ملازمان اراضی خالصہ کی تنخواہیں دوسری مد سے دی جاتی ہیں۔ پہلے کاشتکاروں سے ۱/۴ اور ۱/۶ بٹائی لی جاتی تھی اب نصف نصف۔ اور حفاظت جاگیر و غلّہ کا صرف دو روپیہ فی دس من غلہ اس کے علاوہ ہے آخر الذکر رقم شحنہ اور کوتواری کی تنخواہ سے وصول کیا جاتا ہے اور جو بچت کی رقم ہوتی ہے وہ پٹیل اور پٹواری بانٹ لیتے ہیں۔ مویشیاں راجہ کے لئے چارے کے چھکڑے کا بھی نقد عہ فی چھکڑا اُس حالت میں لیا جاتا ہے۔ جب فصل اچھی ہوتی ہے ورنہ کرلی ہی پر کفایت کی جاتی ہے۔ پٹیل اور پٹواریوں کو راجہ اور کاشتکار کے حصوں سے پاؤ پاؤ بھر یا ۱/۸ حصہ اناج ملتا ہے اراضی خالصہ کے کاشتکاروں سے جاگیروں کے کاشتکار فائدے میں رہتے ہیں۔ اُن کو ۲/۵ حصہ دینا پڑتا ہے۔ اور محاصل اراضی مزروعہ کے لئے فی سو بیگہ عہ محصول مقرر ہے جو عموماً رئیس جاگیر کو بذریعہ قرقی وصول ہؤا کرتا ہے۔

مارواڑ میں ایک محصول انگا کہلاتا ہے۔ جس کے رو سے ہر جوان مرد اور عورت کو فی رسم ایک روپیہ دینا پڑتا ہے۔

گھاس پانی کا محصول ترنی کے نام سے مشہور ہے جس کی شرح حسب ذیل ہے:۔

فی بھیڑ بکری ۱ر۔ فی بھینس ۸ر۔ فی اونٹ ہے

کیواڑی کا محصول بجے سنگھ نے اپنے آخری [illegible] میں رئیسان [illegible]

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی یورشوں کے موقع پر جاری کیا تھا۔ رئیس لوگ اس محصول سے ناراض ہوکر پالی میں جمع ہوئے اور اُس کے عزل کی تدابیر ہونے لگیں۔ بجے سنگھ خود فہمائش کو گیا مگر بے سود۔ ریاست کو پلٹا تو بھیم سنگھ کو مسند نشیں پایا۔ اور دروازہائے شہر بند پائے۔ بجے سنگھ کو اس وقت مشکل کا سامنا ہوا۔ روپیہ پاس نہ تھا۔ لہذا رعایا سے امداد کی خواہش ظاہر کرکے تین روپیہ فی گھر تحصیل کیا۔ اور اس محصول کا نام کیواڑی قرار دیا۔ معلوم نہیں کہ یہ محصول روپیہ کی ضرورت سے قائم ہوا یا دشمنوں کی سرکوبی کے لئے۔ لیکن اُس کی بنیاد مستحکم ہوگئی۔ اور جب راجہ مان سنگھ نے سرکشی کی اور پٹھان اراضی خالصہ پر قابض ہوئے تو دس روپیہ فی گھر محصول مقرر ہوگیا اس کی وصولی اب اس طرح رائج ہے کہ خانہ شماری کے حساب سے غریب دو روپیہ اور امیر عہ دے۔ جاگیروں میں بھی یہی اصول جاری ہے صرف خاص خاص اشخاص مستثنےٰ ہیں۔

مارواڑ کی آمدنی سائر اب پہلی سی نہیں ایک تو یہ ملک ہی ایسا ہے جہاں کی حالت یکساں نہیں رہتی دوسرے جس ملک کو دشمن لوٹتے رہیں جہاں باہمی نزاعوں کی کمی نہیں۔ آئے دن قحط پڑتے ہیں وہاں قدیم الایام اور ترقی کے زمانے میں آمدنی کی زیادتی باعث تعجب نہیں۔ قدیم کاغذات میں سے تفصیل آمدنی حسب ذیل نظر سے گذری۔

جودھ پور	عہ ہزار
ناگور	عہ "
ڈیڈوانہ	عہ "
پرپت سر	للولالہ "
میرتا	لہ عہ "
کولیا	صمہ "
جھالور	صعہ "
پالی	صعہ "

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جسول و میلہ بالوترا	لہ ع للعہ ہزار
تین محال	لہ عہ ؍؍
سانچور	سمہ ؍؍
پہلودی	لہ للعہ ؍؍
	للعہ لاک ہ ؍؍؍

بڑے بڑے شہروں کے تحصیلدار دہانی کہلاتے ہیں۔ جن کو ماہواری مشاہرہ ملتا ہے۔ اُن کے ماتحتوں کو تحصیل شدہ آمدنی سے کچھ رقم فیصدی دی جاتی ہے۔ اس مد آمدنی میں درآمد و برآمد کے غلّہ کی راہداری کا محصول بھی شامل ہے۔

نمک کی جھیلوں کی آمدنی میں بھی گذشتہ ملکی فسادات سے کمی ہوگئی ہے فہرست ذیل سے صحت کے ساتھ اس کی تشریح معلوم ہوگی۔

پنچہدرا	دو لاکھ
پہلودی	ایک لاکھ
ڈیڈدانہ	صع لاکھ
سانبہر	دو لاکھ
نانوا	ایک لاکھ

ان نمکساروں کے کام پر ہزاروں آدمی اور لاکھوں بیل لگے رہتے ہیں۔ بنجارہ قوم یہاں زیادہ کام کرتی ہے۔ جو ۴۰ ہزار بیلوں سے محنت لیتے ہیں سندھ سے دریائے گنگ تک یہ نمک مستعمل ہوتا ہے اور سانبہر ہی کہلاتا ہے۔ پنچہدار کا نمک نہایت عمدہ ہوتا ہے۔ اس کے بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ گہری گہری کیاریاں کھود دی جاتی ہیں۔ اور نرکل کی چٹائیوں سے اس طرح پاٹ دیتے ہیں۔ کہ نمک بنانے والی تبخیر زمین سے پیدا ہو کر باہر نہ نکلنے پائے۔ جب نمک جم جاتا ہے تو باہر ڈھیر کر کے موسمی رطوبت سے بچانے کو سجّی وغیرہ درختوں کی لکڑی روشن رکھتے ہیں۔

اب ہم گذشتہ زمانے کی تیس لاکھ روپیہ کی آمدنی پر نظر ثانی کرتے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں اور موجودہ محاصل کو دیکھ کر کہتے ہوئے خوف زدہ ہوتے ہیں کہ یہ بات کیا ہے

(۱) ایک ہزار چار سو چوراسی شہروں اور دیہاتوں کی آمدنی خالصہ — ۵ع لک

(۲) محصول درآمد (سائر) — للعہ لک ـــ ررر

(۳) آمدنی نمک — ہو لک ۵ع ہزار

(۴) محاصل متفرق و مختلف — لو عد لک للعہ ررر

(۵) علاقجات جاگیرداری و اہلکاراں — ۵ لک

لو ہو لک للعہ ررر

مارواڑ کی اراضی خالصہ اور جاگیروں کی آمدنی اسی لاکھ بیان کی جاتی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ اب نصف بھی آمدنی قائم کی جائے تو لوگ زیادہ سمجھیں۔ عام خیال ہے کہ ملازمان سابق کے خاندان نہایت متمول ہیں۔ جن میں خاندان سنگوئی بہت ہی دولتمند ہے۔ ان لوگوں نے اپنی دولت دوسری ریاستوں میں محفوظ کر دی ہے اور مارواڑ میں دفینوں کی وجہ سے کثیر التعداد اشرفیاں ضائع ہو گئیں۔ بجے سنگھ نے جب ناگور کی کچھ عمارتیں کھدائیں تو بڑا خزانہ ہاتھ آیا تھا۔

فوج راٹھور اب فوج راٹھور کی تعداد بیان کی جاتی ہے۔ جس کا تقرر مقدار آمدنی کے حساب سے ہوتا ہے۔ والی ریاست کے یہاں آمدنی خالصہ سے رہیلوں اور پٹھانوں کی فوج اس واسطے ملازم رہتی ہے کہ سرکش جاگیرداروں پر رعب طاری رہے یہ پیدل فوج بندوق سے مسلح اور قواعد دان بھی ہوتی ہے اور ان کے متعلق توپ خانہ بھی ہوتا ہے ان لوگوں سے راجپوت خائف رہتے ہیں راجہ مان سنگھ نے ہنڈال خاں پانی پتی کی سرگروہی میں ساڑھے تین ہزار پیادے اور ڈیڑھ ہزار سوار مقرر کئے تھے اور پچیس ضرب توپ کا توپ خانہ بھی اس فوج میں تھا۔ ہنڈال خاں بجے سنگھ کے وقت سے ملا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے اور راجہ حال اُسے کاکا کے لقب سے یاد کرتا ہے۔ بشن سوامی فرقہ کے اس مذہبی سپاہ میں سات سو پیدل اور تین سو سوار ہیں۔ جن کا سرغنہ قائم داس مہنت تھا۔ تیراندازوں کی ایک فوج اُس وقت کے ہتھیاروں سے آراستہ ہے۔ جب یوروپ میں توپ و بندوق کی ایجاد ہوئی تھی۔ راجہ نے کسی موقع پر بیرونی فوج کی تعداد گیارہ ہزار کر دی تھی جس میں ڈھائی ہزار سوار تھے۔ پچیس توپیں اور تیراندازمزید براں اور سرداران فوج بھی جاگیر یافتہ ہی تھے۔ اس فوج کے بڑھانے سے منشا یہ تھا۔ کہ رئیس سر نہ اٹھا سکیں دیے رہیں اس انتظام سے رئیسوں پر جو نزلہ گرا اُس نے ملک کو بھی جلد تباہ کر دیا۔ مختلف العادات و مختلف المذاہب لوگوں کی فوج سے رئیسوں اور والی ریاست کے تعلقات میں کشیدگی نمایاں ہوتی ہے اور اعتبار باقی نہیں رہتا۔

میواڑ میں سولہ۔ آمیر میں بارہ اور مارواڑ میں آٹھ رؤسائے اعظم ہیں۔ موخر الذکر رؤسا کی فہرست مع قومیت و سکونت درج ذیل ہے۔ یہ لوگ فی پانچ سو روپیہ آمدنی پر ایک سوار راجہ کی خدمت میں متعین کرتے ہیں +

رؤسائے درجہ اول

نمبر شمار	اسمائے رؤسائے اعظم	نام قوم	نام جاگیر	آمدنی	کیفیت
۱	کیسری سنگھ	چانیاوت	اہوا	ایک لاکھ	یہ سب سے بڑا رئیس ہے نصف آمدنی جاگیر ذاتی کی ہے نصف ان علاقوں کی جن پر زبردستی قبضہ کر لیا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نمبر شمار	اسمائے روسائے اعظم	نام قوم	نام جاگیر	آمدنی	کیفیت
۲	بختاور سنگھ	کمپاوت	اسوپ	۵۰ ہزار	یہ طاقت میں سب رئیسوں سے زبردست ہے۔
۳	ظالم سنگھ	چانپاوت	پوکرن	ایک لاکھ	
۴	سرتان سنگھ	اوداوت	بینماج	۵۰ ہزار	بعد قتل رئیس سابق راجہ نے یہ علاقہ ضبط کر لیا۔
۵		میرتیا	ریا	۲۵ ہزار	راٹھور قوم میں میرتا کا فرقہ نہایت بہکا ہے
۶	اجیت سنگھ	میرتیا	کہانے راؤ	۵۰ ہزار	
۷	۰	کرمسوت	کھنک سر	۴۰ ہزار	یہ عظیم الشان شہر اب تباہ ہے بہت سے دیہات بھی ضبط ہو گئے ہیں۔
۸	۰	بھٹی	کھیجڑلا	۲۵ ہزار	یہی ایک رئیس دوسری قوم کا ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رؤسائے درجہ دوم

نمبر شمار	اسمائے رؤسائے اعظم	نام قوم	نام جاگیر	آمدنی	کیفیت
۱	شیونا تھ سنگھ	اوداوت	کوچامن	۵۰ ہزار	صاحب طاقت رئیس ہے۔
۲	سرتان سنگھ	جودھا	کہارکی دیو	۲۵ ہزار	
۳	پرتھی سنگھ	اوداوت	چنداول	″	
۴	تیج سنگھ	″	کہاوا	″	
۵	انار سنگھ	بھٹی	اہوا	۱۱ ہزار	جلاوطن کردیا گیا
۶	جیت سنگھ	کمپاوت	بگوری	۴۰ ″	
۷	پدم سنگھ	″	گج سنگھ پورہ	۲۵ ″	
۸	۰	میرتیا	مہتری	۴۰ ″	
۹	کرم سنگھ	اوداوت	مردت	۱۵ ″	
۱۰	ظالم سنگھ	کمپاوت	روات	″	
۱۱	سوائی سنگھ	جودھا	چاپر	″	
۱۲	۰	۰	بودشو	۲۰ ہزار	
۱۳	شیودان سنگھ	چانپاوت	کاونا کلاں	۴۰ ″	
۱۴	ظالم سنگھ	″	ہرسولا	۱۰ ″	
۱۵	سانول سنگھ	″	دیگود	″	
۱۶	حاکم سنگھ	″	کاداتا خورد	۱۱ ہزار	

مارواڑ کے مشرحہ صدر رؤسائے اعظم کو کارنامہائے جنگ کے صلے میں جاگیریں عطا ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ خاندان راج کے جاگیردار بھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں۔ جو حسب موقع جان نثاری کو تیار رہتے ہیں اور اگر ان کی خاطر داشت کی جائے تو بڑی فوج کی مدد مل سکتی ہے راجہ کو اختیار ہے کہ ان سے جب چاہے فوجی امداد حاصل کرے یہ رئیس حسب ذیل ہیں:۔
بارمیر۔ کوئرا۔ جسول۔ پہلسوند۔ برگانوں۔ بانکریا۔ کاکندری۔ برونڈ۔

علاقجات کی فہرست ایک قدیم فہرست کی نقل ہے۔ خواہ صحیح ہو یا غلط۔ مگر اس سے مستند فہرست اور دستیاب نہیں ہوئی۔ مارواڑ کے عزل و نصب اور فتنہ و فساد کی وجہ سے ٹھیک پتہ نہیں چل سکتا۔ اہلکار آمدنی تحصیل کرتے ہیں۔ مگر مکمل فہرست تیار کرنے کی طرف توجہ نہیں پہلے فی پانچ سو روپیہ آمدنی پر ایک سوار اور دو پیادہ کی خدمات پیش کی جاتی تھیں اب آمدنی علاقجات و کمی جاگیر کی وجہ سے پانچ سو کے عوض ہزار روپیہ قائم کر دیا گیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاریخ ریاست بیکانیر

باب-۱

ریاست بیکانیر- بیکا بانی ریاست- باشندگان قدیم قوم جٹ- کثرت آبادی- مغربی راجپوتانہ اور شمالی ہند میں بود و باش- پیشہ- چوپانی- حملہ بیکا کے وقت مقبوضات جٹ کی فہرست- بیکا کی فتحیابی کے اسباب- بزرگان جٹ کی اطاعت- عہد و پیمان- ہند کی قوم جٹ کے خصائل- بیکا کی جوہیا پر لشکر کشی- رعایائے جٹ کی ہمراہی- جوہیا کا حال- بھٹی سے فتح بھاگو- بیکانیر کی بنیاد- بیکا کے چچا کاندل کی شمالی فتوحات- بیکا کا انتقال- لون کرن کی مسند نشینی- بھٹی سے معرکہ آرائی- فتح- اُس کے فرزند جیت کی مسند آرائی- بیکانیر کی ترقی- رائے سنگھ کی جانشینی- قوم جٹ کی آزادی کا زوال- ریاست کا عروج- رائے سنگھ اور اکبر کی قرابت- حصول اختیار- منصب- جوہیا کی سرکشی- نیست و نابودی- جوہیا میں سکندر اعظم کی آمد کے نشان- رام سنگھ برادر راجہ سے پونیا جٹ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

مترجمہ افق Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی شکست۔ نامناسب اطاعت۔ شہزادہ سلیم عرف جہانگیر سے دختر رام سنگھ کی شادی۔ رائے سنگھ کے فرزند کرن کی مسند پر رونق افروزی۔ تین فرزندان کرن کی ملازمت شاہی انوپ سنگھ فرزند اصغر کی مسند آرائی۔ کابل کی بغاوت کا انسداد وفات۔ سروپ سنگھ کی جانشینی۔ قتل سوجان سنگھ و آور سنگھ وراج سنگھ کی گدی پر جلوہ آرائی۔ آخر الذکر کو سوتیلے بھائی کی زہر خورانی۔ بھتیجے کا قتل۔ جنگ و جدل۔ اسم نویسی روسا۔ غاصب ریاست کی جودھپور پر فوجکشی۔ حالت بیکانیر عہد غاصب میں۔ بیداوتی کا تذکرہ۔

راجپوتانہ کی ریاستوں میں بیکانیر کا نمبر دوسرا ہے۔ اس کے فرمانروا مارواڑ کے خاندانی اور جودھا کی نسل میں ہیں۔ سرحد شمالی فتح کر کے وہاں متسلط ہوئے۔ چونکہ یہ ریاست جنگل میں واقع ہے۔ اس سے اس کی خود مختاری مستحکم ہوئی۔

جودھا نے سمت ۱۵۱۵ یعنی ۱۴۵۹ء میں اپنی دارالریاست مندور سے جودھپور میں نقل مقام کیا اس کے بھائی کاندل کو ملک گیری کی ہوا سمائی چنانچہ اس نے اپنے بھتیجے سیاجی کی تین سو اولاد کو ساتھ لے کر ریگستان میں فتوحات حاصل کیں۔ بید اجودھیا کا ایک فرزند تھا۔ جس نے تھوڑے ہی عرصے میں قوم کے مقبوضات فتح کر لئے تھے اس سے بیکا کو ملک گیری کے لئے خاص تحریص و ترغیب ہوئی۔

بیکا کی فوج کشی کا نتیجہ فتح ہی ہوتا تھا۔ کیونکہ اس کو مارنے میں دریغ تھا نہ مرنے کا غم علاوہ بریں اس زمانے میں یگانہ و بیگانہ پر فتحیابی کو راجپوت ایک مذہبی معاملہ خیال کرتے تھے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بیکانے اپنے تین سو ہمراہیوں کے ساتھ قوم سانکلا ساکن جنگلو پر حملہ کرکے تہ تیغ کیا۔ قوم بھٹی اس فتح سے دب گئی اور رئیس قوم نے اپنی بیٹی کو بیکا کے ساتھ منسوب کر دیا۔ بیکا نے کورم ولیسر کو مستقر حکومت قرار دیا قلعہ بنایا اور گرد نواح کے علاقے فتح کرکے حکومت کو ترقی دی اس کے بعد اس کا خیال جٹ یا جاٹ قوم کی طرف رجوع ہؤا۔ جو ریاست بیکانیر کے ایک وسیع حصے میں عرصۂ دراز سے متسلط تھی۔ اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کے کچھ حالات بیان کر دئے جائیں جو جودھا کی فتحیابی اور تقرر انتظام جاگیرداری رجواڑہ کے قبل طوائف الملوکی زندگی بسر کرتی تھی۔

جلد اول میں اس نامی و گرامی اور کثیر الافراد قوم کا کچھ حال درج ہو چکا ہے یہ قوم زمانۂ ماضیہ میں یعنی تیمور اور قیصر کے عہد سے زبردست چلی آتی ہے اور اگر موجودہ راجہ کا وارث تخت اسی کی طرح شجاع اور صاحب ہمت ہؤا تو وسط ایشیا میں اس کی ترقی خلاف قیاس نہیں۔ چنانچہ رنجیت سنگھ نے پشاور میں قدم جما لئے ہیں۔ اور اگر کابل کی بدنظمی قائم رہی۔ تو اس کا وہاں بھی قدم پہنچ جائیگا۔

چوتھی صدی میں یہ قوم پنجاب کی فرمانروا تھی۔ لیکن یہ بات تحقیق نہیں کہ وہ اس ملک میں کس زمانے سے آباد چلے آتے ہیں۔ جس جس زمانے میں اہل اسلام ہندوستان پر حملہ آور ہوئے جاٹ قوم نے اُن کا مقابلہ کیا۔ یہ لوگ محمود اور تیمور کے خونخوار حملوں کے وقت اٹک سے ماوراء النہر تک جنگ آزما رہے بابر کا خود بیان ہے کہ اُس کے غجکشی کے موقع پر پنجاب کے جاٹوں کی کثیر التعداد فوج حملہ آور ہوئی تھی۔ اس قوم کے بہت سے کاشتکار مسلمان ہو گئے ہیں اور گورونانک کے مرید جاٹوں نے اپنا لقب سکھ رکھ لیا ہے۔

تین سو برس اُدھر جاٹ یا جٹ بایوٹی قوم ہندوستان میں ہر قوم سے زیادہ آباد تھی۔ اور اب بھی مغربی رجواڑہ اور شمالی ہند میں اسی قوم کے زراعت پیشہ لوگ کثرت سے ہیں۔

جاٹ صحرائے ہند میں کب آباد ہوئے۔ تحقیق نہیں لیکن حملۂ راکھوڑ کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زمانے میں گڈریوں کی سی بسر اوقات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ ستیہک قوم کی نسل سے ہیں۔ بزرگوں کی فرمانبرداری اُن کا خاص شیوہ تھی۔ لیکن اُن کی حکومت کا دیا وعدہ نہ مانتے تھے اور کسی جوان جاٹنی کو ہندوؤں کے خلاف دیبی فرض کر کے اُسی کی پرستش کرتے تھے۔ یہ لوگ جیکسارٹیز سے بت پرست چلے آتے تھے لیکن شیخ فرید نے بت پرستی موقوف کر دی۔ اور ان سے اکثر مذہبی خیالات خلط ملط ہو گئے جاٹوں میں قومی تفریق ہے چنانچہ ایک جاٹ پونیا کے ہیں جو پنجاب سے بہت فاصلے پر آباد ہیں۔ اور اسیاغ یعنی چھ اقوام کے جاٹ ہیں جن پر فتحیابی کے بعد بیکانیر کی ریاست قائم ہوئی۔ ان چھ اقوام میں سے چار اقوام کے ایک رئیس کو منی کہتے ہیں۔ یہ چار اقوام جیحوں اور سیحون کے درمیان آباد تھیں ملک بیکٹیر یا (باختر) واقع یونان انہیں کی فتحمندیوں نے غارت کیا تھا۔

تیمور اور بابر کے عہد میں ہندوستان پر راٹھور فرمانروا تھے۔ تیمور مورث اعلائے خاندان چغتائیہ بڑے فخر سے بیان کرتا ہے۔ کہ صحرائے ہند اور دریائے اوکسانہ میں اس نے ہزاروں جاٹوں کو تہ تیغ کیا۔ اس سے قیاس غالب ہے کہ حملہ آور دریائے سندھ کے مشرق میں اسی قوم کی مقبوضات سے گذرتے تھے اور بیکا کو راجہ تسلیم کرنے والی جماعت صدیوں سے حدود بیکانیر میں آباد تھی۔ یہ ملک چھ مقامات ذیل پر منقسم تھا۔

(۱) پونیا۔ (۲) گودرا۔ (۳) سارن (۴) اسیاغ۔ (۵) بنی وال۔ (۶) جوہیا عرف جونیا۔ جوہیا کو اکثر لوگ یادو بھٹی کہتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ جیٹ ہی معلوم ہوتے ہیں۔

یہ فرقے جہاں جہاں سکونت پذیر ہوئے۔ اُن کا نام بھی اُنہیں کے نام سے موسوم ہوا۔ جن میں اضلاع کی تقسیم تو چھ مقامات جیٹ کی وسطی و شمالی حدود سے قائم ہوئی۔ ان کے علاوہ تین مقامات یعنی بھاگور۔ کہانڑی درموہلا راجپوتوں سے حاصل کیے گئے ہیں۔ جن سے راجپوتوں کی مغربی و جنوبی سرحد قائم ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نمبر شمار	مقام سکونت	شمار مواضعات (چھ مقامات قیام جاٹ)	نام اضلاع خاص
۱	پونیا	۳۰۰	بہادران - اجیت پور - سید موکھ - راجگدھ دارلوہ - سانکو وغیرہ
۲	بینی وال	۱۵۰	لوکرکو - سندرے - منوہر پور - کوی بائی وغیرہ
۳	جوہیا	۶۰۰	جیت پور - کمبانو - مہاجن - پیپ سر - اودے پور وغیرہ -
۴	اسباغ	۱۵۰	راوت سر - برمھ سر - داندو سر - کند اٹلی -
۵	سارن	۳۰۰	کیجر - پھواگ - کوچا داس - سوائی - بادلو سرسلا وغیرہ -
۶	گودارا	۷۰۰	پورندا سر - گوسائیں - سرکلاں - شیخ سر - گرسی سر - غریب دی سر - زنگی سر - کالو وغیرہ
	میزان	۲۲۰۰ مواضعات	
۷	بھاگور	۳۰۰	بیکانیر - مال قلعہ - راج سر - ستا سر - چھترگڈھ رندی سر - پیت لوکھ - بھوانی پور - جیمل سر وغیرہ
۸	موہلا	۱۴۰	چاپر (صدر مقام موہلا) ساوندا - ہیرا سر - گوپال پور - چار داس - بیدار - لاولوٹ - تلسی سر - خربوزہ کا کوٹ
۹	کہاری پتا	۳۰	
	میزان	۴۷۰	
	میزان کل	۲۶۷۰	

بیکا کو مندور چھوڑے ہوئے چند ہی برس ہوئے تھے کہ اُس کو دو ہزار چھ سو ستر مواضعات کی حکومت حاصل ہوگئی - اور حالت فتح کے مقابلے میں اُس کو ناموری بھی نصیب ہوئی - تین سو برس کے عرصے میں تقریباً نصف مواضعات کا نقصان ہوا اب بیکا کی اولاد سورت سنگھ والی بیکانیر کے قبضے میں ایک ہزار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تین سو دیہات باقی رہ گئے ہیں۔

جٹ اور جوہیا قوم کے لوگ صحرائے شمالی سے گارا تک آباد ہیں۔ ان کی بسر اوقات گڈریوں کی طرح مویشیوں پر ہے۔ یہ لوگ گوبر۔ لید۔ گھی۔ اون سارسوت برہمنوں کے ہاتھ بیچتے ہیں۔ جن کے معاوضہ میں اُن کو اجناس خوردنی دستیاب ہوتی ہیں۔

ریاست بیکانیر کے قیام میں راجپوتوں کی جاگیرداری حکومت کے خلاف جٹ قوم کی قدیم سے تک سادہ لوحی کی وجہ سے بہت آسانی ہوئی۔ بیکا کے بھائی بیدا نے قوم موہل کو زیر کر کے مشکلات حل کر دی تھیں لیکن بیکا کو خونریزی کے بغیر کامیابی حاصل ہوئی۔ جس کا سبب قوم جوہیا اور گودارا کا باہمی رشک و عناد تھا۔ وہ قوم موہل کے تباہ کنندہ فرقۂ بیدا کی ہمسائگی کو بھی اپنے لئے خطرناک سمجھتے تھے اُن کی خواہش تھی کہ جیسلمیر کی بھٹی قوم کو روکنے والی کوئی اچھی طاقت ان کی حمایت کرے۔ جب ہمراہیان بیکا علاقجات پر قبضہ کرتے ہوئے جنگلے میں وارد ہوتے تو گودارا کے مصلحت اندیشوں نے متفق الرائے ہو کر بیکا راٹھور کی خاطر داشت کر دی۔

گودارا کا رئیس پانڈو ساکن شیخ سر درجہ اول کا رئیس تھا۔ اور رئیس درجہ دوم رونیا۔ اس گروہ کے حقوق مالکانۂ انگریزی فرداً فرداً حسب حیثیت اراضی یکساں مقرر تھے اور چراگاہ سب کے لئے کشادہ تھی۔

روسائے مذکور بطور سفارت بیکا کی ملاقات کو آئے اور اُسے حسب ذیل شرائط پر راجہ تسلیم کیا۔

(۱) اُن کی مخالف اقوام جوہیا وغیرہ کے خلاف اُن کی حمایت

(۲) غارتگراں بھٹی کے انسداد کی غرض سے سرحد مغربی کی حفاظت

(۳) حقوق مراتب کا دوامی قیام

ان شرائط کی منظوری پر بیکا کو گودارا کی حکومت حاصل ہوئی۔ اور گروہ مذکور نے فی گھر ایک روپیہ کا محصول دھواں اور دو روپیہ فی چھ بیگہ محصول اراضی مزروعہ دینا منظور کیا۔

چونکہ ان لوگوں کو تکمیل شرائط کے لئے اطمینان کی ضرورت تھی لہذا راجہ نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُن کی تشفی خاطر کے لئے اقرار کیا۔ کہ وہ اور اس کے جانشین ہمیشہ راجگی کا تلک شیخ سرا اور رونیا کے رئیسوں کے ہاتھ سے کرایا کرینگے۔ اگر اس کے خلاف کارروائی ہوگی تو راجہ کو گدی پر بیٹھنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔

ان سادہ لوح باشندگان صحرا نے جس طرح اتحاد قائم کیا اس میں بھی آزادمزاجی کی بو آتی ہے۔ جٹ خواہ سواحل جیحون و سیحون کے ہوں یا ریگستان ہند کے سب کی روش یہی پائی جاتی ہے اور ملکی آزادی چھن جانے پر بھی اُن سے بالادست راجپوت پر تاوٗ دینے سے گریز کرے تو وہ خون سے ہاتھ دھونے کو تیار ہو جائینگے۔

جس طرح بیکا کو بلا کشت و خون صرف قوم گودارہ کے رشک و حسد کی وجہ سے راجگی مل گئی۔ اُس کی نظیر کم دستیاب ہوگی۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہندستان میں صلح و اتحاد ہونے پر اکثر حقوق ایسے مقرر کئے گئے ہیں۔ جن سے فتحمند راجپوتوں نے اوروں سے راج لے لیا۔ اس کی نظیر میواڑ میں موجود ہے یعنی قوم بھیل کی فتحیابی سے قوم گہلوٹ نے بھی اکثر رسمیں وہ مقرر کی تھیں جن پر اب تک عملدرآمد ہوتا ہے۔ آمیر کے محکموں میں بھی باشندگان مینا کے حقوق پائے جاتے ہیں۔ راجگان کوٹہ و بوندی کے بھی اپنے نام کے ساتھ ہاروتی کی شمولیت سے اپنے مفتوحوں کی یادگار قائم رکھی ہے۔ بیکا کی اولاد نے بھی ٹیکا لگانے کا حق پانڈوں کے جانشینوں کو دے رکھا ہے۔ جنہیں اس تقریب پر پچیس اشرفیاں دیجاتی ہیں مقام دارالریاست پر ایک جٹ مسمی نیرا کا قبضہ تھا۔ اُس نے اس شرط پر وہ مقام راجہ کو نذر کر دیا کہ اُس کے نام کی یادگار قائم رہے راجہ نے بڑی خوشی سے اپنے اور اُس کے نام پر دارالریاست کو بیکانیر کا خطاب دیدیا۔

مسندنشینی کے علاوہ بیکانیر میں گودارا کے لئے اور سالانہ حقوق بھی مقرر ہیں اور اُن کی پیروی ان راجپوت جاگیرداروں کو بھی لازم ہے جو مقبوضات جٹ پر متصرف ہیں حالانکہ بیکا کی اولاد بیکانیر میں زیادہ ہوگئی ہے اور شرائط عہدنامہ کی قرار واقعی پابندی نہیں ہوتی۔ پھر بھی ایسی یادگاریں ہنوز قائم ہیں۔

ہولی دیوالی کے تیوہاروں میں شیخ سرا اور رونیا کی جانشین راجہ اور جاگیرداروں کی روچنا کرتے ہیں۔ رونیا جٹ چاندی کے تھال میں روچنا کا سامان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لئے رہتا تھا اور شیخ سرراجہ کے روچنا کرتا تھا۔ راجہ کو تھال میں ایک اشرفی اور پانچ روپیہ ڈالتا تھا۔ اور رئیس حسب حیثیت رقمیں پیش کرتے تھے۔ اس رقم میں سے اشرفیاں شیخ سرچٹ کو ملتی تھیں اور روپے رونیا جٹ کو

تصفیۂ شرائط کے بعد قوم جٹ نے بیکا کو راجہ تسلیم کیا۔ اور اپنی اپنی فوج کے ساتھ قوم جوہیا پر حملہ کیا۔ یہ قوم صرف شمالی ہی نہیں بلکہ ستلج تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا قبضہ گیارہ سو دیہات پر تھا۔ لیکن تین سو برس کے زمانے سے اس کا نام و نشان بھی نہیں۔ غالباً یہ قوم وہی جنجوعہ قوم تھی جو کوہستان دوآبۂ اول پنجاب یعنی کوہ جود میں حملۂ بابر کے وقت قوم جود کے شریک تھی۔ کوہ جود کو جادو قوم اپنے نام سے منسوب کرکے جادو کا ڈانگ کہتی ہے اس لحاظ سے قوم جوہیا کا جادو قوم سے ہونا قرین قیاس ہے۔ لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ قوم جٹ سے علیحدہ ہیں۔

جوہیا قوم کا رئیس شیر سنگھ بہر دیال میں مسکن گزین تھا۔ اس نے اپنی فوج سے عرصے تک راجپوت اور گودوارکے مورچے روکے اور اس وقت تک راٹھوروں کی ایک نہ چلنے دی۔ جب تک حملہ آور اس کو فریب سے قتل کرکے بہر دیال پر قابض نہ ہونگے۔

اس کے بعد بیکا نے بھٹی پر فوجکشی کرکے بھاگور پر قبضہ کیا۔ اور یہیں ۱۵ بیساکھ سمت ۱۵۱۵ مطابق ۱۴۵۹ء میں بیکانیر کی بنیاد ڈالی۔ ان ایام میں ۹ سے مندور چھوٹے ہوئے تیس برس گذر چکے تھے۔ بیکا کا چچا کاندل استقلال حکومت کا باعث تھا اب اس نے شمال کی طرف فوج کو حرکت کی اور اسیاغ و بینی وال وسارن پر فتح پائی۔ ان مقامات پر اس کی اولاد اب تک موجود ہے جسے کندا بوت راٹھور کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ مقامات ریاست بیکانیر میں داخل ہیں لیکن وہاں کے رئیس اپنے کو آزاد سمجھتے اور اپنے علاقے کو اپنی تلوار کا مال خیال کرتے ہیں جب کبھی ان سے خراج طلب ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ راجہ کا حق راجگی کیا ہے جس کاندل نے راجہ بنایا وہ ہمارے ہی بزرگوں میں تھا۔ راجہ کو ہم سے خراج مانگنے کا کیا منہ۔ کاندل نے قلعۂ حصار پر چڑھائی کی تھی۔ لیکن بادشاہی صوبہ دار کے مقابلہ میں جان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بحق تسلیم ہؤا۔

سمت ۱۵۵۱ مطابق ۱۴۹۵ء میں بیکا راہی ملک بقا ہؤا۔ رئیس پوگل قوم بھٹی کے بیٹی کے بطن سے دو فرزند یادگار چھوڑے۔ نوکرن رونق آرائے مسند ہؤا مقامات گرسی سرداسی سرگرسی کی یادگار ہیں۔ گرسی کی کثیر التعداد اولاد گرسوت کہلاتی ہے گرسی سرا اور غریب دہی سر کی جاگیر میں ملی ہوئی ہیں۔ چوبیس چوبیس دیہات مزید براں۔

لون کرن نے سرحد مغربی پر فوجکشی کی اور بھٹیوں کے کئی مقام سر کیے۔ چار فرزندوں میں سے فرزند اکبر نے جاگیر مہاجن اور ایک سو چالیس مواضعات کی حکومت پر قناعت کر کے علیحدگی اختیار کی۔ دوسرا فرزند جیت سمت ۱۵۶۹ء میں گدی پر بیٹھا باقی دو بیٹوں کو جاگیریں ملیں۔ جیت سنگھ کے تین بیٹے تھے۔ کلیان سنگھ شیوجس۔ آسپال۔

جیت سی نے خود سرگرا سیا رئیسوں سے نارکوٹ فتح کر کے اپنے فرزند ثانی شیوجی کو بطور جاگیر عطا کر دیا اور بیدا بانی ملک کو خراج گذار بنا لیا۔ خراج پر کچھ رقوم محاصل اور المضاعف کیں۔

سمت ۱۶۰۳ میں کلیان سنگھ نے مسند حکومت پر قدم رکھا۔ اس کے تین تاج نگیں سلطنت تھے۔ رائے سنگھ۔ رام سنگھ۔ پرتھی سنگھ۔

سمت ۱۶۳۰ (مطابق ۱۵۷۳ء) میں رائے سنگھ کا دور حکومت شروع ہؤا۔ اب تک قوم جٹ کے حقوق بدستور تھے۔ لیکن راجپوتوں کی کثرت نے حق تلفی کی بنیاد ڈالی جٹ لوگ بیدخل و معزول ہوئے۔ آزادی کی کمی نے جوش شجاعت سے محروم کر کے انہیں کاشتکار بنا دیا۔

رائے سنگھ کے عہد میں ریاست بیکا نیر تمام ریاستوں سے بڑھ گئی۔ لیکن جہاں راجپوتوں نے جٹوں کو کاشتکار بنا دیا وہاں اُن کی آزادی بھی دہلی کی نذر ہوئی۔

جب رائے سنگھ اپنے باپ کے پھول گنگا جی لے جانے کو مستعد ہؤا۔ دہلی میں شہنشاہ اکبر کی حکومت تھی۔ ان دونوں کی شادیاں جیسلمیر کی بیٹیوں کے ساتھ ہو چکی تھیں۔ لہذا اس قرابت کے لحاظ سے اس نے مان سنگھ آمیر والا کو متوسط بنایا۔ اور بادشاہ سے ملاقات کی شاہنشاہ اکبر نے منصب چار ہزاری اور خطاب راجگی کے ساتھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صوبہ داری حصار سے سرفرازی بخشی اور مالدیو والئی جودھ پور سے ناراض ہوکر ناگور کا زرخیز علاقہ بھی اُسی کو دلا دیا۔ ان سرفرازیوں کے بعد اُس نے ریاست کی راہ لی۔ اور رام سنگھ اپنے بھائی کو فتح بھٹنر کے لئے روانہ کیا۔ بھٹنر بڑا بھاری شہر قوم بھٹی کے قبضے میں تھا۔ جو نسل جادو میں جٹ قوم کی ایک شاخ تھی۔

جوہیا قوم اس زمانے میں پھر سر ابھارنے لگی تھی لہذا تلوار اور آگ نے اُسے بالکل غارت کر دیا۔ اب جوہیا کا نام فقط اُن کھنڈروں سے باقی ہے۔ جو اس کی عظمت و رونق اور قدامت آبادی کا پتہ دیتی ہیں۔

لوگ روایت کرتے ہیں کہ واندوسر کے قریب رنگ محل جوہیا کا دارالریاست تھا۔ جسے سکندر رومی نے زیر و زبر کیا۔ حالانکہ اس کا میدان کارزار جوہیا سے دور نہیں۔ لیکن اس کی آمد دریائے کارہ سے ظاہر نہیں ہوتی۔ ہمیں بکٹیریا اور دریائے سندھ پر سکندر کی آباد کردہ چھوٹی چھوٹی یونانی ریاستوں کی تاریخ معلوم نہیں۔ اس لئے کیا عجب کہ مذکورہ بالا حملہ آور کوئی پارتھیں کی اولاد میں سے ہو۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس ملک کی زمین بنجر نہ تھی۔ بلکہ آباد تھی۔ چنانچہ واندوسر کے ایک مہنا دسالہ اور زندہ مورخ نے جو کیفیت سنایا۔ اُس سے ظاہر تھا کہ اس ملک میں دریائے ہاکرا نے خرابی واقع کی جو پنجاب سے وسط ملک میں گذرتا ہوا روڑی بھکر اور اُچ کے درمیان دریائے سندھ میں گرتا ہے۔

ہاکرا کا نام سگرا اور سانکرا سے ملتا ہے اسی لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں ہانکرا اور سگرا و سانکرا ایک ہی ہیں۔ دریائے سگرا ہریانے کی سرحدی ریگستان میں بہتا تھا مگر اب نہیں۔ سانکرا مشرق کے رخ دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ بہتا تھا مگر اب پایاب ہے۔ نادرشاہ نے جب سندھ کے قطعات زرخیز ایران میں شامل کئے ہیں۔ تب بھی یہی ندی حد فاصل قرار دی گئی تھی۔ ہندی کیبت میں جوہیا کی تباہی کا جو سن ضبط ہے۔ وہ ہیمیر راجہ عمر سومرا کے عہد میں تھا۔

جوہیا کی قوت زائل کر کے رام سنگھ نے پونیا پر فوج کشی کی۔ جٹ قوم میں صرف ایک ہی فرقہ آزاد رہ گیا تھا۔ جس پر راجپوت غالب آئے اور اُن کی زرخیز علداری پر قبضہ کر لیا۔ رام سنگھ کو فکر تھی کہ پونیا کو آباد کر کے اپنی یادگار قائم کرے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن جٹ قوم اطاعت غیر سے متنفر تھی۔ لہذا اس کا کام تمام کر کے دل کے پھپھولے پھوڑے رام سنکوت کی تعداد معقول ہے۔ اور وہ بیکا کی ریاست بڑھانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ لیکن اُن کی قوت بہبود ریاست کے لئے کندلوت کے مقابلے میں کچھ نہیں۔ رام سنکوت کی سید موکھ ورسانکو دو مواضعات کلاں میں جاگیر ہے۔

جب پونیا قوم مطیع ہو گئی تو جنگل کی چھ اقوام جٹ کی آزادی کا خاتمہ ہو گیا اور ارباب قوم نے پیشۂ کاشتکاری و شبانی میں بسر کرنے پر قناعت کی۔

راجہ رائے سنگھ نے اکبر کی مہمات ملکی میں راٹھوروں کی طاقت سے بہت نام پیدا کیا۔ احمد آباد کی پہلی ہی لڑائی میں مرزا احمد حسین کو راہی عدم کیا جس سے شاہنشاہ اکبر کے دل میں راٹھوروں کی شجاعت کا اور بھی اثر ہوا۔ اور اُن سے رائے سنگھ کی دختر اور اپنے فرزند سلیم عرف جہانگیر کے قران السعدین سے اور رشتہ اتحاد کو مضبوط کیا۔ اس شادی سے شہزادہ پرویز کی ولادت ہوئی جس کی بدقسمتی زندگی کا خاتمہ کر گئی۔

رائے سنگھ نے سمت ۱۶۸۸ (۱۶۳۲ء) میں وفات پائی۔ اور اُس کا اکلوتا فرزند کرن جانشین ہوا۔ رائے سنگھ کی زندگی میں کرن منصب دو ہزاری و صوبہ داری دولت آباد پر سرفراز تھا۔ کرن کو دارا شکوہ ولیعہد شاہجہاں کی پاسداری کا خیال تھا۔ لہذا اس کے افسر فوج نے اُس کے قتل کی سازش کی۔ اس سازش کی سلگتی ہوئی آگ کو اس نے راجہ بوندی قوم ہاڑا کی مدد سے فرو کیا اور وطن میں آکر ملک بقا کی راہ لی۔ پدم سنگھ۔ کیسری سنگھ۔ موہن سنگھ اور الوپ سنگھ اس کے چراغ خاندان تھے جن کا شاہنشاہی خدمات کی بدولت خاتمہ ہوا۔

بیجاپور کی مہم میں پدم سنگھ اور کیسری سنگھ نے جان دی۔ موہن سنگھ جس طرح دکن میں قتل ہوا۔ اس کی غمناک کیفیت تاریخ فرشتہ میں حوالۂ قلم ہے۔

سمت ۱۷۳۰ مطابق ۱۶۷۴ء میں الوپ سنگھ گدی پر بیٹھا۔ اس کے بزرگوں کی ایسی خدمات تھیں کہ بادشاہ نے پنجہزاری منصب کے علاوہ صوبہ داری علاقہ اودنی و حکومت بیجاپور اور رنگ آباد عطا کی۔ اس کے زمانے میں افغانان کابل سرکش ہوئے اس نے راجہ جودھپور کے ہمراہ اُن کی قرار واقعی سرکوبی کی تاریخ فرشتہ میں درج

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے کہ اُس نے دکن میں انتقال کیا۔ لیکن قومی حالات اُس کی تردید میں بتلاتے ہیں کہ سپہ سالاری لشکر سلطانی سے کسی پڑاؤ کے لئے بت بڑھاؤ ہو گیا جس پر وہ دکن سے چلا آیا۔ اور بیکانیر کی خاک میں خاک مل گئی۔ اس کے دو بیٹے سروپ سنگھ اور سجان سنگھ بقائے نام تھے۔

سمت ۱۷۶۵ مطابق ۱۷۰۹ء میں سروپ سنگھ نے گدی پائی۔ لیکن حکمرانی کے مزے زیادہ دنوں تک اس کی قسمت میں نہ تھے۔ جب اس کا باپ فوج شاہی سے علیحدہ ہو کر بیکانیر میں چلا آیا تو مقام او و ناضبط ہو گیا تھا۔ سروپ سنگھ نے اُس کے لینے کی کوشش کی لیکن تہ تیغ ہو گیا۔

اُس کے بعد سجان سنگھ اور سجان سنگھ کے بعد زور آور سنگھ ۱۷۳۷ء میں مسند آرا ہوا۔ لیکن دونوں کے عہد واقعات سے خالی رہے۔

گج سنگھ نے سمت ۱۸۰۲ مطابق ۱۷۴۶ء میں گدی پائی۔ اور ۴۴ برس حکومت کی اس کا زمانہ حکومت سرحدی بھٹیوں اور خان بہاولپور کی لڑائیوں میں بسر ہوا اُس نے مقامات ذیل فتح کئے۔

قوم بھٹی سے۔ راجلیسر۔ کیلا۔ ریز۔ ستاسر۔ نینی پور۔ موتالی۔ دیہات خورد مزید برآں

خان بہاولپور سے۔ سرحدی قلعہ موسومۂ الوپ گڈھ۔

الوپ گڈھ پر قبضہ کر کے اُس نے سرحد مغربی کی آبادیاں غارت کر دیں۔ کنوئیں پڑوائے غرض یہ تھی کہ داؤد پوتے یعنی داؤد خاں سیتھانی بانی بہاولپور کی اولاد پورش نہ کر سکے۔

گج سنگھ کے اکسٹھ فرزند تھے مگر منکوحہ رانی کے بطن سے صرف چھ

(۱) چتر سنگھ بچپن میں فوت ہوا

(۲) راج سنگھ جس کی والدہ سورت سنگھ راجۂ حال نے زہر سے جان لی۔

(۳) سورماں سنگھ
(۴) عجب سنگھ } راج سنگھ کی موت سے ڈر کر جے پور میں پناہ گزین ہیں

(۵) سورت سنگھ راجۂ حال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۶) سام سنگھ۔ بیکانیر میں جاگیر پر قابض ہے۔

راج سنگھ نے سمت ۱۸۴۳ مطابق ۱۷۸۶ء میں صرف تیرہ روز حکومت کی ایسے سورت سنگھ کی ماں نے زہر دے کر اپنے بیٹے کو گدی دلائی۔ سورت سنگھ نے بھی ماں کے نقش قدم پر قدم رکھا اور اپنے مخالفوں کو تہ تیغ کیا یا جلاوطنی کی سزا دی۔

راج سنگھ دو بیٹے مسمی پرتاب سنگھ و جے سنگھ چھوڑ مرا۔ ریاستوں میں کامدار کا منصب نہایت حقیر سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ سورت سنگھ نے یہ عہدہ قبول کیا۔ اور ڈیڑھ برس اس دلجوئی اور قدردانی سے انتظام کیا کہ رئیس اس سے ملتفت ہو گئے۔ سورت سنگھ نے کامدار کی حیثیت سے حصول حکومت کے لئے داد و دہش کا لالچ دلا کر روسائے مہاجن و بہادران کو اپنے منتر میں جکڑ لیا۔ بختاور سنگھ دیوان گدی کا نہایت وفادار خیر خواہ اور چار پشت کا نمک خوار تھا۔ اس کو اس سازش کی اس وقت خبر ہوئی جب مواد پک چکا تھا۔ اور تدبیر جو باقی رہ گئی تھی اُس سے اس کو قید کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

کامدار سورت سنگھ کو ان لوگوں کا تدارک منظور تھا جو اس کی مسند آرائی میں مانع تھے۔ نابالغ راجہ کی بساط ہی کیا تھی اس کی صغیر سنی سے فائدہ اٹھا کر اُس نے بٹھنڈا ایسے ایسے مقامات سے فوجیں طلب کیں اور رئیس تو اس معاملے میں ذرا ادھر ہوئے نہ ادھر ہاں دو مفتریوں نے ساتھ دیا۔ جب فوج کی کمک پہنچ گئی تو سورت سنگھ نے رئیس لوکر کو ملاقات کر کے بلایا اور اُسے وہاں کے قلعے میں مقید کر کے اجیت پورہ میں لوٹ مار مچائی۔ سانکو میں درجن سنگھ ہتھیلی پر جان لیکر کھڑا ہوا مگر خود کشی سے پیچھا چھڑا لیا۔ اُس کے بیٹے کو قید مصیبت نصیب ہوئی۔ اور رعایائے سانکو کو بارہ ہزار روپیہ تاوان جنگ کے لئے دینا پڑا۔ اس کے بعد مشہور تجارتی منڈی موسومہ چورو پر یورش ہوئی۔ رئیس لوکر کو قلعہ نوہر میں قید تھا۔ اُس نے قبضۂ مقام مذکور دلانے کا بیڑا اُٹھایا اور رعایا سے دو لاکھ روپیہ دلا کر قید سے رہائی حاصل کر لی۔

ایسی ایسی بدعتوں اور سخت گیریوں کے بعد سورت سنگھ اس غرض سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بیکانیر میں لوٹ آیا کہ اپنے صغر سن بھتیجے کو بھی دفع کرے لیکن اس کی بہن اس خوبی سے اُس کی نگران اور محافظ تھی کہ اُس کو یہ کام پہاڑ اٹھانے سے زیادہ مشکل معلوم ہوا۔ جب اُس کی کچھ پیش نہ گئی تو راجہ بزور کے ساتھ اُس کی شادی ٹھیرادی مطلب یہ تھا کہ یہ بلا یہاں سے ٹال فے عین ہو۔ بہن نے عذر کیا کہ میرا سن زیادہ ہے۔ میری شادی میواڑ کے رانا ارسی کے ساتھ قرار پا چکی ہے۔ اس لئے یہ رشتہ مناسب نہیں۔ لیکن راجہ بزور روپیہ کا بھوکا تھا اُسے تین لاکھ کے جہیز نے اندھا کر دیا۔ اور شادی منظور کر لی۔ بہن جانتی تھی کہ حکمت عملی کیا ہے۔ اُس نے بہت حجت کی لیکن سورت سنگھ دغا باز نے قسمیں کھا کھا کر صغر سن راجہ کی حفاظت کا اطمینان دلایا۔ جب شادی ہو گئی تو اُس کے بعد نتیجہ ظاہر ہوا ایک روز معصوم راجہ کی لاش بستر پر ملی۔ مشہور ہے کہ جب رئیس مہاجن نے اپنے راجہ کی خونریزی سے انکار کیا تو سورت سنگھ نے خود اس کا گلا گھوٹ دیا۔ راجہ راج سنگھ کی وفات کے بعد ایک ہی سال کے اندر یہ سب واقعات پیش آئے جس نے سورت سنگھ کی بداعمالیوں سے گدی کی عظمت مٹا دی۔ سرتان سنگھ اور عجیب سنگھ اس کے بڑے بھائیوں نے خوف جان سے جے پور کی راہ لی اور وہاں سے بہٹنیر جا کر موذی بھائی کے عزل کی کوشش اجتماع فوج سے کی۔ اس موقع پر سورت سنگھ کی دھمکی اور طمع دہی سے اکثر رئیس خاموش رہے اور وہ خود حریف مخالف پر چڑھ دوڑا۔ بیکور میں آتش جدال و قتال گرم ہوئی۔ راجپوتوں کے علاوہ فقط تین ہزار بھٹی تہ تیغ ہوئے سورت سنگھ کو اس فتح سے پوری قوت بہم پہنچی اُس نے اس فتح کی یادگار میں اسی مقام پر ایک قلعہ بنوایا۔ جو فتح گڈھ کے نام سے مشہور ہوا۔

اب سورت سنگھ کا مزاج عرش پر پہنچا۔ اُس نے چاہا کہ کل ریاست پر اپنا پورے طور پر سکہ جمائے۔ بیداوت اس کی اطاعت سے گریز کرتے تھے۔ چنانچہ ان پر حملہ ہوا اور پچاس ہزار روپیہ دینے پر نجات ملی۔ رئیس چورو نے بیداوت کی مدد کی تھی لہذا اس کا بھی محاصرہ کیا گیا۔ روپیہ کی تحصیل ہوئی اوروں پر بھی لوہیں نرلہ گرا لیکن بہادران کے قریب قلعہ چھاپی کے محصورین نے چھ مہینے تک ایسے ناکوں چنے چبوائے کہ سورت سنگھ کو دارالریاست میں واپس چلا جانا پڑا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھوڑے دنوں کے بعد کرانی کے رئیس تیوارہ والا نے بہاول خاں داؤد پوترہ سے سرکشی کر کے سورت سنگھ سے کمک مانگی۔ سورت سنگھ بھی اس کی آزار رسانی سے آزردہ تھا۔ اس لئے وہ اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ جس وقت سے قلعہ موج گڈھ آدھی رات بھر میں فتح ہوا تھا۔ راٹھوروں کی بہادری دلوں پر نقش ہو گئی تھی اس فتح کا سہرا ہندو سنگھ بھٹی سردار فوج بیکانیر کے سر رہا تھا۔ جو سیڑھی کے ذریعے سے دیوار قلعہ پر چڑھ کر اندر داخل ہوا۔ اور قلعے کی فوج مع محمد حاکم قلعہ کے قتل کر ڈالی۔ حاکم قلعہ کی بی بی گرفتار ہوئی۔ جس کی رہائی کے لئے مفتوحوں سے پانچ ہزار روپیہ اور چار سو اونٹ حاصل ہوئے۔

خدا بخش قوم کرانی رئیس تیوارہ جاگیردار اعظم داؤد پوترہ نے تین سو سواروں اور پانچ سو پیادوں کے ساتھ سورت سنگھ کے پاس پناہ لی جس کو سورت سنگھ نے بیس دیہات اور سو روپیہ یومیہ گذارے کے لئے عنایت کئے۔ کرانی قوم بہاول خاں کی ایسی زبردست رعایا تھی کہ اگر وہ تیوارہ پر حملہ آور ہوتا تو بہت سی جانیں ضائع ہوتیں۔ رئیس تیوارہ نے سورت سنگھ سے وعدہ کیا کہ وہ اعانت کے معاوضے میں سندھ تک اس کا سکہ حکومت جما دیگا۔ چنانچہ اس لالچ سے سورت سنگھ نے کچھ کی فوج چار طرف سے بلا کر فراہم کر لی جسکی فہرست درج ذیل ہے

قسم فوج	نام رئیس	جاگیر	تعداد سوار	تعداد پیادہ	تعداد اتواپ
جاگیرداری	ابھے سنگھ	بوکر کو	۳۰۰	۲۰۰۰	
	راؤ رام سنگھ	پوگل	۱۰۰	۴۰۰	
	ہاتھی سنگھ	رینر	۸	۱۵۰	
	کرن سنگھ	ستی سر	۹	۱۵۰	
	اتوپ سنگھ	جسارہ	۴۰	۲۵۰	
	کیست سنگھ	جیمن سر	۶۰	۳۵۰	
	بینی سنگھ	جنگلو	۹	۳۵۰	
	بھوم سنگھ	بٹ نوک	۲	۶۱	
		میزان	۵۲۸	۳۶۱۱	

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قسم فوج	نام رئیس		تعداد سوار	تعداد پیادہ	تعداد توپ
	پاتگاہ خاص		۲۰۰		
فوج ملازم راجہ از ملک غیر	گنگا سنگھ		۲۰۰	۱۵۰۰	۴ ضرب
	درجن سنگھ		۶۰	۶۰۰	ایضاً
	انوکھا سنگھ	سردار ان سکھ	۳۰۰		
	لاہوری سنگھ		۳۵۰		
امدادی فوج	بدھ سنگھ		۲۵۰		
	سلطان خان	پٹھان	۴۰۰		
	احمد خاں				
	میران کل فوج		۲۱۸۸ سوار	۵۷۱۱ پیادہ	۸ ضرب توپ

سورت سنگھ نے اپنے دیوان کے فرزند جتر و موتو کو سپہ سالار لشکر مقرر کیا۔ ۱۳ ماگھ دسمت ۱۸۵۶ مطابق ۱۸۰۰ء کو فوج نے کوچ کیا۔ کناسر۔ راجہ سر سیلی۔ ریز الوپ گڈھ کی جاگیرداری فوجیں الوپ گڈھ میں آکر شریک ہوئیں۔ چند ہفتوں میں شیر گڈھ اور مورج گڈھ سر ہو گئے۔ بھولر اسے سوا لاکھ روپے کے علاوہ بہت سا قیمتی اسباب ہاتھ آیا۔ نو ضرب توپیں گھاتے میں ملیں۔ خیر پور دریائے سندھ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے یہاں پر بھی یہ فوج پہنچ گئی۔ سرکش رئیسوں نے ہمراہی اختیار کی۔ اب لشکر دارالریاست خیر پور کی طرف بڑھا۔ فوجی پڑاؤ کچھ فاصلے پر پڑ گئے۔ حملے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ بہادل خاں کو یہ مہلت غنیمت ہو گئی۔ اُس نے فوج مخالف کے بڑے بڑے رئیسوں کو گانٹھ لیا۔ جتر و موتو کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور وہ یہ عذر لنگ کر کے واپس آیا کہ بہادل خاں کی طعنہ زنی سے فوج کشی کی نوبت آئی ورنہ کچھ بات نہ تھی۔ جب فرزند دیوان بہت سا مال و اسباب لے کر سورت سنگھ سے ملا تو اس نے سخت تحقیر کی اور عہدہ و منصب گھٹا دیا۔

بھٹی قوم اپنی ہزیمت کا غم دل میں لئے رہی۔ بیگو کی لڑائی کے دو سال بعد اُنہوں نے بیکانیر پر چڑھائی کر دی۔ مگر سخت نقصان اُٹھایا۔ ۱۸۰۵ء تک لڑائی کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ختم نہ ہوا آخر سورت سنگھ خان بھٹی کی دارالریاست بھٹنیر پر حملہ آور ہوا چھ مہینے کے دار و گیر کے بعد سورت سنگھ فتح یاب ہوا۔ ضابطہ خاں کو رانیا میں رہنے کی جگہ ملی اور بھٹنیر کی جاگیر راجہ کے خاندانیوں میں بنٹ گئی۔

راجہ جودھ پور نے وارث مسند کی حمایت کی تھی سورت سنگھ اس بغض کو دل میں لئے ہوئے تھا۔ چنانچہ اُس نے بیکانیر کی پنجسالہ آمدنی یعنی چوبیس لاکھ روپیہ صرف کر کے جودھ پور پر لشکر کشی کی۔ محاصرہ ہوا مگر بے فائدہ۔ معاون رئیس اپنے اپنے گھروں کو چلدئے۔ سورت سنگھ بھی ندامت کے ساتھ واپس آیا اور ایسا بیمار پڑا کہ گئو دان تک ہو گئے۔ لیکن وہ پھر لوٹ پوٹ کے اُٹھ بیٹھا۔ اور دولت بٹورنے کی ایسی دھن سمائی کہ رعایا بدعتوں سے چیخ اُٹھی۔ اُس نے جو جو گناہ کئے تھے۔ اس کا کفارہ کرنے کے لئے دان پن شروع کیا۔ لالچی برہمنوں کی چڑھ بنی یہ مالامال ہوتے تھے۔ اور گلا رعایا کا حلال ہوتا تھا۔ رئیس بوکر کو نے اس کی بہت رفاقت کی تھی۔ لیکن اُس نے دولت کی طمع میں اُسے قتل کر ڈالا۔ ریاست کے جاگیرداران عظام ناہر سنگھ سیدھو کھوالا گیان سنگھ و گمان سنگھ گندیلی والا تینوں تہ تیغ ہوئے۔ چوروپرسہ بارہ فوجکشی ہوئی رئیس قید کیا گیا اور مقام مفتوحہ شامل قلمرو ہوا۔

ان سخت گیریوں اور بدعتوں سے لوگ تنگ آ گئے۔ کاروبار ریاست میں خلل واقع ہوا۔ لوگ پگڑی سنبھالتے ہوئے وطن چھوڑ بھاگے۔ آبادی گھٹ گئی وسعت ریاست میں فرق آگیا چند سال پیداوار زراعت میں بھی کمی رہی شمالی رئیسوں کی سرکشی بڑھ گئی۔ قوم راٹھ مویشی چرا لیجاتی تھی۔ کھڑی فصلیں بھی ڈاکو ٹڈی دل کی طرح لوٹتے تھے اس لئے جٹ قوم کو اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ یا بھوکوں مریں یا کہیں اور پیٹ کا دھندا کریں۔ بہت جاٹ ہانسی اور ہریانہ کے انگریزی علاقوں میں ایسے۔ اُن کے ساتھ مناسب سلوک کئے گئے۔ لیکن سرسہ اور علاقۂ بہادر خاں میں جب سے انگریزی حکومت کے قدم آئے۔ بیکانیر کی شمالی کاشتکاروں کا ناک میں دم ہو رہا ہے۔ یہاں کی ایک مفلس شدہ جماعت نے لوٹ مار پر کمر باندھ لی ہے۔ اس سے بچاؤ کا انتظام کاشتکاروں کو خود کرنا پڑتا ہے۔ مواضعات میں مٹی کے برجوں پر نقارے اس غرض سے رکھے گئے ہیں۔ کہ نقارہ نواز اُن کو بجا کر دور دور تک غارت گروں کی آمد سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سب کو خبردار کر دے تاکہ ساکنان دیہات ہتھیار لے کر اپنی جان و مال کی حفاظت کیلئے تیار ہو جائیں۔ جٹ قوم کو کسی وقت دغدغے سے نجات نہیں۔ کھیت جوتنے نکلتے ہیں تو ڈھال اور برچھی ضرور ساتھ ہوتی ہے اگر یہی حالت رہی تو ایک دن اس ملک پر ویسی ہی تباہی نازل ہو گی جیسی قوم جوہیا کے زمانے میں ہوئی تھی۔

تین سو ۲۳ برس اودھر قوم جٹ کی کثرت آبادی وغیرہ کا کچھ اور ہی حال تھا۔ سورت سنگھ کے عہد میں اس کی حالت بالکل ردی ہو گئی۔ بیکانیر کے بانی راجہ بیکا سے ظالم سورت سنگھ تک گیارہ پشتیں اور تیرہ گدیاں گذری ہیں۔ اولاد بیکانیر کی یہ نیک نیتی تصور کرنا چاہیئے۔ کہ ہر حکمران کا اوسط زمانہ حکومت ۲۰ سال ہوتا ہے حالانکہ اور عہدوں میں اوسط حکومت پچیس سال سے زیادہ نہیں۔

اب ہم علاقۂ اولاد بیدا واقع بیکانیر موسومہ بیداونی کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ تو معلوم ہے۔ کہ بیکا کے بھائی بیدا نے ملک گیری کے لئے سب سے پہلے مندورستے کو چ کیا تھا اُس نے پہلے رانا علاقۂ گودوار پر فوجکشی کی۔ لیکن لڑائی میں ایسا لوہا لگا کہ اس نے شمال کی راہ لی۔ اور رئیس موہل کے یہاں ملازم ہو گیا۔ موہل قوم کو بعض لوگ جادو کی نسل میں خیال کرتے ہیں۔ اور اکثروں کا خیال یہ ہے کہ وہ چھتیس شاہی خاندانوں میں سے ایک ہے بایں ہمہ اُس کی قدامت میں کسی کو شک نہیں۔ رئیس موہل ٹھاکر کے لقب سے چاپر میں فرمانروا تھا۔ ایک سو چالیس شہر اس کے زیر حکومت تھے۔ بیدا نے کشت و خون کے عوض مطلب براری کیلئے حکمت عملی سے کام لیا۔ راجپوت کہتے ہیں کہ ملک گیری کا عزم ہو تو فتح و نصرت خود صاحب عزم کا استقبال کرتی ہے۔ چنانچہ اُس نے وہ حکمت کی جو راجپوتوں میں اکثر فائدہ مند ثابت ہوئی ہے۔ اُس نے رئیس موہل کی شادی مارواڑ کی راجکماری کے ساتھ ٹھہرائی اور دلہن کی قرابت اور توسط شادی کی وجہ سے وہ برات قلعہ موہل میں لے گیا۔ اس موقع پر مہمان رئیسوں کا یہاں مجمع تھا۔ لیکن جب پالکیاں اور ڈولیاں زنانہ سے نکلیں جھنک آواز راٹھور تلواریں لے کر نکل پڑے اور موہل کے بڑے بڑے بہادر رئیسوں کو قتل کر دیا جب جودھپور میں خبر پہنچی۔ کہ بیدا کے لئے قلعے پر قبضہ رکھنے کو ملک کی ضرورت ہے تو اس کے باپ نے مدد روانہ کی۔ جس کے معاوضے میں اُس نے اپنے باپ کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لادنو کا مقام اور ۱۲ دیہات متعلقہ نذر کئے۔ یہ علاقہ اب تک جودھ پور کے قبض وتصرف میں ہے۔

بیدا کے فرزند گج سنگھ نے اپنے باپ کے نام پر بیدا سر نامی جدید دارالریاست قائم کی۔ بیداوت کا فرقہ نہایت شجاع اور دلیر ہے۔ اور راجہ کا برائے نام مطیع اور قوموں سے سخت گیریاں ہوتی ہیں۔ لیکن یہ فرقہ مستثنےٰ ہے۔ علاقۂ موہلا قدیم دارالریاست چاپر کے گرد ایک وسیع سطح زمین پر واقع ہے۔ یہاں کے ٹیلے برساتی پانی مہیا کرتے ہیں۔ زمین عمدہ۔ پیداوار گندم بہت۔ ریگستان میں زمین زرخیز کا طول بارہ کوس عرض چھ میل ضلع بیداوت میں ایک سو چالیس دیہات ہیں۔ آبادی چالیس سے پچاس ہزار کے درمیان۔ جس میں ⅓ بیدا کی اولاد کے راٹھور ہیں۔ اس علاقے کی بارہ جاگیروں میں سے پانچ بڑی جاگیریں ہیں۔ ان جاگیروں میں موہل کے تقریباً بیس خاندان آباد ہونگے اور باشندے زراعت یا تجارت پیشہ جٹ ہیں۔

بیدا کی اولاد غاتگر ہو رہی ہے۔ ایسا کی اولاد کی طرح یہ کسی کو نہیں چھوڑتی جیالے نڈر اتنے ہیں کہ بازپرس کا خوف ہی نہیں۔ پہلے لارخانی قوم کے لٹیروں کے ساتھ جے پور کے آباد شہروں میں لوٹ مار کرتے تھے۔ خدا جس دولت سے انہیں محروم رکھتا تھا۔ وہ ان لوگوں سے زبردستی لے لیتے تھے۔ جنہیں خدا اپنی کریمی سے دیتا ہے ان کثیر التعداد راجپوتوں کی یہ سخت گیری اور دلآزاری ذاتی خیال سے نہیں۔ بلکہ ملک کی بدانتظامی ان کو جرات دلاتی ہے کہ ہمسائے کا مال اپنا سمجھو۔ یعنی اور دولت جمع کریں اور تم اُڑاؤ۔

باب - ۲

ملک بیکانیر کی گذشتہ حالت۔ تباہی کے وجوہ۔ آبادی جٹ کی وسعت۔ اقوام سارسوت برہمن۔ چارن مالی نائی چوہڑ۔ ملک کے تہادر اراجپوت۔ پیداوار کاشتکاری کے آلات۔ پانی۔ سر یعنی چشمہ ہائے نمک معدنی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیداوار۔ اقسام زمین۔ حیوانات۔ تجارت و حرفت میلہ حکمرانی و مالگذاری۔ محاصل دھواں۔ انگا۔ سائر پسایتی بلرغیر مقررہ آمدنی۔ جاگیرداری سپاہ۔ خانگی فوج

ولایت زا انگریزوں کو اس ریاست کا کچھ حال معلوم نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ جنگل ہی جنگل ہے۔ اس میں کوئی جگہ قابل سیر نہیں۔ قدیم اور اب کے زمانے سے اس کی حیثیت میں بہت کچھ فرق ہوگیا ہے۔ تین سو سال ہوئے راجپوتوں نے قوم جٹ کو معزول کیا اس زمانے میں اس ملک کی زرخیزی اور آبادی مسلمہ تھی اور اب تک اس کی قابلیت میں کمی نہیں۔ ریگ کی سالانہ افراط سے اس کی آبادی میں بہت کچھ ترقی ممکن ہے والیان بیکانیر جب مہم میں جاتے تھے تو اُن کے ساتھ اُن کی ہم قوم فوج دس ہزار ہوتی تھی۔ اگر بادشاہ کی طرف سے مراعات نہ ہوتیں تب بھی یہ ملک اپنی آمدنی سے اتنی فوج کے مصارف کا متحمل ہوسکتا تھا۔ والیان ریاست کے جور و ظلم کے علاوہ اور اسباب سے بھی اس ملک میں تباہی آئی۔ جب بیرونی لٹیرے لوٹ مار کریں خود والئے ملک رعایا کا گلا کاٹے تو خدا ہی نے کہا ہے کہ ملک غارت ہو۔ جو اضاع خواستہ و نخواستہ یا خوشی و رضامندی سے بانی ریاست یعنی بیکا کے مطیع تھے۔ وہ تین سو سال میں نصف بالکل کالعدم ہوگئے۔ جو بچے ہیں وہ بھی خراب و خستہ ہو رہے ہیں۔ تاجروں کے قافلوں کی آمد و رفت ملک کی بدانتظامی سے موقوف ہوگئی۔ جس سے محاصل راہداری وغیرہ کا گھاٹا ہوا۔ چورو راجگڑھ اور رینا میں سندھ۔ ممالک مغربی اور مقامات دریائے گنگ سے اشیائے تجارت آتی تھیں۔ مگر اب یہ منڈیاں تباہ ہوگئیں۔ اور راجہ و رعایا دونوں کا نقصان ہوا۔ بیکانیر ہی نہیں جیسلمیر اور مشرقی ریاستوں کی بھی لوٹ مار سے یہی کیفیت ہوئی۔ جیسلمیر کی مالد ولت جے پور کی لارخانی۔ صحرائے مغربی کی کوسا اور راجوتانہ میں ایسی ہی لٹیری ہیں۔ جس طرح بیداوتی واقع بیکانیر کے بیداوت قزاق۔

بیکانیر کی وسعت عرضی پوگل سے راج گڑھ تک تقریباً ۱۸۰ میل ہے اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طول بہٹیز اور مہاجن کے درمیان شمال سے جنوب تک ۱۶۰ میل۔ رقبہ تخمیناً ۲۲ ہزار میل ہوگا بیکا کے عہد میں یہاں سات سو شہر و دیہات تھے جنمیں سے نصف کا اب نام و نشان بھی نہیں جیت پور کے شمال و مغرب میں مطلق آبادی نہیں بلکہ بہٹیز تک سناٹا ہی سناٹا ہے شمال و مشرق اور وسط بیکانیر سے سرحد جیسلمیر تک آبادی ہے مگر کم۔ اور مارواڑ کے علاقہ شمال کی طرح قریب قریب یکساں۔

بارہ بڑے بڑے شہروں کی ایک فہرست خانہ شماری تجربہ کار لوگوں نے صحت کے ساتھ تیار کی تھی جو درج ذیل ہے۔

نام شہر	شمار مکانات	نام شہر	شمار مکانات
بیکانیر	۱۲۰۰۰	سنتہال	۵۰
نوہر	۲۵۰۰	راجگڈھ	۳۰۰۰
بہادران	۲۵۰۰	میزان	۲۸۸۵۰
رینا	۱۵۰۰	۱۰۰ دیہات بحساب فی دیہ ۲۰۰ گھر	۲۰۰۰۰
جورو	۳۰۰۰	۱۰۰ " " ۱۵۰ "	۱۵۰۰۰
مہاجن	۸۰۰	۲۰۰ " " ۱۰۰ "	۲۰۰۰۰
جیت پور	۱۰۰۰	۸۰۰ " " ۳۰ "	۲۴۰۰۰
بیداسر	۵۰۰	میزان خانہ شماری ایک لاکھ	
رتن گڈھ	۱۰۰۰	ستر ہزار آٹھ سو پچاس	
دس موکھ	۱۰۰۰	(۱۷۰۸۵۰)	

اگر فی گھر پانچ آدمیوں کا اوسط فرض کیا جائے تو پانچ لاکھ انتالیس ہزار دو سو پچاس کی آبادی فی میل مربع ۲۵ آدمی کے حساب سے ہوتی ہے۔ اور یہ تعداد ایسی ہے جس پر شک نہیں ہو سکتا۔ گویا بلحاظ آبادی یہ جنگلی ملک ہائی لینڈ کے برابر ہے۔

تعداد مندرجہ صدر ۱/۴ آبادی جٹ قوم یعنی باشندگان اصلی کی ہے ۳/۴ میں اولاد بیکا۔ سارسوت برہمن چارن اور بھاٹ ہیں۔ رہے رذیل ان کی تعداد راجپوتوں کے مقابلے میں ۱/۱۰ سے بھی کم ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قوم جٹ یہی قوم یہاں سب سے زیادہ آباد اور دولتمند ہے۔ قدیم رئیسوں کی اولاد میں سے اکثر بھومیا جاگیر دار۔ اور بڑے متمول ہیں۔ مگر والی ریاست کے خوف سے وہ دولت کا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ وہ مفلسوں کی سی صورت بنائے رہتے ہیں۔ اور شادی بیاہ کے موقع پر اُن کی دولت پانی کی طرح بہتی ہے۔ ان کی عورتیں جس قدر زیادہ مجمع ہو۔ اُسی قدر یہ زیادہ دریا دلی کرنے میں اپنی ناموری سمجھتے ہیں۔

سارسوت اس قوم کی آبادی بھی بہت زیادہ ہے۔ اس قوم کے لوگ شتری نہیں محنتی ہیں۔ گوشت حصے سے پرہیز نہیں۔ کاشتکاری اور تجارت پیشہ ہے۔ یہ لوگ سرنگی رکھ کی اولاد ہیں۔ لیکن گاؤ فروشی کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جٹ قوم ان کے بعد یہاں آباد ہوئی۔

چارن یہ فرقہ گرو کی طرح مانا جاتا ہے۔ برہمن خانگی معاملات میں قابل پرستش لیکن جنگجو اقوام اشعار رزمیہ کی وجہ سے فرقہ چارن کی سب سے زیادہ عزت کرتے ہیں۔ راٹھور قوم ہر جگہ ان کی تعظیم و تکریم کرتی ہے۔ یہ لوگ اپنی شاعری کی وجہ سے جاگیر دار ہیں۔ تاریخ جیسلمیر میں اُن کا ذکر مفصل ہوگا۔

مالی اور نائی ہر راجپوت خاندان میں مالی اور نائی کی بڑی ضرورت ہے۔ کوئی موقع نہیں جہاں یہ لوگ نہ ہوں۔ ان سے پکی رسوئی تک پکوائی جاتی ہے۔

چوری اور نہاوری چوری جنگل کے اور نہاوری میواڑ کے ہوتے ہیں۔ جن کا پیشہ چوری ہی ہے روساء اپنے یہاں اُن کو بھی ملازم رکھتے ہیں اور محنت کے کام لیتے ہیں بہادراں کے رئیس نے راجپوتوں کو برخاست کر کے انہیں کو ملازم رکھا ہے۔ چوری قوم بڑی وفادار و معتبر ہوتی ہے۔ دروازوں اور برجوں پر انہیں کا پہرہ رہتا ہے ان کو رعایائے ملک مردے کی کریا کرم کے موقع پر چار پیسے دیا کرتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہاں کے قدیم باشندوں میں ہیں۔

راجپوت بیکانیر کے راٹھوروں کا اب تک بہادر سے بہادر اقوام ہند میں شمار ہے مارواڑ۔ آمبر اور میواڑ مدتوں تک سرحدوں اور پٹھانوں تنگ رہے مگر خاصلۂ دراز کی وجہ سے راٹھوروں کو ایسے مصائب سے سامنا نہ ہوا۔ ان کو ایذا پہنچی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو اپنے ہی والیان ملک کے مظالم سے یہاں کے راٹھور اپنے مشرقی بھائیوں کیطرح زدہ چھوت پاک کا خیال نہیں کرتے۔ روٹی کوئی پکائے کھا لینگے۔ برتن کسی کا کیوں نہ ہو بے تکلف شراب اور پانی پی لینگے۔ یہ راجپوت بہت ہی بہادر۔ قانع اور بے طمع ہیں اگر قواعد سکھلائی جائے تو ان سے بہتر سپاہی روے زمین پر دوسرا نہ ہو۔ بیکانیر میں ان کی بعض عادتیں ایسی پڑ گئی ہیں کہ دوسری پشت میں اُن کا چھوٹنا ممکن ہے۔ یہ لوگ ۳۶۔ راج کل یعنی اقوام شاہی سے زیادہ افیون اور حقے کے عادی ہیں۔ پیالے پر ہر راجپوت فریفتہ رہتا ہے۔

سطح زمین بیکانیر کا زیادہ حصہ ریگستان ہی ہے صرف بعض مقامات جا بجا ریگستان نہیں حد شرقی سے غربی تک ریگ ہی ریگ کا میدان ہے اور ریگ کے ٹیلوں کا سلسلہ دریاے سندھ کے شرقی کنارے سے شروع ہو کر وسط ملک میں ختم ہوتا ہے۔ راج گڈھ سے لوہرا اور راوت سر کی شمالی و مشرقی زمین سیاہ ریگ آمیز اور عمدہ ہے۔ پانی بھی نزدیک۔ گیہوں چنے۔ چانول کی پیداوار بھی بہت۔ بھٹنیر سے گارہ تک کی زمین کا بھی یہی حال ہے۔ موہل کا علاقہ بہت ہی زرخیز ہے یہاں برسات میں پانی بھر جانے سے گیہوں کی پیداوار خوب ہوتی ہے۔

وسط ملک سے تھوڑی دور کے مقامات تو ضرور ویران ہیں لیکن اور جگہ درخت یا سبزہ زار کی کمی نہیں بے شک زمین میں قوت پیداوار کم ہے لیکن قدرت نے بعض چیزیں ایسی پیدا کرنے کی قابلیت عطا کی ہے۔ جو اور ملکوں سے ہزار درجہ اچھی ہوتی ہیں یہاں کے باجرے کو مالوہ کے باجرے پر بھی فوقیت حاصل ہے۔ یہاں کے لوگ اسکو نہایت ہی رغبت سے کھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ میواڑ یا آمیر کی لطیف سے لطیف غذائیں کھانے پر بھی ان کو باجرے کی بھاتی کا مزہ نہیں بھولتا۔ اس کا خاص سبب یہی ہے کہ یہاں کا باجرہ قدرتاً لذیذ ہی ہوتا ہے فصل عمدہ ہونے پر ان لوگوں کے یہاں باجرا دو سال کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ اسکے لئے زیادہ سچائی کی ضرورت نہیں۔ پانی انہیں اتنا ہی درکار ہے۔ جو فصل پر دستیاب ہو جائے یہاں موٹھ اور تل بھی پیدا ہوتے ہیں۔ موٹھ انسان اور مویشی کھاتے ہیں۔ تل کا تیل کھایا اور جلایا جاتا ہے۔ گیہوں اور چنے کی خاص خاص مقامات میں زراعت ہوتی ہے۔ اور یہی چیزیں بیکانیر کی اصل پیداوار سمجھی جاتی ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

روئی کی کاشت اُن مقامات میں ہوتی ہے جہاں گیہوں پیدا ہوتا ہے۔ اس ملک کی روئی کا درخت سات۔ سے دس برس تک کارآمد اور کل مقامات کے درختوں سے زیادہ بلند ہوتا ہے۔ روئی نکالنے کے بعد درخت کاٹ ڈالتے ہیں جڑ رہنے دیجاتی ہے اس درخت میں ہر سال زیادہ روئی پیدا کرنے کی طاقت بڑھتی رہتی ہے۔

اس ریاست میں گوار۔ کچری۔ ککڑی بھی اچھی پیدا ہوتی ہے۔ یہاں کے تربوز بہت بڑے اور نہایت اچھے ہوتے ہیں۔ ان کی قاشیں سکھا کر رکھ لی جاتی ہیں کہ ایام قحط میں غذا کا کام دیں۔ یہ تربوز دور دور تک جاتے ہیں۔ اور ان کی تجارت خوب ہوتی ہے ان کا پانی بڑا ہی لذیذ اور خوش گوار ہوتا ہے۔ خشک تربوز بھی عجیب لذیذ چیز ہے۔ اور مسافران جہاز اس کا استعمال کریں تو انٹس کورر بیوٹک سے بہتر ثابت ہو۔ ہندوستانی جہازوں کو اس کی دستیابی میں دقت نہیں یہ یہاں حسب خواہش پیدا ہو سکتا ہے۔

اگر اس کا استعمال ہو تو ملازمان جہاز کو بہم رسانی خوراک میں بھی دقت نہ ہو اور ساکنان جنگل بھی فائدہ اٹھائیں۔ یہاں کے تربوز اس قدر بڑے ہوتے ہیں کہ ایک تربوز کے پانی سے ایک گھوڑے اور ایک سوار کی پیاس بجھ جاتی ہے۔

یہاں پانی کے لئے صرف بارش پر بھروسہ رہتا ہے اور ساتویں برس معمولاً قحط سے لوگ خائف رہتے ہیں۔ اس لئے ضرورت کی چیزوں کی نہایت احتیاط کی جاتی ہے۔ لوگ بہورت بروا۔ ہرارو اور سیوں نامی انگوروں کے بیج باجرے کے آٹے میں ملا کر کھاتے ہیں۔ غریب لوگوں میں اس کا زیادہ استعمال ہے۔ اور بیر۔ کیر۔ کھرل۔ بیری۔ املی خشک کر کے پیسی اور کھائی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو چیز کھانے کے لایق ہے۔ وہ بیکار ہونے نہیں دیجاتی۔

اس ملک کی پیدایش کا کوئی درخت نہیں۔ دارالریاست میں آم اور املی کے درخت لگائے جاتے ہیں۔ ببول اور پیلو کے درخت کبھی خشک نہیں ہوتے جہاں ایسے درخت بھی بہت کثرت سے ہوتے ہیں جن کی بلندی ۲۰ فٹ تک ہوتی ہے۔ اور لکڑی عمارت میں صرف کیجاتی ہے۔ نیم کا درخت بھی یہاں ہوتا ہے مگر اس کے درخت سے یہاں بہت کام ہوتے ہیں۔ یہاں مدار کا درخت بلند اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مضبوط ہوتا ہے۔ اس کی چھال سے ایسی مضبوط رسی بنتی ہے۔ کہ مونج کی بھی اصل نہیں۔ مونج کی پیداوار بیداوت کے علاقے میں ہوتی ہے

ان کی کھیتی کے آلات وہیں کی زمین زراعت کے مطابق ہوتے ہیں۔ ہل میں عموماً ایک اونٹ، یا بیل جوتا جاتا ہے۔ جوڑی اس حالت میں جوتی جاتی ہے جب زمین سخت ہو۔ کسان لوگ کھیت میں الگ الگ بیج بوتے ہیں۔ جن میں بیس بیس تک سکلے پھوٹتے ہیں۔ سراون کے عوض جھاڑی کی جھاڑو استعمال کی جاتی ہے۔ اور غلوں کی بیل ماڑی کرتے ہیں موٹھ کی اونٹ۔

پانی یہاں کا پانی سطح آب سے بہت دور ہوتا ہے۔ گو صحرا اعظم افریقہ بھی اسی درجے کی عرض زمین کے اندر واقع ہے۔ لیکن اُس سے اور اس جنگل سے بہت باتوں میں اختلاف ہے۔

کپتان لاؤن میجر ونھم۔ مسٹر کلاپرٹن نے اس کی برفستانی حالت وغیرہ کا مختلف طور پر ذکر کیا ہے۔ جس کا ہمیں تجربہ نہیں۔ لیکن ایک بار مقیاس الحرارت کے ۲۸ درجہ پر ہونے سے ہماری مشک یخ بستہ ہوگئی تھی۔ اور سنا تھا کہ ایک چھوٹے تالاب کا پانی بھی برف بن گیا تھا۔ تیس درجے پر مقیاس الحرارت کا پارہ پہنچنے پر جنگل کے کنارے سردی ہوگئی تھی۔ اور آکھ وغیرہ درخت جل گئے تھے شمالی۔ لیٹی چیوڈ کے پچیس درجے میں جب مقیاس الحرارت ۱۸ درجے پر تھا۔ تو چنے کی فصل بالکل ماری گئی۔ دھوپ میں پچاس درجے سے زیادہ پارہ بلند نہیں ہوتا تھا۔

دارالریاست کے قریب دیس لوک کے کوئیں تین سو فیٹ گہرے ہیں نمل میں ساٹھ فیٹ کی گہرائی پر آدمیوں کے پینے کے قابل پانی نکلتا ہے۔ اور مویشیوں کے لائق کھاری پانی ۲۰ فٹ پر۔ پانی اس سے بھرا جاتا ہے اور کنوؤں میں بھوک کے درخت کی شاخوں سے آنگ کا کام لیا جاتا ہے۔

سرچشمہائے نمک یہاں کے نمک سار مارواڑ کی طرح زرریز نہیں۔ سب سے بڑا چشمہ شہر سوہن ہے جس کا دور قریب قریب چھ میل کے ہے۔ چاپر کے چشمۂ نمک کا طول ۲ میل اور ہر ایک کی گہرائی چار فیٹ۔ ان میں چار فیٹ پانی بھر دیا جاتا ہے جو گرمی میں سوکھ کر نمک کی چادر بن جاتا ہے مغربی چشموں کے مقابلے میں ان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نمکساروں کا نمک خوش ذائقہ نہیں ہوتا۔

ملکی سطح ریاست بیکانیر کی رونق و عظمت کا کوئی سامان نہیں لیکن وہاں کے باشندوں کو اپنے وطن سے کمال محبت ہے اور اُن کو اور جگہ کی عجائبات ہیچ معلوم ہوتی ہیں۔ باجرے کی پوری اور راب ڑی کے پیالے کے سامنے اُن کی نظر میں مشہور ملکوں کی نعمتوں کی بھی کچھ قدر نہیں۔ وہ ریگ کے ٹیلوں کو کوہ ہمالیہ پر ترجیح دیتے ہیں جھاڑیوں کو باغ پر بہار سے افضل سمجھتے ہیں۔ جو آنکھیں ریگستان کے نظارے کی عادی ہیں۔ اُن کو سبزہ زار کا لطف حاصل نہیں۔ جہاں آندھیاں چلتی ہوں بگولے اُٹھتے ہوں ٹڈیاں کھیتی کا ستیاناس کرتی ہوں وہاں کی مختلف طبیعتوں کو قدر کیا۔ یہاں ریگ کے چھوٹے چھوٹے ٹیلے بنتے رہتے ہیں۔ باشندگان حدود ناگور اگر کسی بلند ٹیلے کو دیکھنا چاہتے ہیں تو کوہستان اراولی کے پست حصے اُن کے لئے گویا اونچے اونچے پہاڑ ہیں۔

معدنی پیداوار معدنی پیداوار کی یہاں کمی ہے۔ دارالریاست کے شمال و مشرق میں تیرہ کوس پر سے ہیرا کی کان ہے جس میں پتھر نکلتا ہے۔ مگر اُس کی سالانہ آمدنی دو ہزار سے زیادہ نہیں برمہ سر و بیدا سر میں تانبے کی کانیں ہیں جن میں سے برمہ سر میں مزدوری بھی وصول نہیں ہوتی۔ بیدا سر میں تیس برس کا کام عنقریب ختم ہو جائیگا۔ مقام کولانہ کے قریب ایک غار کی چکنی مٹی سے البتہ ڈیڑھ ہزار روپیہ کی آمدنی ہو جاتی ہے اس سے بال اور جسم صاف کیا جاتا ہے۔ کبھی عورتیں اس کو اپنے کو خوبصورت بنانے کی غرض سے کھاتی ہیں۔

حیوانات گائیں بڑی بیش قیمت ہوتی ہیں۔ اونٹ تیز روی کے لئے مشہور ہیں ان کی قیمت سو روپیہ سے ایک ہزار روپیہ تک ہے۔ یہاں کا سا خوبصورت اونٹ ہندوستان بھر میں کہیں نہیں ہوتا۔ بھیڑیں بھی پالی جاتی ہیں۔ جن کی پرورش گھاس اور سوکھی پتیوں سے ہوتی ہے۔ یہاں کے خاردار درختوں سے اور ملکوں میں بھی اونٹوں کو چارہ بہم پہنچتا ہے۔ نیل گائے اور ہر قسم کے ہرن یہاں بہت ہوتے ہیں۔ لومڑی قد میں چھوٹی مگر خوبصورت ہوتی ہے۔ سیار اور بجو کی بھی کثرت ہے۔ شیر ببر بھی موجود ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حرفت وتجارت راج گڈھ میں سب سے بڑی منڈی ہے جس میں دور دور سے تاجر آتے ہیں۔ پنجاب، وکشمیر کی پیداوار ہانسی۔ حصار کی راہ سے اور دہلی۔ ریواڑی وداوری کے راستے سے مشرقی ساخت کے ریشمی اور سوتی باریک کپڑے۔ نیل شکر۔ لوہا اور تمباکو و دیگر اشیاء اور ہاڑوتی و مالوہ کی راہ سے افیون وغیرہ چیزیں آتی اور دوسری ریاستوں میں جاتی ہیں۔ چھوہارہ۔ گیہوں۔ چانول۔ ریشمی لنگی اور میوے سندھ۔ جیسلمیر۔ ملتان اور شکارپور کے راستے سے آتے ہیں اور پالی سے ساحل دریائے شور کی اشیائیں ناریل اور ہاتھی دانت وغیرہ۔ اشیائے درآمد کچھ تو بیکانیر میں صرف ہوتی ہیں۔ کچھ اور ریاستوں میں فروخت ہوتی ہیں اس کے محاصل سے ریاست کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔

اون بھیڑ کی اون یہاں خاص تجارت وحرفت کی چیز ہے۔ اس سے مردانہ و زنانہ پوشاکیں بنتی ہیں۔ جن کو امیر وغریب سب استعمال کرتے ہیں۔ اون موٹی بھی ہوتی ہے اور باریک بھی۔ لوئیوں کی قیمت تین روپیہ سے تیس روپیہ تک ہوتی ہے۔ تیس روپیہ کی لوئی اونی اور سوتی نہایت باریک ہوتی ہے۔ اس کے حاشئے رنگین ہوتے ہیں۔ روئی کا نام نہیں ہوتا۔ زنانہ دوپٹے بھی اچھے ہوتے ہیں اوڑھنیاں خواہ چالیس فیٹ لمبی ہوں یا اکسٹھ فیٹ باریکی کے لحاظ سے سب سر کے لئے یکساں موزون ہوتی ہیں۔

یہاں بھیڑ۔ بکری۔ اور گائے کا گھی بنایا جاتا ہے۔ جس کی خرید و فروخت زیادہ ہوتی ہے اور موٹا سوتی کپڑا بھی کثرت سے بنا جاتا ہے۔

لوہے کا کام اہل بیکانیر اس دستکاری میں فرد ہیں خاص بیکانیر اور اور بڑے بڑے شہروں میں تلوار بندوق۔ برچھی وغیرہ اچھی بنتی ہے۔ تلوار کے فولادی اور آہنی قبضوں کی ہندوستان بھر میں قدر ہے ہاتھی دانت کی چیزیں بھی اچھی بنتی ہیں۔ جن میں عورتوں کی آرائش کی چیزیں مخصوص ہیں مثلاً چوڑیاں۔

میلہ مویشی کولائت اور گجنیر کے میلۂ مویشی مشہور ہیں۔ یہ کاتک اور پھاگن میں ہوا کرتے ہیں۔ اونٹ گائے۔ بیل۔ ملتانی اور لاکھی گھوڑوں کی اچھی تجارت ہوتی ہے۔ مگر اب نہ اچھے مویشی ہیں نہ منڈی کی رونق۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آمدنی ریاست راجہ کی آمدنی اراضی خالصہ محاصل کاشتکاری اور ڈنڈ سے ہوتی ہے۔ جو پانچ لاکھ سے کسی حال میں زیادہ نہیں بڑھتی۔ قدیم بندوبست کے رو سے اور ریاستوں کے مقابلے میں اس ریاست کی جاگیرداری کے محاصل زیادہ ہیں۔ بیداوت اور کندلوت کے علاقوں میں راجہ کو اراضی خالصہ قائم کرنے کا مجاز نہیں ان کی مشترکہ آمدنی والی ریاست سے زاید ہے۔ اور وہ تعظیماً کچھ رقم اپنے راجہ کو نذر کیا کرتے ہیں۔ راجہ کی اراضی خالصہ مندرجۂ ذیل اضلاع میں واقع ہے۔

راج گڈھ۔ رنی۔ لونہر۔ گریب۔ رتن گڈھ۔ رانیاں۔ چورو اراضی جدید۔

مدات آمدنی حسب ذیل ہیں۔

(۱) اراضی خالصہ۔ (۲) دھواں۔ (۳) انگا۔ (۴) آمدنی شہر و راہداری (۵) پیشی یعنی ہل کا محصول۔ (۶) ملبہ

(۱) اوائل میں اراضی خالصہ کی آمدنی دو لاکھ روپیہ تھی۔ مگر مذہبی داد و دہش سے ۱/۴ مواضعات معاف کر دیئے اور حالت یہ ہو گئی کہ دو سو دیہات کے عوض صرف اسی دیہات باقی رہ گئے ہیں۔ جن کی آمدنی تقریباً ایک لاکھ روپیہ ہو گی راجہ سورت سنگھ آنکھ بند کر کے داد و دہش کا عادی ہے۔ برہمن اور سارباں اس کی نظر میں یکساں ہیں۔ سب کو اراضی خالصہ دے رکھی ہے اور جو فضول خرچی سے نقصان ہوتا ہے اُسے رعایا کے روپیہ سے نعم البدل کیا جاتا ہے۔

(۲) دھواں کا محصول کھانا پکانے پر لیا جاتا ہے۔ یعنی جس گھر سے دھواں نکلتا ہو۔ وہ ایک روپیہ داخل کرے۔ رئیسان جلیل القدر کی شورش سے اس محصول میں کمی واقع رہی۔ تاہم ایک لاکھ روپیہ مل رہتا ہے۔ اور اس میں کمی و بیشی نہیں ہوتی۔ نصف شہر اجڑ بھی جائے تو موجودہ آبادی سے کل رقم وصول کر لی جاتی ہے۔ یہ محصول بیکانیر اور جیسلمیر کے سوا اور کہیں نہیں۔ بیکانیر میں صرف شہر مہاجن اس محصول سے مستثنیٰ ہے جہاں رتن سنگھ والد راجہ لون کرن حقوق مستاجر کو استعفا دے کر سکونت گزین ہوا۔

(۳) انگا۔ یہ محصول راجہ الوپ سنگھ نے فرقہ اور ہر عمر کے دوپایہ اور چوپایہ پر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لگایا تھا۔ اگر صرف مرد ہے تو چار آنہ محصول دیگا۔ گاے بیل بھینس کا محصول بھی آدمی کے برابر ہے۔ دس بکریاں اور دس بھیڑیں ایک انگا ہیں اور اونٹ کے لئے چار انگہ کا محصول عہ مقرر ہے۔ راجہ گج سنگھ کے عہد سے یہ محصول دوچند ہوگیا۔ اس کا انتظام بہت ہوشیاری سے کیا جاتا ہے۔ اور حالانکہ بہت کچھ عزل ونصب ہوگیا۔ پھر بھی دو لاکھ روپیہ ہر سال وصول ہوتا رہتا ہے۔

(۴) محصول سائر۔ اس کی مد کی آمدنی سورت سنگھ کے زمانے میں اتنی گھٹ گئی ہے کہ دارالریاست کی آمدنی کے برابر بھی اب کل ریاست کی آمدنی نہیں پہلے دو لاکھ وصول ہوتے تھے۔ اب ایک لاکھ سے بھی کم جس میں سے نصف رقم فقط راج گڈھ کی منڈی سے وصول ہوتی ہے۔ قوم راٹھ کی وجہ سے آمد ورفت پنجاب کی مزاحمت اور رئیس کی بدنیتی سے تاجر اب نہیں آتے ملتان۔ بہاولپور اور شکارپور کے کاروانوں نے بیکانیر کا راستہ چھوڑ دیا۔ جس سے آمدنی کا بہت خسارہ ہؤا۔ سردست درآمد وبرآمد کے غلّے پر فی سو من چار روپیہ محصول لیا جاتا ہے۔ جو یہاں کی بکری کے حساب سے دو روپیہ فیصدی ہوا۔

(۵) پسیتی۔ پسیتی کا محصول بحساب فی ہل عہ کاشتکاروں سے لیا جاتا ہے۔ پہلے پیداوار کی ¼ بٹائی ہوئی تھی۔ راجہ راے سنگھ نے اُس کے عوض یہ محصول قائم کیا۔ اس محصول کے قیام سے جٹ خوش تھے۔ کیونکہ اس سے رشوت کا ڈربہ بند ہوگیا۔ قبل میں دو لاکھ روپیہ وصول ہوتا تھا اب کمی زراعت کی وجہ سے سوا لاکھ روپیہ کی رقم حاصل ہوتی ہے۔

(۶) ملبہ یہ محصول وقت اطاعت بیکا قوم جٹ نے اپنی خوشی سے دو روپیہ فیصدی بیگھہ اراضی مزروعہ پر منظور کیا تھا۔ جس کی آمدنی اب پچاس ہزار بھی باقی نہیں۔ خیر ہے کہ سورت سنگھ اس جائز آمدنی کو موقوف کرنے والا ہے۔ واللہ اعلم

(تیورج محاصل ریاست) (۲) دھواں ایک لاکھ

(۱) خالصہ ایک لاکھ (۳) انگا دو لاکھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۴) سائر	۷۵ ہزار	(۶) ملبہ	۵۰ ہزار
(۵) پسینی	ایک لاکھ ۲۵ ہزار	میزان	۷- لاکھ ۵۰ ہزار
	(آمدنی حال)	(آمدنی سابق)	
نوہر ۴۸ موضع	ایک لاکھ	لونکرن	۲- ہزار
رنی ۲۴ "	۱۰ ہزار	راجگڈھ	۱۰- "
رنیاں ۴۴ "	۲۰ "	شیخ سر	۵ "
جلوتی ۱ "	۵ "	دارالریاست بیکانیر	۷۵ "
میزان	ایک لاکھ ۳۵ ہزار	چورو وغیرہ	۴۵ "
یادداشت۔ راجگڈھ چورو اور بعض دیگر مقامات جدید شامل ریاست ہوئے		میزان	ایک لاکھ ۳۷ ہزار

دھتوئی علاوہ مدات آمدنی مصرحہ صدر سورت سنگھ کو دو مدوں سے اور آمدنی ہے۔ یہ محصول راجہ زور آور سنگھ نے مقرر کیا ہے۔ جس کی رو سے کل ملک کو تیسرے سال فی ہل پانچ روپیہ دینا پڑتے ہیں۔ صرف سرحدی حفاظت کے لئے آسیا گاتی کے پچاس اور بنی وال کے ستر موضعوں میں یہ محصول جاری نہیں۔ جاگیرداروں کو اب محصول دینے سے عذر ہے۔ اس کی آمدنی لاکھ روپیہ تک شاذ ہی ہو جاتی ہے۔ راجہ حال اپنی ضروریات کے لئے زبردستی سے بھی روپیہ وصول کر لیتا ہے۔ جس کے لئے اُس نے لٹیرے ملازم رکھے ہیں۔ ان کی بسر اوقات کاشتکاروں اور تاجروں سے ہوتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ سورت سنگھ نے ایسی ہی ترکیبوں سے اپنی آمدنی دونی کر لی ہے۔

ڈنڈ اور خوشحالی ڈنڈ اور خوشحالی دو متضاد لفظ ہیں۔ مگر یہاں کی اصطلاح میں ڈنڈ سے مراد بھی خوشحالی ہے۔ چنانچہ رعایا یہ نہیں چاہتی کہ راجہ کے یہاں کوئی خوشی ہو یا جشن فتح۔ ڈنڈ وصول کرنے کے لئے ۱۴- اہیر جرے یعنی تحصیلدار معین ہیں جن کے پاس فہرست اشخاص مع زر مطلوبہ موجود رہتی ہے۔ یہ محصول لوگوں کو اس قدر ناگوار ہے۔ کہ رئیس گنبیلے نے دس ہزار روپیہ دینے پر دو کیا ایک سال کے لئے تحصیلدار سے چھٹکارا چاہا۔ لیکن وہ راضی نہ ہوا۔ آخر کار رئیس عدول حکمی پر تیار ہو گیا تحصیلدار کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گندیلے سے نکال کر قلعے کے دروازے بند کر لئے۔

خوشحالی کی وصولی کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ راجہ بھٹنیر کو قبضے میں کر کے واپس آیا تو مصارف جنگ کے لئے فی گھر عہ طلب کئے۔ جب فتح کے موقع پر ہر یون رعایا کا نقصان منظور ہے تو شکست کی حالت میں نہ جانے کس قدر نقصان ہو ادھر تحصیل زر کے لئے تشدد اُدھر مکر و دغا۔ رعایا کے نفع کا خیال نہیں تو اس کی فاقہ کشی اور صبر کی داد ایک دن خدا ضرور دیگا۔

جاگیرداری فوج جاگیروں سے راجہ کی قابلیت کے موافق فوج ملتی ہے۔ سورت سنگھ سے رعایا خوش ہوتی تو اولاد بیکا کی جاگیرداری فوج کہیر کے موقعہ پر دس ہزار تک جمع ہو سکتی ہے جن میں ۱۲ سو سوار نہایت بکار آمد ہوں۔ جاگیرداری فوج کے سوا محلات اور غیر قوم کی فوج بھی ہے مگر موجودہ بدنظمی کے زمانے میں نصف فوج بھی بہم ہو سکے تو غنیمت ہے۔ محلات کی فوج کی حسب ذیل تعداد ہے:۔

پیادگان غیر قوم	ایک پلٹن
توپخانہ مع پانچ ضرب توپ	۵۰۰ نفر
سوار	۲۵۰

یہ سب فوج افسران غیر قوم کے تحت میں ہے۔ فوج قلعداری دارالریاست اس سے علیحدہ ہے جس کے پرہار افسر کو پچیس دیہات فوجی مصارف کے لئے حاصل ہیں۔

تفصیل فوج جاگیرداری بیکانیر

نام جاگیردار	قوم	نام جاگیر	تعداد مالگذاری	فوج ملازم		کیفیت
				پیادہ	سوار	
بیری سال	بیکو	مہاجن	۴۰ ہزار	۵۰۰۰	۱۰۰	اس جاگیر کے ساتھ ۴۰ موضع
ابھے سنگھ	بینی روت	بوکرکو	۲۵ "	۵۰۰۰	۲۰۰	لیکر نون کرن کے وارث
انوپ سنگھ	بیکو	جانو	۵ "	۴۰۰	۴۰	مسند نے گدی سے کنارہ کشی
سم سنگھ	"	بائی	۵ "	۴۰	۲۵	اختیار کی یہ بیکانیر کا سب سے
چین سنگھ	بینی روت	ساوہ	۲۰ "	۲۰۰۰	۳۰۰	جلیل القدر رئیس ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام جاگیر دار	قوم	نام جاگیر	تعداد مالگذاری	فوج ملازم پیادہ	فوج ملازم سوار	کیفیت
ہمت سنگھ	راوت	سکادت سر	۲۰ ہزار	۲۰۰۰	۳۰۰	
شیو سنگھ	بینی روت	چورو	۲۵ ″	۲۰۰۰	۲۰۰	
امید سنگھ جیت سنگھ بہادر سنگھ	بیداوت	بیدر سر ساوندوا مین سر	۵۰ ″	۱۰۰۰۰	۲۰۰۰	یہ چالیس کوٹھی یعنی خاندان کی قوم ہے
سورج سنگھ گمان سنگھ اتی سنگھ	نارلوت	تیاندیسر کتر کوٹ چور	۴۰ ہزار	۴۰۰۰	۵۰۰	
شیر سنگھ دیبی سنگھ	نارلوت	نیمباجی سید موکھ	۵ ہزار	۵۰۰	۱۲۵	
امید سنگھ سورتان سنگھ کرنی دان	نارلوت	کری پورہ اجیت پورہ بیاہ سر	۲۰ ہزار	۵۰۰۰	۴۰۰	
سورتان سنگھ	کچھواہہ	بنیاداس	۴ ہزار	۱۵۰	۳۰	
پدم سنگھ	پنوار	جیت سی سر	۵ ″	۲۰۰	۱۰۰	
کشن سنگھ	بیکو	ہیاولیسر	″	۲۰۰	۵۰	
راؤ سنگھ	بھٹی	پوگل	۶ ہزار	۱۰۰۰	۴۰	جاگیر جیسلمیر سے حاصل کی گئی
سلطان سنگھ	″	راجہ سر	۲½ ″	۲۰۰	۵۰	
کیسر سنگھ	″	رانیر	۲ ″	۴۰۰	۷۵	
ہانی سنگھ	″	ستاسر	ایکہزار ایکسو	۲۰۰	۹	
بھوم سنگھ	″	چکہ	۱½ ″	۶۰	۴	
بھوانی سنگھ	″	نیچ لوک	½ ″	۶۰	۶	
ظالم سنگھ	″	گریاں	ایکہزار ایکسو	۴۰	۴	دیکھو صفحہ ۱۴۴۹

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام جاگیردار	قوم	نام جاگیر	تعداد مالگذاری	فوج ملازم پیادہ	فوج ملازم سوار	کیفیت
سردار سنگھ	بھٹی	سورجرا	۸۰۰	۲۰	۲	یہ رئیس کماری پٹا کے سردار کہلاتے ہیں یہ وہ مقام ہے جو بیکا نے پہلے فتح کیا تھا
کایت سنگھ		رندیسر	۶۰۰	۳۲	۲	
چند سنگھ	کرم سوت	نوکھو	۱۱ ہزار	۱۵۰۰	۵۰۰	اس خاندان کے ۷ دیہات جودھپور کیطرف سے ہیں اور انکی سکونت یہاں ۱۱ پشت سے ہے
ستے دان	روپاوت	بدیلا	۵ ہزار	۲۰۰	۲۵	
بھوم سنگھ	بھٹی	جنگلو	۲ ہزار ۵ سو	۴۰۰	۹	
کایت سی	؍؍	جامن سر	۱۵ ہزار	۵۰۰	۱۵۰	۲۷ دیہات
الیشری سنگھ	مندیلا	سارندا	۱۱ ہزار	۲۰۰۰	۱۵۰	
پدم سنگھ	بھٹی	کودسو	ایکہزار ۵ سو	۶۰	۴	
کلیان سنگھ	؍؍	نیلیا	ایکہزار	۴۰	۲	
		میزان	۳۳۱۴۰۰	۴۵۷۲	۵۴۲	

نبل میں قلعہ داری فوج کی تعداد مصرحہ صدر تھی مگر اب مشکل سے چوتھائی بھی ملنا محال ہے۔

تفصیل فوج غیر قوم

نام رئیس	پیادہ	سوار	ضرب اتواپ
سلطان خان	۰	۲۰۰	۰
انوکھا سنگھ	۰	۲۵۰	۰
بدھ سنگھ دیوڑہ	۰	۲۰۰	۰
درجن سنگھ	۷۰۰	۴	۴
گنگا سنگھ	۱۰۰۰	۵	۶
میزان	۱۷۰۰	۶۷۹	۱۰
محلات	۰	۰	۲۱
میزان کل	۱۷۰۰	۶۷۹	۳۱

اس صفحے کے پہلے دو نام اور صفحہ ۱۴۴۸ کے آخری دو نام

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب - ۳

بھٹنر کی وجہ تسمیہ - بیرسی کی سکونت گزینی بھیروں کی جانشینی - قبول مذہب اسلام - راو دلیج حسین خان - حسین محمود - امام محمود و بہادر خاں - ضابطہ خاں کی حکومت - حالات ملکی - تبدیلیاں - قدیم کھنڈر - آثار بزرگی زمانۂ سلف معدنی عجائبات - اسمائے اشہار قدم صحرائے بھٹنر میں ناخن کی شکل کے قدیم حروف

بھٹنر اب بیکانیر میں شامل ہے - اوائل میں یہاں ایک ایسی زبردست جٹ قوم آباد تھی جن سے تنگ آکر بادشاہ فوج کشی کرتا تھا - اور بعض اوقات اپنی مہمات سخت میں اُن کی قوت کی بادشاہ کو ضرورت ہوتی تھی - بھٹنر کا نام بھٹی قوم سے منسوب نہیں جو وہاں سکونت پذیر تھی - بلکہ یہ مقام کسی عظیم الشان راجہ نے ایک بھاٹ کو مرحمت کیا تھا - جس نے اپنی فوج کے نام پر اس کو بھٹنر کے نام سے شہرت دی - جیسلمیر کی تاریخ میں اختلاف ہے اور تاریخ بھٹی سے ظاہر ہوتا ہے - اس قوم کی آبادی سے اس مقام کا نام بھٹنر ہوا - مارواستھلی کے مقامات میں اس کا نام نیز درج ہے بھاٹی قوم جب مسلمان ہوئی تو اس نے حرف الف حذف کر کے بھاٹی کو بھٹی بنا لیا - ہماری تحقیقات کے رو سے جادو بھاٹی بوٹی قوم کے افراد ہیں جن کی قدیم سکونت وسط ایشیا میں تھی اور سالپور کا راجہ جٹ جس کا مورث اعلےٰ تھا -

بھٹنر کا مقام اس واسطے زیادہ مشہور ہوا کہ یہ حملہ آوران وسط ایشیا کے راہ گذر میں واقع ہے - جس جٹ قوم نے دریائے سندھ پر محمود غزنوی کے مقابلے میں معرکہ آرائی کی تھی وہ حملۂ مذکور سے بہت قبل جنگل اور پنجاب میں قیام پذیر تھی -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور چونکہ ان کا شمار ۳۶ راج کل میں ہے۔ اس لئے یہ بات واجب التسلیم ہے کہ ان میں جنگی قابلیتیں صدہا سال پیشتر سے موجود تھیں فتح شہاب الدین کے ۱۲ برس بعد ۱۲۰۵ء قطب الدین ایبک نے بذات خاص اس خوف سے صحراے شمال کی جٹ قوم پر فوج کشی کی وہ ہانسی پر قبضہ نہ کرلے۔ رضیہ سلطانہ جانشین فیروز شاہ جب معزول ہوئی تو اُس کو قوم جٹ ہی نے پناہ دی اور گھگر نا نے سیتھک ہمقوموں کا ایک لشکر فراہم کر کے سلطانہ کے زیر علم اُس کے مخالفوں سے مقابلہ کیا۔ لیکن فتح تقدیر میں نہ تھی سلطانہ نذر اجل ہوئی اور تاریخ ہندوستان میں یہ بات یادگار رہ گئی کہ لڑکے کے مقابلے میں لڑکی بھی دعوے سلطنت کر سکتی ہے۔ تیمور کی مہم ملتان میں جٹ قوم نے حملہ آوروں کے ناک میں دم کر دیا تھا۔ اس کا عوض لینے کو تیمور نے بنفس نفیس ۱۳۹۷ء میں بھٹیز پر لشکر کشی کر کے جٹ قوم کو تہ تیغ کیا۔ بھٹی اور جٹ قومیں ایسی خلط ملط ہیں کہ ایک دوسرے کی شناخت مشکل ہے۔ زیادہ تشریح تاریخ بھٹی میں کی جائیگی۔ یہاں اس فرقہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو فتح راٹھور کے بعد بھٹیز میں فرمانروا رہا۔

فتح تیمور کے تھوڑے دنوں کے بعد بیرسی بھٹی قوم کی فوج لے کر بھٹیز پر حملہ آور ہؤا۔ اور مسلمان رئیس کو نکال باہر کیا۔ اس کا نام چغت خاں تھا اس سے ظاہر ہے کہ وہ تیمور چغتائی کی طرف سے یہاں کا حاکم مقرر تھا۔ چغت خاں نے قوم جٹ سے بھٹیز چھینا تھا۔ اور اور فتوحات بھی حاصل کی تھیں۔ بھٹی قوم کو اُس کی فتح سے یہ فائدہ ہؤا کہ اُن کو بھٹیز کی حکومت حاصل ہو گئی۔ سولہ گذشتہ پشتوں کے حساب سے بھی واضح ہے کہ زمانۂ تیموریہ میں بھٹیز پر بھٹی قابض ہوئے۔ یہ چغتائی سردار غالباً اس لئے اس گذرگاہِ وسط ایشیا میں مقرر کیا گیا تھا کہ تیمور کے عزم ہند میں کوئی طاقت مزاحمت نہ کر سکے۔

بیرسی ۲۷ سال داد فرمانروائی دے کر راہی ملک بقا ہؤا۔ بھیروں اُس کے فرزند نے مسند حکومت پائی۔ اُس کے عہد میں چغت خاں کے بیٹوں نے شاہ دہلی کی مدد سے دو بار حملہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ تیسرے حملے میں بھیروں محصور ہؤا۔ اور سخت مجبوری کی حالت میں اس شرط پر صلح کی خواہش کی جو بے محل نہ ہوگی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جملہ آوروں نے دو شرطیں پیش کیں۔ یعنی یا بادشاہ کو بیٹی دے یا مسلمان ہو جائے۔ بھیروں نے مذہب اسلام قبول کرنے میں مضائقہ نہ سمجھا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ اور اپنی نو مسلم قوم کا نام بھاٹی کے عوض بھٹی مشہور کیا۔ بھیروں کے بعد ۹ رئیس گذرے۔

راے ولچ جبات خاں مشہور ہوا۔ راے سنگھ والئے بیکانیر نے اس کو شکست دے کر بہٹنیر پر قبضہ کیا جس کے بعد بھٹی قوم نے فتح آباد میں سکونت اختیار کی۔

جبات خاں کے بعد اُس کے پوتے حسین خاں نے سجان سنگھ سے بہٹنیر چھین لیا۔ حسین محمود اور امام محمود بھی اُس پر قابض رہے۔ لیکن سورت سنگھ نے بہادر خاں کو پھر وہاں سے خارج کر دیا۔

ضابطہ خاں جاگیر دار رینا ۲۵ دیہات پر قابض ہے۔ یہ مقام راے سنگھ نے امام محمود سے چھین کر اپنی رانی کے نام سے منسوب کر کے اُسی کی جاگیر میں دیدیا تھا۔ خان بھٹی اب اپنی تین لاکھ کی سابقہ آمدنی قزاقی سے وصول کرتا ہے۔ اس کا برچھا ہر وقت تیز رہتا ہے۔ غریب جٹ قوم اُس کی لوٹ مار سے تنگ آگئی۔ انگریزی سرحد کی قربت نے مشرق کی طرف تو امن کر دیا ہے مگر شمالی علاقہ گویا اُس کی شکار گاہ ہے۔ جن لوگوں کے پاس قیمتی مویشی تھے۔ اُن میں سے بہت تارک الوطن ہو گئے باقی ضغطے میں رہتے ہیں۔

بہٹنیر کی شمالی سرحد سے دریاے گارہ تک بہت سی اراضی کاشتکاری کے قابل ہے۔ اور پانی بھی قریب۔ بہت سے مقامات میں نہ ریگ ہے نہ پتھریلی زمین۔ بہٹنیر کی ویرانی کا باعث وہی دریاے ہاکرا اور ساگرا کی خشکی ہے۔ جس کو صدیاں گذر گئیں اب دریاؤں کا بیان قبل میں ہو چکا۔ دہرانے کی ضرورت نہیں۔

مذکورہ بالا دریاؤں کی خشکی کا واقعہ راؤ ہمیر راجہ دہات کے زمانے میں ہوا تھا۔ ولایت زا انگریز صحراے ہند کے سفر میں راجگان سودا کے حالات دریافت کرنا چاہیں تو امر کوٹ کے متصل مقام چور میں جائیں۔ ممکن ہے کہ وہاں کے کبیشروں کی قلمی یادداشتوں سے پتہ لگ سکے۔ کہ یہ راجہ کس زمانے میں تھا۔ اور اس انقلاب نے کب بیکانیر کی کایا پلٹ کی۔ ریگ کے نیچے بڑے بڑے شہر دبے پڑے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُن میں سے اکثروں کی قدامت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مغرب میں رنگ محل کے تہ خانے اس وقت تک موجود ہیں۔ دھاندوسر[1] کے ایک جہاندیدہ بزرگ نے مجھ سے بیان کیا کہ سکندر رومی کے حملے کے زمانے میں ان مقامات پر ایک پنوار قوم کا راجہ حکمران تھا۔ ہانسی حصار سے ان علاقجات تک پنوار۔ جوہیا اور جٹ قوموں کے ایوانات کے کھنڈرات بھی ملتے ہیں اور ان کے محاصروں کی علامات بھی موجود ہیں۔ جنگل بعیدہ مغربی کا بھی قریب قریب یہی حال ہے۔ دارالریاستوں کے حالات مشہور ہیں مگر اُن کا نام ونشاں نہیں۔ راجپوتانہ کے شمالی جنگل کے سفر میں آسانی اور حفاظت کی وجہ سے اگر کسی کام میں دلچسپی ہوسکتی ہے۔ تو وہ تاریخی تحقیقات ہے اور گو یہاں مختلف قومیں آباد ہیں۔ لیکن تاریخی یادداشتوں کی کمی نہیں۔ اس ریگستان کی قدرتی وزراعتی پیداوار صحرائے اعظم افریقہ کے مدمقابل ہے۔ جس کا اصلی مرکز مقامات واقعہ دریائے گنگ کے سوا اور نہیں۔

بھٹی۔ کھوسا۔ رانگھڑ۔ صحرائی۔ منگونیا۔ سوڈھا۔ اور اور جنگلی قوموں کا حال بہت کچھ تحقیق طلب ہے۔ جس وقت حکیم خصائل انسان کی ماہیت دریافت کرنے سے عاری ہوجاتا ہے۔ تو اُس کی نظیر شیر۔ ہرن۔ بھیڑ۔ وغیرہ پر پڑتی ہے۔ جو ہری ہری دوب چرتے اور ڈیڑھ ڈیڑھ مہینے تک پانی نہیں پیتے سبزہ زار کے پودے۔ جھاڑیوں اور نمک کے چشموں سے اُس کی دلچسپی نہ ہوگی تاہم یہاں کا مٹی کا خس پوش جھونپڑا ساکنان افریقہ کے جھونپڑوں سے ہزار درجہ اچھا معلوم ہوگا۔

جو سیاح تحقیقات ملکی کی خواہش میں اس ملک کی شمالی سرحد پر مصروف سیاحت ہو۔ اُس کو ذیل کے مقامات کا نام یاد رکھنا چاہیئے۔

راٹھور۔ بنجارا۔ کانگڑ۔ رنگ محل۔ سودل عرف سورت گڈھ۔ بچھوتال۔ رانی بنگ۔ کانی بنگ۔ کلیان سر۔ پھومرا۔ مروٹ۔ تلوارا۔ گلوارا۔ بنی۔ مانک کھیڑ۔ سورساگر۔ بہامٹی۔ کوری والا۔ کلدھرانی۔

---

[1] یہ مقام بھٹنر سے جانب جنوب ۲۵ میل پر واقع ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گو یہ فہرست طویل ہے لیکن اگر اس میں سے دو ایک مقامات کے بھی آثار قدیم و حالات ماضیہ دریافت ہوں۔ تو اس کی ترتیب بکار آمد ثابت ہو گی۔

پھولرا اور مروٹ کی آج بھی شہرت ہے۔ اول الذکر نوکوٹ ماڑ وار مقبوضۂ پنوار کا بڑا پرانا شہر ہے۔ اس جنگل میں لودوا سمی کا مقام صدہا برس سے ویران ہے۔ جہاں جین کے مستعملہ ناخن کی صورت کے حروف بھی ہماری نظر سے گذرے۔ پھولرا لاکھا پھولانی کا دار الحکومت تھا۔ وہاں کے واقفکار لوگ اس راجہ کو سدھ راج والی انہلواڑہ اور ودیاوت دھاراوالا کا ہمعہد بیان کرتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاریخ جیسلمیر

باب - ۱

جیسلمیر۔ جیسلمیر کی وجہ تسمیہ۔ جادو راجپوت کا بھٹی خطاب۔ راجہ بھرت کی نسل۔ ہندوستان کی موجودہ حدود مقررہ۔ قدیم ہندو باشندگان بحری۔ جادو قوم کی ہندوستان میں قدیم سکونت۔ پراگ۔ متھرا و دوارکا۔ باہمی معرکہ آرائیاں۔ سری کرشن۔ فرمانروائے قوم جادو ساکن متھرا و دوارکا۔ اولاد کی مختلف قیامگاہیں۔ نابھ اور کپرانبیر۔ گاں سری کرشن۔ نابھ کا دوارکا سے اخراج اور مارواستھلی میں قیام۔ جہاریجا اور جدوبھان فرزندان کھیرا۔ جہاریجا بانی خاندان سام ساکن سندھ۔ جدوبھان کی بیراواقع پنجاب میں فرمانروائی ناب کی گدی پر مارو سین پر تھی باہو کی مسند نشینی۔ باہو فرزند ناب۔ گج کی بنائے شہر گجنی یعنی غزنی۔ گجنی پر فرمانروایان اسپریا اور خراسان کی حملہ آوری و شکست۔ راجہ گج کی کشمیر پر فوج کشی و شادی بشاہ خراسان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا دوسرا حملہ۔ غزنی کے خلاف پیشنگوئی۔ گج کا قتل۔
غزنی پر حملہ آوروں کا قبضہ۔ پنجاب میں سالباہن کی سائی
بنیاد شہر۔ فتح پنجاب۔ دختر جیپال تنوار راجہ دہلی سے شادی۔
غزنی کی مکرر فتح۔ بلند کی جانشینی۔ کثیر الاولادی۔ فتوحات۔
قوم جادو کی نسبت خیالات۔ یوسف زئی کا نسل جادو سے
تعلق۔ سالباہن پور میں بلند کا قیام۔ چگتا اپنے پوتے کو حکومت
غزنی کا عطیہ۔ اُس کی بادشاہت خراسان۔ چغتائی مغلوں
کا اُس سے سلسلہ حسب و نسب۔ بلند کی موت۔ بھٹی فرزند کی
جانشینی۔ تبدیل نام جادو۔ اختیار خطاب بھٹی۔ منگل راؤ کی
مسند آرائی۔ منگل راؤ کے بھائی مسور راؤ اور بیٹوں کا آنروی
دریائے گارا لاکھی جنگل پر قبضہ۔ فرزندان منگل راؤ کی فرقۂ
راجپوت سے علیحدگی۔ اُس کی صحرائے ہند میں آمد۔
معظم راؤ فرزند منگل راؤ۔ امرکوٹ کی راجکماری سے
شادی۔ اُس کے فرزند مسمی کہیر کا دیورا والی جہالور سے
اتفاق۔ تہانوتی کا قیام۔ کہیر کی مسند نشینی۔ قوم بہراہا
کا تہانوتی پر حملہ۔ سمت ۷۸۰ میں تہانوتی کی فتح۔ براہا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے صلح۔ راے زنی۔

جو حصۂ ملک اوائل میں مارواستھلی یا صحراے ہند کا ایک جزو تھا اُسی کا نام میریا جیسلمیر ہے۔ میر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ سرسبز و زرخیز مقام صحراے ریگ کے بیچوں بیچ پہاڑوں میں واقع ہے اور اس لحاظ سے اس کی قدر اور بھی ہے۔ کہ ہندو دھرم کی آخری جائے پناہ کوئی ہے تو صرف یہ۔ اس خطے کی زمین بھی عمدہ ہے۔ اور پیداوار بھی اچھی۔

بھٹی قوم جادو کی ایک شاخ ہے جو تین ہزار سال اُدھر نہایت ہی قوت ور تھی۔ جگت کنڈ یعنی موجودہ فرمانروا کو بھی اپنے حسب و نسب کا ناز ہے وہ دعوا کرتا ہے کہ میں اُن بزرگان جادو کی اولاد میں سے ہوں جن کا زمانۂ قدیم میں ساحلِ دریاے جمن سے دوارتک سکۂ حکومت بیٹھا ہؤا تھا۔

جس قوم یا ملک میں وقتاً فوقتاً تاریخی انقلابات رو بظہور ہوتے رہے ہوں اُن کے مسلسل حال و سنیات ہونا نہایت مشکل ہے۔ لیکن اس قوم کا سلسلہ با اینہمہ قرابت شادی ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے۔ جادو بھٹی کی تواریخ سے دو باتیں ذہن نشین ہوتی ہیں ایک یہ کہ بھٹی کی قوم سیتھا نسل سے ہے اور دوسری یہ کہ یہ لوگ ہندو ہیں۔ اس کا اختلاف اس خیال سے دور ہو سکتا ہے کہ تفریق بے بنیاد سمجھی جائے اور کیسپین سے ساحل گنگ تک کی قومیں ایک ہی درخت کی شاخیں متصور ہوں۔ اُن کی زبان ایک تھی۔ مذہب[1] بھی ایک۔ جادو بھٹی کا مورث اعلے راجہ بھرت تھا جو بھارت ورش اور اندوستھیک حکومت پر قابض تھا جو فے الحال جنگل سے محدود ہے۔

---

[1] منوجی کا قول ہے کہ مذہبی رسوم کی ناواقفیت اور برہمنوں کی عدم دستیابی سے حسب ذیل چھتری قومیں شودر برن کے درجے سے بھی گر گئیں۔

پانڈاک۔ اوڈرس۔ ڈراور کامبوج۔ یون۔ شک۔ پارواس۔ پلہو۔ چینا۔ سرات۔ دراوڑ۔ کہس یونانی بیکٹریا کی قوم اُس یون کی اولاد نہیں جو نہش کے فرزند سوم ججات کا پانچواں بیٹا تھا ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ اُس نسل سے ہو شک قوم باشندہ وسط ایشیا ساسی قوم ہے یعنی ساکھا راجپوت سوے فارس کے قدیم گیر وجود میں آئے۔ چینا باشندگان چین میں کہس قوم سے برنستانی قوم کہو کا وجود ہے جس سے کہو کہا سا کا نام مشہور ہوا کا کیش اسی قوم کے نام کی یادگار ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہندوستان میں شروع آبادی راج کل والوں کی نہ تھی بلکہ سورج اور چندر بنسی لوگوں سے قبل یہاں کے اصلی باشندے اور تھے۔ نسب نامہ کے رو سے کاب[1]۔ بیہل۔ میٹر۔ گونڈ وغیرہ کی اصل ایک ہی ثابت ہوتی ہے اور اُن کی ملکی بدنظمی اُن کی پستی کا باعث۔ لیکن کافی دلائل موجود نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں قدیم برہمنوں کے اقوال پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ تحقیقات کے وقت گول مال سے کوئی صریحی نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔ اہل ہند فتح اسلام کے زمانے میں عبور دریاے اٹک اور سواری جہاز کے مخالف تھے۔ لیکن ہندوؤں کی قدیمی قوت جہازی کا ثبوت بہم پہنچنے سے یہ صاف ظاہر ہے کہ عبور دریاے اٹک کی مخالفت تھوڑے ہی عرصے سے ہوئی ہے۔ ہندوؤں کو قطب از جا نمی جنبد کے مصداق سمجھنا بالکل حماقت ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ساحل[2] افریقہ۔ عرب۔ فارس بلکہ جزیرہ آسٹریلیا[3] تک سفر کرتے تھے۔

[1] کاب قوم سوراشٹر کے وحشی باشندوں میں تھی جب جنگلی بھیل نے سری کرشن جی کو زخمی کیا تو غلطی کی عذر خواہی کی سری کرشن جی نے فرمایا کہ یہہ انصافانہ بدلا ہے۔ رام اوتار میں میں نے اُسے مارا تھا۔ اس سے واضح ہے کہ رام چندر جی نے جن اقوام کی تادیب و تربیت کی تھی اُن میں سے ایک قوم کاب بھی ہے جو خود کہتی ہے کہ اُس نے سری کرشن جی کی وفات کے بعد اُن کے خاندان کو لوٹ لیا تھا۔

[2] دریائے گیمبیا و ینگل کے سنگم پر تمبہ کنڈ اور اور کنڈ والے ناموں کی وجہ تسمیہ یہی ہے۔

[3] مسٹر مارٹن نے علوم ہنود کی تحقیقات کے زمانے میں سر ڈیلیو جون کی طرح یہہ بات معلوم کی ہے کہ مڈیگاسکر سے جزیرہ آسٹریلیا تک اسٹریلیا میں جو زبان ملیان جاری ہے اُسمیں رواج مذہب اسلام سے کئی صدی قبل سنسکرت الفاظ شامل ہوئے تھے۔ مسٹر موصوف کا خیال ہے کہ ہندوؤں کی آمد و رفت گجرات کے راستے سے تھی۔ ان کی باہمی دشمنیاں رامائن اور مہابھارت کی وجہ سے ظہور میں آئیں۔

صاحب موصوف کے بعد فتح انگریزی کے پیشتر آثار قدیمہ کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہاں سورج بنسی لوگ آباد تھے چنانچہ تعمیرات و تحریرات سے قدرتی اور تاریخی ثبوت بہم پہونچے ہیں۔ اگر مزید تحقیقات کی جائے تو یقین ہے کہ ہند اور مصر ملحق ثابت ہوں جن کا راستہ لنکا سے تھا۔ سری رامچندر جی واقعی بہادر رانی میں ید طولےٰ رکھتے تھے انکی بیس پشت سے یعنی راجہ سگر کے زمانے سے اُنکے خاندان میں یہ فن پایہ تکمیل کو پہنچا تھا۔ میرا یہ قدیم خیال ہے کہ لنکا اتھوپیا کو کہتے ہیں۔ جہاں سے بقول مورخان قدیم اہل مصر نے ملکی نظم و نسخ اور طریق زندگی کے قواعد سیکھے تھے۔ اتھوپیا کے اصلی باشندے ہندو تھے چنانچہ مسٹر کیوبری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مینولس کے دور جہاں پانی میں اہل ہند اتھوپیا میں سکونت پذیر تھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پورانوں میں جغرافیہ ٹھیک ٹھیک نہیں اور منوجی اپنے اقوال سے ثابت کرتے
کہ دریائے آکسس سے دریا گنگ تک ہندو لوگ کثرت سے آباد پایا کرتے تھے۔ ہند
کی مذہبی کتب میں ایسے ایسے اشارات موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستا
میں بہت سا علمی خزانہ ملکش دیشوں سے آیا۔ سمرتی اور پورانوں سے پایا جاتا ہے کہ
زمانے میں ساکا دیپ (ملک ساسی) سے ساحل گنگ تک ایک ہی مذہب مروج تھا اور
ظاہر ہوتا ہے کہ جادو قوم تین ہزار سال قبل سکونت اندر پرستہ سور پور متھرا پریاگ۔ د
جادو کا انگ۔ بھیرا واقع زابلستان وارد ہندوستان ہوئی تھی اور وسط ہند کے مقا
سالیا ہن عرف سالپور واقع پنجاب۔ تنوت۔ دراول لودرداوا واقع بحرائے ہند میں ا
افراد پھیل گئے اور جیسلمیر میں بھی ان کا قدم جما جس کی بنیاد ۱۱۵۶ء مطابق سمت ۱۲۱۲ میں پڑ

لے اگنی پران میں دنیا کو سات دیپوں میں تقسیم کیا ہے۔ انمیں سے ساکا دیپ کے باشندے بیاکی
میں سی تھے جن کو ساکس ورکہتے ہیں۔ بیاک کے حسب ذیل فرزند تھے۔ جلد۔ سوکمار منی چک۔ کورم اتر و
دردم۔ ان سب کے نام سے ایک ایک کنڈ منسوب ہوا۔ اس جغرافیہ میں حسب ذیل سات پہاڑ اور دریاؤں کے نا
(پہاڑ) جلدس۔ ریوات۔ سیامہ۔ اندک۔ اکمی۔ رام۔ کیسری۔
(بحر اعظم) مگ۔ مگدار۔ زنا وغیرہ۔ ان کے باشندے سورج کی پرستش کرتے تھے۔
اس خیروی اشارے سے ہمارا یہ یقین غالباً درست ہے کہ ساکا دیپ یا سکاتی قوم سیتھ
مراد ہے اور ساکس درہ جسے منو نے ساکس لکھا ہے تواریخ مغربی کے رو سے پارتھین کے مشہور ا
میں جن کا پہلا فرمانروا ارساکا راجہ تھا یہ لوگ سورج کی پرستش کرتے تھے اور دنا سے کیا ارکسس کا د
نہیں ہوتا۔ راجہ ساکا دیپ کے بڑے بیٹے کا نام جلد تھا۔ ابوالغازی مورخ تاتاری نے جسکو ج
لکھا ہے یہ وہی جلد ہے اور اسی کے نام سے جیکسارٹیز کو خیال کرنا بیوجہ نہیں۔ ہندو اس سے سا
کوہستان مراد لیتے ہیں چنانچہ تاریخ تاتار اور پورانوں میں کچھ اختلاف نہیں۔
کولبروک تاریخ اقوام ہند اور ایشیاٹک ریسرچز میں لکھتے ہیں کہ ایک برہمن رئیس
کا گرڑ ساکا دیپ سے جنبو دیپ یعنی ہندوستان میں اڑا لایا تھا۔ چنانچہ منوجی کا بھی
کہ مغرب کے اس ملک یعنی دہ کے لوگوں نے برہمنوں کو ملک سے نکال دیا۔ اور اسلئے ا
کا خطاب ملا۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ اگلے زمانہ میں تاتار اور ہندوستان میں
کے راستے کشادہ تھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جادو کے حالات دوسری کتاب میں لکھے جا چکے ہیں اب یہاں سری کرشن جی کے
مانے سے قوم کی تباہی تک کا حال بیان کیا جاتا ہے ہری کشن بودہ اوتار سے پچاسویں پشت
ں تھے پریاگ یعنی گنگا جمنا سرستی کے سنگم پر جادون کی سکونت تھی یہ لوگ سوم بنسی
لاتے تھے۔ متھرا پرورور کی قدیم راجدھانی تھی۔ جادو قوم کے نام کی چادر دانگ عالم میں
ہرت تھی ہی مگر سری کرشن جی کے اوتار نے اس کو اور مشہور کر دیا۔ جادو قوم چھپن کلی
لاتی ہے۔ اور تمام ہندوستان کی فرمانروائی کے لحاظ سے ان کی چھپن کروڑ کی
داد مبالغے میں داخل نہیں سمجھی جا سکتی۔

کرکشیتر اور دوارکا میں چھپن اقوام جادو سے خونریز معرکہ آرائیاں ہوئیں اُن سے
ر ہندو واقف ہے۔ اس واقعہ کو حضرت عیسٰے سے پیشتر غالباً گیارہ سو برس گذرے ہونگے
ن محاربوں میں جو لوگ تارک الوطن ہو گئے اُن میں سری کرشن جی کے دو فرزند بھی شامل
تھے۔ سری کرشن جی نے جادو قوم میں اوتار لیا۔ ان کی آٹھ پٹ رانیاں تھیں جن میں پہلی
ر ساتویں رانی کی اولاد اُن مقامات میں سکونت پذیر ہوئی۔ جہاں وہ ہندوؤں سے علیحدہ
سمجھے جاتے ہیں۔ ساتویں رانی جامونتی کا فرزند اکبر سامب تھا۔ جس کی حکومت دریائے سندھ
ی اٹک کے دونو جانب تھی۔ خاندان ساما کا مورث اعلےٰ سامب ہے جس سے جھاریجا
م کا وجود ہوا۔ سامبا نگری عرف بینا گر ہیں سامب ہی کی اولاد سکندر سے جنگ آزما
ئی تھی۔ لیکن جھاریجا قوم کے افراد اپنے حسب و نسب سے بالکل آگاہ نہیں اُنہوں نے
ہ رکھا ہے کہ اُن کے بزرگوں کا اصلی وطن ملک شام یعنی سیریا تھا۔

سری کرشن جی کی بڑی رانی رکمنی جی تھیں۔ ان کے فرزند اکبر پردیومن کی شادی
یہ کی راجکماری کے ساتھ ہوئی تھی۔ انرودھ اور بجر اس کے فرزندوں میں سے بجر قوم بھٹی
ورث اعلےٰ ہوا۔ بجر کے دو فرزند نابہ اور کبر تھے۔ بجر اپنے والد کی قدم بوسی کے لئے متھرا
۲۰۰ ہی کوس کے فاصلے پر پہنچے تھے کہ قوم جادو کی نابودی کے ساتھ سری کرشن جی
چولا چھوڑنے کی خبر پہنچی صدمہ ناقابل برداشت تھا۔ مرغ روح وہیں پرواز کر گیا۔
متھرا میں واپس آکر راج سنگاسن کو رونق دے کر دوارکا کی طرف راہی ہوا۔

جادو قوم اب تک روئے زمین پر قابض تھی۔ لیکن اس وقت راجپوتوں کی ۳۶ شاہی
ں عوض لینے کو اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ نابھ دوارکا سے بھاگا۔ اور کروستھلی میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حکومت قائم کی۔

پرتھی باہو نابھ کا فرزند تھا اور ہمارے جد وبھان کمر کے فرزند تھے

جد وبھان کو ایک تیرتھ پر خواب میں دیبی نظر آئی اور کہا کہ کیا خواہش ہے۔ جد جھا
نے سکونت کے لئے زمین مانگی۔ دیبی نے فرمایا کہ یہ پہاڑ حکومت کے لئے لیلو جد وبھا
کی اس خواب سے آنکھ کھل گئی اور جائے سکونت سے باہر نکل آیا۔ اتر میں کچھ غل سنا
دیا معلوم ہوا کہ اس مقام کے راجہ نے رحلت کی اور کوئی وارث تخت نہیں ارکان سلطنت
میں بحث ہو رہی ہے کہ کس کو گدی پر بٹھائیں۔ وزیر اعظم بھی ایک خواب دیکھ چکا
اُس کی رو سے اُس نے اولاد سری کش وارد بھیرا[1] کی مسند آرائی کا مسئلہ پیش کیا حاضر

[1] تواریخ بھٹی سے اس معاملے کی کافی تصدیق ہوتی ہے جیسلمیر کے باشندے سے چاہے پوچھ لیجئے کہ جادو
یا بھیرا کس مقام پر واقع تھا۔ مسٹر ماریسکین صاحب نے اس بارے میں مغالطہ کھایا ہے۔ مگر روزنامچہ
سے اسکی شہادت ملتی ہے۔ بابر ۱۷ فروری ۱۵۱۹ء کو دریائے سندھ کے پار اترا۔ ۱۹ کو دریا
مذکور سے مقام بھٹنیں وارد ہوا۔ یہ شہر ان بڑے شہروں میں مشہور ہے جنمیں ڈھائی ہزار برس سے کرشن جی
مقیم چلی آتی تھی" بابر لکھتا ہے کہ بھیرا کے شمال میں سات کرس کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے جسکا نام ظفر
تیموریہ اور دیگر کتب میں کوہ جدون درج ہے۔ پہلے مجھے اسکی وجہ تسمیہ سے آگاہی نہ تھی مگر تحقیقات سے معلوم
یہاں ایک مورث اعلےٰ کی دو نسلیں یعنی جادو اور جنجوہہ زمانہ قدیم سے برسر حکومت ہیں۔ اور انکی حکومت بھیرا اور
درمیان ایسا اتحاد و انوس میں بھی تھی۔ ان دونوں میں برادرانہ تعلق تھا جو حقوق جزوی مقرر چلے آتے ہیں
زیادہ نہیں لے سکتے۔ قوم جادو کی بہت شاخیں ہیں انمیں رئیس جنجوہہ رائے کے لقب سے مشہور ہ
اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ ہندوؤں کے اس کہی گروہ عظیم نے عہد بابر تک اپنی قومی خ
قائم رکھے جس قوم کا نام جنجوہہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ یقیناً وہی جوہیا قوم ہے جو دریائے ستلج پر آ
جوہیا عرف جنجوہہ قوم کے ذکر میں ہم نے ایک رسالہ حوالہ قلم کیا تھا۔ جرنل ایشیاٹک سوسائٹ
داخل ہے۔ بابر اس قوم کو خاندان جادو کی ایک شاخ قرار دیتا ہے۔ کیا عجب اس قوم کے
بھٹی کے بھائی جنج کی نسل سے ہوں جس نے جادو قوم کے لوگوں کا نام بھٹی مشہور کیا
ہوتا ہے کہ غزنی سے نقل مقام کر کے یہ لوگ اپنے ہم قوم باشندگان کوہ جادو سے
بابر کوہ جادو کی قدرتی فضا سبزہ زار چشمہائے آب کے علاوہ وہاں کے حسن پر ایسا گ
کہ اُس نے اس مقام کو بچہ کشمیر کے خطاب سے مخاطب کیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تائید کی اور جدوبھان کو گدی پر بٹھا دیا۔ جدوبھان بڑا عظیم الشان اور کثیر الاولاد راجہ تھا اس کی بود و باش کے سبب سے کوہستان کا نام جادو کا وانگ یعنی کوہ جادو اب تک مشہور ہے۔

راجہ نابھ والی مرد ستھل کے بعد اُس کے فرزند پرتھی باہو نے بشو کرمان کا بنایا ہوا پتر راجگی سر پر رکھا۔ اُس کے فرزند باہوبل کی شادی بجے سنگھ پنوار والی مالوہ کی بیٹی کملاوتی کے ساتھ ہوئی۔ والد دختر نے زر و جواہرات۔ زیور طلائی۔ رتھ طلائی پلنگ اور دیگر نفائسات کے علاوہ ایک ہزار خراسانی گھوڑے اور سو ہاتھی بھی دہیز میں دئے۔ اس کے فرزند باہو نے گھوڑے سے گر کر جان دی۔ اُس کے بیٹے سوباہو کو اُس کی رانی یعنی مندراج نوہان کی بیٹی نے زہر دیا۔ اس مسموم راجہ کی گدی اُس کے فرزند رجھ کو ملی۔ جس نے بارہ برس حکومت کی۔ اس کی رانی سوبھاگ سندری دختر بیر سنگھ والی مالوہ نے خواب دیکھا کہ اُس کے بطن سے سفید ہاتھی کی ولادت ہوئی ہے۔ تعبیر صحیح ہوئی۔ لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام نجومیوں نے گج رکھا۔ اس کی شادی جدوبھان پورب دیس کے راجہ کی لڑکی کے ساتھ قرار پائی ابھی شادی نہ ہوئی تھی کہ اُن ملکشوں نے پھر فوج کشی کی جو سوباہو پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اس لشکر میں چار لاکھ سوار تھے اور فریدشاہ خراسان

ان حالات قدیم میں بڑا خلط ملط ہے۔ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ جادو قوم کے افراد نے بیرما بیکٹریا۔ اہل یونان اور مسلمانوں کے ساتھ پیوند کیا ہے۔ سوباہو۔ رجھ اور گج کے حالات جن پر خراسانی و شاہ روم نے فوج کشی کی تھی۔ ہم اینٹی اوکس اعظم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ بادشاہ نے سنہ عیسوی سے ۲۰۴ برس قبل بیکٹریا اور ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سوفاگیسس قوم جادو راجہ ہند و غزنی نے شاہ سیریا کو ہاتھی خراج دینے کا وعدہ کیا۔ سوفاگیسس یونانی زبان کا نام ہے۔ کیا عجب کہ اہل یونان نے اس سے ہادر گج سے مراد رکھی ہو۔ یا سوبھاگ سین سے جو راجہ گج کا نانہالی نام اس کی ماں سوبھاگ دی دختر راجہ مالوہ کی وجہ سے مشہور تھا۔ یہ بھی ممکن ہے۔ راجہ گج کے نام کی وجہ سے شاہ کے ساتھ ہاتھیوں کے خراج کا عہد و پیمان ہوا ہو۔

بعض وجوہ سے خیال کیا جاتا ہے ممالک وسط ایشیا میں مذہب اسلام کی نسبت پہلے اشاعت پر سیس صاحب خلاصۃ الاکبر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ (باقی نوٹ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سردار لشکر تھا۔ راجہ رجھ ہربو میں پہنچا وہاں سے دو کوس پر کنج مقام پر لڑائی ہوئی پہلے معرکہ میں ۳۰ ہزار حملہ آور کام آئے۔ چار ہزار ہندوؤں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ لیکن

پچھلے صفحے کا بقیہ نوٹ) حجاج حاکم خراسان تھا اور عبداللہ حاکم سیستان۔ عبداللہ نے حجاج کو کابل پر فوجکشی کا حکم دیا۔ اس وقت ہندی یا تاتاری راجہ رتبیل عرف رتبیل حکمران تھا۔ اس نے بڑی چالاکی سے لشکر اسلام کو درہ میں گھیر کر مار ڈالا۔ اور عبداللہ نے سات لاکھ درم پیش کر کے جان کی حفاظت کی۔

یہ معاملہ ۷۸ھ ہجری مطابق ۶۹۷ء کا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ راجہ رجھ ولد گج سے اس معاملہ کو تعلق ہے ؛

تاریخ سے پھر ظاہر ہے کہ عبداللہ اور عبدالرحمن نے ۴۰ ہزار فوج سے سیستان پر فوج کشی کی اور ایسا انتظام کیا کہ راجہ کابل کی پہلی حکمت عملی کارگر نہ ہو سکی۔ کئی علاقے راجہ کے قبضے سے نکل گئے حملہ آور بہت سا اسباب غنیمت لیکر سیستان کو لوٹ گیا۔ حجاج کو یہ واپسی خلاف گذری۔ اس نے ناراضگی ظاہر کی جس پر عبدالرحمن نے راجہ رتبیل سے سازش کر کے حجاج پر حملہ کرنے کی ٹھہرائی عبدالرحمن کے بعد خراسان کی حکومت مغیرہ کو ملی۔ اس کا والد مہلب جیحوں کے پار سرگرم صفآرائی تھا۔ کہ میرو میں وفات پائی اور یزید کو حکومت ہاتھ آئی۔

مذکورہ بالا حاکم خراسان راجہ رتبیل والی کابل کی مہم میں جاں بحق ہوا اس موت کا واقعہ راجہ رجھ والی زابلستان کی مہم میں شاہ ممیرز کی وفات سے مطابق ہے۔ ان تمام حالات سے اظہر من الشمس ہے۔ عہد اسلام کے ابتدائی زمانہ میں وہاں ہندوؤں ہی کی حکومت تھی اور عروج اسلام کے کئی سو برس بعد تک کوشش کرتے رہے کہ اپنے مقبوضات واپس لیں۔ بابر غزنی کے ذکر میں لکھتا ہے۔

تواریخ قدیم سے ظاہر ہے کہ محاصرہ غزنی کے موقعہ پر سبکتگین نے پانی کے چشموں میں ناپاک گوشت اور غلیظ اشیاء ڈلوا دیں اور اسکے بعد ہی پانی اور برف کا طوفان آگیا۔ اس حکمت عملی سے رائے ہند حکومت سے محروم ہوا۔ بابر نے غزنی میں اس امر کی تحقیقات کی مگر کوئی علامت نہ پائی۔ بابر کو فتح سبکتگین سے ایک سبق حاصل ہوا ہوگا۔ یعنی ہندو وہ پانی ناپاک سمجھتے ہیں جس میں گائے کا گوشت ڈالا گیا ہو۔ پلاسی کی مشہور لڑائی بھی ایسی ہی حکمت عملی سے سر ہوئی تھی ؛

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دشمن کو بھگا دیا۔ دوسرے حملہ میں راجہ رجھ مجروح ہوا لیکن پھر فتح پائی۔ جب گج چند کی بیٹی ہنسا وتی کو بیاہ لایا راجہ رجھ نے قضا کی۔ اُدھر شاہ خراسان نے دو مرتبہ شکست کھا کر شاہ روم سے کمک مانگی اور مذہب قرآن و دین امامیہ پھیلانے کا عزم ظاہر کیا۔ اُدھر یہ جہادی کارروائی ہو رہی تھی۔ اِدھر راج گج نے مشیرانِ سلطنت سے مشورہ کیا جس میں یہ بات طے ہوئی کہ قلعہ کے بغیر لاکھوں فوج سے سرپر ہونا ممکن نہیں ہے راجہ نے اپنے موافق راجاؤں سے کمک طلب کی اور اشٹ دیوی سے فتح کی دعا مانگی۔ دیبی نے فرمایا کہ ہندوؤں کا زور گھٹ گیا لیکن گجنی کے نام کا قلعہ ضرور تیار ہونا چاہیے۔ قلعہ بننا شروع ہوا۔ کچھ ہی کسر باقی تھی کہ کسی نے خبر دی۔

رومی پت خراسان پت ہے گئے پاکھر پلے
چنتا ترے چت لگی یسنے جدپت رلے

یعنی اے جدپت راے۔ ہوشیار۔ روم اور خراسان کے بادشاہ سوار۔ ہاتھی پاکھر اور پیدل لے ہوئے آ گئے۔

گج راجہ جادو نے طبل جنگ بجایا۔ فوج مسلح صف بستہ ہوئی دان پن ہوا۔ داد و دہش سے لوگ مالا مال ہو گئے۔ نجومیوں سے نیک ساعت پوچھی گئی۔

ماگھ بدی تیرس کو بر ہسپت یعنی جمعرات کا روز تھا اس روز ایک گھڑی دن چڑھے فوج کا کوچ ہوا۔ دن بھر میں آٹھ کوس کی منزل طے ہوئی۔ دولہ پور میں پڑاؤ پڑے شاہان مخالف دوسری طرف سے بڑھے لیکن شاہ خراسان نے درد شکم سے رات کو قضا کی جس وقت سکندر رومی کو اس حادثے کی خبر پہنچی۔ اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال
کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال

مگر پرجوش بہادروں کا دل بپھر رہا تھا وہ آگے بڑھے۔ ہاتھیوں کی زنجیروں کی آواز کانوں میں گونج رہی تھی۔ گھوڑوں کی ٹاپوں نے آسمان کو غبار سے چھپا دیا تھا۔ زرہ و جوشن پر آفتاب کی روشنی میں آنکھ نہ ٹھیرتی تھی۔ ہاتھیوں سے ساون بہادوں کی گھٹا کا نظارہ پیش نظر تھا۔ جب چار کوس کا فاصلہ رہ گیا تو راجہ گج نے دان پن کیا اور چوگنی کو بیٹھ دے کر اس سرعت سے دھاوا کیا کہ مخالفوں کے گھوڑے چیخ اُٹھے تلواریں بجلی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طرح چمک رہی تھیں اور زرہ بکتر پر کوندے کا عالم تھا۔ مرد میدان شیر کی طرح گرج رہے تھے۔ تلواریں خون میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ نیزوں پر سر تھے اور سر پر نیزے۔ گردن تلوار پر تھی اور تلوار گردن پر۔ جو ہتھیار تھا وہ کاری جو وار تھا وہ جانکاہ جنگ آزماؤں نے خوب دل کھول کر داد شجاعت دی۔ جو تھا بڑھ بڑھ کے ہاتھ مارتا تھا۔۔۔ ہند و قتل ہوئے شاہ خراساں کی پچیس ہزار فوج کھیرے ککڑی کی طرح کٹ گئی اس کو بھاگ کر جان بچانا بھی مشکل ہوگئی ہاتھی گھوڑے چھوٹ گئے تخت شاہی لے جانے کی جرأت نہ ہوئی جادو قوم نے کوس فتح بجایا۔ اور اپنی راجدھانی میں لوٹ آئی۔

دھرم راج جدھشٹر کے سمت ۳۰۰۸ کے موسم بہار اور روہنی نچتر میں بیساکھ کی تیج کو اتوار کے روز گج نے غزنی کے تخت سلطنت پر قدم رکھ کر جادو قوم کی حفاظت کی فتح مذکورہ بالا نے اُس کی شجاعت و طاقت کے جھنڈے گاڑ دئے۔ اُس نے مغرب کے تمام ملکوں میں فتح کا ڈنکا بجایا کمندرپ کیبل راجہ کشمیر کو حاضری دربار کا فرمان بھیجا۔ مگر اُس نے جواب دیا کہ بے لڑے بھڑے مطیع ہو کر مجھے ہنسی کرنا منظور نہیں۔ راجہ گج نے چڑھائی کی راجہ کشمیر نے اپنی لڑکی سے شادی کر دی۔ جس سے سالباہن وجود میں آیا۔

سالباہن بارہ برس کا تھا کہ خراسانیوں نے چڑھائی کی۔ گج نے مندر کے دروازے بند کر کے تین روز تک استت اور پرارتھنا کی چوتھے روز دیبی جی نے کہہ دیا کہ غزنی اب قبضے میں نہ رہیگی۔ لیکن اولاد پھر تخت حکومت پائے گی۔ اور مسلمان مذہب اختیار کر لیگی۔

دیبی جی نے حکم دیا کہ سالباہن مشرقی ہندوؤں میں جائے اور وہاں اپنے نام پر ایک شہر بسائے۔ دیبی جی نے پیشنگوئی کی کہ راجہ گج حفاظت گجنی (غزنی) میں جان دیگا اور بیکنٹھ میں اُس کو افضل جگہ ملیگی۔ سالباہن کے پندرہ فرزندوں سے بہت اولاد پیدا ہوگی۔

جس وقت دیبی جی سے نوشتۂ تقدیر سنا راجہ گج نے اہل خاندان کو جوالا مکھی کے درشنوں کے بہانے سے سالباہن کے ہمراہ مشرق کی طرف روانہ کیا ہی تھا کہ خراسانی لشکر گجنی سے پانچ کوس پر خیمہ زن ہو گیا۔ راجہ گج نے قلعہ کی حفاظت اپنے چچا سہدیو کے سپرد کی اور خود میدان جنگ میں صف آرا ہوا۔ خراسانی فوج پانچ حصوں میں منقسم تھی اور گجنی کا لشکر تین حصوں میں۔ سخت کشت و خون کے بعد راجہ گج اور شاہ خراسان دونوں کام

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آئے پانچ پہر کی لڑائی میں ایک لاکھ مسلمان لقمۂ اجل ہوا اور ۳۰ ہزار ہندو۔ اس کے بعد شاہ خراسان کے بیٹے نے چڑھائی کی شہر گجنی تیس روز تک گھرا رہا۔ سہدیو نے خوب حفاظت کی مہینے بھر بعد اُس نے ساکا کیا۔ جس میں ۹ ہزار بہادر خاک و خون میں لوٹے۔

سالباہن نے اس وحشت اثر خبر سے بارہ روز تک پلنگ سے پیٹھ نہ لگائی زمین ہی کو فرش راحت بنایا۔ پھر پنجاب پہنچکر اُس مقام پر سالباہن پور آباد کیا جہاں قدرت نے پانی وغیرہ کا معقول انتظام کر رکھا تھا یہاں اُس کے ہم قوم شریک حال ہوئے قرب وجوار کے بھومیا لوگوں نے بھی رفاقت اختیار کی۔ سالباہن کی بنیاد سمت بکرماجیت کے بہتر برس بعد ساون کی اشٹمی کو اتوار کے روز پڑی تھی۔ کل پنجاب کو سالباہن نے زیر فرمان کیا اُس کے پندرہ فرزندوں میں سب کے سب طنطنہ جہانگیری بلند کرنے کے قابل تھے ان کے نام یہ ہیں:۔

بلند۔ رسالو۔ دہر۔ سنگلا۔ بچہ۔ روپا۔ سندر۔ لکیہ۔ جس۔ کرن۔ نیما۔ مات۔ نیک۔ گنگو۔ جگو۔

دہلی کے راجہ جیپال تونور کی لڑکی کے ساتھ سالباہن کی شادی ٹھہری۔ ناریل پہنچنے پر بلند برات لیکر راجہ دہلی نے بڑی دھوم دھام سے پیشوائی کی شادی ہوئی اور جب دلہن رخصت ہو چکی سالباہن نے والد کا بدلہ لینے کے لئے دریائے اٹک کا عبور کیا۔ جلال کی ۲۰ ہزار فوج مقابلہ کو آئی۔ لیکن سالباہن نے شکست دی اور غزنی پر تسلط ہو گیا۔ بلند کو غزنی سپرد کر کے اُس نے پنجاب کی راہ لی اور یہیں ۲/۳ ۳۳ برس کی حکومت کے بعد رہگرائے عالم جاودانی ہوا۔

بلند مسند حکومت پر بیٹھا اُس کے بھائی نے پنجاب کے کوہستانی علاقوں پر سکۂ حکومت بٹھایا۔ مگر ترک[1] بھی زور پکڑ رہے تھے۔ اور غزنی کے قرب وجوار میں اُن کی پھر قوت جڑ پکڑ گئی۔ بلند کے عہد میں کوئی لائق و فائق کار پرداز نہ تھا۔ اس لئے یک سرو دہ ہزار سودا کی مثال اُس پر صادق آتی تھی۔ بلند کے سات بیٹے تھے۔

بھٹی۔ بھوپتی۔ کولر۔ بھج۔ سرمور بھیس۔ رکش۔ منگریو۔

---

[1] قوم ترک کو ہندو ترشک کہتے ہیں۔ [2] بابر نے جس کو جغتہ لکھا ہے اور جو قوم جادو کی وانگ یعنی کوہ جادو میں مقیم تھی وہ یقیناً اسی کی اولاد ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھوپتی فرزند ثانی کا بیٹا چگیتو تھا۔ جس سے قوم چگیتو یعنی چغتائی[1] عالم وجود میں آئی چگیتو کے آٹھ فرزند حسب ذیل تھے۔

ویوسی۔ بھیروں۔ کھیم خاں۔ ماہر۔ جے پال[2]۔ دہرسی۔ بجلی خان۔ شاہ سمند۔

بلند نے سالباہن پور کی حکومت اپنے پوتے چگیتو کے سپرد کی اُس نے ملچھوں کا زور دیکھ کر ملچھوں کی فوج ملازم رکھی اور اراکین سلطنت بھی اُنہیں کو بنایا۔ انہوں نے ایسی پٹی پڑھائی کہ بادشاہی بلخ و بخارا کے لالچ میں مسلمان ہو گیا۔ یہ ممالک قوم ازبک کے قبضے میں تھے۔ وہاں کا بادشاہ لاولد تھا۔ چنانچہ چگیتو اُس کی بیٹی کے ساتھ شادی کر کے تخت بلخ و بخارا پر بیٹھا۔ ۲۸ ہزار سوار تابع فرمان ہوئے۔ چگیتو کا سکہ و خطبہ بلخ سے ہندوستان تک جاری ہؤا۔ اور قوم چغتہ مغل وجود میں آئی۔

بلند کے فرزند سوم کولر کے آٹھ بیٹے شیوداس۔ رام داس۔ اسو۔ کرشن۔ سموہ گنگو جسو۔ بھاگو تھے۔ جن کی اولاد کولر مشہور تھی۔ ان میں سے قریباً سب نے مذہب اسلام قبول کیا۔ ان کی کثیر تعداد دریا کی مغربی جانب آباد ہے۔ یہ لوگ بڑے زبردست قزاق ہیں۔

---

[1] قبل اشاعت اسلام سب لوگ ہندو تھے خواہ وہ اندوسیتھک ہوں یا تاتاری۔

[2] یہ اہل اسلام کا پہلا سال تھا کہ گج کی اولاد مسلمان ہو چکی تھی۔ اسلئے قیاس غالب ہے کہ جیپال خوارزم کا فرمانروا ہو

[3] اندوستھک جادو راجوں کا مسلمان ہونا پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ پس اس میں کچھ شبہ نہیں کہ چغتائی کا والد تموچین عرف چنگیز خان ہندو نسل سے تھا جسے مورخین اسلام بھی کافر کہتے ہیں تکش والد شاہ خوارزم کی بھی یہی کیفیت ہے۔ قوم جنک قوم بوتی سے تھا اور دوسرا فرقہ ناک تاتکشک قائم ہوا اور یہی دو فرقے تھے جن کی وسط ایشیا میں خوب دھاک بندھی +

[4] بلند کے ۱۵ بھائی کوہستان میں متسلط ہوئے تھے ان کی اولاد دریائے سندھ کے مغرب میں امن کے بعد قیام گزین ہوئی تھی۔ جس نسل کو یہودی کہا جاتا ہے وہ فرزندان سالباہن کے فتح کردہ مقامات میں مسکن گزیں تھی۔ ضرور ان کا سرچشمہ جادو قوم ہے۔ جس سے بعد تبلیغ اسلام یہودی کا خطاب اختراع کیا گیا۔ اور قرآن سے اپنے حالات نقل کر دئے۔ یوسف زئی کے عظیم فرقہ کا اصلی وطن کابل اور غزنی ہے۔ لیکن اس میں بھی ایک فرقہ جادو کہتے ہیں جس سے مراد جادو کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ فرقہ اب تک فرزندان بلند کے فتح کردہ مقامات میں آباد ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ افغان یہودی نسل سے نہیں۔ بلکہ ان کے رگ و پے میں قوم جادو کا ہی خون ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بلند کا چوتھا بیٹا جنج[1] تھا۔ اس کی اولاد بھی اسی کے نام سے مشہور ہوئی اس کے سات بیٹے تھے۔

چمبو۔ گوگل۔ مہاراج۔ ہنسا۔ بہرادوں۔ رہو۔ جگو۔ ان سب کی اولاد سے مسلمانوں کا ایک فرقہ قائم ہوا۔

بھٹی نے اپنے والد بلند کی جانشینی کے بعد ۱۸۔ راجوں کو زیر کیا۔ ان فتوحات میں بہت سی دولت اس کے ہاتھ آئی جس میں خزانہ سے لدے ہوئے چوبیس ہزار خچر اور ساٹھ ہزار سوار تھے۔ پیادوں کی گنتی نہ تھی۔ مسند نشینی کی رسم لاہور میں ادا ہوئی تھی یہاں اس نے کل فوج جشن مسند نشینی کی تقریب پر طلب کی۔ بیر بھان بگیل راجہ کنک پور اس کا رقیب تھا چالیس ہزار سپاہ لے کر مقابلہ کو آیا لڑائی ہوئی اور بیر بھان رزمگاہ میں جان بحق تسلیم ہوا۔

بھٹی کے زمانے سے کل قوم بھٹی کہلانے لگی۔ اس کے دو بیٹے تھے منگل راؤ مسور راؤ منگل راؤ مسند نشین ہوا۔ لیکن باپ کی طرح اقبال مند نہ تھا۔ دوندی شاہ غزنی نے بڑے خدم و حشم سے لاہور پر لشکر کشی کی منگل راؤ اپنے بیٹے کو لے کر دریا کے کنارے سے جنگل میں بھاگ گیا۔ سالباہن پور کے محاصرے میں مسور راؤ کے بھی چھکے چھوٹ گئے اس نے لاکھی[2] جنگل کی راہ لی اور وہاں کے کاشتکاروں کو زیر کر کے ملک پر مسلط ہو گیا۔ اس کے

---

[1] جنج اور جوہیہ کے اشتراک سے جنجوہہ کا نام ظاہر ہوتا ہے جس کا بابر نے ذکر کیا ہے۔ تواریخ بھٹی میں برہیا قوم کا ذکر ہے۔ مگر اب اس کا وجود باقی نہیں۔ لیکن اس کے ذکر میں ایک فقیر کی دختر موجود ہے۔ جنج کی اولاد کے نشانات اب تک موجود ہیں مثلاً ساحل دریائے گارہ پر مقام جنجیاں اور صحرا میں مقام جنجیانی۔

[2] معلوم ہوتا ہے کہ لاہور اور سالباہن پورہ ایک ہی تھے یا ان میں زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ لاہور کے جنوب میں خانقاہ سکندر کے قریب ایک مقام سانگلہ ہے اور جدید نقشجات جغرافیہ میں سیالکوٹ کیا عجب کہ سالباہن پور یا سالپور اس ویرانے میں آباد ہو جہاں کیل نگری کا شہر آباد تھا۔ پنجاب کے حالات سے ہنوز محققین کو واقفیت نہیں۔ اگر تحقیقات کی جائے تو قدیم تاریخ کا بہت کچھ سرمایہ ہاتھ لگے۔

[3] لاکھی جنگل گھوڑوں کے لئے مشہور تھا مگر ۳۰ برس سے یہاں کے گھوڑوں کی نسل منقطع ہو گئی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دو بیٹے تھے۔ ابھے راؤ۔ سارن راؤ۔ ابھے راؤ نے لاکھی جنگل کے کل مقامات پر قبضہ کر لیا اُس کی کثیر التعداد اولاد ابھوریا بھٹی کہلائی۔ سارن بھائی سے بگڑ کر جدا ہو گیا۔ اس کی اولاد سارن[1] جٹ کے نام سے اب تک پیشۂ کاشتکاری میں مصروف ہے۔

بھٹی کے تارک الوطن فرزند منگل راؤ کے چھ بیٹے تھے۔ معظم راؤ۔ گلرسی مولراج شیوراج۔ پھول۔ کیولا۔

منگل راؤ کی مفروری کے بعد اُس کی اولاد رعایا کے گھروں میں روپوش ہوئی۔ قوم ٹانک[2] کے بھومیاشی داس کے بزرگوں کو منگل راؤ نے زیر کیا تھا۔ اس بخار نکالنے کے لئے اس نے بادشاہ سے مخبری کی آپ کے دشمن کے لڑکے ایک ساہوکار کے یہاں روپوش ہیں۔ بادشاہ کے حکم سے ایک فوج سری دھر کو پکڑ کر دربار میں حاضر لائی بادشاہ نے قسم کھائی کہ سالباہن کے بیٹوں کو وہ نہ لایا تو جورو بچے سب تہ تیغ ہونگے ساہوکار نے کہا راجہ کے لڑکے یہاں ہوں تو میں گناہ گار۔ میرے پاس بھومیا کے لڑکے ہیں جو حملہ کے وقت بھاگ گیا تھا راجہ کو اس بات کا یقین نہ ہوا اور اُس نے حکم دے دیا کہ بھومیا لوگوں میں اس لڑکی کے ساتھ شادی ہو۔ اب کوئی زندگی کی آس باقی نہیں رہی۔ منگل راؤ کے لڑکے زمینداروں کی وضع میں آئے اور جٹوں کے ساتھ کھانا کھا کر اُن کی لڑکیوں کے ساتھ شادی کی۔ اس رشتہ شادی سے کولر راے کی اولاد کلوریا جاٹ کہلائی۔ رلوندراج کی موندا جیت۔ شیوراج کی سیوراجت۔

---

[1] ہندوستان میں جو جٹ کاشتکاروں کا عظیم الشان گروہ ہے وہ اپنے کو جادو قوم کی اولاد اور وطن کو قندھار بتاتا ہے۔ بیانا اور بھرت پور جادو قوم ہی کو اپنا سرچشمہ بتاتے ہیں۔ مگر معلوم نہیں کہ سارن کی اولاد نے اپنا لقب جٹ کیوں رکھا۔

[2] یہ تاک قوم تکش سلا میں آباد تھی۔ روزنامچہ بابری میں درج ہے کہ مغرب کے رخ ایک جنگل تاک کہلاتا ہے جو دریاے اٹک سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے مسٹر الفنسٹن بھی ایسا ہی لکھتے ہیں جس سے واضح ہے کہ شہر اور دریا دونو تاک قوم کے نام سے معروف ہوئے۔ ناگا قوم ناگ بنسی کہلاتی تھی جس کا کل ہندوستان میں دور دورہ ہو گیا تھا اس میں ذرا بھی شک نہیں اولاد تکش سلا میں اومفس جس کا نام تھا اسکے معنی یونانی زبان میں سانپ کے ہیں اور یہ سب اسی امر کی شہادتیں ہیں زمانہ ماضیہ میں یہاں تاک لوگ آباد تھے۔ مہابھارت میں بیان ہے کہ راجہ جنمیجے نے اپنے والد پر مکتب والی اندر پرستھ کی جان کا بدلہ تکشک سے لیا تھا۔ چنانچہ بنائے مخاصمت ظاہر ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پھولا اور کیولا کی اولاد نے نائی اور کمہار کا پیشہ اختیار کیا۔

منگل راؤ پہلے دریائے گارا کے جنگلوں میں پناہ گزین ہوا تھا۔ پھر دریا عبور کر کے ایک اور علاقے پر قابض ہوا اس زمانے میں دریائے مذکور کے ساحل پر قوم برہا[1] کا مسکن تھا اور اس کے بعد بوتا نان[2] دیہ قوم اب نیست و نابود ہے، راجپوت سکونت پذیر ہوئے لودروا کے دیہات میں سودا اور سودرا راجپوت فروکش تھے۔ برمار قوم کا پوگل میں مسکن تھا۔ چنانچہ راجہ سوڈھا کی رضامندی سے منگل راؤ نے علاقجات مذکور میں اپنی حکومت جمائی اور مخالفوں سے اطمینان حاصل کیا۔

منگل راؤ کے ساتھ اس کا فرزند سالباہن پور سے مفرور ہو گیا تھا۔ اس نے مسند حکومت پائی۔ راجگان گرد و نواح سب مطیع ہوئے نذریں پیش کیں۔ تحفہ تحائف نذر کئے۔ امرکوٹ کے راجہ سسو ڈکی لڑکی کے ساتھ شادی ہوئی۔ جس سے تین فرزند زینت کا نشانۂ دولت ہوئے۔

کیہر۔ مولراج[5]۔ گوگلی

کیہر نے خوب دستبرد کی۔ پانچ سو سواروں کا ایک قافلہ ارور سے ملتان کو جا تا رہا تھا

[1] اس قوم کے لوگ اب مسلمان ہیں اور بہت سے کالعدم ہو گئے۔

[2] بوتا قوم کا اب کہیں نام نشان نہیں

[3] یہ قوم نوکی مارو کے پرمار کے لقب سے یہاں کی قدیم باشندہ ہے۔

[4] سودا اور راجۂ امرکوٹ مدتوں سے جنگل میں مقیم ہیں اور عجب نہیں کہ یہ وہی قوم سوگدی کے بقائے نام ہوں جس کا حملہ اسکندر کے زمانے میں ذکر آیا ہے۔

[5] مولراج کے تین بیٹے تھے۔ راجپال۔ لوہوا۔ چوبرا۔

راجپال کے رتیو اور گیگو دو فرزند تھے۔ جن میں سے رتیو کے پانچ فرزند ہوئے۔ دھوکہ۔ پرمر بودہ۔ کولرو۔ جیپال۔ ان سب کی اولاد علیحدہ علیحدہ حاکم ریاست ہوئی۔ جن میں سے گیگو کی اولاد نے گہنگار کا خطاب پایا۔ اس کی حکومت گرنار میں تھی۔ گہنگار کے خاندان کی سورو شٹر میں شہرت ہے۔ اس خاندان میں سے جو شخص جونا گڑھ گرنار کے حاکم ہوئے۔ چونکہ خاندان بالکل مٹ گئے لہذا خامہ فرسائی فضول ہے۔

[6] یہ مقام درہ باکا سندھ میں کبھی دارالریاست تھا جس کی تحقیقات مجھے ۱۸۱۱ء میں ہوئی۔ بقول ابوالفضل اور راجہ مہرش کا دارالریاست تھا۔ جس کی شمال میں کشمیر تک اور جنوب میں سمندر تک حکومت تھی +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس نے بھی اونٹوں کی تجارت کے بہانے سے قافلہ کو پنج ندی[1] کے پار لوٹا اور سب کو پکڑ لایا اس کے فتح سے اُس کے نام کی شہرت ہوئی اور اس کی اور اُس کے دو لڑکوں کی شادی کا پیغام دیوراجہالور والا نے دیا۔ شادیاں بڑی دھوم دھام سے ہوئیں۔ کیہر نے لوٹتے وقت تنوت دیبی کے نام پر ایک قلعہ تعمیر کیا۔ ابھی یہ قلعہ ناتمام ہی تھا کہ مظفر راؤ نے عالم جاودانی کا سفر اختیار کیا۔

کیہر سنگھ کی مسند آرائی کے بعد قلعہ تنوت پر براہا کے رئیس براہا راجہ جسرتھ نے اس وجہ سے حملہ کیا کہ اس کی سرحد پر قلعہ کیوں بنایا گیا مقابلہ و محاصرہ ہوا لیکن مولراج نے ایسی حفاظت کی کہ محاصرین خود محاصرے سے دست بردار ہو گئے۔

سمت ۷۸۸ مطابق ۷۳۱ء میں ماگھ سندی پورنماشی کو منگل کے دن تنوت کا قلعہ تیار ہو گیا۔ تنوماتا کے مندر کی پرستھا ہوئی۔ قوم براہا نے صلح کی اور مولراج کے ساتھ رئیس قوم کی لڑکی کی شادی ہوئی۔

ملک مارواڑ میں جادو بھٹی کی حکومت کا ذکر ہو چکا۔ اب چار زمانوں کا ذکر کیا جاتا ہے

(۱) خاندان جادو کے بزرگان سلف کا زمانہ

(۲) جادو قوم کے عزیز و اقارب کے ہمراہ ہرکلی و پانڈو کلی کے ساتھ شرکت۔ دریائے سندھ کے مغربی ممالک کی طرف عزم۔ مروستھلی میں سکونت۔ غزنی کی بنیاد۔ شاہان خراسان و روم سے جنگ۔

(۳) زابلستان سے اخراج۔ پنجاب میں سکونت۔ سالباہن پور کی آبادی۔

(۴) پنجاب سے اخراج۔ سرسر واقع ملک مارو میں آمد۔ قلعہ تنوت کی تیاری۔

اس تاریخی واقعہ کا ثبوت کامل طور پر بہم پہنچ چکا۔ کہ وسط ایشیا میں قوم جادو حکمران رہی اور جب مسلمانوں کا عروج ہوا تو اس نے ہندوستان میں سکونت اختیار کی اگر یہاں کے اندوسیتھک راجہ کے ہاتھ سے اینٹی اوکس بادشاہ قتل نہ ہوا ہوتا تو بادشاہان سیریا و بکیٹریا کی مشہور لڑائیاں ادھوری معلوم ہوتیں۔ یونان نے جس کو سوگانیس

[1] پنج ندا اس مقام کو کہتے ہیں جہاں پنجاب کے پانچوں دریاؤں کا اتصال ہوا ہے۔ اہل جیسلمیر اس کے حالات سے واقفیت نہیں۔ صرف پیغام پر آگاہ ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لکھا ہے وہ نام ضرور سوبا ہو اور اُس کے پوتے گج کے نام سے مشتق ہیں۔ ان دونوں فرمانروایان غزنی سے بادشاہ خراسان جنگ آزما ہوا تھا۔

ملک سرو سیر یعنی سیستان کے دورویہ دروں میں بھی جادو قوم سکونت پذیر تھی۔ سند سمانا سام کی اولاد ہے جو جادو کی طرح ایک شاخ خاندان کا مورث اعلےٰ تھا اور جسے اہل یونان سلیس کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس کی اولاد میں سے ایک فرمانروا نے دریاے سندھ پر سکندر سے ٹکر لی تھی۔ اس کی دارالریاست سانا نگری دریاے سندھ میں ضابنا کے نام سے مشہور تھی۔ جس کو یونانی سیناگر کہتے تھے۔

یہ امر خالی از دلچسپی نہیں کہ چغتائی قوم جادو کی اولاد ہے۔ اور رانا یان مارواڑ کے تارک الوطن بزرگ باپا کی اہل خراسان۔ ایسے ایسے واقعات سے ثابت ہے۔ کہ ہندو مذہب دنیا کے دور دراز مقامات میں جاری تھا اور وسط ایشیا سے ہند تک برابر آمدو رفت جاری تھی۔ آنروے دریاے اوکسیانا یعنی ٹرنسوکسیانا سے ملک پنجاب تک تحقیقات سے کام لیا جائے تو بہت کچھ معلومات حاصل ہو سکتی ہے تحقیقات کے مقام سالباہن پور۔ کمپل نگری۔ بھیٹر۔ جادو کا دانگ پیوسی اور اوچ کے سات شہر ہیں مگر ٹیکسائلز یعنی تکش سلا میں بہت کچھ تحقیقات کی گنجائش اور وہیں معلومات کا خزانہ مخفی ہے۔ اگر یہاں تلاش کی جائے تو محققین کو ملک افریقہ سے زیادہ یہاں سرمایہ بہم پہنچے۔ وجہ یہ کہ یہ سرزمینیں علم و ہنر کی کانیں تھیں اور ان میں وہ وہ علوم مخفی ہیں جو انسانی لیاقت پر قہقہہ اُڑائیں +

باب - ۲

راجہ کیہر۔ خلیفہ ولید کی ہمعصری۔ کثیر الاولادی سے خاندانوں کی بنیاد۔ کیہر کی فتوحات۔ قتل تنو کی مسند نشینی۔ براہ اور لنگاہ پر حملہ آوری۔ راجہ ملتان کی فوجکشی۔ تنوت کا محاصرہ۔ حملہ آور کی ہزیمت۔ والی تنوت کی رئیس بوتا کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بیٹی کے ساتھ شادی۔ اولاد۔ دفینے کی دستیابی۔ بیجبوت
قلعہ کی تعمیر۔ تنو کی وفات۔ بجے رائے کی مسند آرائی۔ قوم
براہ پر شرکت۔ قوم لنگاہ کی وجہ سے لشکر کشی۔ دیوراج
کی جانبری۔ تنوت پر مخالفوں کا قبضہ۔ رعایا کا قتل۔
دیوراج کی بوتا کے مقام پر ماں سے ملاقات۔ دیوراول
کی تعمیر۔ رئیس بوتا کا حملہ۔ گرفتاری کے بعد قتل۔ دیوراج
کی جوگی سے ملاقات۔ مُریدی۔ اختیار لقب راول۔ دیوراج
کے ہاتھ سے قوم لنگاہ کا قتل۔ قوم لنگاہ کی سوانح عمری۔
لودروا میں دیوراج کی فتحیابی۔ لودرا راجپوتوں کی شکست۔
فرمانروائے دھار سے عوض۔ تشریح رسوم ماتم۔ دھار
پر حملہ۔ لودروا میں واپسی۔ تالابوں کی تعمیر۔ دشمنوں کے
ہاتھوں سے قتل۔ راول موند کی جانشینی۔ خون والد کا
عوض۔ موند کے فرزند بجھرا کی پٹن انہلواڑا میں شادی۔
تاجران اسپ کے کارواں کی گرفتاری۔ باہو بھٹی کی
شکست۔ مقام پوگل پر قبضہ۔ بجھرا کے فرزند دوساج کی
کھیچی سردار پر لشکر کشی۔ دوساج اور اُس کے تین بھائیوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی خاندان گہلوٹ میں شادی۔ عہد پیمائی۔ بجھرا کی وفات۔ دوساج کی مسند آرائی۔ راجۂ ہمیر سوڈھا کی لشکر کشی۔ فرزندان دوساج میں سے لانگا بجے راے فرزند خورد کی سدھ راج سولنکھی راجہ انہلواڑہ کی بیٹی کے ساتھ عقد بندی۔ جیسل اور بجے راج دیگر فرزنداں دوساج۔ بھوج دیو فرزند بجے راے کی گدی نشینی۔ جیسل کا دعوے مسند۔ سلطان غور سے درخواست اعانت۔ رفاقت کی قسم۔ حصول کمک۔ لودروا پر فوج کشی اور لوٹ مار۔ بھوج دیو کا قتل۔ جیسل کی مسند نشینی۔ لودروا سے نقل مقام۔ جدید دار الریاست کی تجویز۔ سری کرشن جی کی پیشنگوئی جیسلمیر کی بنیاد۔ جیسل کی موت۔ سالباہن فرزند دوم کی مسند نشینی

گذشتہ باب میں جو تحقیقات تاریخی درج ہے۔ اُس سے بہر کیف بھٹی فرمانرواؤں کے حالات بہت کچھ دریافت ہوتے ہیں۔ راجہ جدھشٹر کے سمت ۳۰۰۸ میں بادشاہان روم و خراسان پر جادو قوم کی فتحیابی اور سمت ۷۲ میں سالباہن کے

لے روزنامچۂ بابر میں درج ہے کہ دریاے سندھ کے غربی باشندوں کو تمام باشندگان ہند خراسانی کہا کرتے تھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اخراج زابلستان سے جادو قوم کے ترک مقام اور پنجاب[1] میں سکونت گزینی کی تاریخیں پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتیں ہاں صحرا میں سکونت اور تنونت ابتدائی دارالحکومت کی بنیاد کے واقعات کی مختلف صورتوں سے تصدیق ہوتی ہے۔ یہ معاملات سمت ۷۸۷ یعنی ۷۳۱ء کے ہیں۔

بھٹی قوم کی تاریخوں میں کیہر کا نام بہت عظمت کے ساتھ لیا گیا ہے۔ غالباً یہ راجہ خلیفہ ولید کا ہمعصر تھا۔ خلیفہ ولید نے سب سے پہلے ہندوستان پر فوجکشی کی اور ارور نامی سندھ کی دارالریاست پر قبضہ جمایا۔

کیہر کے پانچ بیٹوں سے پانچ خاندانوں کی بنیاد پڑی۔ ان کے نام یہ ہیں تنو ارتی راے۔ چنر۔ کافریو۔ تہائم۔ یہ پانچوں بھائی نہایت اقبالمند تھے۔ انہوں نے راجپوتوں سے چنا کا علاقہ چھین لیا۔ لیکن راجپوت بھی تاک میں رہے۔ اور عین شکار کے موقع پر کیہر کی جان لے لی۔

تنو نے مسند نشینی کے بعد براہ اور لنگاہا کے مقام غارت کئے۔ لیکن حسین شاہ حاکم لنگاہا کے پٹھان زرہ جوشن وغیرہ پوشاک آہنی زیب تن کئے تھے۔ دودی کہیچی گکھڑ مغل۔ جوہیا۔ جودر سیّد قوموں کے دس ہزار سوار تین فوجوں میں تھے انہوں نے براہ میں پڑاؤ ڈالا۔ براہ کے باشندوں نے بھی اُس کا ساتھ دیا۔ تنو نے اپنی فوج سے چار روز تک مقابلہ کیا۔ پانچویں روز قلعے کے دروازے کھلوا دئے۔ اور بجے راے اپنے بیٹے کے ساتھ تلوار لے کر قلعے سے نکل پڑا۔ اُس کی تلوار نے خون برسانا شروع کیا تو سب سے پہلے براہ قوم بھاگ کھڑی ہوئی۔ پھر اور اُسروں نے میدان جنگ خالی کیا۔ راؤ تنو کو بہت سامال واسباب ہاتھ آیا اور اس فتح کا آوازہ سنکر بوتابن کے رئیس جیجو نے اپنی بیٹی کی شادی کے لئے ناریل بھیجا اور عہد و پیمان کیا کہ والی ملتان کے مقابلے میں وہ راؤ موصوف کا دست و بازو رہیگا۔

تنو کے پانچ بیٹے بجے راے۔ مکور۔ جیتنگ۔ الن اور راکیچو تھے۔ جن میں

---

[1] بھٹی قوم کو پنجاب سے نکلے ہوئے گیارہ صدیاں گذر گئیں اور مذہب تک تبدیل ہو گیا لیکن پھر بھی بھٹی قوم کی بود و باش اب تک ثابت ہے الفنسٹن صاحب کے بقول پنڈی بھٹیاں بھٹی کا چک وہ مقام ہے جو سالباہن پورہ کہلاتا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے مکور کے بیٹے منا ہ کے دو لوز نظر تھے مہولا اور وکاؤ۔ وکاؤ نے ایک تالاب تعمیر کر کے اپنے نام سے موسوم کیا۔ اس کی اولاد پکور سوتر مشہور ہوئی جس نے پیشۂ تجارت اختیار کیا۔

جیتنگ کے دو بیٹے تھے۔ رتن سی اور چوہڑ۔ رتن سی نے بھیکم پور کے ویرانے کو شہر کی رونق دی اور چوہڑ کے فرزندوں نے اپنے نام سے کولاسر اور گرراج سر تعمیر کیے۔

الن کے چار بیٹے ہوئے دیوسی۔ ترپال۔ بھاونی۔ راکیچو۔ دیوسی کی اولاد نے پیشۂ ریباڑی یعنی ساربانی اختیار کیا۔ راکیچو کی اولاد نے پیشۂ بقالی کو ذریعۂ بسر اوقات بنایا اور فرقۂ اوسوال میں شامل ہوگئی۔

تنو کو بیجا بنسی دیوی کی عنایت سے ایک دفینہ مل گیا جس سے اُس نے بیجنوت نامی قلعہ دیوی کے نام پر تعمیر کر کے سمت ۸۱۳ مطابق ۷۵۷ء کے اگہن سدی ۱۳ کو رونہی پتھر میں دیوی جی کی پرتشٹھا کی اور اس جشن کے بعد بکانیٹھ کا سفر اختیار کیا۔

بچے راے نے سمت ۸۷۰ مطابق ۸۱۴ء میں مسند حکومت پر قدم رکھتے ہی پرانے حریف رئیس براہ پر لشکر کشی کی اور قوم براہ کا خون بہا کر مقام مذکور پر قبضہ کیا۔ سمت ۸۹۲ میں رانی بوتا کے بطن سے دیوراج عالم وجود میں آیا۔ اور اُس کے بعد اقوام براہ اور لنگاہ کی فوج کشی کا ایسا معقول تدارک کیا کہ اُن کے چھکے چھوٹ گئے اور دغا بازی سے مطلب گانٹھا۔ اُنہوں نے اظہار اتحاد کی غرض سے رئیس براہ کی لڑکی کی شادی بچے راؤ کے ساتھ ٹھہرائی۔ اور جب برات گئی تو راجہ کو آٹھ سو رشتہ مندوں کے ساتھ قتل کر دیا۔ دیوراج ایک پروہت کے گھر میں جا چھپا۔ اُس کی تلاش ہوئی تو پروہت نے اُسے جنیو پہنا کر برہمن ثابت کرنے کے لیے۔ اُس کے ساتھ کھانا بھی کھالیا۔ دغا بازوں نے شہر تنوت میں قتل عام کیا جس کے بعد بھٹی کی قوم کچھ دنوں تک بے نام و نشان رہی۔

عرصہ دراز تک دیوراج چھپا رہا۔ لیکن پھر دل کڑا کر کے بوتا میں پہنچا۔ جس وقت اس نے اس مقام پر اپنی ماں کو زندہ پایا۔ اس کی خوشی کی حد تھی نہ اُس کی والدہ کی مسرتوں کی انتہا ماں دیکھتے ہی دوڑ پڑی اور سر سے نمک اوتار کر پانی میں ڈالتے ہی بولی کہ اسی طرح دشمن گھلیں۔

دیوراج کو فاقہ کشی کی لوبت تھی تنہ دستی سے زچ ہو کر اُس نے ایک گاؤں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مانگا۔ رئیس نے درخواست منظور کی لیکن اس کے رشتہ داروں نے بھانجی ماری اور صرف چرسہ بھر زمین دیوائی نگیا نامی معمار قلعہ بہیٹر نے حکمت عملی کی چرسہ بھر زمین پر ماگھ سودی پنجمی کو سوموار کے دن پکھ پنجھر (سمت ۹۰۹) میں قلعہ تعمیر ہوا۔ جس کا نام دیوگڈھ عرف دیوراول رکھا گیا۔

رئیس بوتا کو خبر پہنچی کہ نواسا قلعہ تعمیر کر رہا ہے اُس نے اپنی فوج کو قلعہ کھدوانے کا حکم دیا فوج پہنچی تو دیوراج نے اپنی ماں کو قلعے کی کنجیاں دے کر نانا سے کہلا بھیجا کہ آپ قلعے کے مالک ہیں افسران فوج کو حکم ہو کہ قبضہ کریں مگر مجھے کچھ صلاح مشورہ بھی کرنا ہے۔ اس لئے دس دس افسر فوج بات چیت کر جائیں۔ درخواست منظور ہوئی۔ اور دس دس افسر باری باری گئے جن کا تلوار نے خاتمہ کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ بے سر کی فوج افشائے راز پر بھاگ کھڑی ہوئی۔

تھوڑے ہی دنوں کے بعد اُس کا گرو جوگی بابا رتا آیا اسی نے براہ میں اس کا تحفظ کیا تھا۔ اس کو دیوراج نے سدھ کا خطاب دیا۔ کسی روز جوگی موصوف کہیں سیر و تفریح کے واسطے چل دیا۔ دیوراج جانتا تھا کہ اس کی جھولی میں کرامات ہے چنانچہ رس کو نپ چوری سے نکال لیا اور کیمیا کا ایک قطرہ تلوار پر ڈالا تو سارا لوہا کھرا سونا بن گیا۔ دیوراج جوگی کی جھولی اور رس کو نپ یعنی رسائن کا برتن لیکر وہاں سے چمپت ہوا اور کیمیا کی بدولت قلعۂ دیوراول کی تعمیر شروع کی۔ جوگی چور سے آگاہ تھا۔ وہ سیدھا دیوراج کے پاس پہنچا اور کہا کہ چیلہ ہو تو دونوں چیزیں بخشی جائیں۔ دیوراج نے گیروے کپڑے پہنے کانوں میں مندرے ڈالے۔ لنگی پہنی۔ لنگوٹا باندھا اور کھپر لئے ہوئے عزیزوں سے بھیک مانگنے نکلا۔ جس دروازے پر الکھ الکھ کی آواز لگائی۔ کھپر سونے جواہرات سے بھر گیا۔ دیوراج نے اس فقیری بانے سے راؤ کے خطاب کے عوض راول کا لقب اختیار کیا۔ ماتھے پر تلک لگایا۔ اور نسلاً بعد نسلٍ اس رسم کے قائم رکھنے کا وعدہ کر کے جوگی کی یادگار قائم رکھی۔

دیوراج کو قوم براہ سے عوض لینے کی دھن سمائی اور ایسا عوض لیا کہ عورتوں کے دوپٹے تک چھین لئے۔ جب دیوراول کی طرف پلٹا قوم لنگاہ کے دارالقرار کی طرف عنان عزیمت پھیر دی۔ لنگا کا وارث مسند برات لئے جا رہا تھا۔ راستے میں مٹھ بھیڑ ہوئی ہزار لنگاہ کے بہادر تہ تیغ ہوئے باقیوں نے ہتھیار ڈال کر اطاعت قبول کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لنگاہ راجپوت بڑے بہادر کہلاتے ہیں۔ اُن کا دلاوری میں نام ہے۔
قوم لنگا جب تک پنجاب سے نکل کر صحرائے ہند میں مقیم ہوئی اس کا ذکر جادو بھٹی کی لڑائیوں میں جابجا ہوگا۔ اس لئے یہاں یہ کہدینا لازمی ہے کہ اُن کا حسب نسب کیا ہے۔ جس زمانے کا ذکر کیا جاتا ہے اُس زمانے میں یہ راجپوت قوم چار اگنی کل میں سے سولنگھی عرف چالوک نسل کی شاخ شمار کی جاتی تھی۔ اُن کے گوتر سے واضح ہے کہ اُن کی بود و باش پنجاب کے لونکوٹ میں تھی۔ مگر جب کوہ آبو میں سکونت اختیار کی تو برہمنوں کے نقش قدم پر قدم رکھنے لگے۔

قلعہ تنوت سمت ۷۸۷ (۷۳۱ء) میں تیار ہوا سات سو تینتالیس برس یعنی سمت ۱۵۳۰ مطابق ۱۴۷۳ء تک بھٹی اور لنگاہ قوموں میں برابر معرکہ آرائی جاری رہی۔ اور موخر الذکر سمت میں اُس آخری جنگ نے فیصلہ کر دیا۔ جس میں دونوں قومیں بلا مدد غیرے جنگ آزما ہوئیں۔ اُس وقت راجہ جاجک مسند حکومت پر جلوہ افروز تھا۔ اور اس معرکے کے بعد بہت ہی جلد بابر کی فتوحات نے اس قوم کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ تاریخ فرشتہ ہمارا ہمخیال ہے۔ کہ رئیس لنگاہ ملتان کے شاہی خاندان میں سے تھے۔ پانچ راجاؤں میں پہلے راجہ نے ۴۷۸ھ مطابق ۱۰۸۵ء میں راول جاجک کی وفات سے ۳۰ برس بیشتر مسند حکومت پر قدم رکھا تھا۔ بقول مورخ اسلام جب خضر خاں سید نے تخت دہلی پر قدم رکھ کر شیخ یوسف کو صوبہ دار ملتان معین کیا۔ کل راجپوتوں نے اُس کی اطاعت قبول کی۔ رائے سہرا رئیس سیوی لنگاہ قوم کا سرغنہ تھا۔ اس نے اظہار تہنیت کیلئے صوبہ دار سے ملاقات کی۔ لڑکی سے شادی کا پیغام و سلام ہوا آخر کار جعل و فریب کھل گیا شیخ پابزنجیر دہلی میں روانہ کیا گیا۔ اور رئیس سیوی نے قطب الدین کے نام سے ملتان کی بادشاہت کا تاج اپنے سر پر رکھا۔ مولف تاریخ فرشتہ قوم لنگاہ کو افغان بتاتا ہے تاریخ ابوالفضل کے رو سے ساکنان سیوی کی قوم لومڑی معلوم ہوتی ہے۔ یہ قوم جٹ کی کثیر التعداد شاخ مذہب اسلام قبول کر کے بلوچ مشہور ہو گئی۔ بھٹی تاریخیں ایک جگہ اسے راجپوت لکھتی ہیں۔ دوسری جگہ پٹھان۔ رائے سہرا کے عہد میں پٹھان یا افغان تھے ہی نہیں چنانچہ رائے کے خطاب سے صاف ظاہر ہے کہ اُن کی قوم ہندو تھی۔

مسٹر الفنسٹین کا قیاس ہے کہ افغان یہودی خون سے نہیں اور پشتو زبان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں یہودی زبان کا لفظ کوئی نہیں بلکہ ژند اور سنسکرت کے الفاظ شامل ہیں میرے یقین کرنے کے وجوہ ہیں کہ افغان جادو قوم کی نسل میں ہیں اور یادو کا لفظ کثرت استعمال سے یہودی ہو گیا۔ لیکن یہ بات تحقیق طلب ہے کہ جادو قوم جیٹ یا جوٹی یا کیا ہے۔

دیوراول کے جنوب میں لودر راجپوتوں کی بستی ہے جسے لودروا کہتے ہیں یہ دارالریاست بہت وسیع اور بارہ دروازوں کا عظیم الشان شہر ہے۔ لودر راجپوتوں کے پروہت کسی بات پر خفا ہو گئے اور انہوں نے دیوراج کو ابھارا کہ لودروا کو فتح کرے۔ قوم لودر کا رئیس نربھان تھا اُس کی لڑکی کے ساتھ شادی ٹھیرائی گئی۔ دیوراج برات لے کر گیا بارہ ہزار چیدہ سوار جلوہ میں تھے جو ہیں لودروا کے دروازے کھلے دیوراج شہر میں داخل ہوا اور تلواریں میاں سے نکل پڑیں۔ لودر راجپوت قتل ہوئے۔ دیوراج دلہن کو لیکر دیوراول کو لوٹ آیا۔ لودروا میں فوج محافظ متعین کی۔ اسی وقت دیوراج کی طاقت کچھ کی کچھ ہو گئی ۱۵۶ ہزار سوار فوج میں تھے اور ایک لاکھ اونٹ۔

اتفاق سے انہی دنوں دیوراول کا جس کرن تاجر دھارانگری میں گرفتار ہو گیا تھا اُس کو برج بھان پنوار نے بہت سا روپیہ لینے کے بعد رہائی دی۔ یہ تاجر دیوراج کے پاس حاضر ہوا۔ اور ہتھکڑی بیڑی کے نشان دکھائے۔ راجہ دیوراج غصے سے آگ ہو گیا اور قسم کھائی کہ بے عوض لئے دائیں ہاتھ کا کھانا حرام ہے فاصلہ بہت تھا۔ آمدورفت میں دقت تھی۔ اس لئے تجویز ٹھیری کہ دھار یہیں تعمیر کی جائے اور اس پر چڑھائی کر کے قسم اتار دی جائے مصنوعی دھار پر فوج کشی ہوئی۔ فوج میں پنوار راجپوت بھی تھے۔ اُنہوں نے نقل کو اصل تصور کر کے اپنی قوم کی عزت رکھنے کے لئے غرضی دارالریاست کی حفاظت کرنے کا بیڑا اُٹھالیا اور یہ کہتے ہوئے تلوار میان سے نکال لی۔

جہاں پنوار تہاں دھار ہے دھار جہاں میں پنوار
دھار بنا پنوار نہیں نہیں پنواریں دھار

پنوار راجپوت تیج سی اور سارنگ سرمدروں کے تحت میں دھار کے محافظ ہوئے ۱۲۰ بہادر بڑی جان بازی سے لقمۂ اجل ہوئے۔ دیوراج جوش دلاوری سے نہایت خوش ہوا اور مقتولین کے پس ماندوں کی پرورش کی۔ دیوراج نے یوں قسم پوری کر کے دھار کا عزم کیا۔ جن لوگوں نے مزاحمت کی زیر ہوئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پانچ روز تک برج بھان نے مقابلہ کیا۔ لیکن آٹھ سو سپاہی کھیت رہے اور اُس کی بھی میدان جنگ میں جان گئی۔ دیوراج فتح کا پھریرا اُڑاتا ہوا لودروا میں آیا جسے اُس نے قبل میں فتح کیا تھا۔

موند اور چیدو دیوراج کے فرزند تھے۔ چیدو کی ماں قوم براہ سے تھی جس کے پانچ فرزند تھے۔ اس کی نسل چیدو راجپوت کے لقب سے ملقب ہے دیوراج نے دیوراول کے علاقہ کہدال میں کئی تالاب کھدوائے تنوت میں تنوت سر اور دیوسر تالاب تعمیر کئے۔ کسی روز وہ محدودے چند رفیقوں کے ساتھ عازم شکار تھا کہ راستے میں چنار راجپوت کی ایک جماعت آلوٹی راجہ ۲۲ ہمراہیوں کے ساتھ قتل ہوا اس نے پچپن برس حکومت کی۔ اُس کے ماتم میں تمام عزیزوں اور قرابت داروں نے سر منڈوایا مونچھیں کٹوائیں صرف مونڈ نے یہ رسم نہیں ادا کی۔

مونڈ نے بارہ روز میں موتے کی کل رسمیں ادا کیں۔ اڑسٹھ کنوؤں کے پانی میں ایک سو آٹھ درختوں کی پتیاں ڈالنے کے بعد ترپن کیا گیا۔ ایک شریف عورت نے کاجو زرد شن کر کے آرتی کی۔ پنچامرت۔ موتی۔ جواہرات۔ مچھر۔ دوب پھول۔ آئینہ۔ کنواری لڑکی۔ رتھ۔ جھنڈا۔ نیل پتر۔ سات قسم کے کاغذ۔ دو مچھلیاں۔ گھوڑا۔ ہاتھی۔ بیل۔ سنکھ۔ کنول کا پھول۔ پانی کا کلس۔ چنور۔ تلوار۔ پچھیا۔ پالکی۔ ملتانی مٹی۔ اور مختلف قسم کے کھانے اور اور چیزیں فراہم کی گئیں۔ موند ماگھ چرم پر بٹھلایا گیا۔ لونگرہ اور بدن پر گیروا کپڑا تھا اور بھبوت جسم پر ملی ہوئی تھی کانوں میں مندرے تھے اور سر پر چنور جھلا جاتا تھا۔ ساتوں دیپ کے نقشے کھینچے گئے ضروری رسمیات کے بعد اُس نے راج سنگاسن پر قدم رکھا۔ ارکان دولت و رؤسائے ریاست نے نذریں پیش کیں۔ اور ٹیکا دوڑ کی رسم شروع ہوئی۔ مونڈ چیدہ فوج کے ساتھ دیوراج کے قاتلوں پر جا ٹوٹا۔ آٹھ سو آدمی خاک پر سلا کر دل کا بخار نکال لیا۔ بجھر اموند کے چاردہ سالہ فرزند کی شادی راجہ پٹن یعنی بلیسہ سین سولنگھی کی لڑکی کے ساتھ قرار پائی۔ شادی ہوئی مگر تھوڑے ہی دنوں میں باپ بیٹے یکے بعد دیگرے راہی ملک بقا ہوئے۔

سمت ۱۰۳۵ میں ساون کی دواوشی کو اتوار کے دن کن پھٹے جوگی نے معمولی طریق

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے راول بجھرا کو مسند نشین کیا اس کے پانچ بیٹے تھے۔ دوساج۔ سنگھ۔ باپی راؤ۔ اکھو۔ مال پساؤ۔ یہ بیٹے ایسے کثیر التعداد ہوئے کہ ایک خاص فرقہ قائم ہو گیا۔

لودروا میں سوداگران اسپ کا ایک کارواں وارد ہوا جس میں مغرب سندھ کے ایک پٹھان رئیس کا لکھی گھوڑا بھی تھا۔ اس گھوڑے کی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی دوساج اور اس کا بیٹا دریاے سندھ کے پار جا پہنچا۔ اور غازیخاں پٹھان رئیس کو تہ تیغ کر کے کارواں کو گرفتار کر لایا۔

سنگھ کے فرزند سچارائے کے بیٹے کا نام بلا تھا جس کے دو راحت جاں تھے رتنا اور جگا۔ انہوں نے جگرناتھ پر ہاروالی مندور پر حملہ کر کے پانچ سو اونٹ قبضے میں کئے۔ سنگھ کی نسل سنگھ راؤ راجپوت کے لقب سے مشہور ہے۔

پاہو اور ماندن۔ باپی راؤ کے فرزند تھے۔ جن میں سے بیرم اور نوکر فرزندان پاہو کی اولاد پاہو راجپوت کہلاتی ہے۔ جس نے بھیکم پور سے نقل مقام کر کے دیپی جمال تک جوہیا کی خدمت قبضے میں کی اور پوگل کو دارالریاست قرار دیا۔ اور گردلواح میں بہت سے کنوئیں کھدوائے جو باہو کا کنواں کہلاتے ہیں۔

ناگور واقع مارواڑ کے قریب مقام کہانو میں جدر نامی سردار قوم کھیچی بڑا غارتگر تھا پوگل تک اس کی لوٹ مار سے آفت مچی جس سے بہت سے بھٹی بھی تیغ بدعت کی نذر ہوئے۔ دوساج نے گنگا اشنان کی تیاری کی بہت سے ہمقوم ساتھ ہوئے اور اس بہانے سے عین غفلت میں کھیچی قوم پر حملہ کر کے جدر کو راہی عدم کیا اور اس کے نوسو رفیق خاک پر سلائے۔

دوساج نے پرناب سنگھ گہلوٹ رئیس علاقہ کہر کی چار لڑکیوں کے ساتھ اپنی اور اپنے تین بھائیوں کے شادیاں کیں اور ایسا سونا برسایا کہ لوگ امیر ہو گئے رئیس گہلوٹ نے بھی صرف ہمت کی اور پندرہ دیوادھاری یعنی چراغ بردار بھاری لڑکیاں بھی جہیز میں دیں۔ زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ قوم بلوچ کھدال پر حملہ آور ہوئی محاربۂ سخت میں پانچ سو راجپوت کام آئے جو بچے وہ دریا کے پار بھاگ گئے۔

دوساج اساڑھ سمت ۱۱۰۱ بکرمی میں مسند نشین ہوا۔ ہمیر والے سوڈھا اور دوساج

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation-Chennai and eGangotri

باہم رشتہ دار تھے۔ مگر نہ اُس نے رشتہ مندی کا خیال کیا نہ گفتگوے صلح کا اور چڑھائی کر کے خوب لوٹ مار کی۔ دوساج وہاں سے بھاگا تو دھات پر قبضہ کیا۔ اس کے دو فرزند جیسل اور بجے راج تھے۔ تیسرا فرزند بجے راے رانا وت خاندان میواڑ کی راجکماری کے بطن سے اوائل عمر میں تولد ہوا تھا۔ اُس کو دوساج کی وفات کے بعد ارکان ریاست نے عنان حکومت سونپی۔ اس کی شادی سدھ راج جے سنگھ سولنگھی والی گجرات کی راجکماری کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس وقت اس کی ساس نے تلک لگایا تو کہا بیٹا شمالی دروازے پر بادشاہ اور ہمارے درمیان روک لوٹک رکھنا۔ بادشاہ کے چیتے اب تیز ہوتے جاتے ہیں۔

بھوج دیو رانی پٹن کے بطن سے تھا۔ بجے راے کے بعد پچیس برس کی عمر میں لودروا کی گدی پر بیٹھا۔ دوساج کے فرزندوں کا سن زیادہ ہو گیا تھا جن میں جیسل کی عمر ۲۵ سال کی تھی اور بجے راج کی عمر ۳۲ سال کی۔

راے دھول پنوار ادیاوت دھاروالہ کی نسل میں تھا۔ دوساج کی وفات کے کئی سال بعد اس نے اپنی لڑکیوں کی شادی جے پال عرف اجے پال سولنگھی فرزند سدھ راج۔ بجے راج بھٹی اور راناے چتوڑ کے ساتھ کی تھی۔ جس وقت اور برائتیں پہنچی تھیں۔ اس وقت راجہ بھٹی بھی سات سو سواروں کے ہمراہ لودروا سے دھار میں پہنچ گیا تھا۔ اور جب واپس آیا تو چندلنگ کا ایک مندر اور اس کے نزدیک ایک تالاب تعمیر کیا۔ پنوار رانی کے بطن سے راہر نامی فرزند تولد ہوا جس کے دو بیٹے تھے۔ نتسی۔ کیکسی۔

بھوج دیو کی مسند نشینی کے بعد اُس کے چچا جیسل دیو نے دعوے ریاست کیا لیکن اس کے پانچ سو سولنکھی راجپوتوں کی رفاقت نے آنچ نہ آنے دی۔ یہ وقت وہ تھا جب راجہ پٹن بھٹہ میں بادشاہی فوج کے ساتھ جنگ آزما تھا۔ جیسل اپنے دو رشتہ مند سواروں کے ساتھ بیچ ندی میں پہنچا اور شاہ غور سے ملاقات کی۔ ان دنوں بادشاہ راجہ بھٹہ پر غالب ہوا تھا۔ اور اُس کی فوج قلعے میں فتح کے پھریرے اڑاتی تھی۔ جب بادشاہ سندھ کی طرف روانہ ہوا تو جیسل نے قدیم دارالریاست اروڑ میں اپنی خواہش ظاہر کر کے متابعت کی حلف اٹھائی۔ کمک ملی اور لودروا کا محاصرہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہؤا۔ بھوج دیو تہ تیغ ہؤا۔ دو دن ساکنان لودروا کو مال واسباب اٹھالے جانے کی مہلت دی گئی تیسرے دن بادشاہی فوج نے شہر کو لوٹا۔ کریم خاں کو بہت دولت ہاتھ آئی اور اور وہ بھکر کو چلدیا۔

جیسل نے دارالریاست کو غیر محفوظ سمجھ کر لودروا سے پانچ کوس کے فاصلہ پر جائے حفاظت کی تلاش میں ایک واحب التعظیم برہمن کے درشن کئے اُس نے حکم دیا کہ کاگ ندی ترتیا جگ سے کاگ رشی کے نام سے موسوم ہے یہاں جب پانڈوؤں نے سری کرشن جی کے ساتھ جگ کیا تھا تو کرشن جی نے فرمایا تھا۔ کہ بہت عرصے کے بعد میری نسل کا ایک راجہ اس مقام کے ترکوٹا پہاڑ پر قلعہ تعمیر کر کے شہر آباد کریگا۔ ارجن نے پانی کی خرابی کی شکایت کی کرشن جی نے سودرشن چکر سے پہاڑ میں شگاف ڈال دیا۔ جس سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ یہ کہہ کر ایسل رشی نے سنگین کتبہ دکھایا جس میں اس مضمون کی نظم کندہ تھی۔

"اے جدوبنسی کے راجہ اس مقام پر آباد ہو۔ اس قلعۂ کوہ پر تین کوٹ کا قلعہ بنا۔ لودروا تباہ ہوگیا۔ وہاں سے جیسالو کا مقام پانچ کوس پر بہت محفوظ ہے۔ اے جادو قوم کے راجہ جیسل لودروا سے نقل مقام کر کے اس جگہ قلعہ بنائے"

یہ کتبہ دکھا کر ایسل رشی نے خواہش ظاہر کی کہ قلعے کا مغربی میدان اُس کے نام سے موسوم ہؤا اور ساتھ ہی حکم لگایا کہ ڈھائی دفعہ قلعے پر آفت آئیگی بہت خون خرابہ ہوگا۔ اور آخر میں حکومت جاتی رہیگی۔

سمت ۱۲۱۲ مطابق ۱۱۵۶ء میں ساون دواد شی کو اتوار کے دن جیسلمیر کی بنیاد پڑی۔ تمام باشندگان لودروا اسی روز مال واسباب لے کر وارد جیسلمیر ہوئے اور عمارتیں بننے لگیں۔ جیسل کے دو بیٹے تھے۔ ایک کیلن دوسرا سالباہن ان دونو نے سودل قوم پاہو کی اولاد کو ارکان ریاست مقرر کیا اور اپنی لیاقت سے بہت طاقتور ہوئے۔ ان کے عہد میں چنار راجپوتوں نے کہاوں پر حملہ کر کے دشمنی کا عوض لینا چاہا۔ مگر لوٹی باہیں گلے پڑیں۔ خود دم دبانے بن پڑی۔ جیسل کی زندگی پانچ سال کے بعد دغا دے گئی اور سالباہن کو مسند حکومت حاصل ہوئی +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۔ ۳

قوم بھٹی کی تاریخ قدیم پر ایک نظر۔ جیسل کی جدید دارالریاست میں دوازدہ سالہ زندگی۔ کیلن فرزند کلاں کی جلاوطنی۔ سالباہن کی مسند نشینی۔ قوم کاتھی پر حملہ۔ راجہ بدری ناتھ کی جانشینی۔ دارالریاست میں سالباہن۔ کی عدم موجودگی۔ بیجل فرزند سالباہن کا حکومت پر قبضہ۔ کہدال میں سالباہن کی واپسی۔ بلوچوں کے ہاتھ سے قتل۔ بیجل کی خودکشی۔ کیلن کی مسند آرائی۔ کہدال پر خضر خاں بلوچ کی لشکر کشی۔ کیلن سے جنگ۔ چاچک دیو کی جانشینی۔ چنار راجپوتوں اور امرکوٹ کی قوم سوڈھا پر فتحیابی۔ صحرا کے راٹھوروں کی سرکوبی۔ چاچک دیو کے بعد اُس کے چھوٹے پوتے کرن کی مسند نشینی جیت سی بنیرۂ کلان کی محرومی۔ براہ راجپوت کی کرن کے یہاں پناہ گزینی۔ اس کی استعانت۔ لکھن سین جانشین کرن کی سادہ لوحی۔ اُس کا عزل۔ پون پال کی حکومت جلاوطنی۔ رانانگ دیو اس کے پوتے کا ماروت اور پوگل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں عمل دخل۔ پون پال کے بعد جیت سی کی طلبی۔ مسند نشینی۔ پرمار راجہ مندور کو علاء الدین خلجی کے خلاف مدد دہی۔ فرزندان جیت سی کا خراج شاہی پر دست تصرف۔ بادشاہ کی طرف سے فوج کشی۔ جیسلمیر پر حملہ۔ جیت سی کی طرف سے صف آرائی۔ محاصرۂ قلعہ۔ فوج شاہی کی ہزیمت۔ قوم بھٹی کی ثابت قدمی۔ راول جیت سی کا انتقال۔ محاصرے کی طوالت۔ رتن سی اور محبوب خان افسر فوج شاہی کی دوستی۔ مولراج کا راج تلک۔ لشکر شاہی کی شکست۔ قلعبند راجپوتوں کی قلت رسد سے پریشانی۔ ساکا کا عزم مستقل۔ رتن سی کے بنیوں کی محبوب خان کی حفاظت میں سپردگی۔ مسلمان افسر کا برتاؤ۔ آخری دھاوا۔ مولراج اور رتن سی وغیرہ کی بہادرانہ موت۔ حملہ آوروں کا جیسلمیر پر قبضہ۔ قلعے کی بربادی۔

مسلمان کا قلعہ سے ترک تعلق

تواریخ بھٹی کا آغاز ۱۳۱ء یعنی اخراج ملک پنجاب قیام تنوت واقع صحرائے ہند سے شروع ہوا۔ اور اس کا سلسلہ ۱۵۶۱ء یعنی بنائے جیسلمیر تک قائم رہا۔ اس زمانے کا مختصر بیان ہم اصلی تاریخ سے قلمبند کر کے وضاحت مضمون کے لئے حاشیہ اپنی طرف سے حوالۂ قلم کرتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قلعۂ تنوت کی تیاری سے تحریر حالات تک گیارہ سو برس کا زمانہ ہؤا جس میں یہاں کی تاریخ میں واقعات بکثرت پیش آئے اور زمانۂ جہالت کے واقعات قریب قریب ویسے ہی ہیں جیسے دوسری ریاستوں میں ہوتے رہے ہیں۔ سوا چار سو برس کے جو حالات گذشتہ باب میں تحریر ہو چکے ہیں اُن میں ایک ایسے فرقے کا تذکرہ ہے۔ جسے اپنی نیکنامی اور بہادری کے تنزل کا خیال بھی نہ تھا۔ اور چونکہ اُس نے صحراے اعظم ہند میں آبادی قائم کی اس لئے اُس کے حالات دلچسپی سے خالی بھی نہیں بہت سی قومیں اس زمانے میں بنیں بگڑیں نئی نئی قوموں کا عروج اور نئی نئی ریاستوں کا فروغ ہؤا۔ لیکن تاریخ میں مذہب کا ذکر نہیں با اینہمہ معلوم ہو سکتا ہے کہ زابلستان اور سالباہن کی انڈو سیتھک اقوام ہندو قوم سے مختلف نہ تھیں۔ اور منوجی کے بقول وسط ایشیا کی سک۔ یوں۔ پہلوی۔ کہا سا[1] قومیں سب کی سب چھتری یا راجپوت ہیں۔

جیسل نے دارالریاست جیسلمیر بنا کرنے کے بارہ برس بعد قضا کی۔ لیکن فرزند کلاں پاہو وزیر کی ناراضگی سے مسند نشین نہ ہو سکا۔ گدی سالباہن اُس کے چھوٹے بیٹے کو ملی۔

سالباہن سمت ۱۲۲۴ مطابق ۱۱۶۸ء میں مسند آرا ہؤا تاریخ جیسلمیر میں اس کے نام کی بہت شہرت ہے اس نے قوم کاٹھی[2] باشندۂ جہالور و اراولی کے سردار راؤ جگ بھان پر حملہ کیا۔ راؤ میدان جنگ میں کام آیا۔ گھوڑے اور ساز و سامان راجگی سالباہن کے ہاتھ آئے اور اس کا اس فتح سے دور دور تک نام ہؤا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ بیجر۔ بانر۔ ہسو۔

غزنی سے اخراج کے بعد سالباہن اول قوم جادو کی اولاد بدری ناتھ جی کے

---

[1] اس نام کی ایک مسلمان قوم صحرا میں آباد ہے۔ مسٹر انفنسٹین کہوسا خیل قوم کا حال بیان کرتے ہیں۔ قوم کہوسا کاشف میں قیام پذیر تھی۔

[2] قوم کاٹھی وہی ہے جو سکندر سے جنگ آزما ہوئی تھی۔ ان کی آبادی ملتان کے قرب و جوار میں تھی جہاں قوم لنگاہ کی موجودہ سکونت ہے۔ قوم بھٹی نے اراولی کے متصل حملہ کر کے ایک گروہ کو زیر کیا تھا سوراشٹر میں کاٹھیاواڑ اسی کے نام سے مشہور ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پہاڑ پر قابض ریاست تھی۔ یہاں کے فرمانروا کا کوئی وارث نہ تھا۔ اُس کی وفات پر جیسلمیر سے ایک راجکمار کی طلبی ہوئی۔ ہسو ولد سالباہن وہاں پہنچا ہی تھا کہ پیغام قضا آگیا۔ اس کی حاملہ رانی سے درخت پلاس کے نیچے پلاسو نامی فرزند کی ولادت ہوئی جو مسند آرا ہوا۔ اور ریاست کو اس کے نام پر پلاسو کے لقب سے شہرت ہوئی۔

مانسی دیورا راجۂ سروہی نے شادی کا ناریل روانہ کیا تو راول سالباہن بیجل اپنے فرزند اکبر کو عنان حکومت سونپ کر وہاں راہی ہوا راول ایک دھا بھائی تھا اس نے اُڑادی کہ راول شکار شیر ہوا۔ بیجل اُس کے بہکانے میں آگیا اور راجہ بن بیٹھا سالباہن نے واپسی پر بیٹے کی بہت چاپلوسی کی لیکن وہ حکومت سے دست بردار نہ ہوا۔ راول نے مجبوراً کھدال کی راہ لی۔ لیکن بلوچوں نے راستے میں سو ہمراہیوں کے ساتھ قتل کر دیا۔ بیجل اُس کے بعد کسی بات پر دھا بھائی سے ناراض ہوا اور دونوں میں مار پیٹ ہوئی۔ بیجل سے یہ ذلت گوارا نہ ہوئی اور تلوار سے خودکشی کر لی۔

سالباہن کے مخروج بڑے بھائی کیلن کی اب طلبی ہوئی اُس نے پچاس برس کی عمر میں مسند حکومت کو رونق بخشی۔ اس کے چھ فرزندوں میں دوسرے اور تیسرے فرزند پلہن اور جے چند کی کثیر التعداد اولاد جیسر اور سیہانا راجپوت مشہور ہوئی باقی چار فرزند یہ تھے۔ چاچک دیو۔ بیتم سی۔ پیتم چند۔ اوسراؤ۔

اس عہد میں خضر خاں بلوچ نے دریائے سندھ عرف مہران کا دوبارہ عبور کیا۔ پانچ ہزار فوج نے علاقۂ کھدال پر چڑھائی کی۔ کیلن سات ہزار فوج سے صف آرا ہوا۔ خضر خاں قتل ہوا۔ پندرہ سو فوج نہ تیغ ہوئی۔ کیلن ۱۹ برس حکمران رہا۔

سنہ ۱۲۱۹ء مطابق سمت ۱۲۷۵ میں چاچک دیو نے مسند حکومت پر قدم رکھا۔ اس نے چنار راجپوت پر فوج کشی کر کے دو ہزار فوج نہ تیغ کی اور ۱۴ ہزار مویشی قبضے میں کیے۔ مغلوب جماعت نوم جو ہیا کے یہاں پناہ گزین ہوئی۔ اس کے بعد ہی چاچک دیو راجہ سوڈھا یعنی رانا روم سی پر حملہ آور ہوا۔ روم سی نے بھی چار ہزار سوار لے کر مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھا کر امرکوٹ میں پناہ لی۔ اور اپنی لڑکی اس کے ساتھ بیاہ کر رضامند کر لیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

علاقہ کیہر میں تھوڑے عرصے سے راٹھوروں نے بود و باش اختیار کر کے شرارت شروع کی۔ چاچک دیو نے راجہ سوڈھا کی مدد سے سرکوبی کی۔ رانا کو جیسول اور بالوترا کا قبضہ حاصل ہوا۔ لیکن چھاڈو اور اس کے بیٹے ٹیڈو نے اپنی لڑکی سے شادی کر کے صلح کر لی۔

چاچک دیو نے ۴۲ سال حکومت کر کے وفات پائی اُس کے فرزند تیج راو نے ۴۲ برس کی عمر میں مرض چیچک سے انتقال کیا۔ راول چاچک دیو کرن اپنے چھوٹے پوتے کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ جیت سی بڑے پوتے سے زیادہ محبت نہ تھی اس لئے اُس نے مرتے وقت رؤسائے قوم کے مشورے سے کرن کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

کرن کی مسند آرائی کے بعد جیت سی نے گجرات کی راہ لی۔ اور مسلمانوں کا ملازم ہو گیا۔ اس زمانے میں ناگور مظفر خاں کے تصرف میں تھا اس کے ہمراہ پانچ ہزار سوار رہتے تھے۔ جن کی لوٹ مار سے خلقت تنگ تھی۔ اس نے بھگوتی داس بھومیا قوم براہ کو پیغام دیا۔ کہ اپنی لڑکی بھیجدے۔ بھومیا کی بود و باش ناگور سے ۱۵ کوس کے فاصلے پر تھی۔ لیکن ۱۵ سو سواروں کی طاقت سے کام لینے نہ دیکھ کر اس نے تارک الوطنی پسند کی۔ جس وقت عیال و اطفال مع مال اسباب جیسلمیر کو جا رہے تھے۔ مظفر خاں نے گاڑیوں پر حملہ کیا۔ کل عورتیں اس کے ہاتھ آئیں بھگوتی داس سیدھا جیسلمیر ہی پہنچا۔ اور کرن سے فریاد کی۔ کرن مظفر خاں پر حملہ آور ہوا۔ خان مذکور کی جان لی تین ہزار مخالف تہ تیغ کئے۔ اور بھگوتی داس کو اس کی ریاست پر متسلط کر دیا۔ کرن نے ۲۸ سال حکومت کر کے ملک بقا کی راہ لی۔

لکھن سین نے سمت ۱۳۲۷ یعنی ۱۲۷۱ء میں مسند حکمرانی پر جلوس کیا یہ ایسا بھولا تھا کہ رات کو سیاروں کے چلانے پر لوگ کہدیا کرتے تھے کہ مارے سردی کے چیخ رہے ہیں تو لکھن سین اُن کے لئے دگلے بنوانے کا حکم دیتا تھا جب سیار پھر چلائے تو کہدیا گیا کہ دگلے بنوا دئے گئے اس پر اس نے اُن کے رہنے کو رہنے تعمیر کرا دئے۔ جن میں سے بعض اب تک قائم ہیں۔ راؤ سونگر اکیتر دیو اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لکھن سین ہمعصر تھے۔ راؤ مذکور کی جان لکھن سین کی رانی نے بچائی تھی۔ لکھن سین زن مرید اور غفل سے خارج بھی تھا۔ رانی نے امرکوٹ سے اپنے بھائیوں کو بلوایا سودائی شوہر نے انہیں نہ تیغ کرواڈالا۔ اُن کی لاشیں قلعے سے پھکوائی گئیں چار برس کی حکومت کے بعد ارکان دولت نے اُسے معزول کرکے اُس کے بیٹے پون پال کو گدی دیدی۔

پون پال کی بدمزاجی سے اس کا ریاست سے اخراج ہؤا۔ جیت سی کی گجرات سے طلبی ہوئی۔ اور اُس کے لئے دارالریاست سے کچھ فاصلے پر سکونت مقرر کی گئی۔ اُس کے فرزند لاکھسی کے بیٹے راور رینگ دیو نے مقام ماروت مقبوضہ جوہیا اور مقام پوگل مقبوضہ قوم نہوڑی فتح کئے۔ یہ دونو قومیں لٹیری تھیں جن کے سردار اُس کے پنجے میں اسیر ہوئے۔ اس کے بعد اُس نے پوگل میں سکونت اختیار کی۔ سادول راول راور رینگ کا بیٹا عشرت پسند بھی تھا اور جنگ آور بھی چنانچہ باپ بیٹوں نے تمام قرب وجوار کی لوٹ کا سامان انہیں مقامات میں محفوظ کیا۔

سمت ۱۳۳۲ یعنی ۱۲۷۶ء میں جیت سی مسند نشین ہؤا۔ اُس کے فرزند مولراج اور رتن رسی تھے۔ جن میں سے اول الذکر کے بیٹے دیوراج کی شادی سونگرا والی جھالور کی لڑکی کے ساتھ ہوئی۔ جب روپ سی پرہار راجۂ مندور پر محمد شاہ خونریز میدان جنگ میں غالب آیا تو روپ سی اپنی بارہ لڑکیوں کو لے کر راول جیت سی کی پناہ میں آیا۔ اور راول سے مارو میں جاے سکونت پائی۔

دیوراج کی شادی متذکرۂ صدر سے تین فرزند عالم وجود میں آئے جنگھن سرون۔ ہیمر۔ ہیمر نہایت شجاع اور مرد میدان تھا۔ اس نے کمبوسین پر فوج کشی کرکے علاقہ مہود سے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔ جیتو۔ لونکرن اور میہڑ اس کے فرزند تھے۔ اس کے عہد حکومت میں علاؤالدین خلجی ہندوستان کے قلعوں میں مصروف پیکار رہتا۔ جس وقت بھٹہ اور ملتان کے ڈیڑھ ہزار گھوڑے اور ڈیڑھ ہزار اونٹ زر وجواہرات سے لدے بندھے دہلی میں خراج شاہی لئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاتے تھے۔ جیتو وغیرہ تینوں بھائیوں نے تاجر کا بھیس کیا۔ اور سات ہزار گھوڑے اور بارہ ہزار اونٹ ساتھ لے کر پنج ند کے ساحل پر قافلۂ شاہی کے متصل مقیم ہوئے۔ اور رات کو چار سو مغلوں اور چار سو پٹھانوں میں سے بہتوں کو راہی ملک عدم کر کے قافلے کی کل دولت اپنے قبضے میں کر لی۔ فوج محافظ خراج جو سلامت بچی بادشاہ کی خدمت میں فریادی ہوئی جس پر حکم ہوا کہ لٹیروں کی اچھی طرح گوشمالی کی جائے بادشاہ اجمیر میں انا ساگر پہ خیمہ زن تھا۔ جیت سی کو خبر معلوم ہوئی تو سامان رسد کے ڈھیر لگا دئے قلعے میں دشمنوں کے مارنے کو پتھروں کا بھی انبار لگ گیا۔ بڑھے بچے اور مستورات جنگل میں پوشیدہ کی گئیں دارالریاست کے چاروں طرف عمارتیں کھدوائی گئیں۔ قلعے میں راول اور اس کے بیٹوں نے پانچ ہزار فوج کے ساتھ مقابلے کا انتظام کیا دیوراج اور ہیمر قلعے کے باہر رہے کہ شاہی لشکر سے مڈبھیڑ کریں۔ بادشاہ خود اجمیر میں رہا۔ خراسانیوں اور قریشیوں کی زرہ پوش فوج دل بادل کی طرح اُمنڈی۔ ۵۶ موروچوں پر تین ہزار سات سو بہادر سپاہی معین کئے گئے۔ دو ہزار فوج کمک کے لئے علیحدہ رکھی گئی پہلے ہفتے میں سات ہزار مسلمانوں کا خون ہوا امیر محبت اور علی خاں دو برس تک مصروف کارزار رہے۔ لیکن دیوراج اور ہیمر کی دلیری و شجاعت کی وجہ سے محصورین پر آنچ نہ آنے پائی۔ فوج شاہی کی مجال نہ تھی کہ آگے بڑھ سکے یا پیچھے ہٹے۔ ان دونوں کی وجہ سے شاہی رسد مندور سے فوج اسلامیہ میں نہ پہنچ سکتی تھی۔ آٹھ سال تک کھدال۔ برمیر اور دھات قلعے میں محصور رہے۔ اس کے بعد جیت سی ۱۸ برس حکومت کر کے راہگرائے عالم جاودانی ہوا۔ قلعے ہی میں کریا کرم کئے گئے۔ آٹھ برس کی مدت محاصرہ میں رتن سی اور نواب محبوب خاں کی دوستی ہو گئی۔ دونوں لشکروں سے کچھ دور کیجر اور خت کے نیچے ملتے جلتے رہتے تھے معدودے چند ہمراہیوں کے سوا کوئی محل صحبت نہ ہوتا تھا۔ شطرنج بچھتی تھی ہنسی دل لگی ہوتی تھی مگر جب معرکۂ کارزار گرم ہوتا تھا تو دونوں وہ ہاتھ دکھاتے تھے کہ لوگ عش عش کرتے تھے۔

مولراج ایام محاصرہ ہی میں مسند آرائے حکومت ہوا۔ جب رتن سی اور محبوب خاں سے اسی درخت کے نیچے ملاقات ہوئی تو مسند نشینی کا چرچا ہوا۔ محبوب خاں بولا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ بادشاہ کو باہمی دوستی کا حال معلوم ہوگیا۔ اُن کا مجھ پر عتاب ہے۔ کہ محاصرے نے کیوں طوالت کھینچی چنانچہ کل پوری طاقت سے دھاوا ہوگا۔ فوج شاہی نے دوسرے روز حملہ کیا سخت لڑائی ہوئی محصورین قلعہ نے وہ جوہر شجاعت دکھایا کہ ۹ ہزار حریف قتل ہوئے۔ اور باقیماندہ فوج بھاگی۔ اس کے بعد کمک پہنچی محاصرہ قائم رہا لیکن قلعے میں رسد ختم ہوگئی اور ہر طرف سے گولے برسنے لگے۔ مولراج قلت رسد سے گھبرایا روسائے ریاست اور بیگمی نے ساکا کرنے کی تجویز کی یہ لوگ قتل ہونے کی تیاری میں تھے ہی کہ فوج شاہی کے خود بخود چھکے چھوٹ گئے اور بھاگ کھڑی ہوئی۔

فوج شاہی کے بھاگنے پر رتن سی محبوب خاں کے چھوٹے بھائی کو قلعے میں لے آیا اس نے قلعے میں قلت رسد اور محصورین کی مایوسی دیکھی تو واپسی پر فوج شاہی کو خبر کی۔ لشکر اسلام پھر قلعے پر حملہ آور ہوا مولراج نے اپنے بھائی رتن سی کو لعنت ملامت کی کہ اسی نے پھر آفت سے سامنا کرا دیا۔ رتن سی نے کہا کچھ مضائقہ نہیں عورتیں جلا دی جائیں۔ فضول اسباب دریا برد کیا جائے۔ اچھی چیزیں زمین میں دفن کر دی جائیں اور ہم سب تلوار لے کر قلعے سے نکل پڑیں اور اس طرح سورگ کی راہ لیں سب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور جادو قوم کی نیکنامی اور جیسلمیر کی شہرت برقرار رکھنے کے لئے آمادہ ہوگیا مولراج بولا ہم سب تلوار کے دھنی ہیں۔ ہمارے ہتھیاروں کا کام ہے کہ دلائے ریاست کے کام آویں۔ ہم لوگ چھتری ہیں چھتریوں کے سامنے کون موچھوں پر تاؤ دے سکتا ہے کوہ پیکر ہاتھی بھی ہماری قوم کے سامنے ٹھیر نہیں سکتا۔ تمہاری تلوار دل کے ہاتھ میری عزت ہے۔ دشمن پر جتنے ہاتھ صاف ہونگے اتنی ہی تمہاری عزت بڑھیگی۔ یہ کہکر مولراج اور رتن سی رلواس میں گئے۔ رانیوں سے کہا کہ ہم تمہارا سہاگ تمہیں سونپتے ہیں قومی عزت بچاکر سورگ میں ملینگے۔ سوڈھارانی مسکرائی اور کہا کہ بہت بہتر کل صبح سورگ کا سفر ہوگا۔ اور رانیوں نے بھی اس کی تائید کی۔ رات تیاری سفر میں بسر ہوئی۔ صبح کو پوجا پاٹ دان پن ہوا۔ رلواس کے دروازے پر بھیڑ لگ گئی۔ سب قبائل سے رخصت ہوئے۔ اور جوہر کی رسم ادا ہونے لگی۔ ۲۴ ہزار عورتیں قربان ہوئیں۔ کسی نے تلوار سے جان دی کسی نے آگ میں جل کر۔ زمین پر خون کا دونگرا برس گیا۔ جلتی ہوئی چتاؤں کے دھوئیں سے آسمان پر کالی گھٹائیں چھا گئیں۔ ہر عورت ہنستی بولتی سورگ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو جلدی تمام قیمتی چیزیں جل گئیں۔ تنکا بھی محاصرین کے لئے نہ چھوڑا۔ راجپوتاب کٹنے مرنے کو تیار ہوئے۔ اشنان دھیان پوجا پاٹ۔ دان پن سے فراغت پاکر گلے میں تلسی دل رکھا۔ گلے میں سالگ۔ رام کی مورت پہنی۔ پوشاک آہنی زیب تن کرکے زعفرانی لباس پہنا۔ سر پر مور رکھ کر آپس میں گویا ہولی ملے۔ تین ہزار آٹھ سو بہادروں نے اپنے مالکوں پر جانیں نثار کرنے کی ٹھیرالی۔ اس وقت اُن کے چہرے پر جلال برس رہا تھا۔ آنکھیں خون میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اور انتظار تھا کہ کب تلوار سے تلوار بجتی ہے۔

رتن سی سے اپنے دو فرزندان خورد سال کی موت گوارا نہ ہوئی۔ اُس نے محبوب خاں اپنے دوست اور قوم کے دشمن سے استدعا کی کہ وہ گرسی (دوازدہ سالہ) اور کنر کو اپنی حفاظت میں لے۔ اُس نے حلف کے رو سے اطمینان دلاکر ان کو اپنے پاس بلالیا۔ اور بہت محبت کا اظہار کرکے دو برہمن ان کی خورد و نوش اور حفاظت و تربیت کے لئے مقرر کر دئے۔

دوسرے روز حملہ ہوا۔ محصورین قلعے سے نکل پڑے۔ خون کا دریا بہنے لگا۔ رتن سی نے ایک سو بیس امیران لشکر شاہی کے خون سے تلوار سرخ کرکے جان دی مولراج برچھی لئے ہوئے مسلمانوں کو خاک و خون میں لٹاتا تھا۔ دشمنان بدکار بہت مارے گئے۔ راجہ جادو سات سو عزیزوں کے ساتھ قتل ہوا۔ حملہ آور قلعے میں داخل ہوئے۔ محبوب خاں نے مسلمان لاشوں کو جلوادیا سمت ۱۳۵۱ یعنی ۱۲۹۵ء اس جوہر اور ساکا کے واسطے یادگار رہے گا۔ دیوراج نے بخار سے وفات پائی۔ فوج شاہی دو برس قلعے میں مقیم رہی۔ پھر سب دروازے تیغہ کرواکے قلعے کو بیکار کر دیا۔ بھٹی لوگوں کے پاس نہ دولت رہی تھی نہ جنگی طاقت کہ قلعے پر قبضہ کرتے یا افتادہ و شکستہ حصے درست کراتے۔ اس لئے عرصہ دراز تک قلعے کی حالت دی رہی۔

باب ۴۰

ویرانۂ جیسلمیر میں مہود کے راٹھوروں کی آبادی

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اخراج۔ دودو رئیس بھٹی کا خطاب راول فیروز شاہ کے گھوڑوں پر دست برد۔ جیسلمیر پر شاہی حملہ۔ ساکا کی رسم۔ عورتوں کی خودکشی۔ دودو وغیرہ کی میدان جنگ میں موت مغلوں کی ہندوستان پر حملہ آوری۔ بھٹی کے رئیسوں کو حصول آزادی میں کامیابی۔ راول گرسی کا عروج۔ جیسلمیر کی مرمت و آبادی۔ کیہر فرزند دیوراج۔ فال نیک۔ رانا گرسی کی تنبیت سے آثار اقبالمندی۔ قوم جیسر کے ہاتھ سے گرسی کا قتل۔ کیہر کی مسند آرائی بلادیوی کی رسم ستی۔ فرزندان ہیمر کی جانشینی کی وصیت۔ ملک میواڑ میں جیت کی شادی کا انعقاد۔ عہد شکنی۔ بھائیوں کا قتل۔ راؤ رنگ سے پاداش۔ پسماندگان کیہر۔ بسی فرقۂ غلاماں کے ہمراہ فرزندان کلاں کا گروب میں نقل مقام۔ راؤ رنگ کے بیٹوں کا قبول مذہب اسلام۔ قتل والد کے معاوضے کا خیال۔ ابھوریا بھٹی کی ہمراہی کی وجہ سے وراثت سے محرومی۔ کیہر کے فرزند سوم کا کھدال پر قبضہ۔ قوم دہیا کا اخراج۔ دریائے گھٹہ عرف گارا پر کیلن کے قلعے کی تعمیر۔ اقوام جوہیا ولنگاہ کا امیر خاں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قمری بلوچی کی سرداری میں قلعے پر حملہ۔ چاہل اور موہل اقوام کی پیخ کنی تک توسیع حکومت۔ راؤ کیلن کی خاندان سما کی لڑکی سے شادی۔ سما قوم کا حال۔ علاقۂ سما پر قبضہ اور دریائے سندھ تک سرحد کی وسعت۔ کیلن کا انتقال۔ چاچک کی مسند نشینی۔ ماروت میں دارالریاست کی بنیاد۔ رئیس ملتان کی چاچک سے مخالفت۔ چاچک کی لشکر کشی۔ فتح۔ مال غنیمت کے ساتھ ہروٹ میں واپسی۔ دوسری فتح۔ پنجاب میں فوج کی تقرری۔ سہپال رئیس دوندی پر فتحیابی۔ اسونی کوٹ۔ جیسلمیر سے بگاڑ کا نتیجہ۔ ہیبت خاں سے اتحاد۔ پیلی بنگا پر راؤ چاچک کی چڑھائی۔ قوم گھکر۔ قوم لنگاہ کا خروج دیناپور سے فوج کا اخراج۔ راؤ چاچک کی علالت۔ راجہ ملتان سے جنگ۔ دیناپور میں آمد۔ آغاز جنگ کی مذہبی رسمیات۔ تلوار کی پوجا۔ چاچک اور اُس کے ہمراہیوں کا قتل۔ سودائی کمبھو کا نرغہ۔ باپ کا عوض قتل۔ برسل کا دیناپور میں قیام حکومت۔ کروڑ میں آمد۔ لنگاہ اور بلوچ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قوموں کی لشکر کشی۔ شکست۔ تاریخ جیسلمیر کا دوسرا دور۔ مہم پنجاب سے واپسی پر راول برسی کی راؤ برسل سے ملاقات۔ بابر کا ملتان پر قبضہ۔ اقوام بھٹی کی تبدیلی مذہب راول برسی سے سل سنگھ تک چھ پشتیں

قلعہ جیسلمیر کی تباہی کو چند سال گذر گئے تھے کہ بایو جی راٹھور رئیس مہود کے فرزند جگمل نے جیسلمیر کی آبادی کا انتظام کیا وہ رسد کے سات سو چھکڑے اور ایک فوج جرار لیکر ویرانے میں پہنچا۔ دودو اور تلکسی جیسر کے فرزندوں نے خبر پاکر اچانک حملہ کر دیا قلعے پر قبضہ حاصل ہوا۔ رسد کا کل ذخیرہ ہاتھ آیا۔ اس کے بعد دودو نے راول کا خطاب اختیار کر کے جیسلمیر کی آزمایش کے لئے توجہ مصروف کی۔ اُس کے شیر دل اور جنگ آور بھائی تلکسی نے بھی بلوچ۔ منگولیو۔ مہو اور دیورا کو زیر کر کے آبو اور جھالور کی سونگرا قوم پر رعب حکومت جمایا۔ اور اجمیر تک لوٹ مار کی اور رانا ساگر سے فیروز شاہ کے گھوڑے چھین لئے۔ فیروز شاہ نے جیسلمیر پر چڑھائی کر دی۔ محاصرے میں پھر ساکا اور جوہر کی کارروائی نے ریاست تباہ کی۔ سولہ ہزار راجپوت عورتیں آگ میں جلیں یا جنجر مار کر مر گئیں۔ دودو اور تلکسی میدان جنگ میں قتل ہوئے۔ ایک ہزار سات سو راجپوتوں نے دریائے خون میں کشتی حیات غرق کی دودو کی حکومت دس سال رہی۔

محبوب خان رتن سی کے دشمن دوست کی وفات کے بعد اُس کے فرزند گرسی اور کنیر ذوالفقار خاں و غازی خاں فرزندان خان مذکور کی حفاظت میں تھے سمت ۱۳۶۲ یعنی ۱۳۰۶ء میں راول دودو کی وفات ہوئی تو کنیر نے پوشیدہ طور پر جیسلمیر کی راہ لی اور گرسی علاقہ مہود واقع مغرب میں گیا۔ یہاں راٹھور کی بیوہ بہن کے ساتھ اُس کی شادی ہوئی تھی۔ اس رانی کا نام بلا دیبی تھا۔ جس سے رئیس دیورا کی پہلے شادی قرار پائی تھی۔ ایام شادی میں سونگ دیو بھی شریک تقریبات ہوا۔

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ اس کا عزیز بہت شاہزور اور قدیمی بازو تھا۔ اس نے سونگ دیو کو دہلی لیجانے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ دہلی پہنچا تو بادشاہ نے شاہ خراسان کی مرسلہ قوس آہنی دی کہ چلہ چڑھا کر طاقت کا امتحان دے۔ اُس نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ کمان کو جھکانا کیا دو پارہ کر دیا۔ اس زمانے میں تیمور[1] نے دہلی پر فوج کشی کی اس معرکے میں گرسی نے وہ جوہر شجاعت دکھائے کہ بادشاہ نے اُس کی حکومت واپس کر کے جیسلمیر کی آرائش و زیبائش کی اجازت دی۔ اُس کے رشتہ داروں اور جگمل مہودوالہ نے ریاست کے انتظام اور فوج کی آراستگی میں خوب توجہ کی ہمیر اور ہمقوم سب متفق و متحد ہوئے صرف جیسر کی اولاد نے اتفاق نہ کیا۔

کیہر رو پرارا نامندور کی لڑکی کے بطن سے دیوراج کا فرزند تھا جب فوج شاہی جیسلمیر پر آمادہ فوج کشی تھی۔ اُس کی ماں اُسے لے کر مندور چلی گئی۔ اس وقت اس کی عمر صرف بارہ برس کی تھی۔ اور چرواہوں کے ساتھ گائے بچھڑے چرایا کرتا تھا۔ ایک روز کچھ تھکائی معلوم ہوئی۔ لیٹا تو نیند غالب آگئی۔ اسی حالت میں قریب کے ایک سوراخ سے سانپ نکلا اور سر پر پھن کا سایہ کر دیا۔ ایک بھاٹ نے یہ حالت دیکھی تو دوڑ کر رانا کو بلا لایا۔ اور اس شگون نیک کے پھل کی خبر دی۔ رانا آیا تو لڑکے سے تو پہچانا۔ چونکہ بملا دیبی کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی لہذا گرسی نے کل قوم کے کمسن بچے طلب کئے۔ غرض یہ تھی کہ کسی کو متبنےٰ کرے۔ کیہر کا اقبال اوج پر تھا سب نے اُسی کو ترجیح دی۔ صرف اولاد جیسر یہاں تک خلاف ہوئی۔ کہ حصول مند کی فکر نے دماغ میں ہوائے بغاوت پیدا کر دی۔ ایک روز گرسی اپنے تعمیر کردہ تالاب کی سیر کو جا رہا تھا کہ ان مخالفوں نے اُس کی جان لے لی۔ مگر بملا دیبی نے خبر پاتے ہی کیہر کو گدی پر بٹھا دیا۔ گرسی کو مرتے وقت

[1] ہندی مورخ صرف تیمور کی چڑھائی کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن علاء الدین کے عہد میں کئی بار مغلوں نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ جس لڑائی میں رئیس بھٹی نے اپنی سلطنت پر مقرر قبضہ پایا وہ ولایت آرنوے سندھ کے حاکم ابیک خاں سے ۷۰۵ھ یعنی ۱۳۰۵ء میں ہوئی تھی اس لڑائی میں حملہ آور حاکم کے ۵۴ ہزار سوار تلوار سے قتل ہوئے اور تین ہزار سواروں کو ہاتھیوں نے پاؤں سے کچلا۔ ان سب مقتولوں کے سروں کا پشتہ بنایا گیا تھا +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دو آرزوئیں تھیں ایک تو تالاب کی تکمیل دوسرے کیہر کی حفاظت چنانچہ بملا دیبی نے چھ مہینے تک دونو کام پورے کر دئے۔ اور پھر فرزندان ہیمر یعنی جیتا اور نوکرن کو ولیعہد کیہر نامزد کر کے شوہر کا نام لیتی ہوئی ستی ہو گئی۔

چٹوڑ کے کمبھو رانا نے اپنی راجکماری کے ساتھ جیت کی شادی ملے کی بھٹی راجہ برات لیکر راہی مارواڑ ہوا۔ ابھی کوہ اراولی سے بارہ کوس ہی پر تھا کہ سالبنی کا رئیس سانکلا میراج شریک برات ہوا۔ جب دوسرے روز سواری چلی داہنی طرف سے تیتر کی آواز سنائی دی۔ سانکلا کے بھائیوں نے اس آواز کی بدشگونی بیان کی جس پر جیتا گھوڑے سے اتر کر وہیں ٹھیر گیا۔ تیتر کی گرفتاری پر دیکھا تو کانا تھا دوسرے دن برات پھر چلی تو شیر کی گرج سنائی دی شگون دان رئیس سے پرسش ہوئی تو اس نے کہا کہ عالیخاندانوں کا بھید کھولنا ناروا ہے۔ بہتر ہے کہ کوئی کم عمر لڑکا زنانین کی پوشاک میں ملمیر جا کر خود آنکھ سے دیکھ آئے حکم کی تعمیل ہوئی لڑکا زنانہ لباس میں اس وقت پہنچا۔ جب دلہن کو تیل چڑھ رہا تھا۔ دلہن کی صورت شکل میں کچھ نقص تھا اس نے یہاں واپس آکر کل کیفیت من وعن کہدی۔ جیتا نے اُدھر سے خیال ہٹا لیا اور سانکلا رئیس کی بیٹی سے شادی ہو گئی۔ رانا کو یہ حرکت نہایت ناگوار ہوئی لیکن غیرت نے تقاضا نہ کیا کہ عوض لے۔ آخر اس نے اچلداس کھیچی گاگرون کے مشہور راجہ کے ساتھ راجکماری کو ہمعقد کر دیا۔ اسی عرصے میں جیتا نے مخفی طور پر پوگل پر دھاوا کر دیا جس میں اس کی اُس کے بھائی نوکرن اُس کے سالے اور ایک سو بیس ہمراہیوں کی جان گئی۔ راؤ رنگ دیو ضعیف العمر تھا جب اُسے اس خونریزی کا حال معلوم ہوا تو کالے کپڑے پہنکر تیرتھوں میں گناہوں کا کفارہ کیا۔

کیہر کے آٹھ بیٹے تھے۔

(۱) سوماجی اس کی اولاد بکثرت تھی جس نے سوما بھٹی کا خطاب پایا۔ اس کی جاگیر کیلیں برادر سوم سے چھین لی تھی اس لئے وہ اپنے سبھی ہمراہیوں کے سات گرداب میں آباد ہوا (۲) لکمن۔ (۳) کیلن اس نے سوما اپنے برادر اکبر کی جاگیر موسومہ بھیکم پور چھین لی تھی۔ (۴) کلکرن۔ (۵) ساتل۔ ساتلمیر اسی کے نام سے موسوم ہے۔ (۶) بیجو۔ (۷) تنو۔ (۸) تیج سی۔ فرزندان رنگ دیو مسلمان ہو گئے۔ غرض یہ تھی کہ راجۂ راٹھور والئے ناگور سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپنے باپ کا عوض لین یہ اپنی جاگیرات موسومۂ پوگل و ہروٹ سے محروم کئے گئے اس لئے
اُنہوں نے ابھورا بھٹی سے شرکت کی مومن مسلمان بھٹی انہیں کی نسل کا خطاب ہے کیلن
راول کیہر کے تیسرے بیٹے نے پوگل ہروٹ اور بھیکم پور پر قبضہ کر کے اپنے دھیا مخالف
سے دیوراول بھی دوسری مرتبہ واپس لیا۔

کیلن نے بیاہ کے ساحل پر کروہ یا کروڑ نامی قلعہ تعمیر کیا۔ بھٹی اور لنگاہ قوم کی سازش
سے عمر خاں غوری نے کیلن پر چڑھائی کی۔ کیلن کو اس لڑائی میں فتح حاصل ہونے سے
اُس کا رعب جاہل۔ موہل اور جوہیا قوموں پر چھا گیا۔ اور اُس کی حکومت بیخ ندتک وسیع
ہوئی۔ کیلن نے سما جام والے کے یہاں اپنی شادی کر کے وہ تنازعات مٹا دئے جن کے
سبب سے آئے دن کشت وخون کی نوبت رہتی تھی۔ اس نے شجاعت جام کو کمک
دی تھی۔ اس لئے وہ ہروٹ میں ساتھ آیا اور برس کے بعد ملک بقا کی راہ لی۔ کیلن نے
اُس کے علاقۂ سما کو قبضے میں کر کے دریائے سندھ کو اپنی سرحد مقرر کیا۔ کیلن ۲۰ برس
زندہ رہا گدی چاچک دیو کو ملی۔ رنمل کی مسند نشینی مشکوک ہے۔ کیونکہ یہ اپنی جاگیر شمالی
ہی میں دو مہینے بعد راہگرائے عالم جاودانی ہوا تھا۔

راجۂ ملتان دریائے گارہ پر زک اُٹھا گیا تھا۔ لہذا اس کی دست برد سے بچنے کو
چاچک دیو نے ہروٹ کو دارالقرار مقرر کیا۔ لیکن راجۂ ملتان نے بھٹی کی قدیم مخالف قوموں
یعنی لنگاہ۔ جوہیا۔ کھچی وغیرہ سے سازش کر کے یورش کی۔ چاچک دیو سترہ ہزار سوار اور
چودہ ہزار پیدلوں کی فوج سے دریائے بیاہ پر مقابل ہوا۔ خوب خونریزی ہوئی۔
حملہ آوروں نے شکست کھائی۔ بہت کچھ اسباب غنیمت بھٹی رئیس کے ہاتھ آیا۔ ایک سال
بعد پھر بازار کشت وخون گرم ہوا۔ سات سو چالیس بھٹی اور تین ہزار ملتانی کام آئے۔
چاچک دیو نے فتح کا پھریرا اُڑایا اس کی قلمرو بڑھ گئی۔ اُس نے اپنے بیٹے کو دریائے
بیاہ کے پار اسونی کوٹ میں متعین کر کے پوگل میں مراجعت کی اور تھوڑے دنوں بعد
دودی کے رئیس مسمی مہپال کو مغلوب کیا۔ لیکن اس کا بھائی جیسلمیر میں تھا۔ اس نے
اُس سے ملاقات کی۔ جب وہاں سے مصارف دربار حاصل کر کے روانہ دارالسلطنت
ہوا تو بارو میں ایک جنج۔ اجپوت سے ملاقات ہوئی۔ راجپوت نے اپنے گلے سے
بہت ہی نایاب ہار اتار کر دیا۔ اور درخواست کی کہ نرجنگ راٹھور کی دست برد سے بچا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ساتلمیر ایک نامی و گرامی قلعہ رئیس بھٹی کے قبضے میں تھا۔ اس میں بڑے بڑے سیٹھ ساہوکاروں کی بود و باش تھی مگر نرجنگ نے اس پر اپنا قبضہ جمایا اور قوت حاصل کر کے گرد و نواح میں خوب لوٹ مار مچا رکھی تھی۔ چاچک دیو گلہ کو دیکھتا ہؤا آگے بڑھا ہی تھا کہ چرواہا راجپوت دوڑا آیا۔ اور فریاد کی کہ جو بکرا نذر کیا گیا تھا وہ برجنگ نے چھین لیا۔ چاچک دیو کے ساتھ اُس کے رفیق تھے۔ اس کے علاوہ شمار خاں قوم سیتا کے رئیس نے تین ہزار سواروں کے ساتھ اس کی رفاقت اختیار کی۔ ساتلمیر کے سواروں کی سکونت چشمہاے آب کے ساحل پر مقرر تھی جنہیں روسائے ریاست روزانہ صبح کے وقت معاینہ کرنے جاتے تھے چاچک دیو نے وہاں کے دستور سے فائدہ اُٹھایا بہت سے دولتمند رئیس اور سیٹھ ساہوکار اس کے پنجے میں پھنسے۔ ساہوکاروں نے دولت نذر کرنا منظور کی مگر اس نے کسی کو آزاد نہ کیا۔ ۳۶۵ دولتمندوں کو فقط اس لئے رہائی ملی کہ انہوں نے جیسلمیر کی سکونت منظور کی۔ یہ متمول گروہ دیو راول۔ پوگل۔ ہروٹ وغیرہ مختلف مقامات میں آباد کئے گئے۔ جن کی وجہ سے جیسلمیر کی اہل دولت سے رونق بڑھ گئی۔ راٹھور کے تین بیٹوں میں سے دو کمسن لڑکوں کو رہائی ملی۔ لیکن میرا فرزند کلاں مقید رہا تاکہ اُس کا باپ شرارت سے باز رہے۔ چاچک دیو نے رئیس سیتا کی پوتی سال دیبی سے عقد کیا۔ جس کے دہیز میں ۵۰ گھوڑے۔ ۳۵ غلام۔ ۴ فنسیں۔ ۲۰۰ سانڈنیاں ملیں۔

چاچک دیو نے دو برس بعد بھٹی کے ایک گھوڑے کی چوری پر تہراج گھگر والی پیلی بنگا پر حملہ کیا اور گھگروں کو مغلوب کر کے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ اسی وقت فرصت میں قوم لنگاہ نے دینا پور سے اُس کے تھانے اُٹھا دئے۔ اور علم خودسری بلند کیا۔ چاچک دیو نے وسط پنجاب تک اپنی تلوار کی دھاک باندھ دی تھی۔ اس نے بہت سی لڑائیاں سر کیں آخر بیمار پڑا۔ مگر طبیعت میں جنگجوئی کا جوش تھا لہذا تلوار سے مرنے کی خواہش میں اُس نے ملتان کے رئیس لنگاہ کو جدھ دان کا پیغام دیا۔ اُس نے خواہش ظاہر کی کہ تکلیف مرض سے جان نہ دے بلکہ حریف کی تیغ فولادی سے خون میں لاشہ تیرائے۔ ملتانی رئیس کو فریب کا گمان ہؤا۔ مگر قاصد نے حلف اٹھائی کہ دراصل تلوار سے مرنا منظور ہے۔ اور راول کے ساتھ پانچسو سپاہیوں سے زیادہ نہ ہونگے۔ شدھ ہو گئی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سات سو راجپوت راول کے ساتھ جانیں قربان کرنے کو تیار ہوئے۔ راول نے گج سنگھ اور اپنی رانی اور اس کی ماں قوم سیتا کو سسرال میں بھیجدیا۔ چاچک دیو کے پانچ اور بیٹے تھے جن میں سے برسل فرزند اکبر کو جانشین کر کے رندھیر کو علاقۂ کہدال کا حاکم بنایا اور علاقے بانٹ دئے۔ برسل نے دارالریاست کروڑ کی راہ لی۔ اس کے ساتھ سترہ ہزار فوج علاقے پر گئی۔ باقی تین فرزندوں میں بھیم دیو سودا قوم کی لالا رانی کے بطن سے تھا۔ اور دو کو مبھو ورتو کے نام سے مشہور تھے۔ رندھیر کی ماں سوبرج دیبی خاندان چوہان کی لڑکی تھی۔

ریاست کا انتظام کر کے راول چاچک دیو دیناپور پہنچکر رئیس ملتان کے پڑاؤ سے دو کوس پر خیمہ زن ہؤا۔ تلوار اور دیوتاؤں کو پوج کر دان دئے اور میدان جنگ میں آڈٹا۔ چار گھڑی کے محاربۂ سخت میں راول اور اس کے ہمراہیوں نے جان دی ملتانی سپاہ کے دو ہزار خان تہ تیغ ہوئے۔ خون کی ندی بہا کر راول اندرلوک کو راہی ہؤا۔ اور ملتانی بہادر ملتان کو واپس گئے۔

رندھیر دیوراول میں کریا کرم کر رہا تھا کہ اس کے بڑے بھائی کمبھو نے آکر باپ کا عوض لینے کی قسم کھائی اور فوراً ہی رخصت ہو کر اندھیری رات میں گیارہ گز چوڑی خندق سے گھوڑا پھندا کر راجۂ ملتان کی حرم سرا میں داخل ہو گیا۔ اور کانو شاہ کا سر دیوراول میں پہنچا دیا۔ ادھر برسل نے دیناپور میں اپنا عمل دخل کر کے کروڑ کا عزم کیا۔ لنگاہ قوم ہیبت خاں کے ساتھ حملہ آور ہوئی۔ لیکن بھاری نقصان کے ساتھ زک اٹھائی۔ اس کے بعد ہی حسین خاں بلوچ بھیکم پور[1] پر حملہ آور ہؤا۔

جب برسل مہم پنجاب سے لوٹا۔ راول برسی مسند آرائے جیسلمیر اس کی ملاقات کو روانہ ہؤا۔ اور سمت ۱۵۳۰ مطابق ۱۴۷۴ء میں بھیکم پور کے پھاٹک اور ایوان تیار کرائے۔

---

[1] راؤ کیلن نے اپنی حکومت حسب ذیل نو قلعوں پر منقسم کی تھی۔ اسونی کوٹ عرف اسنی بھیکم پور۔ ہروٹ۔ پوگل۔ دیوراول۔ کروڑ۔ (بہاولپور سے ۲۲ کوس کے فاصلے پر)۔ گومن۔ باہن۔ نادلو۔ میلو واقع ساحل دریائے سندھ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہندی تواریخ میں اس کے بعد فرزندان راؤ کیلن اور فرمانروایان پنجاب کی باہمی جنگ وجدل کے سوا اور کوئی بات قابل ذکر نہیں۔ ان تنازعات کا انجام یہ ہوا۔ دریائے گارا کے دورویہ علاقے کیلن کی اولاد نے بانٹ لئے مگر بہت ہی جلدی سلطان بابر قوم لنگاہ پر فتحیاب ہوا۔ ملتان میں شاہی افسر کی تقرری عمل میں آئی کہروڑ کوٹ دیناپور۔ پوگل۔ اور ہروٹ کے بھٹی مشرف باسلام ہوئے۔ کیپشر نے اس مقام پر شاخ پوگل کا ذکر کیا ہے راول برسی۔ راول جیت۔ لون کرن۔ بھیم۔ منوہر داس سیل سنگھ کی پشتوں کا کچھ تذکرہ نہیں فقط تعداد اولاد درج ہے۔ سیل سنگھ آخر بھٹی راجہ تھا اس کے عہد میں بہت بڑے انقلابات پیش آئے ٭

باب۔ ۵

سلطنت ہند کی طرف سے جیسلمیر کی جاگیر کا عطیہ۔ مسند نشینی کا ردوبدل۔ سیل سنگھ کی خدمات فوجی کے عوض مسند آرائی۔ حملۂ بابر کے موقعہ پر جیسلمیر کی حدود۔ امر سنگھ کی مسند نشینی۔ ملک بلوچ میں ٹیکا دوڑ۔ فتحیابی۔ لڑکی کے جہیز کے لئے رعایا سے روپیہ کی طلبی۔ ایک رئیس کا قتل۔ چنا راجپوت کی مخالفت۔ بھٹی سرداروں کے ہاتھ سے بیکانیر کے غارت گر راٹھوروں کی سرکوبی۔ سرحدی جھگڑوں کے اسباب۔ بھٹی قوم کی فتحیابی جاگیرداروں کے جھگڑوں میں راجگان جیسلمیر و بیکانیر کی دست اندازی۔ راجہ الوپ سنگھ کی ناراضگی۔ سرداروں سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

معاوضۂ ہتک کی استدعا۔ جیسلمیر پر فوج کشی۔ حملہ آوروں
کی ہزیمت۔ راول کا پوگل پر دوبارہ قبضہ اور باڑمیر پر
فتحیابی۔ امر سنگھ کی وفات۔ جسونت سنگھ کی جانشینی
ہندی تاریخ کا خاتمہ۔ جیسلمیر کا زوال۔ راٹھوروں کا
پوگل۔ باڑمیر اور پہلودی پر قبضہ۔ سرکار انگریزی کے فوائد۔
داؤد پوتروں کا کہدال سے گاراتک عمل دخل۔
اکھے سنگھ کی مسند پر جلوہ افروزی۔ تیج سنگھ کا حکومت
پر قبضہ۔ اکھے سنگھ کی دوبارہ مسند نشینی۔ چالیس سالہ
حکومت۔ بہاول خاں کا کہدال پر قبضہ۔ راول مولراج
سروپ سنگھ مہتا کی وزارت۔ روسائے بھٹی سے
عداوت۔ ولیعہد مولراج کی وزیر سے مخالفت۔ مولراج
کا عزل اور قید۔ رائے سنگھ کی گدی پر جلوہ افروزی۔ مولراج
کی رہائی۔ مسند حکومت پر قبضہ۔ رائے سنگھ کی جلاوطنی۔
جودھپور میں روانگی۔ روسائے بھٹی کے علاقوں کی
ضبطی۔ بارہ سال کے بعد اُن کی وطن میں واپسی۔
رائے سنگھ کے ہاتھ سے قرضخواہ کا قتل۔ جیسلمیر میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

واپسی۔ قلعۂ دیوا بیں حراست۔ سالم سنگھ کی وزارت۔ اُس کی بدطینتی۔ زور آور سنگھ کی بدولت دشمنوں کے پنجے سے رہائی۔ زور آور سنگھ کو بھاوج کے ہاتھ سے زہر خورانی۔ کیت سی برادر زور آور سنگھ کا قتل۔ قلعہ دیوا کی آتش زنی۔ رائے سنگھ کی مع زوجہ آگ سے موت۔ اُس کے بیٹوں کو زہر خورانی۔ وزیر کے توسط سے گج سنگھ کی راجگی۔ مولراج کے اور بیٹوں کی بیکانیر میں پناہ گزینی باپ بیٹوں کی صد سالہ حکومت۔ حدود جیسلمیر۔ بھٹی قوم کی تاریخ کی نسبت مؤلف تاریخ کی رائے زنی۔

اب شاہنشاہ ہند شاہجہان کا دورہ آگیا۔ اس نے وہ تدبیریں تکمیل کو پہنچائیں جو اکبر اعظم نے جاگیروں کے داخل ممالک محروسہ کرنے کے لئے شروع کی تھیں۔ سیل سنگھ جیسلمیر کی مسند کا حق دار نہ تھا۔ بلکہ شاہنشاہ کی طرف سے اُس کو یہ ریاست

لہ۔ شجرہ اولاد لون کرن۔

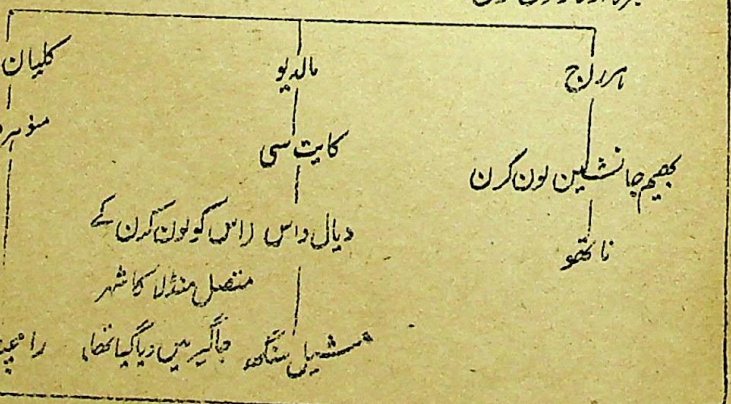

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاگیر ملی تھی۔ ناتھو فرزند بھیم اصلی وارث تھا۔ اس کو اس کے بھتیجے نے قتل کر کے گدی چھین لی تھی۔ راول ناتھو بیکانیر سے شادی کئے ہوئے پہلودی میں منزل گزین تھا کہ اُس کے بھتیجے نے ایک عورت سے زہر دلوادیا۔ لیکن اُس کی اولاد لطف حکومت نہ اُٹھا سکی۔ راول لوتکرن کے فرزند ثانی مالدیو کے تیسرے بیٹے سیل سنگھ کو اس قتل سے فائدہ پہنچا۔

سیل نیک دل تھا۔ اور رام چند فرزند منوہر داس غاصب بدسرشت علاوہ برین راجہ امیر حاکم جیلیاء پشاور سیل کا چچا تھا۔ جس کے پہاڑی افغانوں سے خزانہ شاہی بچانے کے صلے میں تمام سرداران لشکر شاہی نہایت خوش تھے۔ بادشاہ کی طرف سے جسونت سنگھ راجہ جودھپور کو ہدایت ہوئی کہ سیل سنگھ کو مسند پر بٹھادے۔ ناہر خاں کو پنا دت نے رسوم مسند نشینی ادا کرائیں جس کے عوض میں اُن کو پوکرن کی جاگیر ہاتھ آئی۔

علاقہ پوکرن راول جیسل اور اُس کی اولاد نے جیسلمیر میں شامل کیا تھا مگر اب بالکل جدا ہو گیا ہملہ بابر سے کچھ عرصہ پیشتر شمال میں دریائے گارا اور مغرب دریائے سندھ عرف مہران تک کل علاقے جیسلمیر کے زیر قلم تھے۔ مشرق و جنوب میں بیکانیر و مارواڑ کی سرحدوں تک راٹھوروں کی حکومت تھی۔ جو دو صدی سے آج تک جیسلمیر پر دانت لگاتے چلے آتے ہیں۔ بھٹی لوگ جنوب میں بھل باڑمیر اور کوٹڑا اور مشرق میں بیکانیر تک قابض ہیں۔

سیل سنگھ کے بعد امر سنگھ گدی پر بیٹھا۔ اُس نے اُن بلوچوں پر ٹیکا دوڑ کی جو علاقجات مغربی پر حملہ آور ہوئے تھے۔ ٹیکا دوڑ میں اس نے فتح پائی۔ اور اُس کے بعد اپنی لڑکی کے جہیز کے لئے روپیہ طلب کیا۔ رگھناتھ راجپوت وزیر منحرف ہوا جس کو اُس نے قتل کیا۔

شمال و مشرق کے چند راجپوت پھر آمادہ شرارت ہوئے امر سنگھ نے فوج کشی کر کے اُن کو ایسا پنجا دکھایا کہ احتیاط آیندہ کے لئے ضمانت کے علاوہ اقرار نامے تحریری بھی داخل کئے۔

سندر داس اور دلیپ رئیسان بھیکم پور کندلوت راٹھوروں کے شر و فساد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے زچ ہو گئے اور حملہ کر کے شہر جو واقع سرحد بیکانیر کو جلا دیا۔ اس شکست کا بدلہ لینے کو راٹھور اطراف جیسلمیر پر حملہ آور ہوئے۔ کندلوت راجپوتوں نے یہاں بھی دو سو حملہ آوروں کو قتل کر کے فتح کا ڈنکا بجایا۔ راول نے فتح یابی کی خبر پائی تو رئیسان جاگیر دار کی حمایت میں مصروف ہوا۔

الوپ سنگھ راجہ بیکانیر دکن میں فوج شاہی کے ہمراہ تھا جس وقت اُس نے یہ خبر پائی آگ ہو گیا۔ وزیر کو حکم ہوا۔ کہ ہتھیار اُٹھانے کے لائق راٹھوروں کو جمع کر کے جیسلمیر پر چڑھائی کا حکم دو۔ وہ بھیکم پور کو مسمار کر کے ثابت کریں کہ ایماندار ہیں دغاباز نہیں۔ راٹھوروں کی فوج روانہ ہوئی۔ حصار کا ایک پٹھان رئیس اُن کے ہمراہ کیا گیا۔ جب تک یہ فوج پہنچے راول امر سنگھ نے خود ہی حملہ کر کے بہت سردار مارے سرحدی مقام خاک و سیاہ کئے پوگل پر پھر حکومت جمائی۔ یار میر اور کوٹڑا کے سرداروں سے اقرار ناموں کی تجدید کرائی۔ اور اطاعت کے وعدے لئے۔

امر سنگھ کے آٹھ فرزندوں میں سے فرزند کلان جیونت سنگھ سمت ۱۷۵۸ میں مسند آرائے ریاست ہوا۔ اس کی بیٹی وارث میواڑ سے منسوب ہوئی۔

امر سنگھ کے مرتے ہی راٹھوروں نے پھر سر اُٹھایا۔ پوگل باڑمیر پہلودی اور کئی اور مقامات اپنے قبضے میں کر لئے۔

شکارپور کا افغان رئیس داؤد خاں علاقہ واقع ساحل گارا پر قابض ہو بیٹھا اب بھی وہ مقام داؤد پوترا کے نام سے موسوم ہے۔

جیونت سنگھ کے پانچ بیٹے تھے۔ جگت سنگھ فرزند کلاں نے خودکشی کی۔ اُس کے تین فرزند تھے۔ اکھے سنگھ۔ بودھ سنگھ۔ زور آور سنگھ۔

جیونت سنگھ کے اور فرزندوں کے نام یہ ہیں۔ الیشر سنگھ۔ تیج سنگھ۔ سردار سنگھ سلطان سنگھ۔

اکھے سنگھ کو گدی ملی۔ بودھ سنگھ نے عارضۂ چیچک سے وفات پائی تیج سنگھ اُس کا چچا مسند پر قابض ہو بیٹھا۔ اہل خاندان حفاظت مال و جان کے لئے روانہ دہلی ہوئے۔ راول جیونت سنگھ کا ایک بھائی ہری سنگھ دربار شاہی میں تھا اس نے تیج سنگھ کے اخراج پر کمر باندھی۔ جیسلمیر میں ہر سال گرمی سر کی صفائی کا ایک دن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مقرر ہے۔ اس روز راجہ خود وہاں جاکر پہلے خود کسی قدر مٹی نکالتا ہے پھر اور لوگ تالاب صاف کرتے ہیں۔ ہری سنگھ عین اسی موقع پر حملہ آور ہوا۔ ہری سنگھ کو فتح کامل نصیب نہ ہوسکی۔ ہاں تیج سنگھ ایسا زخمی ہوا کہ بعد میں جان چلی گئی۔ اس کے بعد اس کا سالہ فرزند مسند نشین ہوا۔ لیکن اکھے سنگھ نے حملہ کرکے اُسے تہ تیغ کیا۔ اور عنان حکومت ہاتھ میں لی۔

اکھے سنگھ چالیس برس تک مسند آرا رہا۔ اس کے عہد میں بہاول خاں فرزند داؤد خاں نے داور اول اور کہدال کا سارا علاقہ فتح کرکے داؤد پوترہ یعنی بہاولپور میں ملحق کرلیا۔

سمت ۱۸۱۸ مطابق ۱۷۶۲ء میں مولراج مسند حکومت پر رونق افروز ہوا۔ اس کے فرزند رائے سنگھ۔ جیت سنگھ اور مان سنگھ تھے۔ اس نے اپنی شامت اعمال سے خاندان مہتا کے سروپ سنگھ سراؤگی کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ جس نے بھٹی قوم کی ریاست تباہ کردی۔

ایک بھگتن الف نامی بھٹی راجپوت سردار سنگھ کی منظور نظر تھی جس سے مہتا کا بھی تعلق تھا۔ رئیس بھٹی نے رائے سنگھ ولیعہد ریاست سے فریاد کی۔ رائے سنگھ کی آمدنی وزیر کے عہد میں کم ہوگئی تھی۔ اس لئے وہ رنجیدہ تھا۔ مشیروں نے قتل کی رائے دی۔ چنانچہ ولیعہد نے اپنے والد کے سامنے تلوار ماری۔ مہتا اسی وقت مولراج کے قدموں سے لپٹ کر چاہتا تھا کہ جان بچائے۔ اس پر یہ رائے قرار پائی کہ مولراج پر بھی ہاتھ صاف کردیا جائے۔ ولیعہد نے یہ فعل ناپسند کیا۔ اور اُس نے اُسے چھوڑ دیا۔ راول رنواس میں بھاگ گیا۔ دوراب رئیس گھبرائے کہ مولراج ضرور عوض لے گا۔ اس لئے تجویز کی کہ رائے سنگھ کو گدی پر بٹھادیں۔ وہ نہ مانے تو اس کے بھائی کو راول بنائیں۔ بہرحال رائے سنگھ کی آن مشتہر کردی گئی۔ رائے سنگھ نے گدی کے عوض چارپائی پر نشست اختیار کی۔ مولراج کی قید کو تین مہینے اور پانچ دن گذرے تھے کہ ایک رئیس خود سر اور مشیر ولیعہد کی بی بی نے مولراج کی رہائی کی کوشش کی۔ اس کا میکا راٹھور کے خاندان بیچا میں تھا اور جیسلمیر کے قدیم رئیس الوپ سنگھ جنجیالی کی زوجہ تھی حالانکہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُس کا شوہر قتل وزیر و افواج مولراج کا محرک تھا مگر نہ جانے اس عورت کے دل میں کس قدر جوش و فاداری پیدا ہوگیا۔ کہ شوہر کے خوف جان کی بھی پرواہ نہ کرکے اس نے مولراج کی رہائی کا بیڑا اُٹھایا۔ اُس نے اپنے بیٹے زور آور سنگھ سے کہا۔

بیٹا تمہارا باپ اس معاملے میں تمہارے ہاتھ سے قتل بھی ہو جائے تو میں ستی ہونے کو موجود ہوں۔

اس رئیس زادی نے ارجن اپنے دیور اور میگھ سنگھ رئیس بارو کو لڑکے کے ساتھ قید خانے میں بھیجا تینوں رئیس محبس میں ڈرانے چلے گئے اور بیڑیاں کاٹنا شروع کیں۔ مولراج یہ پوچھتا ہی تھا کہ اُس کے آگے مہیچی نے کیا انتظام کیا ہے کہ مسند نشینی کا نقارہ بجا۔ جس کی آواز سے راے سنگھ جاگ پڑا۔ اور آنکھ کھلتے دیکھتا کیا ہے کہ کالا گھوڑا کالا لباس جلاوطنی کے لئے سامنے موجود ہے۔ اُس نے فوراً پوشاک پہنی گھوڑے پر سوار ہوا اور رفیقوں کے ساتھ جیسلیر سے سرحد جنوب کی طرف چلدیا کوئڑے میں پہنچا تو ہمراہیوں نے لوٹ مار کی صلاح دی۔ لیکن اُس نے کہا یہ میرا مادری ملک ہے یہاں جو بدعت کریگا اُسے میں دشمن سمجھونگا۔ راے سنگھ نے وہاں سے جودھ پور کی راہ لی۔ اور ہمراہی رئیس کوڑا اور باڑ میں آباد ہوئے۔ یہ لوگ بارہ برس تک وطن سے خارج رہے اور اُن کی لوٹ مار جیسلیر تک جاری رہی۔ ان کی جاگیریں ضبط ہوئیں قلعے کھدوائے کنوئیں بھوائے گئے۔ اس عرصے کے بعد جس وقت انہوں نے لوٹ مار سے توبہ کی تو پھر سکونت وطن کی اجازت ہوئی۔ اور ضبط شدہ جاگیریں واگذار کر دی گئیں۔

راجہ راے سنگھ جودھ پور میں ڈھائی برس رہا راجہ بجے سنگھ اسے لڑکے کی طرح عزیز رکھتا تھا۔ لیکن اس کی طبیعت کی تیزی وہاں بھی نہ گئی کسی روز غازہ شکار تھا کہ راستے میں ایک قرضخواہ نے گھوڑے کو روک کر بجے سنگھ کی آن پکاری اور کہا راجہ صاحب روپیہ دلوائیے۔ راے سنگھ نے مولراج کی قسم دلاکر کہا کہ گھوڑا چھوڑ دے۔ اس میں خیریت نہیں۔ قرضخواہ نے کچھ مروت نہ کی۔ اور کہا مولراج کو میں کیا جانوں۔ اتنا سنتے ہی راجہ نے میان سے تلوار نکالکر دھڑ سے سر اُڑا دیا۔ اور یہ کہتے ہوئے جیسلیر کی طرف گھوڑا بڑھایا کہ پرائی روٹیوں پر پڑے رہنے سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھیک مانگنا اچھا۔ جب جیسلمیر میں رائے سنگھ کی صورت نظر آئی۔ لوگ ملاقات کو دوڑ پڑے۔ راول مولراج نے فوراً ہی لوگ عذیہ دریافت کرنے کو بھیجے۔ رائے سنگھ نے تیرتھ کا عزم ظاہر کیا۔ پھر بھی اُس کو شہر میں آنے کی ممانعت ہوئی۔ ساتھیوں کے ہتھیار چھینے گئے۔ قلعہ دیورا میں جائے قیام مقرر کی گئی۔ اور حکم ہوا کہ رائے سنگھ ایھے سنگھ و دھونکل سنگھ اپنے بیٹوں اور اُن کے لڑکے بالوں کو ساتھ لے کر تیرتھ جاترا کو روانہ ہو جائے۔

سالم سنگھ کو گیارہ ہی برس کی عمر میں اُس کے مقتول باپ کی وزارت کا خلعت ہو چکا تھا۔ اس کم سنی میں بھی اُس کی یہی خواہش تھی کہ باپ کے خون کا قصاص لے۔ اُس نے تھوڑے ہی عرصے میں اپنے مخالفوں سے بدلا لے لیا چالاکی اور حکمت عملی اس کی گھٹی میں پڑی تھی۔ سانپ کو قابو کرنا شیر کی طرح نظر بدل لینا دونوں اُس کے جوہر تھے۔ صورت بالکل نازنینوں کی سی تھی۔ تقریر دلکش اور اخلاق ظاہری بہت عمدہ۔ وعدے لاکھ مگر ایفا ایک کا بھی نہیں۔ مہتا قوم مذہب جین مگر پابندی مذہب بالکل ندارد۔ جینی رات کو چراغ بھی نہیں جلانے کہ کہیں کوئی پتنگا جل نہ جائے اور اُس کا خون اُن کے سر پر ہو۔ مگر سالم نے جیسر کی اولاد کو اس بیرحمی سے ذبح کیا جس کی کوئی نظیر نہیں۔ ابھی نوخیز ہی تھا کہ حکمت عملی سے اشتہاری رئیس طلب کر لئے۔ اور اُن کی جاگیریں واپس کیں۔ مارواڑ کے راجہ بھیم سنگھ کی مسند نشینی کے موقع پر مولراج نے سالم سنگھ کو ادائے تہنیت کے واسطے بھیجا۔ واپسی کے وقت اشتہاری رئیسوں نے گرفتار کر کے قتل کرنے کی ٹھیرا دی جو ہیں تلوار نکلی اُس نے زور آور سنگھ کے قدموں پر پگڑی ڈالدی اور کہا کہ تمہاری پناہ مانگتا ہوں۔ راجپوت ہٹ کے پکے ہوتے ہیں۔ برائی پر اڑیں یا بھلائی پر تلیں کر ہی کے چھوڑیں۔ یہ جوہر فقط راجپوتوں ہی میں ہے۔ زور آور سنگھ وہی شخص تھا جس نے ماں کے اشارے سے باپ کی مرضی کے خلاف صرف نمک حلالی کے خیال سے راجہ مولراج کو قید سے چھڑایا تھا۔ اور صغر سنی میں سالم سنگھ کا محافظ رہا۔ لیکن اس ناسپاس اور ناحق کوش نے اُسے بھی ریگستان باڑمیر میں جلاوطن کر دیا۔ یہیں اشتہاری رئیس اُسے مارنے پر تھے کہ اُس نے اُس کے قدموں پر پگڑی ڈالی اور زور آور سنگھ نے اُسے بچا دیا۔ زور آور سنگھ سے سب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رئیس کہتے رہے کہ یہ سانپ ہے اُس کو دودھ پلانا ٹھیک نہیں۔ یہ مقتضی ضرور دغا دیگا لیکن زور آور سنگھ کو اس بات کی خوشی تھی کہ وہ ایسے دشمن کی جان بچانے میں کامیاب ہؤا۔ سالم سنگھ نے حسب قرار داد رئیسوں کو وہاں سے بلوالیا سب گھروں کو واپس آئے مگر زور آور سنگھ کے سوا کسی کو شرکت دربار کی اجازت نہ تھی۔

رائے سنگھ قلعہ دیو میں قید ہو چکا تھا۔ اُس کے بیٹے ایھ سنگھ اور دھونکل سنگھ کو باڑمیر میں اختیاری رئیسوں کے ساتھ جلا وطنی نصیب ہوئی۔

راول نے اُن کی تلاش کی جب معلوم ہؤا کہ بارمیں ہیں تو قلعے کو جا گھیرا چھ مہینے کے بعد محصورین قلعہ نے زور آور سنگھ کی ضمانت پر دونو راجکماروں کو مولراج کے حوالے کیا۔ جنھیں اُس نے قلعہ دیو امیں قید کر کے قلعے میں آگ لگا دی۔ رائے سنگھ اور اس کی رانی جل گئی۔ راجکمار اتفاق سے بچ رہے۔ جنھیں سندھ کی گھاٹی کے کنارے قلعہ رام گڈھ میں قید نصیب ہوئی۔

مہتا سالم سنگھ نے راول کو اطمینان دیا کہ اب مطلع صاف ہو گیا۔ مخالف لوگ کیسے سردار بنا سکتے ہیں۔

زور آور سنگھ کو مہتا کی نیت میں فتور معلوم ہؤا۔ اُس نے راول مولراج سے کہا کہ ولیعہد کی حفاظت کے لیے دریا ہی موزوں تھا۔ اور دیکھ لیجیے اُس کی خاندانی عزت نے اُس کی جان بچائی۔ مہتا اس بات سے چڑھ گیا۔ اور اُس کے دشمنی کی فکر شروع کی۔ زور آور سنگھ کے بھائی کیت سی نے راجواڑہ کے دستور کے موافق سالم سنگھ سے برادرانہ رشتہ قائم کر رکھا تھا۔ اس لیے اُس نے اپنی بھاوج یعنی کیت سی کی رانی سے ساز کیا اور وعدہ کیا کہ اُس کے خاوند کو جنجیانی کی حکومت دلا دی جائیگی۔ رانی پر سنتر چل گیا۔ اور اُس نے بہادر زور آور سنگھ کو مٹھائی میں زہر کھلا دیا۔ جنجیانی کی حکومت کیت سی کو مل گئی۔ اور بارو ڈانگری اور اور رئیس پر بھی یہی حکمت عملی کارگر ہوئی۔ اور کیت سی بھی آخر کار شکار دغا ہؤا۔ کیت سی جانتا تھا کہ کیا شدنی ہے۔ اُس کے سالے اور بیٹوں کو بھی ہر وقت یہی کھٹکا تھا مگر کسی کو ظالم سالم سنگھ سے بچاؤ نہ ہؤا۔ اس کمبخت کے دل میں ٹھنی تھی کہ رائے سنگھ کی مسند کا کوئی دعویدار باقی نہ رہے۔ اور گدی مولراج کے چھوٹے لڑکے کو دی جائے۔ کیت سی کی رائے تھی کہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رائے سنگھ کی اولاد کی زندگی میں یہ امر ممکن نہیں۔ سالم سنگھ اس بات کو دل میں لئے رہا اور جس وقت کیت سی اپنے بھائی سروپ سنگھ کے ساتھ کانڑا واقع بالوتر اسے شادی کرکے لوٹے مہتا کے سازشی آدمی اُن کو زور آور سنگھ کے ساتھ سرحد جیسلمیر پر وبجورائے کے قلعے میں لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد تو دۂ خاکستر کے سوا کوئی فرد بشر نظر نہ آیا۔ کیت سی کی رانی ارادہ فاسد سے آگاہ ہوکر میگھا اپنے شیر خوار بچے کو لئے ہوئے معہ بولی بہن کے پاس اُسی کے گھر گئی جس سے دوہری قرابت تھی۔ پانچ دن تک خوب خاطر تواضع ہوئی۔ اتفاق سے کھانا لانے والی عورت نے کیت سی اور اُس کے بھائی کے قتل کا واقعہ سنایا جس پر اُس نے بہت توبہ تلا مچائی اور قصاص خون کا ارادہ کیا۔ اس پر مہتا نے یہ رشتۂ محبت بنایا کہ ایک تلوار سے ماں بیٹے دونو کو خاک پر سلا دیا۔

اب ابھے سنگھ و دھونکل سنگھ محبوساں قلعۂ رام گڈھ اور اُن کے بال بچوں کی شامت آئی سب کو زہر دیا گیا۔ اور مولراج کے صغیر سن فرزند گج سنگھ کو ولیعہدی ملی اور بھائی جان لے کر بیکانیر بھاگ گئے۔ ذیل کے شجرے سے معلوم ہوگا کہ اس جلاد نے کس خاندان میں ملک للوت کی حکومت قائم کی تھی۔

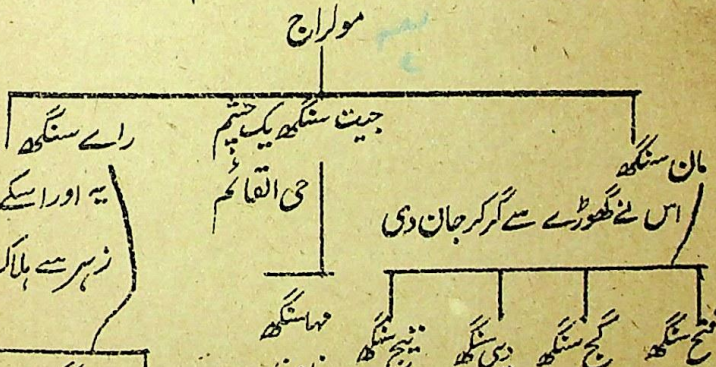

مہاں سنگھ کانا تھا اس لئے اس کو مسند نشینی کا حق نہ تھا۔ مان سنگھ نے گھوڑے سے گر کر جان دی۔ اس لئے ظالم سالم سنگھ نے ان کے خون سے ہاتھ نہ رنگا۔

تعجب کی بات ہے۔ کہ اس شریر النفس کے عہد وزارت میں حکومت کی عمر بھی سب سے بڑھ گئی۔ کوٹہ کے مرحوم مہاراؤ نے پچاس برس سے زیادہ حکومت کی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن راول مولراج کا دور دورہ اٹھاون برس تک رہا۔ اور اُس کے باپ نے چالیس برس گدی کو رونق دی۔ ملک میں پہلی نظیر ہے کہ ایک باپ و بیٹے نے ایک صدی تک حکومت کی۔ یہ صدی کا زمانہ انقلاب میں گذرا تنزل کے سوا عروج کی کوئی بات نظر نہیں آتی مولراج کے دادے جسونت سنگھ کے زمانے میں بھٹی قوم کی حکومت کی حدیں حسب ذیل تھیں۔

شمال۔ ریاست اور ملتان کے درمیان دریائے گارا تک

مغرب۔ پنج ند تک جس میں سندھ کی گھاٹی کا وسیع قطعہ بھی شامل تھا[1]

جنوب۔ مقام دھات تک مع قلعجات شیو کوٹرا اور باڑمیر۔

مشرق۔ پہلودی و پوکرن اور اُن چند دیگر مقامات تک جو اب مارواڑ و بیکانیر کے تحت میں ہیں۔

بہاولپور کی ریاست مفبوضات بھٹی ہی کا ایک جزو ہے اور اُن کی مغربی سرحد کے وسیع حصے پر راٹھور قابض ہیں۔ ان حصہ جات ملک کے تحت تصرف سے نکل جانے کا سبب ظاہر ہے بھٹی اور راٹھور قوموں کے سرحدی جھگڑوں خاندان کے باہمی بکھیڑوں اور داؤد پوتروں کی بورشوں نے یہ صورت پیدا کر دی۔

سری کرشن جی کی وہ پیشین گوئی جو برمہ سر کے ستون پر ولادت عیسٰے سے گیارہ سو برس قبل جسو کی اولاد کی نسبت کندہ ہوئی تھی صحیح ہوتی تو مولراج کی اولاد کا یہ حشر نہ ہوتا۔ نہ کرشن جی بشن کے اوتار کی وہ اولاد جس کے نام سے غزنی مشہور ہے اور جس نے شاہان سیریا و بیکٹیریا کی مجموعی قوت سے مقابلہ کیا۔ صلیب کے سایۂ عاطفت میں دم لیتی اور نہ محدودے چند غیر ملک کے باشندوں سے اُن کو صحرائے ریگستان میں آوارہ گردی نصیب ہوتی۔ جس وقت اسلاف کا عروج تھا۔ اس وقت ان کی قسمت میں صحرا نوردی لکھی تھی۔ بدن رنگے جاتے تھے سورج کو ان کا بلدان ہوتا تھا۔ یہ وحشیانہ باتیں کب ایسی ہیں کہ اُن پر اعتماد کیا جائے +

[1] تھوڑا عرصہ گذرا کہ یہ حد مانسورا عرف روڑی بھکر تک تھی جہاں کی قوم عرف ودا کا تذکرہ سکندر نے کیا ہے

[2] یہ قلعے اب مارواڑ کے قبضہ میں ہیں +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۔ ۶

سرکار انگریزی سے راول مولراج کے عہد و پیمان
راول کی رحلت ۔ گج سنگھ کی جانشینی ۔ وزیر کے
اختیارات ۔ عہدنامہ کی تیسری شرط ۔ اتفاق میں
فرق ۔ فوائد جیسلمیر ۔ گورنمنٹ انگریزی کی تکمیل شرائط
میں مشکلات ۔ حملۂ روس کے موقع پر جیسلمیر سے
صورت مفاد ۔ وادی سندھ پر انگریزوں کے قبض
و تصرف پر رائے زنی ۔ سالم سنگھ کا رسوخ ۔ عہدۂ
وزارت دوامی ہونے کی آرزو ۔ انگریزی ایجنٹ کی
طرف سے وزیر کی شکایت ۔ پالیوال مہاجنوں کی جلاوطنی
مہاجنوں کے متعلقین کی اول کے اصول سے حراست ۔
ضبطی جائداد سے آمدنی ۔ وزیر کی دولتمندی ۔ فسادات
سرحدی کے انفصال کے لئے سرکار انگریزی کی
مداخلت ۔ علاقۂ بارو کا فرقۂ مالدوت ۔ اُن کا
تذکرہ ۔ راٹھوروں کی مخالفت میں سالم سنگھ وزیر
کی ترغیب دہی اور اُس کی وجہ ۔ مداخلت سرکار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انگریزی کی درخواست۔ وزیر کی کامیابی مقصد۔ نتیجہ۔ راول گج سنگھ کی اودے پور کو روانگی۔ رانا سے مارواڑ کی لڑکی سے عقد بندی۔ رانی کا رسوخ۔

راول مولراج سمت ۱۸۱۸ بکرمی میں مسند نشین ہوا تھا اور ۱۸۱۸ء میں اُس ریل اسٹیٹ انڈیا کمپنی سے عہد نامہ ہوا۔ جس میں مولراج نے اقرار کیا کہ وہ اور اس کے وارث و جانشین سرکار انگریزی کی عظمت کا اعتراف اور خدمت کرتے رہینگے ۱۸۲۰ء میں مولراج راہی عدم ہوا گدی گج سنگھ کو ملی۔

گج سنگھ تقاضائے صغر سنی بے اختیار رہی سابقہ اور گذشتہ چشم دیدہ واقعات کی وجہ سے سالم سنگھ کے بالکل دباؤ میں تھا۔ وزیر کی یہ رائے تھی کہ وہ ہر ایک سے بے تعلق رہے۔ اس لئے اُس کے ساتھ رئیسوں کو بھی ہمدردی نہ تھی یا جس پر اُسے بھروسا ہو تا سالم سنگھ کے ہمراز اُسے گھیرے رہتے تھے اور اس کی ذرا ذرا سی بات سالم سنگھ کے گوش گذار کیجاتی تھی۔ راجہ سے لیکر رانیاں اور ان کے بال بچے سب سالم سنگھ کے محتاج تھے۔ اور پھر بھی امید نہ تھی کہ خیریت گذرے راجہ کو خاصے کا گھوڑا بھی وزیر کی اجازت کے بغیر نہ ملتا تھا۔ داد و دہش وزیر کی مرضی پر موقوف تھی اگر وہ روپیہ کے عوض آٹھ آنہ بھی دیتا تھا تو راجہ بہت غنیمت سمجھتا تھا۔

عہد نامہ ماہ دسمبر ۱۸۱۸ء سے ظاہر ہے کہ ملک ہندوستان میں جیسلمیر ہی وہ ریاست تھی جو سب سے آخر سرکار انگلشیہ کے ظل حمایت میں آئی یہ اتنی دور واقع تھی کہ انگریز اس سے بے پرواہ تھے۔ مگر کہتے ہیں کہ سالم سنگھ نے ایک عرصے تک دیوی دیوتاؤں کی مرضی جانچ کے سرکار انگریزی سے اتفاق کیا۔ اُس کو خوف تھا کہ سرکار انگریزی جب مولراج کی محافظ و نگران ہوگی تو اس کی چڑھی بارگاہ نہ رہیگی۔ کیونکہ اُسے بدگمانی تھی کہ اس تعلق سے مظلوم اور ستم رسیدہ رئیس اُس کے مظالم کی کسر نکالینگے۔ لیکن عہد نامہ کی تیسری شرط بہت مقید ثابت ہوئی جس سے اُس کے اندیشے رفع ہو گئے۔ اور جلاوطن راجوں کی طرف سے بھی اُس کو دلجمعی ہو گئی +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس عہدنامہ سے طرفین کے فوائد یکسان نہ تھے۔ بلکہ خاص فائدہ جیسلمیر ہی کا ملحوظ رکھا گیا۔ چنانچہ عہدنامہ کی شرائط سے واضح ہوسکتا ہے کہ وہ فوائد کیسے کیسے نفع بخش تھے۔ عہدنامہ سے قبل بالکل امید نہ تھی کہ اس ریاست کا وجود پچاس برس بھی قائم رہے۔ ہر عہد حکومت میں وسعت ریاست گھٹتی جاتی تھی۔ بہاولپور کی ریاست ہی نئی قائم ہوگئی۔ سندھ، بیکانیر اور جودھپور نے فرداً فرداً بہت سا علاقہ لے لیا۔ سب کو تاک تھی کہ آنکھ بچے تو ریاست کی کمزوری سے اپنا اُلّو سیدھا کریں۔ سالم سنگھ وزیر کی بدطینی سے گھر گھر جھگڑا اور بکھیڑا ہوتا تھا۔ مگر جب سرکار انگریزی نے حملۂ لشکر عظیم کے سدباب کا وعدہ کیا تو سندھ۔ داؤد پوترا اور راٹھور کی طرف سے بالکل دلجمعی ہوگئی اور ریاست کو دوامی استحکام کا اطمینان ہوا۔ عہدنامہ کی یہ شرط نہایت وسیع پیمانہ پر معنی خیز ہے۔ اور اتفاق جیسلمیر کا اثر ہندوستان ہی میں محدود نہیں بلکہ سندھ اور آنروے سندھ کے فرمانرواؤں سے مڈبھیڑ ہونا ممکن ہے۔ ماروواڑ اور بیکانیر کے اتحاد سے تو وہ دقت رفع ہوگئی جو بھٹی کے جھگڑے بکھیڑوں کے انفصال میں حائل ہوتی۔ لیکن داؤد پوترا ابھی رشتۂ اتحاد میں منسلک نہیں سندھ سے بھی فقط اتفاق دوامی کا اقرار اور خط و کتابت کی آمد و رفت کا عہدنامہ ہوا ہے۔ اگر باشندگان سندھ بھٹی قوم پر دست بدعت دراز کریں تو ایسی کوئی شرط نہیں کہ ہم صحرائے جیسلمیر کو فوج کی کمک یا فوج بھرتی کرنے کے لئے یا روپیہ سے مدد دے سکیں۔ لیکن یہ معاملہ ایک روز رشدنی ہے ضرور ہوگا۔

علاقہ کچھ کے رشتۂ اتحاد سے ۱۸۱۹ء میں ہمیں بڑی مشکل کا سامنا ہوا تھا فوج سرحد پر گئی اعلان جنگ میں اس وجہ سے رکاوٹ واقع ہوگئی کہ اس سے ہمارے دوستوں ہی کی خونریزی اور تباہی کو تعلق تھا۔ ہماری بحری فوج سرکشی پر خاک ڈال دیتی اور مخالف سے دست بدست معرکہ ہوجاتا لیکن بالائی سندھ (ماتحت حیدرآباد) اور بہاولپور معترض ہوں تو کیونکر دوستوں کے مخالفوں کے ساتھ صف آرائی کیجائے اگر کوئی موقع پیش ہوجائے تو ہمارا فرض ہوگا کہ سندھ کے پار کی بیرونی طاقت سے بھی جنگ آزما ہوں۔ ورنہ عہدنامہ کی شرائط کا عدم وجود برابر ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ ہم اپنے اتحاد کے وعدے کا ایفا اور اس سرسبز صحرا کی حفاظت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا کیونکر انتظام کریں۔ جیسلمیر کی استدعائے تحفظ پر توجہ نہ کرنے اور راجپوتانہ بھر میں اسے رشتۂ اتحاد سے محروم رکھنے کا نتیجہ یہی ہے کہ گویا ہم اُس کے دشمنوں کو موقع دیتے ہیں کہ لوٹ مار کرو عداوتوں کا عوض لو۔ عہدنامہ نے ان خرابیوں کا سدباب کر دیا ورنہ قوم بھٹی بھی بدو اور صحرائی لٹیروں کا ایک فرقہ بن جاتی۔ جیسلمیر نے خود مختار ریاستوں کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔ جو دریائے گنگ و دریائے سندھ کی تجارت کا مرکز تھا لیکن فتنہ و فساد نے تجارت کے سلسلے کو توڑ دیا۔ اور اس کی اصلی حالت اسی وقت ہو سکتی ہے جب ہمارے عہدنامے کی پابندیاں ملک میں ایک معقول عرصے تک امن و تسلط قائم کریں۔ ہندوستان پر لشکر کشی کی ساحل دریائے شور کے اضلاع فارس سے ممکن ہے۔ اور حملہ آور کو سندھ ہی کی گھاٹی میں لڑائی شروع کرنا ہوگی۔ ایسے موقع پر جیسلمیر سے بڑا کام نکلیگا۔ سندھ بالا ہمارے قابو میں ہوگا۔ اور مشرقی ڈلٹا میں جو ہندوستان میں داخلے کا عمدہ مقام ہے ہماری فوجیں حملہ آور سے مقابل ہونگی۔ سکندر، محمود اور تیمور کی آمد و رفت کے راستے بھی موزون ہیں۔ لیکن جب حملہ آور کے پاس فتح کا کافی سامان ہو۔ اُس کو سندھ کی گھاٹی ہی میں عمدہ راستہ ملیگا۔ گو آیندہ جو کچھ نتیجہ ہو لیکن سردست اس گھاٹی پر قبضہ کرنا ملکی اور جنگی لحاظ سے مناسب متصور ہوتا ہے اس میں شک نہیں کہ مصر کی طرح ہمارے انتظام سے جیسلمیر کی زرخیزی ریاست کی محافظ فوج کے مصارف کو کافی ہوگی اور ہم فارس کے قریب پہنچ جائینگے فارس کو ہماری رعایت کی اُس وقت البتہ پرواہ نہ ہوگی۔ جب روس اس پر حاوی ہو جائیگا۔

بالفرض یورپ میں روس کی وسعت حکومت اور طاقت زوال پذیر ہو تو اس حالت میں قیاس غالب ہے کہ وہ مشرق میں توسیع حکومت کا پرانا خیال تازہ کریگا۔ میں بھی اور اشخاص کی طرح ایسے خیالوں کو منصوبہ ہی منصوبہ سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اہل روس جن ممالک سے آگاہ ہیں وہاں وہ اپنے ارادے کو عمل میں نہ لائینگے۔ اور ان کو کامیابی بھی ہوگی تو بے سود۔ فتح کی حالت میں ممکن نہیں کہ روس ہندوستان کو زیر حکومت رکھ سکے۔ سرکار انگریزی کو جیسلمیر کے قبضے کا خیال کرنا واجب نہیں کیونکہ یہ ایسے مقام پر واقع ہے جہاں ہر وقت فوج کی موجودگی لازم ہے۔ جس کا صرف کثیر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوگا اور جنگ کی حالت میں روپیہ کی مار ہوگی۔ اگر ہم اولوالعزمی کے عوض کفایت شعاری سے کام نہ لیتے تو دربار کابل ہمیں ہمارا پورا رسوخ ہو جاتا۔ چاہتے تو سندھ کی حکومت حاصل کر لیتے جو کابل کا ایک بڑا بھاری علاقہ سمجھا جاتا ہے۔

اگر ملک گیری کے عوض وادی سندھ پر فوجی حفاظت ہی مدنظر ہو تب بھی ایک وسیع گذرگاہ کے تحفظ کی ضرورت لاحق ہوگی۔ اب وہ زمانہ ہے کہ جب تک کوئی لق و دق جنگل حائل نہ ہو دریاؤں سے جنگجو حملہ آوروں کے لئے روک نہیں ہو سکتی۔

گو ہم پر ایک ہی طرف سے حملہ ممکن ہے لیکن جب تک ریاستوں کے اتحاد سے ہم جا بجا دشمن کے سدراہ ہو سکتے ہیں۔ ایک فصل تک دشمن کے قدم ہمارے سامنے ٹک نہیں سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ راجپوتانہ کی اس دور افتادہ ریاست کی دوستی سے ہم کو اپنی حفاظت کا اطمینان ہوتا ہے۔ علاوہ بریں یہ بات کیا کم ہے کہ ہماری وجہ سے ہندوستان کی ایک محنتی اور دولت مند جماعت ظالموں کے شکنجۂ بدعت سے محفوظ رہیگی۔ اس مسئلے کو ختم کر کے اب ہم ریاست کی اُن خرابیوں کا ذکر کرتے ہیں جو تاریخ سے متعلق ہیں۔

کسی زبان میں یہ طاقت نہیں جو ان بدکرداریوں کا ذکر کرے جنہوں نے ظالم وزیر کے ہاتھ میں اس عہد نامے سے گویا ایک خونخوار ہتھیار دیدیا۔ ہمارے عہد ناموں کے نقائص میں سے نقص اتحاد کا ایک یہ ثبوت ہے کہ ایک آفت رسیدہ ملک میں قیام امن اور تحفظ حملۂ مخالف کے عہد و پیمان ہونے پر بھی اس کو عناد و فساد سے نجات نہیں۔

سالم سنگھ کو سرحدی ریاستوں کے مقابلے میں اس عہد نامہ کے رو سے خاص فوائد کی امید ہوئی۔ ساتھ ہی اُس کی آنکھوں میں خاندان جیسلمیر اور روساء اعظم کا خون بھی پھرتا رہتا تھا۔ وہ زمانہ سازی یا صدق دلی سے مظلوموں کی دلجوئی بھی کرتا تو ستم رسیدہ مشتبہ رہتے۔ اشخاص زراعت پیشہ تجار اور چرواہوں کو اُس کی قسم تک کا ذرا بھی اعتبار نہ تھا۔

کبیشر جب ظالموں کا ذکر کرتے ہیں تو اُسے کسی نشاچر یا پشاچ کا خطاب دیتے ہیں بسالدیو چوہان راجہ اجمیر کا ذکر بھی انہوں نے خراب ہی لقب سے کیا ہے سالم سنگھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کبیشر نے اُس جانور سے تشبیہ دی ہے جو خون چوس چوس کر آدمی کی جان لے لیتا ہے۔ عہدنامے کے بعد کچھ دنوں تک اُس نے سادہ روی اختیار کی۔ لیکن پھر یا تو بے اتفاقی روسائے مظلوم یا عادت جبلی کی وجہ سے وہ پہلے سے بھی دو ہاتھ بڑھ گیا کہتے ہیں کہ چند روز کی سادہ لوحی کا اصل منشا یہ تھا کہ عہدنامہ میں عہدۂ وزارت اس کے خاندان کے نام مستقل کر دیا جائے۔ جس میں اُس کے مظالم کی بنیاد مستحکم رہے۔ لیکن اُس کی یہ مراد پوری نہ ہوئی۔ اور اس کی تیغ بدعت اور بھی خونخوار ہو گئی۔ جب پانی نیزے چڑھا تو صاحب ایجنٹ بہادر نے ۱۷۔ دسمبر ۱۸۲۱ء کو سرکار انگریزی میں یہ رپورٹ کی کہ ایسے شرائط دوستی سے کیا فائدہ جس سے نیکنامی کے عوض بدنامی ہو۔ جب وزیر سے کچھ باز پرس کی جاتی تھی تو وہ ایسی باتیں بنا دیتا تھا کہ گویا رحم و انصاف اُسی کے حصے میں ہے اور تمام باتیں افترا ضبطی یا سزا ہر کام میں اس کی بیرحمی حد سے بڑھی ہوئی تھی اور راجواڑوں کا دست بدعت علیحدہ دراز تھا۔ پالبوال مہاجنوں کے پانچہزار گھر اُجڑ گئے۔ انہوں نے تارک الوطنی اختیار کی جو مہاجن رہ گئے اُن کی اولاد اول کے شکنجے میں کسی تھی وطن چھوڑتے تو کیونکر۔ کاشتکاری کا نام و نشان نہ رہا۔ تجارت کی درآمد برآمد کا دروازہ بند ہو گیا۔ ریاست کی آمدنی کا کوئی ذریعہ تھا تو ضبطی جائداد کہتے ہیں وزیر نے بیس سال میں دولتمندوں کو لوٹ لوٹ کر دو کروڑ روپیہ جمع کر لیا تھا۔ ریاست کے قیمتی جواہرات اور نفائسات اس رقم کے علاوہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں روانہ کر دئے تھے۔ تاجروں نے اپنے عیال و اطفال کے ساتھ جلاوطنی اختیار کرنے کے لئے صاحب ایجنٹ بہادر سے پروانۂ راہداری کی درخواستیں کیں۔ مگر یہ کارروائی بھی فضول تھی صاحب ایجنٹ کی اجازت سے وزیر پروانہ دیتا تھا تو سیٹھ ساہوکار ڈرتے تھے کہ وزیر راستے میں قتل نہ کروا دے اس لئے بیچاروں کو وہیں پڑا رہنا پڑتا تھا۔

تاریخ جیسلمیر اُس سرحدی فساد کے ذکر پر ختم کی جاتی ہے۔ جب اقوام راجپوتانہ کے تنازعات کا انفصال عہدنامہ کے رو سے سرکار انگریزی کے تعلق ہوا تو انجام مالدوت نے حسب عادت ایسی فتنہ انگیزی کی کہ دونوں ریاستوں میں تلواریں چلنے ہی کی کسر رہ گئی۔ بیکانیر نے مالدوت قوم پر لشکر کشی کی تو سرکار انگریزی خاموش

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رہنے کا موقع باقی نہ رہا۔ اس فساد کا بانی مبانی وہی وزیر سالم سنگھ تھا۔ جس نے فریقہ
کی تباہی کی نیت سے فرقۂ مالدوت کو بہکا دیا۔ اس اغوا کے اسباب آگے چل کر ظاہر
ہو جائینگے۔ لیکن لطف یہ ہے کہ اسی وزیر نے عوض لینے کے لئے سرکار انگریزی سے
بھی درخواست کی۔ اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قوم مالدوت کا بھی کچھ حال
حوالۂ قلم کر دیا جائے۔

مالدوت۔ کیلن۔ برسنگ۔ پوہر اور تنیج ملوت قوم بھٹی کی شاخیں ہیں۔ لیکن اُن کی
بدردشی سے اُن کا شمار بدو اور پنڈار کی طرح لٹیروں میں ہو گیا ہے۔ مالدوت مالدیو
کی اولاد ہیں۔ کہاری پتہ کے متصل ۱۸ موضع کا علاقہ بارد نے نام سے مشہور ہے
جہاں ان کی بود و باش تھی۔ مگر بیکانیر کے راٹھور نے اس پر اپنا قبضہ کر لیا۔ سچ پوچھا
جائے تو بھٹی رئیسوں کی اہل بیکانیر سے عداوت قبلی بیجا نہیں۔ کیونکہ ثانی الذکر ہی
کی طرف سے زیادتی ہوتی تھی۔ اور انہیں نے بھٹی قوم کا بہت سا علاقہ لے لیا۔
راٹھوروں کو طاقت پر ناز تھا۔ لہذا پچیس سال اُدھر انہوں نے بارد پر حملہ کر کے شہر
بالکل ویران کر دئے۔ کنوئیں بند کرا دئے اور کوئی متنفس زندہ نہ چھوڑا مویشی اور اموال
گراں قیمت سب قبضے میں کئے۔ کچھ بھٹی جو کسی طرح بھاگ کر بچے اُنہوں نے جنگل میں پناہ
لی۔ جب انگریز دخیل ہوئے تو اُن کو اُن کے مقبوضات پر قبضہ دیا گیا۔

واضح رہے کہ اس نئے فرقے کے ساتھ بیکانیر کو بھی ایسی دلی عداوت نہ تھی
جس طرح سالم سنگھ کو تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اس فرقے کے اجڈپن کی وجہ سے وزیر
نے اسی طرح ان کی تباہی کے لئے اُنہیں بلایا تھا۔ لیکن معاملات گذشتہ بتاتے ہیں کہ اُس
کی دشمنی کا خاص سبب یہ تھا کہ وہ لوگ رائے سنگھ کے طرفدار تھے۔ اور اُس کو معاوضہ
لینے کی جرأت اس لئے پڑی کہ اُس نے سرکار انگریزی کی ایک خدمت اپنی طرف عائد
کی تھی۔ اس کا قول ہے کہ پیشوا کی فوج کشی کے ایام میں اُس نے جیسلمیر میں اونٹ
خریدنے کو اپنے آدمی روانہ کئے۔ چنانچہ ۴۰۰ اونٹ سرحد بھٹی سے بیکانیر کو جا رہے
تھے کہ مالدوت حملہ آور ہوئے اور کل اونٹ لیکر بارد کو چلے گئے۔ یہ تعجب کی بات ہے
کہ بیکانیر کی طاقت پر اُن کو حملہ کرنے کی جرأت ہوئی یا اُس کی فوج اس قدر عجلت کے
ساتھ سرحد بھٹی سے آگے عوض لے لیتی۔ ضرور اس میں وزیر کی کارستانی تھی۔ جو انگریز

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دست اندازی کے لئے ایک بہانہ ڈھونڈتا تھا۔ بوکھا اور بارو ایسے بڑے شہروں کی بربادی و ویرانی۔ رئیس کے قتل۔ کنوؤں کی خس پوشی۔ فوج کی فتحیابی۔ بھیکم پور میں اراضی خالصہ کے نقصان کا حال وزیر کو اس وقت تک معلوم نہ تھا جب اُس نے سرکار انگریزی سے دستاندازی کی درخواست کی سرکار انگریزی نے فوراً ہی مداخلت کی اور والئے بیکانیر بھی سرحد سے ہٹ جانے پر راضی ہوگیا۔ وجہ یہ تھی کہ اس کو خاطر خواہ عوض مل چکا تھا۔

اس ملک میں ایسی پیچیدگیاں واقع ہیں کہ عرصۂ دراز تک شکایتوں کا سلسلہ جاری رہیگا۔ لیٹری اقوام لوٹ مار کو برا نہیں سمجھتیں۔ پس ان کے خیالات درست کرنے کو مہلت چاہیئے۔ اگر ان کی تنبیہ نہ ہوگی تو اپنے افعال سے نہ باز آئینگے بالفعل ان کی تاریخ کا جو ورق اُلٹا جائے تو کہیں امن کا ذکر نظر نہ آئیگا۔

سابق میں گج سنگھ کی مسند نشینی کے واقعات قلمبند ہو چکے ہیں اب یہی جیسو کی گدی پر متمکن ہے اسے گھوڑوں سے سروکار ہے یا کھانے سے اور کسی بات سے غرض نہیں سالم سنگھ بڑا چالاک اور قیافہ شناس تھا۔ اس نے جب سمجھا کہ گج سنگھ میرے چنگل سے رہائی کا خواہشمند ہے تو اُس نے ترقی رسوخ کیلئے دوسری تدبیر سوچی۔ اس نے رانائے میواڑ سے اُس کی شادی کا نارئیل منگوایا۔ راول ادھر بھٹی سواروں کے ساتھ میواڑ میں گیا اُدھر بیکانیر اور کشن گڑھ سے جداجدا برائتیں ایک ہی وقت پر پہنچیں۔ تین شادیوں کی وجہ سے سسوڈیا کی دارالریاست میں جو رونق نظر آئی وہ پیشتر کبھی دیکھی نہ گئی تھی تینوں راجوں کی دھوم دھام سے شادیاں ہوئیں گج سنگھ رانی سے بہت ہی مانوس ہے۔ فضل آلہی سے ایک وارث ریاست سے بھی ایوان دولت کی رونق ہے جس کے چہرے سے آثار رشد نمودار ہیں۔ رانا دت جی کا سب پاس کرتے ہیں۔ وزیر بھی سراسر ادب خم رکھتا ہے۔ اس رانی کو ہر وقت یہی فکر رہتی ہے۔ کہ جو بات ہو رعایا ہی کے رفاہ اور فلاح کی ٭

باب ۷

رقبۂ جیسلمیر۔ فہرست خانہ شماری۔ صحرائی حالت۔ مگرہ کا کوہی سلسلہ۔ چشمۂ نمک۔ کنوادسر۔ قسم اراضیات۔ پیداوار زراعت۔ صنعت و حرفت۔ تجارت کارواں۔ اشیائے تجارتی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آمدنی ہر قسم۔ دانی تحصیلدار محصولدان۔ مالگذاری کاشت۔ دھواں۔ تھالی۔ ڈنڈ۔ ڈنڈ کی ادائیگی سے اوسوال قوم کا انحراف وزیر کی جبرستانی۔ مصارف ملازمین قوم بھٹی۔ وضع و قطع۔ عادت افیون خوری و حقہ کشی کی۔ پالیوال برہمن۔ شمار۔ دولتمندی۔ پیشہ۔ پرستش کا حیرت انگیز دستور۔ پوکرن برہمن۔ خطاب۔ شمار آبادی۔ قوم جٹ۔ قلعہ جیسلمیر

راول گج سنگھ کی موجودہ ریاست کا رقبہ شرقاً و غرباً طول میں ۷ درجے ۳۰ دقیقے سے ۷۲ درجے ۳۰ دقیقے تک ہے۔ خط شمالی کے درمیان عرض ۲۶ درجے ۲۰ دقیقے سے ۲۷ درجے ۵۰ دقیقے تک ہے اور زاویۂ شمالی و مشرقی ۲۸ درجے ۳۰ دقیقے تک۔ اس کے حساب سے سطح ناہموار کی کل پیمائش تقریباً ۱۵ ہزار میل مربع ہے۔ مواضعات و دیہات کی تعداد ۳۰۰ اور ۴۰۰ کے درمیان ہے ٹھیک شمار معلوم نہیں۔ ناظرین کی معلومات کے لئے یہاں وہ فہرست درج کیجاتی ہے۔ جو ۱۸۱۵ء میں واقفکار باشندوں نے ہمیں مرتب کردی تھی۔ مگر یاد رہے کہ فتنہ و آشوب اور ظلم و تعدی سے دارالریاست بھی نصف رہ گئی ہے جس سے آبادی کی کمی کا اندازہ ہو سکتا ہے

فہرست خانہ شماری جیسلمیر

نام شہر	خالصہ یا پٹیت یعنی جاگیرداری	شمار مکانات	تعداد آبادی	کیفیت
جیسلمیر	دارالریاست	۷۰۰	۳۵۰۰۰	
سیرورو	پٹیت	۳۰۰	۱۵۰۰	پوگل تک کیلن بھٹی آباد ہے
کھوی	خالصہ	۳۰۰	۱۲۰۰	
کولدر	〃	۲۰۰	۸۰۰	
جنجنیالی	پٹیت	۳۰۰	۱۲۰۰	یہاں کاراؤ لوت در جلدوں کا ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام شہر	خالصہ یا پٹیت یعنی جاگیرداری	شمار مکانات	تعداد آبادی	کیفیت
بھاپ	خالصہ	۲۰۰	۸۰۰	
سینا سوہ	پٹیت	۱۰۰	۴۰۰	
چان	؍؍	۲۰۰	۸۰۰	
وجورائے	خالصہ	۲۰۰	۸۰۰	
مندائی	؍؍	۲۰۰	۸۰۰	
رام گڑھ	؍؍	۲۰۰	۸۰۰	
برسل پور	پٹیت	۲۰۰	۸۰۰	
بھیکم پور	؍؍	۵۰۰	۲۰۰۰	رئیس راؤ کہلاتا ہے اسکے مقبوضہ ۴ موضع جدا گانہ ہیں
سنچنا	؍؍	۴۰۰	۱۶۰۰	
کابا	خالصہ	۳۰۰	۱۲۰۰	
ستوہ	پٹیت	۳۰۰	۱۲۰۰	
دیبی کوٹ	خالصہ	۲۰۰	۸۰۰	
بلانا	پٹیت	۱۵۰	۶۰۰	
بارد	؍؍	۲۰۰	۸۰۰	مالدو کے ۱۸ موضع اسکے علاوہ ہیں
لوہارکی	؍؍	۱۵۰	۶۰۰	
لواں تلا	؍؍	۱۵۰	۶۰۰	
لاہنی	؍؍	۳۰۰	۱۲۰۰	
ڈانگری	؍؍	۱۵۰	۶۰۰	
گراج سر	؍؍	۱۵۰	۶۰۰	
	میزان		۵۶۴۰۰	
	۲۲۵ دیہات و مواضعات کی آبادی جس میں ۴ سے لیکر ۵۰ تک گھر ہیں بحساب وسطانی ۲۰ گھر اور فی گھر ۴ نفری		۱۸۰۰۰	
	میزان کل		۷۴۴۰۰	

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نقشۂ مندرجۂ صدر سے ظاہر ہے کہ شہر انگلستان کے دوسرے درجے کی آبادی یہاں کی ۱۵ ہزار میل مربع سے زیادہ نہیں جس میں تقریباً نصف دارالریاست کے باشندے ہیں جن کی تعداد کی منہائی کے بعد فی میل مربع دو یا تین آدمیوں کی آبادی کا اوسط قرار پاتا ہے۔

سطح زمین سرزمین جیسلمیر عموماً ٹھل یعنی غیر آباد ہے لوار واقع سرحد جودھ پور سے گوشۂ متصل سندھ یعنی کہار تک خشکی ہی خشکی ہے۔ اس حصے میں ریگ کے ٹیلے زیادہ ہیں اور جھاڑیاں بعض بعض مقامات پر۔ اسی حصۂ ملک سے گویا ریاست کی بنجر اور مزروعہ اراضی دو حصوں میں منقسم ہے۔ شمال میں کف دست میدان ہے اور جنوب میں کوہ کا سلسلہ جہاں کی زمین میں پیداوار کم ہوتی ہے۔ اور جسے اصطلاح میں مگرہ اور رو ہی کہتے ہیں۔

یہاں کا سلسلۂ کوہ بھی ملکی سطح کی طرح کہیں بلند کہیں پست۔ اور پست ہی نہیں آخر کو نظر بھی نہیں آتے اور ریگ میں چھپ جاتے ہیں۔ جیسلمیر میں اس کی چوڑائی زیادہ ہے۔ دارالریاست پہاڑ پر ۲۵۰ فیٹ کی بلندی پر واقع ہے وہاں یہ اچھی طرح نظر آتا ہے۔ اور دارالریاست اس کی جسامت کے مقابلے میں اس طرح معلوم ہوتی ہے۔ جیسے بڑے پھل کا بیج۔ یہ سلسلہ کوہ دارالریاست کے ارد گرد ۱۵ میل کے فاصلے پر چلا گیا ہے۔ اس کی ایک شاخ جیسلمیر کے شمال مغرب کی طرف ۳۰ میل کے فاصلے پر پہنچی ہے۔ مشرقی شاخ بوکران واقع جودھ پور سے گذرتی ہوئی شمال و مشرق کی طرف پہلودی میں گئی ہے اس مقام سے جا بجا ظاہر ہوتی ہوئی شمال کی طرف ۱۵ میل کے فاصلے پر گھربالا تک نمودار ملتی ہے۔ یہاں کی مٹی زرد رنگت کی ہوتی ہے جس میں مکانات رنگنے کا اوچر پیدا ہوتا ہے۔

اس سلسلہ کوہ میں سرسبز اور سایہ دار درخت پیدا نہیں ہوتے۔ البتہ جا بجا جھاڑیاں۔ پھول کے یا بھرٹ اور برا ایسے کیٹیلے درخت دکھائی دیتے ہیں۔ جن میں کپڑے اُلجھ جانے سے آیندورونڈ کو زحمت ہی زحمت ہوتی ہے۔ گو سرزمین شمالی ریگ کا ایک سمندر ہے جس میں سبزے کا نام نہیں لیکن دارالریاست کے آس پاس بہشت ہی کی سی کیفیت ہے۔

یہاں کوئی دریا نہیں صرف سر یعنی نمک کے چشمے ہیں۔ جن میں ریگ کے پہاڑوں سے پانی آتا ہے۔ یہاں بند آسانی سے بن سکتے ہیں۔ لیکن چند ماہ یا حد درجے ایک سال تک کام دیتے ہیں۔ کمنواد سر کنواد سے موہن گڈھ تک ۱۸ میل کا ایک مشہور چشمہ ہے۔ جس میں یوں تو پانی زیادہ نہیں رہتا لیکن طغیانی کے وقت ایسا ابلتا ہے کہ ایک چھوٹی ندی مشرق کی طرف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بہکر تیس میل پر ریگ میں گم ہو جاتی ہے۔ اس کا بڑھاؤ گھٹاؤ چشمۂ اصلی کی روانی وطغیانی پر منحصر ہے۔ اور یہاں پر جو نمک نکلتا ہے اُس کی آمدنی ریاست کو ملتی ہے۔

اقسام زمین۔ زراعت پیداوار

گو یہ ملک ریگستانی ہے۔ لیکن اس کی زمین میں قوت پیداوار بھی ہے۔ اور اکثر غلّے یہاں پیدا ہوتے ہیں۔ ریگ آمیز اراضی میں فصل کی عمدگی سے باجرے کی ایسی افراط ہوتی ہے۔ کہ تین برس تک کے لئے کافی ہوتا ہے۔ ان ایام میں ان کو صرف گیہوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو سندھ سے لایا جاتا ہے۔ باجرے کے کھیتوں میں دو تین بارشوں کے بعد تخم ریزی کی جاتی ہے اور یہ غلّہ بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ یہاں کی زمین میں بیج مضبوطی سے جڑ نہیں پکڑتا۔ اور کثرت بارش سے کھڑے درخت جڑ سے اُکھڑ جاتے ہیں۔ اس لئے تیاری فصل کے۔ لئے کثرت بارش ضرر رساں ہوتی ہے۔ یہاں کا سا باجرہ ہندوستان بھر میں کہیں نہیں ہوتا۔ اور اہل جیسلمیر اسے گیہوں پر بھی ترجیح دیتے ہیں۔ جب فصل خوب ہوتی ہے تو باجرہ ایک روپے کا ڈیڑھ من بکتا ہے۔ ایک سال کی عمدہ فصل سے یہاں کے لوگ خیال کرتے ہیں کہ پانچ فصلیں ماری جائینگی۔ باجرے کے کھیتوں میں روئی پیدا ہوتی ہے یہاں کے کاشتکار اس کی سینچائی کم کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ ہندوستان کی روئی کی پیداوار زیادہ سینچنے سے کم ہوتی ہے۔ مالوہ کی کالی روئی میں سرد مقامات کی طرح زیادہ سینچائی نہیں ہوتی۔ تیجی اور مسطح اراضیوں میں جوار بھی پیدا ہوتی ہے۔ ٹیلے کے محفوظ اطراف میں مونگ۔ موٹھ۔ تل۔ گوار کی پھلی کی پیداوار اچھی ہے۔ یہاں کی کچری مرغی کے انڈے کے برابر ہوتی ہے۔ جسے صدہا کوس کے لوگ تحفے کے طور پر منگاتے ہیں۔ دارالریاست اور گھاٹیوں کی مزروعہ اراضی میں پانی کے بندوں کی وجہ سے گیہوں۔ ہلدی اور درخت باغی خوب سرسبز ہوتے ہیں۔ جو اور چنے کی کاشت زیادہ نہیں ہوتی۔ چاول کی زراعت یہاں نہیں ہوتی غلہ سندھ سے آتا ہے۔

صنعت وحرفت

دستکاری کی اشیاء حسب ذیل ہیں۔

موٹے سوت کے کپڑے۔ صحرائی اون کے لوئی کمبل۔ شالی رومال کرتے۔ ہر قسم اور ہر قیمت کی پگڑیاں۔ ہاتھی دانت کے زنانے زیور۔ ابری کے پیالے اور دیگر ظروف جن کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور ان میں مفرغ خط منقش ہوتے ہیں۔

تجارت

جیسلمیر مشہور منڈیوں میں ہے یہاں ممالک شرقی سندھ اور آنزوے سندھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے قافلۂ تجار اور حیدرآباد۔ روڑی۔ بھکر۔ شکارپور۔ اُچ۔ اضلاع گنگ اور پنجاب سے اونٹوں کی گذرگاہ ہے۔ دوآب کی۔ نیل۔ کوٹہ اور مالوہ کی افیون۔ بیکانیر کی مرمری اور جے پور کے آلات آہنی اسباب برآمد ہیں اور ہاتھی دانت۔ خرما۔ ناریل۔ مصالحہ اور چندن اشیاے درآمد۔ ہاتھی دانت افریقہ سے آتا ہے۔ اور پستہ وغیرہ خشک میوے بہاولپور سے۔

آمدنی ہر قسم فرمانروایان جیسلمیر کی آمدنی چار لاکھ سے بھی زیادہ ہے جس میں ایک لاکھ سے اوپر آمدنی مالگذاری شامل ہے۔ آمدنی راہداری قبل میں تین لاکھ روپیہ سے کم نہ تھی مگر وزیر سالم سنگھ کی نالائقی بھٹی رئیسوں کی لوٹ مار اور زوال تجارت سے اب براے نام ہے۔ اس محصول کا نام دان تھا جس کو دانی یعنی تحصیلدار محصول دارالریاست کی گذرگاہوں کی مقررہ چوکیوں سے وصول کرتے تھے۔

مالگذاری اراضی۔ مالگذاری سرکار پیداوار اراضی کا کم سے کم ساتواں اور زیادہ سے زیادہ پانچواں حصہ ہوتا تھا۔ اس کو کھیتوں پر پالیوال کے برہمن یا بنئے مول لیتے ہیں جس کی قیمت داخل خزانہ ریاست ہوتی ہے۔

دھوان یہ مالگذاری کی تیسری مستقل مد ہے۔ اسے کھانے کے مشہور برتن تھالی کے نام پر تھالی بھی کہتے ہیں۔ اس کی آمدنی حد درجے بیس ہزار روپیہ سالانہ یعنی یہاں کے ایک میلے کے صرف کے برابر ہے اس محصول سے کوئی گھر مستثنےٰ نہیں۔

ڈنڈ یہ جبریہ محصول سمت ۱۸۳۰ مطابق ۱۷۷۴ء میں دھوان یا تھالی کے نام سے سیٹھ ساہوکاروں پر مقرر کیا گیا تھا۔ جس کی آمدنی دو ہزار سات سو روپیہ تھی۔ میسری تاجروں نے اسے منظور کر لیا۔ مگر اوسوال تجارت پیشہ منحرف ہوئے۔ لیکن جب قید خانے میں بانسوں کی سزا ملی تب اُنہیں بھی مجبور ہونا پڑا۔ مگر رہائی کے بعد اُنہوں نے مولراج کی صورت نہ دیکھی۔ جس وقت راول کی سواری بازار سے گذرتی یہ لوگ دکانوں اور کوٹھیوں سے گھروں میں بھاگ جاتے تھے کہ کہیں مولراج نظر نہ پڑ جائے۔ مولراج پر اس عہد کا ایسا اثر ہؤا کہ وہ بزرگان قوم اوسوال سے عفو خواہ ہؤا اور موقوفی محصول کا ایک عہدنامہ تحریر کر دیا۔ اور ڈنڈ کے عوض درخواست کی کہ دھوان کا محصول ہمیشہ دیں اوسوال قوم نے دھوان کا محصول دینا منظور کیا بشرطیکہ ڈنڈ نہ لیا جائے۔ اس کے بعد مولراج کو روپے کی ضرورت ہوئی اس لئے سمت ۱۸۴۱ میں ۲۷ ہزار اور سمت ۱۸۵۲ میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۴۰ ہزار روپے قرض لیا جو اس نے کوڑی کوڑی ادا کر دیا۔ وزیر حال کے والد نے اپنے عہد وزارت میں محصول دھدان کی موقوفی کا لالچ دے کر مولراج کا وہ عہدنامہ واپس لے لیا جس کے رو سے محصول ڈنڈ موقوف ہوا تھا۔ مگر بے ایمانی دیکھئے کہ معافی محصول کے عوض اُس نے سمت ۱۸۵۷ میں ساٹھ ہزار اور سمت ۱۸۶۳ میں اسی ہزار روپے زبردستی وصول کئے۔ راول مولراج نے جب گنگا اشنان کے لئے کوچ کیا تو اوسوال لوگ فریادی ہوئے۔ راجہ نے عہد و پیمان میں ردّ و بدل کیا۔ لیکن وزیر نے پھر شرائط منسوخ کر دیں۔

گج سنگھ کی مسند آرائی کے بعد دو ہی برس کے عرصے میں سالم سنگھ نے چودہ لاکھ روپیہ جبریہ وصول کیا اور بردبھان ایک معزز اور جلیل القدر ساہوکار کی دولت باپ اور بیٹے دونوں نے کئی بار چھینی۔ اس دولتمند مہاجن کے بزرگوں کی راجپوتانہ بھر میں کوٹھیاں تھیں یہ کہا کرتا ہے کہ یہ ظالم جیسلمیر میں کسی کے پاس ایک پیسہ بھی نہ چھوڑیگا۔

مصارف ملازمین ملازمین کارخانجات، خانگی وغیرہ کے سالانہ مصارف کا تخمینہ درج ذیل ہے۔

(۱)	برلیعنی جمیع متوسلان خانگی و رانی۔ پہرہ دار اور نوکر چاکر وغیرہ قریبًا ایک ہزار نفر	۱۰ ہزار روپے
(۲)	روزگار سردار یعنی خرچ خاصہ یا خوراک روسائے ہمراہی راجہ	۴۰ ہزار "
(۳)	سہ بندی یعنی سپاہیان قلعہ تعدادی ۱۰۰۰	۷۵ ہزار "
(۴)	اسپان خاصہ ۱۰۰ ز بخیر فیل ۲۰۰۰ شتر ۔ گاڑی	۳۶ ہزار "
(۵)	سواران بارگیر (۵۰۰)	۶۰ ہزار "
(۶)	ملازمین رانی	۱۵ ہزار "
(۷)	پوشاک و زیورات رانی	۵ ہزار "
(۸)	انعامات	۵ ہزار "
(۹)	رسوئیں (باورچیخانہ)	۵ ہزار "
(۱۰)	مہمانداری وغیرہ	۵ ہزار "
(۱۱)	تیوہار و تقریبات	۵ ہزار "

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

(۱۲) خریداری اسپ وشتر وزرگاوان ۴۰ ہزار روپے

میزان ۲ لاکھ ۹۱ ہزار روپے

امرا و وزرائے کو محاصل راہداری وغیرہ پر رقعے دئے جاتے ہیں اکثروں کو اراضی بھی حاصل ہے۔ کسی کسی سال اس مد میں اتنا خراج بڑھ جاتا تھا کہ جب تین لاکھ کی مدنی تھی تب بھی یہ محصول کفایت نہ کرتا تھا۔

اقوام جیسلمیر قوم بھٹی کا ذکر سابق میں ہو چکا ہے۔ اس فرقے کے لوگ جیسلمیر کی موجودہ حدود میں سکونت پذیر ہیں۔ ان کا مذہب ہندو ہے۔ لیکن مغربی و شمالی سرحدوں کے مسلمانوں کی صحبت سے عقائد میں کسی قدر ضعف آگیا ہے۔ پھولرا اور گارا علاقجات شمالی و مشرقی کے باشندے مسلمان ہو گئے ہیں۔ بھٹی قوم کی بہادری میں وہ شہر نہیں جو راٹھو چوہان یا سسوڈیا قوم کو حاصل ہے۔ تاہم کچھواہہ سدو کا یا شیخاوت سے کم بھی نہیں سمجھی جاتی۔ اکثر لڑائیوں میں اس قوم والوں نے اور بہادر قوموں کی طرح داد شجاعت دی ہے جس کی شہادت کے لئے ہم پوگل اور مندور کی لڑائی کا حوالہ دیتے ہیں۔ اچلیس بھٹی راجہ پرتھی راج چوہان کے ہمراہیوں میں ایک نہایت ہی بہادر سردار تھا مگر اس کی شجاعت کل قوم پر عائد نہیں کی جا سکتی۔

بھٹی راجپوت نہ راٹھور کی طرح قوی الجثہ ہیں نہ کچھواہہ کی طرح دراز قامت لیکن ان کی صورت دونوں سے گوری ہے۔ اور چہرے کا نقشہ یہودیوں سے ملتا ہے۔ کل رجواڑہ میں ان سے قرابت شادی ہوتی ہے۔ اور میواڑ میں شاذ جگت سنگھ والی جے پور کی پانچ رانیاں بھٹی قوم سے تھیں۔ اور اس کی وفات کے بعد جو لڑکا پیدا ہوا تھا وہ بھی اس قوم کی رانی کے بطن سے تھا۔

بھٹی قوم کی پوشاک کی قطع حسب ذیل ہوتی ہے۔

مردانہ پوشاک

جامہ سفید یا چھینٹ کا زانوں تک۔ کمربند۔ چوڑا دھنجر اس میں لگا رہتا ہے) پاجامہ اوپر ڈھیلا۔ ٹخنہ کے پاس تنگ۔ پگڑی لال لمبی ایک فیٹ اونچی۔ دھوتی لونی بھٹی لوگ بائیں کاندھے پر ہرن کی کھال میں بندھی ہوئی ڈھال لٹکائے رہتے ہیں اور اسی کھال کی ڈاب میں تلوار بھی لگی رہتی ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زنانہ لباس

گھانگرا۔ ۳۰ فیٹ چوڑا۔ چادر اودنی گلنار رنگ کی۔ زیور طلائی۔ نقرئی ہاتھی دانت یا سینگ کی چوڑیاں کڑے نقرئی کڑے۔

چوڑیاں شانے سے کلائی تک پہنی جاتی ہیں۔ ہاتھی دانت کی چوڑیوں کی قیمت ۵ سے ۵۰ تک ہوتی ہے جیسلمیر میں بھی بنتی ہیں اور مکا منڈی سے بھی آتی ہیں۔ مذکورہ بالا زیور نہ ملیں تو عورتیں کھانا چھوڑ دیتی ہیں غریب راجپوتنیاں مردوں کی طرح محنتی ہوتی ہیں ان سے مردوں کو کاروبار زراعت میں مدد ملتی ہے۔

اس قوم کے لوگ بھی اور راجپوتوں کی طرح افیون کے بہت عادی ہیں اور عمل پانی کرکے حقہ پی کر ایسی پینک میں آجاتے ہیں کہ چٹکی کاٹنے کا بھی کچھ اثر نہیں ہوتا پہلے عمل پانی ہوتا ہے پھر حقہ پیا جاتا ہے اور رنج و مصیبت میں ان کے غم غلط کرنے کی کوئی چیز ہے تو عمل پانی۔ یہ لوگ حقے کا دم لگانا برا سمجھتے ہیں۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ پیتے ہیں کہ دھواں منہ سے نہیں نکلنے پاتا۔

پالیوال پالیوال برہمن تعداد میں راجپوتوں کے برابر مگر دولتمندی میں اُن سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ جب راٹھور مارواڑ میں آباد بھی نہ ہوئے تھے۔ اُس سے پہلے اُن کی بود و باش پالی واقع سوراشٹر میں چلی آتی ہے۔ اگنی کل کی تمام شاخیں پالی ہی تھیں جن میں چوہان کو زیادہ خصوصیت ہے کیونکہ اس قوم کے اگلے راجہ اور رئیس نام کے ساتھ لفظ پال بھی استعمال کرتے تھے۔

تاریخ مارواڑ میں ذکر ہے کہ بارھویں صدی کے اخیر میں جب سہابی نے قنوج سے آکر اس ملک پر قبضہ کیا تو پالی کی عنان حکومت پالیوال برہمنوں ہی کے ہاتھ میں تھی یہ لوگ اس وقت پالی میں موجود تھے۔ جب مسلمانوں نے مارواڑ پر حملہ کیا تھا اور رئیس مارواڑ نے اُس حالت میں بھی اُن کو ڈنڈ سے معاف کیا۔ جب ایک پالی وال نے جان بھی دیدی۔ جب انہیں ملک بدر ہونے کا حکم ہوا تو بہت سے پالیوال جیسلمیر میں چلے آئے۔ کچھ بیکانیر کچھ دہات اور کچھ وادی ڈھونڈھ میں پناہگزیں ہوئے۔ کل اندرونی تجارتوں کے آڑھتی یہی لوگ ہیں اور ان کی مالی امداد سے اور تاجر دور دور تک اسباب تجارت لیجاتے ہیں۔ یہ جیسلمیر کے میتر کہلاتے ہیں کاشتکار فصل کے وعدے پر ان سے روپیہ قرض لیکر اون اور گھی کا بیوپار کرتے ہیں۔ ان کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہاں بھیڑ بھی پالی جاتی ہے۔ سالم سنگھ ان کو مفلس کرکے ملک کی رونق اصلی مٹانے پر اوتارو ہے۔ مالدوت۔ نیچ ملوت اور قزاق بھی انہیں لوٹتے ہیں۔ لیکن مہتا کی بندشوں سے یہ کہیں بھاگ بھی نہیں سکتے۔ ان کی شادیاں قوم ہی میں ہوتی ہیں سوائے طفل روپے والے جنہ کو دیتا ہے تعجب کی یہ بات اور ہے یعنی یہ گھوڑے کی لگام کو پوجتے ہیں۔ قدیم سکوں میں حروف پالی اور تصویر اسپ دیکھنے سے قیاس غالب ہے کہ اس ملک کے قدیم باشندوں میں ستیھک اصول جاری تھے۔ ستیھک قوم گھوڑے پالتی تھی۔ اس لئے یہ یقین کرنا بیجا نہیں کہ جن پالیوال برہمنوں نے چوپانی اور تجارت پیشہ اختیار کر لیا ہے۔ وہ پالی قوم کے گرد کی اولاد ہیں۔

پوکرن برہمن جیسلمیر میں ڈیڑھ دو ہزار گھر اس قوم کے آباد ہیں۔ مارواڑ بیکانیر اور وادی سندھ میں بھی ان کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ تجارت پیشہ نہیں بلکہ کاشتکاری اور چوپانی کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ پہلے یہ معمار تھے اور پشکر کا مقدس تالاب کھودنے پر ان کو دیوتاؤں نے برہمن کی پدوی دے کر پوکرن کا خطاب دیا۔ چنانچہ آج تک اُن کے یہاں کدال کی پرستش کا رواج جاری ہے۔

قوم جٹ یہ قوم اور مقامات کی طرح یہاں بھی کاشتکاری کرتی ہے اور قومیں بھی ان کے علاوہ زراعت پیشہ ہیں۔ جن کا ذکر تاریخ صحرا میں کیا جائیگا۔

قلعہ جیسلمیر یہ قلعہ دو ڈھائی سو فیٹ بلند پہاڑ پر واقع ہے۔ اس کی فصیل نہایت ہی مستحکم ہے دروازے چار ہیں۔ اور توپیں شمار یہ۔ شہر شمال کی جانب تین میل کے دائرہ میں آباد ہے۔ شہر پناہ میں تین دروازے اور دو کھڑکیاں ہیں تاجروں کے مکانوں سے دولتمندی کا ثبوت ملتا ہے۔ خس پوش مکان بکثرت ہیں راجہ کے محل اور امیروں کے مکانوں کے مقابلے میں بہت اچھے سنے جاتے ہیں۔ راجہ گروہ رعایا میں ہر دلعزیز ہوتا تو فوج شتر سوار کے علاوہ پانچہزار پیادے اور ایک ہزار سوار کی جمعیت بہم پہنچنا کچھ مشکل نہ تھی۔ لیکن وزیر بدشعار کی خونریزیوں اور تشددوں سے ملک ایسا تباہ ہوا ہے کہ آدھی فوج بھی میسر نہیں آسکتی +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوائف صحرائے ہند

باب۔ ۱

ہیئت اراضی۔ تقسیم حدود صحرا۔ لونی۔ رن۔ تھل اور روئی کا امتیاز۔ لونی کا تھل۔ جھالور۔ سیوانچی۔ ماچولا و مورسین بین مال و سانچور۔ بھدراجوں۔ مہود۔ بالوترا۔ تلوارا۔ انڈوائی گوگادیو کا تھل۔ تروڑی کا تھل۔ کھاور کا تھل۔ بلیناتھ کا تھل یا باڑمیر۔ کھیر دھر۔ جوناچوتن۔ نگر گورا

ہم نے خود مارواستھل کے قدیم دارالریاست مندور سے چل کر اس صحرا کو دیکھا شمالی و مشرقی سرحد جس پر حصار کا قدیم قلعہ واقع ہے اور جنوبی حصہ جہاں کوہ آبو۔ نہروالا اور بھوج واقع ہیں نہ دیکھ سکے یہاں کی ہمارے ہمراہیوں نے سیر کی اور اپنی تحقیقات کی تصدیق منڈیر سے امرکوٹ اور آبو سے اروڑ تک کے ہر ایک تھل کے باشندے سے کرادی جس کی بنا پر یہاں حالات صحرا قلمبند کئے جاتے ہیں۔

ہندوستان کا یہ صحرائے اعظم قدرتی حدود سے محدود ہے۔ یہاں مختلف ناموں کے تھل یعنی سرسبزی سے محروم قطعات ہیں۔ مثلاً کاور تھل۔ گوگا تھل وغیرہ اور وسعت صحرا اور تھلوں کی تعداد کے مقابلے میں مزروعہ قطعات اراضی اس قدر کم ہیں جیسے چرم شیروں میں کالی دھاریاں اور انہیں دھاریوں پر شہر اور موضع متفرق طور پر آباد ہیں۔ مارو استھل کی حدود حسب ذیل ہیں۔

شمال سطح زمین واقع سواحل دریائے گارہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جنوب۔ چشمۂ عظیم نکسار یعنی رن وکوئی وارا۔

مشرق۔ کوہ اربلی
مغرب۔ وادی سند
} یہ دونوں حدود خصوصاً مشرقی سرحد نہایت ہی فائدہ مند ہیں۔ اگر یہ حدیں نہ ہوتیں تو ہند وسطی ریگ سے پٹ جاتا۔ اربلی کا سلسلہ سمندر کے کنارے سے دہلی تک پھیلا ہوا ہے یہاں کے نشیبی مقامات اور راستے ریگ سے پٹ جایا کرتے ہیں۔ اور اراضی قابل زراعت بھی اس ریگ سے بن جاتی ہے۔ لوٹنک متصل دریائے بناس کے پار کئی میل تک ریگ دریا کی طرح موج خیز محسوس نظر ہوتی ہے اور مغربی سرحد کا بالکل یہی حال ہے شمالی کنارے پر حیدر آباد سے اوچ تک ریگ کے ٹیلے سے مشرق منظر نظر نہیں آتا اس ٹیلے کی بلندی سمندر کی سطح سے بعض بعض مقامات پر دو سو فیٹ ہے۔ اس زرریز گھاٹی کے شگاف سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوہ قاف کی برف کسی وقت ایسی گھلتی تھی کہ پانی کی دھارا کے زور سے یہ اتنا پہاڑ کٹ گیا۔ کبیشروں نے لوکوٹ مارواڑ کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ راجگان قوم پرمار نے زمانہ سلف میں یہاں حکومت کا انتظام کیا تھا۔ ہمیں اس وقت کے انتظامی حالات سے کچھ واسطہ نہیں لیکن یہ کہنا بہت واجبی ہے کہ صحرائے ہند پر حکومت قائم رکھنے کے لئے مقامات ذیل کا قبضہ مقدم تر ہے۔

پوگل جانب شمال۔ منڈور ملک مارو کا شہر وسطی۔ آبو کھرالو پار کر جانب جنوب چوتن۔ امرکوٹ۔ ارور۔ لودرو اجانب مغرب۔

موجودہ شہروں کی ہیئت سے اس مقام کی قدامت کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ لودرو۔ اور اور مقام صدیوں سے ایسی ویرانے کی حالت میں پڑے ہیں۔ کہ روز کے آنے جانے والے بھی نام کے سوا اُن کا نشان نہیں بتا سکتے۔ چوتن اور کھرالو کا ذکر کبیشروں کی نظموں میں ہے نشان کہیں نہیں۔

صحرا میں کل ریاست بیکانیر اور اربلی کے شمالی علاقے موسومہ شیخاوات کا کچھ حصہ شامل ہے۔ لنود دہلی سے سو میل کے فاصلے پر سرحد انگریزی میں ایک ریگستانی مقام ہے۔ لیکن زراعت کچھ کم نہیں ہوتی۔ ہم نے لنود سے تین میل کے فاصلے پر وہ ریگ کے بلند ٹیلے دیکھے جن پر پہلے جھاڑیاں ہی جھاڑیاں نظر آئیں لیکن پھر ریگ کے ڈھیروں میں سلسلہ وار دیا موجزن معلوم ہوئے۔ اور جب ہوا چلتی تھی تو برف کے ڈھیروں کا سماں پیش نظر ہوتا تھا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انہیں کے درمیان آمد و رفت کے راستے ہیں۔ جن راستوں سے حیوانات گذرتے ہیں وہ سخت ہیں ان سے بچ کر چلے تو گھورا زانوں تک ریگ میں دھنس جائے۔ الفنسٹن صاحب کی سفارت سنکھانہ۔ جھونجھونو سے چوروتی ہوئی بیکانیر میں پہنچی تھی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ سرحد مغربی اور بہاولپور کے درمیان ۲۸۰ میل ایسے ہیں جن سے علاقہ شیخاواتی شامل صحرا نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور سو میل تو ایسے ہیں جہاں نہ آبادی ہے نہ پانی نہ سبزی۔ ہم پہاڑ اور ریگستانی گھاٹی پر شیخاواٹی سے پوگل پہنچے یہاں کے ٹیلے بیس سے سو فیٹ تک بلند پائے اور ان کی صورت ویسی ہی تھی جیسی سمندر کے کنارے تیزی ہوا سے نظر آتی ہے۔ یہ ٹیلے ہوا کے جھونکوں سے صورت بھی بدلتے رہتے ہیں اور مقام بھی۔ گرمیوں میں اس طرف کا سفر نہایت مخدوش ہے وجہ یہ کہ ریگ کے بادل چھائے رہتے ہیں۔ ہم نے جاڑوں میں انہیں منجمد حالت میں پایا۔ گھاس۔ ببول اور بیری کے درختوں سے سبزہ زار کی کسی قدر کیفیت تھی۔

ان ہولناک ٹیلوں میں جا بجا بستیاں بھی قائم ہیں۔ جن میں دو چار پھوس کے چھپر دو کچی دیواروں پر چھائے ہوئے ہیں۔

تھل اور قطعات مزروعہ کا ذکر کرنے کے لئے ہم قدیم ہندوؤں کی تقسیم کا حال لکھنا مناسب نہیں سمجھتے۔ جس کے رو سے مارواستھل کی راجدھانی مندور میں تھی یہ مقام صحرا کے وسط میں واقع ہونے کی وجہ سے جیسلمیر کی دارالحکومت کے لئے موزون ہے چالیس میل تک کے چوڑے اور بنجر تھلوں سے یہ شاداب و سرسبز زمین علیحدہ کر لی گئی ہے۔ جیسلمیر سے مارواڑ جاتے ہوئے دریائے لونی عبور نہ کیا جائے تو جھالور راجپوتانہ کی جدید حدود کے قریب ممالک دھات اور اومر سومر واقع حدود سندھ اور داؤد پوتروں کے بعد سندھ کی گھاٹی کا حال درج کیا جائیگا۔ کوہ جیسوتکو نا پہاڑ ہے جس پر قلعہ جیسلمیر تعمیر ہے۔ اس کے مغرب میں سندر ریگ سے نیلاب یعنی سندھ تک مع حیدر آباد و اوچ تمام ریگستانی پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چشمہ ہائے آب کے قریب چار پانچ سو میل طول اور سو دو سو میل عرض میں چھوٹی چھوٹی بستیاں آباد ہیں جن میں اقوام صحرائی یعنی گڈریوں اور چرواہوں نے ریوڑ چرانے یا کھیتی کرنے کے لئے چھپر ڈال لئے ہیں یہاں اونٹ کی بڑی بڑی قطاریں بھی دشوار گذار راستوں میں نظر آتی ہیں جن کی ہر منزل میں چارن رہنمائی کرتے ہیں۔ چارن لوگ پگڑی کے سرے پر گرد لگائے رکھتے ہیں۔ اور ان کا شمار بھی صحرائیوں میں ہے۔ قوم بدو کے لوگ یہاں اونٹ یا گھوڑے پر سوار کاروان لوٹنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی فکر میں جھاڑیوں سے گذرتے یا رانگھڑ یا منگولیا کے بھیڑوں کا گلّہ چرا کر ہنکاتے ہوئے ملتے ہیں۔ جن ہمیشہ بہار جھالوں میں تپش آفتاب سے بچانے کو غلّہ محفوظ کیا جاتا ہے وہاں بھی ان کی لوٹ مار جاری رہتی ہے۔ ان کے علاوہ ان مقامات پر وہ چرواہے نظر آتے ہیں جو ایک چراگاہ کا چارہ ختم ہونے پر اپنے مویشیوں کے گلّے کو کسی دوسری چراگاہ میں لے جاتے ہیں۔

اس قوم کے لوگوں کو اگر دوسرے دن نئی غذا یا کسی نئے چشمے کا تازہ پانی دستیاب ہو تو اپنی بڑی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ وہ دن بڑا مبارک تھا۔

یہاں لوگ رابڑی بناتے یا شاد عرب زمین کے کسی چشمے کا پانی پیتے ملتے ہیں اور جب تک چراگاہ میں چارہ باقی رہتا ہے یا کسی طاقتور مخالف سے اندیشہ نہیں ہوتا یہ لوگ راجوں کی طرح آزادی سے بسر کرتے ہیں۔

صحرائے ہند میں لفظ باہ یا باوا یا وام مستعمل ہے کہیں یہ لفظ اہل گریک کے لفظ اویسس یا بلزد کے لفظ ایلووا کا مترادف تو نہیں۔ صحرائے ہند میں پانی کے واسطے کئی لفظ ہیں جیسے پار۔ رار ترٔوی یا وی۔ باہ۔ باوا۔ وام ان میں سے وام آب رواں کو کہتے ہیں اور اس سے تالاب یا چشمہ بھی مراد ہے۔ الوام کے معنی کبھی پانی لئے جاتے ہیں اور وی یا دی سے مراد تالاب یا اس دریا سے ہے جس کا پانی گرمیوں میں صرف بعض بعض مقامات پر جمع رہے۔ راجپوتانہ میں ایسے دریاؤں کی کثرت ہے اور اُن کے نام بھی لفظ دی سے مشترک ہیں جیسے ہاتھی دی یعنی وہ چشمہ جسمیں ہاتھی ڈباؤ پانی ہو۔ لفظ دادی وام اور دی سے مرکب معلوم ہوتا ہے۔

اس صحرا کا دریائے لونی یعنی چشمہ نمک بہت ہی مشہور ہے۔ یہ دریا کواڑ بلی سے نکلتا ہے جس میں کئی اور چھوٹے چھوٹے دریا ملتے ہیں۔ یہ دریا مارواڑ کے لئے صحرا اور اراضی مزروعہ کی ایک حد فاصل ہے اور جب یہاں سے چوہان تھل میں داخل ہوتا ہے تو اُسے بھی دو حصوں پر منقسم کر دیتا ہے۔ جن میں سے حصۂ شرقی کو راج سوئی باہ کہتے ہیں اور حصۂ غربی کو پار کہار۔

ملک چوہانی کی سرحد جنوبی پر ایک عجیب و غریب چشمہ نمک یعنی رن دریائے لونی سے بنا ہے۔ جس کا عرض ڈیڑھ سو میل ہے اور ہر جگہ رن ہی کہلاتا ہے اس کا شروع

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور خاتمہ دونوں مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ پوشکر مقام مخرج میں برہما کا مندر ہے اور سمندر میں ملنے کی جگہ نارائن کا مندر۔ رن کا لفظ آرینہ سے بنا ہے جس کے معنی جنگل کے ہیں گرمیوں کے موسم میں یہ جلے ہوئے نمک کا جنگل نہایت ہی مخدوش جگہ ہوجاتی ہے۔ جہاں خرصحرائی کی کثرت ہوتی ہے۔

مورخین یونان کی تحریرات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ چشمۂ نمک نہایت قدیم ہے۔ اس کا اصل مخرج تو دریائے لونی ہی ہے مگر اور آبشاروں سے بھی اس کی تہ پر نمک جمتا ہے۔ اور طغیانی کے زمانے میں دریائے سندھ کا پانی بھی اس میں آتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس چشمۂ نمک کو دیکھ کر قدرت آکسی یاد آتی ہے۔

تھل اور روئی اس صحرا میں دو الفاظ عام ہیں۔ تھل اس جنگل کو کہتے ہیں جسمیں سبزی کا نام نہ ہو۔ روئی سے مراد وہ جنگل ہے جس میں قدرت نے سبزی پیدا کی ہو۔

لونی کا تھل دریا کے وار پار کی اُس اراضی کو کہتے ہیں جس کا جھالور نام ہے اور جس کے تحت میں چند اور علاقے ہیں۔ ملک جنوب میں دریا تھل اس تھل کے متصل ہی واقع ہے۔

جھالور مارواڑ کا یہ ایک جزو اعظم ہے۔ سیوانچی اس کے اور سوگری و کھاری کے درمیان واقع ہے۔ جو کوہ ارولی اور آبو کے چشموں کی مدد سے تین سو ساٹھ شہروں اور مواضعات کو سیراب و سرسبز کرتا ہے۔ عہد حکومت پرمار میں مارواڑ کا یہ علاقہ خالصہ نوکوٹ مارو میں داخل تھا قبل میں اس پر چوہان قابض تھے ۱۳۱۱ء میں علاء الدین خلجی نے اس پر حملہ کیا مگر چوہانوں نے ایسے دانت کھٹے کئے کہ کیا صاحب تاریخ فرشتہ اور کیا کیشر دونوں نے مدح سرائی کی ہے۔ ان کا خطاب ملانی ہے اور ان کی قلمرو تاپاراج کہلاتی ہے جس کی راجدھانی کو جونا چوتن کہتے ہیں۔ اس دارالریاست کی وجہ سے ان کا سکۂ حکومت اجمیر سے پارکمار تک تھا۔ جو غالباً انہوں نے اپنے اگنی کل بھائیوں سے چھینی ہوگی۔

یہاں کے قدیم قلعے کا نام سونا گر ہے۔ جب ملانی کا اصلی لقب مٹ گیا تو چوہان نیسوں نے تمیز قومی کے لئے سونگرا کا خطاب اختیار کیا۔ اور ملی ناتھ کا مندر بنایا۔ مگر جب سیاجی کی اولاد یہاں متسلط ہوئی سونا گر کو جھالور کے نام سے مشہور کیا۔ جھالور جلندھر ناتھ کے نام سے منسوب ہے۔ جس کا مندر قلعہ کے پچھم رُخ ایک کوس پر موجود ہے۔ ملی ناتھ کیطرح

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جلندھر ناتھ کی مورت گنگا سے منگائی گئی تھی یا کسی اور جگہ سے معلوم نہیں۔ لیکن اُس کے قریبی غاروں کے دیکھنے سے خیال ہوتا ہے کہ حملۂ سکندر کے زمانے میں انہیں کو ملتان سے بھاگنا پڑا تھا۔ راٹھوروں نے اپنی فتحیاب قوم کے دیوتوں کی پرستش بھی جاری کر لی تھی چنانچہ مندور کی اور مورتوں میں بالی ناتھ کی بھی مورتیں دیکھی جاتی ہیں۔ سونگرا کی اولاد فی الحال دریائے لونی کے قریب چیتل والو میں سکونت پذیر ہے۔

جھالور کے اضلاع سیوانچی۔ بیمل۔ ساچور اور مورسین ہیں مگر سب خالصہ بھدرا جون۔ مہود۔ سیول۔ سندری کی ریاستوں اور پٹیت علاقوں کے علاوہ یہاں نوے نوے میل طول اور عرض کا ایک قطعہ زمین عمدہ ہے۔ جس کا پانی بھی سطح زمین سے دور نہیں۔ مگر زراعت کا کوئی معقول انتظام نہیں۔ اگر کوشش کی جائے تو اس سے مہاراجہ جودھپور کے مصارف کی رقم دستیاب ہو سکتی ہے۔ یعنی تقریباً نو لاکھ روپیہ ریاست کی بدانتظامی۔ اہلکاروں کی بددیانتی۔ صحرائی اور آبو وارہلی کی مینا قوم کی غارتگری سے اس علاقہ کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔ یہاں کا کوہی سلسلہ میواڑ کی سطح سے بے تعلق ہے ہاں جا بجا لوٹ پھوٹ کر کوہ آبو سے مل کر ایک سرسبز جنگل کا کام دیتا ہے۔ جس میں جھال۔ ببول۔ کریل اور دوسرے نخل کے درختوں کے علاوہ اور قسم کے درخت بھی اگتے ہیں۔

جھالور کا مشہور قلعہ مارواڑ کی سرحد جنوبی کا محافظ ہے۔ یہ اُس سلسلۂ کوہ پر واقع ہے جو شمال کی جانب سوانہ تک چلا گیا ہے۔ اور جس کی بلندی تین سو سے چار سو فیٹ تک اندازہ کی جاتی ہے قلعہ کو فصیل اور برجوں نے بہت ہی محفوظ کر دیا ہے ان پر توپیں چڑھی ہیں مگر کم۔ قلعے کے چار دروازوں میں سے شہر کی طرف کا دروازہ سورج پول کہلاتا ہے۔ شمالی و مغربی دروازے کو بال پول کہتے ہیں۔ یہاں پارسناتھ کا ایک جینی مندر ہے۔ کنوئیں بہت ہیں۔ میٹھے پانی کی دو بالیوں کے علاوہ شمال کی طرف ایک چھوٹا تالاب بھی ہے۔ جس میں صرف چھ ماہ تک پانی رہتا ہے۔ شہر قلعہ کے شمال و مشرق کی طرف واقع ہے جس میں تین ہزار کے گھر ہیں۔ شہر کے یورب میں ایک کوس پر سوگری دریا رواں ہے شہر قلعہ کی طرح دیوار سے محدود ہے۔ دیوار پر توپیں لگی ہیں۔ عمارتوں میں مختلف قوموں کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ اور زیادہ تر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس جگہ راجپوت خاندان صرف پانچ ہی آباد ہیں۔

سنہ ۱۸۱۳ء کی تیار شدہ فہرست خانہ شماری درج ذیل ہے جس کی تصدیق ہو چکی ہے

نام اقوام	تعداد خانہ	نام اقوام	تعداد خانہ
مالی	۱۲۰	جولاہہ ابریشم باف	۱۵
گھاچی یعنی تیلی	۱۰۰	جینی جتی	۲
کمہار	۶۰	برہمن	۱۰۰
ٹھٹھیرا	۳۰	گوجر	۴۰
چھیپی یعنی رنگساز	۲۰	راجپوت	۵
مہاجن دوکاندار	۱۱۵۶	بھوجک (دھرجی)	۲۰
مسلمان	۹۳۶	مینا	۶۰
کھٹیک	۲۰	بھیل	۱۵
نائی	۱۶	حلوائی	۸
کلال	۲۰	برہمنی - لوہار	۱۴
جولاہہ	۱۰۰	منہار	۴

سیوانچی دریائے لونی اور سوگری کے وسط میں آباد ہے۔ دارالریاست سوانہ کا قلعہ اس پہاڑ کے آخری سرے پر تعمیر ہے جس پر جھالور واقع ہے۔ ایک زمانہ میں سوانچی (مع علاقۂ ناگور) ولیعہد مارواڑ کی جاگیر میں تھا۔ جسے دھونکل سنگھ نے ضبط کر لیا۔ تاریخ فرشتہ میں ذکر ہے کہ علاء الدین نے جب فوج کشی کی تو سوانہ کا خوب تحفظ کیا گیا۔

جھالور کے دو بڑے علاقے حدود لونی میں ماچولا اور مورسین کہلاتے ہیں یا چولا ایک مستحکم قلعہ ہے۔ جس سے جنوبی و مشرقی سرحد کی دست برد قوم مینا سے حفاظت رہتی ہے۔ مورسین جھالور کی مغربی سرحد پر ایک قلعہ ہے۔ اور اس کے شہر میں پانچ سو گھر بستے ہیں۔

بین پال اور سانچور جنوب میں اتنے بڑے علاقے ہیں۔ جن کی وسعت کل علاقوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے نصف ہے ان کی آبادی کچھ اور گجرات کی گذرگاہوں میں ہے۔ اور تجارتی منڈی سمجھے جاتے ہیں۔ بین پال میں ۱۵۰۰ گھروں کی بستی ہے۔ جس کی نصف تعداد کے سیٹھ ساہوکار سانچور میں سکونت پذیر تھے۔ لیکن ملکی خرابیوں نے اب وہ رونق باقی نہیں رکھی۔ بین پال میں بارہ اوتار کا ایک مندر ہے۔ سانچور نے سانچورا برہمنوں کے نام سے بہت شہرت پائی۔ جن میں سے اکثر دوارکا۔ متھرا۔ پشکر۔ نگر اور پارکھار وغیرہ مندروں کے پوجاری ہیں۔ سانچور کا قدیم نام ستی پورہ تھا۔

بھدراجوں اس علاقہ اور اس کے خالصہ دیہات میں جاگیرات جھالور کی طرح اچھا انتظام نہیں۔ یہ علاقہ کوہستان کے درمیان واقع ہے۔ جس میں ایک چھوٹا قلعہ بھی ہے اس کا رئیس جودھا خاندان کا بقائے نام ہے۔ یہاں کے پانچ سو گھروں میں ۱/۲ حصہ مینا قوم کی آبادی ہے۔

مہود دریائے لونی کے دونو کناروں پر یہ ایک مشہور علاقہ سیوانچی کے رئیس کا باجگذار ہے۔ اور اُس کو ضروری خدمات بھی انجام کرنا پڑتی ہیں۔ قبل میں راٹھور اس پر قابض تھے۔ موجودہ رئیس صورت سنگھ اور اس کے عزیز قریبی سورج مل کو بھی راول کہتے ہیں۔ اول الذکر کی بود و باش جیسل میں ہے۔ ثانی الذکر کی جاگیر قلعہ سندری کے نام سے جیسول سے ۲۲ میل کے فاصلے پر جنوب کی طرف دریائے لونی پر واقع ہے یہ دونو مساوی حقدار ہیں دونو میں جھگڑا رہتا ہے اسی سبب سے کوئی دارالریاست مہود میں قائم نہیں کر سکتا۔ دونو کو ۱۸۱۳ء یعنی تحریر تاریخ ہذا تک غارتگری مطبوع خاطر تھی۔ لیکن کیا عجب کہ کسی دباؤ یا دور بینی خیالات سے انہوں نے راہزنی کے عوض نمکسار کی زرخیز اراضی کا معقول انتظام کیا ہو۔ جس میں گیہوں جوار اور باجرے کی فصلیں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ یہاں جھالور کی طرح عمدہ انتظام نہیں۔

بالوترا اور تلوار میں ایک بہت بڑا میلا جرمن کے مقام لیپسک کے برابر ہوتا ہے میلے کا نام بالوترا کا میلہ ہے۔ مگر میلا جزیرۂ لونی کے متصل جنوب کی طرف سات میل کے فاصلے پر تلوارا میں ہوتا ہے۔ یہاں ملے ناتھ کا مقدس مندر ہے جس کی راٹھور بھی پرستش کرتے ہیں۔ تلوارا مہود کے ایک عزیز خاندانی کے تحت تصرف میں ہے اور بالوترا مارواڑ کے رئیس اعظم کی جاگیر اہوا میں شامل ہے۔ ورگاداس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام کی تاریخ نارواڑ میں بڑی شہرت ہے سابق میں بالونڑا اور سندری کے علاقے اس کی جاگیر دروڑا میں شامل تھے۔ اور اب اُس کی اولاد سندری پر متصرف ہے جاگیر مسود کی آمدنی مع علاقجات مذکورہ پچاس ہزار روپیہ سالانہ ہے۔ پٹیت جاگیرداروں کو ہمراہ لیکر حاضر دربار ہؤا کرتے ہیں خدمت کوئی مقرر نہیں ہاں سرحدی حفاظت کے موقع پر اُن کی موجودگی لازم ہوتی ہے چنانچہ اسی وجہ سے وہ لوگ سومیشور کہلاتے ہیں۔

اندووائی یہ مقام پرمار قوم کے اندوراجپوت فرقے کے نام سے موسوم ہے جس کی مندور میں حکومت تھی۔ یہ تھل تیس کوس کے گرد میں بالوترا کے شمال اور جودھپور کے مغرب میں واقع ہے۔

گوگادیو کا تھل یہ تھل اندووائی کے اُنزطرف واقع ہے۔ ٹیلے بلند۔ پانی زمین سے بہت دور۔ دوچار دیہات کی آبادی۔ تھوپ۔ تھلسوند۔ بیماسر خاص شہر ہیں۔ یہاں برساتی پانی چشموں میں محفوظ رکھکر بڑی احتیاط سے استعمال کیا جاتا ہے۔ اکثر اوقات پانی میں گندگی ہوجانے سے رتوندی کا مرض لاحق ہوجاتا ہے۔

تروروٹی کا تھل گوگادیو اور موجودہ سرحد جیسلمیر کے وسط میں آباد ہے۔ اُس کا صدر مقام پوکرن۔ مارواسہلی کی دونوں دارالریاستوں کے درمیان ہے۔ جنوبی حصے میں اور تھلوں سے فرق نہیں شمالی حصے میں سولہ یا بیس میل تک پوکرن کے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ پہاڑیاں اُس کوہی سلسلہ کی جزو ہیں جس پر بھٹی قوم کی دارالریاست آباد ہے اور اسی سے اُس کو میر کہتے ہیں اس کی چاردیواری پتھروں سے بنی ہے شہر میں دوہزار گھر آباد ہیں۔ قلعہ بھی تعمیر ہے جس پر مشرق کی طرف توپیں نصب ہیں مغرب کی طرف ایک برساتی دریا ہے۔ جو موسم بارش کے بعد خشک ہوجاتا ہے۔ باشندوں کو اس کی تہ کے کنوؤں سے میٹھا اور عمدہ پانی بہم پہنچتا ہے۔ پوکرن کے رئیس کو ۲۴ مواضعات کے علاوہ دریائے لونی اور بانڈی کا درمیانی علاقہ بھی حاصل ہے جس کی آمدنی ایک لاکھ سے کم نہیں درگاداس وفادار ریاست درونارا اور منڈل کا جاگیردار تھا۔ مگر اب ان جاگیروں پر متفنی سالم سنگھ قابض ہے۔ پوکرن کے اوپر کی طرف تین کوس پر موضع رام دیورا آباد ہے۔ جس میں رام دیو صحرا کے ایک بڑے سوریر کا مشہور بندر ہے یہاں یاتری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے مہینے میں میلہ کیا جاتا ہے۔ جس میں دور دور کے تماشائیوں کے علاوہ کراچی بندر ٹھٹہ۔ ملتان۔ شکارپور اور کچھ کے تاجر مال لاتے ہیں۔ گھوڑے۔ اونٹ اور بیل کی بھی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ پہلے اس میلہ کی بڑی رونق ہوتی تھی۔ لیکن ۱۸۱۳ء کے قحط راجہ مان سنگھ کے عہد ناقص اور بھٹی و راٹھور قوم کے جھگڑوں سے اگلی سی بات نہیں رہی۔

کہادر کا تھل یہ تھل مارواڑ سے بہت دور جیسلمیر اور باڑمیر کے درمیان اس پہاڑ پر واقع ہے۔ جو بھوج سے جیسلمیر تک گیا ہے جس کی سرحد مقامات گراب اور دھات قائم کرتے ہیں۔ اس میں باوجود قلت آبادی بعض مقامات شہر کہلانے کے مستحق ہیں ان میں سے شو میں تین سو اور کوئرا میں پانچ سو گھر آباد ہیں۔ ان دونو مقامات پر راٹھور رئیسوں کی حکومت ہے جو صرف کہنے ہی بھر کو راجہ جودھپور کے ماتحت ہیں۔

ملیناتھ کا تھل عرف باڑمیر ایک زمانے میں یہاں ملانی ہی قوم آباد تھی جسے لوگ راٹھور بیان کرتے ہیں۔ لیکن تحقیقات سے پایا جاتا ہے کہ یہ راجپوت جو ناچوتن کے فرمانروائے قوم چوہان کے خاندان سے تھے۔ مشہور ہے کہ قحط سے پہلے یہاں بارہ سو گھر کی آبادی تھی اور آبادی میں سب قومیں شامل تھیں جن میں سے چوتھائی شمار سانچور برہمنوں کا تھا۔ جس پہاڑ پر سیو کوئرا واقع ہے اس کی بلندی یہاں دو سے تین سو فیٹ تک ہے اور اُسی پر باڑمیر بھی آباد کیا گیا ہے۔ شیو کوئرا سے باڑمیر تک زمین بہت ستھری ہے جا بجا ٹیلے بھی نظر آتے ہیں۔ پیداوار آبادی کے لئے کافی ہوتی ہے شیو کوئرا۔ جیسول اور باڑمیر تینوں مقامات کے رئیسوں کا مخرج جیسول ہے۔ ۲۴ موضع رئیس کی ملکیت میں ہیں۔ پہلے محاصل راہداری کے واسطے دانی مقرر تھا۔ اب رئیس باڑمیر خود وصول کر لیتا ہے۔ صحرائیوں سے جب ڈنڈ مانگا جاتا ہے تو وہ اہلکاروں سے برسر پرخاش ہوتے ہیں۔ رئیس کا رعب نہیں مانتے اور بھٹی قوم سے مدد لیتے ہیں۔ باڑمیر کے اونٹ نہایت عمدہ اور قیمتی ہوتے ہیں۔ تمام ہندوستان میں ان کی قدر کی جاتی ہے۔

کیردھر اتنے فاصلہ دراز پر راٹھور پہلے منصرف ہوئے تھے۔ اور یہاں کی گوہیل قوم کمبایت میں جا بسی تھی۔ چنانچہ اُسی کا گوگا تھل اور بہاؤنگر پر قبضہ ہے۔ پہلے قاف کے لوٹنے کو جہاز رانی کرتے تھے۔ اب بحر ہند میں ساحل سوفالا تک بردہ فروشی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں گوہیل قوم کے زمانے میں کھیر کا عرض لونی تک تھا۔ جس میں غالباً جوناجوتن وغیرہ کے باغی ملانی چوہانوں کی حکومت کا رقبہ بھی شامل تھا۔ عہد پرمار میں دارالریاست کرلو لوکوٹ مارواڑ کا ایک اچھا حصہ تھا۔ مگر اب صرف چالیس گھر کی بستی سنگ سیاہ کے اُس پہاڑ سے محدود رہ گئی ہے۔ جس کا سلسلہ بھوج سے شروع ہوا ہے۔

جوناجوتن وقدیم نومیں یہ دونوں قدیم شہر راج ہا پاراجۂ چوہان کے دارالقرار تھے۔ ان کی موجودہ حیثیت اب بھی ان کی وسعت کا پتہ دیتی ہے۔ جونا کا مقام چاروں طرف پہاڑ سے گھرا ہوا ہے۔ اس کے آمد ورفت کے راستے پر بھی ایک قلعہ تعمیر تھا۔ پہاڑ پر بھی دو قلعے بنے ہوئے تھے۔ ٹوٹے پھوٹے مندروں خستہ وخراب باولیوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت میں وہ ایک عالیشان شہر ہوگا۔ سابق میں یہاں بارہ ہزار مکانوں کا شمار تھا۔ لیکن اب دوسو خس پوش جھونپڑے باقی رہ گئے ہیں۔ اور جوتن کی حالت ایک موضع سے بھی ردی ہے۔

دھورمن میں ساون کی تیج کو اللہ دیوی کا میلہ ہوتا ہے کہتے ہیں قوم ملانی نے اسی دیوتا کی برکت سے ایک بڑی بھاری لڑائی سر کی تھی۔ اس دیوتا کی تانبے کی مورتیں کوہ اللہ دیو کی چوٹی پر اشوکھی کے نام سے پوجی جاتی ہیں۔ گھوڑوں کے چہروں سے یہ بات غور طلب ہے کہ ملانی قوم کے مورث اعلےٰ وسط ایشیا کے خاندان اشی عرف اشوکی سیتھک شاخ میں سے تھے یا کوئی اور۔

نگر گورو نگر اور گورو سرحد چوہان راج سوئی یا ہ پر لونی کے کنارے دو بڑے شہر ہیں۔ بارمیر اور نگر گورو کے درمیان ایک بڑا بھاری تھل واقع ہے جسے روئی بھی کہہ سکتے ہیں اس تھل میں کھیر۔ کجری۔ کریں۔ کیب اور پھول کے گھنے گھنے جنگل ہیں۔ جن کے درختوں کے پھل اور گوند ایسی چیزیں بھیل اور جنوبی مقامات کے قبلی استعمال کرتے ہیں۔

ان تھلوں پر قدرت کی طرف سے جو خرابیاں واقع ہیں وہ تو الگ رہیں سنہ ۱۸۶۸ء مطابق سنہ ۱۸۱۲ء کے قحط نے ان کو بالکل تباہ کردیا گذشتہ تیس سال کی بندوبست سے یہ علاقے اقوام صحرائی اور حکام بد سرشت کے ہاتھوں سے اور برباد ہوئے تعجب ہے کہ جس مقام پر چشمۂ نمک کے وہاں کی ضروریات کی کوئی چیز موجود نہ تھی وہاں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لوگ کس طرح بود و باش رکھتے تھے۔ اور اچھی نسل کے اونٹوں کی وہاں خصوصاً علاقجات جنوبی میں کیونکر کثرت ہوئی +

باب - ۲

چوہان راج۔ صحرائی چوہان قوم کی قدامت۔ خاص مقامات کی وسعت و آبادی۔ چوہان راج کی ہیئت اراضی پانی۔ پیداوار۔ ساکنان مقامی۔ خاص اقوام۔ کنوؤں کی گہرائی گذشتہ حالات۔ سندھ کا قدیم دارالریاست ارور۔ سوڈھا۔ سومر اور سما قوم کے فرمانروا۔ ارور پر سپہ سالار ولید کا قبضہ امرکوٹ کی تاریخ۔ سندھ اور صحرا کی اقوام۔ عوارض۔ حیوانات و نباتات۔ داؤد پوترات۔ منازل صحرا۔

چوہان راج راجپوتانہ کے انتہائی گوشہ میں اب معلوم کیا گیا ہے۔ وسعت اور خوش نظمی کی وجہ سے صحرا کے چھوٹے چھوٹے رئیس اسے سلطنت کا مرتبہ دیتے ہیں اس کی حدود اربعہ حسب ذیل ہیں۔

حد شمالی و مشرقی۔ ریاست مارواڑ

حد جنوبی و مشرقی۔ کولیوارا

جنوبی۔ رن

مغربی۔ صحرائے دھات۔

چوہان راج دو حصوں پر منقسم ہے۔ یعنی مشرقی دیرا باہ اور مغربی پارکر (یعنی انروے دریائے لونی) اس کے دارالریاست کونگر پارکر کہتے ہیں۔

یہاں کے چوہانوں کو قدامت اور عالی نسبی کا فخر ہے۔ وہ اپنا حسب نسب نانک رائے و بیل دیو والئے اجمیر و پرتھی راج اخیر مہاراجۂ دہلی سے ملاتے ہیں۔ ہمارا خیال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے کہ یہ لوگ سوداا ور خاندان پرمار کی شاخوں کے افراد ہیں چنانچہ سکندر کی واپسی کے زمانے میں یہی قوم اس مقام پر حکمراں تھی۔ اور ممکن ہے کہ یہ وہی ملانی ہوں جو حملہ سکندر کے وقت پنجاب سے نکل کر سوداقوم پر فتحیاب اور سرزمین کیہر پر قابض ہوئے ہوں۔

خیر کچھ ہی ہو یہ بات بالکل صحیح ہے کہ آٹھویں صدی سے تیرھویں صدی تک چوہان قوم کی ریاستیں اجمیر سے سندھ تک قائم تھیں۔ جن کے بڑے بڑے شہروں کے نام اجمیر۔ نادول۔ جھالور۔ سروہی اور جونا جونن ہیں گو یہ ریاستیں علم آزادی بلند رکھتی تھیں۔ لیکن ماتحت اجمیر ہی کی تھیں۔ اور اسلامی تواریخ میں محمود غزنوی سے لے کر علاء الدین خلجی مخاطب بہ سکندر ثانی تک ان کی بہت کچھ شہرت رہی ہے۔ محمود نے بارھویں مرتبہ ملتان پر یورش کی تھی جہاں بقول تاریخ فرشتہ اُسے ناکامی حاصل ہوئی۔ وہ اس مہم میں ملتان سے اجمیر کے آگے بڑھا نادول کو لوٹا۔ چونا چونن میں بھی پہنچا۔ جس کے مفتوحہ قلعے میں اب تک سرنگوں کے نشان موجود ہیں یہ دریافت نہیں کہ یہ فتح اُسے تباہی انہلواڑا پاٹن عرف نہروالا کے بعد حاصل ہوئی تھی یا دوران سفر میں۔ لیکن جب اس کی سندھ سے واپسی اور کل فوج کی برد باری پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جونا چونن ہی میں اُس کے رخ چھوٹے تھے محمود کی یہی کوشش تھی کہ کفار کو مسلمان کرے یا قتل لہذا نہروالا کے شکست یافتہ راجوں نے کیہر دھر کے ریگستانی پہاڑوں میں پناہ لے کر چوہان کا دامن پکڑا ہو تو خلاف قیاس نہیں جہاں وہ گرفتار مصیبت ہو گئے۔

گو ریاست پارکر کی کچھ حقیقت نہیں۔ لیکن وہ راجۂ ویراباہ کی ماتحتی سے آزاد ہے۔ یہ دونوں رئیس رانا کے لقب سے مشہور بھی ہیں۔ اور ان میں چوہان قوم کی موروثی بہادری کا جوہر بھی موجود ہے۔

یہاں کے تھل کی پیمایش یا مردم شماری کی تحقیق کرنا محض دردسری ہے اس کے عوض مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ بڑے بڑے شہروں کا ذکر کیا جائے۔

چوہان راج کے بڑے بڑے شہر حسب ذیل ہیں:۔

سوئی۔ باہ۔ دھرنی دھر۔ بانکا سر۔ تھراد۔ ہوتی گانگ۔ چیتل والو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نارائن راؤ کبھی سوئی اور کبھی باہ میں قیام رکھتا ہے۔ یہ دونوں عظیم الشان جھاڑی۔ ببول اور اور خاردار درختوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ اور اسی سے کانٹھ کا کوٹ کہلاتے ہیں۔ نارائن راؤ کی سالانہ آمدنی تین لاکھ روپیہ ہے۔ جس میں سے ایک لاکھ روپے جودھپور کو ملتے ہیں۔ محاصل ریاست آسانی سے وصول نہیں ہوتے۔ ہمیشہ فوج کشی کی نوبت آتی ہے۔ جن جن مقامات میں دریائے لونی جاری ہے وہاں پیداوار اعلیٰ اچھی ہے۔ اور دریا کی تہ میں کھدے ہوئے ہیں۔ خشکی دریا کی حالت میں عجیب اور قدرتی بات یہ پائی گئی ہے کہ اکثر مقامات میں ریگ کے نیچے بھی پانی بہتا ملتا ہے۔ جیسا گوالیار کے دریائے کوماری کی تہ میں۔ یہاں کئی میل کی خشکی کے بعد ایک جگہ پانی موجزن نظر آتا ہے۔

نگر عرف سرنگر پارکر کا دارالریاست ہے۔ جس کے پندرہ سو گھروں کی آبادی ۱۸۱۴ء میں نصف کی گئی۔ اس کے جنوب و مغرب میں درسو فیٹ بلند پہاڑ پر ایک قلعہ واقع ہے۔ کنوئیں اور باولیاں بہت ہیں۔ جنوب کی طرف سات کوس کے فاصلے پر دریائے لونی موجزن ہے۔ اس کے رئیس رانا کہلاتے ہیں۔ لیکن اپنے بزرگ رئیس دیرا باہ سے کچھ رسم و راہ نہیں رکھتے۔

بانکا سر سابق میں یہ شہر بہت بڑا اور پر فضا تھا لیکن ۱۸۱۴ء میں فقط ۳۶۰ گھر آباد رہ گئے ہیں۔ رئیس نگر کی بود و باش یہیں ہے اور اسے بھی رانا کہتے ہیں۔

تھراد یہ شہر سوئی باہ کے مشرق میں چند کوس پر آباد ہے اور قریب قریب ماتحتی سے آزاد۔

راج چوہان کی ہیئت اصلی چوتن سے جیسلمیر تک کا سلسلہ یہاں بھی بانکا سر سے مغرب کی طرف دو کوس تک جاری ہے۔ آگے چلکر نگر تک ٹیلے متفرق ہو گئے ہیں لونی کے آر پار گیہوں اور باریک غلہ خوب پیدا ہوتا ہے۔ دیرا باہ میں گو بڑا بھاری تل ہے۔ لیکن عمدہ زمین کے قطعات بھی ہیں جن میں رادھن پور قابل ذکر ہے جہاں سوئی سے سترہ کوس پر سب سے اچھی زمین کی سطح موجود ہے۔ لونی کے آگے بڑے بڑے ٹیلے ہیں۔ اور چوتن سے بانکا سر تک بنجر ہی بنجر ملتا ہے۔ یہاں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اونچے اونچے ٹیلے اور متفرق پہاڑ ریگ سے ڈھکے رہتے ہیں۔

پانی اور پیداوار یہاں کے مقامات آبادی میں کنوئیں دس سے بیس پرشا[1] یعنی ۶۵ سے ۱۳۰ فیٹ تک گہرے ہوتے ہیں۔ جو دھات کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ جہاں کے کنوؤں سے ۷۰۰ فیٹ کی گہرائی پر پانی نکلتا ہے۔ گیہوں کے سوا تل۔ مونگ۔ موٹھ۔ باجرہ وغیرہ بھی پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں کے کیا چوہان اور کیا قوم کولی کے لوگ ایک سے ایک بڑھے چڑھے لیڑے ہیں۔ کاشتکاری کی زمین میں چارہ بافراط ہوتا ہے اونٹوں کے لئے بھی کسیلے درخت پیدا ہوتے ہیں۔ بھیڑوں بکریوں کی افراط ہے۔ بیل اور گھوڑے عمدہ ہوتے ہیں۔ جو تلوار اکے میلے میں ہاتھوں ہاتھ بک جاتے ہیں۔

ساکنان ریاست یہاں کے چوہان قوم مالی مخالف سکندر کی اولاد میں ہوں یا پرتھی راج کے خاندانوں میں پیشۂ غارتگری کے لئے مشہور ہیں۔ ان لوگوں پر والیاں جودھپور کی بدنظمیوں یا سخت گیریوں سے بدعت رہتی تھی۔ لہذا یہ بھی رعایا سے اپنا نقصان پورا کرنے کو سندھ۔ گجرات اور مارواڑ میں لوٹ مار کرتے تھے۔ اس علاقے میں یوں تو تمام قومیں آباد ہیں۔ لیکن کثرت اُن کی ہے جو چور اور ڈاکو سمجھی جاتی ہیں۔ مثلاً صحرائی۔ کھوسا۔ کولی۔ بھیل۔ چوہان قوت میں سب سے بڑھکر ہیں۔ مگر تعداد قلیل ہے۔

کولی۔ بھیل اور پتھل کا شمار بہت زیادہ ہے۔ پتھل قوم کا عام پیشہ مزدوری ہے مگر کاشتکاری کے علاوہ گوند کی تجارت پر بھی بسر اوقات کرتے ہیں۔ یہاں کے چوہان اور ہموطن راجپوتوں کی طرح جنیؤ نہیں پہنتے نہ برہمنوں کے مذہبی عقاید کے زیادہ پابند ہیں اُنہوں نے بعض باتوں میں مشرقی چوہانوں سے گوے سبقت لیا ہے۔ ان کے یہاں دخترکشی کا رواج نہیں حالانکہ قوم جھاریجا اس رسم کے لئے مشہور ہے۔ یہ چھوت پاک خیالات سے بھی مبرا ہیں۔ چوکے چولھے سے مطلب نہیں۔ نائی کا پکایا کھانا کھاتے ہیں اور جو صبح کو تھالی میں بچ رہتا ہے وہی شام کو بے تکلف کھا لیتے ہیں۔

---

[1] پرشا کی پیمایش قد آدم سے ہے بشرطیکہ دونوں ہاتھ اوپر اُٹھا کر اُن کی بھی پیمایش جسم کے ساتھ کی جائے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کولی اور بھیل

کولی قوم عجیب و خوش سیرت ہے۔ ہر ہند و دیوتا خصوصاً دیوی کو پوجتے ہیں۔ مگر پابندی مذہب کا یہ حال ہے کہ گائے۔ بھینس۔ اونٹ۔ ہرن۔ سور کسی کے کھانے سے پرہیز نہیں بشرطیکہ اپنی موت سے ہلاک ہو۔ اور نیچ قوموں کی طرح وہ بھی راجپوت بنتے ہیں اور اپنا لقب چوہان کولی۔ راٹھور کولی۔ پرمار کولی وغیرہ رکھا ہے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ مخلوط النسل کولی ہیں۔ ہندوستان میں ان کولیوں کا پیشہ پارچہ بافی ہے۔ جنہوں نے اپنی اصل چھپانے کو جھلاؤ بمعنی جولاہہ نام رکھ لیا۔ بھیل لوگ کولی سے بھی ایک درجہ زیادہ ہیں۔ ان کو لومڑی۔ چوہا۔ نیولہ۔ سانپ کھانے میں عار نہیں صرف اونٹ اور مور نہیں کھاتے۔ مور نہ کھانے کی یہ وجہ ہے کہ ان کی اشٹ دیوی کا باہن ہے۔ بہرحال کولی اور بھیل باہم سگ زاد برادر شغال ہیں۔ لیکن دونوں میں بیاہ شادی یا کھانے پینے کا رواج نہیں یہ تیر کمان استعمال کرتے ہیں۔ تلوار بھی اکثر قبضے میں رہتی ہے۔ بندوق شاید ہی کبھی ہاتھ میں لیتے ہوں۔

اس ملک کے قدیم کاشتکار پتھل قوم کے لوگ ہیں یہی بنئے بھی ہیں اور شرافت بھی ان میں ہے یہ بھیڑیں بھی پالتے ہیں اور تعداد میں بھیل یا کولی قوم سے کم نہیں جس طرح ہندوستان میں گرمی مالوہ اور دکھن میں کولمبی اسی طرح اس ریاست میں قوم پتھل کو سمجھنا چاہیئے۔ یہاں ریباڑی وغیرہ اور قومیں بھی ہیں۔ جن کا ذکر آگے کیا جائیگا۔

دھات اور ادمرسومر

یہ علاقہ مغرب کی طرف سرحد راجپوتانہ اور وادی سندھ کے درمیان اور داؤد پوترا کے شمال بلاری کی طرف واقع ہے۔ اس کا طول ۲۲۰ میل ہے اور عرض ۸۰ میل۔ اس میں بھیڑ والا یعنی ریلے کی جزوی دیہات کی آبادی قائم نہیں رہتی۔ داس کے نام کے موضع مختلف ناموں سے وہاں ہمیشہ آباد رہتے ہیں۔ جہاں کوئی چشمہ ہے یا جہاں سبزہ زار ہوتا ہے۔ اس قطعۂ صحرا میں پچاس میل تک ایک بوند پانی نہیں ملتا یہاں کے سفر میں نہایت ہی احتیاط اور ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ ریگ کے ٹیلے الگ بلند۔ کنوئیں الگ اتنے گہرے کہ ڈول ڈال کر پانی بھرنے تک پیاسے آدمی مرجاتے ہیں۔ چنانچہ دو چار اشخاص کی مصیبت کا بیان یہاں خالی از دلچسپی نہ ہوگا +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس دشوار گذار مقام میں کنوؤں کی گہرائی گیارہ پرشا سے پچپنر پرشا یعنی ستر فیٹ سے پانچ سو فیٹ تک ہے۔ چنانچہ دھوت کا بستی اور کراپ میں ساٹھ ساٹھ پرشا۔ ہمیر دیورا میں ستر۔ جھنجنیالی میں پچھترا ور چیلان میں اسی پرشا تک کنوئیں گہرے ملتے ہیں۔

تاریخ فرشتہ میں شاہنشاہ ہمایوں اور اس کے ہمراہیوں کی اس تکلیف کا نہایت پر درد الفاظ میں ذکر کیا ہے جو ان کنوؤں میں سے ایک کنوئیں پر پیش آئی بے مغرور فلاک زدہ جماعت اس ملک میں پہنچی جہاں ریگ کے سوا اور کچھ نہ تھا مغل پیاس سے بے چین تھے۔ بہت شدت تشنگی سے پاگل ہو گئے بہتوں نے زبان نکال دی۔ خدا خدا کر کے تین روز مصیبت سے کٹے چوتھے روز کنوئیں کی صورت نظر آئی کنواں بھی اتنا گہرا کہ جب تک نقارہ نہ پیٹو پر چلانے والے کو خبر ہی نہ ہو کہ ڈول اوپر آگیا شاہنشاہ کے ہمراہیوں کو وہ پیاس کا تڑاکا تھا کہ ڈول دیکھتے ہی جھپٹ پڑے اور ایسی بدحواسی میں ڈول پر لوٹے کہ بہتوں نے کنوئیں میں گر کر جان دی۔ دوسرے روز ایک نالا ملا وہاں اونٹوں کو پانی پلایا۔ یہ بھی کئی روز کے پیاسے تھے۔ شدت گرمنگی میں ایسا وٹ کے پانی پی گئے کہ بہتوں نے دریائے حیات سے کنارہ کیا۔ ایسی ایسی ناقابل برداشت مصیبتیں اٹھا کر شاہنشاہ امرکوٹ پہنچا تو رانا نے اس کے حال زار پر ترس کھا کر اپنی مہمان نوازی سے تکالیف سابقہ کا نعم البدل کر دیا۔

ہم اسی مقام کا ذکر کرتے ہیں جہاں ہمایوں کو ناگزیر مصائب سے سامنا ہوا تھا۔ اس علاقے کا دارالریاست مشہور تاریخی مقام ہے۔ جسے امرکوٹ کہتے ہیں ہندوستان کے مشہور اورنگ ثانی شاہنشاہ اکبر کی جائے ولادت یہی مقام ہے جہاں کا رانا اب برائے نام راجہ اور صرف موقع چور کا حاکم ہے۔ لیکن کسی وقت ایسا جلیل القدر تھا۔ جس نے ہمایوں ایسے شاہنشاہ کو پناہ دی۔ اور جس کے بزرگوں نے سکندر کے مقابلے میں اپنی بہادری کا ڈنکا بجایا تھا۔

امرکوٹ دارالسلطنت کا علاقہ دھات مارو ستھلی کا ایک جزو اعظم ہے جس پر ۱۰ ویں تک قوم پرمار قابض رہی۔ یہاں کی ۵ سو اقوام میں سے اگنی کل کی سودا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اومر ورسومر قومیں بہت مشہور ہیں۔ جن میں سے دو آخر الذکر کے متفقہ نام سے شمالی تھل کو شہرت حاصل ہوئی گو ان کے زوال اقبال کو صدیاں گذر گئیں لیکن علاقے کا نام اومر سومر بدستور قائم ہے۔

اُردو

یہ مقام بیکھر کے مشرق میں چھ میل دُور دریائے سندھ پر آباد ہے۔ اس کے قدیمی نام اومر سومر سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں اس کی وسعت بہت کچھ ہوگی۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ ان اطراف میں پانچ سو برس تک قوم سومر فرمانروا رہی ہے قوم سومر کے زوال پر یہاں کی قدیم سندھ سما قوم پھر اپنے مقبوضات سابقہ پر متصرف ہوئی۔ اُس کے بعد بھٹی قوم نے پایۂ حکومت جمائے تو اس کا نام بھٹی پورہ رکھا۔ لیکن اومر سومر کا نام نہ مٹ سکا۔ ریگستانی پہاڑوں میں اتوام اومر سومر کے خس پوش جھونپڑے اب تک نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے بھیڑ بکریاں چرانے پر قناعت کر لی ہے۔ ان اقوام کی کیفیت لکھنے سے پیشتر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ شود اقوام کا پہلے ذکر کر لیں۔ راجپوتانہ کے وسطی و مغربی ممالک میں ہر جگہ بھٹی، چاور، سولنکھی، گہلوٹ کی آبادی کا پتہ لگتا ہے۔ اور جو جدید دارالریاست دیکھتے ہیں وہاں یہی تحقیق ہوتا ہے کہ پہلے قوم پرمار کی بود و باش تھی۔ چنانچہ یہ قول درست ہے کہ "پرتھی تانہ پرمار کا" یعنی پرمار روے زمین کے مالک تھے۔

اردر عرف الور

یہ علاقہ نوکوٹ مارو میں سے وسعت میں ملتان کے برابر اور پرمار قوم کے زیر حکومت تھا۔ جس کی ایک بڑی شاخ قوم سوڈھا کہلاتی ہے۔ بھکھر کا جو حصہ سمندر سے محدود اور اردر کے مغرب میں چند میل پر واقع ہے اور جس کو خلیفۃ المنصور کے صوبہ دار نے منصورہ کے نام سے مخاطب کیا ہے۔ اُس زمانے میں سوگڈی قوم کا دارالریاست تھا۔ جب سکندر دریائے سندھ سے گذرا تھا۔ اگر سوگڈی اور سوڈھا کے ناموں پر غور کیا جائے تو یقین ہو سکتا ہے کہ یہ قومیں جداجدا نہ تھیں اور بھٹیوں کے شمال سے آنے کے وقت تک صحرا میں راجگان سوڈھا ہی دادِ جہانبانی دیتے تھے۔ مگر تاریخیں یہ پتہ نہیں دیتیں کہ اردر اور لودرو اُن کے قبضے میں آئے۔ حالانکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اُنہوں نے اومر اور سومر کو تقسیم کیا ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ابوالفضل رقمطراز ہے۔ کہ زمانہ سابق میں مہرسن ایک راجہ تھا جس کی حکومت شمال میں کشمیر تک اور مغرب میں مہران عرف سندھ تک تھی جنوب کی طرف سمندر حائل تھا اور دارالریاست کو الور کہتے تھے۔ فوج فارس کے مقابلے میں راجہ نے جان دی اور فاتح بہت سے اسباب غنیمت لے کر لوٹ گئے۔

مہرسن کے بعد اُس کے فرزند اے ساہی نے عنان حکومت ہاتھ میں لی اور مسند فرمانروائی خلافت ولید تک خاندان میں برقرار رہی ۹۹ھ یعنی ۷۱۷ء میں محمد قاسم سپہ سالار حجاج حاکم عراق نے لشکر کشی کر کے راجہ داہر کو تہ تیغ کیا۔ اس کے بعد انصاری یہاں فرمانروا ہوئے پھر خاندان سمہ نے کوس حکومت کی آواز بلند کی اور اپنے کو خاندان جمشید کی یادگار بنا کر جام کا خطاب اختیار کیا۔

تاریخ فرشتہ میں بھی ذکر ہے کہ کسی انصاری قوم نے سندھ میں حکومت کی بنیاد ڈالی۔ مگر زمینداروں نے اُسے زیر کر کے پانچ سو برس تک سندھ میں حکومت کا ڈنکا بجایا یہ سمرا قوم والے سومنا قوم کے ملک پر بھی متصرف ہو گئے۔ جس کے رئیسوں کا لقب جام تھا۔

تاریخ فرشتہ نے اس قوم کو سومنا لکھا ہے اور ابوالفضل نے سوما۔ سہنا قوم بھکھر اور ٹھٹھہ واقع سندھ کے درمیانی حصے میں آباد ہے۔ اور کہتی ہے اس کا مورث اعلےٰ جمشید تھا۔ ہم کو کسی کی فروگذاشت سے مطلب نہیں صرف سکونت اصلی سے غرض ہے وہ سومنا قوم ہو یا سہنا یا سمہ ہمارے نزدیک وہ جادو قوم کی ایک بڑی شاخ سما ہے۔ جس کے دارالریاست کا نام سما کا کوٹ یا سما نگر تھا جواب مینا گڈھ کہلاتا ہے۔

اہل یونان اس کے راجہ کا نام سمبا لکھتے ہیں۔ یہ بات اس امر کا ثبوت ہے کہ سکندر کی فوج کشی کے زمانے میں سوڈھا قوم سندھ بالا میں اور اور بھکھر اور سندھ زیرین میں سما پر فرمانروا تھی۔ قوم جام بیجا اور نوانگر واقع سوراشٹر کے جام قوم سما سے سلسلہ نسب ملاتے ہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر ابوالفضل نے اسے سندھ سما قوم کے نام سے یاد کیا ہے لیکن انہوں نے مذہب ہندو ترک کر کے دوسرا مذہب اختیار کیا۔ اس نئے سما جادو کی قومیت چھپانے کے لئے اپنا شجرہ جس سے ملاتے ہیں اور سما

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے بدلے جام کا لقب مشہور کیا۔

اس میں کلام نہیں کہ سوڈھا قوم کا فرمانروا ریاست پنوار کی وسیع حکومت پر متصرف تھا۔ اور اس زمانے میں ارور یا جزیرۂ بھکھر مقبوضات قوم کا دارالریاست تھا۔ جب سکندر نے دریائے سندھ پر فوج کشی کی تھی۔ ابوالفضل نے جس لشکر کشی کو اہل فارس کی طرف منسوب کر کے مہرسن کے قتل کا واقعہ بیان کیا ہے وہ ایبولوڈرٹس کے حملے سے متعلق مانا جاتا ہے۔ جس نے سوراشٹر میں بھی قدم جما لئے تھے۔ چنانچہ ان کے بیان کے علاوہ راجہ مہرسن کے سکے دوسری صدی تک رائج رہے تھے۔ جس راجہ داہر اور اُس کے فرزند راے ساپر قاسم نے فتح پائی تھی وہ راجہ مہرسن ہی کی نسل سے تھے۔ اور انہوں نے قوم سودھا کلان کے زمانے ہی میں یہاں پایۂ استقامت جمایا تھا۔

ان سب باتوں کا نچوڑ یہ ہے کہ سکندر کے حملے کے وقت خاندان پنوار کی قوم سوڈھا کا بالائی سندھ پر عمل دخل تھا۔ اور جس نے جادو یا سما اپنے حریفوں کے مقابلے میں قدیم ریاست کے ایک جزو کو بھی محفوظ رکھا۔ اس قوم کی ثابت قدمی اس سے ظاہر ہے کہ وہ بارہ سو برس تک یہاں اُن ایام میں سکونت پذیر رہی جب ایک طرف یونانی بیکٹریا کے حملہ آور مسلمان متواتر یورشیں کرتے تھے اور جب قحط۔ وبا۔ اور زلزلے وغیرہ کی آفتیں آئے دن ان کی جان کا گاہک رہتی تھیں۔ ہوتے ہوتے اس علاقے کا حال یہ ہؤا۔ کہ وادی سندھ سے دریائے جمن تک ویرانی چھاگئی اور ہنوز تباہی کا سلسلہ جاری ہے۔

امرکوٹ دو صدی قبل وادی سندھ میں اور مشرق کی طرف دریائے لونی تک اُس کا دائرہ حکومت وسیع تھا۔ یہ کوٹ لوکوٹ مارو کے کوٹوں میں بہت مشہور ہے۔ مگر مارواڑ اور موجودہ فرمانروایان سندھ نے میل جول کر کے سوڈھا قوم یعنی مہرسن کی اولاد کو وہاں سے نکال باہر کیا۔ اس زمانے میں ارور کی وسعت کچھ مت کشمیر سے ساحل بحر تک تھی۔ امرکوٹ کی اگلی سی رونق اب کہاں۔ جہاں پانچ ہزار گھر تھے وہاں ڈھائی سو چھپڑ کے جھونپڑوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ امرکوٹ کا مشہور تاریخی قلعہ شمال و مغرب میں صنادید قدیمہ کی یادگار ہے۔ دیواروں میں فقط اینٹوں کی جڑائی ہے لیکن اٹھاڑہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

برج پتھر کے ہیں۔ بیرونی قلعہ کے محاذ میں ایک اور قلعہ واقعہ ہے۔ اور ایک نہر ایسی موجود ہے۔ جس میں اب بھی سال بھر پانی رواں رہتا ہے۔ مان سنگھ نے اپنے عہد حکومت میں ان مقامات پر بستیاں بسائی تھیں جہاں آمدورفت کا سلسلہ جاری تھا۔ اتفاق سے حاکم قندھار نے فوج کشی کی تالپورہ والوں نے اپنے تحفظ کے لئے راجگان راٹھور سے مدد مانگی لیکن اتفاق یہ ہوا کہ مارواڑ ہی سے خود چھڑ گئی۔ امرکوٹ پر قہر آسمانی نازل ہوا۔ سندھ کی کلورا قوم اور راٹھوروں نے اس کا حصہ بخرہ کرنے کی ٹھہرائی چنانچہ محاربۂ عظیم پیش آیا۔ اور سوڈھا قوم کے راجہ کی تقدیر سو گئی۔ اس واقعۂ جنگ کے حالات حسب ذیل ہیں۔

مارواڑ میں بجے سنگھ کی فرمانروائی تھی۔ اس کے زمانے میں میاں نور محمد کلورا سندھ کا حاکم تھا۔ جس نے فوج قندھار کے مقابلے میں بھاگ کر عبسلمیر میں پناہ لی تھی اور جہاں اس نے ملک عدم کی راہ بھی لی۔ انتر خاں فرزند کلاں اور اس کے بھائیوں نے بہادر خیرانی کے یہاں جائے امن ڈھونڈھی ان کا ایک بھائی طوائف کے بطن سے تھا۔ اس نے میدان خالی پاکر مسند پہ قدم رکھا اور حیدرآباد میں اپنے نام کی منادی کرائی۔ بہادر خاں۔ سیندل خاں۔ علی مراد۔ محمد خاں۔ قائم خاں۔ علی خاں روسلائے قوم خیرانی انتر خاں کے طرفدار ہوئے چڑھائی کی گئی لڑائی ہوئی۔ لیکن غلام شاہ فتحیاب ہوا۔ خیرانی قوم کے رئیس سب ہلاک ہوئے اور انتر خاں کو گج کے کوٹ میں دریائے سندھ سے سات کوس کے فاصلے پر قید مصیبت نصیب ہوئی۔ غلام شاہ کے بعد اس کا فرزند سرفراز مسند نشین ہوا۔ لیکن بہت ہی جلد ملک عدم کی راہ لی اور مسند عبدالنبی کے لئے خالی کی۔ بلوچ کی قوم تالپورہ کا گورام نامی رئیس اُبھے پورہ کا باشندہ تھا۔ یہ مقام شیو دادپور واقع لوہری ملک سندھ سے سات کوس کے فاصلے پر مشرق کی طرف واقع ہے۔ رئیس مذکورہ کے دو بیٹے تھے۔ بیجر اور سبھان۔ سرفراز نے گورام کو پیغام دیا کہ اپنی لڑکی سے شادی کرے۔ مگر ان کے انکار پر ایسا کشت وخون ہوا کہ صرف بیجر اتفاق سے بچ رہا۔ اور اس نے اپنے ہمقوموں کی مدد سے ظالم کو قتل کر کے خود عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ کلورا قوم تباہ ومنتشر ہوئی۔ لیکن اس فتح سے بیجر کا دماغ ایسا عرش پر ہوا کہ امرکوٹ کے لئے راٹھوروں سے جنگ ہی کی نہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ٹھانی بلکہ خراج کے ساتھ لڑکی یہ کہکر مانگی کہ اُس کے دادا اجیت سنگھ نے اپنی بیٹی فرخ سیر کے ساتھ بھی تو بیاہی تھی۔ شادی بیاہ کیسا دونوں طرف تلواریں کھچ گئیں اور برنی دھر سے پانچ کوس کے فاصلے پر دوگرا میں خوب کشت وخون ہوا۔ راٹھوروں نے لڑائی جیتی بیجر کو شکست حاصل ہوئی۔ لیکن بجے سنگھ کو صبر نہ ہوا۔ اس نے ایک بھٹی اور ایک چونداوت کو جاگیریں دے کر سفیر کے طور پر روانہ کیا وہ بیجر کے پاس گئے بات چیت ہوئی بیجر نے پوچھا کہو تمہارا راجہ رضامند ہے چونداوت نے تحریر دکھلائی مگر اس میں خراج کا ذکر نہ تھا۔ بیجر بولا کہ نہ اس میں خراج کا کچھ تذکرہ ہے نہ شادی کا فوراً ہی چونداوت نے سینے پر خنجر کا وار کر کے کہا کہ ڈولا یہ لو ساتھ ہی بھٹی نے دوسرا وار کر کے کہا کہ لو یہ خراج۔ بیجر خون میں ڈوب کر چاروں شانے چت ہوا۔ سفیر بھاگ نہ سکے اور وہیں کٹ مرے۔ چونداوت نے اکیس لاشیں ڈھیر کیں بھٹی نے پانچ۔

فتح علی برادرزادہ بیجر خاں ولد سبدھان نے مسند حکومت پائی کلورا قوم کے لوگ بھوج اور راجپوتانہ میں بھاگ گئے۔ وارث مسند قندھار گیا وہاں سے پچیس ہزار فوج کی کمک لی اور سندھ پر قبضہ حاصل کر کے خوب بدعت مچائی فتح علی نے بھوج میں فوج کا بندوبست کر کے قندھاری فوج کے چھکے چھڑا دیئے۔ شکارپور تک کسی کو دم لینے نہ دیا۔ جی بھر کے کشت وخون کیا اور شکارپور کو سخت تصرف میں لا کر حیدرآباد واپس آگیا۔ کلورا ظالم نے شاہِ قندھار سے پھر مدد مانگی لیکن اُس نے اُس کی بزدلی پر لعنت ملامت ہی نہ کی بلکہ ملک سے نکلوا دیا۔ اب اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ کہیں پناہ لے۔ اس لئے وہ ملتان کی راہ سے جیسلمیر میں وارد ہوا اور پوکرن میں روپوش اختیار کر کے وہیں جان دی۔ پوکرن کے رئیس نے اتنی دولت پائی کہ مارواڑ کے رئیسوں میں اعلےٰ درجے کا شمار ہونے لگا۔ کلورا ظالم کی قبر شہر کے شمال میں موجود ہے۔ سندھ کے فرمانروا سرداران قوم سوڈھا پر ایسے غالب ہو گئے تھے۔ کہ بیجر بجے سنگھ کے سفیروں کے ہاتھ سے قتل ہوا لیکن اس نے امرکوٹ سے سوڈھا قوم والوں کو نکال ہی کے چھوڑا۔ اور سندھ کی سرحد مقبوضات قوم بھٹی و راٹھوروں سے ملا دی۔ بیجر کے قتل ہونے پر بجے سنگھ نے راجہ سوڈھا کو پھر گدی دی لیکن جیت ہی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جلد افغانوں نے کشت و خوں کا بازار گرم کیا۔ فتح علی نے افواج مارواڑ کی مدد سے فوج
قندھار کو مغلوب کیا۔ امرکوٹ بجے سنگھ کے قبضے میں آیا۔ لیکن سندھی لوگوں کی لڑائیوں
کی بدولت پائے استقلال جمنے نہ پائے۔ راجہ مان سنگھ عقل سے کام لیتا کامیابی ممکن
تھی۔ مگر اُس نے شورش انگیز لوگوں کا ساتھ نہ چھوڑا اس لئے خرابیاں واقع
ہوئیں۔

چور قوم سوڈھا کے امرکوٹ سے اخراج کے بعد رانا نے مقام چور میں سکونت
اختیار کی۔ یہ مقام امرکوٹ کے شمال و مشرق کی طرف ۵ کوس پر آباد ہے۔ جس قوم
کے فرمانرواؤں نے سکندر۔ نیئڈر اور قاسم سپہ سالار ولید کے مقابلے میں صف آرائیاں
کیں جنہوں نے شاہنشاہ ہند ہمایوں کو آوارہ وطنی کی حالت میں پناہ دی تھی اب
اُن کی اولاد کی حاکمان سندھ کے عطیہ اراضی اور شادی کی قرابتوں پر بسر اوقات ہے
رانا کے آٹھ بھائی سب کے سب تباہ حال ہیں۔ اور پیشہ غارت گری پر ان کی
روزی منحصر ہے۔

سوڈھا اور جھاریجا قومیں نہ ہندو ہیں نہ مسلمان۔ مغرب میں جس قدر بڑھے
راجپوتوں کے مذہبی عقائد بالکل ضعیف ملینگے۔ اور اُن کو یہی اجازت ہے کہ سندھیوں
سے قرابت شادی کریں چنانچہ ان کی مفلسی کا بھی خاص سبب ہے۔ یہاں قحط ہمیشہ
تیسرے سال مصیبت بڑھاتا ہے۔ جو غلہ نہیں بھرتا اُسے وادی سندھ میں پڑوسیوں کے
سامنے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے۔ جس نے پیٹ بھرا اُسے لوگ لڑکیاں نذر کرتے ہیں
لیکن اتنی احتیاط ملحوظ رہتی ہے کہ لڑکی کو پھر شامل قوم نہیں کرتے۔ موجودہ رانا نے
میر غلام علی میر سیراب اور رئیس دھار قوم کو ساکو بیٹیاں بیاہ دیں۔ راجگان جیسلمیر باہ
وبار کر سوڈھا راجوں کی لڑکیوں کے ساتھ شادی کر لیتے ہیں۔ لیکن اپنی لڑکی رانا کے
خاندان میں منسوب نہیں کرتے۔ غرض یہ ہے کہ اُن کی نواسیاں قوم بلوچ میں داخل
حرام نہ ہوں مارواڑ کے راٹھور دھات کے رئیسوں سے رشتہ نہیں جوڑتے۔ یہاں
حسن نزدخت ہوتا ہے۔ سندھی حسین عورتوں کی خواہش میں والیان دختر کو غلہ دیتے
ہیں اور عورتیں معاوضہ میں پاتے ہیں۔

نوٹ صحرا اور رگھاٹی کی قومیں مذہب اسلام اختیار کرنے سے کچھ اور کی اور ہو گئی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں اگر اُن کی اصلیت دریافت کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ ضرور معلوم ہو سکتا ہے کہ سوڈھا کاتی اور ملانی وہی سوگڈی۔ کاتھی اور یاتی قوموں کی اولاد ہیں۔ جو سکندر سے دریاے سندھ میں معرکہ آرا ہوئی تھیں۔ یوتی یا جنی اور جٹ قوم کے موجودہ خاندانوں میں اس وقت بھی جوہیا اور دہیا قوم کے لوگ مشترک پائے جاتے ہیں۔ اور اُن کا تذکرہ تاریخ جیسلمیر میں بھی پایا جاتا ہے۔ جٹ عرف جٹی ہنس ۳۶ راج کلی میں ہیں اور ان کا نیز قوم براہ اور سوہانہ کا مسکن دو چار سو سال اُدھر پنجاب ہی میں تھا۔ مگر اب یہ مہابھارت کے کوروبنس کے بقاے نام مارواڑ میں بہت ہی کم باقی رہ گئے ہیں۔ صحرائی قوم بڑی لوٹ مار کی عادی ہیں۔ ان کی دست برد سے کون فرقہ نالاں نہیں لیکن ہم اُن قوموں کا تذکرہ کرنے سے قبل مقدم یہ سمجھتے ہیں کہ سب سے پہلے اُن قوموں کا ذکر کریں جو ہندو مذہب پر قائم ہیں وہ قومیں حسب ذیل ہیں:۔

راٹھور۔ جودا۔ چوہان۔ ملانی۔ کورو۔ جوہیا۔ سلطانو۔ لوہانا۔ ارورا۔ خومرا۔ سندل میسوری۔ روشنوی۔ جاکھر۔ شیاگ۔ پونیا۔

کلورا اور صحرائی دو قومیں مسلمان ہیں۔ جن کی بنیاد معلوم کرنے کے لئے مزید تحقیقات کی ضرورت ہے۔ ان کو اصطلاح میں نواد کہتے ہیں جس سے مراد یہ ہے کہ یہی قومیں اوّل اوّل مسلمان ہوئی تھیں۔ ان کے فرقے حسب ذیل ہیں:۔

جٹ۔ راجر۔ اومر۔ سومر۔ میر۔ مور عرف موہر۔ بلوچ۔ لومریا۔ یالوکا۔ سمیجا۔ منگولیا۔ باگریا۔ دہیا۔ جوہیا۔ کیروئی۔ جانگہریا۔ وندر۔ برودی۔ باوری۔ تاوری چرینڈی۔ کہوسا۔ سدانی۔ لوہانا۔

ان نومسلم قوموں نے مذہب ہندو ترک کرتے ہی اپنی عادتیں بالکل بدل دیں اور کٹے مسلمان بن گئے۔ خواہ یہ امر مذہب اسلام کے اصول سے ہو۔ یا مذہب بدلنے کی خجالت کے سبب سے لیکن ہم کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ نومسلم راجپوت سے بڑھ کر کوئی شخص متعصب نہیں۔ گو صحرا اور ملک سندھ میں ہندو اور مسلمان دونوں آباد ہیں لیکن ان کا قومی لقب ایک ہی ہے۔ ہندو تو اپنے موروثی رسم و رواج پر قائم ہیں۔ لیکن نومسلموں میں بیرحمی۔ تعصب اور بزدلی کوٹ کوٹ کر بھر گئی ہے مہمان نوازی کو تو گویا جانتے ہی نہیں۔ مالدوت رلار کہانی بھٹی اور تاوری سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چاہے جان و مال بچ جائے لیکن نومسلم کہوسا۔ صحرائی اور بھٹی سے نجات ملے ممکن نہیں یہ ایسے جانگلو۔ وحشی اور جاہل ہیں کہ کوئی غیر ملک کا باشندہ راستہ کو رستہ کہدے تو مجال کیا کہ جان بچ سکے۔ بقول پارک صاحب۔ دونہم صاحب۔ وکلا برٹن صاحب۔ راجپوت رحمدلی۔ عنایت اور مہمان نوازی میں زنگی قوم کے نقطۂ مقابل ہیں لیکن جہاں اُنہوں نے لاالٰہ الا اللہ محمدؐ الرسول اللہ کہا بس مجسم شیطان بن کر جانوروں سے بڑھ گئے اور بودھ مذہب کے مسائل کو خیرباد کہدیا۔ جس سے وسط ایشیا میں اقوام تاتاری کے خیالات نے خاص طور کا انقلاب ظاہر کیا۔

اقوام بھٹی وراٹھور اور چوہان ملانی شاخ کا معقولیت سے ذکر ہوچکا اب سوڈھا قوم کے خصائل کا ضروری تذکرہ کیا جاتا ہے۔

قوم سوڈھا سوڈھا قوم یوں تو ہندو مذہب پر قائم ہے۔ مگر مسلمانوں سے پرہیز قائم نہیں سوڈھا قوم والے مسلمان کے برتن میں بے تکلف پانی پی لینگے حقہ بھی پینگے۔ لیکن منہال اوتارکر۔ افلاس نے ان کی بہادری پر بٹہ لگادیا ہے۔ ہاں چوری چکاری میں اپنا نظیر نہیں رکھتے اور صحرائی وکہوسا قوم کے ساتھ داؤد پوترا سے گجرات تک لوٹ مار کرتے رہتے ہیں۔ ان کے ہتھیار صرف یہ ہیں۔ ڈھال۔ تلوار۔ چھرا۔ مگر بندوق شاذونادر۔ ان کا اصلی ہتھیار گوپھن ہے۔ جس سے جانوروں کا شکار کرتے ہیں۔ اس ہتھیار کے استعمال کرنے کی ان کو خاص مہارت ہے۔ لباس بھٹی اور مسلمانوں کی وضع کا ہے۔ لیکن عمامہ ایسا ہے جس سے ان کی تفریق صورت سے معلوم ہوجاتی ہے۔ صحرا میں کوئی مقام ان کے وجود سے خالی نہیں ان کی شاخیں ان کی تعداد سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ جن میں سے سمیجا قابل ذکر ہے۔ جس کے بہت سے افراد ہندو مذہب پر قائم ہیں۔ بہتوں نے کلمۂ محمدیؐ پڑھ لیا۔

کورو راجپوتوں کی یہ قوم غارت گر بھی ہے اور خانہ بدوش بھی اگر آج یہاں ہیں تو کل دوسری جگہ۔ یہ لوگ اپنے مویشیوں کو چراگاہوں میں لئے پھرتے ہیں جہاں گھاس چارہ اچھا دیکھا چھپر چھاکر وہیں مقیم ہوگئے۔ بیلوں کی شاخوں کو آپس میں اس طرح الجھاتے اور خس پوش کرکے کنگل کردیتے ہیں کہ باہر سے اُن کی سکونت کا قیاس بھی نہیں ہوسکتا یہاں اراضی مزروعہ کا قحط ہے پھر بھی یہ لوگ جو کاشت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرتے ہیں۔ اس کی پیداوار لاکھ چھپائی جاتی ہے پھر بھی صحرائی لوگوں کی لوٹ سے نہیں بچتی۔ ایک دہاتی نے ایک بدوی کا حوالہ دیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان لوگوں کو خانہ بدوشی آوارہ وطنی وغیرہ نصیب رہتی ہے۔ یہ لوگ اونٹ۔ گائے بھینس پالتے اور چارن اور اور تاجروں کے ہاتھ بیچتے ہیں۔ راجپوتوں میں اس قوم سے بڑھ کر کوئی سیدھی اور بے شرم نہیں اور اپنے ہم قوموں کے خلاف محلوں پر جنگل کی چھونپڑیوں کو ترجیح دیتے اور وہیں عمل پانی سے جسم و دماغ کی اصلاح کرتے ہیں۔

دہوت عرف دہاتی اس قوم کے راجپوت دیہاتوں میں رہتے ہیں۔ ان کی تعداد کورو سے زیادہ نہیں۔ لیکن اُن کی طرح مویشیوں کو چراتے اور زراعت کر کے پیداوار کی خود حفاظت نہیں کرتے۔ صرف گھی کے عوض غلّہ وغیرہ لیکر پیٹ پالتے ہیں۔ ان کو رابڑی اور چھاچھ بہت مرغوب ہے۔ باجرے۔ جوار یا کجری کا دو سیر آٹا بیس سیر دودھ میں اوبال لیا بس سارے کنبے کی سیری ہوگئی۔ ان کی گائیں بہت دودھاری ہوتی ہیں۔ آٹھ سیر دس سیر دودھ دو وقتہ حاصل ہو جاتا ہے۔ جس کے گھی سے خاندان کی پرورش اچھی طرح ہو جاتی ہے۔ یہ گائیں دس سے پندرہ روپیہ تک فروخت ہوتی ہیں۔ گایوں کے دودھ سے عموماً گھی ہی بنایا جاتا ہے۔ اور رابڑی اونٹ کے دودھ سے کیونکہ اونٹ کا دودھ گھی بنانے کے لائق نہیں ہوتا۔ تھوڑی دیر میں ہی جم جاتا ہے۔ سندھ سے خشک مچھلیاں ٹٹو اور اونٹ پر آتی اور ٹکے سیر بکتی ہیں۔ باڑمیر تک ان کی خوب بکری ہوتی ہے اور لوگ اسے بہت شوق سے کھاتے ہیں دہاتی قوم جہاں بستی ہے وہاں دس چھپر سے زیادہ نہیں چھائے جاتے۔ اور اُن کی بود و باش کا طریق بجنسہ ویسا ہے جیسے کورو قوم کا۔

لوہانا اس قوم کے لوگ دھات اور تالپورہ میں بہت ہیں تجارت کی وجہ سے ان کا درجہ راجپوتوں سے گر گیا۔ کچھ دوکاندار ہیں۔ کچھ اہل قلم۔ کھانے پینے کا کچھ پرہیز نہیں۔ پالو بلی اور گائے کے سوا جو چیز مل جائے بے تکلف کھا لینگے۔

اروڑا یہ قوم کاشتکار اور زراعت پیشہ ہے۔ صرف معدودے چند لوگ سندھ کے دفتروں میں ملازم ہیں۔ چستی۔ محنت۔ ہوشیاری۔ کفایت شعاری ان کا خاص حصہ ہے۔ ستو پانی میں گھول کر کھا لینا معمولی بات ہے۔ اس قوم کا لقب اروڑ کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سکونت سے اور اہوا یا کسی اور باعث سے۔ اس کا ٹھیک پتہ نہیں۔

بھاٹیا یہ قوم بھی معزز قوموں میں ہے۔ لیکن اب اس میں تجارت کا رواج ہوگیا ہے اس قوم کے لوگ بڑے ہوشیار اور دولتمند ہیں اور اقوم سے ان کے اطوار ملتے جلتے ہیں۔ اور ان دونوں قوموں کا تجارتی مرکز شکارپور۔ حیدرآباد۔ سورت اور جے پور میں ہے۔

برہمن صحرا اور سندھ کے برہمنوں کا مذہب عموماً بیشنومت ہے۔ یہ برہمن منوسمرتی کے پابند ضرور ہیں۔ مگر ان کا بید علیحدہ ہی ہے۔ جنیؤ کا رواج ہے مگر عظمت نہیں زراعت کرتے ہیں بھیڑ بکری چراتے ہیں۔ گھی وغیرہ بھی بیچتے ہیں۔ دھات بیں ان کی کثرت ہے۔ باقی چور۔ امرکوٹ۔ دھرنا۔ مئی میں بھی آباد ہیں۔ مچھلی مطلق نہیں کھاتے۔ تمباکو سے پرہیز ہے۔ لیکن نہ چوکے سے مطلب نہ چولھے سے مالی اور نائی کے ہاتھ کا پکایا بے تکلف کھالینگے۔ کچھ انہیں پر منحصر نہیں۔ سندھ کی کون قوم ہے جو سرائے کی بھٹیاریوں کا پکایا نہیں کھاتا۔ برتن کسی کا ہوگیا لینگے یا راکھ سے مانجکر سکہ منجن کرلینگے۔ خواہ پانی سے دھو ڈالینگے۔ مردہ جلانے کا اس قوم میں رواج نہیں۔ لاش دہلیز کے پاس دفنادی جاتی ہے۔ ذی مقدرت لوگ ایسے مقام پر چبوترہ بناکر شیوجی کی مورت اور پانی کا کلس رکھ دیتے ہیں۔ جنیؤ یہاں کے حاکموں کے حکم سے کولی اور لوہانا کے سوا کل قومیں پہنتی ہیں اور یہی گویا ذلیل وشریف قوموں کی شناخت کا ذریعہ ہے۔

راباڑی ہندوستان میں عموماً یہ لوگ مسلمان ہیں لیکن اطراف میں ان کی قوم ہندو ہے۔ یہ لوگ اونٹ پالنے اور اونٹ چرانے میں بڑے مشاق ہوتے ہیں۔ جب کوئی اونٹوں کی قطار آتے سُنی یہ بھٹی لوگوں کے ساتھ چراگاہ میں پہنچے اور اپنا نشکا حاصل کیا۔ یہ لوگ اپنی سانگ سے اس اونٹ کو زخمی کرتے ہیں جو پہلے سامنے آتا ہے پھر ایک کپڑا اُس کے خون میں تر کرکے سانگ کے ذریعے سے دوسرے اونٹ کو خون کی بو سنگھا کر آپ رفوچکر ہوتا ہے۔ اونٹ اس حرکت سے اُس کے پیچھے دوڑتا ہے اور باقیماندہ اونٹ بھی ایک دوسرے کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں اور اس طرح ان کی چالاکی سے اونٹ اُن کے پنجے میں پھنس جاتے ہیں۔

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاگیر۔ شباغ اور پونیا یہ سب جٹ ہیں اور نومسلموں کے سوا اور سب کو اپنے مذہب پر ثابت قدمی ہے۔ نومسلمانوں نے اپنا لقب زت رکھا ہے۔ یہ قومیں جفاکش ہیں دلازار نہیں ان کی بود و باش جا بجا صحرا اور گھاٹی میں ہے۔ یہاں کی قومیں سلطانو اور خمر بھی ہیں۔ لیکن ان کے حالات کی تحقیقات بہم نہیں پہنچی۔ باقی جوہیا و سندل وغیرہ کا ذکر حوالۂ قلم ہو چکا۔ ہندو قومیں مسلمانوں سے سرتابی نہیں کر سکتیں مسلمانوں کے غیظ و غضب اور تعصب کی انتہا نہیں کنوئیں پر مسلمان اور ہندو ساتھ پانی بھرنے جائیں تو ہندوؤں کو اُس وقت تک کھڑا رہنا پڑیگا جب تک مسلمان پانی نہ بھر چکے۔ ہندو چوکے میں ہو تو مجال نہیں کہ مسلمان کو آگ نہ دے دے۔ اگر عذر کرے تو مسلمان چوکے میں گھس کر جوتیوں سے اُس کی مرمت کر دیگا۔

صحرائی۔ کہوسا چاندیا۔ سدانی یہ صحرا کی مسلمان قومیں ملک میں پھیلی ہوئی ہیں پہلے ہندو مذہب تھا اور ارور خاندان کی نسل سے تھیں۔ مگر اب سہرس کے نام سے مشہور ہیں۔ معلوم نہیں سہرس کیوں کہتے ہیں۔ پوئیجز صاحب ساہر سے مراد لیتے ہیں۔ اور قیاس غالب ہے کہ اس کا عنصر اصلی صحرا ہوگا۔ یہ لوگ صحرا میں لوٹ مار کرتے ہیں کوسا کہوسا جتنے لوگ ہیں سب ایک کے چٹے بٹے ہیں اور سب کا وطیرہ ایک ہے۔ فی ہل ایک روپیہ نقد اور پانچ دھڑی اناج تو تھل میں گویا اُن کی میراث ہے گڈریوں سے بھی بھیڑ بکری کے واسطے کوڑیاں مقرر ہیں۔ ان کی سواری اونٹ ہے یا گھوڑا۔ ہتھیار سانگ۔ ڈھال۔ تلوار۔ بندوق کا استعمال شاذ و نادر ہی کوئی کرتا ہے۔ یہ لوگ سو کوس کے اردگرد لوٹ مار کرتے اور جب کوئی شکار نظر آتا تھا تو جودھپور اور داؤد پوتروں کے ملک کو بھی نہیں چھوڑتے ہیں۔ یہ لوگ راجپوتوں کا سامنا نہیں کرتے۔ چنانچہ راجپوتوں کے یہاں ضرب المثل ہے کہ جہاں اُن کے ڈنکے کی آواز گونجی صحرائیوں کی آنکھ لگ گئی۔ ان کی بود و باش زیادہ تر صحرا کے جنوبی اطراف میں ہے۔ یا نوکوٹ سے پلپاری تک۔ اس کے قوم کے لوگ جودھپور اودے پور اور سیویاہ میں ملازم ہیں۔ لیکن ان میں بزدلی اور بے ایمانی کی خاص صفت ہے۔

سمچا یہ سوڈھا قوم کی ایک نومسلم شاخ تھل اور گھاٹی میں آباد ہے۔ ان مقامات پر ان کے اکثر دیہات ہیں۔ اس قوم کے لوگوں کی عادت قوم دھات سے ملتی جلتی ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن اپنی قوم والوں کو بھی لوٹ مار سے نہیں چھوڑتے۔ یہ نہ حجامت بنواتے ہیں نہ سر کے بال کٹواتے ہیں۔ اس لئے اُن کی صورت عجیب بھیانک رہتی ہے۔ جہاں کوئی جانور بیمار ہوا ذبح کر کے کھا گئے۔ مرنے کی نوبت نہیں آنے دیتے۔ عورتیں بڑی تیز زبان ہوتی ہیں اور چہرہ کھلا رکھتی ہیں۔

رانگھر یہ قوم بھٹی کی نسل سے ہے۔ جیسلمیر کی سرحدات یعنی رام گڈھ۔ کیالا۔ جرہلا وغیرہ اور تھل میں ہیں یا تو اس قوم کے لوگ بھیڑیں چراتے یا زراعت کرتے ہیں یا ان کا پیشہ چوری ہے۔ اہل اسلام میں ان کی بداعمالیاں مسلمہ ہیں۔

اومر۔ سومر ان کا سلسلہ حسب و نسب پرمار یا پنوار سے ملتا ہے۔ یہ لوگ دیانتدار ہیں جیسلمیر اور تھل میں ان کی سکونت ہے۔

کلورا و تالپوری یہ سندھ کی نام آور قومیں ہیں۔ کلورا قوم ایک زمانہ میں سندھ پر حکمران تھی اب وہاں تالپوری قوم کی حکومت ہے۔ کلورا لوگ ابوسعید ایرانی سے شجرہ ملاتے ہیں۔ اور تالپوری محمدؐ سے۔ لیکن دراصل یہ جٹ کی بلوچ نسل سے ہیں ان کے وطن میں تاڑ کے درختوں کی کثرت ہے۔ اسی لئے تالپوری خطاب ہوا ان کی چوتھائی آبادی سندھ خورد کے مساوی ہے اور کہتے ہیں کہ اُن کا یہ لقب فرمانروائی حیدرآباد کی وجہ سے ہوا۔ تھل ان لوگوں سے خالی ہے۔

لومری یا لوکا یہ بلوچ کی ایک شاخ ہے جسے ابوالفضل کہانی کے بعد قرار دیتا ہے اس قوم کے لوگ تین سو سوار اور سات سو پیادے میدان کارزار میں لاسکتے تھے مسٹر گلڈون اور مسٹر رینل ان کو لومردی لکھتے ہیں۔ لیکن اصل میں ان کے لقب سے لومری مراد ہے۔ اور ان کے بزرگ جٹ تھے۔ جس کو بلوچستان کی وجہ تسمیہ کی تحقیقات کا شوق ہوگا اُسے معلوم ہو سکتا ہے کہ اُنہوں نے اپنا خطاب بلوچ کیوں رکھا۔

نرت یعنی جٹ ۔ اس قوم کے لوگ تمام راجپوتوں کی مجموعی تعداد سے کہیں زیادہ ہیں دریائے سندھ سے داؤد پوتر اٹک یہی قوم آباد ملتی ہے۔ ہاں تھل میں ان کی بستیوں کا نام و نشان نہیں۔ یہ لوگ سب سے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ اس لئے ان کے خصائل و اطوار اور ہمسایوں سے بالکل مختلف ہیں۔

Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridw

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میر یا میر سندھ کی گھاٹی میں پہاڑی پر میر بھی سکونت پذیر ہیں چونکہ جیسلمیر کو بھی میر کہتے ہیں۔ اس لئے میر قوم کا سرچشمہ بھٹی قوم ہی خیال کی جاتی ہے۔

موہور۔ عرف مور یہ بھی بھٹی قوم کی نسل سے ایک قوم ہے۔

تادری تھوری عرف توری اس قوم کے لوگ بھوت پریت یا شیطان مشہور ہیں اصل مخرج کا پتہ نہیں چلتا۔ بدمعاشوں اور چوراچکوں کے ایسے گروگھنٹال ہیں کہ کسی کی پگڑی اتار لینا تو بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ ان سے فرمایش کیجئے تو آدمزاد کا سر بھی کاٹ لانے میں تامل نہ ہو۔ ان کی سکونت داؤد پوترا کے تھل۔ بیجنوت۔ لوک نواکوٹ اور ارور میں ہے یہ لوگ اونٹ کرایہ پر چلاتے ہیں۔ اور کاروانوں میں بھی شامل رہتے ہیں۔

جوہیا۔ وہیا۔ منگولیا ان راجپوتوں نے مذہب اسلام قبول کرلیا ہے۔ گھاٹی یا صحرا میں ان کی تعداد قلیل ہے۔ ان کے علاوہ بلوچ کی ایک شاخ بیروی کہلاتی ہے کیروٹی۔ جانگریا۔ اوندرہا گریا یہ کل قومیں پارمار اور سانکلا راجپوتوں کی اولاد ہیں۔

داؤد پوترا یہ چھوٹی سی ریاست حکومت اہل ہنود سے خارج ہے لیکن اصل میں جیسلمیر کی بھٹی ریاست کا ایک جزو اور مارواستھلی میں ہی واقع ہے۔ بانی خاندان وریاست کے حالات نامعلوم ہیں۔ لیکن مسٹر الفنسٹن نے سفارت کابل کے قیام کا ذکر کرتے ہوئے اس قوم کے فرمانروا اور دارالریاست کا جو تذکرہ لکھا ہے وہ خالی از دلچسپی نہیں

داؤد پوترا کے خاندان کا بانی داؤد خاں ساکن ٹنکا ریور تھا۔ ٹنکا ریور دریائے سندھ کے مغرب میں واقع ہے۔ اس نے ایسی طاقت حاصل کی کہ اطاعت سے متنفر ہوگیا چنانچہ والی قندھار کو اس پر فوج کشی کرنا پڑی۔ جس کے مقابلے کی تاب نہ لاکر اُس نے جائے سکونت کو خیرباد کہا اور عیال واطفال دریائے سندھ کے پار روانہ کردئے۔ والئے قندھار نے سوکھتیالا تک پیچھا نہ چھوڑا۔ جہاں بال بچوں کی وجہ سے اُسے بچاؤ کی صورت نہ رہی۔ عین عالم مجبوری میں اُس نے اسی میں مصلحت سمجھی کہ حملہ آوروں کا مقابلہ کرے جس وقت یہ جان پہ کھیلنے کو تیار ہوئے۔ اُن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مخالف کچھ بائی اور قندھار کا راستہ لیا۔ داؤد خاں نے کچھی میں آکر سکونت اختیار کی اور ہوتے ہوتے تھل تک حاکم بن بیٹھا۔ داؤد خاں کے بعد مبارک خاں اور اس کے بعد اس کا بھتیجا بہاول خاں مسند نشین ہوا اور اب اُس کا بیٹا صادق محمدؐ خاں مسند آرا ہے۔ داؤدپوترا کی قوم اور ریاست دونوں داؤد خاں کے نام سے منسوب ہیں۔ مبارک خاں نے مقام کہدال پر قبضہ جمایا قوم بھٹی کے قبضے سے وراول کا دارالریاست جاتا رہا یہ مقام راول دیوراج نے آٹھویں صدی میں آباد کیا تھا۔ جہاں داؤد کے جانشینوں نے سکونت اختیار کی تھی۔ اس زمانے میں بھٹی قوم کی ایک شاخ کا یہاں مسکن تھا جس کے سردار کو راول کہتے تھے۔ دراول کے تارک الوطن ہونے پر راول نے بیکانیر کے مقام گریالا میں طرح اقامت ڈالی جہاں رئیس فاتح پانچ روپیہ روز گذارے کے لئے دیتا تھا۔ بہاول خاں نے دریائے گارا کے جنوبی ساحل پر بہاولپور کو دارالریاست قرار دیا ۱۸۱۲ء میں یعنی تحریر حالات کے زمانے سے تیس برس ادھر اہل قندھار دراول پر قابض ہو گئے۔ بہاول خاں نے بھیکم پور کے بھٹی رئیس کے پاس پناہ لی مگر فتحمندوں کی طلبی پر اُسے شاہ ابدال کی اطاعت قبول کرنا پڑی۔ ادائے زر موعودہ کے لئے مبارک خان بطریق ضمانت حوالے کیا گیا۔ فوج ابدالی واپس گئی۔ تین برس مبارک خاں کابل میں رہا۔ پھر واپس آکر مسند بہاولپور کی فکر میں تھا کہ اُس کے باپ نے قلعہ کنجر میں مقید کر دیا۔ تھوڑے دنوں تک یہ قید نصیب رہی۔ پھر داؤدپوترا کے ارکان اعظم (یعنی بدیر حیرانی رئیس موجگڈہ۔ خدا بخش نزارد والا۔ اختیار خاں گدھی والا۔ حاجی خاں اوچ والا) مبارک خاں کو قید سے آزاد کرکے مورارا میں وارد ہوئے ہی تھے کہ بہاول خاں نے وفات پائی۔ مبارک خاں دارالریاست کو چلا جا رہا تھا کہ نصیر خاں فرزند عالم خاں گورچیجا بلوچ نے قتل کر ڈالا خوف یہ تھا کہ مبارک خاں اختیار پاکر وہ بغض نکالے جو قاتل کی ایذا رسانیوں سے اس کے دل میں جاگزیں تھا قاتل مذکور نے عنان حکومت اُس کے بھائی صادق محمدؐ کو دی۔ جس نے فرزندان مبارک خاں کو قلعۂ دراول میں قید کیا۔ جہاں سے وہ نکل بھاگے اور راجپوتوں اور بہاولوگوں کی مدد سے شہر دراول پر قابض ہو گئے۔ صادق محمدؐ نے فوج کشی کی پوربیے لوگ کاندھی دے گئے چنانچہ میدان کارزار میں اُس کے دونوں بھائیوں

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور ایک بھتیجے کی جان گئی۔ دوسرا بھتیجا دیوار پھاند کر نکل گیا۔ لیکن ایک رئیس نے پکڑ کر صادق محمد کے پاس روانہ کر دیا۔ جہاں تلوار نے اس کا کام تمام کیا صادق خاں نے نصیر خاں کو بھی خون میں نہلایا یہ شخص حالانکہ اُس کی مسند آرائی کا بانی تھا۔ مگر اپنے زعم میں حاکم وقت کی بھی کچھ حقیقت نہ سمجھتا تھا۔ اور رئیسان خیرانی بھی اُس کا بُرا ہی چیتتے رہتے تھے۔

گدھی کا مقام اب تک عبداللہ پسر حاجی خاں کے زیر انتظام ہے۔ لیکن اُسے جاگیر کوئی حاصل نہیں صادق محمد خاں اپنے والد بہاول خاں کی طرح شہرت پسند نہیں موجزانوصف کو راجہ بجے سنگھ والئے مارواڑ بھائی کہکر یاد کیا کرتا تھا۔

اس خاندان کے لوگوں میں لڑائی جھگڑا بنا رہتا ہے۔ بھٹی قوم کو ان سے نفرت ہے وجہ یہ کہ اب تک ان سے انسداد غارتگری کے لئے اُس کو ایک مقررہ رقم ملا کرتی تھی۔ بہاولپور اب قندھار سے بھی بے خوف ہے۔ سندھ بالا کے رئیس داؤد پوترہ سے متفق و متحد ہیں۔ اگر خوف ہے تو رنجیت سنگھ والئے لاہور سے جو اپنے کو یہاں کے رئیس پر غالب سمجھتا ہے۔

امراض ساکنان صحرا کو پانی اور خراب غذا کی وجہ سے جن امراض کی شکایت رہتی ہے ان میں رتوندی۔ نارو یا نہر و مخصوص ہیں اور رگوں کے پھولنے کا ایک عارضہ بھی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ رتوندی اور رگوں کے پھولنے کی شکایت عموماً غریبوں یا زیادہ چلنے والوں کو ہوتی ہے پاؤں کی رگیں اس واسطے پھولی جاتی ہیں کہ قدم قدم پر ریگ سے پاؤں نکالنا پڑتا ہے میرے ہمراہی ساکنان دھات۔ سندھ اور راجپوتانہ میں پیغام بری کی وجہ سے ریگستانی راستوں کے ایسے عادی ہو گئے ہیں کہ ہندوستان کی سرزمین پر چلنے سے ان کو تھکاوٹ معلوم ہوتی ہے نارو کا عارضہ عالمگیر ہے راجہ سے ایک غریب تک اس سے کوئی محفوظ نہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ ایک دفعہ نہیں کئی کئی بار یہ مرض لاحق ہوتا ہے۔ یہ مرض صحرا۔ مغربی راجپوتانہ۔ وسطی علاقجات میں ہی نہیں بلکہ کوہ اراولی کے اس طرف بھی اس حد تک ایذا رساں ہے کہ لوگ مزاج پرسی کے عوض پوچھتے ہیں کہ تمہارا نارو اچھا ہے۔

یہ بیماری ٹانگ یا جوڑ میں ہوتی ہے اس کی تکلیف برداشت سے باہر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ عارضہ ریگ اور پانی کے کیڑے سے پیدا ہوتا ہے۔ یا پینے کے پانی کے چھوٹے چھوٹے جرموں سے۔ اس بیماری کا جلد کے اندر وجود ہوتا ہے۔ پہلے جلد پر ایک چٹا سا پڑتا ہے جو بڑھ کر پھوڑا بن جاتا ہے۔ جس کے دود کی بیچینی مریض کو پریشاں کر دیتی ہے۔ ورم کے بعد کیڑا باہر نکلنے کی کوشش کرتا۔ اور متحرک ہو کر مریض کا جسم کھانے لگتا ہے بیمار کو تکلیف کی حالت میں زندگی کی آس اسی بات پر رہتی ہے۔ کہ کب کیڑا باہر نکلے۔ جراح اس کیڑے کو سوئی یا کسی پھانس پر روزانہ لپیٹتا جاتا ہے اور احتیاط رہتی ہے کہ ٹوٹنے نہ پائے بیمار کے بخار کی بدحواسی اس ڈورے کی شکل کے کیڑے کو ثابت رہنے نہیں دیتی۔ لیکن۔ جس مریض نے احتیاط کی وہ جلد تندرست ہو جاتا ہے اس عارضے سے بڑھ کر کسی اور مرض میں اس قدر تکلیف نہیں ہوتی۔

سیتلا اور تجاری کے امراض بھی یہاں زیادہ ہیں۔ سیتلا میں تو مریض سیتلا مانا پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ لیکن تجاری کے لئے انار کے درخت کی چھال کا بھارا مفید علاج سمجھا جاتا ہے۔ یہاں اچھے معالجوں کی کمی ہے۔ اس لئے مرض زہریلی چیزوں کی وجہ سے بگڑ جاتا ہے۔ تجاری زیادہ عرصے تک قائم رہے تو تلی بھی بڑھ جاتی ہے جسے معالج داغ دیا کرتے ہیں۔

سب سے خوفناک مرض اور بلائے جانستان یہاں قحط ہے چنانچہ قصہ کہانیوں میں بھی بھوکی بھوانی کا ذکر زبانزد رہتا ہے۔ گیارھویں صدی میں یہاں بارہ برس تک قحط پڑا رہا لاکھا پھولانی سیاجی راکھور ساکن قنوج کے دشمن اور صحرائی سردار کے قاتل کے عہد کی یہ آفت نہیں بلکہ ہمیر سوڈھا سے ایک صدی قبل دریائے ساگر کی خشکی کے زمانے کا یہ واقعہ ممکن ہے۔ یہاں کے لوگ ہر تیسرے برس قحط سے خائف رہتے ہیں ۱۸۱۲ء میں تین چار برس تک اس قحط کی بلا نازل رہی۔ اور علاقجات وسطی پر بھی اس نے آفتیں ڈھائیں۔ اس قحط کے زمانے میں غریب غربا سواحل گنگ کی طرف بھاگ گئے تھے اور وہاں غلامی اور اولاد فروشی سے پیٹ کی آگ بجھائی۔

حیوانات و نباتات اونٹ ریگستان کے جہاز کہلاتے ہیں۔ یہ جانور ہل چلانے پانی کھینچنے سواری کی پکھال لادنے کے کام میں لایا جاتا ہے۔ اس کو کئی روز تک پیاس ضبط کرنے کی عادت ہے۔ پاؤں زمین کے موافق پھیلتے اور سکڑتے رہتے ہیں زبان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس قسم کی ملی ہے جس سے وہ بانس۔ کھیر۔ جوار اور تیز سے تیز اور سخت سے سخت کانٹوں کی شاخوں کو بے تکلف کھا کر قدرت خدا یاد دلاتا ہے۔ محمد صاحب کے پاس تین ہزار اونٹ تھے۔ لیکن حیرت ہے کہ انہوں نے اس کا کچھ تذکرہ نہ کیا حالانکہ بارہ سنگا تک کو لکھ دیا ہے کہ ہل کے کام کا نہیں اور فلاں فلاں حیوان قلیہ رانی کے لائق ہیں۔ دھات کے تھل اور بارمیر کے اونٹ نہایت ہی عمدہ ہوتے ہیں۔ اور صحرا کے اونٹ عموماً ہندوستان کے اونٹوں سے بہتر۔ جیسلمیر اور بیکانیر میں جنگلی اونٹوں کی فوج ہے جیسلمیر میں اسی اونٹ خاص راجہ کے ہیں اور باقی رئیسوں کے۔ یہ معلوم نہیں کہ اور ممالک کے سواران اسپ سے شتر سوار زیادہ بکار آمد ہیں یا نہیں۔ اونٹ پر دو شخص سوار ہوتے ہیں ایک کا رخ گردن کی طرف ہوتا ہے دوسرے کا منہ دم کی طرف بکھری ہوئی لڑائی میں ان اونٹوں سے بڑا کام نکلتا ہے۔ پاس کے معرکہ میں اونٹ بٹھا دیے جاتے ہیں۔ اور ان کے پاؤں باندھ کر ان کی آڑ سے کچاوہ پر بندوق رکھ کر سمہ کی جاتی ہے۔ اونٹ کل خاردار جھاڑیاں کھاتے ہیں۔

گورخر گورخروں کی کثرت دھات کے قریب جنوبی حصہ میں اور بارمیر کے بڑے رن یا چشمۂ نمک سار کے شمالی کنارے پر بالکا سر اور بلیاری تک خصوصیت کے ساتھ ہے

نیل گائے و شیر ببر وغیرہ روجنہ یعنی نیل گائے صحرا میں جا بجا رہتی ہے۔ میدان کے راجپوت عموماً اس کا شکار نہیں کرتے اگر شکار کرتے بھی ہیں تو گوشت سے پرہیز رکھتے ہیں۔ اس کا چرسا نہایت بکار آمد ہوتا ہے۔ شیر۔ لومڑی۔ سیار۔ خرگوش ایسے جانور بھی یہاں ہوتے ہیں۔ اور شیر ببر بہت عمدہ ہوتا ہے۔

گھوڑے۔ بیل۔ گدھے۔ بھیڑ۔ بکری اور گدھے پالو جانور ہیں۔ اور گدھے سے ہل بھی چلوایا جاتا ہے۔ بھیڑ۔ بکریاں کثرت سے پالی جاتی ہیں۔ ان کے گلے کو جانگ لولتے ہیں یہاں کی بکریاں کاتک سے آدھے چیت تک بے پانی کے رہ سکتی ہیں۔ گو اس میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ گھاس کی پیداوار کے موسم میں چھ ہفتے تک ان کو پانی کی خواہش نہیں ہوتی۔ گرمیاں شروع ہوتے ہی یہ گلے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سندھ کے سطح صحرائی میں چرنے چلے جاتے ہیں۔ چرواہوں کو بھی بکریوں کی طرح پانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ چھاچھ پر کفایت کرتے ہیں اور مکھن کو اوٹ کر گھی نکالتے اور اسے بیچ کر خوراک وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں۔ ریباڑیوں کی بسر بھی اونٹوں کے دودھ پر ہوتی ہے یا جنگلی میووں پر۔ غلّہ کا زیادہ شوق نہیں۔

جھاڑی اور میوے کہیر۔ کریل اور کجری کے پھل کا آنٹا کھایا جاتا ہے۔ جسے بہانگڑی بولتے ہیں۔ چھال کے درخت کے نیچے بھیڑ چرانے والے آرام کرتے اور چیت بیساکھ کے مہینوں میں اس کے پھل کھاتے ہیں۔ پیلو کا درخت بھی کھایا جاتا ہے ببول سے گوند نکالتے ہیں۔ بیر اور چیت بڑے میٹھے ہوتے ہیں اس کا درخت اونٹ کی غذا ہے۔ یہ درخت بہت پیدا ہوتا ہے۔ اور کل خاردار درختوں سے زیادہ مفید بھی ہے جو اسا کے درخت کا عرق دوا کے طور پر استعمال ہوتا ہے بھوک کی شاخوں سے کنوئیں کا بند باندھا جاتا ہے۔ سجی کے درخت کی راکھ بنائی جاتی ہے۔ اور کہیر اور سجی دونوں کے درخت اس مقام پر قابل ذکر ہیں۔

کریل یا کہیر ہندوستان میں اس کا اچار ڈالا جاتا ہے۔ اور صحرا میں لوگ اسے کھاتے ہیں۔ اس کی بلندی دس سے پندرہ فیٹ تک ہوتی ہے۔ اور پھیلاؤ زیادہ ہری شاخ بھی پتوں سے خالی ہوتی ہے پھول لال ہوتا ہے اور پھل کرونے کے برابر ساس کے پھل تین دن رات متواتر بھگوئے جاتے ہیں۔ اور ہر روز پانی بدلا جاتا ہے۔ بعدہ پھلوں کو ابال کر نمک کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ صاحب ثروت اشخاص گھی میں پکا کر روٹی کے ساتھ کھاتے ہیں۔ مکانوں میں یہ پھل بیس بیس من تک ڈھیر رہتے ہیں۔

سجی کا درخت بڑا نہیں ہوتا کھدال کے علاقے میں اس کے درختوں کی کثرت ہے پوگل سے دراول تک اور مرید کوٹ اور اختیار خاں کی گڈھی سے خیرپور تک بڑے بھاری جنگل میں چیرام کے قسم کی سخت زمین ہے۔ ایسی ہی زمین میں درخت لگائے جاتے ہیں اور اس کا نمک اس ترکیب سے نکالا جاتا ہے کہ غاروں میں درخت کاٹ کر ڈال دیتے ہیں۔ اور آگ لگا دی جاتی ہے۔ جب لکڑی جل بجھتی ہے تو عرق غار کی تہ پر جمع ہو جاتا ہے جسے ایک لمبی لکڑی سے ہلاتے ہیں عرق

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُبلنے لگتا ہے تو بالو چھڑکتے ہیں۔ جس میں شعلہ نہ بھڑکے۔ لکڑی کے جلنے پر تین دن تک عرق ٹھنڈہ کیا جاتا ہے۔ بعدہ نمک نکال کر میل صاف کرتے ہیں۔ خالص نمک ایک روپیہ کا صرف سیر بھر بکتا ہے ورنہ عموماً فی روپیہ ایک من نرخ ہے۔

راجپوت اور مسلمان دونوں اس نمک کا بیوپار کرتے ہیں اور نمک کی بکری پر مالک کو فی روپیہ ایک پیسہ دیتے رہتے ہیں۔ چارن اور مارواڑ کی اور قومیں یہ نمک اور منڈیوں میں بیچتی ہیں۔ جہاں سے کل ہندوستان میں اس کی تجارت ہوتی ہے سندھ میں اس کا بڑا بیوپار ہوتا ہے۔ بھکھر۔ ٹھٹھہ اور کچھ میں قافلے کے قافلے یہ نمک لے جاتے ہیں۔ سجی کا سست بہت مفید ہوتا ہے۔ ذرا سی سجی ٹھنڈے پانی میں گھول کر پی لینے سے قوت ہاضمہ بڑھ جاتی ہے۔ تماکو میں بھی سجی کا استعمال ہوتا ہے کہتے ہیں کہ سجی کے ملنے سے تماکو کی اصل تاثیر پھر پیدا ہو جاتی ہے۔

گھاس یہاں گھاس کی افراط ہے۔ کشا یعنی سہون یا سیون سری رامچندر جی کے فرزند ثانی کش کے نام سے موسوم ہے۔ یہاں کی کشا آٹھ فٹ لمبی ہوتی ہے۔ نرم کشا جانور چرتے ہیں۔ اور سخت کشا سے چھپر بنائے جاتے ہیں۔ جڑ جھاڑو کے لئے بہار آمد ہے اور اس سے کوچ بھی بنی جاتی ہے۔ دھمامن دوب۔ گوگرا۔ پاپری اور بھوت وغیرہ کئی قسم کی اور گھاسیں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ جن میں سے پاپری اور بھوت انسان کے کپڑوں میں اس طرح چمٹ جاتی ہے کہ آدمی پریشان ہو جاتا ہے۔

خربزہ یہاں کئی قسم کے خربزے پیدا ہوتے ہیں۔ چیرا۔ کچری۔ لوہاٹا وغیرہ کی بھی کثرت ہے۔ ان چیزوں کی تفصیل بیکار ہے۔ علیحدہ تشریح کی جاوے گی +

منزلوں کی تشریح

جیسلمیر سے سہوان واقع ساحل راست سندھ نیز حیدر آباد تک واپسی مقام جیسلمیر تک کی منزلیں

نام منزل	فاصلہ سفر	کیفیت
کلدرا	۵ کوس	یہاں پالی وال برہمنوں کی سکونت ہے۔ دو سو گھر بستے ہیں۔ کنوئیں بھی موجود ہیں
گجیا کی بستی	۳ کوس	ساٹھ گھروں کی بستی ہے۔ برہمن زیادہ آباد ہیں کنوئیں بھی ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ سفر	کیفیت
کھوبا	۳ کوس	تین سو گھر بستے ہیں۔ برہمنوں کی زیادہ آبادی ہے۔ چھوٹے ٹیلوں پر چار برج کی ایک گڑھی تعمیر ہے جس میں جیسلمیر کے سپاہی متعین ہیں۔
کنو		
کنوہی	۵ کوس	ان میں چھوٹے چھوٹے گاؤں ہیں جنہیں سوم کہتے ہیں۔
سوم	〃	اور جن میں چار چار پانچ پانچ پھوس کی جھونپڑیاں بنی ہیں۔ ان دونوں مقاموں میں کوس بھر کا فاصلہ ہے ایک برج میں جیسلمیر کے سپاہی رہتے ہیں اندارے بھی بنے ہیں جن کو وہاں کی زبان میں بیرا بولتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ سندھی ہیں۔ جن کا مویشی چرانا پیشہ ہے۔ دیوچند و بسوار سے نمک اور شورہ بھی لاتے اور دوسری جگہ بیچتے ہیں۔ شورہ رنگ میں ڈالا جاتا ہے۔ سوم اور مولانو کے درمیان سرحد جیسلمیر اور سندھ کا نصف راستہ ہے۔
مولانو	۲۴ کوس	دس چھپر کا ایک گاؤں ریگ کے بلند ٹیلوں پر واقع ہے یہاں عموماً سندھی لوگ رہتے ہیں۔ سوم سے آدھی دور تک ریگ کے ٹیلے ہیں۔ آگے یعنی پسار پر جا بجا زمین مسطح ہے پھر تین کوس تک اونچی نیچی پہاڑیاں یا ریگ کے ٹیلے ہیں۔ زمین ناہموار ہے۔ نو کوس آگے سلسلہ وار بلند ٹیلے چلے گئے ہیں ۲۴ کوس تک نہ کوئی کنواں نہ پانی دستیاب ہوتا ہے صرف نصف راستے میں کہیں پرانے تالابوں میں برساتی پانی بھرا ملتا ہے۔ اوائل میں یہاں ایک شہر بستا تھا۔ مشہور ہے کہ سندھ اور اس نواح کے فاتح مسلمانوں کے زمانے سے قبل گھاٹی اور صحرا میں پرمار اور سولنگی راجپوتوں کی حکومت تھی۔ تھل ویران نہ تھے کہیں کم آبادی تھی کہیں زیادہ۔ قدیم تالاب اور مندر ریت سے پٹ گئے ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ سفر	کیفیت
		لیکن کچھ کچھ نشانات باقی ہیں۔ لاکھا پھولانی کے زمانے میں یہاں بارہ سال کے قحط نے تباہی کو بلا نازل کی اور باشندے کچھی و میدان سندھ میں جا بسے۔ قدرتی چشموں کی وجہ سے اس نواح میں جا بجا سبزہ زار بھی ہے یہاں کے چرواہے سوڈھا راجپوت یا سمیچا ہیں اور کاشتکاروں کو زراعت کی غرض سے پانچ پانچ کوس جانا پڑتا ہے۔
بھور	۲ کوس	ان قصبوں میں دس دس چھپر رانگھڑ قوم کے ہیں جن کا پیشہ
پلری	۳ کوس	چرائی ہے یا کاشتکاری۔ گائے بھینس اونٹ۔ بکری پالنے
راجہ کی بستی	۲ ؍؍	والے رانگھڑ تھل میں بستے ہیں۔ ان قصبوں میں پانی کے
رانگھڑ کی بستی	۲ ؍؍	چشمے زیادہ ہیں۔ مہادیو کا ڈھمبہ یہاں کے بڑے تالاب کا نام ہے۔
دیوچند یشور مہادیو	۲ کوس	راجگان سوڈھا کے عہد میں یہاں ایک شہر اور مہادیو کا مندر تھا۔ مندر کے نشانات سورج کنڈ پر موجود ہیں۔ مسلمانوں نے یہ مندر کھود ڈالا اور سورج کنڈ کا نام بھی دین پورہ مشہور کیا سورج کنڈ پکا بنا ہوا ہے اور چاروں طرف خرمے اور انار کے درخت لگے ہیں مسلمانوں کا ایک سندھی ملا یہاں مقیم ہے جس کے معتقد اس کی خدمت کرتے ہیں۔ دیوچند کے گرد و نواح میں بارہ کوس تک پانی کے چشمے ہیں۔ جن کے آس پاس رانگھڑ لوگ مویشی چراتے اور کھیتی کرتے ہیں۔ ان کا چھپر سیدھا نہیں ہوتا۔ بیچ میں بلی یا بانس ڈال کر دونوں رخ گھاس پھوس بچھا دیتے ہیں۔ اور اونٹ کے بالوں کا کمل چھوڑ کر چھپر میں رہتے بستے ہیں
چاندیا کی بستی	۲ کوس	چاندیا مسلمانوں کی بستی ہے۔ جن کی گذر اگری پر بسر اوقات ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
رانگھڑ کی بستی	۲ کوس	یہ بھیڑ والا کے چھوٹے چھوٹے موضع ہیں جن میں سیچا اور رانگھڑ
سیچا کی بستی	〃	وغیرہ خانہ بدوش قومیں ایک چراگاہ سے دوسری چراگاہ
رانگھڑ کی بستی	〃	میں بھیڑیں چرانے کے لئے چھپر ڈال لیا کرتی ہیں۔ پانی
〃	〃	ان موضعوں میں کافی وہ ملتا ہے۔
〃	〃	
〃	〃	
〃	〃	
〃	〃	
اودھانیو	۷ کوس	یہاں صرف بارہ چھپر ہیں پانی ۷ کوس تک عنقا
نالہ	۵ 〃	تھل کے نشیب میں مشرق کی طرف ایک میل پر واقع ہے
		یہ نالہ سندھ سے درارو ری بھکر میں نکل کر سہراب کے پورب
		میں خیر پور سے چنار اور چنار سے میر سیا کا رار میں داخل
		ہوتا ہے۔ یہیں سے ایک اور نالہ امرکوٹ اور چور تک
		بنایا گیا ہے۔
متراءُ	۴ کوس	اس میں بلوچ قوم کے ساٹھ گھر ہیں۔ جا بجا چھوٹے چھوٹے
		ریت کے ٹیلے ہیں اور حیدر آباد کا تھانہ بھی ہے۔
میر کا کھوٹی	۲ کوس	قوم ارورا دس دس چھپروں میں تین موضعوں میں آباد ہے
شیو پوری	۳ کوس	اس میں ایک سو بیس گھر ہیں جن میں زیادہ تر قوم ارورا
		رہتی ہے۔ جنوب و مشرق میں ۷ برج کا ایک چھوٹا قلعہ
		موجود ہے جس میں حیدر آباد کے سپاہی متعین ہیں۔
کیمرا کا نالہ	۲ کوس	اس نالہ کا مخرج سندھ ہے۔ کاگر کی بستی اور سکوند سے
		مشرق کی طرف بہتا اور علاقے کو جا بجا کاٹتا ہوا چلا
		گیا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ نالہ کسی زمانے میں کسی
		نہر کا سوتہ تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
سکندہ	۲ کوس	سو گھروں کا موضع ہے۔ باشندوں میں ½ ہندو ہیں۔ زمین مزروعہ ہے پانی کے چشمے گندہ ہو گئے ہیں۔ ہر طرف جھاؤ اور کھجری کے جنگل ہی جنگل ہیں۔ جھرنے کے متصل روئی نیل چاول۔ گیہوں۔ جو۔ مٹر۔ مونگ وغیرہ کی کاشت ہوتی ہے +
جبتوئی	۲ کوس	اس میں ساٹھ گھر ہیں ایک نالہ بھی جاری ہے۔
قاضی کا شہر	۴ کوس	۴ سو گھروں کا قبضہ ہے۔ دو نالے رواں ہیں +
مکرو	۲	یہاں ۶۰ گھر ہیں اور جبتوئی اور اس کے پائیں ایک نالہ جاری ہے
کاکر کی بستی	۲ کوس	یہ موضع دریائے سندھ سے چار میل کے فاصلے پر بلند جگہ آباد ہے۔ سولہ گھر ہیں۔ ۳ نالے۔ برسات میں دریائے سندھ کا پانی یہاں تک آجاتا ہے +
پورا	۱ کوس	یہاں دریا عبور کرنا پڑتا ہے۔
دریائے سندھ	۱ کوس	کشتی پر بحری سفر کیا جاتا ہے۔
سیون عرف سہوان	۱ کوس	حیدر آباد کی ماتحتی میں دریا کے کنارے ۱۲ سو گھر کا موضع ہے[1]

[1] سہوان کا شہر دریا سے تین چار سو گز کے فاصلے پر بلند جگہ واقع ہے۔ درخت بہت ہیں جنوب کی طرف سہ منزلہ مگر کچے مکانات ہیں جن کے کھمبے لکڑی کے ہیں۔ شمال کی طرف ایک قدیم شہر اور بڑے بھاری قلعے کے کھنڈر نظر آتے ہیں۔ اس قلعے میں ۶۰ برج تھے اور بیچ میں راجہ بھرتری کا شاہی ایوان مشہور ہے کہ جین سے تارک الوطنی کی حالت میں راجہ بھرتری نے یہیں سکونت اختیار کی تھی گو ہندوؤں کے زمانہ عروج کو صدیاں گذر گئیں۔ مگر آج تک اُن کا ذکر خیر باقی ہے بھرتری گندھرب سین کافر زند اپنی رانی پر ایسا فریفتہ تھا کہ دین دنیا کے کاموں سے کچھ واسطہ ہی نہ رہا تھا۔ بکرماجیت نے اپنے بھائی کو فہمایش کی کہ غفلت اچھی نہیں۔ اس پر رانی نے اُس کے لئے سزائے جلاوطنی تجویز کی۔ زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ ایک جوگی وارد ہوا ایک امر پھل پیش کر کے کہا یہ مدت دراز کی تپسیا کا پھل۔ اور مہادیو جی کا عطیہ ہے۔ بھرتری جوش محبت میں پھل رانی کو دیدیا۔ رانی کسی فیلبان سے ملتفت تھی (بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۶۹ پر ملاحظہ ہو)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
سہوان سے حیدرآباد تک کی منزلیں		
جٹ کی بستی	۴ کوس	تیس چھیر کا موضع سندھ سے ایک میل کے فاصلے پر پہاڑوں کے متصل واقع ہے۔ جٹ کو وہاں کے لوگ زت بولتے ہیں۔
سیمچا کی بستی	۴ کوس	چھوٹا سا موضع ہے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۶۸) اس نے یہ پھل اُس کو دیا۔ فیلبان کی کسی کسبی سے الفت تھی اُس نے اُس کے لئے حیات جاودانی کی تدبیر کی۔ طوائف سوچی کہ یہ چیز راجہ کے قابل ہے لہذا اُس نے حاضر ہو کر راجہ کو پھل نذر کیا۔ راجہ حیرت میں ہؤا کہ طوائف کے پاس پھل کیسے پہنچا۔ فوراً محل میں گیا اور پوچھا کہ امر پھل کیا ہؤا۔ اُس کا جواب یہی تھا کہ کہیں گم ہو گیا۔ راجہ نے اسی وقت پھل دکھا کر کہا کہ کھو گیا تھا تو میرے پاس کیسے آگیا۔ رانی دل میں کٹ گئی اور اسی وقت جوش غیرت میں کوٹھے پر سے کود کر جان دے دی۔ اب راجہ نے رانی پنگلا سے دل لگایا اور محبت ویسی ہی بڑھا دی۔ لیکن ایک دفعہ سیکھ چکا تھا۔ اس لئے رانی کی الفت کا پورا اعتبار نہ تھا کسی روز راجہ شکار میں مصروف تھا کہ ایک ہمراہی نے ہرن پہ نشانہ لگایا ہرن کے گرتے ہی ہرنی دوڑی آئی۔ اور اس کی صورت دیکھتے دیکھتے سینگوں پر ایسی گری کہ پھر سانس نہ لی شکاری درخت کے نیچے گیا تھا تھوڑی دیر میں ایک سانپ نے اس زور سے کاٹا کہ مرغ روح پرواز کر گیا۔ اُس کی عورت لکڑیاں بٹور کر لائی اور وہیں شوہر کے ساتھ ستی ہو گئی۔ راجہ حیرت انگیز واقع دیکھ کر رنواس میں آیا۔ ہرنی اور عورت کے جوش محبت کی ثنا و صفت کی۔ پنگلا رانی بولی آپ کا فرمانا درست ہے مگر میں اسے ستی کا ست نہ کہونگی ہاں محبت کا ایک جوش تھا جو کرشمہ دکھا گیا۔ اگر ست ہوتا تو چتے اور آگ کی کیا ضرورت تھی۔ راجہ یہ بات دل میں لئے رہا اور پھر شکار کو گیا تو ایک ہرن کے خون سے پوشاک تر کر کے رانی کے پاس بھجوائی اور لوگوں سے خبر کرا دی کہ راجہ حالت شکار میں مارا گیا۔ رانی بالکل خاموش رہی رونے دھونے کا کچھ ذکر ہی نہ تھا اور یوہیں اٹھ کر سورج کے سامنے لیٹ رہی تو ذرا دیر میں پنچھی نہ تھا۔ جس وقت چتا پر لاش پہنچی راجہ بھی آگیا۔ (باقی نوٹ دیکھو صفحہ ۱۵۷۰ پر)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
لکھی	۱۲ کوس	دریا سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ۶۰ گھر ہیں شمال میں ایک سرہے جس کے کنارے خوب زراعت ہوتی ہے پہاڑ میں مغرب کی طرف دو میل کے فاصلے پر مہادیو پارتی کا ایک مقدس معبد ہے۔ وہاں کے چشموں میں تین چشموں کا پانی گرم ہے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۶۹) اُس نے جوش غم میں اسی وقت پوشاک شاہی اتار کے پھینک دی اور بکرماوت کو راج پاٹ دے کر فقیرانہ لباس پہنے ہوئے ہاے رانی پنگلا ہاے پیاری پنگلا کہتا ہؤا اجین سے چل دیا اور سہوان میں سکونت اختیار کی۔ یہاں کے ایوان محلات راجہ بھرتری کہلاتے ہیں۔ قلعہ راجہ بھرتری کے پہلے کا بنا ہؤا ہے۔ جنوب میں ایک مندر کو بھی راجہ بھرتری کے نام سے شہرت حاصل ہے۔ مسلمانوں نے یہاں لعل پیر شہباز کا بنایا ہے۔ یہ پیر پہلے ہندو تھا اسی کی دعا سے مسلمانوں کو سندھ پر فتح حاصل ہوئی تھی۔ مندر کے بیچوں بیچ میں واقع ہے اس کے اردگرد لکڑی کا کٹہرا لگا ہوا ہے۔ ہندو اور مسلمان دونوں یہاں پرستش کرتے ہیں۔ ہندؤں کو مزار کے چھونے کی ممانعت ہے۔ لیکن سالگرام کی مورت کو وشنوں کے نام سے دونو قومیں پوجتی ہیں یہ مورت قبر کے ایک غار میں رکھی ہوئی ہے۔ سب سے حیرت کی بات یہ ہے کہ اس مورت کے پوجنے والے اب مسلمان ہیں لیکن پہلے ہندو ہی تھے۔ جو تلوار کے زور سے مسلمان کئے گئے اور اس میں شک نہیں کہ جو ہندو مسلمان ہؤا وہ حد درجے کا متعصب ہو گیا۔ میرے رفیق ہماری لال اور دھاتی نے مجھے قلعہ کی ایک پرانی اینٹ دکھلائی جس کا طول و عرض ایک ایک بالشت کا تھا اور موٹائی بھی اتنی ہی یہ اینٹ خوب پکی ہوئی تھی اور بجانے سے گھڑیال کی طرح بجتی تھی یہاں کی غار کے جلے ہوئے گیہوں بھی میرے دیکھنے میں آئے۔ حالانکہ یہ بالکل جلے ہوئے تھے مگر کوئی ٹوٹا نہ تھا۔ یہ غلہ ہزاراں برس سے یوہیں غار میں ڈھیر جلا آتا ہے ظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ میوسکانس موکھ سہوان یعنی سہوان کے رئیس سے مراد نے سکندر فاتح سے ٹکر لی تھی۔ یونانی دریاے سندھ سے اسی طرح گذرتے تھے باقی نوٹ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
اومری	۲ کوس	دریا سے نصف میل پر ۲۵ گھر بستے ہیں۔ مغرب کی طرف کوس بھر پر چھوٹے چھوٹے چنداں بلند نہیں۔
سومری	۳ کوس	پہاڑ سے ڈیڑھ کوس مغرب کی طرف پچاس گھر آباد ہیں
مندو یاسن	۴ کوس	دریا سے دو سو گز کی دوری پر دو سو گھر آباد ہیں ایک بازار بھی ہے۔ پہاڑ مغرب کی طرف ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔
مجند	۴ کوس	دریا کے کنارے ڈھائی سو گھروں کا قصبہ ہے تجارت یہاں نرتی پر ہے۔ پہاڑ مغرب کی طرف دو کوس پر ہیں
اومر کی بستی	۳ کوس	دریا کے کنارے دو چار چھپر پڑے ہیں
سید کی بستی	۳ کوس	
شکارپور	۲ کوس	یہاں سے بحری سفر درپیش ہوتا ہے +

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۷۰) جس طرح محمود غزنوی۔ جب جہاز پر کوئی چیز لے جانے میں دقت واقع ہوتی تھی تو اُسے جلا دیا کرتے تھے۔ یہاں نانک باڑا بھی ایک پرستشگاہ سکھوں کے اوتار گورو نانک کے نام پر قلعے اور دریا کے وسط میں بنی ہوئی ہے۔ اس شہر میں ہندو مسلمان کی تعداد مساوی ہے۔ جیسلمیر کے مہیشری لوگ اور پوکرن کے برہمن بھی اس جگہ سکونت پذیر ہیں۔ ہندوستان اور دیگر پیشہ ور سب قسم کے لوگ ہیں۔ مسلمانوں میں سیدوں کی کثرت ہے اور ہندو متمول ہیں۔ روئی۔ نیل وہاں گرد و نواح میں پیداوار کی خاص چیزیں ہیں۔ یہ مال مسلمان لوگ ٹھٹھہ اور کراچی کے بندروں میں کشتیوں پر لیجاتے ہیں حاکم سہوان کی حیدرآباد سے آمد و رفت رہتی ہے۔ ٹھٹھہ سے سندھ تک پہاڑوں کا جو سلسلہ چلا آیا ہے۔ وہ سہوان سے تین کوس پر مڑ کر شمال و مغرب کی طرف بڑھ گیا ہے۔ ان پہاڑوں پر ہنگلاج دیبی کے مندر تک لومری عرف نومری قوم کی آبادی ہے یہ قوم اصل میں جٹ ہے۔ لیکن اب بلوچ کہلاتی ہے۔ ہنگلاج جی کا مندر بہت مشہور ہے۔ ٹھٹھہ سے کراچی بندر ہوتے ہوئے جائے تو جاتری لونروز میں پہنچے یہ متبرک عبادتگاہ سمندر سے نکل کے فاصلے پر مسجود عوام +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
حیدر آباد	۴ کوس	دریائے سندھ سے چوڑھ کوس حیدر آباد سے نصیر پور تک نو کوس شیو داد پور تک گیارہ کوس ٹیبو پوری تک ۷ کوس روری بھکھر تک ۶ کوس یعنی کل ۴۴ کوس کا بعد مسافت ہے
از حیدر آباد تا جیسلمیر براہ امرکوٹ		
سندھ خاں کی بستی	۴ کوس	دریائے پھولیلا کے مغربی ساحل پر واقع ہے
تاج پور	″	حیدر آباد کے شمال و مشرق میں ایک بڑا شہر ہے
کریل	۱۰ کوس	سو گھر آباد ہیں
نصیر پور	″	تاج پور کے مشرق میں بڑا شہر ہے۔
الہ یار کا مانڈا	۴ کوس	غلام علی مرحوم کے بھائی الہ یار خاں نے آباد کیا۔ شہر سے نکلے کے شمال میں دو کوس کے فاصلے پر نصیر پور کے جنوب و مشرق میں اچھا شہر ہے۔ سانکرا نالہ دریائے سندھ سے ہالا اور سکرنڈ کے بیچوں بیچ جاری ہو کر چند ملا کو طے کرتا ہے۔ نادر شاہ اور محمد شاہ کے عہد نامے میں یہی نالہ حد فاصل قرار دیا گیا تھا۔
میر باہ	۵ کوس	چالیس گھر کی آبادی ہے گاؤں کے نام باہ ٹانڈا گوٹ پوردہ آبادی کے لحاظ سے رکھے گئے ہیں۔
سونا ریو	۷ کوس	اس منزل میں ۴۰ گھر ہیں۔
ونکانو	۴ کوس	یہاں تک میدان سندھ کی سطح ہے شمال کی طرف پانچ چھ کوس کی دوری پر ریت کے پہاڑ ہیں ونکانو کے نشیب میں ایک نالہ جاری ہے۔
کرسانو	۷ کوس	یہاں سو گھر آباد ہیں۔ مشرق کی طرف دو کوس ایک پرانے شہر کے کھنڈر۔ اینٹوں کے مکان۔ کنوئیں اور تالاب آج باقی ہیں ریت کے ٹیلوں کا سلسلہ شمال کی طرف دو تین کوس تک چلا گیا ہے۔
امرکوٹ	۸ کوس	حیدر آباد سے امرکوٹ تک سطح زمین درست ہے۔ امرکوٹ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
		کا تھل کے دامن یعنی ریت کے پہاڑ میں بنیاد ڈالی گئی ہے یہاں سے سونا ریو تک چوالیس کوس کا فاصلہ ہے جہاں کی زرخیز زمین دریائے سندھ کے نالوں سے سیراب ہوتی ہے قرب وجوار کے دیہات میں کاشتکاری کی حالت عمدہ ہے بیول جھال جھاؤ کا جنگل سونا ریو سے امرکوٹ تک دس کوس ہے۔ جس کی مزروعہ اراضی کی زراعت کا دارومدار بارش پر ہے زمین بھی عمدہ پیداوار کے لائق نہیں +
رکنار	۴ کوس	امرکوٹ کے مشرق میں ایک میل سے ریت کے پہاڑ ڈیڑھ سو سے دو سو فٹ تک بلند ہیں۔ یہاں قوم سیپچا نے چند چھپر ڈال رکھے ہیں۔ اس قوم کا پیشہ چرائی ہے۔ اس مقام پر کنوئیں بھی ہیں۔
دھوت کی بستی	۴ کوس	چند چھپر ہیں اور ایک کنواں۔ دھوت سوڈھا اور سیپچا قوم کے لوگ زراعت اور چرائی کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں +
دھارناس	۸ کوس	بنیوں اور پوکرن برہمنوں کے ایک سو گھروں کا مقام ہے باشندے بھیڑ والوں سے گھی مول لیکر بھوج اور گھانی میں بیچتے ہیں۔ مشرقی کاروان یہاں اپنی چیزیں بیچ کر گھی مول لے جاتے ہیں۔ یہ مقام گھی کی ایک منڈی ہے کثرت مویشی کی وجہ سے یہاں گھی بہت سستا دستیاب ہوتا ہے
کیرلو کا پالو	۳ کوس	اس منزل میں دیہات اور پانی کے چشمے ہیں +
بیلو	۱۰ کوس	یہاں سو گھر بستے ہیں۔ پانی کھاری ہے۔ لوگ کیرلو سے اونٹوں پر پانی لاتے ہیں +
بھوج کا پار	۳ کوس	چھپر۔ کنوئیں اور مسجد یہاں ہیں +
بھور	۷ کوس	چھپروں میں آباد ہے +
گربرا	۱۰ کوس	تین سو گھروں کا چھوٹا شہر سوائی سنگھ سوڈھا کے قبضے میں ہے۔ کچھ مویشی اور قلعے اور بھی اس کے علاوہ نفر میں ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
		دھات اور جیسلمیر کی حد فاصل یہی ہے۔ دھات سندھ سے ملحق ہوگیا۔ گریرا میں ایک دھانی یا تحصیلدار مقرر ہے۔
ہرسانی	۱۰ کوس	مارواڑ کے ماتحت بھٹی راجپوت کے قبضے میں ہے یہاں تین سو گھر ہیں جن میں زیادہ تر قوم بھٹی آباد ہے۔
جنجیالی	۱۰ کوس	یہ راجہ جیسلمیر کی خاص جاگیر ہے اس میں تین سو گھر ہیں یہ شہر جیسلمیر کی سرحد پر واقع ہے اور کچا قلعہ تعمیر ہے تالاب ایسے ہیں جن میں صرف ۹ مہینے پانی رہتا ہے۔ چھوٹی گھاٹی ہیں کاشتکاری بھی اچھی ہوتی ہے۔ اس کے شمال میں دو میل پر چہاروں قوم نے ایک موضع آباد کیا ہے۔
گج سنگھ کی بستی	۲ کوس	گھر ۳۵ ہیں۔ پانی کی قلت ہے موضع چارن سے اونٹوں پر پانی لایا جاتا ہے۔
ہمیر دیورا	۵ کوس	دو سو گھر آباد ہیں۔ موضع کا پانی کھاری ہے ایک میل کے فاصلے پر تالاب یا بیرا موجود ہیں وہیں سے اونٹوں پر پانی لایا جاتا ہے یہاں جیسلمیر کا کوہی سلسلہ اختتام کو پہنچتا ہے۔
چیلاک	۵ کوس	چیلاک پہاڑ پر اسی گھر کی بستی ہے کنوئیں بھی ہیں۔
بھوپا	۷ کوس	چالیس گھر آباد ہیں گھر حال میں کنوئیں کھدے ہیں۔ ایک چھوٹا تالاب بھی موضع میں ہے۔
بھاؤ	۲ کوس	دو سو گھر ہیں مغرب میں تالاب ہے چھوٹے کنوئیں بھی ہیں۔
جیسلمیر	۵ کوس	اس راستے کا فاصلہ امرکوٹ سے جیسلمیر تک ½ ۸۵ کوس ہے جنجیالی کی راہ سے ۲۶ کوس۔ گراب ۷ کوس۔ نیلو ۱۲-۱ کوس۔ امرکوٹ ۲۵ کوس یعنی ستر کوس کی مسافت ہے کاروان اور اونٹوں کی قطاریں چار روز میں فاصلہ طے کرتی ہیں۔ قاصد رات دن چلیں تو ۳ روز میں منزل مقصود پر پہنچ جائیں آخر میں پچیس کوس تک جنگل پڑتا ہے جیسلمیر آباد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
		سے امرکوٹ تک ۲۴ کوس بھی جوڑے جائیں تو ۱۲۹½ کوس کی مسافت ہوتی ہے اور سیدھا راستہ اختیار کیا جائے تو ۱۰۵ کوس کا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے +
جیسلمیر سے حیدرآباد تک کی منزلیں براہ بیسنو (۱۰۳ کوس)		
کولور	۵ کوس	
کھویا	"	
لاکھا کا گنج	۳۰ کوس	بالکل جنگل ہے آبادی ندارد پانی مفقود۔
بیسنو	۸ کوس	
بیرسی کا رار	۱۶ کوس	یہاں کنوئیں ہیں
تھیپرو	۳ کوس	
متیا کا ڈھیر	۷ کوس	یہاں سے امرکوٹ ۲۰ کوس کے فاصلے پر ہے۔
چندیلا	۸ کوس	
الہ یار کا ٹانڈا	۱۰ کوس	سانکرا یا سانگرا نالہ یہیں ہے۔
تاجپور	۴ کوس	الہ یار کا ٹانڈہ سے نصیر پور ہوتے ہوئے ۱۳ کوس کی مسافت پیش آیا کرتی تھی یعنی موجودہ راستے سے دو کوس زیادہ حیدرآباد میں پانچ نالے ہیں
جیسلمیر سے خیرپور میر سہراب والا تک کی منزلیں براہ سانکرا		
آناساگر	۲ کوس	
چوندا	۲۱ کوس	
پانی کا تر	۳ کوس	تر سے مراد چشمہ ہے۔
پانی کا کوجری	۷ کوس	آباد نہیں
کوڑیالہ	۴ کوس	
شاہ گڑھ	۲۰ "	یہ سرحدی مقام ہے۔ اس کی زمین ویران یعنی روئی کی قسم کی ہے یہاں ۶ برجوں کا ایک قلعہ بنا ہوا ہے جس میں میر سہراب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
		حاکم سندھ بالا کا تھانہ ہے۔
گرسیا	۶ کوس	اس مقام سے خیرپور اور رانی پور کو جانے کا راستہ ہے۔ پانی
گرہر	۲۸ کوس	بالکل نایاب۔ زمین ریتی یعنی ویران۔
بلوچ کی بستی	۵ کوس	
سیہچاکی بستی	"	بلوچ اور سیہچا قومیں آباد ہیں
نالہ	۲ کوس	یہ صحرا کی سرحد ہے۔ نالہ درہ سے نکلا ہے اور الور کے قدیم شہر میں بہتا ہے۔
خیرپور	۱۸ کوس	نواب حیدرآباد کے بھائی میر سہراب حاکم سندھ کی یہاں سکونت ہے۔ میر سہراب نے بارہ برج کا سنگین قلعہ تعمیر کرکے اس کو نئے کوٹ کے نام سے مشہور کیا ہے۔ نالہ سے خیرپور یعنی ۱۸ کوس تک زمین صاف ستھری ہے۔ اس کے شمال شہر حسب ذیل ہیں۔ خیرپور سے لوہانا یعنی دریائے سندھ کے مغرب میں ۲۰ کوس تک نواب حیدرآباد کے فرزند کرم علی کی عملداری ہے۔ خیرپور سے لکھی یعنی پندرہ کوس تک اور شکارپور سے باچھ کوٹ تک۔ خیرپور سے شکارپور تک ۲۰ کوس کا فاصلہ ہے۔
		گرہر سے رانی پور تک کی منزلیں
فرارد	۱۰ کوس	پچاس گھروں کے پیشوروں میں سندھی اور کرارہ گوں کی آبادی ہے۔ میر سہراب کی طرف سے تھانہ تحصیل وصول کرتا ہے۔ قطار شتر اور کاروان اسی طرف سے گذرتے ہیں۔ یہ نالہ اس کے مشرق کی طرف ہے۔ دو کوس کے فاصلے پر سرحد ختم ہو جاتی ہے۔ تک کا سلسلہ کوہ مغرب کی طرف پانچ کوس کے فاصلے سے شروع ہو کر یہ سلسلہ کوس ہا کی بعد مسافت پر مغرب کی طرف چلا جاتا ہے فرارد سے سندھ تک ۱۰ کوس کا فاصلہ ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ	ضروری کیفیت
جیسلمیر سے روڑی بھکھر تک کی منزلیں		
رانی پور	۱۸ کوس	
کوڑیالہ	〃	
باندوہ	۴ کوس	یہاں اوندر نامی مسلمان قوم آباد ہے۔
گوترو	۱۲ کوس	یہ جیسلمیر اور بالائی سندھ کی سرحد ہے۔ یہاں ایک چھوٹا قلعہ تعمیر ہے۔ جس میں میر سہراب نے تھانہ مقرر کیا ہے۔ قلعہ میں دو کوئیں ہیں ٹیلے کو مہتانی ہیں۔ تیس چھپر کے جھونپڑوں میں سمیچا اور اوراوندر قوم کے لوگوں کی بود و باش ہے۔
اودن	۳۲ کوس	بھیڑ چرانے والے تیس چھپروں میں رہتے ہیں۔ کچی گڈھی بنی ہے۔ زمین ریتی یعنی ناقابل زراعت ہے۔ جنگل کو مہتانی ہے۔ پانی ندارد۔
سنگرام عرف سنگرام	۱۲ کوس	آدھے راستے میں ریگستانی پہاڑ ہیں۔ آدھے میں چھپروں کے جھونپڑے۔ آبادی عارضی ہے۔ قیامی نہیں۔ کئی نالے رواں رہتے ہیں۔
سنگرانالہ	½ کوس	سندھ کے درہ سے اور روڑی بھکر سے شمال کی طرف ڈھائی کوس سے جاری ہوتا ہے۔ کاشتکاری کی حالت عمدہ ہے ریت کے پہاڑوں کا سلسلہ یہاں منقطع ہوتا ہے۔
ترکاتھو	½ کوس	بڑا شہر ہے جس میں ساجن بنئے یعنی کراڑ اور سمیچا قوم کے لوگ رہتے ہیں۔
تیکھر	۴ کوس	یہ نشیبی نمک کے پہاڑوں کا سلسلہ شمال سے جنوب تک چلا گیا ہے۔ میر سہراب کا نیا کوٹ اسی کے دامن میں ہے سلسلۂ کوہ فراز سے آگے یعنی روڑی بھکر سے ۱۲ کوس تک جاتا ہے۔ نیا کوٹ سے گومت کا مقام ۶ کوس پر واقع ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
روڑی	۴ کوس	یہ مقامات سندھ کے بائیں ساحل کی طرف سلسلہ کوہ پر آباد ہیں۔ دریائے بھکھر کو عبور کرنا پڑتا ہے بھکھر ایک قسم کا جزیرہ ہے۔ جس کا عرض کم و بیش ایک میل ہوگا۔ سکھر کی شاخ بھی اسی کے برابر ہے۔ یہاں کے پہاڑ کا پتھر نرم ہے خلیفۃ المنصور کے قلعہ منصور کے کھنڈر اب تک موجود ہیں۔ خلیفہ منصور نے جب اس نواح میں فتحیابی حاصل کی تو اسی کو سندھ کا دارالریاست مقرر کیا تھا۔ یہ مقام سوڈھا قوم کے نام سے مشہور ہے۔ جسے سکندر نے سوگڈھی لکھا ہے۔ سوڈھا قوم زمانۂ قدیم سے ان اطراف میں برسر حکومت تھی۔ اور امرکوٹ پر کچھ عرصۂ قلیل تک اس کا قبضہ رہا ہے
یادداشت		جیسلمیر سے روڑی بھکھر تک ۱۱۲ کوس کا فاصلہ ہے یہاں کے قاصد اس فاصلے کو ساڑھے چار روز میں طے کر لیتے ہیں۔

منازل از بھکھر تا شکارپور

لکھی عرف لکھی سر	۱۲ کوس	۱۶ کوس
سندو نالہ	۰۳ "	
شکارپور	½ کوس	
بھکھر سے لدھیانہ تک	۲۸ کوس	
شکارپور سے لدھیانہ تک	۲۰ کوس	

جیسلمیر سے دیر علی خیرپور تک کی منزلیں (۷۸ کوس)

کوڑیا	۱۸ کوس	
کہرو	۲۰ "	راستہ بھر روئی یا جنگل پڑتا ہے۔ سندھ بالا اور جیسلمیر کی درمیانی سرحد یہی مقام ہے۔ یہاں دونو ریاستوں کا تھانہ ایک مختصر مٹی کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
سوتیالو	۲۰ کوس	کوٹ میں ہے۔ ۲۰ گھروں کی آبادی ہے اور ایک کنواں ۲۰ کوس تک زمین روئی کی قسم کی ہے ۶ کوئیں ہیں۔ تحصیل محاصل کے لئے ایک ڈنڈ ہے۔
خیرپور عرف ویر علی	۲۰ کوس	سوتھیالو سے یہاں تک زمین روئی ہے لاوا اور جھال کا گھنا جنگل ۲۰ کوس تک چلا گیا ہے۔
خیرپور سے احمد پور تک کی منزلیں (۲۲ کوس)		
ایادرا	۶ کوس	سندھ کے مشرق رخ چار کوس پر ایک بڑا شہر ہے۔
سبزل کا کوٹ	۸ کوس	سندھ بالا اور داؤد پوترا کے اس سرحدی قلعے کے لئے اکثر جھگڑے ہوتے رہے ہیں۔ لیکن تھوڑے عرصے سے بہادل خاں اس پر قابض ہو گیا۔ میر سہراب کی حکومت جاتی رہی یہاں چھپروں اور آبشاروں کی کثرت ہے۔
احمد پور	۸ کوس	اس وسیع شہر میں داؤد پوترا کا تھانہ ہے۔ یہاں پر دو پلٹنیں اور ۱۶ توپیں رہتی ہیں +
خیرپور سے حیدر آباد تک (۱۴۵) کوس		
میرپور	۸ کوس	سندھ سے چار چار کوس کے فاصلے پر ہیں +
متبلو	۵ کوس	
کوٹھی	۷ ″	سندھ سے ۲ کوس پر واقع ہیں +
دادلو	۸ ″	
روڑی کھکھر	۲۰ ″	یہاں اکثر موضعوں میں چند روز آبادی رہتی ہے آبشاروں سے کھیت سینچے جاتے ہیں +
سہراب کا خیرپور	۵ ″	سندھ سے ۶ کوس کے فاصلے پر ہے +
گومت	۸ ″	
رانی پور	۲ ″	
ہنگور	۵ ″	

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
برمان پور	۵ کوس	ان مقامات کا پختہ کوس دو کوس کا ہوتا ہے۔ اور خام کوس ڈیڑھ کوس کا +
پلیانی	۱ ؍	
کنجیرہ	۳ ؍	
نوشہرہ	۸ کوس	
مورا	۷ ؍	
شاہپورہ	۳ ؍	
دولت پور	؍	
میرپور	۳ ؍	دریائے سندھ پر آباد ہے۔ اس راستے سے میرا ہمراہی مداری لعل سہوان جاکر واپس آیا تھا +
قاضی کا کوٹ	۹ کوس	
سکرند	۱۱ ؍	
بالا	۷ ؍	
کہرداد	۴ ؍	ان کے کوس دو میل کے ہوتے ہیں
متاری	؍	
حیدر آباد	۶ کوس	
جیسلمیر سے اختیار خاں کی گڈھی تک کی منزلیں (۱۹۷ کوس)		
برمسر	۴ کوس	ان سب میں پالیوال برہمنوں کی آبادی ہے کنبدال عرف کھدال میں ان کی تعداد بکثرت ہے۔ کتوری کھدال کا دارالریاست جیسلمیر کے شمال میں ہے۔ ان سب مقاموں میں ۴ موضع ہیں اور ہر ایک میں سر یا تالاب موجود ہیں
مودی سر	۳ ؍	
گوگا دیو		
کھیم سر	۵ کوس	
نوہر کی گڈھی	۲۵ کوس	اس منزل میں روئی یا جنگل ہی ملتا ہے۔ گڈھی اینٹوں سے بنی ہوئی ہے۔ جس کے داؤد پتر قابض ہیں۔ کاشتکاری کم ہوتی ہے تخمیناً چالیس چھپر آباد ہیں۔ اس مقام پر بار شتر کے حساب سے ذیل محصول لیا جاتا ہے۔ گھی فی بار شتر عفا۔ شکر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
		فی بار شتر چار روپے۔ غلّہ کے لئے فی نر گاؤ ۸ر محصول مقرر ہے۔
مرید کوٹ	۲۴ کوس	رام گڈھ یہاں سے مشرق کی طرف چار کوس پر واقع ہے یہاں کی زمین روئی ہے یا جنگل +
اختیار خاں کی گڈھی	۱۵ کوس	چار کوس تک زمین روئی ہے۔ اس کے بعد سندھ کی گھاٹی کے نشیبی ٹیلے ہیں اختیار خاں کی گڈھی سے احمد پور تک ۱۸ کوس " خان پور تک ۵ " " سلطان پور تک ۸ "
جیسلمیر سے شیو کنور اکھرالو چوتن پار کرمتی اور واپسی جیسلمیر کی منزلیں		
دابلا	۳ کوس	بوکرنا برہمنوں کے ۳۰ گھر آباد ہیں
اکلی	۲ "	چوہان قوم کے تیس گھر ہیں۔ ایک کنواں اور ایک چھوٹا تالاب ہے۔
چور	۵ کوس	۶۰ گھروں میں مختلف قومیں رہتی ہیں +
دی کوٹ	۲ "	جیسلمیر راج کے خالصہ سے متعلق ہے۔ شہر میں دو سو گھر ہیں۔ ایک گڈھی اور تھانہ بھی ہے۔ پالیوال برہمنوں نے ایک تالاب کھدوایا ہے۔ جس میں سال بھر تک برسات کا پانی موجود رہتا ہے +
سانگر	۶ کوس	اس راستے میں آبادی نہیں مشرق سے چنچا ہو کر بالوترا کا سیدھا راستہ ہے۔ مسافر اسی راستے سے آتے جاتے رہتے ہیں +
بیسر	۲ کوس	۴۰ گھر ہیں ایک تالاب بمقام بیجوراے دو کوس پر ہے +
منڈائی سرحد	۲ "	یہ مقام خالصہ ہے صاحب خاں صحرائی دو سو سواروں کیساتھ یہاں مسکن گزیں ہے۔ ۲۵ گھر ہیں +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
گونگا	۴ کوس	یہاں جودھ پور کا تھانہ ہے +
شیو	۲ کوس	بڑا شہر ہے تین سو گھروں میں سے قحط نے اکثر گھر اُجاڑ دئے ہیں۔ جودھ پور کا ایک حاکم محاصل وصول کرتا ہے مقامی حفاظت کے صحرائی لٹیرے ذمہ وار ہیں +
کوئرہ	۳ کوس	پانچ سو گھروں میں سے فقط دو سو گھروں میں آبادی ہے شمال و مغرب میں پہاڑ پر جو قلعہ تعمیر ہے اس میں قوم راٹھور کا ایک رئیس سکونت گزین ہے۔ شیو اور کوئرہ اب جودھپور کے قبضے میں ہیں +
بیلاؤ	۶ کوس	کسی زمانے میں اس کا اچھے شہروں میں شمار تھا۔ اب فقط پچاس گھر باقی رہ گئے ہیں۔ شمال و مغرب میں دو سو فیٹ کی بلندی پر ایک پہاڑی قلعہ تعمیر ہے۔ یہاں کا کوہی سلسلہ جا بجا ریت کے ٹیلوں سے ڈھپنا رہتا ہے +
کھرالو	۷ کوس	بیلاؤ کے جنوب میں دو کوس کے پہاڑی راستہ پر واقع ہے۔ زمانۂ سابق میں یہ مقام مارواستھلی کی ایک قسمت تھا +
چونن	۱۰ کوس	پرانا شہر ہے لیکن اب قحط سے اسّی گھر باقی رہ گئے ہیں۔ آبادی صحرائیوں کی ہے +
بانکاسر	۱۱ کوس	کسی زمانے میں بڑا بھاری شہر تھا اب تقریباً ۲۶۰ گھر آباد ہیں +
بھیل کی بستی	۵ کوس	صرف دو چار چار چھپر چھائے ہوتے ہیں
چوہان کا پورہ	۶ ″	
نگر	۳ ″	دارالریاست پارکر کا بڑا شہر ہے ڈیڑھ ہزار گھروں میں سے نصف میں آبادی ہے +
قائم خاں صحرائی کی بستی	۱۸ کوس	سرحد سندھ اور چوہان راج کے مشرق میں تین کوس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
		تھل میں واقع ہے۔ تین گھر آباد ہیں۔ کنوئیں بھی ہیں اور پانی بھی نزدیک ہے۔
دھوت کا پورا	۵ کوس	راجپوت بھیل اور صحرائی قوم کی بستی۔
متی یا متری کا کوٹ	۳ کوس	یہ ایک دھات کا شہر ہے ۷ سو گھر آباد ہیں یہ شہر حیدر آباد کے ماتحت امرکوٹ کے علاقے میں ہے۔ اس میں رئیس حیدر آباد کی طرف سے ایک نواب مقرر ہے۔ تجارت کا یہ اچھا مرکز ہے کاروان آتے جاتے رہتے ہیں۔ جنوب و مغرب میں ایک عالیشان محل لمبا مضبوط بنا ہوا ہے کہ شاہ کابل کے ہر حملہ کے موقع پر نواب حیدر آباد اس میں پناہ گزیں ہوتا تھا۔ یہاں ریت کے پہاڑ ایسے بلند ہیں کہ راستہ نہایت دشوار گزار ہے۔
چیلا سر	۱۰ کوس	صحرائیوں پر ہمنوں اور بنیوں کے چار سو گھر آباد ہیں۔ یہاں سے تجارتی مال اطراف و جوانب میں جایا کرتا۔
سیمچا کی بستی	۱۰ کوس	چیلا سر سے اس مقام تک تھل ہی تھل ہے۔
نورعلی پانی کا تھر	۹ ″	چارن۔ سلطانو راجپوت اور کادریا عرف کورو قوم کے ۶۰ گھر آباد ہیں۔ تھل میں پانی بہت ہے۔
روال	۵ کوس	کئی کوس کے گرد میں بارہ چھپروں کی بستی ہے جسے اصطلاح میں باس کہتے ہیں۔ ہر قوم کے نام پر باس بسے پڑے ہیں مثلاً سوڈھا کا باس۔ صحرائی کا باس وغیرہ۔ کورو۔ برہمن۔ بنیا۔ سوتر سب قوموں کے باس کا اسی طرح نام سمجھ لینا چاہئے۔
وایلی	۷ کوس	سو گھر ہیں۔ دھانی محصول وصول کرتا ہے۔
گریرا	۱۰ کوس	امرکوٹ اور جیسلمیر کے راستے میں اس کا ذکر ہو چکا۔
ارڈالو	۱۱ کوس	چالیس گھر ہیں۔ ایک بند پانی کا ہے۔ کھاری نمک بھی یہاں ملتا ہے۔
کوڑہ	۹ کوس	

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
شیو	۳ کوس	نگر سے شیو کوئرہ تک ریت کے پہاڑوں کا سلسلہ چلا گیا ہے اسی کو تھل کا ٹیلہ بولتے ہیں۔ جابجا دیہات میں بھیڑ بکری بھینس۔ اونٹ وغیرہ مویشی کثرت سے چرائے جاتے ہیں نوکوٹ کے جنوب میں دس کوس کے فاصلے پر اور بلوار سے دو کوس کی دوری تک تھل چلا گیا ہے۔ نواکوٹ کے بائیں طرف تالپورہ سے سندھ پائیں تک سطح زمین ہموار ہے +
دھنو	۵ کوس	پالیوال قوم کے دو سو گھر ہیں آبادی ہے۔ تالاب اور کنوئیں بھی ہیں۔ پہاڑ کی بلندی دو سو سے تین سو فیٹ تک ہے جابجا کاشتکاری بھی ہوتی ہے +
چینچا	۷ کوس	اس مقام پر تھل کا نشیبی بہاؤ ہے۔ زراعت ہوتی ہے۔ یہاں سے سروہ کا چھوٹا قصبہ مشرق کی طرف آدھ کوس پر واقع ہے +
جسورانا	۲ کوس	یہاں قوم پالیوال کے ۳۰ قدیمی گھر ہیں۔ دائیں رخ آدھ کوس پر کیتانامی موضع واقع ہے +
اوندا	۱ کوس	پچاس گھروں کی بستی ہے۔ پالیوال اور جین راجپوت بستے ہیں۔ کنوئیں اور تالاب بنے ہیں۔ یہ مقام اگلی حالت پر ہے +
سانگر	۲ کوس	۶۰ گھر تھے ۱۸۱۳ء کے قحط میں باشندے سندھ کو بھاگ گئے اب فقط پندرہ گھروں میں چاون لوگ بستے ہیں سانگر سے بڑا تھل شروع ہوتا ہے +
سانگر کا تلاؤ	½ کوس	عموماً اس تالاب میں آٹھ ہی مہینے پانی رہتا ہے۔ شاذ و نادر سال بھر +
بیجوراے	۱½ کوس	ان دونوں کے وسط میں جیسلمیر اور جودھپور کی حد فاصل یعنی
کھورایل	۴ "	سانڈہ ہے۔ پہلے مقام میں پالیوال قوم کے ۱۲۰ گھر ہیں اور دونوں مقاموں میں تالاب بھی ہیں اور کنوئیں بھی
راجارایل	۱ کوس	۷۰ گھروں میں سے بعض بوجہ قحط اجڑ گئے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
گونگا	۴ کوس	یہ پہاڑ اور تھل کے وسط میں ہیں چھپروں کا ایک گاؤں ہے کنوئیں اور چھوٹے تالاب یہاں بنے ہیں +
شیو	۲ کوس	ضلع کا دارالریاست ہے +
نیملا	۴ 〃	۴۰ گھر ہیں مگر آبادی ندارد +
بھاڈکو	۲ 〃	قحط سالی کی وجہ سے چار سو کے چار سو گھر اُجڑ گئے +
کپولری	۳ 〃	تیس چھپر خالی پڑے ہیں آبادی نہیں۔ کنوئیں بنے ہیں +
جیپیا	۳ 〃	بیس چھپر ہیں مگر آباد نہیں +
نگر (متگورد)	۲۰ 〃	دریائے لونی کے مغربی کنارے پر بڑا شہر ہے۔ گھر پانچ سو ہونگے۔ مگر بہت سے ویران ۱۸۱۳ء کے قحط نے اس ضلع کو بالکل اُجاڑ کر دیا۔ لوگ ساحل گنگا تک منتشر ہو گئے اور اولاد بیچ بیچ کر پیٹ پالا +
بارڈمیر	۶ کوس	اس شہر میں بارہ سو گھر آباد ہیں +
گورو	۲ 〃	لونی کے مغرب میں، سو گھروں کا شہر ہے۔ یہاں کا چوہان رئیس رانا کے خطاب سے مشہور ہے +
بنو	۳ کوس	
پترلو	۱ 〃	دریا کے مغرب کی طرف واقع ہیں +
گدلو	۱ 〃	
رناس	۳ 〃	دریا کے مشرق کی طرف واقع ہے +
چارنی	½ 〃	〃 〃 ۷۰ گھر بنے ہیں
چینل والو	۲ 〃	〃 〃 ۳۰۰ گھر ہیں اس کا چوہان رئیس رانا مشہور ہے۔ سانچور یہاں سے سات کوس پر جنوب کی طرف واقع ہے
رتورو	۲ کوس	دریا کے مشرق کی طرف اجاڑ پڑا ہوا ہے +
مانی گونگ	〃	دریا کے جنوب میں واقع ہے۔ پھول مکھیشور مہادیو کا مندر یہیں ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ سفر	کیفیت ضروری
دھونو	۲ کوس	تھل کے شمال و مغرب میں نہایت وسیع ہے اور مشرق کی طرف
پٹی	″	مسطح زمین دونوطرف کی زرخیز ہے +
لال پورہ	۲ ″	دریا کے مغرب میں واقع ہے +
سورپورہ	۱ ″	دریا کے پار واقع ہے +
سنلوتی	۲ ″	دریا کے مشرق میں اسی گھر کا قصبہ ہے +
بھوانترو	″	رانا کے رشتہ دار کی مشرق میں سکونت ہے +
نرکی	۴ ″	دریا کے جنوب میں بھیل اور سونگرا قوم کی جائے سکونت ہے +
کروئی	۴ ″	یہاں صحرائی قوم مسکن گزیں ہے +
پتھلانو	۲ ″	اس قصبہ میں کولی اور پتھل قومیں رہتی ہیں +
دھرنی دھر	۳ کوس	سوئی باہ کا ماتحت ہے۔ آٹھ سو گھروں میں تقریباً سب خراب و خستہ اور ویران ہیں +
باہ	۴ کوس	ویرایاہ کے چوہان راجہ رانا نراین راؤ کا دارالریاست ہے +
لونا	۵ ″	یہاں ایک سو گھر ہیں +
سوئی	۷ ″	رئیس چوہان یہاں رہتا ہے +
بالوترا واقع دریائے لونی سے پوکرن اور جیسلمیر تک کی منزلیں		
پنچ بھدرا	۳ کوس	پنچ بھدرا میں ۲۰۰ گھر ہیں مگر قحط کے سبب سے قریب قریب سب ۹ جاڑ یہاں کے چشمۂ نمک سے سرکار کو بہت آمدنی ہے۔ بالوترا میں ماگھ کی ایکادشی سے دس روز تک میلہ رہتا ہے سوانچی میں چار پانچ سو گھر ہیں یہاں کا پہاڑ جھالورا اور سیوانہ کے درمیان ہے +
کوپتی	۲ کوس	۴۰ گھر ہیں مگر سب اجاڑ
پتودی	۴ ″	یہاں ۴۰۰ گھر ہیں یہ مقام تجارت کی اچھی منڈی ہے اور روئی کی پیداوار کے لئے مشہور +
سیوائی	۴ ″	دو سو گھروں میں جنوبی آباد ہیں +
سرورد	″	ساٹھ گھر ہیں۔ پتودی سے اس مقام تک کل علاقہ سیوانچی کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
		نام سے مشہور ہے اس کے بعد قدیم اندو کے فرمانرواؤں کی اندووائی شروع ہوئی +
بونگرو	۳ کوس	۷۰ گھر ہیں } اس علاقہ کا تھلیچا نام ہے یہاں کے راٹھور باشندے بھی تھلیچا راٹھور مشہور ہیں سارے علاقے میں ریت کے پہاڑ ہیں جٹ قوم زراعت کرتی ہے۔ پونگلی چاروں قوم کا خاص مقام ہے +
سولانکی تلو	۴ "	۴۰۰ گھر کا قصبہ ہے
پونگلی	۵ "	۶۰ گھر ہیں
باکری	۵ "	چارن قوم کے سو گھر ہیں +
دھول سر	۴ "	پالیوال برہمنوں کے ۶۰ گھر ہیں +
پوکرن	"	اس ضلع کا آغاز باکری سے ہے۔ زمین مسطح مگر ریتلی لیکن ٹیلے ندارد +
اددھانیو	۶ کوس	۵۰ گھر کا موضع ہے جنوب کی طرف ایک تالاب ہے +
ماہتی	۷ "	پالیوال برہمنوں کے ۳۰۰ گھر ہیں +
سوداکور	۲ "	۳۰۰ گھر کی بستی ہے۔ پالیوال برہمن رہتے ہیں +
چاندن	۴ "	پالیوال برہمنوں کے پچاس گھر ہیں۔ یہاں ایک تالاب خشک ہے جسے اگارنے سے پانی نکل آتا ہے +
بھوجا	۳ کوس	یہاں سے جانب چپ ایک کوس سے باسنگی کا سیدھا راستہ ہے بھوجا سے چاندن سات کوس دور ہے +
باسنکی تلاؤ	۵ کوس	پالیوال برہمنوں کے سو گھر ہیں +
موک لیت	۱½ کوس	پوکرن برہمن بارہ گھروں میں آباد ہیں +
جیسلمیر	۴ کوس	پوکرن سے اددھانیو تک پہاڑ کے عقب میں سوداکور تک راستہ ہے۔ جس میں ایک تھل حائل ہوتا ہے۔ پھر چاندن تک میدان ہے۔ وہاں سے باسنکی تک پھر عقب کوہ چلنا پڑتا ہے۔ یہاں سے پہاڑ کی اونچائی بڑھنا شروع ہوئی ہے یہاں سے جیسلمیر تک جابجا کاشتکاری کی جاتی ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai

نام منزل	فاصلہ سفر	ضروری کیفیت
بیکانیر سے اختیار خاں کی گڈھی واقع سندھ تک کی منزلیں		
نائی کی بستی	۴ کوس	
گجنیر	۵ ″	ریت کا میدان ہے۔ پانی کی کمی نہیں۔ گراج سو سرحد جیسلمیر
گوردہ	″	موسومہ گراج سر سے ریت کے ٹیلوں کا سلسلہ چلا ہے بھیکم پور
بیت لوگ	″	میں کمی ہوگئی ہے +
گراج سر	۸ کوس	
نربی	۴ ″	
بھیکم پور	۹ کوس	زمین روئی یا جنگل ہے ریت کے ٹیلے زیادہ +
موہن گڈھ	۱۶ ″	
ناچنا	۱۶ ″	یہاں ریت کے ٹیلے ہی ٹیلے ہیں +
نروئی	۹ ″	برہمنوں کی جائے سکونت ہے +
نوہر کی گڈھی	۲۴ ″	زمین روئی ہے یا جنگل۔ اسے سندھ کا سرحدی تھانہ قرار دیا گیا ہے گڈھی پر حاجی خاں قابض ہے +
مریدکوٹ	۲۴ کوس	راستہ روئی زمین کا ہے ریت کے اونچے پہاڑ واقع ہیں +
اختیار خاں کی گڈھی	۱۸ کوس	لچھی یعنی میدان وادی سندھ میں اس کا راستہ بہت عمدہ ہے اور قلعہ دریائے سندھ پر موجود ہے +
		مذکورہ بالا تفصیل منازل کی رو سے سیدھا راستہ ۱۴۷ کوس کا ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاریخ آمبر المعروف بہ دھوندھا

باب ۱

ریاست ہائے راجپوتانہ اور انگریزوں کے مجوزہ نام دھوندھار یعنے آمبر عرف جے پور۔ ملک کچھواہہ۔ دھوندھار اور کچھواہہ کی وجہ تسمیہ۔ راجہ نل اور بنیاد نرور۔ دولہ رائے کا اخراج۔ دھوندھار کی بنیاد۔ دولہ رائے کے عجیب حالات۔ محسن کشی کھوگانو پر حکومت۔ رئیس برگوجر کی دختر سے شادی۔ خسر کی جانشینی۔ ترقی حکومت۔ رام گڈھ میں دارالسلطنت کا انتقال۔ راجہ اجمیر کی دختر سے شادی۔ جنگ مینا میں قتل۔ کانکل کی دھوندھار پر فتحمندی۔ میدل رائے کی فتوحات آمبر وغیرہ پر قبضہ۔ ہندیوا اور کونتل کی فتحیابی۔ پجونی کی مسند آرائی خانہ بدوش قوموں کا ذکر۔ قوم مینا۔ پجونی کی مہاراجہ پرتھی راج کی بہن سے شادی۔ کارہائے نمایاں۔ قتل بلیسی اور اس کے جانشین۔ پرتھی راج کی بارہ کوٹریاں قتل۔ بہارمل کا شاہان اسلام سے ربط۔ بھگوان داس

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی خاندان مغلیہ سے قرابت - مان سنگھ کی سند نشینی آ
اس کا عروج - وغا - موت - راؤ بھاؤ سنگھ - مہاں سنگھ -
مرزا راجہ جے سنگھ - کارہائے نمایاں - عظمت و شوکت -
زہر خورانی فرزند - رام سنگھ - بشن سنگھ

ہندوستان کے انگریزوں نے یہ طریقہ عجیب نکالا ہے کہ ملک کے عوض صرف دارالریاست کے نام کو معرض تحریر میں لاتے ہیں۔ چنانچہ مارواڑ اور میواڑ ہی کو دیکھ لیجئے ان کے عوض جودھپور اور ادے پور کے ناموں پر کفایت کی جاتی ہے۔ ہاڑوتی کے عوض کوٹہ اور بوندی کے نام مشہور کئے گئے ہیں۔ دھوندھار کے نام سے شاید ہی کوئی واقف نہ ہو اس کا نام آمیر یا جے پور قرار دے لیا گیا ہے۔ اور جے پور کی ریاست عام طور پر اس ملک کو کہتے ہیں۔ جہاں کچھواہہ قوم کی حکومت یا بود و باش ہے۔ لیکن ہم دھوندھار۔ آمیر اور جے پور کو یکساں طور پر تحریر کرنے میں باشندگان مقامی کی تقلید سے غرض رکھینگے۔

اور راجپوت ریاستوں کی طرح اس کچھواہہ قوم کے ملک میں بھی مختلف قومیں آباد ہیں کچھواہہ قوم نے اس ملک کو خود سر رئیسوں اور خانہ بدوش قوموں سے بزور شمشیر حاصل کیا تھا۔ اس لئے کل مقبوضات کچھواہہ کو دھوندھار نہیں کہہ سکتے[1] دھوندھار سرحد مغربی پر کا ملک جو بنیر کے قریب ایک پہاڑ تھا۔ جس پر بل دان ہوتے تھے۔

---

[1] چوہان کی تاریخ میں درج ہے کہ اس پران کا نامی و گرامی راجہ اجمیر بیسلدیو تپشیا کیا کرتا تھا۔ جب اس نے رعیت پر سختی کی تو راکشس ہو گیا راکشس ہونے پر بھی اس نے مردم خوری و مردم آزاری نہ چھوڑی چنانچہ ایک روز حالت گرسنگی میں اپنے لڑکے کو بھی کھانے کے لئے منہ پھیلایا۔ اس معصوم کی میٹھی میٹھی باتوں نے اس پر جادو کا سا اثر کیا۔ اولاد کو بچانے پر آنکھیں کھل گئیں اور خود دریائے جمن میں غوطہ لگا گیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کچھواہہ قوم سری رامچندر والی اجودھیا عرف اودھ کے فرزند ثانی کش کی اولاد میں ہے۔ کش کی نسل میں کوئی بیٹا یا پوتا وطن سے سوان ندی کی طرف چلا گیا تھا۔ جہاں اس نے روہتاس کا مشہور قلعہ تعمیر کیا۔ اس مقام سے کئی پشتوں کے بعد راجہ نل نے مغرب کی راہ لی اور سمت ۵۱۳ مطابق ۲۹۵ء میں نشدہ یعنی نروار کا شہر بسایا۔ حالات ماضیہ سے واضح ہے کہ نروار کی آبادی کے قبل بھی اس قوم کے لوگ وہاں آباد تھے۔ چنانچہ علاقہ کی وسطی نہر کو کچھواگڈھ کہتے ہیں۔ گوالیار سے بھی اس کا تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ راجہ نل کی اولاد کا القابی لفظ پال نل کی بتیسویں پشت کے بعد سورسنگھ کے نام کے ساتھ بھی شامل رہا جس کے بیٹے دولہ رائے کو جلاوطنی نصیب ہوئی۔ دھوندھار کی بنیاد دولہ رائے ہی نے سمت ۱۰۲۳ یعنی ۹۶۷ء میں ڈالی ہے ٭

یہ فرقہ سری رامچندر جی۔ راجہ نل اور ڈھولا مارونی کے عاشق سے شجرہ ملا کر حسب و نسب پر فخر کرتا ہے۔ اور کش کی تمام اولاد بڑی دھوم دھام سے ہر سال سورج کا تیوہار مناتی ہے جس میں رئیس قوم سورج کے رتھ میں آٹھ گھوڑے جوت کر دارالریاست کی سیر کو نکلتا ہے ٭

آمیر کی کچھواہہ ریاست میں دستور کے خلاف ریاست چھیننے کا کیشر نے بیان کیا ہے۔ یعنی سوڈھا سنگھ کی حکومت پر اس کا بھائی قابض ہو بیٹھا اور دولہ رائے معصوم وارث کو نکال دیا معصوم کی ماں میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے کلیجے کے ٹکڑے کو ٹوکری میں اور ٹوکری کو سر پر رکھکر موجودہ جے پور سے پانچ میل پر کھوگانو میں منزل گزین ہوئی۔ تھکاوٹ اور بھوک پیاس نے بیچین کر رکھا تھا۔ اس نے ٹوکری سر سے اتاری اور بیر توڑنے لگی۔ اتنے ہی میں ایک سانپ ٹوکری پر چڑھ گیا۔ اور دولہ رائے کے سر پر پھن کا سایہ کر لیا۔ سوڈھا سنگھ کی رانی چلا اٹھی اس آواز پر ایک برہمن سیدھا وہیں پہنچا۔ اور کہا گھبراؤ نہیں بڑا نیک شگون ہے۔ اس لڑکے کا اقبال ایک روز اپنے ڈنکے بجائیگا رانی بولی کہ جب ہوگا دیکھا جائیگا۔ اس وقت کی کہو مارے بھوک کے دم نکل رہا ہے برہمن نے کہو گانو کا راستہ بتا کر کہا کہ وہاں تمہیں کچھ تکلیف نہ ہونے پائیگی بے تکلف چلی جاؤ۔ رانی نے ٹوکری سر پر رکھی اور مقام مقصود میں پہنچی۔ یہ شہر پہاڑوں سے محیط ہے۔ وہاں رئیس مینا کی ایک نوندی اتفاق سے مل گئی رانی نے شکم پوری کی سبیل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا تذکرہ کیا جس پر لونڈی نے بیکس رانی کو مینا رانی کی خدمت میں ملازم رکھا دیا۔ ایک روز مینا رانی نے کھانا پکانے کی فرمایش کی رانی نے کھانا پکایا اور ایسا عمدہ پکایا کہ راجہ رانسی قوم مینا جس وقت کھانے بیٹھا عش عش کر گیا۔ اپنی رانی سے پوچھا کہ آج کھانا کس کا پکایا ہوا ہے۔ ستمزدہ رانی پیش ہوئی۔ اور باتوں میں حقیقت حال کھل گئی۔ یعنی راجہ مینا اس کی عظمت کا قائل ہو گیا۔ اس نے اس کو منہ بولی بہن بنا کر دولہ رائے کو بھانجا مشہور کر دیا۔ جس وقت دولہ رائے کو چودھواں برس ہوا راجہ مینا نے صرف اسی کو خراج داخل کرنے کے لئے دہلی[1] جانے کی اجازت دی جہاں اس کو پانچ سال بسر ہوئے۔ دولہ رائے ۱۹ برس کا ہوا اس نے اپنے مربی راجۂ مینا ہی پر ہاتھ صاف کرنے کی ٹھہرائی اور مینا کبیشر سے سانٹھ گانٹھ کی کہ کس طرح مطلب برآری ہو کبیشر نے دیوالی کے دن پر کارروائی ملتوی رکھی۔ کیونکہ اس روز سب اس تالاب پر پوجا کرنے جاتے ہیں۔ جب دیوالی کا دن آیا دولہ رائے ہمقوم راجپوتوں کو لے کر موقع پرستش پر پہنچا اور تالاب لاشوں سے پاٹ کر دیا۔ کبیشر کو بھی نمک حرامی کا پھل ملا۔ دولہ رائے نے کہا کہ جس نے اپنے راجہ سے نمک حرامی کی اس کا اعتبار ہی کیا اور یہ کہکر ایک تلوار ماری اور اس کا سر دور جا پڑا۔ اس سے بھی چھٹی کر کے وہ کہونگا نو پر قابض ہوا اور کچھ دنوں کے بعد ضلع دیوسا[2] میں جا کر وہاں کے خود سر رئیس برگوجر راجپوت سے قرابت شادی کی درخواست کی اس نے پہلے تو یہ کہا کہ جب تک سورج بنسی خاندان کی سو پشتیں نہ گذر جائیں بیاہ شادی ممکن نہیں۔ مگر جب اس کی تصدیق ہو گئی تو جشن شادی منعقد ہوا۔ برگوجر لاولد تھا۔ اس لئے اس نے اپنے داماد ہی کو اپنا جانشین بھی کر دیا۔ اب تو دولہ رائے کی قوت دوچند ہو گئی۔ چنانچہ اس نے قوم مینا کے سربرآوردہ فرقے کے رئیس راؤ نتھو فرمانروائے ماچ کو بھی زیر کیا اور اسی مقام میں دارالریاست منتقل کر کے اس کا نام رام گڈھ مشہور کیا۔ اس کے بعد اس نے مارونی راجہ اجمیر کی راجکماری کے ساتھ شادی کی اور جب وہ رانی کے ساتھ جاموی دیوی کے درشنوں سے فارغ ہو

---

[1] یہ زمانہ وہ تھا جب ہندوستان میں قوم تواری کی خوب چڑھی بارگاہ تھی۔

[2] نقشہ کے رو سے یہ مقام جے پور سے ۳۰ کوس کے فاصلے پر دریائے بان گنگا پر واقع ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لوٹا تو گیارہ ہزار مینا قوم والوں نے مزاحمت کی دولہ رائے نے تلوار اٹھالی سخت خونریزی کے بعد وہ خود بھی تہ تیغ ہوا۔ ہمراہیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ رانی حاملہ تھی جان لے کر بھاگی اس بطن سے کانکل کی ولادت ہوئی جس نے ملک دھوندھار پر تلوار کے زور سے قبضہ حاصل کیا۔ کانکل کے فرزند میدل رائے نے راو بہتور رئیس فرقہ سوادت قوم مینا کو شکست دے کر آمیر میں بھی حکومت جمائی اور تانڈ لا مینا سے بھی کھور گھاٹی کا علاقہ لے لیا۔

میدل رائے کے بعد ہون دیو کا دور فرمانروائی شروع ہوا۔ اسے بھی مینا قوم سے محاربے پیش آتے رہے۔ کونتل نے اپنے عہد حکومت میں کل پہاڑی قوموں کو مطیع کر لیا۔ اس نے بھٹورا کے چوہان راجہ کی دختر سے شادی کا عزم کیا۔ لیکن مینا قوم چوہان دشمن تھی اس نے کہا کہ بھٹورا جاتے ہو تو علم و نقارہ چھوڑے جاؤ۔ آخر لڑائی ہوئی پڑی مینا قوم کی اچھی طرح وضو شکست ہوئی۔ اور کونتل کی سارے ملک دھوندھار میں منادی پٹ گئی۔

بجونی اس کا فرزند ایسا بہادر اور اہل سیف ہوا کہ راجپوت اس کے نام پر فخر کرتے ہیں۔ اور مہاراج پرتھی راج کے کبیشر نے اپنی تصنیف میں اس کے نام کو زندۂ جاوید کر دیا ہے۔

میواڑ اور کوٹہ بوندی کی تاریخوں سے ظاہر ہے کہ اصلی قوموں نے بارہا حصول آزادی کے لئے جنگ آزمائیاں کیں۔ جب کچھواہہ قوم کا عروج تھا تو صحیح النسب مینا خاندان کے لوگ دھوندھار پچوارا کے خطاب سے مشہور تھے۔ پچوارا سے مراد یہ ہے کہ ان کی قوم پانچ خاندانوں پر منقسم تھی۔ کالی کھو کے سلسلہ کوہ پر اجمیر سے چیتانگ ان کی اصلی سکونت تھی۔ چنانچہ اسی پہاڑ پر مینا قوم نے انبا دیوی کے نام پر آمیر آباد کیا۔ کھوگانو۔ ماچی اور رؤساء قوم مینا کے دوسرے بڑے بڑے شہر اسی سلسلہ کوہ پر واقع تھے۔ بابر اور ہمایون کے عہد بہارمل کچھواہہ کے زمانے میں مینا لوگ پھر صاحب قدرت ہو گئے۔ جس سے راجپوت رئیسوں کو جلن تھی۔ شہر نان میں ایک رئیس بہت زبردست تھا۔ اس کو افواج مغلیہ کی مدد سے بہارمل نے غارت کیا۔ دو ہندی چوپائیاں درج ذیل ہیں جن سے راجہ نان کی طاقت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai

باون کوٹ چھپن درواجہ مینا مرد نان کا راجہ
بوڑ دراج نان کو جب بھُس میں بانٹو مانگو

اس کا مطلب یہ ہے کہ مینا کے بہادر راجہ کے قبضے میں باون قلعے اور چھپن دروازے ہیں لیکن جب اس نے بھوسہ میں بھی اپنا حصہ بٹایا تو نان کا راجہ ڈوب گیا۔

اگر یہ صحیح ہے تو دہلی کے خاندان شاہی اسلام کی ابتدائی بدنظمیوں اور کمزوری حکومت کے ایام میں مینا قوم نے بہت کچھ عظمت حاصل کی تھی اور اس میں شک نہیں کہ پرتھی راج کے ایک رئیس جاگیر یافتہ مسمی پچونی کے زمانے سے بہارمل ہمعصر بابر کے عہد تک چوہان منزل ترقی میں بہت پیچھے تھے۔ بہارمل نے مینوں کو زیر کر کے نان کو تباہ کیا پچاس دروازے کھدوا ڈالے اور اسی مقام پر شہر لودین کی بنا ڈالی۔ جہاں اب راجاوت کی بود و باش ہے۔

مینا قوم صحیح النسب فرقے کا خطاب تھا۔ جسے اوسرا کہتے تھے۔ مگر اب مخلوط النسل ہی کو مینا کہتے ہیں۔ اس قوم کی بارہ شاخیں پال کہلاتی ہیں۔ جو سب کی سب راجپوت نسل سے ہیں۔ یعنی چوہان۔ توار۔ جادون۔ پرہار۔ کچھواہہ۔ سولنگھی۔ سانکلا۔ گہلوٹ وغیرہ اور ان بارہ پالوں سے پانچہزار دو سو فرقے وجود میں آئے۔ ان سب کے حسب نامے جگا۔ ڈھولی یا ڈوم کے پاس موجود رہتے۔ اوسرا یعنی صحیح النسب فرقے معدودے چند رہ گئے ہیں۔ البتہ مخلوط النسل فرقے وسطی و مغربی ہند کے کوہستانی و اندرونی مقامات میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اپنی قومیت پر انہیں بہت کچھ ناز ہے ان باتوں سے یقین کیا جاتا ہے کہ پہاڑی قومیں یعنی کولی۔ بھیل۔ مینا۔ گونڈ۔ سوریہ ہندوستان کی اصلی قومیں ہیں۔ جن پر راجپوتوں نے فتح پائی۔ مینا قوم کے مفصل حالات ایک علیحدہ باب میں حوالہ قلم ہونگے۔

متذکرہ صدر پچونی مخرج راجہ نرور کی چھٹی پشت میں بہادری کے علاوہ اس وجہ سے بھی نام آور ہوا کہ اس کی شادی مہاراج پرتھی راج چوہان کی بہن کے ساتھ ہوئی تھی اور قیاس غالب ہے کہ اسے یہ اعزاز کچھ فضیلت خاندانی سے حاصل ہوا تھا۔ اور کچھ ذاتی لیاقتوں سے پرتھی راج کے ماتحت ہندوستان کے ۱۰۶ تاجدار تھے۔ جن کی موجودگی میں اس نے پچونی کو یہ رتبہ عالی عطا فرمایا۔ مہاراجہ چوہان کی تمام لڑائیوں میں پچونی نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آوازہ شجاعت بلند کیا تھا۔ اور شمال حملہ آوروں کے مقابلے میں دو بار خصوصیت کے ساتھ ناموری حاصل کی تھی۔ چنانچہ ایک معرکہ میں اس نے شہاب الدین کو شکست دے کر غزنی تک دم لینے نہ دیا۔ مہوبا واقع ملک چندیل صرف اسی کی ذات سے فتح ہوا جہاں کی اس کو صوبہ داری مرحمت ہوئی۔ جن چونٹھ سرداروں کی طاقت سے پرتھی راج راجہ قنوج کی راجگدی کو زبردستی لے آیا تھا ان میں بچوتی کا نام بھی یادگار زمانہ ہے۔ پرتھی راج جب رانی کو لے گیا تو فوج قنوج تعاقب کناں ہوئی۔ پانچ روز تک بازار کشت وخون گرم رہا۔ جس میں پہلے ہی روز بچوتی اور گوبند گہلوت رئیس خاندان میواڑ تہ تیغ ہوئے۔ چندر کہیشر لکھتا ہے کہ گوبند گہلوٹ کے واقع سے مخالف چھل اچھل پڑتے یہ دیکھکر بچوتی بجلی کی طرح صف اعدا پر گرا دونوں ہاتھوں کی تلواریں دشمنوں کا سر اڑا رہی تھیں کہ دفعتہً چار سو مخالف ایک ساتھ ٹوٹ پڑے۔ پانچ بھائی سمی کھرے پتا۔ بوہو۔ نرسنگھ اور کچرا کی برچھیاں بھی کلیجے چھید رہی تھیں۔ تلواروں نے سروں کا ڈھیر لگا دیا۔ خون کا چشمہ ابل رہا تھا۔ جس وقت اعتماد خاں زد پر آیا بچوتی نے ایسا ہاتھ رسید کیا کہ سر قدموں پر آ پڑا۔ اور مقتول کی برچھی اتفاق سے ایسی سینے میں جبھی کہ بچوتی بھی تذراجل ہوا۔ اپسرائیں دوڑ پڑیں ہر ایک چاہتی تھی کہ میں ہی اس بے نظیر بہادر کو سرگ میں لے جاؤں۔ شمالی لشکر کے پرے کے پرے صاف ہو گئے میدان جنگ لاشوں سے پٹ گیا۔ مہادیو جی نے اپنے منڈمالا کے لئے بہت سر چن لئے۔ بچوتی اور گوبند ایک گھڑی دن رہے بیکنٹھ باش ہوئے تھے۔ فوراً ہی پالن اپنے غریز کا عوض لینے کے لئے شیر کی طرح جھپٹا۔ فوج کی فوج جی چھوڑ کر بھاگی بچوتی کے بھائی اور اس کے بیٹے نے وہ جوہر شجاعت دکھائے کہ کرن مات کر دیا لیکن دونوں دار فانی سے راہی ملک عالم جاودانی ہوئے۔ ان کی سواری کے لئے سورج کا رتھ موجود۔ گنگا جی کانپ اٹھیں۔ چاند کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوئے دگپالوں کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ کورم نے اپنے باپ بچوتی کے کریا کرم کئے بچوتی پرتھی راج کی ڈھال تھا۔ اس نے جے چندر کے صف شکنوں کو آپ خنجر سے خوب نہلایا اس کا قدم سیس ناگ سے پھن پر تھا دشمن کھیرے لکڑی کی طرح کاٹے اچھے اچھے جیالوں کا اسے دیکھکر دم نکلتا تھا۔ بچوتی جم کی گود میں تھا کہ اس زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ اسان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی عمر طبعی سو برس کی ہے۔ پچاس برس راتوں کو گذرتے ہیں۔ پچاس لڑکپن میں
لیکن ایشر کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے میرے ہاتھ میں تلوار دی اتنا ہی کہنے پایا
تھا کہ اس کی نظر بیٹے پر پڑی جس کی تلوار دشمنوں کے سر پر بجلیاں گرا رہی تھی۔ بجونی
یا تو جان بلب تھا یا خوش ہو گیا۔ اس کی جان میں گویا جان آ گئی۔ ملیسی کا جسم اس
وقت لہولہان تھا سات زخم لگے ہوئے تھے۔ گھوڑا بھی بالکل زخمی تھا۔ مگر تلوار
چاروں طرف برس ہی رہی تھی +

یہ ملیسی بجونی کے بعد مسند آمیر پر رونق افروز ہوا۔ مجھے جو تاریخ دستیاب ہوئی
اس میں اس بہادر کا کچھ یونہی سا ذکر ہے۔ مگر مشہور عام قدیم روایتوں سے یہ بات
اچھی طرح ثابت ہے کہ بجونی کے جانشین تلوار کے بڑے دھنی تھے حتے کہ ایک
جانشین راجہ مانڈو[1] کا جنگ رونتراہی میں قلع قمع کیا تھا +

ملیسی سے پرتھی راج تک گیارہ پشتوں کے نام درج ذیل ہیں +

ملیسی۔ بجیل۔ راج دیو۔ کیلن۔ کونتل۔ جونسی۔ اودے کرن۔ نر سنگھ۔ بن بیر۔ اودھان
چندر سین۔ پرتھی راج +

پرتھی راج کے ۱۷ بیٹے تھے جن میں ۱۲ نے باغ جوانی کی بہار دیکھی۔ ان کی اولادوں
کو جاگیر دی گئی۔ جو خاندان کچھواہہ کی بارہ کوٹریاں کہلاتی ہیں۔ پہلے یہ کوٹریاں بہت
چھوٹی چھوٹی تھیں۔ لیکن اب اتنی اتنی وسیع ہیں جتنی اوائل میں ان کے بزرگوں کی
قلمرو تھی۔ جاگیروں کی تقسیم سے قبل اور دراصل ملیسی و پرتھی راج کے
درمیانی زمانے میں کچھواہہ قوم کی ایک چھوٹی شاخ جدا ہو کر ایک نئی ریاست

[1] مہر مہاے ذیل سے واضح ہو گا کہ راجپوت کابل کے دھوکے ملک کو کہوتن کہتے تھے۔ اکبر کے
زمانے میں راجہ مان سنگھ یہاں کا صوبہ دار تھا +

پالن پوجن جیتی مہوبا قنوج لڑائی + (یعنی پالن پوجن نے مہوبا اور قنوج کی لڑائی سر کی)
ماندو ملیسی جیتی رار رونتراہی کا + (یعنی رونتراہی کی لڑائی میں ملیسی نے لاندو پر فتح پائی)
راجہ بھگواندا س جیتی مواسی آر + (یعنی راجہ بھگواندا س مواسی میں فتحیاب ہوا۔ مواسی غالباً
قلعہ میوات سے مراد ہے)
راجہ مان سنگھ جیتی۔ کہوتن فوج دوباہی + (یعنی راجہ مان سنگھ نے کابل کی فوج کو زیر کیا +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی بانی ہوئی۔ جو ایک عرصے تک ایسے عروج پر رہی کہ اصل ریاست کی شان و شوکت گرد ہو گئی۔ اودے کرن کے بیٹے بالوجی نے موروثی ریاست سے کنارہ کیا اور اودے کرن نے اسے امرتسر کا شہر عطا کیا ہوتے ہوتے یہاں کی حکومت اس کے پوتے شیخا جی کو ملی جو فرقہ دریاست شیخاوائی کا بانی ہوا۔ شیخاوائی کی وسعت اس وقت بھی دس ہزار میل مربع ہے۔ اس مقام کا ذکر کسی موقع پر آئے گا۔ اس لئے یہاں پرتھی راج بیدا کی اولاد کا حال حوالۂ قلم کیا جاتا ہے۔ پرتھی راج دریائے سندھ کے سنگم پر ایک ہندو یعنی مندر کو گیا تھا وہاں اس کے بیٹے بھیم نے اسے قتل کر دیا۔ اس ہاتھ کا بدلا اس ہاتھ ضرور ملتا ہے۔ لہذا اس کے بھائیوں نے آسکرن اس کے بیٹے کو والد کے قتل کی ترغیب دی اور مشورہ دیا کہ تیرتھ کر کے پاپ دھو ڈالنا۔ شجرے میں ان دونوں کا نام شاید اس واسطے درج نہیں۔ کہ یہ قتل والد کے سب سے بدنام تھے لیکن تاریخ میں ذکر آیا ہے ٭

بہارمل راجہ آمیر نے پہلے پہل حکومت اسلام کا اثر قبول کیا۔ اس نے بابر کی اعانت کی اور ہمایوں سے منصب پنجہزاری و خطاب راجہ آمیر پایا ٭

بہارمل کے فرزند بھگوانداس نے خاندان مغلیہ میں خوب رسوخ حاصل کیا اکبر سے اور اس سے دوستانہ برتاؤ تھے۔ اکبر نے خواہ رونق دربار خواہ حکمت عملی خواہ تزئین سلطنت کے لالچ سے کچھوا ہہ رئیس کو گرویدہ الطاف کیا۔ لیکن بھگوانداس نے دختر سلیم (عرف جہانگیر) کے ساتھ بیٹی منسوب کر کے قومی عزت میں بٹہ اور حسب و نسب کی فضیلت میں داغ لگا دیا۔ شہزادہ سلیم کی اسی رانی کے بطن سے خسرو پیدا ہوا تھا جس کی بدنصیبی مشہور ہے ٭

دربار اکبری میں بھگوانداس کے بھتیجے اور جانشین کے خوب ڈنکے بجے۔ اس کو بڑی بڑی مہمیں سپرد تھیں۔ کہوتن یعنے کابل سے سمندر تک سلطنت مغلیہ کو وسعت دینا اسی کا کام تھا۔ اڑیسہ اور آسام میں نشان فتح اس نے گاڑا۔ کابل میں اس نے مستقل حکومت قائم کی۔ بنگالہ۔ بہار۔ دکن اور کابل اسی کی زیر حکومت رہے۔ راجہ مان سنگھ ہی نے اکبر کے دل پر نقش کر دیا تھا کہ راجپوتوں کی دلجوئی پر سلطنت کی تقویت کا دارومدار ہے۔ اکبر کے زمانے میں راجپوتوں کا یہاں تک اعتبار اور اعتماد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بڑھ گیا تھا۔ کہ اکثر اوقات اکبر بھی اپنے عروج سلطنت کے زمانے میں اپنے اختیارات عمل میں نہ لاسکا +

اکبر کی آخری عمر میں راجہ مان سنگھ نے اپنے بھانجے شاہزادہ خسرو کی تخت نشینی کے واسطے سازش کی۔ چنانچہ عجب نہیں کہ ایسے ہی خیالات سے اکبر نے اپنی زندگی میں سلیم کو وارث تخت قرار دے کر راجہ مان سنگھ کو صوبہ داری بنگالہ پر مقرر کر دیا۔ کچھ دنوں تک سازش دبی رہی۔ مگر جب مکر راس کا زور و شور ہوا۔ تو خسرو کو حبس دوام سے سابقہ ہوا اور اس کے رفیق تہ تیغ بیدریغ ہوئے۔ مان سنگھ بڑا عقلمند تھا اس نے اس سازش میں علانیہ شرکت نہ کی صرف بھانجے کا خفیہ طور پر طرفدار تھا۔ علاوہ بریں اس کے بیس ہزار زبردست راجپوتوں کی طاقت ایسی نہ تھی جو اس کو کسی پاداش کا خائف کرتی۔ تاہم تاریخ جے پور سے واضح ہے کہ جہانگیر نے اس سے دس کروڑ روپیہ وصول کیا تھا۔ تاریخ مغلیہ میں درج ہے کہ راجہ مان سنگھ نے ۱۰۲۴ھ یعنی ۱۶۱۵ء میں بمقام بنگالہ رحلت کی لیکن تاریخ راجپوتانہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے دو سال بعد وہ مہم شمالی میں کام آیا۔ جب قوم خلجی سے مقابلہ تھا +

مان سنگھ کے بعد راؤ بھاؤ سنگھ نے عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ بادشاہ سے منصب پنجہزاری حاصل ہوا اس کی عقل درست نہ تھی۔ کوئی کارنمایاں بھی ظہور پذیر نہوا اور ۱۰۳۱ھ میں شدت میخواری سے جان دی +

بھاؤ سنگھ جانشین بھاؤ سنگھ کی بھی بدافعالیوں سے جان گئی اور ان باپ بیٹوں کی نالائقیوں سے نتیجہ یہ ہوا کہ دربار شاہی میں جودھپور پر شاہی اختیارات بڑھ گئے راٹے سنگھ والی بیکانیر کی بیٹی جودھا بائی جہانگیر سے منسوب تھی اس نے سفارش کر کے جگت سنگھ برادر مان سنگھ کے پوتے جے سنگھ کو سند آمیر دلادی۔ جس پر نورجہان کو گونہ کبیدگی بھی ہوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ اور جودھا بائی محل شاہی کے برآمدے پر رونق افروز تھے۔ جب گفتگو ہو چکی تو بادشاہ نے جے سنگھ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا راجکماری آمیر کا راج مبارک۔ آپ جودھا بائی کو مجرا عرض کرو۔ جے سنگھ نے عرض کی کہ راجپوت ہو کر میں جودھا بائی کو سلام نہیں کر سکتا۔ اور جس بیگم کو کہئے آداب بجالاؤں۔ جودھا بائی ہندی زبان میں بولی کہ اچھا نہ سہی میں نے آمیر کا راج دیدیا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جے سنگھ نے مرزا راجہ کے لقب سے شہرت پائی اور ایسی لیاقت ظاہر کی کہ قوم کچھواہہ کا ضائع شدہ اعزاز پھر روبہ ترقی ہوا۔ اورنگ زیب کے عہد میں اس نے بڑے بڑے کام کئے جس کے صلے میں شش ہزاری منصب حاصل ہوا۔ اس نے سیواجی ایسے نامی بہادر کو گرفتار کر کے حاضر دربار کیا اور جب بادشاہ کی بدنیتی ثابت ہوئی تو قید سے رہا بھی کرا دیا۔ گو یہ فعل قابل تعریف تھا۔ مگر اس نے داراشکوہ سے لڑائی میں جو دغا کی وہ اس کے نام پر دھبہ لگاتی ہے۔ ایسی ایسی خودسرانہ باتیں ظہور میں آنے پر اورنگ زیب اس سے کھٹکا اور آخر قتل کی ٹھہرا دی۔

تاریخ میں ذکر ہے کہ اس کے ہمراہ ہمیشہ بائیس ہزار راجپوت سوار رہا کرتے تھے۔ اور اس کو بائیس بڑے بڑے جاگیردار اور رئیسوں پر حکومت حاصل تھی۔ جو شریک دربار رہتے تھے۔ دربار میں دو پیالے لے کر بیٹھتا تھا۔ اور طنطنہ کے ساتھ کہا کرتا تھا کہ ان پیالوں میں یہ دہلی ہے وہ ستارا۔ ستارا والا پیالا توڑ کر کہتا تھا کہ ستارا تو ٹوٹ چکا دہلی کو بھی یونہی جب چاہوں توڑ دوں۔ گوبندوں نے اورنگ زیب کو خبر کی اس نے اس کے بیٹے کرت سنگھ کو حکومت آمیر کا لالچ دلا کر قتل کی تحریک کی چنانچہ اس نے افیون میں زہر دے کر باپ کو مار ڈالا۔ جب بادشاہ کے حضور میں آیا تو صرف علاقہ کا مالا حکومت آمیر ہاتھ نہ آئی مورخ لکھتے ہیں کہ جے سنگھ کے بعد ہی آمیر کا زوال شروع ہو گیا۔

جے سنگھ کے بعد رام سنگھ مسند ریاست پر بیٹھکر منصب چار ہزاری سے سرفراز ہوا اس کو بادشاہ نے مہم آسام پر روانہ کر دیا اور اس کی گدی اس کے بعد بشن سنگھ کو ملی جس کا منصب صرف سہ ہزاری رہ گیا۔ وہ بھی زیادہ عرصے تک قائم نہ رہا۔

باب ۲

سوائی جے سنگھ کی مسند نشینی۔ اعظم شاہ کے لشکر کی شرکت۔ آمیر کی ضبطی۔ جے سنگھ کے ہاتھوں فوج شاہی کا اخراج۔ اس کے خصائل۔ علم نجوم میں مہارت۔ فسادات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سلطنت میں اس کا طریق عمل۔ کثرت ازدواج کے نتائج
جے سنگھ کی مسند نشینی کے وقت امیر کی وسعت۔ جے پور کی
بنیاد۔ راجہ رودیوتی کی فتح۔ جے سنگھ کی کثرت مے نوشی نیک
خصلتی۔ اشومیدھ جگ کی تجویز۔ تصنیفات کی پراگندگی۔ وفات

بعض رانیوں کی دائمی رفاقت

مرزا راجہ کا اہم نام جے سنگھ ثانی سوائی کے لقب سے سنہ ۱۶۵۵ مطابق سنہ ۱۶۹۹ء میں
ہوا اورنگ زیب کی حکومت کے چوالیسویں برس رونق بخش مسند اقبال ہوا۔ اس نے
بادشاہ کی طرف سے حکومت دکن میں بڑی ناموری حاصل کی اور تخت نشینی کے
سالوں میں بیدار بخت فرزند اعظم شاہ کی رفاقت اختیار کی۔ دھول پور میں آتش جدال
اشتعال شعلہ زن ہوئی۔ دعویداران تخت نہ تیغ ہوئے۔ شاہ عالم بہادر شاہ متمکن سریر
سلطانی ہوا۔ تو صوبگی آمیر کے لئے ایک افسر شاہنشاہی کی تقرری عمل میں آئی جے سنگھ
سوائی خبر پاتے ہی ریاست میں پہنچا اور تلوار کھینچ لی۔ فوج شاہی کے قدم اکھڑ
افسروں کو تھانے چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ سوائی سنگھ نے یہ صورت حال دیکھ کر
اجیت سنگھ مارواڑ سے اتفاق کیا۔ اور فریقین نے باہمی حفاظت کے
عہد و پیمان کئے +

یہ راجپوت راجہ نہایت ہی نامی و گرامی تھا۔ اس کی ۴۴ سالہ حکومت کے
کل کارنامے نمایاں لکھے جائیں تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔ اس لئے وہی ذکر کافی
ہے جو میواڑ اور بوندی کی تواریخ میں قلمبند ہوا ہے۔ جو جو معرکہ آرائیاں یا مصیبتیں
سلطنت تیموریہ کی تباہی کا باعث تھیں۔ ان میں یہ برابر حصہ لیتا رہا۔ لیکن راجپوت
کی قدرتی بہادری کو اس کے نام سے زیادہ شہرت نہ ہوئی۔ اس نے جو کام کیا مدبرانہ
اور جو فعل کیا حکمت عملی سے +

سوائی جے سنگھ بڑا مدبر موجد قوانین اور ذی علم راجہ تھا۔ ہم لوگ راجپوتوں
کو نالایق اور بے وقوف سمجھتے ہیں۔ لیکن اس راجہ کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اوصاف کی توضیح کیجائے تو ہمارا خیال غلط ثابت ہوگا۔ جے سنگھ نے اپنے نام پر جے پور عرف جے نگر آباد کیا۔ اور علم و ہنر سے وہ رونق دی کہ آمیر کی کچھ حقیقت نہ رہی۔ اس کے جنگی مقامات آمیر سے ملحق ہیں اور آخری حدود میں چھ چھ میل کا فاصلہ ہے۔ ہندوستان بھر میں صرف جے پور ہی ایک مقام ہے جس کے بانی نے نہایت عمدہ قاعدے سے تعمیر و آباد کیا ہے۔ یہاں کل بازار اور تمام کوچے چوپڑ کی شکل کے بنے ہیں۔ اور سب ایک دوسرے سے ملحق۔ اس شہر کی خوشنمائی بدیادہ ساکن بنگالہ کی اعلےٰ لیاقت کا نمونہ ہے۔ جو باستثنائے نجوم و تاریخ تمام معاملات علمی میں راجہ کا ہم مشورہ تھا۔ تمام راجپوت راجوں کو کم و بیش علم نجوم سے واقفیت تھی۔ لیکن جے سنگھ سوائی اس علم خاص میں ایسا عالم باعمل و کامل اکمل مشہور تھا کہ محمد شاہ نے بھی اپنی تقویم درستی کے لئے اس کے حوالے کی تھی۔ اس نے اپنی خاص لیاقت سے دہلی جے پور اجین بنارس اور متھرا میں نہایت شاندار رصد گاہیں تعمیر کیں۔ ان رصد گاہوں سے اجرام فلکی کی ہیئت ایسی صحت کے ساتھ دریافت ہوتی تھی کہ اچھے اچھے کامل فن چکرا جاتے تھے۔

پیشتر یہ راجا الغ بیگ شاہ سمرقند کے نجومی کی طرح آلات نجوم استعمال کرتا تھا مگر وہ ٹھیک نہ تھے۔ آخر اس نے سات برس تک ان مقامات میں ترقی لیاقت کی جہاں نجوم کے کاملین موجود تھے۔ چنانچہ اس نے اپنی لیاقت سے ایک صحیح نقشہ خود ہی ایجاد کر لیا۔ ایک روز یادری مینول صاحب اس کے دل پسند علمی تجربات کے وقت موجود تھے۔ انہوں نے ذکر کیا کہ پرتگال میں اس علم کا بہت چرچا ہے۔ چنانچہ راجہ نے دربار پرتگال میں اپنے کئی علمائے نجوم روانہ کئے اور بادشاہ پرتگال نے بھی اپنے نجومی زیوریدی سلوا کو روانہ

۱؎ ریاست آمیر میں جے سنگھ کے حصائل دریافت کرنے کا کافی سامان ہے۔ کلپدرم نامی پوتھی میں تمام مشہور باتیں حوالہ قلم ہیں۔ ایک پوتھی میں جے سنگھ کے ۱۰۹ گن درج ہیں۔ اور راجا ذیب کی باہمی خط و کتابت قلمبند ہے جس سے اس کے اہل ملک کے اخلاق عادت کا خوب علم ہو سکتا ہے اور اس سے واضح ہے کہ جے سنگھ اہل یورپ سے زیادہ شبانہ روز کی محنت کا عادی تھا۔ اس راجہ نے فرخ سیر کی معزولی کے بارے میں رانا کو جو تحریر بھیجی تھی مجھے دستیاب ہوئی ہے۔

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آمیر کیا جس نے دی لاہائر صاحب کا نقشہ پیش کیا۔ جے سنگھ لکھتا ہے کہ اس نے اس نقشے کی جانچ کی تو برج قمر میں ½ درجے کا فرق نکلا اور گرہنوں میں چنداں اختلاف نہ تھا۔ لیکن چندر گرہن اور سورج گرہن میں پاؤ گھڑی کی غلطی ہوتی تھی۔ اس نے ترکی نجومی کے آلات نجوم میں بھی فرق پایا جو ہپارکس اور ٹولیمی استعمال کرتے تھے۔ لیکن اس نے دی لاہائر کے نقشے میں قطر غلط ثابت کیا جے سنگھ سوائی آلات رصد واقع دہلی پر جس قدر فخر کرے بجا ہے۔ اس رصدگاہ کے ذریعے سے ۱۷۲۹ء میں اس نے گردش آفتاب ۲۳ درجے اور ۲۸ دقیقے دریافت کی اور اس حساب میں اس تحقیقات سے ۲۸ دقیقے کا اختلاف ہے جو دوسرے سال گوڈن صاحب نے کی تھی۔ ۱۷۹۳ء میں ڈاکٹر ڈبلیو ہنٹر صاحب نے جے سنگھ کی تحقیقات کا امتحان کیا تو اجین کے عرض البلد میں ۲۴ دقیقے کا اختلاف پایا۔ اور انہیں اپنی تحقیقات کے رو سے ۱۵ دقیقے کے فرق کا بھی اعتبار نہ تھا جے سنگھ نے شمالی عرض البلد ۲۳ درجے ۱۰ دقیقے دریافت کیا تھا۔ اور ڈاکٹر صاحب نے ۲۴ سکنڈ زیادہ۔

جے سنگھ سوائی نے زائچہ محمد شاہی کے نام سے نقشہ ایجاد کیا تھا۔ جس سے [illegible] پترے اور جنتریاں بنتی ہیں۔ اس راجہ کی مسلمہ لیاقت کا ذکر کرنا تحصیل حاصل ہے جس نے اقلیدس۔ مگنا میٹری اور ڈون۔ بیون نیپیر کو لوگارزم کو سنسکرت میں قلمبند کرنے کی محنت شاقہ گوارا کی اور جس کو قدرت الٰہی کی عجیب و غریب صناعیوں کے دیکھنے کا اس قدر شوق تھا کہ ہمیں ایک انگریزی شاعر کا قول یاد آگیا کہ

جو تشی بے ایمان دیوانہ ہوتا ہے

جے سنگھ نے قادر مطلق و خالق برحق کی بہت کچھ حمد و ثنا کے بعد اس کی رمز قدرت پہچاننے والوں میں ہپارکس کو ذرہ اور ٹولیمی کو چمگادڑ سے تشبیہ دی۔ اور اس میں شک نہیں کہ اس نے شبانہ روز کی محنت سے جو تحقیقات علمی ہم پہنچائی اور باتیں ایجاد کیں وہ دوسروں کی قسمت میں نہ تھیں۔

اس نے مصارف کثیر سے رصدگاہیں تعمیر کیں۔ جا بجا مسافر خانے تعمیر کئے ہندوستان کے ہندو کس قدر مہمان نوازی کو باعث وقعت سمجھتے ہیں۔ اس کا اندازہ تمام دارالریاستوں کے ان خیرات خانوں سے ہو سکتا ہے جہاں لنگر بٹتے ہیں اور مسافران بحری و بری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو مفت کھانا ملتا ہے +

جے سنگھ سوائی واقعی عجیب دماغ کا آدمی تھا۔ شاہی دربار کے جعل و فریب ایک طرف تھے۔ جنگ آزمائیاں ایک طرف۔ سلطنت دہلی کے انقلابات اور مرہٹوں کے حملہ آوریوں سے خدشات سب پر طرہ۔ لیکن جے سنگھ نے کل معاملات میں شرکت بھی دی اپنی حکومت آمیر کو بھی ترقی پر پہنچایا اور سب سے قابل تعریف بات یہ ہے کہ اس نے اپنی علمی دلچسپی میں کسی وقت کمی نہ ہونے دی۔ اس کو یقین تھا کہ سلطنت مغلیہ کی کمزوری سے ریاست کی ترقی ممکن ہے۔ لیکن اس نے بادشاہ وقت سے بے اعتنائی نہ کی جب شہنشاہ فرخ سیر معزول ہو کر قتل ہوا۔ اس وقت جے سنگھ بھی اس کے رفیقوں میں تھا۔ لیکن فرخ سیر میں بزرگوں کی طرح کچھ بھی جرأت ہوتی تو جے سنگھ جیتے جی رفاقت سے منہ نہ موڑتا +

میواڑ کی تاریخ سے اس کے چال چلن کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ فرخ سیر کے بعد سیدوں کی بڑھی چڑھی بارگاہ ہوئی۔ ان کی چالاکیاں مشہور زمانہ ہیں وہ ایسے عقلمند تھے کہ اپنی طرف سے کسی کو دشمن نہ بناتے تھے۔ چنانچہ ان کی طرف سے جے سنگھ کو بھی دلجمعی رہی یعنی وہ اپنی ریاست میں آکر تین سال تک بے غل و غش تحقیقات نجوم و تاریخ میں مصروف رہا اور کسی معاملہ سے غرض ہی نہ رکھی۔ یہ خاموشی اب رنگ لائی کہ سید بیت و نابود ہوئے۔ اور محمد شاہ کو دشمنوں سے چھٹکارا ملا۔ سیدوں سے دلجمعی ہو جانے پر بادشاہ نے جے سنگھ کو پہلے آگرہ کا صوبیدار مقرر کیا پھر مالوہ کا چنانچہ اسی زمانہ تسلط میں اس نے رصد گاہیں تعمیر کر کے ایسے تاریک زمانے میں اپنے نام کو دائمی زندگی دی جے سنگھ اپنی رعایا اور ترقی عظمت آمیر کی طرف سے کبھی غافل نہ ہوا۔ اسے جو منصب شاہی عطا ہوا تھا۔ اس کے اثر سے اس نے جزیہ منسوخ کرایا۔ اور قوم جاٹ کی قوت زائل کر کے اس کی طرف سے دلجمعی حاصل کی +

۱۷۳۲ء میں جب اس کو مالوہ کی دوبارہ صوبہ داری ملی تو سوچا کہ نہ آسانی سے مرہٹوں کا تدارک ممکن ہے نہ سلطنت ہی کا حصہ بخرہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ اپنی ریاست کی بہبود پر نظر کی اور باجی راؤ مرہٹہ سے نہ معلوم کیا شرطیں کیں کہ اس کو صوبہ داری مالوہ حاصل ہوئی۔ مورخوں کا خیال ہے کہ جے سنگھ بھی ہندو تھا اور مرہٹے بھی ہندو۔ اس ہم مذہبی نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صوبہ داری مالوہ کی وجہ سے مرہٹوں کے ہاتھ میں ہندوستان کی کنجی دے دی۔ اور اس میں
شک نہیں کہ جے سنگھ اور مرہٹوں کے باہمی تعارف سے بادشاہ وقت کو بھی اُن کی
طرف سے دلجمعی رہی۔ ہاں یہ بات اور ہے کہ پھر مرہٹوں نے ایسا زور پکڑا کہ دارالحکومت
تک شورش کرنے لگے۔ ۱۷۳۹ء میں نادرشاہ نے حملہ کیا۔ اس وقت راجپوتوں نے
دانشمندی سے کنارہ کشی اختیار کی گو ان میں جانبازی یا دلاوری کی کمی نہ تھی نہ بادشاہ
ہی کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے۔ لیکن خود سلطنت کی بدانتظامیوں نے اس بہادر
فرقے کے ارکان حکومت سے قطع تعلق کر رکھا تھا۔ ہم اس کی زیادہ تشریح نہ کر کے
ایک ایسا واقعہ بیان کرینگے جس سے راجپوت قوم خصوصاً جے سنگھ کے ایک خیر خواہ
کی وفاداری کا پورا ثبوت ملے گا۔ اور یہ بھی واضح ہو گا کہ حکمرانی کے معاملات میں جن
سختیوں اور تکلیفوں سے راجپوتوں کو سامنا ہوتا تھا ان میں کم و بیش نصف کثرت ازدواج
سے وقوع میں آتی تھیں۔

مہاراجہ بشن سنگھ کے دو بیٹوں میں ایک جے سنگھ تھا۔ اور ایک بجے سنگھ موخرالذکر
کی ماں نے اپنے بیٹے کی حفاظت زندگی کی غرض سے اسے اپنے میکے یعنی کھچی دارا
میں بھیج دیا تھا۔ جب عہد شباب آیا اُس کی دربار شاہی میں طلبی ہوئی۔ اس نے بیش قیمت
جواہرات قمرالدین وزیر کو نذر کئے اور آمیر کے زرخیز علاقہ بسوا کی درخواست کی جے سنگھ
نے اس کو یہ جاگیر دینا منظور کر لی۔ لیکن بجے سنگھ کی ماں نے آمیر کی گدی کے لئے ابھارا
چنانچہ موخرالذکر نے کامیابی کی حالت میں پانچ کروڑ روپیہ نقد دیئے اور پانچ ہزار سواروں
کی خدمات پیش کرنے کا اقرار کیا۔ بادشاہ نے خواہش منظور کی لیکن روپیہ کے لئے
دریافت کیا کہ ضامن کون ہے قمرالدین نے خود ضمانت منظور کی اور جے سنگھ کے
اخراج اور بجے سنگھ کی مسند آرائی کے فرمان ہو گئے۔ خان دوران خان نے
جے سنگھ سے پگڑی بدل کر برادرانہ رشتہ قائم کیا تھا۔ اس لئے اس نے کرپا رام وکیل
جے پور کے ذریعے سے جے سنگھ کو صورت حال کی خبر کی۔ قمرالدین کے اختیارات
کامل سے جے سنگھ کو ایسا مدہوش ہوا کہ چہرے پر مردنی چھا گئی۔ اس نے اپنے وفادار ناظر
کو فوراً خان دوران خان کا خط سنایا۔ ناظر نے عرض کی کہ اب نہ طاقت سے کام چلے گا نہ دولت سے بلکہ
صرف حکمت عملی ہی کارگر ہو گی۔ اور اس کا علاج انہیں سرداروں سے ہو گا جو سرکش ہیں۔ ناظر کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مشورے سے جے سنگھ نے اپنے رئیسان عظام موسومہ موہن سنگھ رئیس نابھادت۔ دیپ سنگھ کہمیانی جاگیردار بھاسکو۔ زورآور سنگھ۔ شیو برن پوت۔ ہمت سنگھ رئیس نارو۔ کوسل سنگھ جہلٹی بھوج راج والی موج آباد اور فتح سنگھ حاکم ماوتی کو یاد کر کے فرمایا کہ آپ لوگوں نے مجھے مسند ریاست پر بیٹھایا ہے میرے بھائی (بجے سنگھ) کو بسوا پر قناعت تھی۔ لیکن نواب قمرالدین خاں وزیر مجھ سے ریاست چھین کر اسے دیتا ہے کہئے کیا کیا جائے رئیسوں نے کہا آپ مطمئن رہئے اگر آپ بسوا کی جاگیر دیتے ہیں تو ہم نمٹ لیں گے جے سنگھ نے اسی وقت حلف کے رو سے سند عطیہ جاگیر لکھ کر رئیسوں کے حوالے کی جنہوں نے ایک معتبر شخص کے ہاتھ بجے سنگھ کے پاس بھجوا دی اور اس کو سب باتیں سمجھا دیں۔ بجے سنگھ نے صاف کہدیا کہ اسے بھائی کی بات کا یقین نہیں لہذا رئیسوں نے خود ضمانت کی۔ اور آمیر کے بارہ کوٹری کے رئیس سیتا رام کو ضامن کیا۔ اور صاف طور پر کہدیا کہ جے سنگھ عہد پیمائی نہ کرتا تو وہ لوگ اسی کو مسند حکومت پر بٹھا دیتے۔

جے سنگھ نے ضمانت بھی منظور کی اور علاقہ بسوا کا عطیہ بھی قبول کیا لیکن قمرالدین کے یہ امر خلاف تھا۔ اس نے خان دوران اور کرپا رام کو حکم دیا کہ جے سنگھ کو مسند بسوا پر بٹھا دیں۔ رئیس چاہتے تھے کہ بھائی بھائی گلے مل جائیں۔ لڑائی جھگڑے سے کیا مطلب لہذا انہوں نے بجے سنگھ ہی کو مجبور کیا کہ جے سنگھ سے چل کر بغلگیر ہو بجے سنگھ آمیر جانے پر راضی نہ ہوا اس لئے پہلے چومو کی تجویز ہوئی اور پھر جے پور سے چھ میل کے فاصلے پر سانکانیر میں ملاقات قرار پائی۔ بجے سنگھ وہاں جا کر مقیم ہوا۔ جے سنگھ بھی فرط اشتیاق سے چلنے کو تیار ہوا کہ دفعتہً ناظر والدہ کا پیغام لایا۔ کہ میری دونوں آنکھیں برابر ہیں میں اپنے پیارے لالجی یعنی لڑکوں کو کیوں نہ دیکھوں۔ رئیسوں سے مشورہ ہوا سب نے یہی رائے دی کہ کچھ مضایقہ نہیں۔ رانی ضرور اپنے کلیجے کے ٹکڑے کو دیکھے۔

ناظر نے سکھپال آراستہ کیا تین سو رتھ اور بہلیں جلیسوں اور خواصوں کے لئے تیار کیں رانی وہاں کہاں اوگرسین صاحب رئیس بھٹی سکھپال میں رونق افروز ہوئے رتھ بہلوں میں دو دو سلاح پوش بہادر بیٹھ گئے۔ ناظر اور راجہ کے سوا کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائی۔ کہ کیا معاملہ ہے۔ سکھپال پر خوب چاندی سونا برسا۔ ہر جگہ خوشی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھی کہ آج بھائی بھائی ایک دل ہونگے۔ اور ماں ایک ساتھ اپنے بیٹوں کو دیکھیگی +

اتنے میں خبر آئی کہ مہارانی صاحبہ سانکانیر کے محل میں رونق افروز ہوگئیں راجہ مع روسائے ریاست قدم بوسی کو چلنے سے پیشتر بجے سنگھ سے بغلگیر ہوئے اس نے بسوا کے متعلق شاہی فرمان دکھا کر سند عطیہ آمیر بھی پیش کی اور کہا کہ جو حکم ہو اس پر عمل کروں۔ مجھے موروثی حقوق کی کچھ پرواہ نہیں۔ بجے سنگھ نے بڑی محبت سے کہا کہ جو چاہو کرو تم کو اختیار ہے میں تمہیں پر اس معاملہ کو چھوڑتا ہوں یہ باتیں ابھی ناتمام ہی تھیں کہ مہارانی کی طرف سے پیغام آیا۔ میں بچوں کے دیکھنے کو ترس رہی ہوں۔ یا تو وہاں پردہ کرو کہ میں خود آؤں یا تم دونوں آنکھوں کے تارے محل ہی میں چلے آؤ۔ جے سنگھ رئیسوں کے مشورے پر کاربند ہو کر بھائی کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے ماں کے درشنوں کو چلا دروازے پر پہنچتے ہی ایک غلام کو کمر کی تلوار دے دی کہ اس کا یہاں کیا کام ہے۔ بجے سنگھ نے بھی اسی وقت کمر سے تلوار نکال کر ایک خدمتگار کے حوالے کی اور دونوں اندر بڑھے +

اتنے ہی میں ناظر نے دروازہ بھیڑا اور سردار بھٹی نے جلدی سے پہنچکر زنجیروں میں جکڑا اور سکھپال میں باندھکر آمیر میں روانہ کر دیا۔ گھنٹہ بھر کے بعد جے سنگھ کو اس کی روانگی کی اطلاع ہوئی۔ چنانچہ وہ راجہ ہتھیار بند سپاہیوں کے ساتھ وہاں پہنچا۔ جہاں رئیس فروکش تھے۔ سب نے اس سے پوچھا کہ راجہ بجے سنگھ کہاں ہیں۔ جواب ملا میرے پیٹ میں۔ راجہ بشن سنگھ کا میں ولیعہد ہوں۔ کہئے تو گدی پر بیٹھوں۔ نہیں تو مجھے قتل کر کے پھر بجے سنگھ کو ڈھونڈھ نکالو۔ میں نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اگر وہ ہمارے اور تمہارے قومی دشمنوں کو یہاں بااختیار کرتا تو ایک بھی صورت دکھائی نہ دیتی۔ یہ سنتے ہی سب حیرت زدہ ہوگئے پر کچھ بس تو تھا ہی نہیں چپکے سے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔ قمرالدین خاں وزیر نے ۶ ہزار شاہی فوج بجے سنگھ کے ہمراہ کی تھی۔ جب اہل فوج نے بجے سنگھ کے لئے بازپرس کی تو جے سنگھ نے صاف کہدیا کہ یہاں سے کھسک جاؤ نہیں تو ایک گھوڑا دکھائی نہ دے گا۔ وہ لوگ ڈر کے مارے بھاگ گئے اور بجے سنگھ کو قید مصیبت نصیب ہوئی +

اس نجومی راجہ کے ایک سو نو گنوں کو لوگ چاہے جس نظر سے دیکھیں مگر یہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اصول حکمت کے خلاف نہ تھے۔ جب اس کے فریب کا خیال کرتے ہیں تو اس کے اور اس کے ناظر کی رازداری بھی قابل تعریف ہے۔ اگر اس طرح حکمت سے بجے سنگھ قابو میں نہ کیا جاتا تو وزیر کی شہ اور قوت ایک نہ ایک دن ضرور بجے سنگھ کے ہاتھ سے جے سنگھ کا تلع قمع کرا دیتی۔ بجے سنگھ کی آیندہ زندگی کا زمانہ کیونکر بسر ہوا دریافت نہیں +

جے سنگھ نے ریاست کچھواہہ کو خوب ترقی دی اس سے پہلے صرف راجاؤں کی شجاعت اور دربار کی عزت کے سوا کچھ نہ تھا۔ حالانکہ راجگان آمیر اور بابر سے اورنگ زیب تک کے شاہنشاہان دہلی میں ایک جہتی تھی۔ لیکن پوچن تک وہ ترقی حاصل نہ ہوئی تھی جو سوائی جے سنگھ نے حاصل کی۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد جو انقلابات ہوئے اس سے اس راجہ نے آمیر کو راج کی عزت بخشی اس وقت جے سنگھ صوبہ دار آگرہ تھا۔ اس عہدے کے اختیارات اور موروثی ریاست کی طاقت نے اس کو حصول ترقی کا موقع دیا۔ اور اس لیاقت سے دہلی اور راجپوتانہ کے مقامات تحت تصرف میں لایا کہ اس کی قابلیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے +

جس وقت جے سنگھ کو گدی ملی آمیر کے صرف تین پرگنہ تھے۔ یعنی آمیر۔ دیوسا۔ بساؤ۔ مغربی علاقہ چھنکر آمیر کا خالصہ ہو گیا تھا۔ شیخاوائی جاگیرداروں نے علم خودسری بلند کر لیا تھا۔ اور ان کی طاقت زبردست ہو گئی تھی۔ آمیر کی قدیم حدود یوں سمجھنا چاہیئے +

حد جنوبی۔ چاٹسو (شاہی تھانہ)
" مغربی۔ سانبھر (تھانہ)
" شمالی و مغربی۔ ہنتنا
" مشرقی۔ دیوسا اور بساؤ +

بارہ کوٹری کے جاگیرداروں کو بھی ضعف پہنچ گیا تھا اور میواڑ کے جاگیردار تو آمیر کو لقمۂ نرم و حلوائے بے دود سمجھتے تھے خصوصاً رئیس اعظم سالومبر تو نرم چارہ ہی سمجھتا تھا۔ اور اس کی عزت وہ تھی کہ پیشوا نے راجہ کچھواہہ کے ہم مرتبہ کر دیا تھا +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

راجور ایک بہت قدیم شہر اور دادتی کی ریاست کا دارالریاست تھا۔ یہاں پر گوجر قوم کے فرمانروا کی حکمرانی تھی۔ جو اپنے کو سری رامچندر جی کی اولاد میں تصور کرتا اور شجرہ لوجی سے ملاتا تھا۔ یہ فرقہ بھی اس لئے راجپوتوں میں ممتاز رہا کہ اس نے اہل اسلام سے قرابت شادی جائز نہ رکھی اور رکبیشروں کے اقوال سے ثابت ہے کہ اس فرقہ والوں نے نازک موقعوں پر ساکا کر کے خاص شہرت و عزت حاصل کی ہے۔ جب جے سنگھ کو ان علاقجات کی صوبہ داری حاصل تھی تو یہ گوجر رئیس بھی اپنی بائیسی فوج کے ساتھ شاہی خدمات انجام دیتا اور دربار ہی میں رہتا تھا۔ اور اس کے عوض اس کا چھوٹا بھائی ریاست راجور کا انتظام کرتا تھا۔ کسی روز اس کے بھائی کو سور شکار کرنے کی ہوا سمائی کھانے میں عجلت کی تو بھاوج نے کہا اتنی جلدی کیوں کیا جے سنگھ پر برچھی چلاتا ہے۔ یہ ایک کنایہ تھا۔ جس سے مخاطب کو آمد زور۔ فتح چھوا ہہ اور دیوسا میں قدیم قبض و دخل کی یاد آگئی۔ اس نے فوراً ہی ٹھاکر جی کی قسم کھا کر کہا کہ جب تک جے سنگھ کو مار نہ لوں گا تمہارا چھوا نہ کھاؤں گا +

اس نے صرف دس سوار ہمراہ لئے۔ کئی مہینے تک دھول کوٹ میں فروکش رہا۔ سامان خورد و نوش کی عدم موجودگی میں گھوڑے بیچ ڈالے پھر تنگدستی کی حالت میں ہمراہیوں کو بھی گھر بھیج دیا۔ اور آپ تنہا وہیں قیام گزین رہا۔ فاقہ کشی کی یہ حالت تھی کہ کل ہتھیار تلوار برچھی اور ساری پوشاک بیچ ڈالی۔ تین دن کے فاقہ کے بعد آدھی پگڑی بھی فروخت کر دی۔ اور اوڑھنے بچھانے کو کچھ بھی نہ رہا۔ اتفاقاً اسی روز جے سنگھ کی سواری ہوا کی پہاڑی اور پیچیدہ راستے سے گذری +

برگوجر کے بھائی نے جس وقت سکھپال دیکھا جھپٹ کر برچھی کا وار کیا۔ لیکن نشانہ خطا گیا۔ اتنے ہی میں سو تلواریں اس پر کھچ گئیں۔ قریب تھا کہ قیمہ ہو جائے لیکن راجہ جے سنگھ نے حکم دیا کہ خبردار زد آں نہ میلا ہو۔ اسے زندہ ہی گرفتار کرنا لازم ہے جے سنگھ کے سپاہیوں نے اسے گرفتار کر لیا +

جے سنگھ نے پوچھا کیا حرکت تھی۔ اس نے صاف کہدیا کہ بھاوج کے طعنے

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں نے یہ فعل کیا۔ قتل بھی کر دیجئے تو پرواہ نہیں۔ میں کئی مہینے سے تاک میں تھا آپ
اب ملے جب چاروں سے دانہ پانی منہ میں نہ گیا۔ اگر یہ کڑاکے کے فاقے نہ ہوتے
ہوتے تو برچھی نہ معلوم کیا قیامت ڈھاتی ۔

جے سنگھ نے اسی وقت اس کو خلعت فاخرہ پہنا کر گھوڑے پر سوار کر کے بڑے
اعزاز سے رخصت کیا۔ اور پچاس سوار ہمراہ کئے کہ بڑی حفاظت سے راجور میں پہنچا
آئیں۔ جس وقت بھاون جسے ملاقات ہوئی اور اس نے سب ماجرا سنا تو بے ساختہ
بول اٹھی کہ زہریلے سانپ کو زخمی کرنے کا نتیجہ رنگ لائے گا۔ اس
وقت جان بچ گئی۔ تو کیا ذرا ہوشیار رہو۔ چنانچہ بچے اور بوڑھے انوپ شہر میں روانہ
کر دیئے گئے۔ اور قلعہ راجور کو استحکام دیا گیا ۔

اس واقعہ کے تیسرے ہی روز جے سنگھ نے سرداران ریاست کو یاد کر کے بیڑا
سامنے رکھدیا۔ کہ دیوتی کون سر کرنے کو تیار ہے۔ موہن سنگھ سردار چوموئے کہا کہ مہاراج
اب اس معاملے کو رفت وگذشت کیجئے۔ رئیس برگوجر بھی دربار شاہی کا حاضر باش
ہے۔ کچھ اونچ نیچ نہ پڑے۔ یہ تقریر کچھ ایسی موثر تھی کہ خود جے سنگھ بھی چپ ہو رہا۔
مگر اس کے تلووں سے لگی تھی۔ ایک مہینے کے بعد پھر یہی بات چھیڑی۔ لیکن رئیس
چوموکے الفاظ دل سے نہ بھولے تھے۔ اس لئے اور کسی نے تو کچھ ہمت دنیت سے
مطلب نہ رکھا۔ صرف فتح سنگھ بن بیر پوت نے بیڑا اٹھالیا۔ یہ رئیس ایک سو پچاس
جاگیرداری فوج کا سرغنہ تھا۔ اس کو پانچ ہزار سوار جملہ آوری کو ملے۔ برگوجر گنگور کا
میلہ منا رہا تھا کہ پیغام پہنچا۔ بن بیر پوت کی رام جوہار پہنچے۔ ہم سر پہ پہنچ گئے۔ رئیس
برگوجر نے اس کو مضحکہ سمجھا۔ اور پیغام بروں کے لئے سزائے موت تجویز کی۔
اسی عرصے میں جے پور کی فوج آپہنچی اور کشت وخون یکایک جاری ہو گیا برگوجر
مع فوج تہ شمشیر ہوا۔ راجور پر جے سنگھ کے جھنڈے لہرانے لگے۔ رئیس
چوموقوم کچھواہہ کی بہن یعنی راجور کی رانی اس واقعہ سے زار زار روہی تھی۔
فتحیاب قلعے میں داخل ہو گئے۔ رانی روتی ہوئی بولی۔ بھائی فتح سنگھ یہ کاوان
دور یہ سنتے ہی اس کو جونہی خیال آیا کہ بربادی کی رانی میں ہوں۔ اس نے اپنے
کچھ میں خنجر مار لیا اور اسی وقت جان دے دی۔ جملہ آدمی مقتولوں کے سر پیٹنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridw

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جے سنگھ کے پاس زین اسپ میں باندھکر لے گئے۔ اور جونہی جے سنگھ کے حکم سے اس پر برچھی مارنے والے برگوجر کا سر سامنے آیا موہن سنگھ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری ہوگیا۔ جے سنگھ کو اس کی وہ بات یاد آئی کہ رئیس راجور دربار شاہی میں حاضر باش ہے۔ اس سے مخالفت اچھی نہیں۔ اس نے فوراً کہا کہ اس وقت آنسو بہاتے ہو جب مجھ پر برچھی کا وار ہوا تھا۔ اس وقت ایک آنسو بھی نہ جاری ہوا بس آج سے تم جلاوطن۔ علاقہ چھوڑ دو ضبط +

موہن سنگھ اسی وقت جلاوطن ہوا۔ اس نے رانا سے اودے پور کے پاس پناہ لی اور دیوتی وراجور پر جے سنگھ کا قبضہ ہوگیا۔ ان کے ساتھ وہ علاقجات بھی ضبط ہوئے جو ماچیری کے لقب سے مشہور ہیں۔ جے سنگھ بڑا شرابخور تھا کبیشر اسے بدمست یا بدہوش کے خطاب سے یاد کرتا ہے۔ مگر یہ وہ شراب پیتا تھا جسے مدھ کہتے ہیں۔ یا جو چانول کے عرق سے خانہ کش ہوتی تھی +

میخواری اور حکمت عملی کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس میں شک نہیں۔ کہ جے سنگھ اپنے عہد میں ایک بے نظیر فرمانروا تھا۔ اور اس نے اپنی قوم کے نام کو خوب عزت دی +

راجہ مان سنگھ کے تعمیر کردہ محلات کی رونق کچھ قابل تعریف نہ تھی۔ دارالریاست میں مرزا راجہ نے البتہ چند اور عمارتیں تعمیر کر کے زینت بڑھا دی تھی۔ مگر جے سنگھ سوائی نے وہ وہ عمارتیں بنائیں۔ کہ بوندی داودے پور کے ایوان عالیشان بھی مات ہوگئے۔ اور شہر ماسکو کے ایوان کریملن کی شہرت بھی گرد ہوگئی جے سنگھ نے سمت ۱۷۸۲ (مطابق ۱۷۲۸ء) میں جے پور کا شہر بڑی عمدگی سے آباد کیا۔ راجہ مل نائب۔ کرپارام وکیل متعینہ دربار دہلی۔ بدھ سنگھ کھیانی۔ سردار اردوے دشکر ذاتی متعینہ دکن بڑے بڑے لایق وفایق لوگ تھے۔ جے پور کا قطعہ زمین ایسے عمدہ موقع پر واقع ہے جو آمیر کے پرانے قلعے سے ملحق ہے۔ اس مقام پہاڑی سلسلہ کا اتصال ہے۔ اور پہاڑ کی قدرتی بندش سے قلعے کو استحکام۔ آمیر سے جے پور تک مضبوط برجوں اور جنگی حفاظت کی تعمیروں کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ پہاڑ کے دونوں پہلوؤں میں عمارتوں کی وجہ سے کافی حفاظت و استحکام میں کسی قسم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی کمی نہیں ✦

جے سنگھ نے رسم ستی و دختر کشی کے تدارک کے لئے جو انتظام کیا تھا وہ رسوم قبیحہ کے ذکر میں خاص موقع پر آئے گا۔ انہیں کے لحاظ سے ایک سو نو گنوں کی ایک کتاب تصنیف ہوئی ہے۔ جو ناظرین کے ضرور دیکھنے کے قابل ہے۔ عام ہندوؤں کی طرح طبیعت بردبار اور قانع تھی۔ کیا برہمن کیا مسلمان اور کیا جین سب اس کی عاطفت شاہانہ کے مداح تھے۔ جینی عالموں کے وسیع معلومات کے ایک ایک رمز سے وہ واقف تھا۔ ہندو مذہب کے تمام مسائل اس کے ذہن میں تھے تاریخ اس کی معلومات کا جزو اعظم تھی۔ علم نجوم میں بریادھر جینی اس کا مشیر کار تھا۔ نقشہ جے پور اسی کی لیاقت کی یادگار ہے یہ نہروالہ کے ہم اچاریہ یعنی سدھ راج جے سنگھ کے گرو اور نائب السلطنت کی اولاد میں تھا ✦

جے سنگھ کو اپنے عروج کے زعم میں اشومیدہ جگیہ کی ہوا سمائی۔ پانڈو جنجے اور جے چند اسی ہوس میں تباہ ہو گئے۔ لیکن فضیلت کی ہوس دل میں رہ گئی جے سنگھ کا گھوڑا ساحل گنگ تک بے کھٹکے جا سکتا تھا۔ مگر صحرا میں اسے راٹھور ضرور پکڑ لیتے چنبل کی طرف ہارا قوم کے راجے جان تک قربان کر کے گھوڑے کا پیچھا نہ چھوڑتے۔ اشومیدہ جگیہ کا منڈوا بڑا ہی عالیشان اور عجیب و غریب تیار ہوا۔ دھنیاں۔ کھمبے سب چاندی سے منڈھے ہوئے تھے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اشومیدھ جگیہ کی کارروائی یونہی کر لی گئی اور گھوڑا اس منڈوے ہی میں بل دے دیا گیا۔ یہ عمارت جے پور کے لئے قابل فخر تھی۔ مگر افسوس کہ جگت سنگھ کی فضول خرچیوں نے تمام قیمتی نفایسات برباد کر دیں اور پھر اتنی لیاقت نہ ہوئی کہ جواہرات کے عوض شیشے ہی جڑوا دیتا۔ جے سنگھ سوائی نے بہت کچھ علمی ذخیرہ بہم پہنچایا تھا۔ مگر اس ذخیرے اور بزرگان ماسبق کے جمع کردہ کتب خانہ کی تمام کتابیں تتر بتر ہو گئیں۔ نصف ذخیرہ ایک داشتہ عورت کے پلے پڑا نصف عمدہ سے عمدہ قلمی کتابیں جے پور میں ردی کے بھاؤ بکتی ملتی ہیں ✦

سوائی جے سنگھ نے ۲۴ سال حکومت کرنے کے بعد سمت ۱۷۹۹ (۱۷۴۳ء) میں دار فانی کو خیرباد کہا تین رانیوں اور بہت سی خواصوں نے ستی ہو کر پتی دھرم نباہا۔ یہی نہیں بلکہ جے سنگھ کے ساتھ علم بھی سواہ ہو گیا ✦

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Harid

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۔ ۳

راجپوتوں کی سازش ۔ آمیر کا عروج ۔ ایشری سنگھ کی مسند نشینی ۔ کثرت ازدواج سے فساد ۔ مادھو سنگھ جاٹ رئیس ۔ جاٹوں کی وجہ سے آمیر کی خرابی کے آثار ۔ لڑائی کچھواہہ قوم کے اندیشوں کا ازالہ ۔ مادھو سنگھ کی موت پرتھی سنگھ و پرتاب سنگھ ۔ دربار کے جعل و فریب ۔ خوشحالی رام اور رئیس ماچھرا کی لڑائی ۔ فیروز کی وفات ۔ مرہٹوں سے تنازعہ ۔ پرتاب سنگھ کی طرف کثرت رائے تونگا کی فتح ۔ مشکلات ۔ مرہٹوں کی دست قربت ۔ جگت سنگھ اس کی حماقتیں ۔ رس کپور طوائف پر نظر الطاف اخراج کی تحریک مگر انسداد ۔ موہن سنگھ کا گدی کے لئے انتخاب

تاریخ میواڑ میں ان تین رئیسوں کا ذکر ہو چکا ہے ۔ جنہوں نے باہم اتفاق و ساز کیا تھا ۔ اس کارروائی کی بنیاد صرف ذاتی حفاظت پر مبنی تھی ۔ راٹھور گجرات کے علاقے پر دست تصرف دراز کر کے مارواڑ کو عروج دے رہے تھے قوم کچھواہہ کو یہ فکر تھی کہ آنکھ بچے اور مال دوستوں کا ہو جائے ۔ شیخاواٹی تو آمیر سے دب گئے ۔ مگر خانوں کے اوج اقبال نے ریاست آمیر کو سانبھر سے دریائے جمن تک وسیع ہونے سے باز رکھا ۔

ایشری سنگھ جس وقت مسند نشین ہوا ۔ خزانہ مالا مال تھا ۔ اور حدود ریاست مستحکم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کار پردازان ریاست سب لایق وفایق تھے۔ فوج بھی تربیت یافتہ تھی۔ لیکن جو کلسی کی آگ دبی ہوئی تھی وہ اپنا رنگ لائے بغیر نہ رہی۔ یہ بیج وہی کثرت ازدواج کا تھا جس کے پھل زہریلے ہوتے چلے آتے ہیں۔ ایشری سنگھ جے سنگھ کی اولاد اکبر تھا۔ اس لئے اس نے مسند حکومت پر قدم رکھا۔ لیکن اس کے چھوٹے بھائی مادھو سنگھ نے اس بنیاد پر ریاست کا دعوے کیا۔ کہ وہ میواڑ کی رانی کے بطن سے ہے ٹکراؤ پیش آئی جس کا نتیجہ ایشری سنگھ کو بھگتنا پڑا۔ اس میں حکومت کی قابلیت نہ تھی مابدالی کی فوج تنتی کے زمانے میں اس پر راجپوتوں کی شہرت کو بٹہ لگانے کا الزام لگایا گیا نظرالدین خاں سپہ سالار قتل ہوا تو اس نے عنان عزم گھر کی طرف موڑی جس وقت گھر آیا تو اس کی رانی نے خوب خوب طعنے دئے صلواتیں سنائیں نام رکھے۔ اور اس سے اس کی روسیاہی کا قریب قریب علاج ہوگیا۔ مگر اب دیکھنا چاہئے کہ جے سنگھ نے جب سوڈیا کی رانی سے یہ عہد وپیمان کر کے شادی کی کہ وارث مسند اسی کی اولاد ہوگی تو اس کے بعد کیسا طغیان رہا ہوگا۔ جے سنگھ نے مادھو سنگھ کو اپنے جیتے جی بڑی بھاری جاگیر عطا کی جس میں ٹونک۔ رام پور۔ بھاگی اور مالپورہ کے چار بڑے علاقے شامل تھے۔ ادھر رانا نے بھی اپنے بھانجے کو رام پورہ۔ بھانپورہ کے وہ زرخیز علاقے عطا کئے۔ جن میں سے رام پورہ بھی بجائے خود ٹونک کی طرح ایک ریاست کے مقابل تھا۔ رانا کو اپنے بھانجے کی طرفداری منظور تھی۔ چنانچہ وسیع جاگیر کے علاوہ چوراسی لاکھ روپیہ اس وقت دئے جب جے پور کی گدی کے لئے اس کو ہلکی مدد کی ضرورت ہوئی۔ جھگڑا پیش ہوا اور آپس کی پھوٹ نے یہ نتیجہ پیدا کیا کہ جو لوگ خودسری کے خواہشمند تھے وہ مرہٹوں سے ایسے دبے کہ آخر اطاعت کا جوا کاندھے پر رکھنا پڑا +

مادھو سنگھ نے بڑی لیاقت سے فرایض حکمرانی انجام دئے وہ نہایت صادق القول تھا۔ لیکن مرہٹے سے صاف کہدیا کہ اس کی مزید دست اندازی کا وہ متحمل نہیں اگر جاٹ زور نہ باندھ لیتے تو اودے پور کی فوج متفرق مقامات پر تقسیم نہ ہو جاتی۔ نیز پیغام اجل جلد نہ آجاتا تو راٹھوروں کی مدد سے اس نے اس مرہٹہ قوم کی کمر توڑ دی ہوتی جس نے پچاس برس کے عرصے میں کسانی سے حکمرانی کی وہ قابلیت حاصل کرلی تھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Harid

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ انگریزی فوج کا بھی اس کی فوج کے سامنے کچھ حوصلہ نہ تھا خصوصاً اس زمانے میں
جب لارڈ لیک ایسا سردلعزیز افسر ہندوستان میں اپنی فتح کے ڈنکے بجا رہا تھا اور جس کے
سر قلعۂ بھرت پور کی فتح کا بھی سہرا رہا تھا +

جاٹ قوم چھتیس ۳۶ شاہی خاندانوں یعنی راج کل میں تھی اس زمانے میں وہ لاکھ کمزور
ہو گئی تھی۔ مگر آزادی کا خیال دل سے فراموش نہ ہوا تھا۔ چنانچہ انہوں نے سوگدیانا کے
معاملہ میں شاہنشاہ سے بھی ایک مرتبہ ٹکر لے کر دل کا حوصلہ نکال لیا۔ جاٹوں کا سردار
چوڑامن ایک تاریخی بہادر مشہور ہے جو اپنے قلعے سے دست بردار ہو کر حملہ آوران
جہانشعار کے مقابلے میں سینہ سپر ہوا۔ اورنگ زیب کی اولاد آپس میں لڑ بھگڑ
رہی تھی اسی مردمیدان نے زد پکڑ کر تھون اور سنسنی ایسے مقامات میں چھوٹے
چھوٹے قلعے تعمیر کر کے کاشتکاری کے عوض ایسی یورشیں شروع کیں کہ آخر لیٹیرے
کے خطاب سے جاٹ دگ قراق مشہور ہو گئے۔ اور ایسی لوٹ مار کی کہ فرخ سیر کے محلوں
تک کو ان سے پناہ مانگنا پڑی۔ سید اس زمانے میں صاحب اقتدار تھے۔ انہوں نے جے سنگھ
سوائی راجہ جے پور کو جاٹوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ جاٹوں نے تھون اور سنسنی کے قلعے
کی کچی دیواروں کو اس خوبی سے بچایا کہ حملہ آور لیک صاحب کی طرح اپنے حملے کے وقت
حیران رہ گئے۔ اور جے سنگھ کو ان کی جرأت و دلاوری کا قائل ہونا پڑا۔ سال بھر محاصرہ
جاری رہا۔ مگر جے سنگھ کی کچھ پیش نہ گئی۔ آخر وہ خود ہمت ہار گیا اور محاصرین محاصرہ سے
دست بردار ہو گئے +

کچھ دنوں کے بعد چوڑامن کا چھوٹا بھائی کسی علت جرم سے محبوس ہو کر کئی برس
تک نظر بند رہا لیکن اس کو جے سنگھ کی وساطت اور بھوسیا جاٹوں کی ضمانت سے
رہائی مل گئی۔ آزادی کے بعد اس نے آمیر کا راستہ لیا۔ اور وہاں اس نے راجہ کو
محاصرہ تھون کے لئے آمادہ کر کے کامیابی حاصل کی۔ چھ مہینے میں تھون پر حملہ آوروں
کا قبضہ ہو گیا شہر تباہ ہوا۔ چوڑامن اور محکم سنگھ اس کے فرزند کو بھاگنے سے نجات
ملی۔ بدن سنگھ جاٹوں کا افسر تسلیم ہوا۔ جے سنگھ نے ڈیگ کے مقام پر راج تلک کیا۔
یہ وہ مقام ہے جس کی بعد میں کافی شہرت ہوئی +

بدن سنگھ کثیر الاولاد تھا جن میں سے چار بیٹے بہت نامور ہوئے ان کا نام

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سورج مل۔ سوبھارام۔ پرتاب سنگھ اور پیرنارائن تھا۔ بدن سنگھ نے حاصل شدہ ریاست کو اچھی وسعت دی اور سورج مل کو کاروبار ریاست سپرد کرکے پرتاب سنگھ کو دیر کا علاقہ عطا کر دیا۔

سورج مل کو بھی تکلیف کا سامنا رہا۔ لیکن اس نے بزرگوں کی پیروی کر کے قوت پکڑی۔ سب سے پہلے اس نے کیمبا اپنے ایک قرابت دار سے قلعہ بھرت پور چھین لیا جس کو جاٹوں کی ذات سے بہت کچھ شہرت حاصل ہوئی سنہ ۱۹۲ یعنی ۱۷۶۷ء میں سورج مل کی ایسی طاقت بڑھ گئی کہ وہ دارالسلطنت ہند یعنی دہلی پر فوج کشی کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ لیکن دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ عین شکار کے موقع پر بلوچ سواروں نے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے پانچ فرزندوں میں سے دو کوری ایک مالی اور دو جاٹ قوم کی عورتوں کے بطن سے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

جواہر سنگھ۔ رتن سنگھ۔ نول سنگھ۔ ناہر سنگھ۔ رنجیت سنگھ۔

اس نے ہردیو بخش کو متبنےٰ بھی کیا تھا لیکن اسے شبہ اٹھائے گیا۔

سورج مل کی گدی جواہر سنگھ کو ملی۔ یہ اسی مادھو سنگھ کا ہمعصر تھا جس کا ذکر حوالۂ قلم ہو رہا ہے۔ مرہٹہ مغلوب ہو چکے تھے۔ اور رئیس ماچھر اکی بدلیاقتی سے ملک میں ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ جواہر سنگھ نے اسی موقع کو غنیمت سمجھکر ۱۱۸۲ھ میں مقام کمانا مانگا جب ناکامیابی ہوئی۔ تو وہ جوش غضب سے تاؤ پیچ کھا کر جے پور ہوتا ہوا پشکر میں نجے سنگھ والی مارواڑ سے ملا۔ اور نجے سنگھ نے بلحاظ قومیت اس سے پگڑی بدل لی۔ جو اتحاد باہمی کی ایک عمدہ علامت ہے۔ مادھو سنگھ کی حالت اس وقت درست نہ تھی۔ ہرسہائی اور گورسہائی دو بھائی مدار المہام ریاست تھے۔ جس وقت انہوں نے جاٹ سردار کی خودسرانہ حرکت بیان کی۔ مادھو سنگھ نے ایک فرمان لکھ بھیجا کہ خبردار اب جے پور کے راستے سے نہ جانا۔ اسی فرمان کے ساتھ رئیسوں کی مع فوج طلبی ہوئی۔ لیکن جواہر سنگھ جے پور ہی سے ہوتا ہوا گھر واپس چلا گیا۔ مادھو سنگھ کے حکم کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اب تکرار پہ ہی بتانے سے مخاصمت بڑھ گئی۔ سب کوڑی کے رئیس جان گنواروں کو نیچا دکھا کر اپنی فضیلت قائم رکھنے کے لئے حملہ آور ہوئے۔ لڑائی خوب ہوئی۔ کچھواہہ قوم غالب رہی جواہر سنگھ جاٹ میدان جنگ سے بھاگا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridw

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن جے پور کو یہ نقصان پہنچا کہ جتنے روٗسائے عظام تھے وہ سب قتل ہو گئے +

اس لڑائی کی بنیاد لکھ دینا اس موقع پر بے موقع نہیں کیونکہ یہ معاملہ ریاست ماچھرا کو خود مختار کرنے کے لئے پیش آیا تھا۔ واقعات یہ ہیں۔ پرتاب سنگھ نروخاندان میں سے ماچھری کا جاگیردار تھا۔ اسے مادھو سنگھ نے کسی خطا پر جلاوطنی کی سزا دی پرتاب سنگھ جواہر سنگھ کے پاس پناہ گزین ہوا اور بسر اوقات کے لئے کچھ اراضی حاصل کی۔ اس جلاوطن کے معتمدوں میں خوشحالی رام اور نند رام ہی دو وفادار تھے۔ جنہوں نے جلاوطنی میں بھی ساتھ دیا۔ بھرت پور رئیس ماچھری کی جائے پناہ تھی۔ لیکن پاس قوم سے اسے یہ امر نہایت ناگوار ہوا۔ کہ اس کے مالک کی مرضی کے خلاف جاٹ رئیس جے پور سے گذر جائے اس نے جائے پناہ سے اختر بخت سمیٹا اور سیدھا امیر کے لشکر میں آپہنچا۔ اس وقت آتش جنگ شعلہ خیز تھی۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور اس جلتی ہوئی آگ میں کود کر ایسی جانبازی کی کہ فتح اس کی قوم کو نصیب ہوئی۔ اس وفاداری کے صلے میں اس کے جرائم نظر انداز ہوئے۔ جاگیر ماچھری بھی عطا ہوئی۔ مگر افسوس کہ لڑائی کے چوتھے روز مادھو سنگھ جان بحق تسلیم ہوا +

مادھو سنگھ کو عارضہ پیچش نے ایسا تنگ کیا کہ سترہ سال کی حکومت کے بعد رحلت کی۔ اگر یہ سلامت رہتا تو واقعی عام فسادات رفع ہو جاتے۔ لیکن کچھ اس کی کم عمری اور کچھ ملک کی معمولی بد انتظامی سے اس کو موقع نہ ملا۔ کہ کچھ وہ قوم کی زوال پذیر طاقت کو مستحکم کر دیتا۔ کئی شہر اس نے آباد کئے۔ جن میں مادھو پور کو اُس کے نام ہی سے شرف نہیں۔ بلکہ اس واسطے بھی عزت ہے کہ وہ رجواڑہ کے مشہور تجارتی منڈیوں کے تاریخی قلعہ رنتھمبور کے متصل واقع ہے۔ جے سنگھ کی طرح اس کے عہد میں بھی ایسا علم کا چرچا رہا اور ایسے ایسے عالم جمع ہوئے کہ جے پور کاشی بنارس کی طرح دار العلوم بن گیا +

پرتھی سنگھ کو کم سنی میں گدی ملی۔ اس کے چھوٹے بھائی پرتاب سنگھ کی ماں چندادت قوم سے بڑی ہی مصلحت اندیش اور صاحب ہمت تھی۔ وہ نابالغ رئیس کی نگران مقرر ہوئی۔ لیکن فیروز نامی فیلبان پر اس کی ایسی نظر عنایت تھی کہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسے مشیر خاص مقرر کر لیا اس تقرری سے رؤسائے دربار برانگیختہ ہو کر اپنے اپنے علاقوں کو چلدئے۔ مگر رانی نے ان کی پرواہ نہ کر کے امباجی کی ماتحتی میں سہ بندی کی فوج ملازم رکھی۔ اور اسی فوج سے تحصیل مالگذاری کا کام لیا۔ آرت رام اس زمانہ میں دیوان تھا۔ اور خوشحالی رام اس کا نائب۔ دونو شخص بڑے صاحب لیاقت تھے لیکن فیلبان کی وجہ سے ان کی ایک نہ چلتی تھی۔ فیلبان جتنا پانی پلاتا اتنا ہی رانی پیتی تھی۔ اور کسی کا مطلق اختیار نہ تھا۔ نو برس فیلبان کا خوب طوطی بولا۔ آخر پرتھی سنگھ راہی ملک عدم ہوا۔ رانی نے اپنے فرزند کی مسند آرائی کے لئے اسے زہر دیا۔ یا وہ واقعی گھوڑے سے گر کر مرا اس میں شبہ ہے۔ گو پرتھی سنگھ ابھی اچھی طرح سن بلوغ کو نہ پہنچا تھا۔ تاہم بیکانیر اور کشن گڈھ میں اس کی دو شادیاں ہوئیں۔ کشن گڈھ والی رانی کے بطن سے ایک بیٹا بھی تولد ہوا جسے مان سنگھ کہتے تھے۔ پرتھی سنگھ کی وفات کے بعد دوسرے دعویداروں کے خوف سے مان سنگھ کی ماں نے اپنے بیٹے کو بنن گڈھ روانہ کر دیا مگر وہاں قابل اطمینان حفاظت نہ تھی۔ اس لئے وہ پھر سیندھیا کے پاس بھیجدیا گیا۔ چنانچہ اب تک وہ گوالیار میں موجود ہے +

رانی اور اس کے فیلبان رکن اعظم اور راجہ خوشحالی رام نے فوراً ہی پرتاب سنگھ کو گدی پر بٹھادیا۔ اس کے بعد خوشحالی رام کو یہ فکر ہوئی کہ فیروز کو جڑ پیر سے مٹادے چنانچہ اس نے اپنے قدیم آقا رئیس ماچھری سے ساز کیا۔ یہ رئیس بہت مشہور تھا۔ لیکن اس کی عدم موجودگی میں رسم مسند نشینی ادا ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اس نے تمام جاگیرداروں کو مخفی طور پر ادائے مالگذاری سے اور نجف خاں افسر بادشاہی سے اس معاملہ میں مدد لی۔ قلعہ بھرت پور پر حملہ ہوا۔ نول سنگھ رئیس جاٹ نے خوب مقابلہ کیا نجف خاں کی فوج سے کچھ بنا نے نہ بنی مرہٹوں کی مدد سے بھی فائدہ مزید نہ ہوا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھکر رئیس ماچھری نجف خاں کی مدد کو پہنچ گیا۔ اور جاٹوں کو شکست دی۔ اس کے صلے میں اس کو راؤ راجہ کا خطاب ملا اور ماچھری کی شاہی سند حاصل ہوئی۔ خوشحالی رام نے اپنے آقائے سابق کی مطلب براری کر کے اس کو فیروز کے دفعیہ کا ذریعہ بنایا۔ اور اس کے بعد خواہش ظاہر کی کہ وہ امیر کی فوج کے ہمراہ شاہی خدمات انجام دیگا۔ رانی نے خوشحالی رام کے عوض فیروز کو کل فوجی اختیارات عطا کر دئے جس کا نتیجہ الٹا ہو گیا۔ فیروز امیر کی فوج

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے ساتھ راؤ راجہ ماچھری والا سے اس خیمے میں ملاقی ہوا۔ جہاں افسر شاہی مقیم تھا۔ دونو میں خوب محبتانہ برتاؤ ہوئے۔ اور راؤ راجہ نے اس پر ایسا دوستی کا جادو چلایا کہ وہ ڈوب میں آگیا اور زہر نے اس کی جان لے لی +

اس کے چند روز بعد رانی بھی راہی عدم ہو گئی اور پرتاب صغر سنی کی وجہ سے انتظام حکومت میں جاگیرداروں کا محتاج ہوا۔ راؤ راجہ اور فیروز بورا ایک سے ایک بڑھے چڑھے تھے آخر ان میں بھی ان بن ہو گئی اور فیروز نے شاہی کمک طلب کی افواج سلطانی مشہور ہمدان خاں کے زیر علم آپہنچیں اور ایسے جھگڑے بکھیڑے اٹھ کھڑے ہوئے کہ مرہٹوں کو دست اندازی کا موقع دستیاب ہوا۔ نت نئے عہد و پیمان حسب ضرورت ہوتے تھے اور پھر منسوخ یہی کیفیت اس وقت تک رہی جب تک پرتاب سنگھ سن بلوغ کو نہ پہنچا آخر اس نے ایک عہد نامہ گر کے بڑی بہادری کے ساتھ مقام ٹونگا میں معرکۂ خونریز سر کیا اور شاہی و مرہٹہ طاقتوں کے رعب و داب سے آزادی حاصل کی +

پرتاب سنگھ کی ۲۲ سالہ حکومت میں جتنے معاملے پیش آئے وہ ویسے ہی تھے جیسے گذشتہ تاریخ میں ہیں۔ یہ راجہ جیسا بہادر تھا ویسا عقلمند بھی تھا۔ مگر اس کے یہ اوصاف ملکی یورشوں اور شورشوں کا کافی انسداد نہ کر سکے۔ رئیس اچھری کی علیحدگی جے پور کے حق میں زہر ہو گئی۔ اور مصارف لازمی نے بزرگوں کے خزانہ کو لٹا دیا۔ دو مرتبہ تو مرہٹے ہی اسی لاکھ روپیہ لے گئے۔ مگر بڑے برتن کا کھنگال بھی بہت ہوتا ہے۔ مادھو سنگھ نے حصول ریاست کے لئے ایجنسی کے مصارف وغیرہ میں جو صرف کیا اس کا ذکر تو درکنار ٹونگا کی فتح کے موقع پر ۱۷۵۹ء میں پرتاب سنگھ نے خود چھبیس لاکھ روپیہ انعام واکرام اور دان پن میں دے ڈالا +

۱۷۹۱ء میں پٹن کی لڑائی پیش آئی۔ اس لڑائی میں اہل جے پور نے شکست کھائی۔ ادھر راٹھوروں سے بگاڑ ہو گیا۔ یہ حالت دیکھکر تو کاجی ہلکر پر فوج کشی کی سالانہ خراج پہلے ہلکر نے لیا پھر امیر خاں نے +

۱۸۰۳ء میں پرتاب سنگھ کا انتقال ہوا۔ اس عرصے تک ڈیوین اور برمدن سرداران فوج مرہٹہ کے حملوں اور دوسرے حملہ آوروں کی یورشوں سے جے پور پر ایسی تباہیاں نازل ہوئیں کہ دولت کے پرلگ گئے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پرتاب سنگھ کے بعد جگت سنگھ ۱۰ سال مسند آرا رہا۔ یہ راجہ ایسا بدچلن اور نالایق تھا کہ نہ بزرگوں میں کوئی ایسا گذرا نہ ہمعصروں میں۔ اس کے عہد حکومت کے حالات نہایت طویل ہیں۔ بیرونی دشمنوں کی شکر کشی۔ شہروں کے محاصرے۔ محصوری اور رہائی۔ تاوان۔ جنگ کی ادائی۔ موقع بموقعہ عزم بہادری۔ حدود دربار تک میں خنجر زنی۔ نفس پرستی اور رس کپور مسلمانی کی محبت نے ریاست کو برباد کر دیا۔ اس راول کی بد روشی اور بد وضعی کے حالات قلمبند کرنا صفحات تاریخ کے لئے ناموزوں ہیں صرف اس قدر لکھدینا کافی ہے کہ رس کپور کی محبت میں جگت سنگھ نے اودے پور والی رانی کو بھی نظر سے گرا دیا جس کی وجہ سے اسے اور نقصانوں اور بے عزتیوں کے علاوہ دس لاکھ روپیہ کا بھی خسارہ اٹھانا پڑا۔ جے مندر نامی خزانہ تھا جو بزرگوں کے وقت سے جمع ہو رہا تھا۔ اور جس کے محافظ پشت ہا پشت سے کالی کھو کے مینا مقرر تھے جب اس خزانہ کے قفل ٹوٹے اور بیجا طور پر روپیہ اٹھنے لگا تو محافظوں نے صدمے کے مارے زہر کھا لیا یا اس طرح سے خودکشی کر لی۔

روپیہ کے لئے تشدد پر تشدد ہوتا تھا سختگیری حد سے بڑھ گئی۔ کبھی درزی کبھی بنیا اور کبھی برہمن وزیر مقرر ہوتا تھا۔ اور اس کو ناہرگڈھ کے اختیارات کامل عطا ہوتے تھے۔ ناہرگڈھ قیدی رئیسوں کا قید خانہ تھا۔ اس لئے وہاں جبرستانی کی گرم بازاری تھی۔ جاگیرداروں کو راجہ سے سخت نفرت تھی۔ آخر انہوں نے رس کو قید کر کے راجہ کے اخراج کی تجویز ملتوی کی۔ راجہ اس عورت پر ایسا فریفتہ تھا کہ نصف ریاست دے دی تمام قیمتی اسباب آدھا بانٹ دیا۔ جے سنگھ سوائی کے قابل قدر اور عظیم الشان کتب خانہ کی آدھی کتابیں حوالے کر دیں۔ جو اس کے عزیزوں نے برباد کر دیں۔ سکہ بھی رس کپور کے نام کا جاری ہوا۔ یہ عورت بھی اس کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہوا کرتی تھی۔ رئیس مجبور تھے کہ رانیوں کی طرح اس کا بھی ادب و لحاظ کریں۔ مصر شیونرائن وزیر اسے بیٹی کہتا تھا۔ لیکن چاند سنگھ دونی کے بہادر رئیس کو اس کا ادب منظور نہ تھا۔ لہذا اس پر چار سال کی آمدنی یعنے دو لاکھ روپیہ جرمانہ کیا گیا۔

امرائے ریاست کو ان باتوں کا علاج یہی معلوم ہوا کہ راجا کو خارج کر دیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مگر جن امرا کو راجہ کے اعزاز کا خیال تھا انہوں نے رس کپور کی بدوضعی کا یقین دلا کر راجہ سے اس کی قید اور ضبطی جائداد کے حکم سے امراے مخالف کی دلجمعی کر دی۔ جگت سنگھ جب تک زندہ رہا اس نے بدوضعی ہی سے کام رکھا۔ اس کی موت اتراین سورج میں ۲۱۔ دسمبر ۱۸۱۸ء کو ہوئی۔ یہ روز وہ ہے جس روز ہندو لوگ سرگ کو جاتے ہیں +

جگت سنگھ لاولد تھا اس کی زندگی میں جانشینی کے لئے بھی کوئی تجویز نہوئی تھی پس حسب رواج قوم لازم آیا کہ کوئی کریا کرم کرنے والا تجویز کیا جائے۔ چنانچہ امراے ریاست نے بالاتفاق نرور کے معزول راجہ کے فرزند موہن سنگھ کو اس کا جانشین بنا دیا۔ آیندہ باب میں اور حالات لکھے جائینگے۔ جن سے ریاست جے پور کے حالات بھی معلوم ہوں گے۔ سرکار انگریزی کی طرز حکومت کا نقص رفع ہوتا ہے۔ اور وہ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ جن سے جے پور کو انگریزی سرکار کے لئے خراج مقرر کرنا پڑا +

باب - ۴

جے پور اور گورنمنٹ انگریزی کے اتحاد میں توقف کے اسباب۔ دربار جے پور کے اتحاد انگریزی سے انکار کی وجوہ انعقاد عہد نامہ۔ جگت سنگھ کی موت۔ مسند نشینی کے معاملے میں انگریزی مداخلت کے نتائج۔ اولاد اکبر کی وراثت کا رواج خلاف رواج موہن سنگھ کی مسند نشینی۔ اصلی وارث کی مخالفت۔ ناظر کی حکمت عملیاں۔ اندیشۂ فساد۔ رانی کے حمل کا ظہور۔ جگت سنگھ مرحوم کے فرزند کی ولادت

جے پور تمام ریاستوں کے بعد سرکار انگریزی سے متفق ہوا۔ جب تک اچھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اچھی طاقتیں انگریزوں سے نہ دبیں پنڈاری غارت نہ ہوئے۔ پیشوا کو دریائے گنگا کی جلاوطنی نصیب نہ ہوئی بھونسلا نے سر اطاعت خم نہ کر لیا۔ سیندھیا کی آنکھیں نہ کھل لیں وہ ہلکر جس کا متورد علاقوں میں دور دورہ تھا جس نے جے پور کو خراج گذار بنا رکھا تھا مہد پور کی لڑائی میں شکست فاش نہ کھا چکا۔ تب تک جے پور اپنے ہٹ پر قایم رہا۔ سرکار انگریزی کی کوشش و خواہش ناتمام رہی +

اہل ایشیا کو لیت و لول کی عادت ہے۔ راجپوت شاکر تقدیر ہیں لیکن اس کے بھی قائل ہیں کہ ہونہار جو چاہتی ہے کرتی ہے۔ شدنی سے بس نہیں۔ امیر خاں ہلکر کی فوج کا سرغنہ تھا۔ اس کو فوجی اخراجات کے لئے اراضی بھی نذر کر دی گئی تھی۔ اور مالگذاری بھی مقرر تھی۔ یہ ان صلح آمیز معاملات میں درج رہا۔ لازم تو یہ تھا کہ سردار ہولکر اہل جے پور کو ہمارے اتحاد کی ترغیب دیتا خود ہمارے اتحاد سے فائدہ اٹھاتا۔ لیکن اس نے الٹے مادھو راج پور میں جے پور سے ایک ضرب گولہ کے فاصلے پر محاصرے کی تیاری کی یہ صورت حال دیکھکر دانایان فرنگ کو کچھواہا ریاست کے معاملات کو یکسو کرنے کے لئے عجلت کا خیال ہوا اور جو لوگ اس اتحاد سے اپنا نقصان سمجھتے تھے۔ انہوں نے دربار جے پور کو بیرونی مداخلت سے باز رکھنے کے لئے بہت کچھ سلسلہ جنبانی و ریشہ دوانی کی اور انگریزی قوم کے لحاظ و ادب کو بھی بالکل ملحوظ نہ رکھا۔ لیکن بیل منڈھی نہ چڑھی +

وکیل جے پور نے جب لیک صاحب سے انہیں کے خیمے میں ملاقات کی تو بڑی بے تکلفی اور جرأت سے گورنمنٹ انگریزی کی نسبت ایسے الفاظ زبان سے نکالے جن سے اس کی ذاتی خود غرضی کا گویا طعنہ تھا +

مارکوئس ویسلی لوٹ مار کرنے والوں کی قوت توڑنے کو ریاستوں کا اتحاد لازمی سمجھتے تھے اور لارڈ کارنوالس کا یہ خیال تھا کہ انگریزوں کی توسیع حکومت باعث کمزوری ہے۔ چنانچہ جو مدبرانہ کارروائیاں عمل میں آتی تھیں ان کا کچھ نتیجہ نہ ہوتا تھا۔ لیک صاحب بڑے مدبر اور دور اندیش تھے۔ کیا ہندوستانی اور کیا انگریز سب ان کی رائے صائب کی تعظیم کرتے ہیں اگر ان کے مشوروں پر عمل ہوتا تو گذشتہ پندرہ برسوں یعنے دو عہدوں کی وہ ابتریاں کبھی رو بظہور نہ ہوتیں جو نصف صدی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قبل ہوئی تھیں اور جن کا آیندہ نصف صدی میں نعم البدل ممکن ہے۔
وزیر علی جے پور کی پناہ میں تھا۔ انگریزوں نے اسے چھین کر اپنا اعتبار لوگوں کے دل سے اٹھا دیا۔ اور کچھوا ہہ قوم کے ماتھے پر بھی اس حرکت سے کلنک کا ٹیکا لگا۔

راجپوتانہ میں سرن یعنی پناہ گیری ایک مذہبی امر تصور کیا جاتا ہے۔ کیسا ہی مجرم کسی کی چوکھٹ تو پناہ دہندہ کا فرض ہے کہ اس کو نیہ حمایت رکھے۔ جس زمانہ میں جے پور سے اور ہم سے دوستانہ اتحاد اور شراکت اس زمانے میں ہم نے زبردستی سے ان کے اس مذہبی عقیدے پر دست اندازی کی۔ مانا کہ وزیر علی مجرم اور قابل گردن مارنے کے تھا۔ مگر انگریزوں کی مجاز نہ تھی کہ اسے جے پور سے چھین لیں۔

جملہ انگریزی کی شرائط اور بھی سخت تھیں۔ ایک شرط یہ بھی خلاف مزاج تھی کہ جے پور کی آمدنی کا پانچواں حصہ انتظام حفاظت کے لئے طلب کیا گیا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ چالیس لاکھ روپیہ کی تنہائی مذکورہ بالا آٹھ لاکھ روپیہ کے علاوہ دلی چاہی اس شرط کو سن کر جے پور والے یہ خیال کرنے لگے کہ انگریز دیوالی نہیں بلکہ لالچی ہیں اور حفاظت ملکی اور امداد فوجی کی آڑ میں مہینوں سے زیادہ روپیہ لینا چاہتے ہیں۔

ادھر تو یہ ضابطہ عہدنامہ باعث اعتراض تھیں۔ ادھر کارپردازان ریاست گھبرا گئے کہ ریذیڈنٹ کی تقرری ہوئی اور ان کا اعتبار گیا۔ جو چیف شیکار اور حاضر دربار رہتے تھے ان کو بڑی کٹھنائیوں سے جاگیریں کسی خدمت لائق کے صلے میں یا کسی حکمت عملی خواہ قوت بازو سے حاصل کی ہیں۔ ان کا بچاؤ ہو گا اس سے ریاست کمیر اور سرکار انگریزی کے اتحاد میں لوا لگ گیا۔ قریب تھا کہ یہ چنگاری حوالی متصدیں ناکامیاب ہو کر اتفاق سے صورتہ اتفاقیہ ظہور میں آئی جہاں نے نیا رنگ پکڑا۔ مرہٹوں کا تاریخی جھنڈا قائم ہو گیا۔ اجمیر میں پھر انگریزی کے جھنڈے گڑ گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۰ ماہ اپریل ۱۸۱۸ء کو خواستہ و ناخواستہ ریاست جے پور کو عہدنامہ منظور کرنا پڑا جس کے رو سے مانجگان کچھوا ہہ برطانیہ اعظم کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوست اور باج گذار بن گئے ۔

جگت سنگھ ۲۱ - ماہ دسمبر کو جان بحق تسلیم ہوا - جانشینی کے معاملے میں ارکان ریاست اس عہد نامے کے رو سے با اختیار تھے - مگر اختیار سے فائدہ نہ اٹھا سکتے تھے انگریز راجہ اور جاگیرداروں کے باہمی تنازعات میں مصلح قرار پائے تھے - چنانچہ اس معاملے میں کسی کو اعتراض بھی نہ تھا - لیکن جب انگریزوں نے اصول و رواج ریاست کی لاعلمی سے مسند نشینی کے لئے دغا کے ساتھ دست اندازی کی تو رؤسائے آمیر سخت خلاف ہوئے - اور ان کو اپنے فرمانروا اور سرکار انگریزی کے اتحاد سے خوشی کے عوض ناراضگی پیدا ہوئی اور عہد نامے پر وہ افسوس کرنے لگے جو راجہ نے موقع محل دیکھکر عارضی طور پر منظور کر لیا تھا ۔

راجپوتانہ کی تمام ریاستوں میں وارث مسند اولاد اکبر ہی تسلیم کی جاتی ہے اس کے خلاف جو عملدرآمد ہو وہ شاذ و نادر ہے اور منو جی کے احکام سے مستثنیٰ - راجپوت لوگ احکام منو پر عامل ہیں - مگر رواج کی بھی پابندی کرتے ہیں خواہ ریاست ہو خواہ جاگیر ہر جگہ اولاد اکبر کی وراثت مقدم سمجھی جاتی ہے - وراث ریاست کو سوپت کمار اور کمار جی کا خطاب ملتا ہے - اور اور فرزند صرف کمار کہلاتے ہیں - وارث مسند کی ماں بھی راجہ کی پٹ رانی کہلاتی ہے - جو راجہ کے پہلو بہ پہلو بیٹھتی ہے - مگر ولیعہد کی پیدائش کے بعد اسے ماجی کا لقب حاصل ہوتا ہے - اور وارث مسند کی تربیت و پرداخت میں موروثی اہلکار اس کے مشورے کو مقدم سمجھتے ہیں ۔

والی ریاست لاولد مر جاتا ہے تو اس کے بھائی بھتیجوں اور خاص رشتہ داروں میں سے جانشین کا انتخاب کیا جاتا ہے - میواڑ میں رانا دت بابا کو استحقاق وراثت حاصل ہے - مارواڑ میں خاندان ایدر یعنی جوداکو - بوندی میں دونگاری اور کوٹہ میں آپ جی پلایتہ کو بیکانیر میں خاندان مہاجن کو - جے پور میں راجاوت یعنی مان سنگھ کی نسل کو مان سنگھ کی نسل میں تفریق ہے - راجہ مادھو سنگھ کے قبل کے لوگ راجاوت اور مانسنگوت مشہور ہیں - بعد کے مادھنی - راجاوت فرقے کے بہیوادی یعنی بھائی بیٹے زیادہ ہیں جن میں سے خاندان جہلائی کو استحقاق وراثت حاصل ہے بشرطیکہ حواس اور جسم میں کوئی خرابی نہ ہو ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آٹھویں شرط کی یہ غرض تھی کہ مہاراجہ اس کے وارث وجانشین حسب دستور اپنی ریاست اور علاقجات ماتحت کے مالک رہینگے۔ مگر اس شرط کی تعمیل میں ہماری خلاف ورزی نے بسم اللہ ہی غلط کردی اس لئے جے پور نے ہماری دست اندازی کے خلاف جو عمل درآمد کیا وہ بیجا نہ تھا +

چھٹی اور ساتویں شرائط خاص نفاق کی جڑ ہیں۔ اس سے محافظوں کی بدنیتی الگ ظاہر ہے۔ اور فریق ثانی کی الگ +

چنانچہ سرداران جے پور نے رزیڈنٹ کے سامنے کل کچا چٹھا ریاست کا رکھدیا اور دکھادیا کہ ملک کی آمدنی زیادہ سے زیادہ چالیس لاکھ ہے جس میں سے پانچویں شرط کے مطابق سوائی کا حصہ انگریز لے سکتے ہیں +

جس وقت ہم کو یہ اختیار حاصل ہوا کہ ہم مسند نشینی اور امور مالی میں دست اندازی کریں تو صاف ظاہر ہے کہ کارپردازان ریاست کی حرکتوں اور دربار کے جعل وفریب میں نظر رکھیں کل رجواڑے میں جو ٹھے دربار کا نام مشہور ہے اور رزیڈنٹ خواہ کیسے ہی مصلحت اندیشی کرے اس کو دربار کے مکر وفریب میں ضرور شامل ہونا پڑیگا ان نقایص کے ہوتے بڑی دوراندیشی اور بیحد عقلمندی کی ضرورت ہے۔ اور خواہ کوئی فریق کیوں نہ ہو یا تو گورنمنٹ کو ایک طرف ہونا پڑے گا۔ خواہ کل ملک کی کفالت کرنا ہوگی +

اب ہم ایک مصدقہ تحریر کے رو سے وہ واقعات بیان کرتے ہیں جو ایک صغر سن رئیس کی مسند نشینی کے معاملے میں پیش آئے +

جگت سنگھ کی وفات کے بعد صبح ہی موہن سنگھ مسند نشین کردیا گیا۔ یہ نوعمر منوہر سنگھ کا فرزند تھا اور منوہر سنگھ زور کا رئیس جسے سندھیا نے معزول کردیا تھا۔ آٹھ سو برس ہوئے جب خاندان زور نے خاندان جے پور کے پرتھی راج اول کو گود لیا جس کی چودھویں پشت بعد منوہر سنگھ کو جے پور کی گدی حاصل ہوئی۔ قبل میں ذکر ہو چکا ہے کہ جے پور کا کوئی وارث ریاست نہ ہو تو راجہ مان یا مادھنی راجاوت کے خاندانوں سے متبنے اقرار دیا جاسکتا ہے۔ جن میں سے اصلی حقدار بھلائی رئیس ہیں۔ اور ان میں کچھ خرابی ہو تو یہ استحقاق کا مایا خاندان جے پور کے بھائی بہنوں کو حاصل ہوگا +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جگت سنگھ کی جانشینی کے وقت جو خلاف ورزی عمل میں آئی وہ موہن ناظر داروغہ محلات کی وجہ سے تھی۔ جس کو دربار میں اچھی طرح رسوخ حاصل تھا۔ اور جس کی فراست و دانائی اور خوبی انتظام ملکی قابل تعریف تھی۔ گو اس نے اپنا فعل نمک حلالی پر مبنی کیا۔ مگر دراصل اس حکمت عملی اور خود اختیاری میں ذاتی اغراض مد نظر تھے۔ جانشین کی عمر صرف نو برس کی تھی اور اس کے ایام طفولیت تک ناظر کو موقع حاصل تھا کہ کوس لمن الملکی بجائے سنگھ ٹگی دالا راج کے بڑے جاگیرداروں میں تھا۔ اس نے علاقہ خالصہ کی اراضیاں دبا دبا کر ہی جاگیر بڑھائی تھی۔ اور ناظر کو اپنا پشت پناہ پنار کھا تھا کہ نکردت امیر کے بارہ خاندان عظیم الشان میں سے ایک زبردست فرقہ میگھ سنگھ کے شریک تھا۔ راج کے پروہت اور دھا بھائی اور کارپردازان خانگی سب ناظر سے متفق تھے اور سمجھتے تھے کہ راجہ کی نابالغی اور ناظر کی نظر عنایت ہی ان کی رفاہ و فوائد کا ذریعہ ہے۔ اگر کوئی بالغ فرمانروا مسند نشین ہوتا تو اس کے آگے دوں سے ان کو عہدوں کی بھی خیر منانا پڑتی ؛

ناظر نے یہ تجویز خاص اپنی رائے سے کی تھی۔ رانیوں کو بھی خبر نہ کی ارکان ریاست بھی لاعلم تھے۔ صبح ہوتے ہوئے موہن سنگھ کو سورج کے رتھ پر سوار کر کے شمشان میں روانہ کیا۔ جہاں اس نے کریا کرم کئے اور رسوم آہی نذریں پیش ہوگئیں۔ اور اس کا نام صاحب سنگھ ثانی قرار دیا گیا۔ اب ناظر کو یہ خواہش ہوئی کہ ایلچیوں کے ذریعے سے رؤسائے درباری کے دستخط منظوری حاصل کر لئے جائیں۔ اس تحریر میں بڑی حکمت عملی سے خوشامدانہ الفاظ لکھے گئے تھے مگر کوئی عہد و پیمان نہ تھا۔ رئیسوں کو اس حالت میں غور و فکر کی ضرورت ہوئی اور سب اس انتظار میں ہوئے کہ دیکھیں سرکار انگریزی کیا کرتی ہے۔ ناظر نے دہلی کے انگریزی حکام کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ کسی معتمد کو بلا توقف روانہ کریں۔ الگزنڈر معتمد جگت سنگھ کی وفات کے بعد چوتھے روز پہنچا۔ اور اس نے دریافت کیا کہ نردر کے خاندان سے جانشین کا انتخاب کیوں ہوا۔ اس کا حسب و نسب کیا ہے۔ اور اس کی مسند نشینی کے ساعی کون کون لوگ ہیں۔ ۱۱ جنوری کو یہ سوالات پھر دہرائے گئے۔ اور چاہا گیا کہ اس انتخاب کی منظوری رانیوں اور رئیسوں نے کر لی ہو تو دستخط منظوری پیش کئے جائیں ؛

ناظر اور معتمد انگریزی کے جوابات اطمینان بخش تھے۔ لہذا ۷ فروری کو گورنر جنرل کی چٹھی موسومہ ایجنٹ صاحب دربار میں سنائی گئی اور مان سنگھ کی رسم مسند نشینی پر تاب محل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں ادا ہوئی۔ ناظر نے اس وقت رئیسوں کی طلبی کا منشا ظاہر کیا۔ جس کے جواب میں وکیلوں نے عرض کی کہ سب مطیع و فرمانبردار ہیں۔ جس وقت یاد ہو فوراً آجائیں۔ لیکن مسند نشینی اس وقت جائز سمجھی جائیگی۔ جب پٹ رانی جی منظور کریں۔ یہ رانی راجہ جودھپور کی بہن تھی۔ اور اس کو ناظر کی تجاویز سے اتفاق نہ تھا۔ مارچ کے مہینے میں اس نااتفاقی کا جوش ہوا۔ جہلائی کے راجاوت نے تیر ترکش سمبھالے۔ خاندان نرور۔ اور ایسروا کے رئیسوں نے بھی تلواریں چکنائیں +

ایک فریق اس پرتھی سنگھ کے فرزند کا طرفدار بن گیا۔ جو سیندھیا کے زیر حمایت گوالیار میں جلاوطن تھا۔ اگر اس کی بے وقوفیاں اور بدچلنیاں طشت از بام نہ ہوتیں تو مادھو سنگھ کی خاندانی شاخ کی گئی ہوئی۔ حشمت و منزلت از سر نو ضرور قایم ہو جاتی +

انگریزی حکام اعلےٰ کو ادھر غلط فہمی ہوئی۔ ادھر رؤسائے ریاست متفق الرائے نہ تھے پٹ رانی اپنے ارادوں پر قائم تھی۔ اور راجاوت تلواریں تو بے ہوئے تھے ان حالات کو دیکھکر ناظر نے راجہ مان سنگھ والی جودھپور کو دلی قرار دیا۔ غرض یہ تھی کہ اس کا اس کی بہن پر دباؤ پڑے۔ لیکن راجہ مان سنگھ نے صاف جواب دے دیا کہ خاندان کچھواہا کے بارہ رؤسائے عظام کو اس معاملے میں دخل ہے۔ جب ان کے دستخط ہو جائینگے تو میں بھی دستخط کر دونگا اور میری بہن بھی +

گو ناظر۔ اس کے دوستوں اور معتمد انگریزی سے ملی بھگت تھی مگر مان سنگھ کے دو ٹوک جواب سے ان کے منصوبے مٹی ہو گئے۔ آخر ناظر نے اور حکمت کی یعنی موہن سنگھ کی شادی رانائے میواڑ کی پوتی کے ساتھ ٹھہرا دی۔ رانا کا بااختیار وکیل دہلی میں مقیم تھا اس نے اس شادی کے لئے بہت زور دیا۔ لیکن رانا کے ایک بارسوخ رئیس نے ساری تدبیر پلٹ دی اس نے رانا کو سمجھایا۔ کہ بارہ سال سے ہمشیرہ راجہ جے پور کے ساتھ شادی قرار پا چکی ہے قرارداد کا بھی تصفیہ ہو چکا ہے۔ اگر ناظر کی بات چل جاتی تو رانا فضول خرچی کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑتا بڑی شان و شوکت اور دھوم دھام سے جے پور میں بہت لانا تمام رؤسائے جے پور اس کی چشم و سر سے پیشوائی کرتے جن سے ثابت ہوتا کہ سب کچھ [illegible] ہے۔ مگر اس خبر نے تختے کا تختہ الٹ دیا کہ رانی کا پاؤں بھاری ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مسز حالانکہ ریاستوں میں ساری کی ساری بات مشتہر ہو جاتی ہے۔ گو ناظر منتظم محلات تھا تاہم تین مہینے تک حمل کا مخفی رہنا نہایت تعجب انگیز ہے۔ اگر جگت سنگھ کو ناظر اس کی زندگی میں یہ خوشخبری سناتا تو نہ جانے اس کا کتنے موتیوں سے منہ بھرا جاتا +

پہلی اپریل کو تین بجے راجہ مرحوم کی سولہ رانیاں اور رؤسائے عظام کی بیویاں راج محل میں فراہم ہوئیں تمام رئیس ڈیوڑھی میں جمع ہوئے۔ جانچ کی گئی تو معلوم ہوا کہ واقعی رانی حاملہ ہے۔ اس کے بعد گیارہ بجے تک محفل مشورت سرگرم رہی۔ اور بذریعہ تحریر اطلاع دی گئی کہ حمل کا امتحان کر لیا گیا جس وقت لڑکا پیدا ہوگا۔ اس وقت سے ہم اس کو اپنا آقا سمجھیں گے۔ کسی دوسرے سے کچھ غرض نہیں۔ اس تحریر کی تعمیل ایجنٹ کی خدمت میں بھیجنے کو ناظر کے حوالے کی گئی۔ جس کو بہت کچھ پس و پیش ہوا لیکن چارہ کار نہ تھا راٹھور رانی سے ایک پیش نہ گئی۔ اس نے بہت چاہا کہ رئیس یہ تحریر کر دیں کہ تنبیت راجہ مرحوم کی مرضی کے موافق تھی۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا +

رانی باجی صاحبہ کے اعزاز و اقتدار نے تمام رئیسوں کو اپنی طرف رجوع کر لیا مخالفوں کی زبان بندی ہوئی اور ۲۵۔ اپریل کو یہ خوشخبری سنائی دی۔ کہ راجہ جگت سنگھ کے رنواس میں راجکمار کا ظہور ہوا۔ تمام جے پور میں شادیانے بجے اور کل کچھ اہتمام نے اس ولادت کی خوشی میں جشن کئے۔ راجواڑہ سے شر و فساد کی بنیاد مٹ گئی۔ موہن سنگھ معزول ہوا۔ اور خیریت گذری کہ جے پور میں شدنی و ناشدنی معاملات پیش نہ آئے اور نہ انگریزی قوم پر بدنامی کا سایہ پڑا +

جے پور کے شروع سے آخر تک حالات حوالہ قلم ہو چکے اب شیخاوانی طرفے کا ذکر قلمبند کیا جائے گا۔ جو اسی ریاست کی ایک شاخ اسی کی برابر سرسبز اور بارآور ہوئی +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جماعت شیخاوالی

باب ۵

شیخاوالی گروہ کی وجہ تسمیہ۔ بالوجی والی آمیر سے سلسلۂ نسب۔ موکل جی کے فرزند کی فقیر کی دعا سے ولادت۔ شیخاجی ملک کی ترقی۔ رائے مل۔ سوجا۔ رائے سل۔ عطیات اکبری کھنڈیلا۔ اودے پور میں عمل ودخل۔ مہمات ملکی۔ گردھرجی کا قتل۔ ددار کا داس کا شیر ببر سے مقابلہ۔ خان جہان لودی۔ رسنگھ دیو۔ اس کے بیٹے کا حکومت پر قبضہ۔ بہادر سنگھ بسماری معابد ہنود کے لئے اورنگ زیب کا حکم۔ بہادر سنگھ کی ریاست سے روپوشی۔ سوجا سنگھ رائے سلوت کا قتل۔ مندروں کی سماری۔ شاہی تھانہ کا قیام۔ کیسری سنگھ اور فتح سنگھ۔ بھائیوں میں ریاست کی تقسیم۔ فتح سنگھ کا قتل کیسری سنگھ کا فوج شاہی سے مقابلہ۔ قتل۔ اودے سنگھ کی اجمیر میں نظر بندی۔ کھنڈیلا پر دوبارہ قبضہ۔ رئیس منوہر پور کی سرداہی کا عزم۔ مگر اس کے فریب سے ناکامی جے سنگھ والی آمبر کی خدمت میں پناہ گزینی۔ اطاعت گذاری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شیخاواٹی فرقہ آمیر کی ایک بڑی جاگیرداری شاخ ہے۔ لیکن خوبی قسمت و موافقت ایام نے اس کو ریاست آمیر کا ہمپلہ بنا دیا۔ اس گروہ کا کوئی ذاتی قانون نہیں نہ کوئی خاص سرغنہ تھا۔ مگر جو کام کیا جاتا ہے وہ فواید عامہ کی غرض سے یہ فرقہ امور ملکداری سے ماہر ہے۔ اور جب کوئی معاملہ یا مرحلہ پیش آتا ہے تو قوم کے کل رئیس اودے پور میں مجتمع ہو کر ضروری مشورہ کر لیا کرتے ہیں +

راجہ اودے پور کے تیسرے فرزند کا نام بالوجی تھا۔ شیخاوٹ رئیس اسی کی اولاد ہیں۔ راجہ اودے کرن نے سمت ۱۴۴۵ یعنی ۱۳۸۹ء میں آمیر کی گدی پائی تھی۔ اس زمانہ میں شیخاواٹی کا کل علاقہ مہاراجگان دہلی کی چوہان اور تواراولاد کے قبضے میں تھا۔ یہ لوگ کسی کے طاعتگذار نہ تھے۔ لیکن دہلی کے اہل سیف اور اہل اسلام قوت بازو سے ان کو دبا کر خراج لے لیا کرتے تھے +

بالوجی کی ذات سے کئی فرقے قائم ہوئے۔ شیخاواٹی کا گروہ اسی کے پوتے شیخاجی کی اولاد میں ہے۔ بالوجی کی جاگیر امرتسر میں تھی۔ اس کے تین بیٹوں میں سے موکل جی باپ کا جانشین ہوا۔ کھیم راج کی اولاد کثیر بالاپوت کہلاتی جس کی ایک شاخ کچھواہہ قوم کی بارہ کوٹری میں شریک ہو گئی۔ کہارو کے فرزند کمن کی نسل نے کمناوت کا خطاب پایا لیکن اب اس کا نام و نشان نہیں +

موکل پہلے لاولد تھا۔ لیکن ایک مسلمان مرتاض کی دعا سے اس کی امید بر آئی اس ولی کو شیخ برہان کے نام سے شہرت تھی۔ اس لئے اس کے نام پر فرزند موکل کا نام شیخاجی رکھا گیا۔ جس سے قوم شیخاوت کی ایک کثیر تعداد راجپوتانہ میں آباد ہے۔ شیخ برہان کا مزار راجپور سے ۶ میل اور سکونت موکل سے ۱۴ میل کے فاصلے پر موجود ہے۔ اس شیخ کا زمانہ حملہ تیمور کے بعد تھا۔ اس لئے بہادر اور قناعت پسند راجپوتوں کو دعوت اسلام کے لئے اس نے یہاں قیام کیا۔ فقیر ادھر ادھر گھومتا گیا تھا۔ امرتسر کے ایک جنگل میں ٹہل رہا تھا کہ موکل بھی پہنچا شیخ نے اس کو جا کر دعا کی اور کہا بابا کچھ فقیر کے لئے بھی حکم ہوتا ہے۔ جواب ملا جو ارشاد ہو۔ فقیر بولا۔ بس تھوڑا سا دودھ پلوائے۔ اور یہ کہکر ایک بے دودھ بھینس کے تھن سے دودھ دہ لیا +

موکل دیرینہ سال تھا وہ اس بات کو کرامت سمجھا اور اس نے درخواست کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ وہ حضرت ابھی تک لاولد ہوں کچھ کرامات دکھائے یا میعاد مقررہ کے بعد دعا سے اثر
کیا موکل کو ولادت وارث کی خوشی ہوئی اور اس کا نام شیخا رکھدیا۔ شیخ برہان کا حکم تھا کہ
بچہ جو بدھی یا سہرا استعمال کرے اسے درگاہ میں چڑھا دیا کرے۔ پوشاک میں سیاہ
پاجامہ اور سیاہ ہی ٹوپی رہے۔ سور کے گوشت سے قطعی حذر کرے۔ خون دار گوشت
نہ کھائے۔ اور جب اس کی نسل میں لڑکا پیدا ہو تو محمدی کلمہ پڑھ کر قربانی کے بکرے
کا خون اس پر چھڑکا جائے۔ چار سو برس گذر گئے ہیں۔ لیکن آج تک شیخاوت فرقے
میں ہدایت شیخ کی تعمیل ہوتی ہے۔ شیخاوت قوم دس ہزار میل مربع
میں آباد ہے۔

راجپوت زمانہ قدیم سے ایک روز ضرور سور کا گوشت کھاتے ہیں مگر شیخاوت
نے اس کا شکار بھی چھوڑ دیا۔ اب درگاہ میں سہرے اور بدھی چڑھانے کا تو رواج
نہیں لیکن لڑکے دو برس کی عمر تک سہرا اور کالا گھنٹا پہنتے سیاہ ٹوپی رکھتے ہیں شیخ برہان
کی اس قدر عزت کی جاتی ہے کہ قوم شیخاوت نذر دجھنڈے میں کالا پھریرا استعمال کرتی
ہے اور اعتقاد یہاں تک ہے کہ جو شخص باعتقادی خواہ بعد مسافت یا کسی خاص وجہ سے
بدھی نہیں چڑھا تا وہ پھولتا پھلتا نہیں۔ خواہ کچھ ہی ہو۔ راجپوت اس معاملے میں بھی
اپنی سادہ لوحی عقیدتمندی اور استقلال طبیعت کا ثبوت دیتے ہیں کہ امرتسر اور اس
کی لحفہ جاگیر گو شاہ میر ہے لیکن شیخ برہان کی درگاہ اُن کی امید گاہ ہے شیخ کی اولاد
کے سو گھر شہر نالا کے قریب آباد ہیں۔ اور ان کو جاگیریں ملی ہوئی ہیں۔

شیخا نے نمالا ہوائی میں گردونواح کے تین سو ساٹھ دیہات فتح کئے۔ اس کے اس عروج
پر امیر نے کان کھڑے کئے۔ فوج کشی ہوئی اور شیخا جی نے بینی کے پٹھانوں کی مدد سے تو انکا
میں دو شجاعت دی۔ قوم شیخاوت اب تک راجہ امیر کی مطیع ہے اور خراج میں صرف ایک گھوڑا نذر کیا کرتی

قوم شیخاوت سنا ول اول ایسا زور پکڑا اور ایسے تنازعات پیدا کئے کہ خود راجہ امیر کے
وضع خود مختاری حاصل کی لیکن سوائی جے سنگھ نے مملکت جے پور کی موجودہ حدود کے زمانے میں طاقت حرف
کر کسان کا اچھی طرح سے کچلا کر دیا وصول کیا شیخا جی سے اپنے فرزند کے لئے ایک اچھی اور
موضع ریاست بھوا مراس کے تین فرزندوں کرن سے سال اور گوپال تھے جن میں سے
کرن کو امرتسر تین سو ساٹھ شہروں اور دیہات کی حکومت داصل ہوئی سے سال کو نالا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور گوپال کو چہارنی کی جاگیریں ملیں رائے سال کچھ ایسا خوش قسمت تھا جس کی ذات سے قوم شیخاوت کا حسن اتفاق سے ایسا عروج ہوا کہ خدا ہمیشہ راجپوتوں کو نصیب رکھے ۔

لون کرن کی دیوانی کا عہدہ دیبی داس بقال کو ملا تھا اس شخص کی عقل و فہم۔ دانائی و ذکاوت کے سب قائل تھے۔ ایک دن باتوں میں اس کی زبان سے نکل گیا کہ عقل اور خوش قسمتی خداداد ہے اور اس نعمت عظمے کے مقابلے میں بادشاہت کی بھی کچھ وقعت نہیں۔ لون کرن الجھ پڑا اور جوش غضب میں بولا کہ اس کے بھائی رائے سال سے لاہتی میں اپنے دعوے کا امتحان کرے۔ دیوان حیلہ شرعی سمجھ گیا اور مع قبائل و مال متاع لاہتی کی راہ لی ۔

رائے سال نے حسب مقدرت خاطر تواضع کی لیکن دیبی داس سمجھ گیا کہ یہاں لفافہ ہی لفافہ ہے رائے سال کی آمدنی جب اس کی کفالت نہیں کر سکتی تو اس کا دعوے کیا خاک صحیح ہوگا اس نے رائے سال کو صلاح دی کہ دونوں دہلی کے دربار شاہی میں چلکر قسمت آزمائی کریں اور دیکھیں کہ وہاں کس کل اونٹ بیٹھتا ہے رائے سال بیس سواروں کے ہمراہ عین اس موقع پر دہلی میں وارد ہوا جب افغانوں کی یورش کے انسداد کی غرض سے فوج کمربستہ ہو رہی تھی۔

رائے سال بھی فوج کے ساتھ ہو لیا اور سپہ سالار لشکر کے دیکھتے دیکھتے فوج دشمن کے سپہ سالار کو اس بہادری سے قتل کیا کہ بے ساختہ زبان سے واہ نکل گئی اور لشکر مخالف جی چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ رائے سال اجنبی تھا سپہ سالار شاہی نے بہت تحقیقات کی کہ اس فتح کا بانی کون ہے۔ لیکن کچھ پتہ نہ چلا آخر اس نے جشن دعوت منعقد کیا اور تمام افسر فوج یکے بعد دیگرے سامنے بلائے جب رائے سال کی باری آئی تو سپہ سالار نے پہچان لیا کہ دشمن کا قاتل یہی ہے۔ اس نے نام و نشان پوچھا تو کل کیفیت معلوم ہوئی لون کرن بھی لشکر شاہی کی کمک پر تھا۔ اس کی طلبی ہوئی اور رائے سال سے سامنا ہوا تو اس نے سخت ناراضگی ظاہر کی۔ اور کہا کہ بے اجازت شریک جنگ ہونے سے مطلب؟ لون کرن کا عتاب بالکل فضول ثابت ہوا ۔

اکبر شاہ نے رائے سال کو خطاب درباری سے سرفراز کر کے چندیل راجپوتوں کے اضلاع رواسو اور کہاسلی عطا فرمائے۔ اور اس سرفرازی کے بعد بہت ہی جلد اس کو مہم بھٹیر کی شرکت کا حکم ہوا اس مہم کی کارگذاری کے صلے میں ان نربھان راجپوتوں کے مقبوضات یعنی کھنڈیلا اور اودے پور عطا ہوئے جنہیں اطاعت شاہی سے گریز ہی نہ تھا۔ بلکہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لوٹ مار سے امن وامان میں خلل انداز تھے +

رائے سال جانتا تھا کہ نربھان راجپوت موم نہیں نہ ان کو ان کے موروثی علاقے یعنی بپوتا سے محروم کر دینا آسان ہے۔ اس نے سوچا کہ بے کشت وخون صرف حکمت عملی سے کام نکلے تو زہے نصیب۔ ابھی بھٹنیر کی مہم درپیش نہ ہوئی تھی کہ اس کی شادی کھنڈیلا کی راجکماری کے ساتھ قرار پائی۔ شادی میں جو جہیز ملا اس پر حجت ہوئی جب تکرار بڑھی تو نربھان تیز وترش ہو کر بولا کہ اب یہاں پہاڑ کے پتھروں کے سوا اور کچھ نہیں شگونی رائے سال کے ہمراہ تھا اس نے رائے سال کے کان میں کہا کہ یہ فقرہ یاد رکھ اسی وقت سے رائے سال کو کھنڈیلا کے قبضے کی فکر ہوئی شاہی طاقت کے برتے پر اس نے کھنڈیلا پر چڑھائی کر دی۔ نربھان کو مقابلے کی تاب نہ تھی لہذا وہ کھنڈیلا سے بھاگ کھڑا ہوا۔ باشندے اطاعت گذار ہو گئے۔ مقام کھنڈیلا شیخاواٹی کا دارالریاست بن گیا رائے سال کی اولاد رائے سلوت کہلائی جس کی شیخاواٹی کے جنوب میں سکونت ہے۔ دوسری سدھانی شاخ شمال میں آباد ہوئی۔ قبضہ کھنڈیلا کے بعد رائے سال نے اودے پور عرف کسومبی کو بھی نربھان سے چھین کر اپنا عمل دخل کر لیا +

رائے سال میواڑ کے شیر بیشۂ شجاعت یعنی رانا پرتاب سنگھ اور افغانان کابل کی مہم میں اپنے سرتاج راجہ مان سنگھ امیر والا کے شریک رہا۔ اور اپنی قابلیتوں سے ہر مہم کے صلے میں سرفرازیاں حاصل کیں۔ اس کے انتقال کے حالات دریافت نہیں ہوئے مگر اس کے سوانح زندگی نے دیوان دیبی داس کا یہ قول صحیح کر کے دکھا دیا کہ تدبیر وتقدیر یا عقل ومقدر موروثی جائداد سے زیادہ مقدم ہے +

رائے سال نے جب وفات پائی اس کا ملکی انتظام بہت درست اور ملک آباد وخوشحال تھا۔ اس کے سات فرزند حسب ذیل تھے۔ جن سے بہو جانی۔ لارخانی۔ تاج خانی۔ پرسرام پوت۔ ہر رام پوت خاندان قائم ہوئے جو رجواڑہ میں شیخاوت کے لقب سے معروف ہیں +

(۱) گردھر۔ جاگیردار کھنڈیلا ورواسو

(۲) لارخاں " کچہریا داس

(۳) بھوج راج " اودے پور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۴) نرمل راؤ جاگیردار کاسلی و ۴۰ دیگر دیہات

(۵) پرسرام " بیائی

(۶) ہررام جی " موندری

(۷) تاج خاں بلا جاگیر

کھنڈیلا کی شاخ سب سے بڑی ہے۔ مگر بھوج راج کی اولاد نے اپنی تعداد اور ترقی جائداد سے اس پر سبقت حاصل کر لی ہے۔

گردھرجی اپنے والد کی طرح شیر دل اولوالعزم اور عقلمند تھا اس نے ایک موقع پر ایسے جوہر شجاعت دکھائے کہ شاہنشاہ نے راجہ کا خطاب مرحمت فرمایا ان ایام میں سلطنت کی بدنظمی سے میوات کے میو قزاقوں نے یہاں تک سر اٹھایا کہ دارالریاست شاہنشاہی کے متصل بھی لوٹ مار سے نہ چوکتے تھے۔ اس قزاق گروہ کی سرکوبی و گرفتاری کا کام راجہ کھنڈیلا یعنی گردھرجی کے سپرد ہوا۔ رئیس مذکور نے سوچا کہ لشکر جرار لیجانا درست نہیں اس سے گروہ مخالف پہاڑی محفوظ مقامات میں روپوش ہو جائینگے۔ اور سرکوبی وقت طلب ہو جائیگی۔ اس خیال سے اس نے ایک منتخب سپاہ سے دشمنوں پر چڑھائی کی مخالف بھی جیوٹ کے ساتھ مقابل ہوئے۔ لڑائی چھڑی جس میں میواتیوں کا سرغنہ تہ تیغ ہوا گردھرجی کا آفتاب زندگی دریائے جمن میں غروب ہوا۔ اس کی واردات قتل سے واضح ہو سکتا ہے کہ دربار شاہی کے نالائق مصاحبوں اور راجپوتوں کے طریق عمل میں کس قدر فرق تھا۔

راجہ کھنڈیلا کا ایک ملازم کسی لوہار کی دکان پر اپنی تلوار درست کر رہا تھا اتنے میں ایک مسلمان اسی طرف آنکلا۔ اور راجپوت سے دل لگی کی سوجھی۔ پہلے اس نے تمسخر سے کچھ بیہودہ سوالات کئے جن کا جواب راجپوت نے اپنی زبان میں دیا مسلمان اس کے لب و لہجہ اور طرز تقریر پر ٹھٹھے لگاتا اور منہ چڑھاتا رہا۔ اور بعد میں ایک جلتی ہوئی لکڑی اس کی پگڑی پر رکھدی۔ راجپوت نے اس شرارت کو بھی ہنسی میں ٹالدیا۔ لیکن مسلمان پگڑی جلنے سے اور بھی بکر کو دمچانے اور راجپوت کو الو بنانے لگا۔ اب راجپوت سے ضبط نہ ہوا اور تلوار اٹھا کر ایک ایسا ہاتھ رسید کیا کہ مسخرے مسلمان کا سر قدموں پر لوٹنے لگا جس وقت مقتول کے دربار رس آقا نے واقعہ سنا اپنی سپاہ راجہ کھنڈیلا کی زد و کوب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے لئے روانہ کی۔ رئیس موصوف اس وقت دریائے جمن کے کنارے پوجا پاٹ میں مشغول تھا۔ نہ کوئی ہتھیار پاس تھا نہ ملازم۔ اسی حالت میں دربار رس رئیس کے ملازم یکایک سر پر جا پہنچے۔ اور بے گناہ کو تلواروں پر رکھ کر زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

گردھرجی کے بعد دوارکا داس فرزند اکبر مسند نشین ہوا رئیس منوہر پور کو اس وجہ سے حسد ہوا کہ وہ بھی لون کرن کی شاخ کلان میں اپنے کو مستحق حکومت سمجھتا تھا۔ ایک روز شاہنشاہ دہلی نے ایک شیر ببر زنجیر میں باندھ کر سب کو حکم دیا کہ مقابلہ کریں رئیس منوہر پور نے دوارکا داس کا نام لیکر عرض کی کہ اس بادشاہ صحرا سے وہی مقابلے کے لائق ہے۔ دوارکا داس رئیس منوہر پور کا مکر و فریب سمجھ گیا۔ لیکن کچھ پرواہ نہ کی اور ہنسی خوشی نہا دھو کر پوجا پاٹ کر کے نہتا بے ہتھیار شیر کے سامنے جا پہنچا۔ اس کے ہاتھ میں چانول۔ دہی۔ چندن کا تھال تھا پہنچتے ہی شیر کے ماتھے پر روچنا کی ہار پہنایا اور جس وقت ڈنڈوت کو جھکا۔ شیر ببر زبان سے منہ چاٹنے لگا۔ کچھ بھی چوں نہ کی۔ تماشائی حیران رہ گئے۔ اور شہنشاہ اس کے اقبال اور درازی عمر کا قائل ہوا۔ اس نے دوارکا داس کو شاباش دی۔ اور حکم دیا کہ جس چیز کی خواہش ہو بے تکلف مانگ لے۔ دوارکا داس نے صرف یہی عرض کی کہ قبلۂ عالم آیندہ کسی کو ایسی جان جوکھوں میں نہ ڈالا کریں۔ اس کے سوا اور کوئی خواہش نہیں۔ شاہنشاہ اس گذارش سے جھیپ گیا۔ اور دوارکا داس کی اقبال مندی سے جان بچ گئی۔

خان جہان اور راجہ کھنڈیلا دونوں شیر شکر تھے۔ آپس میں اتفاق و اتحاد کی قسم تھی۔ ایک موقع پر شاہنشاہ دہلی نے خان جہان کے قتل کا حکم نافذ کیا۔ دوارکا داس نے خان جہان کو فوراً خبر کی اور مشورہ دیا کہ یا تو تہ تیغ ہو یا راہ فرار اختیار کرے۔ چنانچہ بقول فرشتہ رئیس شیخاوت بھی اس کی رفاقت میں جان بحق تسلیم ہوا۔ ایسے واقعات قتل گذشتہ زمانوں سے دلاوروں اور بہادروں کے کارناموں کے لئے ایک خوشنما زیور ہیں۔ نہ خان جہان رہا نہ دوارکا داس لیکن واقعات یادگار زمانہ ہیں۔

دوارکا داس کا فرزند نرسنگھ دیو جب مسند نشین ہوا تو اس نے مہم دکن میں شرکت کی پرمالا کی فتح کے لئے اس نے جو کارنمایاں کئے۔ اس کے معاوضے میں اسے وہیں کی سرداری ملی۔ کھنڈیلا کے سوانح نگار اسی کے سر فتحمندی کا سہرا رکھتے ہیں لیکن غالب ہے کہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ جے سنگھ مرزا راجہ کے ہمراہیوں میں ہوگا۔ کیونکہ راجہ مذکور اپنی قوم کا ایک سربرآوردہ سرغنہ ہی نہ تھا۔ بلکہ دربار شاہنشاہی میں بھی اس کی عظمت تھی +

نرسنگھ دیو کے سات بیٹے تھے۔ بہادر سنگھ۔ امر سنگھ۔ سیام سنگھ۔ چک دیو۔ بھوپال سنگھ۔ موکری سنگھ۔ دیہم سنگھ۔ بہادر سنگھ کو کھنڈیلا کی جاگیر ملی تھی۔ اور بھائیوں کو دوسری جاگیریں یہ سب بھائی خاندان راے سالوت کی ترقی کا باعث ہوئے۔ بلکہ نرسنگھ دیو دکن میں شاہی خدمات انجام دے رہا تھا۔ کہ فرزند کی مسند آرائی کا آوازہ بلند ہوا۔ وہ صرف چار سو سوار ہمراہ لے کر وہاں سے راہی کھنڈیلا ہوا۔ دو کوس کی مسافت باقی تھی کہ ایک جاٹنی سے کھانا مانگا اور ہدایت کی کہ ذرا گھوڑا دیکھتے رہنا خبردار کوئی لے جانے نہ پائے۔ جاٹنی نے تیور پر بل ڈال کر کہا کہ کیا بہادر سنگھ کی عملداری سے واقف نہیں۔ گھوڑا کیا سونا بھی ڈالدو تو کوئی نظر نہ اٹھائے۔

بہادر سنگھ بیٹے کی خوش انتظامی کی تعریف سن کر پھڑک اٹھا اور دکن میں واپس جاکر وہیں وفات پائی +

بہادر سنگھ اپنے والد کی وفات کے بعد دکن کو روانہ ہوا وہاں کسی مسلمان رئیس نے کچھ بدکلامی کی۔ اور اورنگ زیب بھی ٹال گیا تو وہ وہاں سے واپس آگیا۔ منصب وغیرہ سب ندارد ہوئے اور متعصب اورنگ زیب نے جزیہ جاری کر کے مندروں کے مسمار کرنے کو احکام نافذ کر دئے +

شیخاوت کے مخالفوں کو تحصیل جزیہ اور بربادی منادر کی خدمت سپرد ہوئی۔ کھنڈیلا کی آرایش و رونق آفتاب لب بام ہوگئی اور بہادر سنگھ لفظ بہادر کے نام کو بٹہ لگا کر دارالریاست سے کھسک گیا +

شاہی فوج دو کوس پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی مگر کوئی سامنے نہ آیا۔ جس وقت جاٹولی کے رئیس سجان سنگھ نے سنا کہ بہادر سنگھ منہ چھپا گیا اور مسلمان مندروں کے کھودنے کو سر پر آپہنچے۔ تو وہ شادی سے فراغت کرتے ہی سرحد مارواڑ سے مکان پر واپس آیا اور اپنی ماں اور رانی سے رخصت چاہی۔ جب اعزا نے سنا کہ سجان سنگھ راے سال کے بیٹے بھوج راج کی شجاعت و ناموری کا وارث اپنے مندروں کی حفاظت کے لئے ہتھیلی پر جان لے رہا ہے تو سب جمع ہوئے۔ اور بہت کچھ فہمایش کی۔ سجان سنگھ نے جواب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیا۔ کہ بلاسے بہادر سنگھ نے راہ گریز اختیار کی۔ کیا میری رگوں میں راٹے سال کا خون نہیں۔ افسوس ہیں اپنے ٹھاکروں کی بے عزتی دیکھوں تف ہے میرے جیتے جی مقدس مندر کھودے جائیں۔ اور میں آنکھوں سے دیکھوں۔ راجپوتوں کا ایسے ہی موقع پر کٹ مرنا ہی دھرم ہے۔ اس تقریر نے سب کی منطق روکی۔ اور ساٹھ بہادروں نے مندروں کی حفاظت کا بیڑا اٹھا کر اس کی رفاقت اختیار کی۔ بہادر سنگھ کے کچھ اہل فوج بھی اس کے ہمراہ ہو گئے اور کھنڈیلا میں کشت وخون کا سامان ہونے لگا۔ حکام شاہی کو پہلے اس معاملے کی خبر نہ تھی۔ جب اس جماؤ کی اطلاع ملی تو نہ معلوم انجام بینی یا رحمدلی سے انہوں نے دو شیخاوت سردار خیمے میں بلائے اور کہا کہ شاہی حکم تو یہی ہے کہ مندر مسمار کر دئے جائیں۔ لیکن اظہار اطاعت ہو گا تو صرف کلس توڑنے پر کفایت کی جائیگی رئیسان شیخاوت اس امر پر راضی نہ ہوئے۔ اور روپیہ تک دینا منظور کیا۔ لیکن حکام شاہی ہٹ پر قایم رہے۔ جب یہ مندر بھی تو ایک رئیس آگ بگولا ہو گیا۔ تلوار کھینچ کر بولا کہ کلس توڑنا تو درکنار۔ یہ مٹی کا تودہ تو پہلے اڑا کر دیکھو۔ اس کے جوش وخروش کو دیکھکر افسر شاہی کو بھی ہنسی آگئی اور بولا کہ خیر نہیں مانتے تو جاؤ۔ جو شدنی ہو گی سامنے آئے گی۔

کھنڈیلا کا مقام بالکل غیر محفوظ تھا۔ صرف ایک دروازہ سے کوہی راستہ کی آمد ورفت جاری تھی۔ مندر رئیس کے محل ہی کے قریب تھا کچھ لوگ دروازے کے محافظ ہوئے اور سجان سنگھ نے مندر کی حفاظت اپنے ذمہ لی۔ جس وقت دشمن ظالم حملہ آور ہوا دروازے کے محافظ جان پر کھیل کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور بڑی بہادری سے جان دی۔ جب فوج مخالف مندر کی طرف بڑھی راجپوت ٹھاکر جی کی یوجا کے مقابل ہوئے۔ بہتوں کو مار اور مر گئے۔ سجان سنگھ نے خوب مقابلہ کیا لیکن کام آیا۔ اب مندر کھودا گیا مورتیاں توڑ توڑ کر مسجد کی نیو میں ڈالی گئیں اور بعد میں مسجد تیار ہوئی راجپوتانہ میں کوئی ایسا مقام نہیں۔ جہاں راجپوتانہ نے مندروں کی حفاظت کے لئے متعصب وشریر النفس اورنگ زیب کا مقابلہ نہ کیا ہو اور جہاں کی زمین میں اُن کا خون جذب نہ ہوا ہو۔ کھنڈیلا میں اورنگ زیب کی طرف سے تھانہ قایم کیا گیا۔ لیکن اہلکار بدستور معین رکھے ردوبدل نہ کیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بہادر سنگھ کھنڈیلا کے قریب ایک شہر میں مقیم تھا۔ دیوان کے ذریعے سے اسکو
نی من پیداوار ایک سہرا اور نی روپیہ آمدنی راہداری ایک پیسہ ہاتھ آتا تھا۔ ایک عرصے
کے بعد اسے مکان اور باغ واپس ملے۔ اورنگ زیب کے عہد میں ریاست بھی ہاتھ
آئی۔ لیکن بادشاہ کی طرف سے ایک جنگی تھانہ قایم تھا۔ جس کے مصارف رئیس کو ادا
کرنا پڑتے تھے۔ بہادر سنگھ کے تین فرزندوں کے نام یہ ہیں ؛

کیسری سنگھ۔ فتح سنگھ۔ اودے سنگھ ؛

کیسری سنگھ نے قبضہ حکومت کے لئے اپنے بزرگوں کی تقلید پسند کی چنانچہ اپنے
ہوا خواہوں اور فتح سنگھ اپنے منجھلے بھائی کے ساتھ دربار شاہی میں باریابی کے لئے
روانہ ہوا۔ منوہر پور کا رئیس دربار شاہی میں پھر بار رسوخ ہو گیا تھا۔ اس کو فکر ہوئی کہ کہیں
خاندان کھنڈیلا کی پھر نہ چڑھ بنے۔ اس لئے اس نے فتح سنگھ کو ابھارا اور اقرار کیا کہ اس
کے ذریعے سے ریاست تقسیم ہو جائیگی۔ فتح سنگھ جنگ پر چڑھ گیا۔ رئیس منوہر پور کی
حکمت عملی کارگر ہوئی مگر دیوان کو خاندان آقا کی بربادی منظور نہ تھی وہ کھنڈیلا میں لوٹ
آیا اور دونوں کی ماں یعنی گور قوم کی رانی کے مشورے سے مردم شماری اور پیمایش کے
بعد تین حصہ کیسری کو دیا گیا اور دو حصہ فتح سنگھ کو۔ فتح سنگھ کے بعد کیسری سنگھ
نے کاوڑیا میں قیام کیا۔ اور فتح سنگھ نے کھنڈیلا میں۔ لیکن جب کبھی کیسری سنگھ کھنڈیلا
میں وارد ہوتا تو فتح سنگھ وہاں نہ رہتا تھا۔ عرصے تک یہی رنگ رہا۔ آخر دیوان نے
رئیس منوہر پور کی چال گردبر کر دی اور دونوں بھائیوں کو مصالحت کے بہانے سے
کاوڑیا میں یکجا کیا۔ جہاں فتح سنگھ کی جان گئی اور دیوان بھی اس کے ساتھ خون
میں ڈوبا وجہ یہ ہوئی کہ فتح سنگھ پر جب تلوار پڑی پہلا دیوان کی گردن چھید گیا ؛

کیسری سنگھ نے اس طور پر پوری ریاست پر قبضہ کر کے دربار شاہی کی خریداری
سے یہ ارادہ کر لیا کہ نہ ریواسو کا خراج خزانہ اجمیر میں داخل کرے نہ کھنڈیلا کا باج
نارنول میں۔ اس پر سید عبداللہ وزیر نے ناراض ہو کر رئیس کھنڈیلا کی گوشمالی کے
لئے فوج روانہ کی جس کے مقابلے کے لئے راے سلوت فرقہ نے کمر ہمت چست
باندھی۔ اور اس کے مخالف یعنی رئیس منوہر پور نے بھی اپنے دھابھائی کو کمک کے
لئے روانہ کیا فوج شاہی دیولی میں صف شکن ہوئی۔ کیسری سنگھ تلوار تول کر حملہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آوروں کے مقابل ہوا۔ قریب تھا کہ شیخات فتح کا پھریرا اڑائیں۔ کہ رئیس منوہر
نے دلی کاوش سے اپنی فوج میدان جنگ سے ہٹالی اور کاسلی کے وفادار رئیس
نے جان دی اس کے علاوہ رئیس لارخانی نے بھی ریواسو پر قبضہ کرنے کی دھن
میں عین وقت پر دغا دی۔ جس وقت جے جے کی آواز کان میں گونجی ہی تھی کہ کیسری سنگھ
کو مایوسی کا سامنا ہوا۔ اس کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ ہائے فتح سنگھ نہ ہوا اس
سے امید نہ تھی کہ یوں کنائی کا لڑا۔ حالانکہ رفیق دغا دے گئے۔ مگر اس نے میدان
نہ چھوڑا اور ہرچہ بادا باد کہکر کٹ مرنے کو اسی دم خم سے ثابت قدم رہا۔ اودے سنگھ
اس کا بھائی مصروف کارزار تھا۔ کیسری سنگھ نے کہلا بھیجا کہ تم جان بچا کر میدان سے
ہٹ جاؤ لیکن اس نے اس خیال کو سخت نفرت کے ساتھ سنا اور رئیسوں نے
لاکھ چاہا کہ کیسری سنگھ بھی جان سے ہاتھ نہ دھوئے۔ مگر اس کا جواب یہ تھا کہ میں نے
بھائی کا خون گردن پر لیا شادی کی بہو نہ بانٹ کر بیکانیر کے چارنوں کی بددعا لی
رسوائیاں کیا کم ہیں۔ کہ تیسرا کلنک ماتھے پر لگاؤں۔ ہاں اودے سنگھ کا بچاؤ ضروری
ہے تاکہ خاندان کا نام و نشان باقی رہے۔ اودے سنگھ نے مجبوراً دست کشی اختیار
کی۔ اور جس وقت چاروں طرف تلوار آگ برسا رہی تھی۔ کیسری سنگھ نے اپنے جسم کا
گوشت کاٹ کر اونی دیوی کو چڑھایا۔ جب اس کے جسم سے خون نہ نکلا تو اس کے چچا
محکم سنگھ رئیس اسودا نے اپنا خون نذر کیا۔ تاکہ دیوی ماتا کھنڈیلا کی حفاظت فرماویں
اس کے بعد جو منتر پڑھے گئے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ چڑھاوا مقبول ہوا اور سات
پشت تک کھنڈیلا کی حکومت قایم۔ اس قربانی کے بعد کیسری سنگھ نے میدان جنگ
میں جان دی۔ دشمن شہر پر قابض ہوئے۔ اودے سنگھ اجمیر میں مقید ہوا۔ اب اودے پور
اور کاسلی کے رئیسوں نے کھنڈیلا پر حملہ کیا۔ دیوناتھ تین سو ترکوں کے ساتھ قتل
ہوا۔ رئیسان [illegible] کھنڈیلا پر قبضہ ہو جانے سے تین برس کی قید کے بعد اودے سنگھ
کے دن پھرے۔ صوبہ دار اجمیر نے اس شرط پر رہا کیا۔ کہ وہ کھنڈیلا کا قبضہ دلاوے
نواب نے رہائی کے لئے ضمانت چاہی۔ اس کی ماں ضامن ہوئی۔ اودے سنگھ نے کھنڈیلا
خالی کرا لیا۔ صوبہ دار اجمیر اس کی وفاداری و راست کرداری سے ایسا خوش ہوا کہ ایک رقم
کثیر پر کفایت کر کے ریاست عطا کر دی *

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اودے سنگھ نے حصول حکومت کے بعد ہی رئیس منوہرپور کی خبر لینے کو رفقا فراہم کئے دھابھائی مقابل ہوا۔ اور سخت خونریزی کے بعد راہ گریز اختیار کی منوہرپور کے محاصرے سے مفر نہ دیکھ کر رئیس مقامی نے پھر فریب سے مطلب نکالا۔ اور دیپ سنگھ کاسلی رئیس کھجرانی جاگیردار نسل لون کرن کو یوں بھڑکایا کہ منوہرپور فتح ہونے پر کاسلی کی بھی خیریت نہیں۔ رئیس کاسلی اودے سنگھ کے رفیقوں میں تھا۔ مگر جس وقت نقار دجنگ پر چوٹ پڑی دیپ سنگھ کاندھی دے کر ریاست کی طرف روانہ ہوا۔

اودے سنگھ کے بدن میں آگ لگ اٹھی اس نے رئیس منوہرپور کو چھوڑ کر اسی کا تعاقب کیا۔ دیپ سنگھ میں تاب مقابلہ نہ تھی۔ لہذا وہ جے پور میں پہنچکر طالب امداد ہوا رئیس منوہرپور نے اس حکمت عملی سے منوہرپور کو بچا لیا مگر کاسلی اس کے ہاتھ سے گئی۔ جے سنگھ راجہ اجمیر نے پناہ گزین رئیس کی مدد کا وعدہ کیا۔ بشرطیکہ وہ مطیع و باجگزار رہنے کی قسم کھائے۔ عہدنامے پر دیپ سنگھ نے دستخط کئے۔ اور چار ہزار روپیہ سالانہ دینے کا اقرار کیا۔

قبل میں جب شیخاجی کی اولاد میں صرف کئی سو مسلح بہادر تھے انہوں نے اظہار اطاعت کے لئے امرتسری بچھیرے دینا منظور کئے تھے مگر اس معاملے سے مکر شیخاوت قرنے کو جے پور سے دب جانا پڑا۔

اس واقعہ کے بعد جے سنگھ گرہن کے موقع پر گنگا جی میں دان پن کر رہا تھا۔ سالانہ خیرات برہمنوں کے لئے ڈھیر تھا۔ جے سنگھ کی صدا تھی کے کون دان لیتا ہے۔ عین اسی موقع پر رئیس کاسلی دامن پھیلا کر سامنے آکھڑا ہوا کہ اے لئے منگنا حاضر ہے۔ راجہ ہنسا اور پوچھا کہ ٹھاکر صاحب کیا خواہش ہے۔ دیپ سنگھ نے درخواست کی کہ فتح سنگھ کے بیٹے کو کھنڈیلا کا موروثی حصہ دلوایا جائے۔ راجہ نے التجا قبول کی اور اسے کھنڈیلا کا حق مرحمت فرما دیا۔

یہ معاملہ ۱۷۱۶ء کا ہے۔ اس وقت قوم جاٹ عروج پر تھی راجگان قرولی۔ بہدوریا دسنیوپور و کھنڈیلا وغیرہ جے سنگھ کے زیر علم فوج شاہی میں شریک رہتے تھے جب بھون کا محاصرہ ہوا۔ رئیس شیخاوت کی غفلت کی شکایت پیش کی گئی۔ اودے سنگھ نے جے سنگھ کی نافرمانی اور نہ سرداری کا لحاظ کیا۔ اور وہاں سے کبیدہ خاطر ہو کر چلدیا۔ چوراسن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاٹ نے فتح کے موقع پر سید وزیر شاہی سے صلح کی ٹھان لی تھی اور اودے سنگھ نے بھی اس سے ساز کر لیا تھا۔ اس لئے جے سنگھ کو نہایت غصہ ہوا کہ وہ جاٹوں سے دل کا بخار نہ نکال سکا۔ اس نے بازید خاں افسر شاہی کی مدد سے قلعہ اودے گڈھ پر چڑھائی کر دی ایک مہینے تک محاصرہ رہا آخر اودے سنگھ مجبور ہو کر مارواڑ کے مقام نرو میں پناہ گزین ہوا اور اس کے بیٹے سوائی سنگھ نے حاضر ہو کر قلعہ کی کنجیاں نذر کر دیں۔ سوائی سنگھ پر نظر عنایت ہوئی اور ایک لاکھ روپیہ کی ادائیگی اور وعدہ اطاعت گذاری پر اس کو معافی دی گئی۔ اس رقم خراج میں سے پہلے ۱۵ ہزار معاف ہوئے پھر ۲۰ ہزار۔ اور جب تک جے پور کی طاقت قائم رہی اور پٹھان و مرہٹہ قوم کی یورشوں سے نجات رہی ۶۵ ہزار کی رقم خزانہ جے پور میں داخل ہوتی رہی۔ جے سنگھ نے ریاست کے تین حصے سوائی سنگھ کو دیکر رئیس شیخاوت کا خطاب دیا اور فتح سنگھ کے بیٹے دھیر سنگھ کو دو حصے دیئے دونوں کھنڈیلا کے رئیس جے سنگھ کے پاس حاضر باش رہتے تھے۔ اودے سنگھ نے موقع پا کر لارخانی قوم کی مدد سے کھنڈیلا پر دست تصرف دراز کیا۔ مگر جے پور کے فرمانبردار سوائی سنگھ نے اپنے والد کو نکال باہر کیا۔ اودے سنگھ نے نرو میں سکونت اختیار کی سوائی سنگھ نے صہ یومیہ گذارے کے لئے مقرر کئے۔ سوائی سنگھ نے اودے سنگھ کی حیات میں وفات پائی اس کے تین فرزند تھے ؛

(۱) بندرابن رئیس کھنڈیلا۔ (۲) شمبھو جاگیردار لونی۔ (۳) کوسل جاگیردار پیرولی ؛

باب - ۶

آمیر کے تنازعات باہمی میں بندرابن داس کی مادھو سنگھ سے شرکت۔ تقسیم اراضیات کی تنسیخ۔ برہمنوں کی خودکشی۔ کھنڈیلا کے رئیس دوم اندر سنگھ کے تنازعات کے بندرابن داس کے لئے نتائج۔ ملکی جنگ و جدل۔ بندرابن کے کفارہ کے لئے داد و دہش۔ کنارہ کشی۔ گوبند سنگھ۔ اس کا قتل نرسنگھ داس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مرہٹوں کا عروج اور جبر و ظلم - کھنڈیلا کا محاصرہ - رہائی کی شرائط - مرہٹوں کے ہاتھ سے سفیروں کا کشت و خون - اندر سنگھ کا عوض لینے کی کوشش میں قتل - پرتاب سنگھ رئیس سیکر کا عروج - پرتاب اور اندر سنگھ کے باہمی معاملات - پرتاب سنگھ کا کل علاقہ کھنڈیلا پر قبض و دخل - نرسنگھ کا حصۂ کھنڈیلا پر قبضہ - مقامی تنازعات - آمیر کے خلاف سرداری اور رائے سلوت کے رئیسوں کا اتفاق - شیخاوت اور آمیر کے عہد و پیمان - دربار آمیر کی وعدہ خلافی و عہد شکنی - نروہ ہلدیا پر حملہ - نرسنگھ کی ادائے خراج سے پہلو تہی - کھنڈیلا کی ضبطی - کارروائی فریب - نرسنگھ اور پرتاب کی گرفتاری - کھنڈیلا پر آمیر کا قبضہ

ریاست آمیر کے لئے جو لڑائیاں ہوئیں ان میں بندرابن داس مادھو سنگھ کا دست و بازو بنا رہا - جب مادھو سنگھ کو کامیابی حاصل ہوئی تو اس نے اپنے وفاداروں کے کارہائے نمایاں کا صلہ دینا منظور کیا - بندرابن داس کو خواہش تھی کہ کھنڈیلا میں تنہا حکمرانی کرے - اس لئے اس کو پانچ ہزار آدمیوں کی کمک لی اور دیو سنگھ کے پوتے اندر سنگھ کے اخراج کا انتظام شروع ہوا - کئی مہینے تک باہم مقابلہ رہا - آخر اندر سنگھ کو قلعہ سے ہاتھ اٹھانا اور مقام پرسوئی میں پناہ گزیں ہونا پڑا پرسوئی میں ابھی اس کو چین نہ ملا - حملہ آور فتحیاب ہونے ہی کو تھے اندر سنگھ مرنے تھا کہ عاجز ہو کر خود حاضر ہو جاتا لیکن ایک ایسی بات پیش آئی کہ وہ جلاوطنی سے بچ نہ گیا بلکہ اسے اس کے حقوق بھی مل گئے -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بندرابن کو تنخواہ دار فوج کی تنخواہ دینا پڑتی تھی۔ مگر اس کے بزرگوں کا خزانہ خالی تھا۔ روپے کے انتظام کی غرض سے اسے رعایا سے ڈنڈ وصول کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اور مذہبی گروہ پر بھی یہ محصول عاید کیا گیا۔ کئی معزز اور مقتدر برہمنوں نے شکایت کی کہ یہ ڈنڈ ان کی بے حرمتی کا باعث ہے۔ مگر بندرابن نے کچھ بھی نظر التفات نہ کی کیونکہ بغیر روپے کے اس کو زندگی قایم رکھنا مشکل ہو رہی تھی۔ برہمنوں نے زچ ہو کر اس کی آنکھوں کے سامنے خودکشی کی اور برہمنوں کی ہتیا اس کی گردن پر رہی اس واقعہ سے بندرابن کے رفیقوں کو بھی اس سے نفرت ہوئی اور مادھو سنگھ والی آمیر کو بھی کنارہ کرنا پڑا۔ اس نے فوج جمع کر کے ۲۰ ہزار روپے برہمنوں کو دان کئے اور اندر سنگھ کو موقع ہاتھ آیا۔ کہ رفقا اور اہل فوج کے ساتھ اس فوج جے پور کی شرکت کرے جو خوشحالی رام کے زیر حکم راؤ ماچھری کی سرکوبی کے لئے متعین ہوئی تھی۔ محاربہ پیش آیا۔ راؤ ماچھری بھاگ کر جاٹوں کے یہاں پناہ گزین ہوا۔ اور اندر سنگھ کی خدمات ایسی قابل قدر ثابت ہوئیں کہ پچاس ہزار روپیہ دینے پاسے کھنڈیلا کا پرگنہ حاصل ہو گیا +

بندرابن اور اندر سنگھ دونوں کھنڈیلا میں رہے۔ لیکن جنگ و جدل کا ایسا بازار گرم رہا کہ کبھی اس سے پیشتر عزیز و اقارب باہمی لڑائیوں میں کام نہ آئے ہونگے + بندرابن کی قوت زیادہ تھی مگر اندر سنگھ ہر دلعزیز تھا اور اودے گڈھ پر بڑی تیزی کے ساتھ حملہ کیا کرتا تھا۔ بندرابن کے چھوٹے بیٹے رگھناتھ سنگھ کو کوچور کی جاگیر ملی ہوئی تھی۔ اس نے تین اور مقامات دبا لئے تھے جن پر قابض رہنے کی نیت سے اس نے اپنے والد کے رقیب یعنی اندر سنگھ سے اتفاق کیا۔ بندرابن نے کوچور پر فوج کشی کی۔ اس کے فرزند اور اس کے بھتیجے پرتھی سنگھ جاگیردار رتولی والا نے مع اہل فوج حملہ روکا۔ اور حملہ آوروں کی کچھ چلنے نہ دی۔ بندرابن کھنڈیلا کو واپس آرہا تھا کہ بیرون شہر فوج مخالف سے مڈبھیڑ ہوئی۔ شہر کی آمد و رفت بند ہوئی۔ دروازوں کی کنڈیاں چڑھ گئیں اودے گڈھ کو قریبی رشتہ دار ناہر سنگھ چراناوالا نے جاگھیرا کئی دن آتش کشت و خون مشتعل رہی باپ بیٹے چچا بھتیجے۔ بھانجے ماموں آپس میں کٹ مرے۔ اور جب لڑتے لڑتے تھک گئے تو صلح کی ٹھہری اور نتیجہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ ہوا کہ اندر سنگھ کو وہ حقوق حاصل ہو گئے جن کے لئے اس نے تلوار سے فیصلہ چاہا تھا +

راؤ ماچھری والا کی دغا بازیاں مشہور ہیں۔ اس نے نجف خاں کو اکسایا کہ فوج شاہی کی سپہ سالاری سے وہ پھر قوت پکڑے۔ وہ اپنی فوج شیخاوائی میں تحصیل مالگذاری کے حیلے سے لے آیا۔ عام ناراضگی پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے نول سنگھ جاگیردار نول گڈھ باگھ سنگھ کھیتری والا اور سورج مل بساؤ والا روسائے اعظم قوم سدھانی کو اس جرم میں مقید کیا۔ کہ وہ محاصل ادا نہ کر سکتے تھے۔ کئی لاکھ کا مطالبہ تھا۔ جس کو غریب کاشتکاروں اور محنتی تاجروں نے ادا کیا۔ تب بیچاروں کو قید مصیبت سے نجات ملی +

بندرابن برہمنوں کے قتل کا کفارہ روزانہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی اولاد تنگ آگئی۔ کھنڈیلا کی اراضی برہمنوں میں بٹتی جاتی تھی۔ اس کے ولیعہد نے بارہا اعتراض کیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بندرابن حکومت سے دست بردار ہو گیا۔ اور اپنے گذارے کے لئے پانچ شہروں اور کھنڈیلا کی اشیاء سے درآمد کی آمدنی پیدا کر کے حکومت اپنے ولیعہد کو سونپ دی اور رگھوناتھ فرزند ثانی کو کوچور کی جاگیر دے کر راج سے ہاتھ اٹھا لیا +

گوبند سنگھ راے سلوت کی گدی کا مالک ہوا۔ لیکن اس کو حکومت کا کچھ مزہ حاصل نہ ہوا۔ مسند نشینی کے بعد ہی پیداوار بالکل ہی کم ہوئی۔ رنولی کے جاگیردار نے چاہا کہ وہ ریاست کا دورہ کرے۔ اور جہاں فصل خراب ہو وہاں مالگذاری کی تخفیف مدنظر رکھے۔ چنانچہ اس نے دورہ کیا۔ اور اس کا جو نتیجہ ہوا وہ سطور آیندہ سے ظاہر ہوگا +

گوبند سنگھ اپنے باپ کی طرح مذہبی باتوں کا معتقد نہ تھا جو تشی نے حکم لگایا تھا کہ پول کی اماوس کو قلعہ سے باہر جانا موجب نقص ہے۔ لیکن اس نے کچھ پرواہ نہ کی اور علاقے کے دورے میں مصروف رہا۔ اتفاق سے اسی روز کچھولی راجپوت کی تحویل سے اس کا قیمتی اسباب اور زیور گم ہو گیا۔ اس نے چوری کی تہمت راجپوت کے محل میں لگائی۔ اور اس کا کوئی عذر نہ سنا۔ راجپوت کو الضاف سے مایوسی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوئی اور سمجھ گیا کہ بغیر سزا کے بچنا محال ہے بس اس نے تاک رکھی اور اسی رات کو موقع پاکر اسے تہ تیغ کر دیا۔ گوبند سنگھ نے پانچ بیٹے بقائمے نام چھوڑے +

نرسنگھ داس سیورج مل جاگیردار دو دیا۔ باگھ سنگھ۔ جوان سنگھ۔ رنجیت سنگھ +

نرسنگھ داس گدی پر بیٹھا۔ مگر باہمی نزاعیں پیش تھیں۔ فوج شاہی کی جبرستانی اور تشدد کی گرم بازاری تھی۔ راجہ آمیر بھی اپنی اغراض پوری کرنے کے لئے درپے تھا لیکن شیخاوائی فرقے کے رئیس ملکی اور قومی ترقی اور وسعت آبادی کی طرف متوجہ تھے سلطنت مغلیہ کا ٹاٹ الٹ چکا تھا۔ بادشاہ وقت اسی پر قناعت کر بیٹھے تھے۔ کہ کوئی اپنے کو خراجگذار و مطیع سمجھے اس میں یہ طاقت باقی نہ تھی کہ رعب شاہنشاہی سے ان چھوٹی ریاستوں کی آزادی میں بھی خلل انداز ہو سکتا۔ اہل اسلام بڑے غازی تھے مگر مرہٹہ ان کے بھی کان کاٹتے تھے۔ ہندو ہو کر ہندو ہی پر چھری تیز کرنا گویا اصلی کام تھا۔ میرتا کی لڑائی نہایت منحوس تھی۔ اسی معرکے میں دی پائین نے راجپوتوں کی آزادی چھین لی تھی۔ مرہٹے شیخاوائی کے علاقے میں لوٹ مار کرتے پھرتے تھے۔ روپیہ کے لئے اچھے سے اچھے رئیسوں اور جاگیرداروں کو قید مصیبت نصیب ہوئی ان کی اولاد کو آفتوں کا سامنا تھا جو ہتھے چڑھا اس کی بے عزتی ہوئی۔ جس نے اثاث البیت بیچ کر روپیہ دے دیا۔ اس کو رہائی ملی یا اسے جس کا صرفہ مرہٹے خود ہی نہ برداشت کر سکے +

جس وقت مرہٹے لوگ شیخاوائی کی ریاست میں وارد ہوئے میرتا کی لڑائی کے بعد انہوں نے بیانی پر فوج کشی کر دی۔ رعایائے بیانی مرہٹوں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر گھر بار چھوڑ بھاگی۔ اور جو اثاث البیت بیجا سکی ساتھ لے گئی +

بیانی کا قلعہ چھوٹا تھا۔ اس کے تحفظ کے لئے غیرت مند راجپوتوں نے بیڑا اٹھا لیا۔ اور غیرت و آبرو کے بچاؤ کے واسطے سب کے سب قتل ہو گئے۔ مرہٹوں نے اب کھنڈیلا کی طرف رخ کیا۔ اور خون کی ندی بہنے کے سامان ہو گئے۔ دو کوس کے فاصلے پر پڑاؤ پڑا۔ ہوڈی گانگ میں فوج مقیم ہوئی۔ ایک برہمن کے توسط سے اندر سنگھ کو پیغام دیا گیا کہ مصارف مطلوبہ ادا کرے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر سنگھ نے تین ہزار روپیہ برہمن کو رشوت میں دیا اور ۲۰ ہزار دینے کا وعدہ کرکے گویا اپنے سر سے بلا ٹالنا چاہی۔ نول سنگھ اور دلیل سنگھ رئیسان ریاست نے ضمانت کی۔ یہ لوگ اس قدر روپیہ ادا نہ کرسکتے تھے۔ ان کے دو اہلکار ضمانت میں زیر حراست ہوئے۔ لیکن اُدھر سے روپیہ کی ادائی کا انتظام نہ ہوسکا۔ اور اُدھر دکھنی حملہ آور نے سخت گیری شروع کی۔ دونوں رئیس ضمانت میں نظر بند ہوئے مگر ایک رئیس منچلا تھا۔ اس کو مرہٹوں سے دبک نہ تھی اس کے پاس سانگ نامی ہتھیار تھا۔ راجپوت اس کو کبھی اپنے پاس سے جدا نہ کرتے۔ اس سے چاہا گیا کہ یہ ہتھیار بھی دے دے مگر وہ ہٹ پر قائم ہی نہیں رہا بلکہ اپنا حقہ سب کے سامنے پینا شروع کردیا اسی وقت ایک جاہل مرہٹہ لپکا اور حقہ اٹھاکر زمین پر دے مارا اٹھاکر تلوار پر ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ ایک گولی سر توڑ گئی اور دلیل سنگھ دنیا سے رخصت ہوگیا۔ دلیل سنگھ کے ساتھیوں نے عوض لینے کے لئے تلوار گھسیٹی اور سب وہیں قتل ہوگئے۔ اندر سنگھ عین اسی موقع پر آپہنچا۔ غرض یہ تھی کہ صلح و جنگ کا تصفیہ کرے۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ کھنڈیلا میں قیام پذیر ہو۔ لیکن اس کا جواب یہ تھا کہ عزیز اس طرح مارے جائیں اور وہ زندہ رہ کر دار دشہر ہو۔ ممکن نہیں دروازہ کھنڈیلا پر تلوار سے فیصلہ ہوگا تب شہر میں قدم رکھونگا۔ یہ کہکر اس نے گھوڑے سے اتر کر تلوار گھسیٹ لی کشت وخون ہوا۔ جس میں اندر سنگھ کے سوا اور کوئی جان بر نہ ہوسکا۔ اندر سنگھ نہایت زخمی تھا۔ اور اسی حالت میں دشمن کے پاس پہنچایا گیا۔

پٹھانوں اور مغلوں کے بعد جب مرہٹے ان کے جانشین ہوئے تو یہ خونریزیاں واقع ہوئیں۔ پٹھانوں اور مغلوں نے تو مزہ کیا مگر مرہٹوں کو تشدد کی بدنامی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا نہ ان کی وہ قدر و منزلت ہوئی نہ شان و شوکت کا جھنڈا گڑا۔ شیواجی نے ایک چھوٹی سی ریاست تھی حریص اور طامع مرہٹوں کی نظر میں تو سارا ہند و شان بھی کوئی چیز نہ تھا سیلون سے سمندر تک کوئی ایسا مقام نہیں جہاں خون کی ندیاں نہ بہی ہوں اور اگر انگریزوں کا دور دورہ نہ ہوتا تو اب تک تاریخی حالات خون سے رنگین نظر آتے۔

نرسنگھ داس واقعی شجاع آدمی تھا اس کی گدی اس کے بیٹے پرتاب سنگھ نے اس زمانے میں پائی جب خوب گڑبڑ مچی تھی۔ پرتاب سنگھ اس وقت تک اپنی ماں کے ساتھ قلعہ سکھوانی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں مقیم تھا۔ جو کھنڈیلا سے دس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ رؤسائے ریاست نے اپنے کمسن رئیس کی آسانی و حفاظت کے لئے اپنا اسباب تک بیچ ڈالا۔ اور مرہٹوں کو دے دلا کر رخصت کیا۔ مرہٹے سدھانی میں گئے وہاں سے اودے پور پر حملہ کیا۔ لوٹ مچائی اور شہر پناہ کی دیواریں کھود کے شہر کو بے پناہ کر دیا۔ خزانہ کی لالچ میں زمین تک کھودی۔ چار روز تک یہی لوٹ مار رہی پھر سنگھانا۔ جھونجھنوں اور کھیتری کے رئیسوں کی طرف رخ ہوا۔ مرہٹوں سے ابھی چھٹی نہ ملی تھی اور نوعمر پرتاب سنگھ نرسنگھ اپنے رشتہ دار کے ساتھ کھنڈیلا میں قیام پذیر ہوا ہی تھا کہ راجۂ آمیر نے اپنے خراج کا مطالبہ کیا۔ پرتاب سنگھ نے پیداوار کی چوتھائی دینے کے وعدے سے جان چھڑائی۔ مگر نرسنگھ کے دماغ میں بزرگوں کے خیالات کی بو تھی۔ اس نے کہدیا کہ وہ بھومیا یعنی زمیندار کی حیثیت میں رہنا پسند نہیں کرتا۔

کھنڈیلا کی ایک دور کی شاخ نے شیخاوت فرقے کا نام تھوڑے دنوں کے بعد روشن کیا۔ راؤ نرمل کاسلی والا کی نسل میں سیکر کا رئیس دیبی سنگھ تھا اس نے اپنی قوت بازو سے لوہا گڈھ و کہو وغیرہ پچیس شہروں پر اپنا عمل دخل کر لیا تھا جب اس نے دیکھا کہ مالک ملک دربار کے جھگڑوں بکھیڑوں میں مشغول اور افکار حکومت سے زچ ہے تو اس نے رواسو پر حملہ کرنے کی ٹھانی مگر زندگی نے وفا نہ کی اور لاولدی کی حالت میں اسے لچھمن سنگھ فرزند ٹھاکر شاہپورہ کو متبنے کر لینا پڑا۔ دربار جے پور اس بات سے ناخوش ہوا کہ رئیس سیکر نے اپنے کمزور بھائیوں پر کیوں حملہ کیا۔ اور ناراضگی یہاں تک بڑھی کہ وزیر دولت رام کے بھائی نند رام ہلدیان تحصیلدار خراج کو فوج کشی کا حکم دیدیا۔ بارو تیا لوگ پہلے ہی سے خلاف تھے وجہ یہ کہ ان کے علاقے دیبی سنگھ نے زبردستی چھین لئے تھے۔ ان لوگوں نے نند رام کی حمایت و اعانت کی۔ تپاوت کاسلی والا بلارا۔ خاندان نرمل و سدھانی سب نے رائے سلوت کی طرفداری چھوڑ کر دربار جے پور کا پلہ پکڑا اور راؤ سدھانی نے فوجی خدمات ہی پیش نہ کیں بلکہ زر خراج بھی داخل کر کے اپنی موجودہ ترقی کو تقویت دینے کا انتظام کیا۔ اور ایک اچھی خاصی فوج جمع ہو گئی۔ دیبی سنگھ بھی کوئی معمولی عقل اور طبیعت کا آدمی نہ تھا۔ ناراضگی کی باتوں کا خیال بالائے طاق رکھنے پر اس کی پہلی کوشش تھی کہ دربار کے کسی بارسوخ شخص سے اتحاد قایم کرے جس کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حمایت سے اس کے مفتوحہ علاقے قبضے سے نہ نکل سکیں۔ اس نے اس غرض کے پورا کرنے کو وزیر سے ربط وضبط پیدا کیا۔ رئیس چنداوت۔ دیوان سیکر اور بھائی ہلدیا میں بھیجے گئے اور درخواست کی گئی رئیس مرحوم کی خاطر سے اس کا صغیر سن جانشین بارہ پرگنوں کے سپرد نہ کیا جائے کیونکہ یہ لوگ بھوکے ہیں بے پیٹ بھرے نہ رہینگے۔ رئیس ہلدیا نے کہا کہ اس کی تدبیر یہ ہے جب فوج کی چڑھائی ہو تو تم بھی فوج بہم کرو۔ اور لطف یہ ہے کہ سازش کی کسی کو خبر نہ ہو۔ دیبی سنگھ قائم خاں یعنی فتح پور کا خزانہ کثیر حاصل کر چکا تھا۔ اس کو روپے کی کمی نہ تھی۔ جس وقت سیکر کا محاصرہ ہوا اس کے دس ہزار آدمی مقابلے کو موجود تھے۔ اور کسی سامان جنگ کی کمی نہ تھی۔ علاوہ بریں اس نے وزیر کے بھائی کو لکھا کہ سیکر نقصان جان ومال کے بغیر ہاتھ نہیں آسکتا۔ اس لئے مناسب وقت یہ ہے کہ جس اطاعت کو وہ قبول کرتا ہے۔ اسے دربار بھی منظور کرے۔ ابھی دربار سے کوئی جواب نہ آیا تھا۔ کہ اس نے دو لاکھ روپیہ راجہ کے لئے اور ایک لاکھ اپنے لئے وصول کیا اور فوج سیکر سے ہٹالی غرض یہ تھی کہ دردسر کمتر ہو۔

نرسنگھ دربار کو روپیہ دینے کے خلاف تھا مگر پرتاب نے اس موقع کو اپنے مفید تصور کیا اور چاہا کہ اس سے اگلی بے لطفیاں دور ہو جائینگی۔ اس نے خواہش کی کہ حصہ بانٹ آدھا آدھا ہو اور نرسنگھ خراج کا ذمہ دار ہو کر دربار کی خدمتگذاری کا بیڑا اٹھائے تو وہ کوئی رقم دے کر چھٹکارا حاصل کرے۔ قریب تھا کہ ہلدیا خاموشی سے اس بات کو قبول کرے۔ مگر ناہنوت خاندان کے سموت والا رئیس راول اندر سنگھ نے نرسنگھ کی طرف داری کی وہ طلب ہوا اور اس کو اطلاع دی گئی کہ اس کے نام کا پٹہ بھی مشترکہ لکھا گیا ہے۔ رئیس مذکور نے کہا کہ اسے ایسے پٹہ کی پرواہ نہیں وہ اسے خود منسوخ سمجھتا ہے۔ رئیس سموت کو یہی کہنے بنی کہ خیریت اسی میں ہے کہ آپ تشریف لیجائیں آپ میری مدد کے لئے آئے ہیں تو صحیح سلامت واپس جانا مناسب ہے۔ نہیں تو خاندان آمیر آپ کے ساتھ دھکا بھی نہیں ڈالیگا میرے بنائے کچھ نہ بنے گی۔

شام کے وقت روانگی عمل میں آئی رئیس سموت نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ اسے نول گڑھ پہنچا دیا۔ جہاں سے دوسرے روز اس نے گوبند گڈھ میں قیام کیا جس وقت دربار کو خبر ہوئی اس نے رئیس موصوف کو پٹھکارا کہ کیوں نرسنگھ کو نہ روک لیا۔ لیکن جواب بگڑے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا تھا یعنی میں نے جو کچھ کیا وہ راجپوت قوم کی تاثیر سے اب اس کا جو خمیازہ ہوگا اس کے
کھینچنے کے لئے بھی تیار ہوں۔

اب یہاں موقع ہے کہ دربار کی نالائقی اور بداطواری کا وہ مختصر خاکا کھینچا جائے
جو ان واقعات کے زمرہ میں ظہور پذیر ہوئے گو ناظرین کتاب ہذا کو ناگوار ہوگا مگر واقعات
کچھ کم نتیجہ خیز ثابت ہونگے۔

نائکاوت خاندان کی دو شاخیں ہیں ایک سموت دوسری چوہو۔ سموت راول کہلاتے
ہیں اور جاگیرداروں پر اس کو فوقیت حاصل ہے۔ یہ دونوں خاندان اپنی بزرگی کے لئے
برابر لڑتے چلے آتے ہیں۔ اندر سنگھ اور اس کے ہمعہد رشتہ دار سے صرف اس لئے
رقابت تھی کہ مرتبہ بزرگی حاصل ہو جس وقت اندر سنگھ کی موچھیں نیچی ہوئیں اس کے فریق
ثانی یعنی رئیس چوہو والا نے رقابت کے خیال سے دربار کی حاضر باشی اختیار کی اور ایک
رقم کثیر دینے کا وعدہ کر کے اس پر سبقت لیجانے کا خواہشمند ہوا۔ دربار نے استدعا
قبول کی اندر سنگھ کے نام سموت کی ضبطی کا حکم صادر ہوا۔ جسے اس نے ماتھے سے
لگایا اور متعلقین و عیال و اطفال کو لے کر مارواڑ میں چل دیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کی
رانی کو پیپلی کی جاگیر عطا ہوئی جہاں اندر سنگھ بھی وفاداری اور نمک حلالی کے خیالات
دل میں لئے ہوئے قناعت گزیں ہوا۔ اندر سنگھ وفادار تھا۔ اس کے ہاتھ سے ریاست
چھن گئی مگر اس نے اف نہ کی۔ اور ہوتا تو اس معاملے میں کشت و خون کی نوبت ضرور
آتی مگر اندر سنگھ قانع رہا اور اس کو صرف یہی ہوس رہی کہ اپنے مولد و مسکن کی خاک
سے دور پیکر خاکی کو خاک نہ ہونے دے۔ اس کی شرافت و اہلیت کا حاکم اعلیٰ کو
لحاظ کرنا لازم تھا۔ فریقین میں سے ایک فریق کو یکطرفہ ڈگری دینا واجب
نہ تھی۔ اور ایسے شخص کی نمک حلالی وہ نہ تھی جو نظر انداز کرنے کے لائق
ہو۔

پرتاب سنگھ نے جب اپنی حکومت پر قبضہ پایا تو اس دروازہ کے کھودنے کا حکم
دیا۔ جو لوگوں کی مار سے شکستہ ہو گیا تھا۔ اس دیوار پر ایک مورت گنیش جی کی تھی
جب اس پر نادانستگی سے پہاوڑا پڑا تو مورت کے کئی ٹکڑے ہو گئے۔ مورت
کے ٹکڑے بھی وہیں دبے رہے۔ اور کھدی ہوئی عمارت کی مٹی دروازہ کی بلندی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے برابر ہوگئی۔ لوگوں نے اس کو فال بد سمجھا اور اسی کے بعد پرتاب سنگھ نے انتظام ریاست کر کے رواسو پر چڑھائی کر دی بعدہٗ ہلدیا کی کمک سے گوبند گڈھ کو جاگھیرا۔ گوبند گڈھ سے دو کوس اور رنولی سے چار کوس پر گورامیں پڑاؤ پڑا ہوا تھا کہ رنولی کے رئیس اور نرسنگھ کے وفادار نے ہلدیا سے کہلا بھیجا کہ نرسنگھ کی واجب الادا رقم کا ذمہ وار وہ خود ہے اور نرسنگھ کے حقوق پھر مل جائیں تو وہ کافی معاوضہ دینے کو تیار ہے۔ رنولی کے رئیس نے کھنڈیلا میں جا کر قیام کیا اور نرسنگھ کے محلات کی فوج کو آراستہ و پیراستہ کیا۔ باہم رضامندی ہوئی۔ اور تصفیہ ہوگیا کہ گوبند گڈھ سے مخالف نکال دئے جائیں نرسنگھ کے بھائی سورج مل اور باگھ سنگھ اندھیری رات میں ڈیڑھ سو سپاہی لے کر ہلدیا کے برہمنوں پر حملہ آور ہوئے۔ شبخون خفیف تھا لیکن حملہ آور مکانات وغیرہ پر قابض و متصرف ہو گئے۔ پرتاب سنگھ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس نے حملے کا حکم دیا اور پاٹی کی ایسی روک کی کہ مخالفوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ آخر لڑائی بھڑی تلوار چلی اور طرفین کے صدہا بہادر ہلاک ہوئے۔ ہلدیا نے دغابازی سے پچرنگا جھنڈا بلند کیا لڑائی صلح کے حیلے سے ملتوی ہوئی۔ نرسنگھ اس محاربے میں بنفس نفیس شریک تھا۔ جب لڑائی کا رخ بدلا۔ جنگ و جدل کی ہوا ادھر کی ادھر ہوئی تو باہم عہد و پیمان ہوئے پرتاب سنگھ رواسو کا مالک قرار پایا۔ نرسنگھ کو کھنڈیلا کی حکومت ملی۔

یہ باہمی منافقت بہت دنوں تک قایم رہا۔ فریقین متواتر آمادہ کارزار رہا کرتے تھے پہلے گنگدر کے میلے میں خوب شمشیر نزاع چمکی پھر پرتاب سنگھ کے ایک چھوٹے جاگیردار کو قید کرنے پر پٹیس رنولی سے محاربہ پیش آیا۔ اور ان دونوں معاملوں میں یہاں تک نوبت پہنچی کہ راجہ آمیر کو مداخلت کرنا پڑی اور اس نے سرپنچ کی حیثیت سے معاملہ رفع دفع کرا دیا۔

شیخاوائی کے روسائے شمالی یعنی سرداران خاندان سدھانی اس باہمی جنگ و جدل کے سخت خلاف تھے۔ ان کو منظور نہ تھا کہ دربار جے پور اُن کے معاملات میں دست اندازی یا مداخلت کرے۔ وہ اب تک خراج گذار نہ تھے۔ اور انہوں نے صرف تعلقات رشتہ مندی کی وجہ سے جے پور کی بزرگی تسلیم کر رکھی تھی۔ شان ملکداری کا کچھ غلغلہ پاس نہ تھا۔ اس زمانے میں جے پور کی فوجیں سرحدوں پر مٹھ لاتی پھرتی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھیں اور اندیشہ تھا کہ علاقے میں بھی دخل نہ کریں۔ اس لئے خاندان سدھانی چوکنا ہوا اور تجویز کی کہ حفاظت خود اختیاری کی کارروائی عمل میں لانا ضروری ہے۔ نول گڈھ کا شہر ٹوئی جے پور کے تحت تصرف میں آچکا تھا یہ تاب سنگھ کے ماتحت جاگیردار کی رہائی کے واسطے رنولی پر گولہ باری شروع ہو گئی تھی اس کے نتیجہ پر غور کر کے رئیساں رسدھانی نے اودے پور میں ایک محفل مشورت منعقد کی جس میں اکثر رائے سلوت بھی شریک ہوئے۔ نون داب کی قسم کے رو سے سب نے دل کی کدورتیں دور کیں۔ جنگ وجدل سے ہاتھ اٹھایا اور وہ خیالات دل سے محو کر دیئے جن سے آئے دن نفاق اور خونریزی کی صورت پیدا ہوتی تھی۔

سدھانی فرقے کے تمام لوگ وقت مقررہ پر بہم ہوئے شام کے بعد رائے سلوت کے رئیسوں نے بھی شرکت کی لیکن کھنڈیلا کے طرفدار رئیس کھنچے رہے ان کو وہم تھا کہ کچھ دغا نہ ہو۔ یہ مجمع شیخاجی کی اولاد کا نہایت بارونق اور عظیم الشان تھا اس میں قطعی طور پر فیصلہ کیا گیا کہ جب کوئی تنازعہ پیش آئے تو دربار جے پور کی مداخلت سے واسطہ نہ رکھا جائے۔ بلکہ ہم سب اودے پور ہی میں جمع ہو کر اپنے مقدمات کا آپس ہی تصفیہ کر لیا کریں گے اگر دربار جے پور دست اندازی کرے تو ہتھیار اٹھا کر انسداد کرنے میں تامل نہ ہو۔

دربار جے پور کو اس اتحاد و اتفاق کی خبر لگی تو اس نے سابقہ کارروائیوں کا الزام افسر فوج پر رکھکر اس کی اور اس کے وزیر بھائی کی جائداد ضبط کر لی اور رورا رام کو اس کی گرفتاری پر مامور کیا۔ مگر افسر مذکور بھاگ کر قید مصیبت سے بچ نکلا ضبطی جائداد پر خیریت گذری۔

رورا رام قوم کا درزی تھا اس کو حکم تھا کہ ہلدیا کا پیچھا نہ چھوڑے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں کی ریاستوں میں برخاست شدہ وزیر ویسا ہی سمجھا جاتا ہے جیسے کوئی باغی جب تک معزول وزیر زندہ رہتا ہے تب تک راج کو سرکشی کے کھٹکے سے نجات نہیں ملتی اگر اس کی حیثیت برقرار رکھی جائے تو کچھ عرصے کے بعد ہی وہ اپنے راجہ کے مقابلے میں ہتھیار اٹھانے سے نہ چوکے رعایا کو لوٹے اور حدود ریاست میں بدامنی پھیلائے۔ رورا رام ہلدیا کے خلاف شیخاوت کی اعانت کا خواستگار تھا مگر رؤسائے شیخاوائی جب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو چکے تھے انہوں نے اپنے تجربے سے کام لے کر وہ شرطیں کیں جو انہیں کے موافق تھیں اور طرہ یہ کیا کہ راجۂ آمیر کے سوا اور کسی حاکم کی ماتحتی جایز نہ رکھی۔ شرایط حسب ذیل تھیں +

(۱) لوٹی۔ گوالا وغیرہ جو شہر ہلدیا نے قبضے میں کر لئے تھے وہ بلا توقف واپس کر دئے جائیں +

(۲) جو خراج ہم لوگ اپنی خوشی سے منظور کرتے ہیں وہ براہ راست خزانہ جے پور میں داخل کر دینگے۔ اس سے زیادہ دربار جے پور کا کچھ حق نہیں +

(۳) کھنڈیلا کی بربادی و تباہی کے تجربے سے یہ امر لازم ہے کہ دربار جے پور کی فوج شیخاوت کے علاقے میں قدم نہ رکھے +

(۴) شیخاوت کا فرقہ دربار کی خدمات کے لئے کسی قدر فوج متعین رکھے گا مگر اس کی ایام خدمتگذاری کی تنخواہ کا ذمہ دار دربار ہی رہے گا +

رودا رام حاکم جدید نے اس عہد نامے پر مہر تصدیق ثبت کی اور رئیسوں کو دس ہزار روپیہ پیشگی مصارف فوج کے لئے حاصل ہوا۔ یہ لوگ دارالریاست میں گئے رئیس شیخاوت کو آداب بجا لا کر بلدیا فرقے کی انہوں نے خبر لی اور مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ جے پور کہتا کچھ تھا۔ اور کرتا کچھ تھا یہانتک کہ رئیس ایسے جھوٹا دربار کہنے لگے انہوں نے اطاعتگذاری اس خیال سے منظور کی تھی کہ کچھ رفاہ ہوگا۔ لیکن نتیجہ بالعکس نکلا۔ ہلدیا کی سپاہ قلعوں سے خارج کر دی گئی تھی۔ رودا رام قلعوں پر قابض ہو جاتا۔ مگر جب دربار کی کارروائیاں مفید مطلب نہ ثابت ہوئیں۔ اور رخنہ اندازی کا سلسلہ جاری رہا تو وہ خود سر بن بیٹھے اور رودا رام کے آدمیوں کو نکال کر ان کے مقبوضہ شہر اصلی مالکوں کے حوالے کر دئے +

نرسنگھ داس کبھی مقررہ خراج ادا نہ کرتا تھا اسی زمانے میں دربار جے پور نے مطالبہ کیا لیکن نرسنگھ نے دربار کے اہلکار یعنی وزیر کے رشتہ دار کو سنگسار کرا دیا۔ اس زلت کے بعد اہلکار رندگو دربار میں حاضر ہوا اور پگڑی قدموں پر ڈال کر فریاد کی کہ بے حرمتی کی حد ہو گئی۔ دربار جے پور نے کھنڈیلا کی ضبطی اور نرسنگھ کی گرفتاری کا حکم صادر کیا۔ نرسنگھ کی رائے تھی کہ گونبد گڈھ سے فاصلے پر رہنا ٹھیک ہے۔ لیکن پرتاپ سنگھ کھنڈیلا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہی میں مقیم رہا۔ آسارام نے کھنڈیلا کا محاصرہ کیا اور یہ خواہش ہوئی کہ نرسنگھ اور پرتاب سنگھ دونوں کو ایک ہی ساتھ گرفتار کرے۔ اس لئے پرتاب سنگھ سے زیادہ مزاحمت نہ ہوئی اور نرسنگھ کی گرفتاری کے لئے چال کھیلی۔ اس نے رئیس منوہرپور کی ضمانت پر اسے طلب کیا اور وہ بھی اس کے قول و فعل پر اعتبار کرکے کھنچا راجپوت بات کے دھنی ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک بچن یعنی وعدہ خلافی سے بڑھکر کوئی قبیحہ نہیں اگر بات پر عمل نہ کریں تو پشت ہا پشت تک داغ بدنامی پیشانی سے نہ مٹے۔ نرسنگھ نے حاضر ہوکر ادائے مطالبہ کا وعدہ کیا آسارام منتظر بنیا تھا اس وقت تو اطمینان دے کر چلا گیا۔ مگر تیسرے روز ہی آدھی رات کو نرسنگھ کا مکان جا گھیرا اور حکم دیا کہ قدمبوس ہو۔ نرسنگھ چاہتا تھا کہ گلے میں خنجر مارے انگوٹھی کا ہیرا چبا جائے مگر راجپوتوں نے روکا اور اس کی ہمراہی اختیار کرکے قسم کھائی کہ جیتے جی آنچ نہ آنے دینگے۔ نرسنگھ کو دلجمعی ہوئی۔ اور وہ آسارام کی ملاقات کو چلا گیا۔

پرتاب سنگھ بھی کسی بہانے سے بلایا گیا وہ بھی بے تکلف چلا آیا دونوں لشکر جے پور میں مقیم ہوئے ہر ایک سے وعدہ ہوتا تھا کہ اتنی رقم دو تو رہائی ملے۔ دونوں کی خاطر تواضع بھی کچھ اس طرح ہوتی تھی کہ ہمراہی غافل ہو گئے۔ رہائی کی امید نے سب کو مطمئن کر دیا تھا کہ دام میں تھا ہی ایک روز دونوں کھانا کھا رہے تھے ہتھیار پاس نہ تھا کہ فوج نے کمین گاہ سے نکل کر مشکیں کس لیں۔ بند گاڑی میں دونوں سوار کئے گئے پانچ سو سپاہ ہمراہ ہو گئی آمبیر میں قید خانہ خالی تھا۔ دونوں وہاں محبوس و مقید کئے گئے۔ راجہ نے وزیر کو اور وزیر نے راجہ کو مبارک باد دیا دونوں کو خوشی ہوئی کہ کس حکمت عملی سے پرھن پھانس گئے۔ کھنڈیلا داخل اراضی خالصہ ہوا۔ پانچ سو سپاہ حفاظت کے لئے متعین ہوئی ماتحت جاگیرداروں سے نئی شرطیں ہوئیں اور حکم ہوا کہ اگر ضبط شدہ علاقہ میں فتنہ و شر برپا کرینگے تو ان کو نتیجہ بھگتنا ہوگا۔

باب ۔ ۷

باگھ سنگھ کا بے ایمان دربار سے مجادلہ۔ جارج طامس کی شرکت محاربہ عظیم۔ کھنڈیلا کے ضلعوں پر باگھ سنگھ کا قبضہ۔ پرتاب سنگھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے فرزند تنو سنگھ کی تلوار سے اس کے قلعداروں اور اس کے
بھائی کی ہلاکت۔ باگھ سنگھ کا محلوں پر مکرر قبض و دخل۔ دربار آمیر
کی طرف سے دو برہمنوں کو محاصل کھنڈیلا کا ٹھیکہ۔ ٹھیکہ داروں کا اخراج
بارو تیا کی دربار سے مخالفت۔ غارت گری کے سامان۔ پرتاب
سنگھ کے بھانجے سنگرام سنگھ کی سرگروہی دربار کی چالاکیوں
سے بچاؤ۔ اختتام زندگی۔ جودھپور کی مخالفت میں شیخاوت فرقہ
کی سرتابی۔ دربار آمیر سے عہد و پیمان۔ پرتاب سنگھ اور
نرسنگھ کی قید سے رہائی۔ ہنونت سنگھ کی ذات سے اجتماع قومی
ابھے سنگھ کی مسند آرائی۔ دربار کا فریب۔ گوبند گڈھ اور کھنڈیلا
میں دوبارہ سرگروہ شیخاوت کا عروج۔ خوشحالی رام کی جے پور
میں دوبارہ وزارت۔ عطیات اسناد جاگیر وغیرہ۔ ابھے سنگھ
اور پرتاب سنگھ کا بزرگوں کے محلات پر مکرر قبضہ۔ ہنونت سنگھ
کی دلیری سے لچھمن سنگھ رئیس سیکر کی یورشوں کا کھنڈیلا
میں تدارک۔ ہنونت سنگھ کی موت۔ رئیس کھنڈیلا کی لچھمن سنگھ
کے پاس حاضری۔ وارثان مشترکہ کی جلاوطنی۔ لچھمن سنگھ
کا رسوخ و عروج۔ پروہت پر غلبہ۔ لچھمن سنگھ کی حالت
و کیفیت۔ شیخاوت کی [illegible]

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

علاقوں پر دست اندازی۔ قائم خانی گروہ اور راجپوتوں سے خاندان سادھو کی فوقیت کا حال۔ باگھ سنگھ کے ہاتھ سے اُس کے فرزند کی ہلاکت۔ لارخانی فرقہ

شیخاواٹی محصولات

سنہ ۹۹ و ۱۷۹۸ء میں دنیارام جے پور کا دیوان تھا۔ وہ آسارام کی فتحمندی کی خبر سنتے ہی اودے پور میں آسارام سے ملا دونوں پرسرام پور میں پہنچے۔ اور تحصیل خراج کے لئے سخت گیری شروع کی شہر شہر میں دھونس یعنی دستک سے خبرستانی کی گئی جس سے عاجز ہو کر رئیسوں نے پیغام بھیجا کہ خیریت اسی میں ہے کہ آپ لوگ فوراً یہاں سے جھونجھنو کو تشریف لے جائیں دس ہزار روپیہ ہم وہیں پہنچا دینگے۔ اگر یہ منظور نہیں تو جو موقع شکایت پیش ہو اس کے ذمہ دار آپ ہی ہیں نہ کہ ہم۔ رئیسوں نے ادھر یہ رائے قرار دی ادھر باگھ سنگھ اس رائے کا مخالف ہوا۔ اور اس کو توہین و تضحیک گوارا نہ ہوئی اور تلوار سے فیصلہ کرنا مناسب سمجھا۔ سنگھانا۔ فتح پور اور سرکش سردار سیکر سے روپیہ وصول کر کے اس نے مشہور عوام مسٹر جارج طامس سے مدد مانگی۔ جارج موصوف ترقی اختیارات کے لئے ایسے ہی موقعوں کے منتظر اور باہمی جنگوں سے فائدہ اٹھانے کے مشتاق تھے فوراً مدد کو آپہنچے۔ جے پور کی کل تنخواہ دار اور جاگیرداری فوج جمع ہوئی اس طرف آنے گئے واجبی آدمی تھے۔ لیکن طامس صاحب نے اپنی تربیت یافتہ اور قواعد دان فوج سے رودرام کی ناک میں ایسا دم کیا کہ وہ میدان میں ٹک نہ سکا۔ رنجیت سنگھ سخت زخمی ہوا۔ بہادر سنگھ اور پہاڑ سنگھ کہانگا روت اور اور رئیس توپ کے گولوں سے اڑ گئے۔ ہزاروں بہادروں کی جانیں گئیں۔ مگر راجپوت سور بیر طامس صاحب سے توپیں چھین ہی لے گئے اور ان کو اپنا سا منہ لیکر میدان جنگ سے واپس آنا پڑا۔

کھنڈیلا کے جو دو رئیس مقید تھے ان کا ذکر اوپر ہو چکا ہے انہوں نے ایک تحریر کے ذریعے سے تو اپنے ہموطنوں سے اپنی رہائی کے لئے استدعا کی اور ایک تحریر رودرام شکست خوردہ کے پاس روانہ کی۔ جس کا جواب رودرام

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی طرف سے یہ ملا کہ رائے سلوت اس مہم میں جانبازی کریں تو خدمات کا ضرور لحاظ کیا جائے۔ باگھ سنگھ کی قسمت بیدار تھی فریقین نے اسی کو اپنا معتمد قرار دیا۔ منتظم کھنڈیلا کی نظر میں اس کی خاص وقعت تھی۔ اس نے باگھ سنگھ سے چاہا کہ وہ کھنڈیلا کے قلعوں اور محلوں میں اپنی قومی فوج متعین کرے۔ لیکن دربار جے پور کے سپہ سالار کا حکم پہنچا کہ اپنی فوج کے ساتھ مہم میں شریک ہو۔ باگھ سنگھ نے تعمیل ارشاد کی اور اپنے بھائی لچھمن سنگھ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا۔

پرتاب سنگھ قید تھا اس کے بیٹے منوہر سنگھ سلیدی والا نے جو ہیں سنا کہ باگھ سنگھ لشکر جے پور سے جا ملا وہ اندھیری رات میں سیڑھی لگا کر قلعہ پر چڑھ گیا اور تمام قابضان قلعہ کے خون سے تلوار سرخ کی۔ باگھ سنگھ نے یہ خبر نولی میں سنی نہ اسی وقت وہاں سے چل کھڑا ہوا۔ اور پہنچتے ہی دھاوا کر دیا۔ محافظین قلعہ جان کی حفاظت کے لئے جان پر کھیلتے تھے۔ حملہ آوروں کو قاتلوں کے خون کی پیاس تھی مرد و عورتیں تک بغلیں بجاتی تھیں کہ بہادر سیڑھیوں پر چڑھے چلے جاتے ہیں سخت خونریزی ہوئی فریقین جان توڑ کر لڑے۔ آخر سفید جھنڈا لہرایا۔ قلعہ کے دروازے کھل گئے۔ لیکن تا اہل بھاگ چکے تھے ہاتھ نہ لگے۔

دینا رام کے عوض بانجے داس کو جے پور کی دیوانی ملی۔ روز ارام حالا نکہ شکست فاش کھا چکا تھا۔ کیشروں نے اس کے خوب ہی لتے لئے پھر بھی شیخاوائی کے خراج کی تحصیل اسی کے تعلق رہی اس نے کھنڈیلا کی تحصیل محاصل کا ٹھیکہ بیس ہزار روپیہ سالانہ پر اس برہمن کو دے دیا جس نے جے پور کے محصول شہر اور راہداری کے ٹھیکہ میں خوب نفع اٹھایا تھا۔ پہلے سال کی رقم بخود ضم کر گیا۔ اس برہمن کا ایک رشتہ دار بھی اس ٹھیکہ میں ساجھی تھا دونوں نے دو سال کا اور ٹھیکہ لے کر مسلح سپاہیوں کی مدد سے خوب سختی گیری شروع کی جو لوگ بدلے یا لگدار سے ستائے تھے ان سے بھی زبردستی سے روپیہ وصول کیا۔ اسے سال کی بہادر اولاد دربار کی عہد شکنی عہد سختی گیری سے ایسی تنگ ہوئی کہ اس نے آخر تلوار سے مقابلہ کیا اور تنگ آ کر بجنگ آمد کا سامان پیش ہو گیا۔ کھنڈیلا میں برہمن کے ساتھ ساتھ ہزار سوار و پیادے تھے سب کے سب نکالے گئے۔ تھوڑا عرصہ اس کے بعد آسال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے شجاع گروہ نے جے پور کا رخ کیا۔ ریاست کے علاقوں میں لوٹ مار شروع کر دی رانی کا علاقہ بھی لوٹ سے نہ بچا۔ اس دلیر جماعت کی سرکوبی کے لئے نئی فوج متعین ہوئی بڑے بڑے محاربے ہوئے اور بڑی دقت کے بعد اس پر فتح نصیب ہوئی۔ رئیس رنولی اور اور رؤسائے اعظم نے تو صلح سے رفع شر کیا۔ لیکن پرتاب سنگھ کا بھانجا سنگرام سنگھ والی سوجاوس مارواڑ میں تارک الوطن ہو گیا اور باگھ سنگھ و سورج سنگھ بیکانیر میں پناہ گزین ہوئے ان کو بیکانیر سے جاگیریں ملیں۔ پہلے ان کو انتظار رہا کہ دیکھیں دربار کیا داد رسی کرتا ہے لیکن جب مایوس ہوئے تو بارودیا بہادر کے شریک ہو کر انہوں نے اپنے گھوڑوں کو دارالریاست کے دروازوں پر پہنچایا۔

ان تارک الوطنوں کی سرگروہی سنگرام سنگھ نے کی اور سب سے زیادہ دھوندھار کے علاقوں میں لوٹ مار مچائی۔ مختلف حلقوں میں رکھوالی کے حقوق قایم کر لئے۔ جس تھانہ پر ان کا زور چل جاتا تھا وہاں کوئی صحیح سلامت نہ بچ سکتا تھا۔ ان لوگوں نے جے پور سے چند میل کے فاصلے پر پہنچکر شہر کہو کو لوٹا اور شہر پناہ تک بلا روک ٹوک کامیابی کے ساتھ پہنچ گئے۔ ہوتے ہوتے سنگرام سنگھ کے پاس کئی سو ایسے ایسے بہادر سوار جمع ہو گئے جن کی شجاعت کا وہ ڈنکا بجتا تھا کہ کسی کو چوں کرنے کی مجال نہ تھی۔ دربار جے پور میں نالشوں کے انبار لگ گئے۔ مگر توجہ صرف اس مسئلہ پر ہوئی کہ مالگذاری کیونکر ادا کیجائے۔ دربار کو مالی نقصان ناگوار ہو اعلاوہ بریں ایسے اشرار گروہ کی تمرق کچھ کم خطرناک نہ تھی۔ دربار نے شیام سنگھ سدھانی رئیس بساؤ کے بچن یعنی ضمانت سے سنگرام سنگھ کو یاد کیا وہ شہر پناہ کے قریب آیا تو فوج سکھ اور راہل سپاہ نے اپنے اپنے گھوڑے اونٹ ہتھیار اور اور اسباب پھینک دیئے لیکن ان خلقی بہادروں کا رعب و داب تھا کہ کسی نے اف کرنے کی جرات نہ کی۔ دیوان نے سنگرام کو گرفتار کرنے کا خفیہ انتظام کر رکھا تھا مگر اس کا ضامن شیام سنگھ بے خبر تھا وہ تاڑ گیا کہ معاملہ کیا ہے۔ اس نے سنگرام سنگھ کو دیوان کے منشائے خاطر کی خبر کر دی سنگرام ایک دن رات میں تونور اوائی پہنچ گیا تونور اور لار خانی بہادروں نے اس کی رفاقت اختیار کی سنگرام سنگھ کے پاس ایک ہزار سوار موجود ہو گئے اور اب اس نے راجہ کے بڑے بڑے شہروں پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ جس شہر میں روپیہ وصول نہ ہوتا تھا وہاں سے رئیس پکڑ لئے جاتے تھے جن کو روپیہ دے کر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جان بچانا پڑتی تھی۔ جہاں ادائے مطالبہ میں لیت ولعل ہوتا اس مقام پر لوٹ مار کی آفت نازل ہوجاتی تھی اور اسباب غنیمت سے اونٹ لدے رہتے تھے۔ مادھوپور رانی کا علاقہ تھا اس کے محاصرے میں اتفاق سے ایک گولے نے اس کے سر کے پرخچے اڑا دیئے۔ رنوی میں اس کی لاش جلائی گئی اور وہیں بزرگوں کے پہلو بہ پہلو اس کی چھتری تعمیر ہوئی سنگرام سنگھ کے فرزند نے خون پدر کا عوض لینے کو فوج کی سرگروہی منظور کی اور اپنے والد کے نقش قدم پر قدم رکھکر دربار پر ایسا رعب غالب کیا کہ آخر سوجاوس کی موروثی جاگیر اس کے ہاتھ آگئی۔ شیخاوائی فرقے میں ایسے ہی ایسے فتنہ وفساد برپا ہوتے رہے اور ایک معاملہ خاص ایسا پیش آیا جس نے تاریخ راجپوتانہ میں اپنی یادگار قایم کرلی۔ جس کی بنیاد وہ قومی جنگ ہے۔ جو کرشن کماری کے خواستگاروں کی بدولت قریب الوقوع تھی۔ راجہ مان سنگھ جودھپور کی مسند پر متمکن تھا۔ دھونکل سنگھ نے گدی کا دعوے کیا۔ فریقین کے طرفداروں نے ایک دوسرے کی حمایت منظور کی۔ جے پور کے دیوان رائے چند نے دھونکل سنگھ کی اس لئے طرفداری کی کہ کرشن کماری اس کے مالک کے کاشانہ اقبال کی زینت ہوجائے ؛

دیوان مذکور نے کرپارام اپنے بھتیجے کے ذریعے سے گروہ شیخاوات کی اعانت طلب کی شیخاوٹ نے تصفیہ شرایط کے لئے کشن سنگھ کو روانہ کیا۔ اودے پور میں اہل معاملہ فراہم ہوئے عہدنامہ تحریر ہوا جس کی مقدم شرایط یہ تھیں کہ راجگان کھنڈیلا کے مجوس رئیسوں کو رہائی ملے اور درباران کے باہمی تنازعات میں دست اندازی سے باز رہے۔ کشن سنگھ کرپارام کے ساتھ جے پور میں گیا۔ عہدنامے پر مہر تصدیق ثبت کرائی اور کامیابی کے ساتھ واپس آیا شیخاجی کی اولاد نے شرایط سنیں تو دس ہزار ہم قوموں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ جہاں ضرورت ہوگی وہ اپنے سرگروہ قوم کی خدمتگذاری کرینگے۔ اور علاقے سے دور جانا ہوگا تو ایام قیام تک صرف پیشکش یعنی رسد ہی لینگے ؛

ان شرایط کے تصفیہ پر رئیس پوکرن کا بھتیجا شیام سنگھ چانپاوت کرپارام کو ساتھ لیکر جیپری پہنچا۔ اور وہاں سے دھونکل سنگھ دعویدار کو شیخاوٹ کی دارالریاست میں لے آیا۔ یہاں راجہ پرتاب سنگھ کی بیٹی اور راجہ بھیم والی مارواڑ کی بیوہ رانی اندی کو سے ملاقات ہوئی۔ رانی لڑکی کو گود لیکر اپنے لشکر میں آئی۔ جو جنگ مارواڑ کے لئے مسلح

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھا۔ یہ لشکر کھنڈیلا سے دس کوس پر کہٹو کے مقام پر خیمہ زن ہو کر بیکانیر وغیرہ کی فوجوں کا منتظر
ہوا۔ اس مقام پر شیخاوٹ کے رئیسوں نے زور دیا کہ رائے سال کے فرزند رہا کئے جائیں
یہ رئیس قوم میں نام آور تھے اور انہیں کے زیر علم انہوں نے جان بازی منظوری کی۔ موقع
مخدوش تھا کئی روز کے لیت ولعل کے بعد یہ رئیس آزاد کر دئے گئے۔ اور بندرابن حالانکہ
تارک الوطن ہو گیا تھا مگر یہ صورت معاملہ دیکھکر ہتھیار اُٹھانے پر مجبور ہوا۔ راجگان مذکور جاگیرداروں
کے یہاں ٹھہرے۔ رائے سلوت سدھانی۔ بھوجانی لارخانی اور رائے سال کی اتنی اولاد
رائے سال کے زرد جھنڈے کے تلے اکٹھا ہوئی۔ کہ پیشتر دیکھنے میں نہ آئی تھی شیخاوٹ
مارنے مرنے اور نیکنامی و بدنامی کے شریک تھے۔ چنانچہ راؤ نرسنگھ اور اس کا باپ علاقے
میں پہنچنے بھی نہ پایا کہ میدان جنگ میں مردانگی سے تہ تیغ ہو گیا۔
نرسنگھ کے فرزند ابھے سنگھ نے مسند حکومت پر قدم رکھتے ہی میدان کارزار میں
جانفشانی شروع کی اور اس منحوس لڑائی کو ختم کر کے دم لیا۔ اس کے بعد اس نے کھنڈیلا کی
راہ لی۔ لیکن دربار کی نیت درست نہ تھی وہ نہ چاہتا تھا کہ کھنڈیلا ابھے سنگھ کے تحت تصرف
میں آئے۔ راجہ بختاور سنگھ ماچھری والا ابھے سنگھ وغیرہ کا رشتہ دار تھا۔ یہ لوگ اس کے
یہاں پہنچے۔ صرف ڈیڑھ سو سوار ہمراہ تھے اور خواہش یہ تھی کہ ضروری کفالت ہو۔ لیکن ماچھری
والا کچھ ایسی بے التفاتی سے پیش آیا کہ وہ دو ہفتہ سے زیادہ قیام نہ کر سکے۔ پرتاب سنگھ اور
اس کے فرزند نے دیونسا کی راہ لی۔ غرض یہ تھی کہ بابو سیندھیا حاکم مرہٹہ سے مدد طلب کرے
ادھر ہنونت نے قلعہ گوبند گڈھ کی تاک لگائی۔ ۶۰ بڑے بڑے بہادر آدمی شام کو ایک
گوشے میں چھپا دئے اور رات کے وقت سیڑھی کے ذریعے سے قلعے پر چڑھ گیا۔ محافظ قلعہ
قتل ہوا قلعے میں ہل چل مچ گئی۔ بہت سے قابضان قلعہ لقمۂ شمشیر ہوئے۔ جو بچے انہوں نے بھاگ
کر جان بچائی۔ جس وقت فتح کا ڈنکا بجا گرد نواح کے لارخانی۔ مینا اور راجپوت گروہ قلعے میں وارد
ہوئے اور چند ہفتے کے بعد دو ہزار ایسی زبردست فوج ہنونت سنگھ کے ساتھ ہو گئی کہ رئیس قوم
سے ٹکر لے سکے۔ فوجیں مقابل ہوئیں قلعہ خالی ہو گیا۔ فوج محصور بھاگی۔ داروغہ خوشحالی دربار میں
اہل فریب کا سرغنہ تھا۔ اس نے اپنی طمع نفسانی و بے ایمانی کی وجہ سے دربار میں بھی ذلت
اٹھائی۔ اور اس کے دشمنوں کی بات چڑھ بنی۔ اس کو دربار سے سو سپاہیوں کی تنخواہ اور
دیجاتی تھی مگر یہ ذات شریف صرف ۳۰ سپاہیوں ہی سے قلعے کی حفاظت کرتے تھے۔ راجہ نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رستے اور توپخانے کے ساتھ رتن چند کو ہمراہ کر کے خوب ملامت کی اور حکم دیا کہ کھنڈیلا پر قبضہ کر کے منہ دکھائے جان جائے تو بلا سے ہنونت بہادر آدمی تھا۔ اس نے خبر پاتے ہی شہر کے باہر خوشحالی کی خبر لی خوشحالی بھاگا خیریت گذری کہ ہنونت زخمی ہو گیا اور لارخانی فوج کی کمک نہ پہنچی ورنہ خوشحالی کی اور بھی چولیں ڈھیلی ہو جاتیں۔ ہنونت سنگھ جس وقت مجبور ہوا تو دیوار کے اندر چلا آیا اور بڑی بہادری سے دو حملے روکے پہلے حملے میں بیس زرہ پوشوں کو تہ تیغ کیا۔ دوسرے حملے میں پانی کی قلت اس وجہ سے ہوئی کہ ٹانکہ کے سوا دوسرا انتظام نہ تھا اسکی حاضری میں کچھ کسر باقی نہ رہی تھی کہ حریف کی طرف سے خود ہی پانچ شہروں کا عطیہ منظور ہوا جسے اس نے بخوشی منظور کر لیا +

آمیر میں ایک مرتبہ پھر عملۂ ریاست کی برطرفی و بحالی نے رنگ جمایا یا تو خوشحالی رام مقید تھا یا اب ۸۴ برس کی عمر میں اس کو پھر اختیارات حکمرانی سپرد ہوئے۔ اس پیرانہ سال کو پچاس برس میں راجگان ریاست کی ناراضگی اور رضامندی کا بہت کچھ تجربہ تھا۔ دو اس کے مخالف دیوان اس کی آنکھوں کے سامنے قید حیات تک سے چھوٹ چکے تھے۔ مگر اس بڑھاپے میں بھی اس کو فتنہ انگیزی و دغابازی ہی کی سوجھی رہی۔ پرتاب سنگھ کے زمانے سے یہ بوہرہ محبوس تھا۔ راجہ موصوف نے مرتے وقت بھی وصیت کر دی تھی کہ یہ کبھی رہا نہ ہو اور اگر کسی نازک وقت میں اس کی رہائی لازمی سمجھی جائے تو اس کے جانشین اسے وہ انتظام سپرد نہ کریں جو خود اختیاری ہوں +

خوشحالی رام بڑا خرانٹ آدمی تھا۔ اس کے حالات زندگی لکھے جائیں تو ایک کتاب تیار ہو جائے۔ جس وقت اس کو اختیارات ملے شیخاوٹ کے رؤسائے عظام نے اس کے توسط سے اپنے بزرگوں کی جاگیروں کی واپسی کا معاملہ پیش کیا۔ دیرینہ سال بوہرہ حکمت عملی یا دلی رغبت سے جاگیرداروں کا دوست بنا رہتا تھا۔ اس نے وکالت منظور کی اور راجہ کو سمجھایا کہ جب رعایا خوش رہیگی تو ریاست کا تحفظ بھی اچھی طرح ہوگا۔ ترقی حکومت کے لئے رعایا کی خوشنودی ضروری بات ہے۔ رعایا سرتابی کرے تکلیف دے پھر بھی رعایا ہے اور جس وقت کوئی خطرناک موقع پیش آتا ہے تو اپنی طاقت کے صرف کرنے میں تامل نہیں کرتی۔ دیکھ لیجے گذشتہ مہم میں شیخاجی کی نسل کے دس ہزار آدمی ایک دم سے جمع ہو گئے۔ اگر آپس میں ان بن نہ ہو جاتی تو مرہٹوں کا اس وقت غلبہ نہ ہو سکتا۔ راجہ نے دیوان کو حکم دیا کہ راست کرداری و ایمانداری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے جو مصلحت دیکھے اس کے موافق کارروائی کرے۔ اب کیا تھا فوراً ہی عہد نامہ تحریر ہوگیا۔ کہ آیندہ سے رائے سلوت ساٹھ ہزار روپیہ خراج داخل کیا کریں اور چالیس ہزار روپیہ اسی وقت نذرانہ میں دیں۔ کھنڈیلا اور ماتحت جاگیروں کے اس وقت نئے پٹے بھی تحریر ہوگئے۔ راجہ کا بھی ہرسند پر صاد ہوگیا۔ دیوان کی مہر بھی ثبت ہوئی لیکن کھنڈیلا کی چھوٹی چھوٹی ناگا قوم کے جاگیردار جو منتظم قلعہ تھے چونکے اور ان کو حکم کی تعمیل میں لیت ولعل ہوا۔ ہنونت سنگھ کو بھی دیوان کی ایماندارکی پر شک ہوا۔ اس نے اپنے موافق راجاؤں کو اکٹھا کہ فوجی طاقت سے اپنی حفاظت کریں۔ پانچ سو کی جماعت بہم پہنچ گئی۔ جن میں سے صرف بیس چیدہ جوان ہمراہ لیکر اودے گڈھ پہنچا اور ظاہر کیا کہ ہنونت سنگھ کا ایلچی ہوں۔ ایلچی کی کہیں روک ٹوک نہیں اس سے کسی نے پوچھ گچھ نہ کی بیس اور سوار بھی سفارت کے حیلے سے داخل ہوگئے۔ رہی باقی سپاہ اس نے دروازہ دارالریاست پر پڑاؤ ڈالا۔ ہنونت سفیر کی حیثیت میں بے ایمانوں سے ملا نیا پٹہ دکھایا۔ لیکن کسی نے توجہ نہ کی۔ ہنونت سنگھ نے یہ رنگ دیکھ کر تلوار کے قبضے پر ہاتھ ڈالا اور سب کو یقین دلادیا کہ جب تک دم میں دم ہے بغرض لئے یہ شخص یہاں سے نہ ٹلیگا۔ فریق مخالف کی سٹی پٹی بھول گئی وہ خود وہاں سے چمپت ہوئے ابھے سنگھ کی قسمت جاگی ایک مرتبہ پھر آباواجداد کے ٹوٹے پھوٹے محلوں میں راجگی کا طنطنہ دکھانے کا موقع اور گذشتہ ذلتوں کا معاوضہ ملا۔ یہ لوگ ابھی نوعمر اور ناتجربہ کار تھے انہوں نے اسی راستے پر چلنا اختیار کیا جو ان کا بہی خواہ رشتہ دار دکھاتا تھا اور وہ حروف عداوت بالکل محو ہوگئے جو ذرہ ذرہ کے لوح دل پر منقوش تھے۔

ان دونو رئیسوں کی رہائی کے بعد ہی شیخاوٹ کی فوج راجپوتانہ بھر کے قیب یعنی میر خاں کے مقابلے میں خبر بکف ہوئی۔ جس کے سپہ سالار اعظم محمد شاہ خاں کو راؤ چاند سنگھ دھونی والا نے ٹونک کے قریب قلعہ بھوم گڈھ میں محصور کرکے ناکوں چنے چبوائے تھے قریب تھا کہ محصورین تہ تیغ ہوں یا پناہ مانگیں اور شیخاوٹ قوم فتح کا پھریرا اڑائے کہ بدقسمتی سے جاگیرداری انتظام کی خرابی نے رنگت بدل دی مارنے مرنے کی جرات اور حفاظت کی حکمت کارگر نہ ہوئی اور نحوست ایام سے ان راجگان جنگ آور کو موت کا منہ دیکھنا پڑا۔ جن کی ایک عرصے سے حق تلفی ہوتی چلی آتی تھی۔ جو تشفی کی پیش گوئی پٹ پڑی۔ راجہ کی قربانی سے سات پشت تک حکومت کھنڈیلا قائم نہ رہ سکی۔ تمام جاگیردار بے قابو ہوگئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لشکر آمیر کے شریک تھے جن میں سے شیخاوٹ فرقے نے ٹونک پر دھاوا بولدیا اور چھاپہ
مارا گوگاوٹ خاندان کے ایک جاگیردار کی جان گئی۔ اور کل اثاث البیت حملہ آوروں کے
قبضے میں آگیا۔ گوگاوٹ کے فرزند نے چاند سنگھ سے فریاد کی یہ شخص فوج محاصرہ کا افسر
بادست تھا۔ اس نے ایک مسلح فوج روانہ کی کہ فریادی کو اس کا اثاث البیت دلادے مگر
شیخاوٹ فرقے نے انکار کیا۔ اور اپنے حمایتی اور بہم پہنچائے۔ چاند سنگھ نے بھی فوج
بڑھائی رئیس سیکر اس معاملے میں جدا رہا اور روڈ سائے کھنڈیلا اور تمام سرداران کھنڈیلا
میدان جنگ میں گئے۔ گوگاوٹ رئیس حالانکہ خاندانی تھا اور سرداری لشکر بھی اس کو حاصل
تھی اس نے اس شتابی اور عدول حکمی کو ناپسند کیا اور جتنی فوج بہم ہوسکی سرکوبی کو روانہ کی
ایک جم غفیر جھگڑوں کے اردگرد فراہم ہوا۔ عزت وحرمت کے خیال سے ہر ایک ایک
دوسرے کے خون کا پیاسا ہوگیا۔ تلواریں کھنچ گئیں خونریزی شروع ہوگئی اتنے ہی میں
کہ انگردت رئیس نے اصلاح مفید حال سمجھی اور طرفین کی عزت وآبرو کو کاٹنے میں
تولنے کے لئے یہ تدبیر نکالی کہ جو اسباب غنیمت ہے وہ پہلے راجہ کھنڈیلا کے پاس روانہ
کیا جائے۔ اس کو اختیار رہے کہ سردار فوج کے پاس بھیجے یا نہ بھیجے شیخاوٹ گروہ نے
اس رائے پر رضامندی ظاہر کی اور تلواروں نے خون سے پیاس بجھانا موقوف کیا۔
چاند سنگھ اس کارروائی کو اپنے لئے حقارت سمجھا اور سپہ سالار لشکر کی بھی ہتک سمجھی لیکن یہ
خیال ہی خیال تھا۔ رئیس گوگاوٹ کی اس سے کچھ توہین نہ تھی۔

سیکر کا رئیس لچھمن سنگھ اس معاملے میں الگ رہا تھا اس کا دلی منشا یہ تھا کہ کھنڈیلا کی
حکومت پر قابض ہو۔ بھوم گڈھ کا محاصرہ ملتوی ہوا۔ تنازعات رفع دفع ہوئے۔ شیخاوٹ
لوگ دارالریاست کی طرف روانہ ہوئے تو پھر کھاکر لچھمن سنگھ تیر کی طرح سیدھا اپنی ریاست
میں پہنچا اور وہاں سے بیوہ پر حملہ کرکے بوہرا دیوان کے بیٹے کو انٹی پر چڑھایا اور مقام
مذکور پر قبضہ کرکے دو لاکھ روپیہ فریق مخالف سے حاصل کئے اور اس رقم کثیر کی تقویت
سے اس نے پٹھانوں کی ایک تنخواہ دار فوج کمک کے لئے بہم پہنچائی جس کے سردار سنو
اور مہتاب خاں تھے۔

مہتاب خاں وہ شخص تھا جس نے کچھ دنوں قبل ہنونت سنگھ سے عہد وپیمان کرکے
چھوٹی ریاستوں کا انتظام اپنے ذمے لیا تھا اور پچاس ہزار روپیہ کے عوض وعدہ کیا تھا کہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان کی حمایت سے کام رکھے گا۔ معاملات ریاست میں دست اندازی نہ کریگا۔ اس قسم کی داد و ستد ان ریاستوں میں ہمیشہ ہوتی رہتی تھیں اور پھر لطف یہ کہ ان کارروائیوں پر کوئی حرف بھی نہ رکھتا تھا۔

ہنونت نے جس علاقے کو اپنی نمایاں بہادری سے حاصل کیا تھا اس کی حفاظت کا انتظام کیا۔ حریف نے روپیہ کو پانی کر کے ریوا سوادر دوسرے مقامات کے علاوہ شہر کھنڈیلا پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اب محاصرہ قلعہ کی نوبت آئی پہلے تو ہنونت سنگھ تلوار تول کر قلعے سے نکل کھڑا ہوا اس کے ہواخواہ اس کے اردگرد جمع ہو گئے اور سب نے قلعے کی حفاظت کے لئے مرنے مارنے کا بیڑا اٹھا لیا۔ اور رئیس اس امر سے سخت خلاف ہوئے کہ پنچن سنگھ وغیرہ طمع یہ ہٹ دھرمی نہ دیکھی گئی۔ وہ اس کی بدنیتی اور بے انصافی سے تو ناراض تھے ہی نقصانی سے بلاوجہ کھنڈیلا کے چھوٹے چھوٹے راجوں کو تنگ کر رہے ہیں اُن سے اس پر قومی دشمن منوہر مہتاب خاں کی حمایت ان کو نہایت ہی ناگوار گذری۔ اکثر رئیس بے انصافی کے اسداد کی کوشش کے لئے سرگرم ہو گئے۔ اکثروں نے ذاتی اغراض کو مدنظر رکھکر فریق مخالف کی حمایت منظور کی کچھ رئیسوں نے موقع وقت کا انتظار کیا اور ان سے محصورین کی اعانت اس وجہ سے نہ ہو سکی کہ لچھمن سنگھ کی ترغیب سے امیر خاں کی فوج نے ان کے علاقوں میں اس غرض سے شورش مچا دی کہ محصورین کو کمک نہ پہنچا سکیں۔ دربار نے بھی بغض الٰہی سے حملہ آوروں کی طرفداری کی۔ کیونکہ مغلیوں اور منتریوں نے یہ لگائی بجھائی کی تھی کہ اگر کھنڈیلا کی فوج کمائی نہ کاٹتی تو بھوم گڈھ کے محاصرے کے وقت کبھی اپنا سامنہ لے کر رہنا نہ پڑتا۔ اس شکست کے بانی مبانی اہل کھنڈیلا ہی تھے۔

تین مہینے تک حملہ آور چاروں طرف گھرے رہے مگر بہادر ہنونت سنگھ کئی سو جانبازوں کے ساتھ مصروف پیکار رہا۔ وہ قلعے کے باہر تھا۔ وہیں حملہ آوروں سے جانبازانہ شجاعوں کے ساتھ مصروف پیکار رہا۔ وہ قلعے کے باہر تھا۔ وہیں حملہ آوروں سے جنگ آزمائی کرنے میں اتنی مدت صرف ہوئی۔ جس وقت اس سے کہا گیا کہ اندر سے غنیموں کا مقابلہ درست ہے تو اس نے بڑی گرجوشی سے جواب دیا کہ

ہمنے یہاں دیوار شہر پناہ کی آخری کھنڈیلا سمجھ لیجے ہاتھ سے نکل گیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ کہکر اس نے اپنے ہمقوموں کو للکارا کہ

ایک دن مرنا ہی ہے۔ موت کا ڈر ہی کیا۔ یا دشمنوں کی کمر میں ہاتھ دے کر جوہر شجاعت دکھاؤ یا سر کٹاؤ۔ پر جوش دلوں میں ایسے ایسے فقروں نے ایک تازہ جوش پیدا کر دیا۔ وہ تلوار لے کر صف دشمن میں پل پڑے۔ توپیں چھین لیں دشمنوں کے قدم اٹھ گئے مورچے پر کوئی نہ دکھائی دیا۔

دوسرے روز دشمن پھر حملہ آور ہوئے سویرے سے شام تک بازار کشت و خون گرم رہا دشمن پھر بھی ٹک نہ سکے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس حملے میں شیر دل ہنونت مخالف کی توپوں پر فوج کے ساتھ ٹوٹ پڑا۔ کامیابی ہوئی لیکن خود گولہ کی ضرب سے جان بحق تسلیم ہو گیا۔ اس سردار کی موت سے محصورین بے سر کی فوج ہو گئے۔ ہمقوموں کا دل ٹوٹ گیا۔ پانچ سو محصورین تھے حملہ آور زیادہ لیکن محصورین پانچ سو پٹھانوں اور سکھوں کو پیوند زمین کر کے شکستہ دلی سے قلعے کے اندر چلے گئے۔

دوسرے روز زخمیوں اور کشتوں کے اٹھا لے جانے کی شرائط پیش ہوئیں۔ لیکن اہل قلعہ نے روکا۔ رئیس ادوے پور راستی کی طرف تھا۔ اس نے ہنونت سنگھ کی وفات کا حال سنتے ہی کمک اور رسد بھیج دی۔ رئیس کھیڑی دربار میں نہ ہوتا تو ان لوگوں کو اچھی کمک ملتی اس نے اپنے بیٹے کو ہدایت کر دی تھی کہ رئیس بساؤ کے مشورے سے کام کرے لیکن رئیس مذکور ایک قلعہ کے ملنے کی طمع سے سیکر کا طرفدار بن گیا تھا۔ اس لئے کمک سے مایوسی ہوئی۔ مگر اہل قلعہ اس کی بھی کچھ پرواہ نہ کر کے بے سروسامانی کی حالت میں بھی ہنونت کی موت کے بعد پانچ ہفتے تک جنگ آزما رہے۔ رسد ختم ہو چکی تھی بنئے جو مکئی بہم پہنچا سکتے تھے اسی پر شکم پری کا دارومدار تھا۔ قلعہ بند فوج قلت رسد سے تنگ ہی تھی کہ حملہ آوروں کی طرف سے دس شہروں کا عطیہ منظور ہوا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر محصورین نے دس شہروں پر قناعت کی اور دشمن کے پڑاؤ پر حاضر ہو گئے۔

پرتاب سنگھ اپنے موروثی حصے پر قابض ہو گیا۔ لیکن ابھے سنگھ کے دماغ میں رائے سال کے عروج و حشمت کی بو سمائی تھی اسے منظور نہ ہوا کہ اس کے مجرم خاندانی رشتہ دار کو کچھ بھی حصہ دیا جائے۔ پرتاب سنگھ اس معاملہ میں اس کا ساتھ دیتا تو صورت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بہبود تھی۔ مگر نہیں اس نے حصہ لے لیا۔ لچھمن سنگھ کھنڈیلا پر قابض و متصرف تھا اس نے سوچا کہ اصلی حقدار کا ریاست میں رہنا ٹھیک نہیں۔ اس نے صرف موقع ٹالنے کے لئے یہ انتظام کر دیا تھا۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ابھے سنگھ اور پرتاب سنگھ کو جھونجھونیں جاگیر میں سکونت ملی۔ جہاں ان کو فی اسم پانچ روپیہ روزانہ گذارے کے لئے ملتے ہیں اور وہ بھی اس سرمایہ سے جو سدھانی گروہ نے ان کے لئے جمع پہنچایا تھا۔ ان کی قسمت کا اسی موقع پر فیصلہ ہو گیا۔ اور اب امید نہیں کہ پھر ان کو کھنڈیلا کی حکومت نصیب ہو۔

یہ معاملہ ۱۷۱۸ء میں پیش آیا۔ ان ایام میں جے پور کے عہدۂ دیوانی پر شیو نرائن مشر ممتاز تھا۔ میر خان نے دباؤ ڈالا کہ زر مطالبہ ادا کیا جائے۔ دیوان نے سوچا کہ رئیس سیکر کھنڈیلا کی حکومت کا خواہشمند ہے۔ اس لئے اس نے نو لاکھ کا حسب ذیل مطالبہ کیا۔

پانچ لاکھ خزانہ خاص سے۔

چار لاکھ قوم سدھانی سے۔

سدھانی فرقے سے تحصیل زر کے لئے دیوان نے اجازت دے دی کہ جے پور کی فوج اور اپنی قوت کے دباؤ سے روپیہ پہنچائے۔ تو سدرو خلعت کھنڈیلا مرحمت کر دیا جائے۔ میر خاں اس معاملے میں متوسط تھا۔ لچھمن سنگھ رنولی میں اس سے جا کر اور روپیہ دے کر رسد حاصل کر کے سند کھنڈیلا پر دربار سے مہر ثبت کرا لی۔

اس کے بعد لچھمن سنگھ نے دربار میں خود حاضر ہو کر ستاون ہزار روپیہ کا پیشگی خراج داخل کر دیا جس کے عوض میں راجہ جگت سنگھ نے خلعت عنایت کیا۔ لچھمن سنگھ کی اب بھی ایک طرف تھی دوسری طرف دربار کی طمع۔ ان کے علاوہ سدھانی فرقہ کا رشک و حسد۔ ان سب باتوں سے رائے سال کی اولاد آخر کار اپنے موروثی حقوق سے محروم ہو گئی اور زمانہ کے انقلاب نے ایک نیا رنگ دکھایا۔

لچھمن سنگھ اپنی استطاعت و استعداد سے راجہ کا مقرب ہو گیا۔ لیکن راج کے پروہت کے دل میں اس کے رسوخ کا حسد تھا جس نے اس کے ہاتھ سے کھنڈیلا کی حکومت چھنوا دی ہوتی۔ مگر خیریت گذری۔

قبل میں ذکر آچکا ہے کہ ایک برہمن کو تحصیل محاصل کا ٹھیکہ دیا گیا تھا اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کو ٹھیکہ داری کی بدولت آخر کار ذلت اٹھانا پڑی تھی۔ لیکن وہ ایک عالی دماغ اور بیدار مغز آدمی تھا۔ اس نے اپنی لیاقت اور دانشمندی سے اپنے معین و معاون دیوان شیو نراین مشر کے عروج پر بھی ایسا ہاتھ صاف کیا کہ اس کو خودکشی کرنے سے نجات ملی۔ اس کے فرزند کو عہدۂ دیوانی ملتا لیکن برہمن مذکور نے جعل و فریب کر کے اس کے حقوق پر بھی پانی پھیر دیا۔ اور خود اس عہدۂ جلیلہ پر سرفراز ہو گیا۔ راجہ ہر معاملہ میں لچھمن سنگھ سے مشورہ لیا کرتا تھا۔ برہمن مذکور کو اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں اسی کی چڑھ نہ بنے اس لئے اس نے اس کے دفعیہ کی غرض سے یہ تجویز سوچی کہ کھنڈیلا پر فوج کشی کر دی جائے سدھانی قوم میں طمع غالب تھی اس کی آنکھیں رشک و حسد نے اندھی کر دی تھیں یہ بھی لشکر دربار کی کمک کو ہو گئے اور کھنڈیلا کا محاصرہ شروع ہو گیا۔ لچھمن سنگھ اس لشکر کشی کو خاموشی سے دیکھتا رہا خود کچھ نہ بولا لیکن اپنے پروہت کی معرفت اپنے رفیق جمشید خاں کے پاس روپیہ بھیجکر اعانت چاہی۔ جمشید خاں اپنی فوج لے کر مقام محصور میں پہنچا اور حملہ آوروں پر ایسا رعب جمایا کہ سب خاموشی سے دارالریاست میں واپس آئے۔ اب دیوان کو لچھمن سنگھ کی گرفتاری مدنظر ہوئی۔ مگر لچھمن سنگھ بھی بلا کا آدمی تھا اس نے اس کی کوئی حکمت نہ چلنے دی۔ پچاس سوار لیکر دارالریاست سے نکل بھاگا۔ حریف نے اس کا تعاقب کیا جائداد ضبط کی رئیس ساموت وغیرہ اس کے رفیق بھی گیہوں کے ساتھ گھن کی طرح پس گئے۔ پروہت کی روانگی پر قوم سدھانی رؤسائے کھیتڑی اور بساؤ نے کھنڈیلا پر حملہ کیا۔ مگر ناکامیابی ہوئی۔ ابھے سنگھ کی تقدیر کا پانسہ نہ چت ہونے پایا۔

بہادر سنگھ کے بیٹوں کے باہمی تنازعات کے ساتھ خونریزی اور تقسیم ریاست کی کوشش کا خاتمہ ہوا۔ ظالم لچھمن سنگھ کے ہاتھ میں کھنڈیلا کی عنان حکومت ہے۔ اس نے وہ انتظام کر رکھا ہے کہ سدھانی تو کیا اگر دربار بھی حکومت چھیننا چاہے تو کوئی تدبیر کارگر نہ ہو۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لچھمن سنگھ کے خاندانی حالات بھی قلمبند کر دئے جائیں۔ شیخاجی کا نام ناظرین جانتے ہیں اس کے فرزند اکبر راجہ رائے سال کے سات فرزند تھے جن میں سے چوتھا بیٹا راو ترمل تھا اس کو کانسلی کے علاوہ چوراسی شہر جاگیر میں ملے تھے ہری سنگھ اس کا فرزند تھا اس نے فتحپور کے قائم خانی رئیس کے ایک سو پچیس شہر چھین کر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپنی ریاست کو وسعت دی۔ اور پھر ریواسو کے پچیس دیہات بھی اپنے علاقے میں شامل
کر لئے۔ اس کے فرزند ہری سنگھ نے قائم خانی فرقے سے فتح پور چھین کر وہیں بود و باش
اختیار کی چاند سنگھ اس کے فرزند نے سیکر کا مقام آباد کیا۔ اس کی اولاد صلبی میں دیبی سنگھ تھا
جس نے ٹھاکر شاہ پورہ اپنے رشتہ دار قریبی کے فرزند لچھمن سنگھ کو آغوش عاطفت میں لیا سیکر
اس زمانے میں نہایت ہی عروج پر تھا جس وقت لچھمن سنگھ نے اپنے چچا کی گدی پر قدم رکھا
لچھمن سنگھ نے جاگیرداروں کی خودسری کے دفعیہ کے لئے اپنے چچا سے زیادہ انتظام کیا
اور کھنڈیلا کی فتح کے قبل کل جاگیرداروں کے قلعے کھود ڈالے تھے اپنے مولد و مسکن قلعہ
شاہ پور کی بھی یہی حالت کی۔ بلارا۔ بتھولی۔ کاسلی کے قلعوں پر بھی پہاڑ اجا۔ لچھمن سنگھ
نے والی کھنڈیلا کی گود بیٹھکر اپنے والد کے ساتھ بھی ایسی بے اعتنائی کی کہ وہ بیٹے کی محسن کشی
کو گوارا نہ کر کے جودھپور میں جلاوطن ہو گیا +

لچھمن سنگھ آٹھ لاکھ روپیہ کی آمدنی کے پانچ سو شہر اور دیہات پر قابض ہوا اس کی ریاست
نہایت شاندار ہو گئی اور اپنے نام پر قلعہ لچھمن سنگھ بنا کر دوامی یادگار کا انتظام کیا۔ قلعہ
آئینی فوجیں متعین کیں۔ جن میں علی غول کی مسلح اور بندوق سے آراستہ آٹھ پلٹنیں تھیں۔ اور
ہر دستہ فوج کے ساتھ ایک توپخانہ بھی تھا +

اس فوج کے علاوہ ایک ہزار سوار مسلح پوش اور قواعد دان اس کے جلو میں تھے جن میں
سے نصف کو تنخواہ دی جاتی تھی اور نصف جاگیرداروں نے بہم پہنچائی تھی۔ جاگیرداروں کو ان
کے سواروں کے مصارف کے لئے اراضی عطا کی گئی تھی ایسے فوجی سامان کی موجودگی اور
علوہمتی کی حالت میں وہ اس رفیق کی حمایت سے جس نے کھنڈیلا پر اس کو قبضہ دلایا بہت
کچھ ہاتھ پاؤں پھیلاتا لیکن راجہ امیر اور گورنمنٹ کی دوستی نے غارتگری اور دست بردی
کی جرات نہ ہونے دی +

راجگان کھنڈیلا کے حالات ختم ہو گئے اب موقع ہے کہ شیخاوٹ قوم کی شاخوں خصوصاً
سدھانی شاخ کا حال حوالہ قلم کیا جائے +

رائے سال کے تیسرے فرزند کا نام بھوج راج تھا اسی کی اولاد سدھانی کے
لقب سے مشہور ہوئی۔ رائے سال نے سات فرزندوں میں جاگیریں تقسیم کی تھیں جن میں
بھوج راج کے حصے میں آیا تھا بھوج راج کثیر الاولاد تھا۔ اس کی نسل بھوجانی کہلائی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے ملقب ہوئی۔ جس نے شیخاوٹی گروہ میں بہت کچھ شہرت حاصل کی معلوم نہیں کہ کس سبب یا اصول سے انہیں کی دارالریاست کو یہ فخر حاصل ہوا کہ تمام شیخاوٹ جو معاملہ یا مشورہ کریں وہ اودے پور کی کھائی میں۔ اودے پور کا اصلی نام کالیس ہے جس میں تین ہزار گھر ہیں اور ۴۵ دیہات ٭

بھوج راج کی کئی پشتوں کے بعد جگرام اودے پور کی گدی پر بیٹھا اس کے چھ فرزندوں میں سے بڑے بیٹے کا نام سادھو تھا۔ دسہرے کے دن باپ بیٹوں سے کچھ تکرار ہوگئی جس پر سادھو نے گھر کو خیرباد کہا اور روزائع بسر اوقات قسمت پر چھوڑ دئے۔ ان ایام میں سیدھانی کا موجودہ علاقہ فتحپور جھجھو کے ماتحت تھا جس پر ایک قایم خانی پٹھان نواب کی حکومت تھی اور یہ علاقہ بادشاہ نے اس کو جاگیر میں عطا کیا تھا۔ سادھو نے اس نواب سے ملاقات کی نواب نے انسانیت اور اولوالعزمی سے اس کی خوب خاطر داشت کی یہاں تک کہ ریاست کا انتظام بھی اس کے سپرد کر دیا۔ اس معاملے کے لئے دو روایتیں مشہور ہیں جن کی صحت قرین قیاس ہے ٭

(۱) مشہور ہے کہ نواب کے کوئی اولاد نہ تھی اس نے سادھو کو متبنے کر لیا سادھو کو نواب قایم خانی کی زندگی تک جھونجھنو اور ۸۴ دیہات پر حکم حاصل رہا۔ اور اس کی حکومت قایم رہی ٭

(۲) سادھو بہت بااختیار ہوگیا تھا اس نے نواب سے کہا آپ فلاں مقام پر رہئے اور معقول گذارہ لیجئے۔ قایم خانی نواب جانتا تھا کہ سادھو زور پکڑ گیا۔ اس سے پیش جانے والی نہیں۔ وہ جھونجھنو کی طرف چپ چپاتے چلدیا۔ یہاں پر اس کا رشتہ دار متسلط تھا اس نے اس کی حمایت کی اور تہیہ کر لیا کہ سادھو کو محسن کشی کا کچھ معاوضہ دینا ضرور چاہئے سادھو نے یہ صورت حال دیکھکر اپنے باپ کو لکھا کہ عزت و آبرو کا موقع ہے اگر آپ بھائی کو کمک کے لئے بھیج دیں تو بات بن جائے۔ باپ نے ان باتوں کو نظر انداز کیا جن سے وہ تارک الوطن ہوگیا تھا۔ اس کا دوسرا بیٹا مرزا راجہ جے سنگھ کے ساتھ مصروف مہمات تھا اس نے اپنے فرزند کلان کی مدد کے لئے اسے طلب کیا آئینی فوج تو پخانہ کے ساتھ شریک مہم ہوئی سادھو کی فتح کا ڈنکا بجا اور فتح پور جھونجھنو سے الحاق ہوگیا سادھو نے بھائی کو نصف حصہ بانٹ کر اعانت کے معاوضہ سے سبکدوشی حاصل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی اور عہد کیا۔ کہ دونوں بھائی جن علاقوں کو قوت بازو سے حاصل کریں گے ان کا مقررہ خراج شکر گذاری کے ساتھ راجہ کو ادا کرتے رہا کرینگے۔ اس فتح کے بعد ہی سادھو نے ایک پچیس موضع کا علاقہ قائم خانی خاندان سے حاصل کیا۔ گور راجپوت سے چوراسی مواضع کا سلطانو نامی علاقہ چھین لیا اور قدیم راجگان دہلی کے تواریہ راجپوتوں سے کیتھڑی اور اس کے متعلقہ علاقے فتح کر لئے۔ ان فتوحات سے سادھو ایک ہزار شہر اور دیہات سے زیادہ علاقے کا مالک بن بیٹھا جنہیں اس نے اپنی زندگی ہی میں پانچ بیٹوں کو بانٹ دیا جن کی اولاد سدھانی کہلائی پانچ فرزندان مذکورہ بالا کے نام یہ ہیں +

زور آور سنگھ۔ کشن سنگھ۔ نول سنگھ۔ کشوری سنگھ۔ پہاڑ سنگھ +

زور آور سنگھ مسند نشین ہوا۔ موروثی علاقے کے علاوہ اس کو دہیز میں بھی چوکڑی کا شہر ملا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی بارہ موضع بھی دستیاب ہوئے۔ نشانات شاہی یعنی فیل پالکی وغیرہ مزید براں تھے۔ کیتھڑی کے رئیس یعنی سادھو کے فرزند ثانی کشن سنگھ نے اپنے برادر بزرگ کی ریاست پر قبضہ کر لیا۔ اور اب وہ صرف دہیز کی چوکڑی کا مالک ہے۔ لیکن زور آور سنگھ کی بزرگی میں نام کو فرق نہ کیا۔ زور آور سنگھ کے قبضے میں صرف بارہ موضع ہیں اور ابھے سنگھ پانچ سو دیہات کا مالک ہے۔ لیکن بزرگی میں زور آور سنگھ ہی افضل سمجھا جاتا ہے۔ سادھو کے جن باقی چار فرزندوں کی اولاد سدھانی کہلاتی ہے وہ حسب ذیل ہیں +

ابھے سنگھ کیتھڑی والا۔ شیام سنگھ بساؤ والا۔ گیان سنگھ نول گڈھ والا۔ شیر سنگھ سلطانو والا +

سادھو نے اپنے بیٹوں ہی میں اپنی ریاست تقسیم نہیں کی بلکہ اہل خاندان کے لئے سنگھانا۔ جھونجھنو اور سورج گڈھ عرف اوریچا میں جاگیریں عطا کیں۔ ابھے سنگھ نے تو سنگھانا اور اس کے ملحقہ ۱۲۵ دیہات پر اپنا قبضہ جما لیا۔ لیکن باقی جاگیریں ان لوگوں میں منقسم ہو گئیں جو اس نسل میں پیدا ہو گئے +

جس طرح لچھمن سنگھ فرقہ راے سلوت میں بڑھا اسی طرح سدھانی گروہ میں ابھے سنگھ نے ترقی حاصل کی۔ دونوں کی ترقی کا ذریعہ بھی یکساں تھا یعنی وہی سخت گیری و جبر ستانی۔ لچھمن سنگھ رئیس سیکر نے اپنی شاخ کلان کھنڈیلا پر آفت ڈھائی۔ ابھے سنگھ رئیس کیتھڑی نے بڑی بڑی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فوں کے ساتھ سدھانی فرقے پر بھی تباہی نازل کی۔ شیر سنگھ کی اولاد کے قبضے سے علاقہ سلطان پور جس طرح نکل گیا وہ بیان ذیل سے واضح ولائح ہوگا ؛

پہاڑ سنگھ کے فرزند بھوپال نے لوہارو کی مہم میں جان دی اس کے اور کوئی بیٹا نہ تھا۔ اس لئے اس نے اپنے چھوٹے بھتیجے باگھ سنگھ کہیتڑی والا کے بیٹے کو گود لیا۔ جب پہاڑ سنگھ کا پیمانۂ حیات لبریز ہوا۔ اس کا متبنےٰ ایسا صغیر سن تھا کہ انتظام ملکداری کی ذرا بھی قابلیت نہ تھی۔ اس کی تربیت و پرداخت والدہی کے گھر میں تھی۔ حکومت کا لالچ برا ہوتا ہے اس کے لئے محبت اور یکجہتی کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا۔ باپ خواہ کیسا ہی ہو باپ ہی ہے لیکن نہیں متبنےٰ مذکور کے باپ نے اپنے کلیجے کے ٹکڑے کو قتل کر کے علاقۂ سلطانپور پر بھی قبضہ کیا جس کا معاوضہ اس کو یہ ملا کہ تمام رشتہ داروں نے منہ پہ تھوک دیا۔ آنکھوں میں خاک جھونکی رانی نے بھی جیتے جی منہ نہ دیکھا۔ باگھ سنگھ اس واقعہ کے بعد بارہ برس تک زندہ رہا رو سیاہی کی ندامت ایسی غالب تھی کہ جیتے جی قلعے کے باہر کسی کو منہ نہ دکھایا۔ جس وقت روح قالب عنصری سے پرواز کر گئی تب لاش قلعے سے باہر جلائی گئی اور یوں گویا جرم سنگین کا کفارہ ہوا۔ اس کی حالت روپوشی و گوشہ نشینی میں اجیے سنگھ نے امور ریاست انجام دئے یہ رئیس اب تک برسر حکومت ہے۔ مگر باگھ سنگھ کے نام پہ آج تک لوگ لعنت ملامت کرتے رہتے ہیں ؛

لاڑخانی سدھانی اور راے سلوت کے مختصر تذکرہ کے بعد اب اس فرقے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جسے اب لاڑخانی کہتے ہیں اور جس کا پیشہ قزاقی ہے۔ لاڑ کا لفظ پیار کا ہے اس کے ساتھ لفظ خان اس کے چھوٹے بیٹے تاج خاں کی طرح غالباً کسی ولی کے نام سے مستعمل ہوا ہے۔ لاڑخاں نے غالباً اپنے والد کے رسوخ دربار کی وجہ سے سرحد مارواڑ پر سایتر کے ماتحت اپنی موروثی جاگیر واتنا رام گڈھ کو تحت تصرف میں کر لیا چنانچہ فی الحال وہ نوسل اور دیگر ۸ شہروں پر قابض ہو گیا۔ جن میں سے بعض مقامات مارواڑ اور بیکانیر نے اس لئے عطا کئے کہ ان کے علاقوں میں لوٹ مار نہ ہو۔ یہ لوگ پنڈاری اور اور قزاقوں کی طرح نہیں ہیں ان کو پانچ سو سواروں کی طاقت حاصل ہے۔ اور اس طاقت سے وہ جی بھر کے لوٹ مار کر لیتے ہیں۔ ان کے علاقے میں گذرنا نہایت ہی وقت طلب ہے۔ اور رام گڈھ بھی ایسا مستحکم استوار ہے کہ رسائی مشکل لہذا ان کو چنداں کسی سے خوف و اندیشہ نہیں۔ والی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملک خراج طلب کرتا ہے تو وہ کچھ التفات نہیں کرتے صرف میر خاں ان کے سر پر پہنچ جاتے تھے تو روپیہ وصول ہو جاتا تھا چنانچہ جب میر خاں یہاں پہنچا تو اس نے حکمت عملی سے بیس ہزار روپیہ بابت زیر بقایا تحصیل کر لئے تھے ٭

آمدنی امن وامان کے زمانے میں اس علاقے سے پچیس سے تیس لاکھ روپیہ تک وصول ہو سکتا ہے۔ لیکن سردست اس قدر آمدنی نہیں۔ آدھا علاقہ تو شیخاوائی اور سیکرو کیتھڑی کے رئیسوں کے قبضے میں ہے

تفصیل آمدنی حسب ذیل ہے

لچھمن سنگھ والی سیکر بشمول کھنڈیلا	۸ لاکھ
ابھے سنگھ کیتھڑی بشمول کوٹ پوتلی عطیہ لارڈ لیک صاحب	۶ لاکھ
شیام سنگھ بساؤ والا معہ حصہ رنجیت سنگھ برادر رئیس مذکور تعدادی ۴۰ ہزار)	۹ لاکھ
گیان سنگھ نول والا بشمول ۲ علاقجات ملحقہ ۵۰ مواضع فی علاقہ	۷۰ ہزار
لچھمن سنگھ مینہ سر والا رئیس نوگڈھ	۳۰ ہزار
نیرگان زور آور سنگھ فرزند اکبر سادھو۔ علاقہ نائن مع جاگیرات منقسمہ بر ۲۷ حصص	ایک لاکھ
اودے پور	ایک لاکھ
منوہر پور	۳۰ ہزار
لاڑخانی	ایک لاکھ
ہر رام جے والا	۴۰ ہزار
گردھر پوتا	″
چھوٹے چھوٹے علاقجات	دو لاکھ
میزان	۲۳ لاکھ

تفصیل خراج جے پور

سدھانی	۲ لاکھ	اودے پور	۲۲ ہزار
کھنڈیلا	۶۰ ہزار	کاسلی	۴۰ ہزار
فتح پور	۶۴ ہزار	میزان	۳ لاکھ ۵۰ ہزار

اگر ۲۳ لاکھ کی رقم درست ہے جس میں سے ۳ لاکھ کی رقم بطور دہیز شادی مجرا کرے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پر ۱/۴ کی واجبی تشخیص جمع ہوتی ہے تو اگر انگریزی سرکار اس اندازے پر لحاظ کرے عین انصاف ہے ؛

باب ۸

تمہید۔ آمیر کے باشندوں کی خو بو۔ رقبۂ ریاست آمیر آبادی۔ تعداد شہرہائے کلاں وغیرہ۔ قومیت باشندگان اقسام زمین۔ زراعت۔ پیداوار۔ ملک غیر کی افواج کے محاصل۔ جاگیرداری فوج

قوم کچھواہہ کی شیخاواٹی اور ماچھری کی شاخوں کے حالات سے یہ بات کچھ کم دلپذیر نہیں کہ ایک تارک الوطن شخص کی اولاد نے آٹھ سو سال میں پندرہ ہزار میل مربع کی ایک ریاست قائم کر لی اور اس کے ایک ہی خون و پوست کے چالیس ہزار آدمیوں نے اپنی ملکی حفاظت میں خنجر بکف اور سر بکف ہو کر جان دے دی۔ راجپوتوں کو ملک کی محبت کا جوش ویسا ہی ہے جیسا کسی عاشق کو معشوق کے ساتھ۔ راجپوت کے سامنے اس کی بی بی کا نام تعظیم کے ساتھ نہ لیا جائے تو کبھی تلوار میان میں نہ رہ سکیگی۔ ان واقعات کی مثالیں تاریخوں میں ایک دو نہیں ہزارہا ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی غیر ملک کا باشندہ ان کی حب الوطنی اور احسانمندی پر حرف رکھے تو اس سے بڑھ کر کوئی عقل سے خالی اور کودن نہیں ؛

حدود ریاست ملک آمیر کا عرض سرحد مارواڑ کے مغرب میں سانبھر تک اور مشرق کی طرف سرحد ملک جاٹ کے متصل شہر سورت تک ایک سو بیس میل وسیع ہے۔ طول شمالی اور جنوبی سمت کا ایک سو اسی میل ہے جس سے علاقہ شیخاواٹی جدا نہیں۔ ملک آمیر کا تختہ زمین ہموار اور بدہیئت ہے۔ تخمینہ کے رو سے ریاست دھوندھار یعنے جے پور کا رقبہ تو نو ہزار پانچ سو میل مربع ہے اور شیخاواٹی کا پانچ ہزار چار سو اور اس حساب سے کل رقبہ ملک آمیر چودہ ہزار نو سو میل مربع ہوا ؛

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آبادی یہاں کی آبادی کی صحیح تعداد لکھنا مشکل ہے مگر اندازاً آمیر میں ایک سو پچاس آدمی فی میل مربع آباد ہیں۔ اور شیخاواٹی میں اسی آدمی فی میل مربع۔ جس کے رو سے میل مربع ۱۲۴۔ اشخاص کا اوسط ہوا۔ اور کل ملک کی آبادی ایک لاکھ پچاسی ہزار چھ سو ستر آدمی کی قرار پاتی ہے۔ اس ملک کے بڑے بڑے شہروں کی وسعت خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ مگر اس تخمینہ میں کچھ مبالغہ معلوم نہیں ہوتا۔ کچھ کمی ہو تو تعجب نہیں۔ دھوندھا خاص جگہ ہے جس میں چھوٹے چھوٹے دیہاتوں کے علاوہ چار ہزار بڑے بڑے شہر ہیں شیخاواٹی میں نصف تعداد ہے جن میں سے پانچ سو شہر لچھمن سنگھ رئیس سیکر و کھنڈیلا کے تحت تصرف میں ہیں اور اسی قدر ابھے سنگھ کھیتڑی والا کے قبضے میں۔

باشندے یہاں کے باشندوں کی تفریق حوالہ قلم کرنا بھی آسان نہیں۔ راجپوت کل قوموں سے کم تعداد ہیں مگر مینا خانہ بدوشوں سے کم نہیں اور تعجب کی بات یہ ہے کہ مینا قوم کی کثرت یہاں اب تک کیونکر ہے۔ یہاں کی اقوام کا ذیل میں نام درج کیا جاتا ہے۔ جن کے ناموں کی ترتیب سے ان کی کثرت تعداد کا اندازہ کر لینا چاہئے۔

(۱) مینا۔ (۲) راجپوت۔ (۳) برہمن۔ (۴) بنیا۔ (۵) جاٹ۔ (۶) دھاکر یا کرار عرف سراتا۔ (۷) گوجر۔

مینا اس قوم کی ۳۲ شاخیں ہیں۔ باوجود محاربات ان کے استحقاق کا اب تک پتہ چلتا ہے۔ اور ظاہر ہوتا ہے کہ جو نرور کے راجے جلا وطن ہوئے تھے ان کا رسوخ آمیر کے راج میں قایم رہا۔ نہ اس دخل میں فتح و نصرت نے کچھ جوہر نمائی کی نہ قوت بازو نے بلکہ تبنیت کے رواج نے اپنا رنگ جمایا جس وقت کوئی راجہ مسند نشین ہوتا ہے مینا اپنے انگوٹھے کے خون سے پیشانی پر تلک لگاتا ہے۔ گو اب اور رسموں کی طرح یہ رسم بھی مٹ گئی ہے لیکن اب بھی اس رواج سے یہ بات ضرور ظاہر ہوتی ہے کہ کبھی مینا اور بھیل قوم کا اس ملک میں عمل دخل تھا۔ راجہ آمیر کے معتبروں میں اب تک مینا لوگ ہیں۔ خاص دفتر اور جے گڈھ کا خزانہ انہیں کے سپرد ہے۔ رات کے وقت راجہ کی خواب گاہ میں انہیں کا پہرا رہتا ہے۔ محلوں کی نگرانی اور حفاظت کے ذمہ وار بھی یہی ہیں۔ جب سے ان لوگوں نے یہ خواہش کی کہ راجہ کے ریاست سے جانے پر نقارہ اور جھنڈا انہیں کے حوالے کیا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جانے تب سے وہ اس اعزاز سے مصلحتاً محروم کئے گئے مگر اور اعتبار کے کاموں میں ان کا پورا حصہ ہے۔ مینا۔ جاٹ اور کرار اعلےٰ درجے کے کاشتکار ہیں جن میں سے بہتوں کو اچھے اچھے علاقے ملے ہوئے ہیں +

جاٹ یہ نہایت محنتی کاشتکار ہیں۔ ان کی آبادی و اراضی نسبتاً مینا قوم کے برابر ہے +

برہمن اس قوم کے لوگ مذہبی سرغنہ ہیں۔ تمام رجواڑے کے مقابلے میں ان کی تعداد ادھر میں زیادہ ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہاں کے راجے اور ریاستوں کے راجوں مہاراجوں کے مقابلے میں اصول مذہب کے زیادہ پابند ہونگے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ مقابلتہً ان کے مذہبی برتاؤ خلاف ہیں +

راجپوت اس وقت بھی اگر کوئی قومی مہم پیش آئے تو کچھواہہ قوم کے تیس ہزار آدمی میدان جنگ میں جمع ہو سکتے ہیں۔ ان کا مقولہ ہے کہ ہم ایک باپ کی نسل سے اتنی فوج بہم پہنچا سکتے ہیں۔ اس اندازہ فوج سے خاندان مرزکا اور شیخاوٹ مستثنےٰ ہیں۔ راجگان جیجون۔ راجہ مان اور مرزا راجہ کے زیر حکم قوم کچھواہہ نے ایسے ایسے جوہر شجاعت دکھائے ہیں کہ اور بہادر قوموں نے دلیری و جوانمردی کا اعتراف کیا ہے لیکن اب وہ جوش دلاوری کہاں۔ اگر ہے تو قوم راٹھور اور ہاڑا میں۔ اس کا سبب کچھ ہے تو یہی کہ بادشاہان مغلیہ کی دربار رسی سے وہاں کی بدروشی کی خو بو ان میں پیدا ہو گئی اور جب کوئی نالائقی کا کام پیش آتا تھا تو وہ حصہ لیتے تھے۔ یہ بات ایک طرف دوسری بات یہ ہے کہ مرہٹہ قوم کے عروج نے ان کو زیر کر دیا مغربی بھائیوں نے ان کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ مرہٹوں کے جہاں جہاں قدم پہنچے وہاں ہی ملکی خیالات کالعدم ہو گئے +

اقسام زمین اور پیداوار زراعت ڈھونڈھار کی زمین خریف و ربیع دونوں کے لئے یکساں مفید ہے خریف میں جوار سے زیادہ باجرے کی پیداوار ہے۔ ربیع میں گیہوں سے زیادہ جو پیدا ہوتا ہے۔ ہندوستان کے اور غلے پھل ترکاریاں سب کے لئے یہ سرزمین بارآور ہے گنے کی کاشت یہاں بہت ہوتی تھی مگر ٹھیکوں کے دستور نے کاشتکاروں کو دلشکستہ کر کے اس فائدہ مند زراعت کو نقصان پہنچا دیا گنے کی کاشتکاری کے لئے چار روپیہ چھ پیسہ فی بیگہ تک کی شرح مقرر ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ساٹھ روپیہ پیشگی وصول کئے بغیر کسی کو اجازت نہیں کہ کھیت جوت سکے۔ اکثر مقامات میں روئی کی پیداوار بہت عمدہ ہے ہندوستان کی رنگسازی کی چیزیں یعنی نیل وغیرہ بھی خاصی پیدا ہوتی ہیں۔ کاشتکاری کا طریقہ اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہل وغیرہ کے استعمال کا اصول وہی ہے جو ہندوستان میں مروج ہے +

ٹھیکے کا اصول اس ریاست کے ٹھیکے اس شخص کو دئے جاتے ہیں جو زیادہ بولی بولے اس سے ٹھیکہ دار ہی کا نقصان نہیں ہوتا بلکہ ریاست بھی گھاٹے میں رہتی ہے یہاں بڑے بڑے مہاجن اور دولتمند تاجر کل علاقے کا ٹھیکہ لیتے ہیں جو کھٹکنہ کے طور پر اوروں کو پٹہ لکھدیا کرتے ہیں۔ کھٹکنہ داروں سے اور راور لوگوں کو ٹھیکہ ملتا ہے حالانکہ یہ لوگ فایدہ اٹھاتے ہیں۔ مگر تحصیل اور تھانہ کا صرفہ غریب بھومیہ اور رعیت کو مجبوراً دینا پڑتا ہے فصل اٹھنے پر اور زر واجب ادا ہونے پر دوسرے شخص کو ٹھیکہ دے دیا جاتا ہے اور جس نے دس یا بیس ہزار روپیہ داخل کر دیا ہے وہ منہ تاک کے رہ جاتا ہے۔ وہ راجہ کے محلات پر لاکھ سر ٹپکے دہائی دے مگر کچھ سماعت نہیں ہوتی۔ اگر وہ خود ہی بیٹھ نہ رہے تو اس کی گرفتاری ہوتی ہے۔ اور اکثر اوقات جرمانہ بھی ٹھونک دیا جاتا ہے۔ ٹھیکہ دار کو مجبوراً حکم کی تعمیل کرنی پڑتی ہے۔ یہی کھاتے کے روسے روپیہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اور ان اہلکاروں کی رشوت گھاتے میں جو محنتی کاشتکاروں کے خون کے پیاسے رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ نہیں ہمیشہ یہی دستور رہتا ہے۔ ایک ایک فصل میں تین تین ٹھیکہ داروں کا عزل و نصب ہوتا ہے۔ پانچ پانچ دس دس ہزار کے پٹے مسترد کر دئے جاتے ہیں۔ یہ تو ٹھیکہ داری کی حالت ہوئی +

اب ڈنڈ کا معاملہ سنئے۔ یہ سب پر طرہ ہے۔ یہ ڈنڈ ان لٹیروں کی وجہ سے قائم تھا جو علاقوں کو لوٹ کر ایسا تباہ و برباد کرتے رہتے تھے کہ ذکر کیا جاتے تو ناظرین مبالغہ خیال کریں تشریح کی جائے تو کسی کو یقین نہ آئے اور بربادی و تباہی کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جائے

آمدنی ان ریاستوں میں وقتاً فوقتاً تغیر و تبدل خروج و انقلاب رہا کرتا ہے اس لئے آمدنی کا ٹھیک اندازہ کرنا خارج از امکان ہے۔ قدیم اور موجودہ زمانے کی تفصیلات آمدنی ریاست کے دفاتر سے ہاتھ آئی ہیں۔ جن میں شہر اور راہداری وغیرہ کے محاصل کی تفصیل درج ہے۔ لیکن ان کو دیکھتے ہوئے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ضرور ان میں اہلکاروں نے کارستانی کی ہے۔ ڈھونڈھار کی خالصہ جاگیر اور خراج گذار ریاستوں کے محاصل اور آمدنیوں کی تعداد ایک کروڑ ہے جو انگلستان کی جاگیرات کے قریب قریب تصور کرنا چاہئے۔ اس حساب کی بنیاد ہی کے بعد سولہ زبردست علاقے مرہٹوں نے قبضے میں کر لئے یا ریئیس راجپوتانہ پر قبضہ کر لیا۔ بہرحال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملدنی میں کمی واقع ہوگئی ہے۔

ان علاقجات کی فہرست جو ریاست سے جدا ہو گئے

(۱) کاما
(۲) کھوری
(۳) پہاڑی
جنرل بیرون صاحب نے یہ علاقے سیندھیا اپنے آقا کو دلوائے
اب یہ جاٹوں کے ٹھیکے میں ہیں۔

(۴) کانتی
(۵) اوکردو
(۶) پنداپن
(۷) غازی [illegible]
(۸) رام پورہ (کروا)
(۹) گایونری
(۱۰) رنی
(۱۱) پربینی
(۱۲) موج پور بربسانا
راڈا چہری نے یہ علاقہ اپنے قبضے میں کر لیا۔

(۱۳) کنود
(۱۴) نارنول
لارڈ لیک کی منظوری پر یہ علاقہ ڈی باٹن نے مرتضےٰ خان بھرتیج کو دیدیا۔

(۱۵) کوٹ پوتلی۔ سنہ ۱۸۰۳ء کی لڑائی میں لارڈ لیک نے مرہٹوں سے یہ علاقہ لیکر کھیتری کے ابھے سنگھ کو عنایت کیا۔

(۱۶) ٹونک
(۱۷) رام پورہ
راجہ مادھو سنگھ کے عہد میں ہلکر کو یہ علاقہ ملا پھر لارڈ ہیسٹنگ کی عنایت سے امیر خاں کو حاصل ہوا۔

علاقجات ریاست ڈھونڈھار میں اکثر علاقے بہت کم عرصے تک قبضے میں رہے اور ان میں بعض ایسے علاقے تھے جو ایام سپہ سالاری میں بادشاہ وقت کی طرف سے عطا ہوئے تھے۔ نصف صدی گذشتہ میں راجہ پرتھی راج حکمران تھا اس کے زمانے میں ۹ لاکھ کی آمدنی تھی۔ اور سنہ ۱۸۵۸ء مطابق سنہ ۱۸۰۲ء یعنی راجہ پرتاب سنگھ کے آخری زمانے میں اناسی لاکھ کی آمدنی کا تخمینہ ایک فہرست میں درج پایا گیا۔ ذیل کی تفصیل سے اس کی تشریح و توضیح ہوگی

تفصیل آمدنی امیر ریاست سنہ ۱۸۵۸ء مطابق سنہ ۱۸۰۲ء

یعنی سال مسند نشینی راجہ جگت سنگھ

(آمدنی خالصہ

زیر انتظام والی ریاست باذریعہ ٹھیکہ ۲۰ لاکھ ۵۵ ہزار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

علاقہ دیوی یعنی گذارۂ رانی صاحبہ	۵ لاکھ
ملازمان شاگرد پیشہ	۳ لاکھ
دیوان و کارپردازان ریاست	۲ لاکھ
جاگیر فوج سلح پوش	ایک لاکھ ۵۰ ہزار
جاگیر فوج سواراں	۷ لاکھ ۱۴ ہزار
میزان آمدنی خالصہ	۳۹ لاکھ ۱۹ ہزار
علاقجات جاگیر جے پور خاص	۱۷ لاکھ
اراضی برائے خیرات برہمناں یعنی اودک	۱۶ لاکھ
دان پن بابت درآمد و برآمد ریاست	۹۱ لاکھ ۹۰ ہزار
کچہری۔ آمدنی شہر جرمانہ و تاوان و دیگر محاصل	۲ لاکھ ۱۵ ہزار
ٹکسال	۶۰ ہزار
ہنڈوی بھاڑا وغیرہ	۶۰ ہزار
جرمانہ سالانہ فوجداری (آمیر)	۱۲ ہزار
" (جے پور)	۸ ہزار
جرمانہ خفیف کچہری یعنی بدعت	۱۶ ہزار
سبز منڈی یعنی ترکاری بازار	۳ ہزار
میزان	۷۷ لاکھ ۸۳ ہزار
شیخاواٹی	۳ لاکھ ۵۰ ہزار

رقوم خراج راجاوت۔ برواڑما۔ کہیرنی۔ سوار۔ ایسردہ وغیرہ ۳۰ ہزار
کوتری دہروتی یعنی انتردہ۔ بلون۔ اندرگڈھ ۲۰ ہزار

میزان خراج ۴ لاکھ

میزان کل ۸۱ لاکھ ۸۳ ہزار

اگر اس تخمینہ حساب میں فرق نہیں تو شیخاواٹی۔ راجاوت اور ہاڑا قوم کا خراج شامل کیا جائے تو راجہ جگت سنگھ کی مسند نشینی کے وقت کی آمدنی اسی لاکھ سے کم نہ ثابت ہوگی جس میں نصف تو خالصہ ہے جو راجپوتانہ کے اور رجواڑوں کی آمدنی سے قریب قریب دوچند

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوگی۔ چالیس لاکھ کے خراج کا تو اس وقت حساب ہوا تھا۔ جب گورنمنٹ انگریزی نے ریاست کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ محاصل ریاست سے آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ اور پانچ آنہ محاصل نامید سے راجہ کے واسطے مقرر ہوئے تھے۔ ریاست سے برہمنوں اور پروہتوں کی اس قدر مالی امداد ہوتی تھی کہ وہ موٹے ہو رہے تھے۔ اور چار ہزار سوار کی پرورش ان کے لئے کچھ مشکل نہ تھی۔ اگر والیان ریاست راجہ ان ایسے بہادر کی طرح جاگیرداری فوج کی سرگردہی کرتے تو مرہٹوں کا قدم ریاست میں نہ پہنچ سکتا۔ لیکن جہالت اور حماقت نے ایسی صورتیں پیش کر دیں کہ ریاست آمیر کو خراب دن دیکھنا نصیب ہوئے ۔

ملک غیر کی فوج سنہ ۱۸۷۳ء کی فہرست کے رو سے آمیر میں ہیرونی فوج ۷ ہزار تھی جس میں پیادے اور توپخانے بھی تھے۔ چار ہزار ناگا ایک فرقہ علی غول پولس کا کام دیتا تھا۔ سات سو سواروں کی ایک جماعت جاگیرداروں کی آئینی فوج کے تمام سے شریک تھی۔ انہیں کی طاقت سے ہر فوج کشی اور حملے کا انسداد ہوتا تھا وقت ضرورت ہوتی تھی تو بیس ہزار سوار اور پیادے مقررہ فوج کے علاوہ جھنڈے کے تلے جمع ہو جاتے تھے ۔

آمیر کی جاگیرداری فوج کی مشرح فہرست مندرجۂ ذیل ہے۔ جس سے ہم قوم جماعت کا حال مفصل ظاہر ہوگا۔ مگر یاد رہے کہ اس فہرست میں بارہ کوٹھری کے رئیسوں کو سبقت دیگئی ہے

بارہ فرزندان راجہ پرتھی راج کی بارہ کوٹھریوں یعنی جاگیرداران اعظم کی تفصیل

نمبر شمار	فرزندان پرتھی راج	لقب خاندانی	جاگیر	نام مالک جاگیر	آمدنی	ذاتی فوج
۱	چتر بھج	چتر بھوجوت	پنار بگڑو	باگھ سنگھ	۱۸ ہزار	۲۸
۲	کلیان	کلیانوت	لوتوارا	گنگا سنگھ	۲۵ ہزار	۴۷
۳	ناتھو	ناتھاوت	چومو	کشن سنگھ	ایک لاکھ ۱۵ ہزار	۲۰۵
۴	بلبھدر	بلبھدروت	اچرول	قایم سنگھ	۲۸ ہزار ۸ سو پچاس	۵۷
۵	جگمل سپرکھنگار	کھانگاروت	ٹوڈری	پرتھی سنگھ	۲۵ ہزار	۴۰
۶	سلطان	سلطانوت	چاندسر	۰	۰	۰
۷	پچاین	پچانیوت	سمیرا	سلی سنگھ	۱۷ ہزار ۷ سو	۳۲
۸		گوگاوت	دونی	راؤ چاند سنگھ	۷۰ ہزار	۸۸
۹	قایم	کھومیانی	بھانسکھو	پدم سنگھ	۲۱ ہزار ۵ سو ۳۵	۳۱

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نمبر شمار	فرزندان پرتھی راج	لقب خاندانی	جاگیر	نام مالک جاگیر	آمدنی	ذاتی فوج
۱۰	کھومیو	مہومباوت	مہار	راوت سروپ سنگھ	۲۷ ہزار ۵ سو ۳۸	۴۵
۱۱	سورت	شیوبرم پوتا	ٹندر	راوت ہری سنگھ	۱۰ ہزار	۱۹
۱۲	بن بیر	بن بیر پوتا	بانکو	سروپ سنگھ	۱۹ ہزار	۳۵

آمیر کے جاگیرداروں میں سے صرف دو جاگیردار بڑے ہیں۔ اور ان کے محاصل بھی زیادہ۔ میواڑ کے سولہ اور مارواڑ کے آٹھ رئیسوں کے مقابلے میں ان کے محاصل کچھ بھی نہیں۔ چھوٹے چھوٹے جاگیرداروں کی تفصیل سے واضح ہوگا کہ جاگیرداروں میں سے اکثر اہل خاندان ہی ہیں مثلاً

نام رئیس	خطاب مع جاگیر	تعداد محاصل جاگیر
کشن سنگھ	چومو والا	لاکھ روپیہ سے زیادہ
بیرسال ناتھاوت	ساموت	۴۰ ہزار
رئیس بالاہیری	بالاہیری	۳۵ ہزار
رئیس خاندانی	۰	۲۵ ہزار
رئیس شیوبرن پوت	شیوبرم پوتا	۱۰ ہزار
رئیس گورو	گورو	۳۶ ہزار
رئیس کہانگاروت	کہانگاوت	۲۵ ہزار
۳ رئیس شاخ خورد	۰	۵۰ ہزار فی اسم
رئیس بلبھدروت	۰	ایک لاکھ سے زیادہ
رئیس اچرول بزرگ خاندان بلبھدروت	۰	تقریباً ایک لاکھ کی تہائی

آمدنی جاگیر میں کبھی تو فرمانروائے وقت کی عنایت سے بیشی ہوئی ہے کبھی ذاتی قابلیت سے۔ اسی طرح کمی خواہ ذاتی کم لیاقتی سے رو بظہور ہوئی یا راجہ عہد کی ناراضگی سے۔ باایں ہمہ کسی کا عروج ہو یا زوال لیکن خاندانی رئیسوں کا اعزاز ہر حال میں قایم رہتا ہے۔

جاگیرداری آمیر کا حال صرف اسی قدر کافی تھا۔ اب کل خاندانوں کی وہ فہرست درج کی جاتی ہے جس سے تقسیم جاگیر اور آمدنی اسم وار اور متعینہ فوج کی شرح معلوم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوگی۔ چونکہ ناظرین کو اس کی مزید توضیح سے دلچسپی نہ ہوتی۔ اس لئے قابضان جاگیر کی اسم نویسی اور تقسیم جاگیر کی تشریح کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔

نمبر شمار	نام خاندانہا سے قوم کچھوا	تعداد دختان	آمدنی	تعداد سواران متعینہ	
۱	چتر بھوجوت	۶	۵۳۸۰۰ روپیہ	۹۲	
۲	کلیانوت	۹	۲۴۵۱۹۶	۴۲۲	
۳	ناتھاوت	۱۰	۲۲۰۸۰۰	۳۷۱	
۴	بلبھدروت	۲	۱۳۰۸۵۰	۱۵۷	
۵	کھانگاوت	۲۲	۴۰۲۸۰۶	۶۴۳	
۶	سلطانوت	۰	۰	۰	یہ خاندان امیر کی بارہ کوٹھڑیاں کہلاتی ہیں
۷	پچپانیوت	۳	۲۴۶۰۰	۴۵	
۸	گوگاوت	۳	۱۶۷۹۰۰	۲۷۳	
۹	کھومیانی	۲	۲۳۶۸۶	۳۵	
۱۰	کھومباوت	۶	۴۰۶۳۸	۶۸	
۱۱	شیومرم پوتا	۳	۴۹۵۰۰	۷۳	
۱۲	بن بیر پوتا	۳	۲۶۵۷۵	۴۸	
۱۳	راجاوت	۱۶	۱۹۸۱۳۷	۳۹۲	یہ کچھواہا قوم کے خاندان کوٹھری بند نہیں کہلاتے
۱۴	نروکا	۶	۹۱۰۶۹	۹۲	
۱۵	باتکاوت	۴	۳۴۶۰۰	۵۳	
۱۶	پورن ملوت	۱	۱۰۰۰۰	۱۹	
۱۷	بھٹی	۴	۱۴۰۰۳۹	۲۰۵	
۱۸	چوہان	۴	۳۰۵۰۰	۶۱	
۱۹	بڑگوجر	۶	۳۲۰۰۰	۵۸	
۲۰	چندراوت	۱	۱۴۰۰۰	۲۱	یہ جاگیردار مختلف اقوام کے رئیس ہیں
۲۱	سکروار	۲	۴۰۵۰۰	۸	
۲۲	گوجر	۳	۱۵۳۰۰	۳۰	

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نمبر شمار	نام خاندانہائے قوم کچھواہہ	تعداد جاگیر	آمدنی	تعداد سواران متعینہ	
۲۳	رانگھڑ	۶۰	۲۹۱۱۰۵	۵۴۹	یہ جاگیردار مختلف اقوام کے رئیس ہیں
۲۴	کیتھڑی	۴	۱۲۰۰۰۰	۲۸۱	
۲۵	برہمن	۱۲	۳۱۲۰۰۰	۶۰۶	
۲۶	مسلمان	۹	۱۴۱۴۰۰	۲۷۴	

آمیر کے تاریخی حالات ختم ہو چکے یہاں چند ان مقامات کے نام لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جن میں قدیم آثار صنادید کا کوئی نہ کوئی قابل ذکر نمونہ موجود ہے ✤

مورا۔ آباد کردہ راجہ مور دھج چوہان۔ ۹ کوس جانب مشرق دیونسا

ابھانیر۔ قدیم دارالریاست راجگان چوہان۔ ۳ کوس جانب مشرق لال سونٹ

بھان گڈھ۔ تعمیر کردہ راجگان قدیم ڈھونڈھار قبل عملداری راجگان قوم کچھواہہ۔ یہ شہر اور اس کا قلعہ کوہستان کے وسط میں تھولی سے پانچ کوس کے فاصلے پر واقع ہے

اب انقلاب زمانہ سے اس شہر کے کھنڈر نظر آتے ہیں ✤

امر گڈھ۔ ناگ بنسی راجہ کی یادگار خوشحال گڈھ سے تین کوس کے فاصلے پر واقع ہے

بیراٹ۔ بسی واقع ماچھری سے تین کوس پر واقع ہے۔ پانڈو یہیں روپوش رہے تھے ✤

پائن وغنی پور۔ دہلی کے تنور راجوں نے آباد کئے تھے ✤

کہرار عرف کہندھار متصل رنتھمبور

اٹ گر۔ دریائے چمبل کے ساحل پر واقع ہے ✤

آمیر عرف آمیکیشور مہادیو کی مورتی کنڈ کے وسط میں واقع ہے۔ جس کا آدھا لنگ نہ آب رہتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اگر یہ لنگ غرق ہو جائے تو ریاست آمیر ڈوب جائے اس مقام پر ایک کتبہ بھی ہے ✤

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاریخ ہاڑوتی

باب ۱

ہاڑوتی کی تقسیم۔ اگنی کل خاندان کے متعلق روایات۔ چوہان فرقہ مہکاوتی۔ گولکنڈہ اور کوکن پر حکومت۔ اجمیر کی آبادی۔ راجے پال و نانک رائے۔ مسلمانوں کی پہلی لشکر کشی۔ اجمیر پر حملہ آوروں کا قبضہ۔ سانبھر کی اصلیت نمک کی جھیل۔ مانک رائے کی اولاد۔ راجپوتانہ میں قیام مسلمانوں سے مقابلہ۔ بیلن دیو والی اجمیر۔ گوگا چوہان مہراوالا۔ محمود کے ہاتھ سے دونوں کا قتل۔ بیل دیو کی سرکردہی لشکر راجپوت۔ عہد حکومت۔ بنیاد حکومت دہلی۔ صلح و آشتی قوم ہارا۔ انوراج کی ہانسی میں حکومت۔ بیدخلی۔ اشٹ پال کا اسیر پر قبضہ۔ راؤ ہمیر۔ راؤ چند کا لڑائی میں قتل۔ اسیر پر علاءالدین کا قبضہ۔ راجہ نین سی کی چتوڑ سے فراری بھینسرود واقع میواڑ میں سکونت۔ کولن کے فرزند کو حکومت پنہار کی دستیابی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہاڑوتی کو ہڑوتی بھی کہتے ہیں۔ یہ مقام قوم ہاڑا کی دو ریاستوں یعنی کوٹہ [illegible] منقسم ہے۔ ان دونوں ریاستوں کے درمیان دریائے چمبل واقع ہے۔ جسے دونوں ریاستوں کی سرحد سمجھنا چاہئے۔ پیشتر ہڑوتی کا ملک ایک ہی تصور کیا جاتا تھا۔ مگر تین سو برس سے کوٹہ کی ریاست علیحدہ ہوگئی اور بوندی کی علیحدہ +

ہاڑا قوم چوہان کی ۲۴ شاخوں میں افضل ہے۔ اس قوم کے لوگ انوراج فرزند مانک راؤ راجہ اجمیر کی اولاد ہیں۔ جس پہ مسلمانوں نے پہلے سنہ ۷۴۱ یعنے سنہ ۱۲۸۵ء میں حملہ کیا تھا +

چوہان قوم ہندوستان کے ۳۶ شاہی خاندانوں (راج کلوں) میں نہایت مشہور و معروف ہے۔ چوہان کی خاندانی تاریخ کا پتہ ساتویں صدی کے قبل نہیں چلتا۔ اور جو کچھ باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ بعید از قیاس ہیں۔ روایت ہے کہ جب جنگ اور راجپوتوں کے تشدد بیجا سے پرسرام جی کو غصہ آیا تو انہوں نے ۲۱ مرتبہ روئے زمین سے چھتری اور راجپوتوں کا نام و نشان مٹایا۔ جو لوگ کسی طرح بچ رہے انہوں نے اپنے کو بھاٹ مشہور کیا۔ یا عورتوں کے لباس پہن کر جان بر ہوئے اور اس طرح راجپوتوں کی نسل نیست و نابود ہونے سے محفوظ رہی۔ ہر جگہ برہمنوں کی حکومت قائم ہوگئی تھی۔ لیکن دریائے نربدا کے راجہ مہیشر یعنی سسرارجن نے آخری جنگ میں پرسرام کے والد کو تہ تیغ کر دیا +

برہمنوں کا زبردست ہتھیار یا آشیرباد تھا یا سراپ مگر اس ہتھیار سے کچھ فائدہ نہ نکلا۔ سارے ملک میں ادھرم کا سکہ بیٹھ گیا۔ دھرم شاستر کی کتابیں قدموں سے پامال کی گئیں۔ دیتوں سے کسی طرح مفر نہ تھی۔ سری رامچندر جی کے گرو بسوامتر نے تجویز کی کہ چھتری پھر پیدا کئے جائیں۔ انہوں نے جگیہ کے لئے آبو پہاڑ مناسب سمجھا تپشیا کے بعد وہ پھر ساگر میں گئے۔ دیکھا کہ بشن جی سیس ناگ پہ آرام فرما رہے ہیں بشن بھگوان نے ہدایت کی کہ جنگلی قوموں کو پیرایۂ وجود پہناؤ۔ رکیشر موصوف اندر برہما۔ رُدر۔ وشنو اور دیوتاؤں کو ساتھ لئے ہوئے کوہ آبو پر واپس آئے اگنی کنڈ گنگا جل سے پوتر کیا گیا۔ آہوتی دی گئی۔ پوجا پاٹ ہوئی۔ اندر جی پر حکم کیا گیا کہ جگیہ کا آغاز کریں۔ کرشن کی ایک شکل امرت چھڑک کر اگنی کنڈ میں ڈالی گئی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سچ ن منتر پڑھے گئے جن کی برکت سے شعلے نے ایک پیکر انسانی نمودار کیا۔ اس شخص کے ہاتھ میں سانگ تھی اور زبان پر مار مار کی صدا۔ اسی لئے اس کا نام پرمار ہو گیا اور اس کی بود و باش کوہ آبو۔ دھارا و راجپین میں قرار پائی ٭

برہما جی نے ایک مورت بنا کر ہون کنڈ میں ڈالی جس سے ایک آدمی نمودار ہوا۔ اس کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی۔ ایک ہاتھ میں دید۔ اور گلے میں جنیو۔ اس کو چالک عرف سولنگھی کا خطاب ملا اور انہلواڑا پاٹن میں سکونت کے لئے جگہ مقرر ہوئی ٭

رُدر نے ایک مورت پر گنگا جل چھڑک کر منتر پڑھا تو ایک سیاہ فام آدمی تیر و کمان لئے ہوئے ظاہر ہوا۔ جس وقت یہ دیت کے مقابلے کو روانہ ہوا تو پاؤں لڑکھڑا گیا اس بنیاد پر اس کا خطاب پرہار ہوا اور اس کو نونگل مارواستھلی یعنی صحرا کی نو آبادیوں پر اختیار دیا گیا ٭

بشن جی نے ایک چترنبھجی مورت کو زیور ہستی سے آراستہ کیا۔ اس کے چاروں ہاتھوں میں چار مختلف ہتھیار تھے۔ اس کو چترنبھجی چوہان کا خطاب ملا۔ بریعنی ترقی عمر و اقبال کے اشیرباد دیئے گئے اور مکاوتی نگری کی حکومت عطا کی گئی۔ یہ وہ مقام ہے جسے دواپر جگ میں گورمنڈل کہتے تھے ٭

کل کا رروائی دیتوں کی آنکھوں کے سامنے ہوئی ان کے دو سرگروہ اگنی کنڈ کے پاس ہی تھے۔ مگر ان سے یہ پیدائش کا انتظام روکا نہ گیا۔ جب چاروں جنگی لوگ دیتوں کے مقابلے کو بھیجے گئے تو بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ دیتوں کے خون سے اور راچھس پیدا ہوتے تھے۔ چار دیبیوں نے دیتوں کا خون پی پی کر زمین پر نہ گرنے دیا جس سے اور راچھس پیدا نہ ہو سکے۔ چاروں دیبیوں کے اسمائے مبارک یہ تھے ٭

چوہان کی اشٹ دیوی ۔ آسا پورنا
پرہار کی " گاجن ماتا
سولنگھی کی " کہیو نوج ماتا
پرمار کی " سانچر ماتا

دیتوں کے قتل پر عام خوشی کا جوش ہوا۔ آکاس سے پھولوں کی بارش ہوئی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور تمام دیوتا اپنے اپنے بمانوں پر سوار ہو کر اوج ہوا پر جلوہ نما ہوئے۔ اور اس فتح کی خوشی منائی ۔

کب چند دربار چوہان کے ملک الشعرا نے ۴۳۶ راج کلی سے اگنی کل کو افضل ثابت کیا ہے۔ وجہ یہ کہ اور خاندانوں کے راجے تو عورتوں کے بطن سے عالم کے وجود میں آئے ہیں اور اگنی کل والوں کو برہمنوں نے جگیہ کے ذریعے سے پیرایۂ ہستی پہنایا ہے۔ چوہان کا گوتر آچاریہ حسب ذیل ہے ۔

بید سام بید۔ سوم بنس۔ مادھوی ساکھا۔ بچھ گوتر۔ پانچ پروجنیو۔ لکشمی نکاس چندر بھاگا ندی۔ برگو نسان۔ امبکا بھوانی۔ پالن پوتر کال بھیرو۔ ابو اچلیشر مہادیو پتر بچھ چوہان ۔

کوہ آبو پر دیوتاؤں کی جلوہ افروزی۔ جنگجو اقوام ہند کی پیدائش اور زمین پر پھیلے ہوئے دیتیوں کے مقابلے میں اُن کی روانگی کا زمانہ دوا پر کے آغاز میں مقرر کیا ہے اس میں شک وشبہ کرنے کی ضرورت نہیں لیکن اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہابھارت کے ایک جنگجو راجہ بہمل اصل ست یتی چوہان بانی شہر مہکاوتی گذرا ہے۔ جس نے کوکن پر فتح پائی دوسرے فرزند نے اسیر اور گولکنڈہ میں فتح کا ڈنکا بجا کر تلمرو کو وسعت دی اس لئے لشکر کے لئے نوسو ناگھی صرف پانی کی مچھالیں لانے والے تھے ۔

اس موقع پر ہمیں یہ دکھانا منظور ہے کہ یہ لوگ جو اگنی کل کہلاتے ہیں کون تھے۔ یا تو یہیں کے اصلی اقوام میں سے ہونگے جنہیں برہمنوں نے جگیہ کر کے عظمت دی یا اُن اقوام غیر میں سے تھے جنہوں نے ان کے اشتراک سے عظمت حاصل کی چنانچہ اس مسئلے کے طے کرنے کے واسطے ان کی ہیئت کافی ہے۔ یہاں کے اصلی باشندوں کا رنگ سیاہ۔ قد پست اور بشرہ بد نما تھا حالانکہ اگنی کل والوں کا رنگ گورا قد سڈول اور چہرہ مہرہ درست تھا ان کی ہیئت پارتھین بادشاہوں سے ملتی ہے اور ان کی جنگی نقلوں میں زمانہ سابق کے اہل سیتھیا کے سے خیالات منضبط ہیں۔ جنہیں برہمنوں نے بھی جا نہ رکھا۔ وہ چوہانوں کی سمادھیں جن میں رفتگان عدم کی خاک یا ہتھیار مدفون ہیں۔ ہندوستان خصوصاً دکن میں گولکنڈہ کے قریب پائی گئی ہیں۔ وہ اس بات کا ثبوت دیتی ہیں کہ یہاں کے چوہان کوہ آبو والے نہ تھے بلکہ شمالی جنگجو خانہ بدوش تھے ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اگنی کل کے چاروں فرقوں میں سے اوایل میں چوہانوں ہی کی سلطنت وسیع تھی۔ پرمار اُن کے تنزل کے زمانے میں ان کے نقطۂ مقابل ہو گئے۔ راجپوت کبیشر کا قول ہے کہ سمت بکرماجیت کی آٹھویں صدی میں پرمار نانگانہ کے حاکم تھے اور پرتھی راج کا عہد دولت سند کل راجگان اگنی کل پر سبقت لے گیا۔

قدیم منظوم تاریخ سے ظاہر ہے کہ کل حکومتیں چوہان کے ماتحت تھیں حالانکہ یہ عروج مدت تک قایم نہیں رہا۔ مہکاوتی واقع ساحل نربدا سے مہیشر تک ان کی دارالریاست وسیع تھی۔ جس میں گرد و نواح کے کل علاقجات شمالی و جنوبی شامل تھے۔ ان کی کثرت اتنی ہوئی کہ تمام ہندوستان میں یہی یہ نظر آنے لگے۔ ماندو۔ اسیر۔ گولکنڈہ۔ کوکن سب زیر نگین ہو گئے۔ شمال میں دریائے گنگ تک حکومت کا ڈنکا بجایا چنانچہ چند کبیشران کا یوں ذکر کرتا ہے۔

مہکاوتی دارالریاست کا باون قلعوں میں ڈنکا بجتا تھا۔ ٹھٹھہ۔ لاہور۔ ملتان پشاور سب چوہانوں کے قبضے میں تھے بدری ناتھ تک حکومت قایم کی۔ اُسر شکست کھا کر بھاگے اور دہلی سے کابل تک ان کا سکہ بیٹھ گیا۔ ملانی کو ملک نیپال کی حکومت ملی جو دیوتاؤں کے آشیرباد سے مہکاوتی میں فتح و نصرت سے واپس آیا۔ مہکاوتی کا اصلی نام گورمنڈل ہے جس کے فرمانرواؤں کا خطاب پال تھا۔ اس خطاب سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ قدیم زمانے میں چرواہوں کا کام کرتے تھے۔ چنانچہ وسط ہند کے فرمانرواہیر جن کے نام کی یادگار راہیر دارا آجتک قائم ہے۔ اہیر سے مراد پال ہے۔ پال قصر مانرواؤں کے قدیم شہر بھیلسا۔ بھوج پور۔ دیپ۔ بھوپال۔ ابرن۔ گرسیور وغیرہ مشہور موجود ہیں جن میں قدامت کی اکثر علامات پائی جاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص آبادکنندگان ہند کے حالات سابقہ کی تحقیقات کرے تو چوہان کے اور بھی زیادہ تاریخی حالات معلوم ہوں۔

مشہور تاریخی راجہ بجے پال مہکاوتی کی ایک شاخ میں سے تھا اس نے اجمیر میں بود و باش اختیار کر کے قلعہ تاراگڈھ تعمیر کیا۔ کبیشر اسے چکہ ورتی لکھتے ہیں۔ اس شاخ کے راجاؤں کے بہت سے کتبے ستونوں اور تانبے کے پتروں پر کندہ ملتے ہیں۔ لیکن اس فقرے کا مطلب تحریر نہیں کہ پرتھی یعنے زمین مہکاوتی سے اجمیر میں پہاڑ کولانی اس راجہ کی صرف ایک ہی رانی تھی جس سے چوبیس بیٹے پیدا ہوئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان کی اولاد اجمیر میں پھیلی - جن کی نسل میں نانک رائے اجمیر اور سانبھر کا فرمانروا ہوا جو سمت ۷۴۱ مطابق ۶۸۵ء میں حکمران تھا +

نانک رائے کے عہد سے چوہان خاندان کی تاریخ تاریکی سے روشنی میں آئی اور روایات و قصص کا نقص جاتا رہا - گو کبیشر نے واضح طور پر حالات قلمبند نہیں کئے - لیکن اس کا مطلب اصلی مفہوم ہوتا ہے - اور سمجھ میں آتا ہے کہ اس قوم کے بہادران صف شکن و دلاوران روئین تن نے بارہ سو برس تک دار فانی میں اپنی شجاعت کا ڈنکا بجایا - ۶۸۵ء یعنی ۶۳ھ میں پہلے پہل مسلمانوں نے راجپوتانہ پر حملہ کیا - مانک رائے والی اجمیر نے مقابلہ کیا - مگر میدان جنگ میں کام آیا - اس کا نو عمر بیٹا لوٹ پٹ قلعے کے برج پر کھیل رہا تھا کہ ایک تیر سے جان گئی - یہ حملہ سندھ کی طرف سے ہوا تھا - اور وجہ مخاصمت یہ تھی کہ روشن علی ایلچی مسلمانوں کی طرف سے حاضر دربار ہوا تھا - اس کا انگوٹھا کاٹ لیا گیا - سفیر مذکور رکہ کو بھاگ کر گیا اور راجپوتوں کی بت پرستی کا خاکا اڑایا - اسلامی فوج تیار ہوئی اور تاجران اسپ کے بھیس میں مسلمان یہاں وارد ہوئے - دھوکے سے دولا رائے اور اس کے بیٹے پر حملہ آور ہوئے - دونوں کی جان لی اور گڈھ بٹلی پر قبضہ کر لیا +

یہ کیفیت مبالغہ معلوم ہوتی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ اس سنہ میں خلیفہ عمر کی فوج سندھ سے قدیم دار الریاست الور میں آئی تھی - جس کا سپہ سالار ابو العاص قتل ہو گیا - اس واقعہ سے ناراض ہو کر جوش مذہب نے مسلمانوں کو صحرا میں پہنچا دیا ہو تو قرین قیاس ہے +

خیر کچھ ہی کیوں نہ ہو مسلمان اجمیر پر قابض ہوئے اور دولا رائے کی جان گئی چوہانوں کے دل پر اس واقعہ کا ایسا اثر ہوا - کہ لوٹ راجکمار کو پیتروں میں شریک کر لیا - اسی راجکمار کے روز قتل کی سالگرہ منائی جاتی ہے - چوہان اس روز اس کی مورت پوجتے ہیں اور اس کے پاؤں کے گھنگروؤں تک کی پرستش کرتے ہیں اور ان گھنگروؤں کا ایسا پاس ادب ہے کہ چوہان لوگ اپنے لڑکے کو گھنگرو نہیں پہناتے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لوٹ راجکمار کی موت ان الفاظ میں لکھی گئی ہے ؛

دولہہ راے کے خاندان کا دیوتا لوٹ دیوشیوجی کی مرضی سے سوموار کے دن جیٹھ کی دوادشی کو سئورگ میں جاگزیں ہوا ؛

کبیشر کے قول اور ہمارے بیان کے موافق مانک راے پتر مذکور کا مکرم معظم چچا اور چوہانوں کا واجب التعظیم راجہ اجمیر پر مسلمانوں کا قبضہ ہونے کے بعد ۱۱۹۱ء میں روانہ سانبہر ہو گیا۔ کبیشر مانک راے کی بدقسمتی کو تائید غیبی سے یوں منسوب کرتا ہے کہ جب ظالم حریف سے بچنے کے لئے وہ پناہ ڈھونڈھتا تھا سا کمبھری دیوی نے درشن دئے اور فرمایا کہ یہی جائے پناہ ہے۔ جتنی دور تک تیرا گھوڑا جا سکیگا۔ اس قدر فاصلے تک تیری عملداری رہیگی۔ لیکن خیال رہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر جانے کے وقت منہ پھیر کر نہ دیکھنا۔ مانک راے نے گھوڑا دوڑایا۔ گھوڑا جہانتک دوڑ سکا دوڑا مگر مانک راے کو دیوی جی کی آخری ہدایت ذہن سے اتر گئی۔ اس کا غلطی سے پیچھے کی طرف منہ پھر گیا اس وقت اس کو کل قطعہ زمین سفید چادر کا ہمرنگ نظر آیا اور دیکھا تو نمک کی ایک جھیل معلوم ہوئی اس لئے اس مقام کا سا کمبھری نام رکھکر دیوی کی مورت وہیں استھاپت کی سا کمبھری نمک کی جھیل ہے جسے اب سانبہر کہتے ہیں اور اب تک اس میں سا کمبھری کی مورت یادگار زمانہ ہے ؛

چوہان کے عروج کے حالات خواہ کیسے ہی ہوں لیکن اُن کی صحت میں شک نہیں ان کے خاص خاص مقامات سے ان کی فضیلت ظاہر ہے۔ سانبہر کی عظمت اسی سے ظاہر ہے کہ مانک راے کی نسل میں پرتھی راج نے شمالی ہندوستان میں شاہنشاہی کا ڈنکا بجا کر اپنے نام کو سانبہری راؤ کے خطاب سے زینت دی تھی ؛

شمالی چوہانوں کے خاندان کا مورث اعلےٰ مانک راے کو سمجھنا چاہئے۔ اس نے دوبارہ اجمیر فتح کیا اس کی کثیر التعداد اولاد جوارڑہ کے مغرب میں اکثر خاندانوں کی بانی ہوئی۔ جن کے افراد دریائے سندھ تک آباد پائے جاتے ہیں۔ کھیچی۔ ہاڑا۔ موہل نرمان۔ بھدوریہ۔ موریچا۔ دھنیریا۔ باگریچا سب چوہان کی شاخیں ہیں۔ کھیچی فرقہ سندھ ساگر کے لبیدہ دوآبہ میں قیام پذیر ہوئے۔ جو دریائے بہت عرف جہلم اور دریائے سندھ یعنی اٹک کے درمیانی حصے سے مراد ہے اور جس کا دارالسلطنت کھیچوا تھا۔ ہاڑا فرقہ نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسی باماسی واقع ہریانہ کی حکومت پائی۔ تیسری شاخ گولکنڈہ یعنی موجودہ حیدرآباد میں صاحب تاج و تخت ہوئی۔ اور جب اس کا وہاں ستارہ ماند ہوا تو اس نے اسیر میں سکونت اختیار کی۔ موہل کے فرقہ نے ناگور کے گرد و نواح میں دریائے جمبل کے کنارے بھدوریا کا علاقہ پایا جس پر اب بھی اس کی اولاد کا قبضہ ہے۔ اس فرقے کے لوگ دھنیر یا شاہ آباد میں آباد ہیں۔ اب یہ علاقہ انقلاب زمانہ سے کوٹہ کی قوم ہاڑا کے تحت تصرف میں آگیا۔ نادول میں ایک شاخ اور آباد ہوئی جس نے اپنے چوہان کے لقب کو ہنوز قائم رکھا ہے ٭

صحرا میں اکثر ریاستیں قائم ہوئیں جن کے فرمانرواؤں کو یا تو اپنی تلوار کا بھروسہ تھا۔ یا شاہنشاہ چوہان کا۔ جاگا کی فہرست میں سیل دیو تک گیارہ راجوں کے نام قلمبند ملتے ہیں بیسل دیو کی تواریخ راجپوت میں بہت شہرت ہے۔ اور لوگ والی حکومت تھے لیکن نسب نامے میں ہرس راج کے سوا اور کسی کا نام درج کرنے کے قابل نہیں۔ ہرس راج کا نام ہمیر رس اور جاگا کی فہرست میں مندرج ہے۔ جس کی حکومت اربلی سے کوہ آبو اور مشرق کی طرف دریائے جمبل تک وسیع تھی اس نے سمت ۸۱۲ سے یعنی ۷۵۸ھ سے سمت ۸۲۷ یعنی ۷۷۳ھ تک حکومت کی یہ راجہ اسروں کی لڑائی میں کام آیا اس کو عوام اری مردن یعنی قاتل دشمن کے لقب سے یاد کرتے ہیں ٭

بقول فرشتہ ۱۴۳ھ میں مسلمانوں کی کثرت ہوگئی تھی۔ یہ لوگ پہاڑوں سے آگے بڑھے تو کرمان پشاور اور گرد و نواح کے علاقوں پر ان کا قبضہ ہوگیا۔ خاندان اجمیر کا راجہ لاہور میں فرمانروا تھا۔ اس نے افغانوں سے ٹکر لی افغانوں کو غور اور کابل کی اقوام غلزئی کی کمک سے قوت حاصل تھی۔ پانچ مہینے میں ستر لڑائیاں ہوئیں۔ جن میں آخر کار فتح مسلمانوں کی ہوئی۔ تاریخ فرشتہ میں ذکر ہے کہ ان مسلسل لڑائیوں میں پہلے ہندوؤں نے شکست کھائی مگر گرمی شروع ہوتے ہی انہوں نے پھر صف آرائی کی کرمان اور پشاور کے وسط میں دریائے کشت و خون طوفان خیز ہوا۔ کسی حملے میں راجپوت کوہستان تک حملہ آوروں کا پیچھا کرتے تھے کسی یورش میں مسلمان تازہ کمک پہنچنے پر ہندوؤں کو سرحد تک ہٹا دیتے تھے اور نیلاب کی طوفان خیزی کے وقت وہ خود ہی اپنی حدود پر واپس چلے آیا کرتے تھے ٭

تاریخ فرشتہ میں یہ ذکر نہیں کہ راجہ اجمیر بنفس نفیس لڑائی میں شریک تھا۔ ہمیر اس میں درج ہے کہ ہرس راس کی گدی جگن دیو نے پائی۔ جس کی راجدھانی بھیٹر میں تھی اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناصر الدین پر فتح پاکر بارہ سو گھوڑے اس سے حاصل کئے۔ اور اسی لئے اُس کا لقب سلطان گیر ہو گیا۔ یہ ناصر الدین وہی سبکتگین ہے۔ جو محمود غزنوی کا باپ تھا۔ اور جس نے اپنے والد سبکتگین کی پانزدہ سالہ حکومت کے زمانہ میں ہندوستان کو لشکر کشی سے حیران و پریشان کیا تھا۔

بیسل دیو کے زمانے تک برابر اہل اسلام کی فوج کشی جاری رہی لیکن اس کی کیفیت مفصل اور قابل اطمینان معلوم نہیں ہوئی۔ ہاڑا قوم کے شجرے کے رو سے بیسل دیو کے والد کا نام وھرم گج تھا۔ جاگا کے شجرے میں بیر بیلن دیو کا نام دیکھا گیا ہے جس کا ثبوت اس کتبہ سے ملتا ہے۔ جو دہلی کے منارے پر کندہ ہے۔ محمود غزنوی کی آخری یورش اجمیر پر ہوئی تھی بیلن دیو نے اس کا اس خوبی سے مقابلہ کیا کہ گو اُس کی خود جان گئی لیکن حملہ آور بادشاہ غزنی کو محاصرے سے دست کشی اختیار کرنا پڑی۔ بیسل دیو کی شان میں کیشر نے جو کچھ طبع آزمائی کی ہے۔ اُس کا ذکر تو اپنے موقع پر ہوگا ہم اس موقع پر چوہان قوم کے ایک شیر دل بہادر کا ذکر کرنے پر مجبور ہیں۔ جس نے محمود کے حملۂ اوّل میں اپنا نام روشن کر کے ہندوستان کو عزت دی۔

واچھا راجا کا فرزند گوگا چوہان تاریخی دنیا میں مشہور ہے۔ اس کی حکومت ستلج سے ہریانہ تک تھی اور دار الریاست کا نام مہرا تھا۔ جس وقت گوگا کا میری واقع دریائے ستلج پر فوج کشی ہوئی۔ اس کے ۴۵ بیٹے اور ۶۰ بھتیجے میدان جنگ میں کام آئے یہ خونریزی اتوار کو نومی کی تتھ میں ہوئی تھی۔ اس لئے راجپوتانہ میں اس روز تیوہار منایا جاتا ہے اور صحرائے خاص میں اس دن کی بہت کچھ عظمت ہے۔ اس صحرا کو گوگا کے نام پر گوگا کا تھل کہا جاتا ہے۔ اور اس کا جوادیا یا نامی گھوڑا زندۂ جاوید سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ نام ایسا مقبول عام ہے کہ راجپوت عموماً اپنے جنگی گھوڑوں کا نام یہی رکھتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ جب سے محمود غزنوی نے دریائے ستلج کے اوپر قدم رکھا دلاور راجپوت کسی کام کا تہیہ کرنے یا بیڑا اُٹھانے کے وقت گوگا ہی کی قسم کھاتے ہیں۔

قیاس غالب ہے کہ محمود غزنوی اپنی آخری یورش سے فارغ ہو کر ملتان سے صحرا ہوتا ہوا راہی وطن ہوا۔ اس کے حملۂ اجمیر کے وقت راجہ اجمیر نے راہ فراری اور شہر کو حملہ آوروں نے لوٹا۔ محمود غزنوی کو گڑھ بیٹھلی میں زک ملی۔ کئی زخم لگے اور چوہان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی ریاست نادول کو لوٹتا ہوا نہروالا میں گیا جہاں اُس نے قبضہ کر کے پھر وحشیانہ حرکتیں شروع کیں۔ اس موقع پر لوگوں کو سخت صدمہ پہنچا۔ اور ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئے۔ اگر محمود غزنوی اس موقع کو ٹال کر سندھ کی مغربی گھاٹی کی طرف نہ چل دیتا تو قدر و عافیت معلوم ہو جاتی اور فوج کو سستانے نہ بن پڑتی۔

کب راج چندر نے بیسل دیو کے ذکر میں ایک کتاب نظم میں تصنیف کی ہے اس میں سمت ۹۲۱ کا زمانہ نظم میں قرار دیا گیا ہے۔

کمیشر کا بیان ہے کہ بیسل دیو محافظ مذہب ہنود کو دامیوں اور مددگاروں کے مشورے اور منظوری سے سرگروہی ملی۔ انہلواڑا کا چالوکیہ راجہ باتوں ہی باتوں میں بگڑ کھڑا ہوا اور اُس نے اس مہم کی شرکت سے انکار کر دیا۔ اور اُلٹے مخاصمت پیدا کی شاعر مذکور اس معاملے کو اس طرح واضح کرتا ہے۔

راجہ اجمیر کو کول ورلی پر اعتبار نہ تھا اس نے اس کی وفاداری پر خیال کر کے اجمیر کی حکومت سونپی۔ اور وہ خود وہاں سے بیسل کے چشمے پر مقیم ہوا۔ اور وہیں اپنے رفیق اور جاگیردار بلائے۔ مانسی پہار نے فوج مندور کے ساتھ پابوسی کی گہلوٹ کے سرگروہوں نے کمک دی پواہر تونور کو لیکر آئے۔ رام قوم گوہار اور موہس حاکم میواڑ کے شریک لشکر ہوئے۔ موہل ودتاپور والے نے اظہار اطاعت کے لئے خراج تو بھیجدیا۔ لیکن شرکت جنگ سے عذر کیا۔ بلوچ فوج موجود ہو گئی۔ بامنی کے رئیس نے سندھ سے اپنی غیر حاضری کا اعلان کیا۔ بیشمار ہاتھی گھوڑے ٹھاٹھ آئے۔ بٹھنڈہ اور ملتان سے بھی تعلبندی کا نذرانہ آیا۔

حکم پہنچتے ہی درا ول بھٹی بھوم پالن واس جادون۔ پرمار پہ گوجر۔ کچھواہہ میراس نے شرف پابوسی حاصل کیا کوہیل وال جیٹ ناگپور کی فوج لیکر شریک لشکر ہوا پرمار کی قوم میں ادیانر بھان۔ دھرچندیل سوا ہما سب شامل ہوئے نظم میں اس اختصار کے ساتھ حالات بیان کئے گئے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ راجپوتانہ کے خاندانوں میں سے سب اس مہم میں شریک تھے۔

چندر کمیشر نے کل ہندوؤں کی پوری تاریخ نہیں لکھی بلکہ بیسل دیو کی اولاد راجہ پرتھی راج کا ذکر اس میں کیا ہے۔ جو کچھ اوپر ذکر ہوا وہ گویا اُس کی منظومہ تاریخ کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تمہید ہے نہ کہ تاریخی حالات۔ میواڑ کی تاریخ میں بھی یوں ہی ایک موقع پر مسلمانوں کی لشکر کشی کا ذکر ہے۔ لیکن مسلمانوں کی تاریخ میں اُس کا کہیں ذکر نہیں +

اس معاملہ میں زیادہ دماغ سوزی کی ضرورت نہیں ناظرین کی سمع خراشی بھی بے کار سنین کی مطابقت سے ہم کو کچھ صحت کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور تاریکی میں پڑے ہوئے حالات خود روشنی میں آجاتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ ایک ہزار برس پیشتر جنہوں نے ہندوستان میں حکومت کی وہ قومیں کون تھیں +

چوہان قوم کی بیس شاخیں ہیں جن میں بیسل دیو کی اولاد سے وہ قوم ہاڑا ہے جن کی شاخیں کوٹہ اور بوندی میں۔ بیسل دیو چوہان کی تاریخ میں نہایت ہی نامور شخص تھا۔ اس کے بعد مانک رائے کی شہرت ہوئی جس کا پرتھی راج کے عروج کے ساتھ خاتمہ ہوا یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک شجرہ چوہان خاندان نذر ناظرین کیا جاوے +

شجرۂ خاندان چوہان

انہل عرف اگنی پال۔ غالباً یہ راجہ سمت بکرماجیت سے ۶۵۰ برس قبل فرمانروا تھا۔ اور یہ زمانہ شاید وہی ہوگا جب ترکش قوم نے لشکر کشی کی ہوگی اُسی نے مہکاوتی نگری آباد کی جس کو گورو منڈل کہتے تھے کوکن اسیر اور گولکنڈہ اس نے فتح کیا تھا +

سواچا

ملان۔ قیاس کہتا ہے کہ جس کو ملانی کہتے ہیں۔ اُس کا مورث اعلےٰ یہی شخص ہے +

گلن شور

سمت ۲۰۲ جے پال چکوا۔ اس کو چکرورتی کا خطاب حاصل تھا۔ سمت ۲۰۲ کے جو کتبے موجود ہیں وہ اس کی عظمت کے شاہد ہیں +

دونہ راے۔ سمت ۷۴۱ مطابق ۶۸۵ء میں مسلمانوں نے فوج کشی کی راجہ موصوف اس محاربہ میں قتل ہوا +

سمت ۷۴۱ مانک راے۔ سانبھر کی جھیل اسی کے نام کی یادگار ہے۔ چوہان راجوں نے اسی کی وجہ سے اپنا خطاب سانبھری راؤ رکھا تھا +

(بقیہ صفحہ آئندہ)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سمت ۸۲۷ ہرس راج - اس نے محمود غزنوی کے باپ ناصر الدین سبکتگین کو فاش شکست دے کر سلطان گیر کا خطاب حاصل کیا ۔

بیرسین دیو عرف دھرم گج محمود غزنوی کے مقابلے میں بمقام اجمیر جان دی ۔

سمت ۱۰۶۶ لغایت ۱۱۳۰ بیسل دیو - عرف بسال دیو نے حکومت کی ۔

سارنگ دیو - بچپن میں راہی ملک عدم ہوا ۔

آنا - اجمیر میں آنا ساگر اس کے نام کی یادگار ہے ۔

جے پال ہرس پال

اجے دیو بجے دیو اودے دیو

آنند دیو

سمیشو کاں راے جیت گوہیل

دلاوا ننگ پال ایشر داس

راجہ تنوار دہلی مسلمان ہو گیا

پرتھی راج چاہر دیو

یہ دہلی کا مہاراج ادھراج بجے راج - یہ پرتھی راج کا متبنے ہوا - منارہ دہلی پر اس کا نام کندہ ہے ۔

تھا اور سمت ۱۲۴۵ مطابق ۱۱۹۳ء میں شہاب الدین کے ہاتھ سے قتل ہوا

لکھن سنگھ (لکھن سی) سات اصلی فرزند تھے اور چودہ غیر منکوحہ عورت کے بطن سے آخر الذکر کی نسل میں اکثر قومیں ظہور پذیر ہوئیں

راے ناسی

دہلی کے حملہ اور لوٹ کے موقع پر تہ تیغ ہوا

نیم رانا کا رئیس نوندہ سنگھ اجے پال اور پرتھی راج کی خاص نسل سے ہے جو لکھن سی سے چھبیسویں پشت میں سے ہے ۔

باسل دیو کا کتبہ دہلی کے معروف و مشہور مینار پر کندہ ہے - یہ مینار فیروز شاہ کی عمارتوں کے وسط میں واقع ہے - کبیشر چند کے قول کے موافق یہ چوہان کی دائمی یادگار سری جمنا جی کے کنارے دہلی سے چند میل کے فاصلے پر نگم بودہ میں تعمیر ہوئی تھی - جہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دی گئی ہے ۔

اس کتبہ کی تاریخ سمت ۱۲۲۰ میں بیساکھ کی اماوس درج ہے - جس میں بسال دیو کا صرف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اتنا ہی ذکر ہے کہ وہ پرتھوی چہمان تلک ساکمبہری بھوپتی پرتھی راج چوہان تلک دھاری سانبہر کا چکرورتی بزرگ یعنی تاجدار عالم تھا۔ جس نے سمت ۱۲۲۰ میں اورنگ حکومت کو رونق دی اور سمت ۱۲۴۹ میں نذر شمشیر عدو ہؤا۔ اسے بھی سانبہری راؤ اس لئے کہتے تھے کہ اُس کی حکومت کا قدیم دارالسلطنت ساکمبری یعنی سانبہر تھا۔ ایک دوسرے کتبہ میں سمت ۱۲۲۰ کے عوض سمت ۱۱۲۰ درج ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جسے آریاورت یعنی بسال دیو نے مخالفوں سے پاک وصاف کیا تھا۔ سنسکرت میں ایک اور دو کا ہندسہ ۲۔ ۵ قریب یکساں ہے اور ممکن ہے کہ اسی سبب سے غلطی واقع ہو گئی ہو۔ اگر سمت ۱۲۲۰ درست ہے۔ تو یہ زمانہ پرتھی راج کا ہے۔ جو بسال دیو کے چھ پشت کے بعد تخت دہلی پر فرمانروا ہؤا۔ کتبہ کے آغاز میں پرتھی راج کی نسل سے ابتدا کی گئی ہے۔ اور مکمل ہے کتبہ نویس نے سنہ میں غلطی کر دی ہو۔ کبیشر کا پہلا کبت تو بسال دیو کی شان میں ہے۔ باقی کبت یا دوہرے پرتھی راج کے ذکر میں ہیں۔ جس کی فتحمندی کے کارنامے بھی مشہور عالم ہوئے۔ پرتھی راج نے مسلمانوں کو آریہ ورت سے نکال باہر کیا جس کی مورخان اسلام بھی تائید کرتے ہیں۔ شہاب الدین نے پہلے شکست فاش کھائی تھی بعد میں اس نے شمالی ہند کو مغلوب کیا۔

اگر پہلا کبت یا دوہا بسال دیو کی نسبت خیال کیا جائے تو زمانہ سمت ۱۱۲۰ یعنی ۱۰۶۴ء قرار پاتا ہے۔ جس میں بقول کبیشر اس کے علم شاہنشاہی اور شان فتح کے نیچے ایک لشکر عظیم فراہم ہؤا تھا۔ اور جس کا مضمون کتبہ میں درج ہؤا ہے۔

کبیشر چند نے بسال دیو کے معاون راجگان عالیشان میں سے چار کے نام حوالۂ قلم کئے ہیں جن کا زمانہ قریب قریب وہی ہے۔ مگر ایک کے عہد و حکومت کو ذرا بھی شک و شبہ نہیں۔ اودیاورت پرمار فرزند راجہ بھوج کا عہد حکومت سمت ۱۱۰۰ سے سمت ۱۱۵۰ تک رہا اسی زمانے کے وسط میں اُس کو اس مہم میں شرکت کرنے کا موقع حاصل ہؤا چنانچہ ذیل کی تحریر سے واقعات اصلی کی موافقت ظاہر ہوگی۔

(۱) بھومیا بھٹی دراول سے طلب ہوئے تھے۔ اگر کبی چند کا بیان غلط ہوتا تو ان کی طلبی دارالریاستہ جیسلمیر سے بیان کی جاتی۔

(۲) کچھواہہ قوم انتربید یعنی دریائے گنگ و جمن کے دوآبہ سے آکر شریک ہوئی تھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس سے ظاہر ہے کہ نرور والے اُس وقت تک آمیر میں آباد نہ ہوئے تھے +

(۳) میواڑ کی تاریخ میں ذکر ہے کہ سمرسی کے پردادے تیج سی نے مہم میں شرکت کی تھی۔ اور اس لحاظ سے کہ بسال دیو ۶۴ برس تک زندہ رہا تو سمت ۱۱۲۰ اُس کے زمانہ حیات کا درمیانی سال تھا۔ حساب کے رو سے اس کا زمانہ سمت ۱۰۸۸ مطابق ۱۰۳۲ء سے سمت ۱۱۵۲ مطابق ۱۰۶۶ء تک قرار پاتا ہے۔ دھرم گج عرف بیلن دیو یا بقول مورخ ہمیر اس مالن دیو محمود غزنوی کے آخری حملہ اجمیر میں جان بحق تسلیم ہؤا تھا۔ اس لحاظ سے سمت ۱۰۷۸ مطابق ۱۰۲۲ء سے سمت ۱۱۴۲ مطابق ۱۰۸۶ء کا زمانہ کتبہ منارۂ دہلی سے خلاف نہیں۔ اور فہرست انساب چوہان کا خیال کیا جائے تو سمت ۱۰۶۶ سے سمت ۱۱۳۰ تک کا زمانہ قبول کرنا پڑتا ہے +

بہرحال یہ بات واجب التسلیم ہے کہ بسال دیو اور جے پال تنوار راجہ دہلی درلبہ برادر بھیم والی گجرات۔ بھوج وادیاوت فرمانروائے دھار اور پدم سی و تیجسی تاجدار میواڑ کا ہمعصر تھا۔ اور اُس کو محمود غزنوی کی چوتھی پشت میں بادشاہ مودود غزنوی کے مقابلے میں سرگروہی حاصل ہوئی ہوگی۔ جس مہم کی وجہ سے مطابق کتبۂ منارۂ دہلی آریہ ورت از سر نو دھرم کا گھر بنا۔ محمود کی آخری یورش میں بیرم دیو اور راجہ اجمیر متفقہ فوج سے معرکہ آرا ہوئے تھے۔ اور بادشاہ غزنی کو ہندوستان سے سندھ ہو کر واپس جانا پڑا تھا۔ اس واقعہ کا زمانہ سمت ۱۰۸۲ یعنی ۱۰۲۶ء تحریر ہے مگر چندر کبیشر اس مہم کا زمانہ سمت ۱۰۸۶ قلمبند کرتا ہے +

بیسل دیو نے راجہ گجرات پر فتح پاکر یادگار ظفرمندی میں اسی مقام پر بیسل نگر آباد کیا تھا۔ اس کا ذکر مشہور راجہ پرتھی راج کے تذکرے میں حوالہ قلم ہوگا۔ بیسل دیو کی نسبت اکثر روائتیں تحریر ہیں جس سے اس کے مسلمان ہونے کا دھبا مٹانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ زبردستی مسلمان کیا گیا۔ جس کے پراشچت کے لئے اس نے دھوند کی بلندی پر گوشہ نشینی اختیار کی چنانچہ کالک جوب نیر میں اب تک بیسل کا دھوند موجود ہے +

گوبند رام ہاڑا قوم کا بھاٹ تھا۔ یہ لکھتا ہے کہ راجگان ہاڑا انوراج فرزند بیسل دیو کی اولاد میں ہیں لیکن موگ جی بھاٹ تحریر کرتا ہے کہ انوراج نانک رائے کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بیٹا اور خاندان کچھی کا مورث اعلےٰ تھا۔ ہم یہاں راجگان ہاڑا کے بھاٹ کی تاریخ سے نفس مطلب درج کرتے ہیں +

انوراج نے اپنے بیٹے کو اسی عرف ہانسی کی جاگیر دی تھی۔ جس کا قلعہ پائڈاری میں مشہور ہے۔ اشٹ پال نے اگن راج ولد اجے رائے بانی کچھی پوربیٹن واقع سندھ ساگر نے رندھیر چوہان والی گولکنڈہ پر فوج کشی کا عزم کیا مگر اتفاق سے ہانسی اور گولکنڈہ پر کجلی بن کے جنگلیوں نے ایک ہی وقت میں چڑھائی کر دی +

رندھیر نے رسم ساکا ادا کی سب عورتیں جل مریں یا کوئی ہتھیار مار کر مر گئیں صرف سورہ بائی کی بیٹی اس وجہ سے بچ رہی کہ اس نے ہانسی میں پناہ لینے کے لئے وہاں سے راہ فرار اختیار کر لی تھی۔ ہانسی بھی بیرحم و جابر حملہ آور گھیرے ہوئے تھے۔ انوراج بھاگنے کے لئے پابرکاب ہوا۔ لیکن اشٹ پال ہمت نہ ہارا وہ مقابلے کے لئے جا پہنچا۔ خونریزی شروع ہوئی اس لڑائی میں اشٹ پال بہت زخمی ہوا۔ لیکن حملہ آور کی جان لیکر اس نے فوج حریف کا دور تک پیچھا کیا۔ وہ زخموں سے چور چور تھا زیادہ تعاقب نہ کر سکا اور اس مقام کے نزدیک نیم مردہ کر زمین پر گر پڑا۔ جس جگہ سورہ بائی ایک پیپل کے سایہ میں زندگی کی گھڑیاں گن رہی تھی۔ اُدھر دشمنوں کا خوف ادھر بھوک پیاس۔ ہاتھ پاؤں ہلانا دوبھر تھا۔ بدن میں ہڈیوں کے سوا کچھ بھی نہ باقی تھا۔ اتنے ہی میں پیپل کے درخت میں ایک شگاف ہو گیا جس سے آسا پورنا دیبی نے نکلکر درشن دئے۔ سورہ بائی روتی ہوئی بولی کہ آہ گولکنڈہ میں کجلی بن کے ظالموں نے باپ اور بارہ بھائیوں کی جان لے لی میں کہیں کی نہ رہی۔ دیوی جی نے فرمایا کہ رنج دور کرو ایک چوہان نے تمہارے باپ بھائیوں کے قاتل کی جان لے لی تمہارا ہم قوم بھائی تمہارے قریب پڑا ہوا ہے۔ اٹھو چلو دکھا لاؤں۔ یہ کہہ کر دیوی جی اس کو وہاں لے گئیں جہاں اشٹ پال زخموں سے چور بے ہوش و حواس پڑا ہوا تھا۔ دیوی جی اسے ہوش میں لائیں اور اس نے بعد میں اپنے موروثی قلعہ اسیر کو دشمنوں سے فتح کر لیا۔ قوم ہاڑا کا مورث اعلےٰ اشٹ پال تھا اس نے سمت ۱۰۸۱ یعنی ۱۱۲۵ء میں اسیر گڑھ پر قبضہ پایا +

محمود کی آخری یورش اور تباہی ہندوستان کے بعد ملتان کی راہ سے واپسی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور وسط صحرا سے اجمیر تک کی بربادی ۴۱۷ھ یعنی ۱۰۲۲ء میں ختم ہوئی۔ انوراج قتل ہوا۔ غزنوی بادشاہ نے ہانسی پر فتح پائی۔ اجمیر لوٹا گیا ہندوستان پر تباہی چھائی ہند و کبیشتر حملہ آوروں کو کجلی بن کے دیو لکھتے ہیں لیکن مسلمانوں کی اپنی تاریخوں میں اس بات کا مطلق ذکر نہیں کہ محمود غزنوی کے ہمراہ کتنی فوج تھی۔ جس حملہ آور نے غزنی سے سیلون اور پیگو اور علاقجات سوراشٹر کو اپنا ایک قدم سمجھا ہو اور جس نے انہلواڑہ میں ایک عرصے تک قیام رکھکر گولکنڈہ کے راجہ رندھیر پر فتح پائی ہو۔ اس کی فوج کا اندازہ ہر شخص قیاس کر سکتا ہے۔ لیکن ان فضولیات پر بحث کرنا بے نتیجہ ہے۔ البتہ ایک نتیجہ ضرور قابل ذکر ہے۔ جنوبی و شمالی ممالک میں جو راجپوت فرمانروا رہے انہوں نے باشندگان اصلی کے ربط و ضبط یا تعلقات سے مرہٹہ قوم کو اپنی بہادری و شجاعت کا ورثہ دیا اور جو جادو۔ تنوار۔ پنوار کے عوض مالکہ پھالکیا اور رائنکر کہلائے +

اشٹ پال کے فرزند چند کرن کے دو بیٹے تھے ہمیر اور گھمبیر۔ یہ دونو بھائی بھی پرتھی راج کے ماتحت ایک سو آٹھ ریاستداروں کے ساتھ مصروف پیکار ہوئے تھے اسیر کوئی جاگیر نہ تھی۔ لیکن اس کا فرمانروا پرتھی راج کا ماتحت اور اطاعت گذار ضرور تھا +

قنوج سامیہ کب چند کی منظومہ تاریخ ہے۔ اس میں یہ حالات درج ہیں کہ پرتھی راج کیونکر جے چند راجہ قنوج کی راج کماری سنجکت کو سوئمبر سے زبردستی لیگیا تھا۔ تیسرے روز جو محاربہ پیش آیا۔ اس میں راجگان ہاڑا نے وہ داد مردانگی دی کہ پرتھی راج بخیر و عافیت لوٹ سکا +

جس وقت جے چند کی فوج تیسرے روز حملہ آور ہوئی ہمیر اور گھمبیر دونوں بھائیوں نے عرض کی کہ جانگلیش مہاراج پرتھی راج آپ مطمئن رہیں جے چند کی طرف سے کتنے ہی حملے ہوں مگر کچھ پرواہ نہیں۔ ہمارے گھوڑوں کی ٹاپیں میدان جنگ کی قلبہ رانی کر کے تخم مراد کے لئے تخمریزی کرینگی۔ ان دونوں بھائیوں سے قنوج کے ماتحت راجہ کاشی کا مقابلہ ہوا۔ میدان کارزار میں خون کے دریا بہ گئے۔ اور دار و گیر کی آواز بندا باسنی دیوی تک کے کانوں میں پہنچی۔ ہمیر اور گھمبیر دونوں بھائیوں نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس معرکہ آرائی میں جان دی جو شخص بچ رہا۔ قوم ہاڑا کا وہ سورما تھا جس نے شہاب الدین غوری سے مقابلہ کر کے راجپوت قوم کی آزادی برقرار رکھنے کا بیڑا اٹھا کر جان کی پرواہ نہ کی۔

ہمیر کا فرزند کالکرن تھا۔ اس کا بیٹا مہا مگدیو تا راؤ باچا اور راؤ باچا کا بیٹا راؤ چند

چوہان خود سر راجوں کی قسمت کا فیصلہ جس زمانے میں علاء الدین کے اوج اقبال کے ہاتھ میں تھا اس زمانے میں راؤ چند اسبیر والے کی حکومت ترقی پر تھی۔ اس کے دار الحکومت کی شہر پناہیں بہت مضبوط تھیں۔ لیکن حملہ آوروں سے اس کا کچھ بس نہ چلا۔ کل خاندانی لوگ میدان جنگ میں قتل ہو گئے۔ اگر کوئی بچا تو صرف ایک کمسن لڑکا یعنی رتن سی۔ رتن سی کے نام کو چوہان لوگ منحوس سمجھتے ہیں یعنی یہی نام پرتھی راج کے بیٹے کا بھی تھا۔ جس کی محاربۂ دہلی میں جان گئی مگر اسبیر والا رتن سی بد قسمت نہ تھا۔ اس کی عمر ڈھائی برس کی تھی یہ رانائے چتور کا بھانجا دیا بھنیجا تھا۔ اس نے چتور میں پرورش پائی۔ اور جب ہاتھ پاؤں نکالے تو بھینسرور کے قلعے پر حملہ کر کے رئیس بھیل اور اس کے پہاڑی بھائیوں سے سارا ملک چھین لیا۔ علاء الدین اس سے کچھ دنوں پیشتر اس مقام کو حملۂ چتور کے زمانے میں ماتحت کر چکا تھا۔ لیکن ابھی اچھی طرح سے مفتوح لوگ آرام بھی نہ کر چکے تھے۔ کہ کمسن چوہان کی پرورش و پرداخت سے کام پڑا۔

کولن اور کانگل رتن سی کے دو فرزند تھے۔ کولن ایک مرض لاعلاج میں مبتلا ہوا تو اس نے کدار ناتھ جی کے درشن کا تہیہ کیا۔ وہ پا پیادہ روانہ ہوا رات کو زمین پر سوتا تھا گئی بھینے کے بعد بندر اچل پہنچکر مان گنگا کے سرچشمہ میں اشنان کیا جس کی برکت سے اس کے عارضے میں تخفیف معلوم ہوئی جب کدار ناتھ جی کے درشن کئے تو مہادیو جی نے درشن دئے۔ اور خوش ہو کر وسط ہند کی حکومت عطا فرمائی۔ کولن راجہ پنہار کہلایا۔ اور اس کو وہ خطۂ زمین حاصل ہوا جس پر راجگان چتوڑ کی حکومت تھی۔ علاء الدین نے جب اس تاریخی قلعے کو فتح کر کے گہلوٹ قوم کے خون سے تلوا رخ کی تو اہل چتوڑ کی طاقت زائل ہو گئی۔ بپا قوم نے پھر اپنے اصلی پہاڑوں کو چھین لیا اور چتوڑ کے ماتحت جاگیرداروں کو بھی اپنی طرف بلا لیا۔

راجہ ہون پر مار ایام قدیم میں پنہار کا فرمانروا تھا اور ریال میں اس کی راجدھانی تھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

راجہ ہون کی بہت سی چیزیں یادگار زمانہ ہیں۔ آٹھویں صدی میں جب اہل اسلام پہلے پہل چتوڑ پر حملہ آور ہوئے تو انگت سی راجہ ہون نے قلعۂ مذکور کی حفاظت میں اعانت کی تھی۔ برولی کے مشہور مندر اسی کے نام کی یادگار سمجھے جاتے ہیں۔ کبیشر کے قول سے اس نامی و گرامی خاندان کی ایک شاخ بکرماجیت کے بعد کی چند صدیوں میں ۳۶ راج کلی راجپوتوں میں تسلیم کی گئی ہے۔

راؤ بانگو کولن کا پوتا دوبارہ مینال پر قابض ہوا اور پنہار کے پچھم رخ قلعہ بماؤدا تعمیر کیا۔

بھینسر دور واقع مشرق اور بماؤدا و مینال واقع مغرب علاقہ پنہار پر اب قوم ہاڑا متصرف ہے مقامات ماندل گڈھ۔ بیجھولی۔ بیگو۔ رتن گڈھ۔ چوریت گڈھ اس علاقہ میں شامل ہیں جو اس نے فتح کئے تھے۔

راؤ بانگو کے بارہ بیٹوں کی اولاد علاقہ پنہار پر متسلط ہوئی اس کے بعد دیوا حکمران ہوا جس کے تین بیٹے تھے۔ ہرراج۔ ہالی جی۔ اور سمرسی۔

قوم ہاڑا کی طاقت دیکھکر سکندر لودی شاہنشاہ دہلی نے اس کی طرف توجہ مبذول کی دیوا دربار میں یاد کیا گیا۔ اس نے ہرراج فرزند اکبر کو بماؤدا کی گدی دیکر سمرسی فرزند اصغر کے ساتھ دہلی کی راہ لی۔ یہاں وہ قیام پذیر رہا مگر اس کا گھوڑا ایسا عمدہ تھا کہ شاہنشاہ مانگ بیٹھا دیوا کو گھوڑا دینا ناگوار تھا۔ اس لئے اس نے وہاں سے واپسی کی ٹھانی مورخان ہاڑا و کھیچی نے اس گھوڑے کی بڑی تعریف و توصیف کی ہے جو مالک کی قسمت کا ہر حال میں شریک ہی نہ رہا۔ بلکہ اس میں خاص خاص اوصاف تھے۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ کے اصطبل میں ایک اس صفت کا گھوڑا تھا کہ دریا سے گذرنے میں اس کے سُم نہ بھیگتے تھے دیوا نے ملازمان شاہی کو کچھ دے دلا کر اس گھوڑے کی نسل پنہار کی گھوڑی سے پیدا کی بچھیرے کی پیدائش پر اس نے اپنے متوسلین و متعلقین کو یکے بعد دیگرے وطن بھیجدیا اور آزاد ہو کر اسی گھوڑے پر سوار برچھا ہاتھ میں لئے ہوئے شاہنشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ اس وقت شاہنشاہ ٹمگیری کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے جاتے ہی آداب عرض کیا اور گذارش کی کہ آج سے گھوڑا۔ عورت اور تلوار راجپوت سے نہ مانگئے گا۔ اتنا کہکر اس نے گھوڑا اڑایا اور پنہار آ پہنچا۔ بماؤدا ہرراج کے حوالے کر کے اس نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بنوا نال کی راہ لی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں راجہ کولن کا مرض مہلک دور ہوا تھا۔ اس جگہ مینا قوم اوسارا کی بود و باش تھی یہاں ہر بونگ مچا ہوا تھا۔

جیتا نامی اس زمانے میں رئیس خاندان تھا۔ شہر میں آراستگی نہ تھی تہل کے دونوں طرف پختہ دیواریں اُٹھی ہوئی تھیں اور ان میں دروازے قائم تھے مینا قوم کے لوگ جہاں چاہتے تھے۔ چھپروں میں رہتے تھے۔ جب چتوڑ کی غارتگری کے بعد اس قوم نے رانا کی اطاعت قبول کی راؤ گنگو کہیچی اپنے قلعہ رام گڈھ سے قرب و جوار میں برچھی کی عملداری قائم کئے ہوئے تھے۔ جب کچھ بس نہ چلا تو مینا قوم نے عہد و پیمان کیا کہ دوسرے مہینے کی پورنماشی کو خود ہی چوتہ سرحد پر پہنچا دیا کرینگے۔ جب میعاد مقررہ پر راؤ گنگو چوتہ لینے کے لئے آیا تو کہیں روپیہ کی تھیلی نہ پائی۔ اس نے قوم مینا کو للکارا اور کہا کہ جس کا جی چاہے سامنے آئے میں مزہ چکھاؤنگا۔ دیو رئیس پنہار اپنے اُسی مشہور گھوڑے پر سوار سامنے پہنچا جس پر بادشاہ لودہی کی رال ٹپکی تھی۔ رلاون کا رئیس گنگو جس گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کی بھی شہرت تھی۔ یہ گھوڑا رئیس کہیچی کے دریائی گھوڑے کی نسل سے تھا۔ خواہ کیسا ہی راستہ دستوار گذار ہو یا کوئی دریا حائل ہو یہ گھوڑا گذرا ہی جاتا تھا۔ چنانچہ دریائے چمبل بھی کسی موسم میں سد راہ نہ ہو سکتا تھا اور رئیس مذکور اسی گھوڑے پر سوار قوم مینا سے خراج وصول کرنے جاتا تھا۔

دیوا اور گنگو سے سخت مقابلہ ہوا ہاڑا نے فتح پائی۔ راؤ گنگو بھاگا دیوا نے دریائے چمبل تک پیچھا کیا۔ گنگو بلندی سے دریا میں گھوڑا پھندا کر دریا میں غائب ہو گیا اور ابھرا تو دوسرے کنارے پر نظر آیا۔ دیوا کو سخت حیرت ہوئی اور وہیں سے پکارا کہ آفرین اے راجپوت۔ ذرا بتانا تو کہ تم کون ہو۔ گنگو کہیچی نے اُدھر اپنا نام بتایا۔ اِدھر دیو ہاڑا نے اور موخر الذکر نے خوش ہو کر کہا کہ میری تمہاری دشمنی القط میں تمہیں آج سے بھائی سمجھونگا۔ دریائے چمبل میرے تمہارے علاقے کی سرحد اس وقت سے قرار پائی۔

یہ سمت ۱۳۹۸ یعنی ۱۳۴۲ء کا واقعہ ہے۔ اے دیوا کو جیتا اور قوم اوسارا نے اپنا رئیس تسلیم کیا اسی نے بنوا نال کے وسط میں بوندی کی بنا ڈالی۔ جس کو قوم ہاڑا نے بعد میں دار الریاست بنایا۔ کچھ مدت تک دریائے چمبل مشرقی سرحد رہا بعدہ یہ بات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جائی رہی صوبہ دار شاہنشاہی کے مقابلے کی وجہ سے قوم ہاڑا نے بہت طاقت
و شہرت حاصل کی اور مقبول بارگاہ سلطانی ہونے سے انہوں نے سرحد کو وسعت
دی اور مراجم خسروانہ یا تلوار کے زور سے انہوں نے حدود مالوہ تک عمل دخل
کر لیا۔ اسی قلمرو کا نام ہاڑوتی ہے جسے ہروتی بھی کہتے ہیں ۔

باب ۲

راجگان ہارا کا مگر ضروری تذکرہ۔ بوندی کی بنیاد۔
قوم اوسارا کا قتل۔ سمرسی کی مسند نشینی۔ ترقی و وسعت
حکومت۔ کوٹیا بھیل کا قتل۔ کوٹہ کی وجہ تسمیہ۔ ٹاپو جی کی مسند
آرائی۔ ٹوڈا کے رئیس سولنگھی سے معرکہ آرائی۔ ناپو جی کا
قتل۔ سنی کی عجیب و غریب واردات۔ ہامو کی مسند نشینی۔
پنہار پر رانا کا دعوے۔ ہامو کی مخالفت۔ لشکر کشی مختلف کیفیتیں
راجگان مختلف۔ قحط سالی۔ بھانڈا کا نو مسلم بھائیوں کی شرارت
سے اخراج۔ نرائن داس کے ہاتھ سے ان کا قتل۔ نرائن داس
کے حالات۔ رانا سے چیتوڑ کی کمک۔ فتحمندی۔ رانا کی بھانجی
کے ساتھ شادی۔ افیون نوشی۔ راؤ سورج مل کا انتقال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چوڑ کی راجکماری کے ساتھ شادی۔ خونریز نتائج۔ اہیڑا یعنی موسم بہار کا شکار۔ راؤ کا قتل۔ سنی کی وارداتیں۔ راؤ سرمان۔ مظالم۔ اخراج وجلاوطنی۔ راؤ ارجن کی مسند نشینی۔ واقعۂ مرگ۔ راؤ سرجن کی گدی پر رونق افروزی

باب اول میں خاندان چوہان کی پیدائش اور بوندی کے پہلے راجۂ ہارا کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس باب میں ہم اس خاندان کے نامور تاجداروں کے کوائف ذرا وضاحت کے ساتھ اس غرض سے بیان کرینگے۔ کہ اور ریاستوں کی تاریخوں سے بھی حالات وزمانۂ واقعات کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس کے بعد ہم اُس زمانہ کی تواریخ ہارا بھی حوالۂ قلم کرینگے۔ جب ہندوستان میں امن وتسلط نہ تھا۔ اور ہر جگہ طوائف الملوکی پھیلی تھی۔

انوراج اسی عرف ہانسی پر قابض ہوا۔

اشٹ پال فرزند انوراج سے سمت ۱۰۸۱ مطابق ۱۰۲۵ء میں ہانسی چھن گئی۔ اس کے بعد یہ اسیر پر قابض ہوا۔ ہارا خاندان کا مورث اعلےٰ یہی ہے تاریخ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اسی پر قابض ہونے کے کتنے عرصے کے بعد وہ بانی خاندان ہوا۔ لیکن قیاس غالب ہے کہ یہ بات بعد میں ظہور پذیر ہوئی ہوگی۔

ہمیر پر شہاب الدین سمت ۱۲۴۹ مطابق ۱۱۹۲ء میں حملہ آور ہوا تھا چنانچہ جنگ سگر میں اُس کی جان گئی۔

رتن سی اسیر سے بھاگ کر میواڑ میں پناہ گزیں ہوا اور سمت ۱۳۵۳ میں بھینسرور پر قبضہ پایا۔

راؤ بانگو بماؤ دا اور بینال وغیرہ مقامات پر قابض ومتصرف ہوا۔

راؤ دیوا نے سمت ۱۳۹۸ مطابق ۱۳۴۲ء میں قوم مینا کو مغلوب کر کے باندھ گھاٹی میں شہر بوندی آباد کر کے اپنی قلمرو کا نام ہاروتی رکھا۔ اس راجہ کی مینار عایا قوم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہارا سے تعداد میں بہت تھی۔ اس نے راجپوتوں کی عادت کے موافق اپنی فتح کے موقع پر رعب جمانے کے لئے۔ ایک وحشیانہ حرکت کی۔ جسے راجپوت مورخ نے چھپانے کی کوشش کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ بینا قوم کے سردار نے تحکم سے رئیس پنہار کی لڑکی کا ڈولا مانگا۔ جس پر والد دختر نے بماؤدا کے رئیس ہاڑ اور ٹوڈا کے سردار سولانگی سے مدد مانگی۔ جنہوں نے اوسارا کو اوجاڑ کر دیا۔ اس وحشیانہ حرکت کے بعد دیوا اپنے بیٹے کو گدی پر بیٹھا کر گوشہ نشین ہو گیا۔ جس کی وجہ اس حرکت ظالمانہ کی شرمندگی ہی تصور ہو سکتی ہے۔

دیوا نے دو مرتبہ حکومت سے دست کشی اختیار کی پہلے سکندر لودی نے جب طلب کیا۔ تو ہر راج کو حکومت سونپی۔ پھر اس وحشت انگیز کارروائی کے بعد اس نے ریاست سمرسی کے حوالے کی۔ بوندی اور پنہار کی شاخیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اور اس نے حکومت ترک کر کے جگ راج کا خطاب حاصل کیا۔ یعنی عطا کنندۂ حکمرانی۔

جب باپ اور بیٹے کے شاہی اختیارات یکساں ہو جائیں تو بیٹے کو جو راج کا خطاب ملتا ہے۔ بوندی میں ترک حکومت کی چار نظیریں پائی گئی ہیں۔ دیوا۔ نرائن داس۔ چتر سال۔ اور سری جی امید سنگھ چاروں ریاست سے مستعفی ہوئے تھے۔ اور حسب قاعدہ مروجہ ان کو اجازت نہ تھی کہ دارالریاست کی حدود کے اندر قدم رکھیں۔ ترک ریاست کے بعد راجہ کو نہ راجگی کا منصب حاصل رہتا ہے نہ رعایا کا بلکہ مردہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ جس وقت راجہ سلطنت سے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اس کی ایک سنگین مورتی بنائی جاتی ہے۔ اس کو چتے پر جلاتے ہیں اور بارہ روز تک کریا کرم ہوتا رہتا ہے۔ اس اصول کی پیروی دیوا کو بھی کرنا پڑی یعنی وہ جیتے جی نہ بوندی میں قدم رکھ سکا نہ بماؤدا میں۔ اگر کسی خاص ضرورت یا تقریب سے اس طرف گذر ہوتا تھا تو بوندی سے پانچ کوس کے فاصلے موضع اومرتھونا میں ٹھہر جایا کرتا تھا۔ زندگی بھر یہی کیفیت رہی۔

سمرسی کے تین بیٹوں میں سے ناپوجی فرزند کلاں کو گدی ملی۔ ہرپال نے ججاور کا علاقہ پایا۔ اس کی اولاد بہت ہوئی جو ہرپال پتر کہلاتی ہے۔ اجیت سی تاریخ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہاڑا میں ایک مشہور شخص ہے۔ جس وقت وہ کیلنون کے رئیس قوم نوتور کی ملاقات سے واپس آرہا تھا۔ اس کی رسائی بھیلوں کی ایک بستی میں ہوئی جو دریائے چمبل کے قریب نشیب میں واقع تھی۔ یہ دفعتہً ان پر ٹوٹ پڑا۔ باشندوں کو ہلاک کر کے برج دار دروازے پر اس قوم کے افسر کو بھی نہ بخشا بے دریغ کیا اور اس خونریزی کی یادگار میں ہاتھی کی مورتی جدہ کے سوامی یعنی دیوتائے جنگ کے نام پر ہاتھی کی مورت نصب کر دی جو اب تک موجود ہے۔ یہ مقام کوٹہ کے اصلی دروازے کے قریب واقع ہے۔ اور اسے چار بھجونہ ڑا کہتے ہیں۔ کوٹہ ریاست کا نام کوٹیا سے منسوب ہے جو بھیلوں کی ایک قوم تھی۔

تاریخ ہاروتی میں بالوجی کا نام بہت مشہور ہے۔ اس نے سمرسی کے راج سنگاسن پر قدم رکھکر ٹوڈا کے سولنکھی رئیس کی راجکماری کے ساتھ شادی کی رئیس مذکور انہلوارہ کے قدیم راجوں کی اولاد میں تھا سلسلہ حسب و نسب میں کچھ تفریق نہ ہوئی تھی۔ کسی موقع پر راجہ ٹوڈا موجود نہ تھا اس کی سنگ مرمر کی ایک چوکی نہائت ہی بیش قیمت اور نفیس تھی۔ راجہ ہاڑا نے رانی سے کہا کہ یہ چوکی مانگ دو۔ رئیس ٹوڈا بہت نازک طبع تھا۔ اس کو درخواست ناگوار گذری۔ اس نے کہدیا کہ چوکی کیا راجہ ہاڑا لڑکی کو بلا کر دیکھے۔ رئیس مذکور نے داماد کو ناکامیاب رخصت کر دیا جس پر اس کو یہاں تک غصہ آیا کہ رانی کا خیال بھی دل سے نکال دیا اور اُس روز سے کبھی اس کی خواب گاہ میں نہ گیا۔

ساون شدی پنچمی کو بچوں کا تیوہار ہوتا ہے۔ جس میں ہر راجپوت کا فرض ہے کہ اپنی عورت کی خواب گاہ میں جائے راجہ ٹوڈہ کی رانی نے اپنے باپ سے شکائت کی کہ اس کا شوہر آج بھی شبستان خلوت میں نہیں آیا راجہ ہاڑا راجپوت جاگیرداروں کو اجازت دے چکا تھا کہ اپنے اپنے گھروں میں تیوہار منائیں راجہ ٹوڈہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر اپنی سانگ راؤ ہاڑا کے سر میں پھونک دی۔ اور وہاں سے چلدیا۔ ایک مقام پر پہنچا تو اس نے اپنے ہمراہیوں سے کل کیفیت بیان کی یہاں ایک جاگیردار بوندی بیٹھا ہوا عمل پانی کر رہا تھا اور سوچتا تھا کہ زوجہ کے پاس جاؤں یا نہ جاؤں۔ وہ اسی تفکر و تردد میں تھا کہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آواز سنائی دی۔ اور اُس کو یہ بھی معلوم ہوا کہ جب راجۂ ہاڑا نے جاگیرداروں کو تیوہار منانے کے لئے رخصت کیا تو عالم تنہائی میں اس کی جان گئی۔ یہ شخص چوہان تھا۔ جس وقت راجہ ٹوڈا اس کے پاس آیا تو اس نے تلوار کا ایسا تلا ہاتھ رسید کیا۔ کہ بازو کٹ گیا اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کے بھائی سولنگھی بھاگ گئے اور چوہان نے طلائی بازوبند سے آراستہ و پیراستہ بازو رومال میں باندھکر بوندی کی راہ لی۔ یہاں ماتم چھایا ہوا تھا۔ سولنگھی رانی ستی ہونے کو تیار تھی۔ لیکن اپنے ہم قوم بھائی کے زور بازو کی بھی یہاں تک تعریف کرتی جاتی تھی کہ اگر ہزار ہاتھ ہوجاتے تو اس کی بہادری کے صلے میں ہر ہاتھ سے ایک ایک پان کھلاتی۔ جس وقت وہ چتے پر خاوند کے جسم کو گود میں لئے اس قسم کی باتیں کر رہی تھی۔ چوہان جاگیردار نے رومال کھولکر بازو سامنے رکھدیا۔ رانی نے بازوبند پہچانا۔ اور حالانکہ وہ دنیا سے منہ موڑ چکی تھی۔ مگر پھر بھی معاوضہ کا خیال باقی تھا۔ اس نے فوراً ہی قلم دوات منگایا۔ اور اپنے بھائی کو لکھا کہ اگر یہ کلنک نہ مٹا۔ تو اس کے میکے کے لوگ بازو بریدہ سولنگھی کی اولاد کہلائینگے۔ اس کی شرم رکھنا چاہیئے۔ یہ کہکر وہ تو جل گئی اور جس وقت بھائی نے یہ آخری تحریر دیکھی تو دل میں جوش پیدا ہوا۔ لیکن عوض لینے کی طاقت نہ تھی اس لئے اس نے کھیبے پر اپنا سر دے مارا اور جان دے دی +

ناپوجی کے تین بیٹے تھے۔ ہاموجی بونرنگ کی اولاد نونرنگ پتر کے لقب سے مشہور رہے۔ تہورنگی اولاد کو تہوڑ دہارا کہتے ہیں۔ ہامو نے سمنہ ۱۴۴۲ میں مسند حکومت کو رونق دی۔ بماؤدا اور بوندی کی شاخوں کا سلسلہ متفرق ہوگیا تھا۔ ہر راج کے قبضے میں بماؤدا کی ریاست تھی اور اس کا والد بوندی پر قابض تھا۔ چنانچہ ناپو ہارا نے حکومت پائی۔ لیکن بنہار کے رئیس اور رانا سے تنازعہ تھا۔ اس لئے اس کی حکومت زائل ہوئی۔ بماؤدا تباہ ہوا اور اس کی لاولدی سے کوئی ایسا شخص نہ رہا جو اس تباہی کا نعم البدل کرتا یا رانا سے عوض لیتا +

علاء الدین کے حملے سے تاجداران چیتوڑ پہلے تو پست ہوگئے تھے۔ مگر اب وہ سنبھل چلے تھے۔ انہوں نے موقع پکڑ کر پہلے ان بڑے بڑے جاگیرداروں کو مطیع کیا جنہوں نے پستی حکومت کی حالت میں سرکشی اختیار کر کے خودسری سے آزادی حاصل کر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہی تھی۔ رانا کان چتوڑ کے خیال میں قوم ہارا بھی اُسی زمرے میں ہے لیکن قوم مذکور کا قول ہے کہ میواڑ کی ہم عزت کرتے ہیں اُس کو قومی عظمت دیتے ہیں لیکن ہم نے اس سے اپنی ریاست کا پٹہ حاصل نہیں کیا۔ بلکہ تلوار کے زور سے پنہار کی ریاست حاصل کی ہے۔ ان دونوں معاملوں میں چنداں اختلاف نہیں۔ واقعی ہاڑا اسیر سے بھاگ کر جب میواڑ میں پناہ گزین ہوا تو اس کا تحفظ رانا ہی نے کیا تھا اور اس کی حکومت پھر رانا ہی کے سبب سے قایم ہوئی تھی۔ علاء الدین کی لشکر کشی کے وقت یہ علاقے رانا ہی کے ماتحت تھے لیکن یہ تب ہوا جب سسوڈیا قوم کی طاقت کو زوال آیا اور بھومیا و باشندگان اصلی اپنے اپنے علاقوں پر متصرف ہو گئے تھے۔ جن کو ہاڑا قوم نے زیر و مطیع کیا۔ رانا کی یہ منطق ہے کہ اس کے ضعف حکومت کی چند روزہ حالت میں جو لوگ سرکش و خود سر ہو گئے وہ میواڑ کے اطاعت گذار تھے۔ اس لحاظ سے وہی اُن کا آقائے نعمت ہے اس بناء پر اس نے والی بوندی کو خدمت گذاری کا حکم دیا۔ راجہ ہاڑا اس بات پر راضی ہوا کہ اور ایام میں وہ حاضر دربار نہ ہو گا۔ ہاں صرف دسہرہ اور ہولی کے تیوہاروں میں مراسم آداب و تسلیم بجا لائیگا۔ اور جب تلک کا موقع ہو گا تو قدم بوسی حاصل کرے گا۔ راجہ چتوڑ اس امر پر راضی نہ ہوا۔ بلکہ اس کو جبراً اطاعت قبول کرانے کی دھن سمائی اور اس میں فرق ہونے پر پنہار پر حملے کا انتظام سوچا۔ میواڑ کے رانا نے اپنی جاگیرداری فوج جمع کی۔ بوندی پر حملہ کیا۔ چند میل کے فاصلے پر نمیرد میں فوجی پڑاؤ پڑے۔ صرف ایک شخص کی نسل میں پانچ سو آدمی تھے۔ انہوں نے کیسریا بانا یعنی زعفرانی لباس پہنا اور مارنے مرنے کا بیڑا اٹھا لیا۔ ان کی جنگی طاقت ضعیف تھی۔ مگر جان پر کھیلنا منظور تھا۔ انہوں نے آدھی رات کو شبخون مارا۔ سسوڈیا فوج جان لے کر بھاگی۔ ہامو ہندو پت یعنی رانا کے خیمے میں گھس گیا۔ لیکن اندھیری رات اور ہڑبونگ کی وجہ سے وہ ہتھے نہ چڑھا اُس نے چتوڑ میں پناہ لی اور ہاڑا حملہ آوروں نے جاگیرداروں کے خون سے تلواریں سرخ کیں +

رانا کو مختصر فوج کی فتح اور اپنی شکست فاش سے سخت ندامت ہوئی اس نے چتوڑ میں پھر فوجی تیاری کی اور قسم کھائی کہ بغیر بوندی کو فتح کئے ہوئے دائیں ہاتھ کا کھانا حرام ہے۔ اس قسم کا خاص و عام کو علم ہوا۔ لیکن بوندی ۳۰ کوس پر واقع تھی اور اس کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

محافظ ایسے دلیر اور شیر دل تھے کہ اس قسم کا پورا ہونا آسان نہ تھا۔ خیر اندیشوں اور رفیقوں نے رانا کو سمجھایا کہ یہ معاملہ آسان نہیں۔ لیکن اُدھر پابندی قسم کا خیال تھا اور ادھر راجہ کی مرضی کا پاس اس لئے یہ رائے ٹھہری کہ رانا کے کھانے کے وقت سے پیشتر کسی مقام پر کچی دیوارین اٹھادی جائیں۔ اور اس کو بوندی کا لقب دے کر دھاوے کے بعد فتح کا ڈنکا بجایا جائے۔ چتوڑ کی شہر پناہ کے قریب مصنوعی بوندی تیار کی گئی اور حملے کا انتظام شروع ہوا۔ چتوڑ میں ہاڑا قوم کی ایک فوج متعین تھی۔ اس کا سردار کومبو ہرن کا شکار کئے ہوئے لوٹا آرہا تھا کہ اس نے عجیب ہڑبونگ دیکھا اور خبر پائی کہ بوندی کو فتح کرنے کے لئے رانا نے قسم کھا کر یہ نیا ڈھکوسلا نکالا ہے۔ اس نے پنہار کے ہم قوموں کو شرم دلائی کہ قوم ہاڑا کی تضحیک کے لئے مصنوعی بوندی پر حملہ ہوگا۔ ہم لوگوں کے لئے ڈوب مرنے کی بات ہے۔

اس کے ہم قوم یہ سنتے ہی برانگیختہ ہوئے اور ان کو نہایت ہی جوش ہوا اُن کو یہ گوارا نہ ہوا۔ کہ ان کی قومی راجدہانی مصنوعی نام سے بھی فتح کی جائے۔ چتوڑ میں بوندی بن چکی تھی حملے کے لئے رانا پہنچ گیا۔ لیکن اس وقت آنکھیں کھلیں۔ جب ہوائی بندوقوں کے جواب میں گولیاں برسنے لگیں۔ رانا نے ایک ایلچی بھیجا کہ دیکھئے معاملہ کیا ہے اس سے اور بیرسی سے مصنوعی بوندی کے دروازے پر ملاقات ہوئی پوچھا کہ یہ بندوق بازی کیسی۔ بیرسی نے جواب دیا کہ رانا مصنوعی بوندی کو فتح کرنا چاہتا ہے مگر ہم لوگ اس کو بھی قومی ہتک سمجھتے ہیں۔ ہاڑا لوگ دری چاندنی بچھا کر گارے کی بوندی یعنی مصنوعی بوندی کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ رانا کی طرف سے حملہ ہوا۔ سب ہاڑا قوم کے لوگ اسی دروازے پر جان دیکر قومی عزت پر قربان ہوگئے۔ رانا کو اطمینان ہوا کہ بوندی پر فتح پائی۔ لیکن پھر اس کی ہمت نہ پڑی کہ اصلی بوندی کے بہادروں سے مقابلہ کرے نہ اُس کو یہ منظور ہوا کہ ایسی شجاع قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کو وقت ضرورت اس شجاع گروہ سے اعانت و امداد کی توقع تھی اور اُن کی طاقت پر بھروسہ۔

ہاموسولہ برس فرمانروا رہا اس کے دو بیٹے تھے بیر سنگھ اور لالا۔ ثانی الذکر کو کھٹکر کی جاگیر ملی تھی اس کے دو بیٹوں کا نام نوبرمہ اور جیت تھا۔ جن کی اولاد نوبرمہ پوت اور جیتاوت کہلاتی ہے۔ بیر سنگھ نے ۱۵ برس داد حکمرانی دی اس کے تین بیٹوں میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے بیری سال نے پچاس برس کی حکومت کے بعد سمت ۱۵۲۶ میں انتقال کیا جا بدو کی نسل میں تین مختلف خاندان پیدا ہوئے اور نیم سنگھ کی اولاد نیماوت کہلائی۔ بیری سال کے سات بیٹے تھے۔ راؤ بھانڈا۔ سانڈا۔ لکھے راج۔ اودھو۔ چونڈا۔ سمیر سنگھ و امر سنگھ جنمیں سے پانچ اول الذکر بیٹوں کے نام سے پانچ فرقے معروف و مشہور ہوئے یعنی اکھاوت اوداوت۔ چونداوت وغیرہ باقی دو فرزندوں نے مذہب اسلام کی بیعت کی +

راجواڑہ میں بیری سال نے ایسا چشمۂ سخاوت جاری کیا کہ آج تک اس کا نام روشن ہے۔ سمت ۱۵۴۲ یعنی ۱۴۸۶ء کا قحط نہایت ہی سخت تھا۔ کبیشر بیان کرتا ہے کہ عالم خواب میں راجۂ موصوف نے ایک سیاہ فام بڈھے کو بھینسے پر سوار دیکھا۔ چونکہ راجہ بہادر تھا اس لئے وہ تلوار لیکر جھپٹا کال یعنی قحط بولا۔ کہ تاجدار ہاڑا بہادری پر آفرین۔ میں کال ہوں تمہاری تلوار کا وار مجھ پر اثر نہ کرے گا۔ لیکن شاباش کہ بنی نوع انسان میں صرف تمہیں ایک شخص تھے جو میرے مقابلے میں خنجر بکف ہوئے۔ سنو میں بیالیس کے لقب سے مشہور ہوں یاد رکھو کہ ساری دنیا اجڑ جائے گی۔ بہتر ہے کہ تم اپنے کھتوں میں ناج بھر لو ان کھتوں میں سے جس قدر غلہ خرچ کرو گے کبھی کمی واقع نہ ہوگی۔ کال تو یہ کہکر نگاہ سے اوجھل ہو گیا۔ بیری سال نے سال بھر تک برابر فراہمی غلہ کا انتظام کیا۔ دوسرا سال شروع ہوتے ہی بارش نے جواب دیا۔ عالمگیر قحط سے خلق خدا تنگ ہوئی سارے ہندوستان پر تباہی چھائی۔ دور نزدیک راجوں کو بوندی سے غلہ کی مدد ملی جس سے خلقت کا رفاہ ہوا۔ ملک کے قحط زدوں کو مفت خوراک دی جاتی تھی چنانچہ اس زمانے سے آج تک راجہ بیر سال کی اس فیاضانہ غربا پروری کی یادگار میں لنگر جاری ہے جسے وہاں کی زبان میں گھگھری کہتے ہیں +

بیری سال کا اس جوش فیاضی اور ایشر بھگتی کا نیک پھل نہ ملا۔ اس کے دو چھوٹے بھائیوں نے مذہب اسلام قبول کر کے فوج شاہی کی مدد سے اس کی حکومت چھین لی اور گیارہ برس تک سمرقندی و عمرقندی کے لقب سے حکمرانی کی۔ بیری سال اس واقعہ کے بعد ماڑندا کے مقام پر گوشہ گزین ہوا۔ جہاں اکیس برس کی حکومت کے بعد بیکنٹھ کی راہ لی۔ اس مقام پر اس کی چھتری بنی ہوئی ہے۔ اس کے فرزندوں کا نام نرائن داس اور [illegible] تھا۔ نرائن داس نے گدی پائی اور نربد کو ماڑندا کی حکومت ملی +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نراین داس نے اپنے باپ کی عزلت نشینی کے زمانے میں ہوش سنبھلا تھا جب وہ بااختیار ہوا تو اس نے پنہارا کے ہم قوموں کو فراہم کر کے اپنا خیال ظاہر کیا کہ بوندی لینے یا جان دینے کا تہیہ ہے۔ ہم قوموں نے حلف کے رو سے اقرار کیا۔ کہ وہ ہر حالت میں شریک حال ہیں پیچھے ہٹیں یا منہ پھیریں تو گناہگار۔ بیری سال کی کریا کرم کے بعد نراین داس نے نومسلم چچاؤں سے کہلا بھیجا کہ میں قدمبوسی کا مشتاق ہوں۔ چچاؤں نے خیال کیا کہ نراین داس عالم غربت میں پلا ہے گوشہ گزینی کی حالت میں ریاست و امارت کے خیال کجا۔ اس لئے وہ اس سے بیفکر رہے اور کہدیا کہ آؤ ملاقات کرو۔

نرائن داس چند جانبازان ضیغم شکار کو ہمراہ لے کر قدم بوسی کے لئے چلا محل کے چوک میں پہنچکر وہاں تو اپنے رفیق جان نثار چھوڑے۔ اور آپ اکیلا نومسلم چچاؤں کی نشستگاہ میں پہنچا۔ دیکھا کہ دونو چچا پاس بیٹھے ہیں کوئی اور وہاں نہیں۔ اس کی یہ دلیرانہ حرکت چچاؤں کو ناگوار گذری اور وہ اٹھکر تہ خانے میں جانے لگے۔ بھانڈا کے فرزند یعنی نرائن داس نے فوراً ہی تلوار نکالی اور بڑے چچا پر ایسا وار کیا کہ وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ دوسرا ہاتھ فوراً ہی دوسرے چچا کا خاتمہ کر گیا اور اس نے اسی وقت دونوں کے سر دیوی جی کے مندر میں چڑھا کر فتح کا نعرہ بلند کیا۔ ہمراہی تلواریں لے کر چچاؤں کے اسلامی گروہ پر ٹوٹ پڑے اور کسی مسلمان کو جیتا نہ چھوڑا۔ ہاڑا لوگوں نے اس وقت خوب جانبازی کی اور دیندار لوگوں کی لاشوں کو دیواروں پر لٹکا دیا۔ نرائن داس نے جو تلوار سمرقندی چچا کے ماری تھی وہ ایک کھمبے پر لگی تھی۔ چنانچہ اس فتحمندی اور دغابازوں کی سزادہی کی یادگار میں دسہرے کے روز اس ستون کی پرستش کی جاتی ہے۔ اور یوں بھانڈا کے فرزند کے دست و بازو کی طاقت کا گویا فخر کیا جاتا ہے۔

نرائن داس نے اپنی جرات و شجاعت اور طریق عمل سے خاص شہرت حاصل کی اس کو کسی کا ڈر نہ تھا۔ لیکن اس کو افیون خوری کی اس قدر عادت تھی کہ اگر کوئی اور ہوتا تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ اس کی افیون کی معتاد خوراک سات پیسہ بھر تھی اور وہ اس کی پینک سے ہر وقت غافل رہتا تھا۔ اس پینک یعنی نشہ افیون کے بارے میں بہت سی روایتیں زبان زد خاص و عام ہیں جن میں سے ایک تمثیلاً بیان کی جاتی ہے۔ رانا رائے مل اور پٹھانوں سے باہم چھڑی ہوئی تھی۔ اس نے نراین داس سے مدد کی درخواست

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ پانچ سو ہاڑا اقوام کے منتخب سواروں کے ساتھ راہی ہوا۔ پہلے ہی پڑاؤ پر اس نے ایک درخت کے سائے میں عمل پانی کیا۔ اور ایسی پینک غالب ہوئی کہ مکھیاں منہ میں آنے جانے لگیں اتفاق سے ایک تیلن اُدھر سے پانی بھرنے کی غرض سے گذری۔ اس کو معلوم ہوا کہ یہی راجہ بوندی رانا کی مدد کے لئے جا رہا ہے۔ اس سے یہ حالت دیکھ کر ضبط نہ ہوا اور بول اٹھی کہ کیا رانا کو مدد کے لئے ایسے ہی آدمی نصیب ہوتے ہیں۔ نرائن داس پینک میں تھا آنکھیں بند تھیں لیکن کان کھلے تھے۔ فوراً اس کی طرف لپکا اور کہا کہ او رانڈ کیا بک بک کرتی ہے۔ عورت ڈر گئی منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ آخر راؤ مذکور نے اطمینان دیا کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں صاف صاف کہہ کہ مشتر کیا کہہ رہی تھی۔ عورت مارے خوف کے کچھ نہ بول سکی۔ اس کے ہاتھ میں کولہو کا آہنی دھرا تھا۔ اُس موٹی سلاخ کو نرائن داس نے ہاتھ میں لے کر ایسا مروڑا کہ ہنسلی کی شکل بن گئی۔ اور عورت کے گلے میں ڈال کر کہا کہ دیکھوں کون طاقتور اس کو گلے سے اتار ڈالتا ہے ؛

چتوڑ کی حالت مخدوش تھی۔ محاصرہ بڑے زور شور سے جاری تھا۔ راؤ نرائن داس کو پہاڑ پر ترس آیا اس نے عالم غفلت میں شاہی فوج پر دھاوا کر دیا۔ اور سپہ سالار کے خیمے کی طرف چڑھ دوڑا۔ اور راستے میں جو ملتا گیا اسے خون میں نہلایا۔ مسلمان اس آفت ناگہانی سے ایسے گھبرائے کہ جس کا جدھر سینگ سمایا اس نے اس طرف کی راہ لی راؤ رنمل نرائن داس کا نہایت ممنون ہوا۔ تمام سرداروں اور رئیسوں ہی نے راجہ بوندی کی تعظیم و تکریم نہ کی بلکہ رانیوں نے بھی۔ اس وقت کسی کو خیال نہ تھا کہ یہ شخص افیونی ہے سب کو اس کی بہادری کا اعتراف تھا۔ رانا کی بھانجی اس کارنامہ شجاعت سے اس پر فریفتہ ہو گئی اور ایسی شیفتہ ہوئی کہ رانا سے خود شادی کا معاملہ چھیڑ دیا۔ رانا راجہ بوندی کا احسانمند تھا۔ اس نے یہ رشتہ مندی خوشی سے قبول کی نرائن داس کو بھی گوارا نہ ہوا کہ اس پر جان دینے والے کی آرزو پوری نہ ہو۔ چنانچہ نرائن داس اور راجکماری کینتو کی بڑے دھوم دھام سے شادی ہوئی۔ نوعروس نے بوندی کے رنواس کی زینت بڑھائی۔ نرائن داس کو غلبہ شوق نے افیون کا اور بھی عادی کیا۔ خواہشات نفسانی کا نشہ الگ تھا افیون کی بدمستی الگ۔ یہاں تک کہ ایک روز اپنی کھجلی مٹانے کے لئے اس نے رانا کی بھانجی کا جسم چھیل ڈالا۔ اور اس کی صورت بگاڑ دی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رانی نے کوئی حرف شکایت نہ نکالا۔ اُف تک نہ کی صبح کو جب اُس نے صورت دیکھی تو از حد نادم ہوا۔ اور رانی کو افیون کا ڈبا سونپ دیا۔ زاین داس ۳۲ برس تک حکمران رہا۔ اس کے عہد میں ملک کی سرسبزی رہی۔ اس کا زمانہ تسلط کا تھا۔ ایسی پر امن حکومت اس نے اپنے بعد اپنے اکلوتے فرزند کے لئے چھوڑی +

سمت ۵۹۰ مطابق ۵۳۴ء میں سورج مل مسند حکومت پر رونق افروز ہوا۔ سادہ مزاجی اور سیر دلی میں یہ بھی اپنے باپ کی عکسی تصویر تھا۔ سری رامچندر جی اور پرتھی راج کی طرح اس کے ہاتھ زانو سے نیچے تک لمبے تھے جو زوری و قوت بازو کی ایک نہایت عمدہ علامت ہے +

چتوڑ سے دوسری شادی کی وجہ سے اور بھی زیادہ ربط و ضبط پیدا ہوا۔ سورج مل کی بہن سوجا بائی رانا رتن سنگھ کے ساتھ منسوب ہوئی۔ اور رانا کی بہن کی شادی سورج مل کے ساتھ۔ سورج مل بھی اپنے باپ کی طرح بڑا افیونی تھا کسی روز اُسے چتوڑ میں پینک آگئی کوئی پوربی رئیس وہاں تمسخر پسند تھا اس نے تنکے سے اس کا کان سہلایا اگر وہ شیر کو ستاتا تو شاید وہ کان نہ ہلاتا لیکن راجہ ہاڑا نے اس وقت تلوار کا ایسا ہاتھ رسید کیا کہ مرغ روح قفس عنصری میں دم بھر تک نہ سکا۔ پوربی رئیس کے دماغ میں لگی اور تلووں میں بھی اُس نے تہیہ کر لیا کہ ضرور باپ کا بدلا لونگا۔ اس نے رانا کے کان میں پھونکا کہ سوجا بائی سے ملنے کا تو خالی بہانہ ہے۔ دراصل راؤ آپ کے ساتھ دغا کرنے کو آیا ہے۔ اب اتفاق دیکھئے یہ لگائی بجھائی رنگ لے آئی۔ سوجا بائی نے کھانا پکایا اس کے بھائی اور شوہر جب کھانے کو بیٹھے تب وہ پنکھا جھلنے لگی۔ راجپوت عورتوں کو شوہر کی عزت کا جس قدر پاس ہوتا ہے۔ اسی قدر میکے کی عزت کا بھی لحاظ رہتا ہے۔ جس میں اس کے میکے کی سبکی نہ ہو۔ جب دونوں بھائیوں کھانا کھا چکے تو سوجا بائی نے برتن اٹھاتے وقت کہا کہ میرے شوہر نے بچے کی طرح کھانا تناول کیا ہے اور بھائی نے شیر کی طرح۔ یہ الفاظ فقط مذاقیہ تھے۔ مگر رانا کے دل میں وہ الفاظ بسے ہوئے تھے۔ جو پوربی مقتول کے لڑکے کی لگائی بجھائی سے نقش ہو گئے تھے۔ رانا نے سوجا بائی کے الفاظ کا مطلب اور ہی کچھ سمجھا جس سے سوجا بائی اور راؤ ہاڑا کے واسطے پیغام اجل آگیا۔ رانا کی عادت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھی کہ وہ بات دل میں لئے رہتا تھا۔ عوض لینے کے لئے عجلت نہ کرتا تھا۔ جب تک راؤ ہاڑا اس کا مہمان رہا۔ رانا نے کچھ بدنیتی ظاہر نہ کی۔ جب رخصت ہوا تو چلتے وقت رانا نے وعدہ کیا کہ ہولی میں بوندی کی سیر کرونگا۔ اور وہیں شکار بھی ہوگا۔ پھاگن کا مہینہ آیا خوشی کے موسم نے رنگ جمایا۔ رانا کے ارکان خاص و برادران با اخلاص اموے کپڑے پہن پہن کر پنہار ہوتے ہوئے بوندی میں پہنچے۔ قبل میں جو ستی ہوئی تھی اس نے چتے پر فہمایش کی تھی کہ خبردار اہٹیرا میں رانا اور راؤ ملکر شکار نہ کھیلیں ستی کی اس وصیت کو صدیاں گذر گئی تھیں لوگ اس قول پر تمسخر کرتے تھے۔ اور امتداد زمانہ کے سبب سے اس کا کسی کو خیال بھی نہ رہا تھا +

کوہ ناندتا چمبل کے مغربی کنارے پر اچھی شکار گاہ ہے۔ اس کی کھڈوں میں شیر ببر۔ ہرن۔ بارہ سنگھے۔ نیل گائیں۔ چیتے۔ خرگوش۔ لومڑیاں۔ جنگلی کتے سب موجود ہیں۔ یہاں شکار کی تجویز ہوئی۔ اہل فوج پرا باندھ باندھ کر غل مچاتے اور جانوران شکاری کو گھیرتے رہے۔ اس وقت کی تفریح راجپوتوں کی خوشی کے لئے غیر معمولی ہے۔ ایسے موقع پر اگر ان کو عمل پانی بھی نہ ملے تو کچھ پرواہ نہیں +

رانا نے اس موقع کو اپنے بغض دلی نکالنے کے لئے تجویز کیا۔ اور کل رؤسائے ہمراہی کے واسطے علیحدہ علیحدہ قیامگاہیں تجویز کیں غرض یہ تھی کہ جدھر سے شکار گذرے اس پر حملہ ہو۔ پوربی مقتول رئیس کا بیٹا رانا کے ساتھ تھا اس نے کہا کہ سور مارنے کا موقع یہی ہے۔ یہ کہتے ہی اس نے راؤ ہاڑا پر تاک کر ایک نشانہ لگایا راؤ خبردار تھا اس نے اپنی کمان سے تیر کا وار روک دیا۔ اور سمجھا کہ شاید نشانہ نے خطا کی ہے۔ دوسرا تیر رانا کے سوتیلے بھائی نے مارا جس کو بھی راؤ نے کمان سے نشانہ پر نہ پہنچنے دیا اس وقت رانا کو اور جوش ہوا۔ اور گھوڑے پر سوار راجہ کے پاس آیا اور تلوار سے ایسا زخمی کیا کہ وہ زمین پر لیٹ گیا۔ رانا یہ وار کر کے بھاگ گیا لیکن راؤ کو ذرا ہی دیر میں ہوش آیا اس نے اپنے زخم پر پٹی باندھی اور بلند آواز سے کہا کہ بھاگے کہاں جاتے ہو سمجھ لو کہ میواڑ ڈوب گیا۔ پوربی مقتول کے فرزند نے رانا سے کہا کہ وار خالی گیا حریف زندہ ہے رانا فوراً ہی پلٹ پڑا۔ اور چاہتا ہی تھا کہ تلوار کا وار کرے اتنے ہی میں راؤ ہاڑا نے زخمی شیر کی طرح جھپٹ کر اس کو دبوچنا چاہا۔ مگر صرف کپڑے ہاتھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں آئے اور ایک جھٹکے ہی میں رانا زمین پر آرہا۔ رانا تلے تھا اور راؤ اوپر آخر الذکر نے دونوں گھٹنے چھاتی پر ٹیک دئے۔ اور رانا کا گلا دبا کر خنجر سے سینہ فگار کر دیا رانا نے اس کی آنکھوں کے سامنے دم توڑ دیا۔ مگر اس کے بعد اس کی بھی زندگی قائم نہ رہی اور جان نکل گئی ✣

جس وقت بوندی کے راؤ کی ماں نے خبر سنی کہ اس کے بیٹے کی جان گئی تو نیک اور روشن ضمیر ماں بولی کہ جس نے میرا دودھ پیا ہے وہ اکیلا یوں ہر نہیں سکتا۔ ضرور اس نے حریف کو بھی مارا ہوگا۔ اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے کہ دفعتہً چھاتیاں بھر آئیں اور دودھ کی اس زور سے دھار بہی کہ پتھر کی چوکی میں نشان ہو گئے ✣

اس قدرتی محبت کے جوش سے اس کی محبت کی آگ ابھی نہ بجھ پائی تھی کہ اس نے اپنے بیٹے کی بہادری اور دشمن کے قتل کا واقعہ سنا وہ خوش ہو گئی کہ بیٹا عوض لے کر مرا لیکن اب اسے یہ فکر پڑی کہ رانیاں ضرور ستی ہونگی۔ شکارگاہ میں چتائیں تیار ہوئیں پہلے سوجا بائی ستی ہوئی۔ جس کے سبب سے یہ فساد برپا ہوا تھا۔ اس کے بعد رانا رتن سنگھ کی بہن نے اسی چتے پر چولا خاک کیا۔ ان سب کی چھتریاں وہیں بنی ہوئی ہیں جہاں بڑے بڑے خاندان ہیوندزمین ہیں۔ صرف سوجا بائی کی چھتری گھاٹی کی ایسی بلندی پر تعمیر ہے۔ جس سے وہ مقام سیاحوں کے لئے ایک عمدہ تفریح گاہ ہو گیا ہے اور یہاں کے حالات ایسے دلچسپ ہیں۔ کہ لوگوں کو سماعت کا شوق رہتا ہے ✣

سنہ ۱۵۹۱ مطابق ۹۹۸ھ میں سرتان مسند نشین ہوا۔ اس کی شادی بانی قوم سکتاوت یعنی ہیواڑ کی سکتا رانیں کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی وہ کال بھیروں کا بڑا بھگت تھا جس کو انسان کا بلی دیا جاتا ہے۔ لیکن سرتان خون کے عوض انسان کی آنکھیں نکلوا کر بلی چڑھاتا تھا۔ اس قسم کی حرکت سے ناراض ہو کر رئیسوں نے اسے گدی سے اتار کر جلاوطن کر دیا۔ اور دریائے چمبل کے کنارے موضع سرتان پور میں جائے سکونت مقرر کی۔ راجہ سرتان کی جلاوطنی اس امر کی ایک اور شہادت ہے کہ جب کوئی بات والیان ریاست سے خلاف طہور میں آتی تھی اس کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لڑائی سے ہاتھ اٹھانا پڑتا تھا۔ نرائن داس لاولد تھا اس لئے نربدا راؤ بھانڈا کے لڑکے کو گدی دی گئی۔ یہ فرمانروا وہ تھا جس نے ماٹوندا کے موروثی مقام پر پرورش پائی تھی +

نربودہ کے آٹھ بیٹے تھے جن میں سے جلاوطن بھانجے کے عوض راؤ ارجن کو گدی ملی راؤ ارجن کے زمانے میں دو نو بہادر قوموں میں کوئی ایسی معرکہ آرائی نہ ہوئی جو قابل ذکر ہو اگر کوئی بات صفحۂ تاریخ پر لکھے جانے کے قابل ہے تو چتوڑ پر فوج کشی بہادر شاہ گجرات جس میں راجۂ ہاڑا اور اس کے جاگیرداروں نے ٹوٹی ہوئی دیوار قلعہ کی حفاظت میں جانیں دیں۔ اس جانباز معرکہ آرا گروہ کا عنصر بھی راجہ ارجن تھا۔ کیا بوندی اور کیا میواڑ دونوں کے کبیشر مورخ راجہ ہاڑا اور اس کے ہم قوموں کی ایسے نازک وقت میں جان پر کھیلنے والی جرأت کی تعریف میں نغمہ سنج ہیں جن کے مضامین کا نفس مطلب یہ ہے +

جب پہاڑ کے گوشہ میں ارجن بیٹھا ہوا تھا دشمنوں نے سرنگ اڑائی اس وقت ارجن تلوار لیکر حملہ آور ہوا اور جس بہادری سے اس نے اس معرکے میں جان دی اس کو دیکھکر ایک عالم حیرت میں ہو گیا +

ارجن کے بعد اس کے چاروں بیٹوں میں سے سورجن فرزند اکبر کو مسند حکومت ملی اس کی مسند آرائی کا زمانہ سمت ۱۵۸۹ یعنی ۱۵۳۳ء ہے +

باب - ۳

راؤ سورجن سنگھ کا رنتھمبور پر تصرف اکبر کا محاصرہ۔ راجۂ بوندی کی اطاعت۔ ساونت سنگھ قوم ہاڑا کی خونریزی۔ بوندی کے راجہ کو راؤ راجہ کا خطاب۔ گونڈوانہ کی مہم میں اس کی فتحمندی۔ راجہ بھوج کی مسند آرائی۔ اکبر کی فتح گجرات سورت و احمد آباد میں راجہ بوندی کے کارنمایاں۔ جودھا بائی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے اظہار ماتم کی غرض سے سر اور ڈاڑھی موچھ منڈالنے
کے لئے شاہنشاہ اکبر کا حکم۔ راؤ بھوج کا انکار۔ نتیجہ۔ اکبر
کی موت کا سبب۔ راؤ رتن سنگھ۔ شاہنشاہ جہانگیر سے
مخالفت۔ سرہنگوں پر راجہ ہاڑا کا غلبہ۔ ہاڑوتی کی علیحدگی
مادھو سنگھ کا کوٹہ میں عمل دخل۔ راؤ رتن اور اس کے ولیعہد
گوپی ناتھ کا قتل۔ راؤ چترسال کی حکومت۔ آگرہ اور دکن
میں خدمات شاہی پر مامور ی۔ دولت آباد کے دشوار گذار
قلعے پر سیڑھی کے ذریعے سے قبضہ۔ گلبرگہ و دامونی کی فتح۔
شاہجہاں کے بیٹوں کی لڑائیاں۔ راجہ بوندی کی اورنگزیب
سے برہمی۔ راجگان ہاڑا کی نمک حلالی و وفاداری۔ اوجین
و دھولپور کی لڑائیاں۔ چترسال کے کارنمایاں۔ ہاڑا قوم کے
بارہ رئیسوں کے ساتھ دار فانی سے رخصت۔ راؤ بہاؤ
کی مسند آرائی۔ بوندی پر حملہ۔ لشکر شاہی کی ہزیمت۔ لاہور کی
صوبہ داری پر مامور ی۔ دنیا سے رخصت۔ راؤ بودھ سنگھ
جاجو کی لڑائی۔ کوٹہ اور بوندی کے فرمانرواؤں کی باہمی جنگ و
جدل۔ راجہ کوٹہ کا قتل۔ راؤ بودہ کی بہادری۔ بہادر شاہ
کی طرفداری۔ فتحیابی۔ جوش رفاقت۔ راجہ آمیر کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لڑائی سے روگردانی اور اس کے اسباب۔ راجہ آمیر کی دغابازی۔ معرکۂ خونریز۔ راؤ بہاؤ کا اخراج۔ ریاست بوندی کی وسعت میں کمی۔ راؤ بودھ سنگھ کی جلاوطنی۔ موت اس کے بیٹوں کا زمانہ

راؤ سرجن کے عہد نے دوسری ہی رنگت پکڑی۔ اس زمانے تک وہ تعظیم اور خصوصاً رشتہ مندی کی وجہ سے رانائے میواڑ کی بزرگی تسلیم کرتے تھے لیکن اب انہوں نے آگے قدم بڑھایا جس کی کیفیت زمانہ مستقبل کی تاریخوں میں تحریر ہے +

بوندی کی ایک خاندانی شاخ میں ساونت سنگھ رئیس ہوا۔ جب شیر شاہ سوری کے خاندان کے قبضے سے حکومت نکل گئی اس نے افغانوں کو لکھ لکھا کر رنتھمبور کا صوبہ حاصل کر کے اپنے بزرگ خاندان راؤ سرجن کے حوالے کر دیا۔ راؤ سورجن نے اس خدمتگذاری کی بہت ہی قدردانی کی اور شہر کے قریب اتنا علاقہ دیا جتنا اور کسی رئیس کے قبضے میں نہ تھا۔ ساونت سنگھ کی اس خدمت سے بہت عزت اور شہرت ہوئی۔ اور اس کو ساونت ہاڑا رئیس خاندان بوندی کا لقب حاصل ہوا +

بیدلا کا چوہان رئیس قلعہ رنتھمبور کا دیوان خاص تھا۔ اس نے اس قلعہ کو جاگیر میواڑ کہلائے جانے کی شرط کی تھی۔ اس وقت چوہان پھر اس قلعے پر قابض ہوئے۔ جو مدتوں تک راجہ اجمیر کے بیٹوں کے قبضے میں رہ کر چودھویں صدی میں راجپوت قوم کے معمولی اخلاق کے موافق بیسلدیو کے زیر حکومت رہا تھا۔ یہ زمانہ وہ ہے۔ جب چوہانوں نے بڑی جانبازی کے بعد ہمیر سنگھ سے یہ مشہور قلعہ حاصل کیا تھا +

اکبر کا بہت دنوں سے اس مشہور قلعہ پر دانت تھا۔ اس نے بذات خود فوجکشی کی محاصرہ شروع ہوا۔ اکبر کی فوجیں زیر دیوار تھیں کہ بھگوانداس والی آمیر اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

راجہ مان سنگھ نے بوجہ رشتہ مندی شاہنشاہ اکبر سورجن ہاڑا کے یہاں اس لئے مداخلت کی کہ اس نے قلعہ مذکور کو اس شرط پر حاصل کیا تھا کہ گویا وہ چتوڑ کی عطیہ جاگیر ہے سورجن ہاڑا نے اس موقع پر راجپوت قوم کے معمولی اخلاق کے موافق دونو مہمانوں کی تعظیم و تکریم اور رخاطر تواضع کی قلعے میں مہمان مدعو ہوئے شاہنشاہ اکبر بھی خدمتگاروں کے بھیس میں داخل قلعہ ہوا۔ باتوں باتوں میں سورجن راؤ کے چچا نے اکبر کو پہچان لیا اور اس کے ہاتھ سے پیالہ لے کر مسند حکومت پر جگہ دی۔ اکبر بولا کہ

راجہ سورجن اب تمہیں کیا زیبا ہے +

مان سنگھ فوراً ہی بول اٹھا کہ رنتھمبور کا قلعہ آپ کا ہو چکا۔ راجہ صاحب آپ کے رفیق ہو گئے۔ خدمتگاری کو حاضر ہیں۔ اس کے بعد ہی ایک عہد نامہ تحریر ہوا۔ جس کے رو سے شاہنشاہ اکبر نے بہت کچھ معاوضہ دیا۔ باون ضلع کی حکومت عطا ہوئی جبکی مالگذاری معاف تھی۔ اس کے علاوہ شاہنشاہ کی یہ بھی خواہش تھی کہ سرجن راؤ جو خود مانگے وہ بھی اسے دیا جائے۔ اس موقع پر راجۂ آمیر کے مشورے سے جو عہد نامہ ہوا اس سے ظاہر ہے کہ ہندوؤں کو اپنے مذہبی عقائد کی پابندی کا کس قدر خیال ہوتا ہے۔ شرائط حسب ذیل ہیں:-

(۱) راجگان بوندی بادشاہ کے یہاں ڈولا بھیجنے سے مستثنےٰ ہیں۔ کیونکہ اس قسم کی رشتہ مندی سے راجپوتوں کی عزت میں بٹہ لگتا ہے +

(۲) اہل بوندی جزیہ سے مستثنےٰ ہیں +

(۳) رؤسائے بوندی کو حکم نہ ہوگا کہ دریائے اٹک کے پار جائیں +

(۴) نوروز کے دن محل شاہی میں رئیسوں کی عورات دکانیں لگاتی ہیں راجہ بوندی اور اس کے جاگیرداروں کی رانیاں اور عورات اس رسم کی پابندی سے مستثنےٰ ہیں +

(۵) رؤسائے بوندی دیوان عام تک ہتھیار لگائے ہوئے جائینگے تو کچھ مزاحمت نہ ہوگی +

(۶) بوندی کے مندروں کی عزت و منزلت رہیگی +

(۷) اہل بوندی کسی ہندو افسر کے ماتحت نہ کئے جائیں +

(۸) رئیسان بوندی کے گھوڑے داغ شاہی سے مستثنےٰ کئے جائیں +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۹) راجگان بوندی شہر کے بازاروں میں لال دروازے تک ڈنکا بجاتے ہوئے جانے کے مجاز ہیں۔ اور جس وقت شرف حضوری حاصل ہو تو عام طور پر رسم مجرا ادا کیا کریں +

(۱۰) جس طرح دہلی پر بادشاہ کی حکومت ہے اسی طرح بوندی پر قوم ہاڑا حاکم رہے دارالریاست کی تبدیلی کے لئے حکم دینے کا مجاز نہیں +

بادشاہ نے اس عہدنامہ کی پابندی کے لئے قسمیہ تہیہ کیا۔ اور اس کے علاوہ سری کاشی جی میں ایک بہت ہی عمدہ محل عنایت کیا اس پابندی شرائط اور مراحم خسروانہ نے راؤ سرجن کو بادشاہ کا گرویدہ کر دیا۔ میواڑ کی اطاعت سے اس لئے روگردانی شروع کی کہ وہ ضرور کمزور ہو کر بادشاہ مغلیہ کے دباؤ میں ہو گیا تھا لیکن ساونت سنگھ ہاڑا بہادر ثابت قدم اور نیک نیت تھا۔ اس نے کوٹہ کے چوہان کی اعانت سے رنتھمبور پر قبضہ کیا تھا۔ اس وقت اس نے کیسریا باناپہنا یا اور محدود سے چند ہم قوموں کو ساتھ لے کر شاہنشاہ اکبر کے ارادوں کا مقابلہ اس نیت سے کیا کہ جب تک ان کے جسم پر سر ہے اس وقت تک قلعے پر قبضہ کرنا کارے وارد +

اس قومی قربانی اور اظہار رفاقت کے پیشتر اس نے ایک ستون نصب کیا جس پر اس مضمون کا کتبہ درج کیا۔ اے ہاڑا قوم کے بھائیو۔ کس کو رنتھمبور پر حملہ کرنے کی جرأت ہے۔ اور کس کو جان چھپانا منظور ہے۔ ساونت سنگھ اور اس کے عزیزوں نے قومی عزت پر جان قربان کی رانا سے جو قول کیا تھا اس کو نباہ دیا +

جس روز سے یہ واقعہ ہوا ہاڑا قوم کا ہر شخص رنتھمبور کی طرف سے منہ پھیر کر اس سبب سے گذرتا ہے کہ اس معاملہ سے قوم کی سبکی ہوئی۔ اور میواڑ سے خط و کتابت یا پیغام و سلام کے مراسم یک لخت منقطع ہو گئے۔ اور بادشاہ کی طرف سے والی بوندی کو راؤ راجہ کا خطاب ملا +

راؤ سورجن کو حکم ہوا کہ فوراً قوم گونڈ کے علاقہ گونڈوانہ پر فوج کشی کرے اس نے تعمیل کی اور فتح کی یادگار میں سورج پول نامی دروازہ تعمیر کیا۔ راؤ سورجن نے گونڈ قوم کے سرگروہ گرفتار کر لئے اور ان کو شاہنشاہ کی خدمت میں پیش کر کے دلی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نیکی سے رہائی اور عفو جرائم کی درخواست کی۔ شاہنشاہ نے اس خدمت لائقہ کے صلے میں بنارس وچنار وغیرہ کئی اضلاع مرحمت فرمائے۔ یہ اسی سنہ کا واقعہ ہے جب میواڑ کے مہاراجہ پرتاب سنگھ اور شہزادہ سلیم عرف جہانگیر سے ہلدی گھاٹ کی مشہور و معروف لڑائی ہوئی تھی یعنی سنہ ۱۶۳۲ مطابق سنہ ۱۵۷۶ء +

راؤ سرجن بڑا نیک نیت۔ عقلمند اور مخیر رئیس تھا اس کی ذات سے ہندوؤں اور ملک کو بہت کچھ فائدے پہنچے اور مذہب ہنود کو بہت کچھ تقویت حاصل ہوئی اس وقت شہر بنارس اس کا دار القرار تھا۔ اس لئے اس شہر کو بہت رونق دی جائے سکونت کی شان و شوکت نہایت ہی قابل تعریف تھی۔ صرف چوراسی عمارتیں رفاہ عام کے لئے وقف تھیں اور بیس پوسالے قائم تھے +

راؤ سرجن کا بنارس ہی میں انتقال ہوا اس کے تین فرزند تھے +

راؤ بھوج۔ دودا جسے اکبر شاہ مذاق کے رو سے لکڑ خاں کہا کرتا تھا۔ رائے مل جس کے خاندان میں کوٹہ کے شہر بوندیا کی اب تک جاگیر موجود ہے +

انہیں دنوں میں شاہنشاہ اکبر نے آگرہ عرف اکبر آباد سے دہلی میں نقل مقام کیا اور اس نے فتح گجرات کے لئے ایک لشکر جرار روانہ کیا اور خود بھی پانچسو ستر سواروں کے ہمراہ روانہ ہوا۔ ہر گجادے پر دو دو شیر بیشہ شجاعت سوار تھے۔ اور پھر لطف یہ کہ سب کے سب راجپوت اور راؤ بھوج و دودا بھی شامل۔ اکبر اس منتخب فوج کو لئے ہوئے اس فوج سے جا ملا جو سورت کے محاصرے میں مصروف تھی۔ اس سے پہلے کئی لڑائیاں ہو چکی تھیں مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا تھا۔ اس مرتبہ راجہ ہاڑ نے حملہ کیا جس میں حریف کام آیا اس جانبازی کے صلے میں اکبر نے خواہش ظاہر کی کہ راؤ ہاڑ راجو درخواست کرے وہ پوری ہو مگر راؤ موصوف عالی ہمت تھا اس نے صرف یہ استدعا کی کہ برسات کے موسم میں اس سے خدمت نہ لی جائے +

شاہنشاہ اکبر کا بہت سا زمانہ جنگ و جدل اور استقلال حکومت کے انتظام میں گذرا۔ ان معاملات میں راجپوت قوم کو اظہار شجاعت کے جس قدر موقع ملے اُن میں اُن کی بہت کچھ شہرت ہوئی۔ ہاڑا قوم نے ایسے ایسے مخدوش موقعوں پر جانبازی کی ہے جس سے اُن کی قوم اور بادشاہ وقت کی بھی عزت قائم رہی۔ احمد نگر کا قلعہ نہایت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مستحکم و مشہور ہے۔ اس کو صرف اسی قوم کے بہادروں نے فتح کر کے قوم کا نام روشن کیا۔ اس موقع پر قوم ہاڑا نے وہ جوہر شجاعت دکھائے۔ جس کی قدر دانی اکبر نے بڑی خوشی سے کی اور جس رخ سے راجہ بوندی حملہ آور ہو کر فتحیاب ہوا تھا اس طرف ایک برج بنا کر اس کو بھوج برج کے نام سے موسوم کیا اور خاص سواری کا ہاتھی مرحمت فرما کر سرفرازی فرمائی۔ یہ وہ معرکہ تھا جس میں چاند سلطانہ والیۂ احمد نگر مردوں کے علاوہ سات سو مسلح عورتوں کے ساتھ میدان جنگ میں ملکی حفاظت کے جوش میں کام آئی +

ان خدمات نمایاں پر بھی شاہنشاہ کا راؤ بھوج پر عتاب ہوا وجہ یہ تھی کہ جودھا بائی فوت ہوئی۔ اکبر نے عام ماتم کا اعلان کر کے حکم دیا کہ سب ہندو مسلمان ڈاڑھی مونچھ منڈائیں۔ حجاموں کو حکم ہوا کہ وہ سب کی ڈاڑھی اور سر مونڈ ڈالیں۔ اس حکم کی تعمیل شروع ہوئی۔ لیکن جب نائی ہاڑا رئیس کے خیمے میں گئے تو اس نے گالیاں دے کر ان کو نکال باہر کیا۔ نائیوں نے شاہنشاہ سے ایک کی دو لگائیں اور یہاں تک مبالغہ کیا کہ ہاڑا قوم کے لوگوں نے مرحوم جودھا بائی کو بھی بہت کچھ سخت و سست کہا۔ اکبر نے راؤ بھوج کی خدمات سابقہ نظر انداز کر کے حکم تو دے دیا کہ ہاتھ پاؤں باندھ کے ڈاڑھی مونچھ مونڈ دی جائیں۔ مگر وہ شیر کے لئے یہ حکم دینا تو اس کی تعمیل ہو جاتی ہاڑا قوم کے بہادر شیر افگن تھے موم کے نہ تھے۔ جس وقت ان کو اس حکم کی خبر ملی انہوں نے ہتھیلی پر جان لے کر میان سے تلوار نکال لی۔ سارے لشکر میں دہائی مچ گئی نہ معلوم کتنوں ہی کا خون ہو گیا۔ اکبر کو خبر لگی تو خود ہاتھی پر سوار راجہ بوندی کی قیامگاہ پر پہنچا۔ قوم ہاڑا کی بہادری کی داد دی اور ہاتھی سے اتر کر اپنی غلطی کا اعتراف اور عذر کیا بوندی کے راؤ نے عذر سنا اور کہا کہ آپ اس کے والد کے حقوق بھول گئے۔ وہ کبھی جودھا بائی کے ماتم میں شریک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قومی رسمیت مانع ہے۔ شہنشاہ اکبر نے اس عذر سے اظہار رضامندی کیا اور راؤ کو گلے سے لگاتے ہوئے ایوان معلے میں لے گیا +

تاریخ بوندی کے اس حصے میں اکبر کی موت کی وجہ بھی حوالۂ قلم ہے کہتے ہیں کہ اکبر نے مان سنگھ کی جان لینے کا ارادہ کیا۔ اس نے چند قسم کی مٹھائیاں بنوائیں جن میں سے چند ڈلیاں زہر آلود تھیں۔ جس وقت مٹھائی کا پارسل ہوا۔ غلطی سے زہر آلودہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مٹھائیاں اکبر کے طشت میں پرس گئیں۔ جس سے شاہنشاہ اکبر کی جان گئی اور راجہ مان موت کے پنجے سے محفوظ رہا۔ جب شاہنشاہ اکبر کا انتقال ہوا تو راجہ بھوج اپنی ریاست میں لوٹ گیا جہاں اس نے وفات پائی اس کے تین بیٹے تھے۔ راؤ رتن والی بوندی۔ ہردے نرائن جاگیردار کوٹہ منجانب شاہنشاہ اکبر۔ کیشو داس جاگیردار دھیپری واقع ساحل دریائے چمبل مع ۲۷ مواضعات دیگر +

جب شاہنشاہ جہانگیر نے تخت حکومت پر قدم رکھا شاہزادہ پرویز کو صوبہ دکن کی صوبہ داری عطا ہوئی اور برہانپور کے اختیارات عطا ہونے پر شمال سے واپسی کا حکم ہوا۔ شاہزادہ خرم (شاہ جہاں) کو اس سرفرازی سے حسد پیدا ہوا۔ اور اس نے سازش کے ذریعے سے بھائی کی جان لے لی۔ شاہ جہاں اس کے بعد اپنے باپ جہاں گیر کے درپے ہوا۔ اس نے بغاوت اختیار کی اور ایسا زور باندھا کہ بائیس کے بائیس راجے سب شاہنشاہ کے مخالف ہو گئے۔ صرف راؤ رتن نے اس کی کشتی حکومت کو بھنور سے نکال لیا۔ چنانچہ کبیشر لکھتا ہے +

سر دو پھوٹا جل بہا۔ اب کیا کرو جتن
جاتا گھر جہانگیر کا۔ راکھا راؤ رتن

اس کا مطلب یہ ہے کہ چشمہ پھوٹ نکلا طغیانی ہوئی یا سیلاب آیا اب کوئی انتظام ممکن نہ رہا۔ جہانگیر کا گھر لٹنے کو تھا۔ لیکن راؤ رتن نے اس کو بچا لیا +

راؤ رتن نے مادھو سنگھ اور ہری سنگھ اپنے بیٹوں کے ساتھ برہانپور پر فوج کشی کی جہاں سمت ۱۶۳۵ یعنی ۱۵۷۹ء کی کاتک شدی پورنماشی کو اس کے دونوں بیٹے سخت زخمی ہوئے۔ لیکن راؤ رتن فتحیاب ہوا۔ اس خدمت شایاں کے صلے میں راؤ رتن کو برہان پور کی صوبہ داری عطا ہوئی اور اس کے دونوں بیٹوں کو کوٹہ اور اس کے ملحقہ علاقوں کی خاص جاگیر مرحمت ہوئی۔ اب تک بوندی کوٹہ کی ریاست علیحدہ نہ تھی مگر اس وقت سے ہاڑوتی کا حصہ بخرہ ہو گیا۔ بادشاہ نے یہ بات مصلحتاً کی یعنی اس کو جہاں اس خاندان کی طاقت و شجاعت کا پوری طرح اعتراف تھا وہاں اس کو یہ بھی یقین تھا کہ دونوں منقسمہ ریاستیں اس سے روگردانی اور سرکشی نہ کرینگی۔ شاہ جہان نے اس عطیۂ شاہانہ کو مادھو سنگھ کے نام لکھدیا اس کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

متعلق جو واقعات ہونگے وہ مناسب موقع پر ناظرین ملاحظہ فرمائینگے +

راؤ رتن نے برہان پور کے عہد حکومت میں رتن پور آباد کیا اور ایک ایسی خدمت لائقہ انجام دی کہ جس سے بادشاہ وقت ہی کی خوشنودی نہ ہوئی - بلکہ رانائے میواڑ کا بھی بہت کچھ بھلا ہوا دریاخاں دربار کا ایک بارسوخ رئیس تھا - اس کے چیتے بہت تیز ہو رہے تھے جو چاہتا تھا کر بیٹھتا تھا - مگر کسی کی جرأت نہ تھی کہ انسداد کرے راجہ ہاڑا نے اس پر فوج کشی کی اور گرفتار کر کے بادشاہ کے روبرو پیش کر دیا - اس جانبازی کے صلے میں بادشاہ نے نوبت اور نقارہ سے سرفرازی فرما کر حکم دیا کہ بوندی کی فوج اور جلوس کا نشان یہی رہے - چنانچہ آج تک یہ عزت افزائی کے شاہی نشانات موجودہ رئیسوں کی عظمت کا باعث ہیں - راؤ رتن نے اپنی قوم ہاڑا کے ساتھ ایسے قول و قرار کئے کہ ان کے مذہب پر کوئی حرف نہ رکھ سکا - قوم ہاڑا کو فخر ہے کہ اس کی عملداری میں کبھی گائے کے پاک خون کی ایک بوند بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے زمین پر نہ گر سکی - راؤ رتن بڑا بہادر تھا اس نیک دل اور بہادر رئیس نے برہانپور کے متصل ایک لڑائی میں جان دی - اور چار فرزند یادگار چھوڑے - یعنی گوپی ناتھ والی بوندی - مادھو سنگھ فرمانروائے کوٹہ - ہری جی رئیس گوگور (جسکی نسل میں پچاس خاندان نیموا کے مقام پر آباد ہیں) جگن ناتھ جو تھا فرزند لاولد ہی فوت ہوا +

گوپی ناتھ مسند نشین ہوا اس کی موت اس کے باپ کے سامنے ہی واقع ہوئی جس کے اسباب عجیب و غریب تھے - گوپی ناتھ ایک برہمنی پر فریفتہ تھا کسی رات کو سیڑھی لگا کر گیا - بھانڈا برہمن تاک میں تھا - اس روز دھر لیا - اور اس کی مشکیں کس لیں ہاتھ پاؤں باندھ لئے - اب یہ راؤ صاحب کی خدمت میں گیا اور عرض کی کہ آج میں نے اپنی آبرو کے چور کو گرفتار کیا ہے فرمائیے ایسے چور کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے راؤ صاحب نے فرمایا کہ ایسے شخص کو موت دینا چاہئے - برہمن نے اور کوئی گفتگو نہ کی اور وہاں سے بالکل خاموش اٹھ کر گھر واپس چلا آیا اور آتے ہی ایک ایسا وار کیا کہ گوپی ناتھ کا دماغ پرخچے پرخچے ہو گیا - برہمن نے اس کی لاش گذرگاہ عام میں ڈال دی - گویندوں اور مخبروں نے راؤ رتن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو اطلاع دی۔ راؤ جو حکم دے چکا تھا اس کی پابندی کی اور غم فرزند میں چھاتی پر پتھر رکھ لیا +

اس مقتول ولیعہد راؤ رتن کے بارہ بیٹے تھے جنہیں راؤ رتن نے جدا جدا جاگیریں عنایت کیں جو اس وقت بھی بوندی کی کوٹھڑیاں کہلاتی ہیں۔ جن کوٹھڑیوں کی اولاد موجود نہیں اُن کا ذکر فضول ہے۔ جو باقی ہیں وہ حسب ذیل ہیں :-

(۱) راؤ چترسال مسند آرائے بوندی +

(۲) اندر سنگھ بانی اندر گڈھ +

(۳) بیری سال آبادکنندۂ بلون اور فلوڈا و قنابض پیپلدا +

(۴) محکم سنگھ رئیس انترده +

(۵) مہا سنگھ حاکم تھانوہ +

راؤ رتن کے بعد اس کا پوتا چترسال مسند نشین ہوا شاہجہان نے اس کی فرمانروائی ہی کو تسلیم و جائز نہیں کیا بلکہ دارالسلطنت دہلی کا بھی نگران و منتظم مقرر کیا شاہجہان کی جب تک حکومت رہی یہ عہدہ چترسال کے نامزد رہا۔ جس وقت شاہجہان نے اپنی قلمرو میں داراشکوہ۔ اورنگ زیب۔ شجاع اور مراد کو ہندوستان کے چار صوبوں کی حکومتیں عطا کیں چترسال کو اورنگ زیب کی ہمراہی نصیب ہوئی اور وہ صوبہ داری دکن کے ایک عہدہ پر ممتاز ہوا +

دکن میں چترسال نے اپنی اظہار شجاعت سے خوب نام پیدا کیا اور دولت آباد بیدر بنفس نفیس اور بے امداد غیرے فتح کر کے قابضان قلعہ کو راہی ملک عدم کیا سمت ۱۷۰۶ مطابق سنہ ۱۶۶۳ء میں چترسال ہی نے گلبرگہ پر حملہ کر کے فتح کا ڈنکا بجایا قلعہ مذکور کو سر کر کے اسی نے جنگ و جدل کا خاتمہ کیا۔ اور یہ ملک ان فتوحات کے بعد پھر فتنہ و سرہنگی سے پاک و صاف ہو گیا +

ادھر چترسال دکن میں یہ کارنمایاں کر ہی رہا تھا کہ شاہ جہاں کی وفات کی خبر مشہور ہوئی۔ اورنگ زیب بیس روز تک اظہار غم کے لئے محل سے برآمد نہوا۔ آثار ماتم کا سب کو یقین ہو گیا۔ دہلی میں فقط داراشکوہ موجود تھا اور شہزادے صوبوں میں تھے جن کو خواہش ہوئی کہ تخت سلطنت ہم کو ملے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شجاع بنگالہ سے عازم دہلی ہوا۔ دکن سے اورنگ زیب روانہ ہوا اور شہزادہ مراد کو کہلا بھیجا کہ مجھے دنیاوی دولت کی ہوس نہیں۔ لباس فقیری پسند ہے حج کروں گا کہنے جاؤنگا۔ صرف خیال یہ ہے کہ داراشکوہ کا مذہب تو کفر پسندی ہے شجاع کے دماغ میں خود پسندی کے سوا اور کچھ نہیں۔ اگر کسی میں حکومت کرنے کی قابلیت ہے وہ صرف تم ہو اگر حصول تخت کی ہوس ہو تو آؤ میں ہر طرح ساتھ دینے کو تیار ہوں۔ سلطنت دلا کر عازم حج ہو جاؤنگا۔

جس وقت شاہنشاہ شاہجہان کو اورنگ زیب کے ارادوں کی خبر ہوئی اُس نے راجہ ہاڑا کو حاضری کا حکم دیا۔ چترسال تخت کا فرمانبردار تھا اس نے شاہجہان کے دربار میں حاضری کے لئے تیاری شروع کی۔ اورنگ زیب نے جب یہ خبر سنی تو اس کو حکم دیا کہ کچھ دنوں میں شاہزادہ مذکور خود جائیگا۔ اس وقت عجلت بیکار ہے۔ راجہ بوندی بولا کہ مجھے ہمراہی میں عذر نہیں لیکن شاہنشاہ عہد کے حکم کی تعمیل مقدم تر ہے۔ چنانچہ اس سنے شاہجہان کا فرمان اس کے پیش نظر کر دیا۔ اور کہا کہ اس کی خلاف ورزی ممکن نہیں۔ اورنگ زیب کو منظور نہ تھا کہ راجہ بوندی جائے۔ اس نے فوج کو حکم دے دیا کہ اس کے قیامگاہ کو گھیر لیں۔ راجہ چترسال کوئی معمولی دماغ کا آدمی نہ تھا اس نے کل اسباب پہلے ہی سے چلتا کر دیا تھا اور اپنے ہمراہی جاگیرداروں ہی کو نہیں بلکہ اور شاہجہان کے خیراندیش راجپوت راجاؤں سے اتفاق کر کے وہاں سے چل کھڑا ہوا۔ فوج شاہی نے تعاقب کیا۔ لیکن چترسال مقابلہ کرتا ہوا دریائے نربدا کے پار اتر آیا۔ تعاقب کرنے والوں کی یہ جرأت نہ ہوئی کہ سدراہ ہو سکیں جس وقت راجہ بوندی ساحل نربدا پر پہنچا۔ چند سولنکھی رئیس مدد کے لئے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے سب کو اپنی محافظت میں دریا کے پار اتار دیا۔ یہ زمانہ برسات کا تھا طغیانی حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ مگر راؤ چترسال اپنی حکمت عملی اور دلاوری سے پار اتر گیا۔ اور اورنگ زیب کی فوج تعاقب سے دست بردار ہو کر منہ دیکھتی رہ گئی۔ نربدا سے گذر کر وہ سیدھا دہلی میں پہنچا۔ اور بڑے سے شاہجہان کی اعانت و حمایت کے لئے زندگی وقف کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

اس کے بعد جو محاربے پیش آئے وہ ہندوستان کی تباہی کے پیش خیمہ تھے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن ہم اصول پر غور کریں تو کہہ سکتے ہیں کہ شاہ جہان جو قبر میں پاؤں لٹکاتے تھے اس کی وفاداری و جان نثاری میں راجپوتوں نے نہ مال سے دریغ کیا نہ جان سے۔ لیکن اس مجبور بادشاہ کی حالت گو اس وقت کیسی ہی نازک تھی لیکن اس کو اپنی کرتوت کا پھل ملا۔ اس نے حصول سلطنت کے لئے اپنے بھائی پرویز کی جان لی۔ باپ سے سرکشی کی جس نے اس کی نیکیوں کو خیرباد کہکر اس خیال کو تقویت دی کہ کر دکہ نہ یافت۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے۔ عوض دارد جگہ ندارد۔ چنانچہ یہی معاملہ پیش ہوا۔ گو اتنی بڑی سلطنت تھی اوج اقبال کا ٹھکانا نہ تھا۔ لیکن بزرگوں کی بددعا آخر اپنا رنگ جما ہی کر ٹھہری۔ جان نثاران شاہی کی ایک نہ چلی۔

عنقریب ہی فتح آباد میں معرکہ آرائی ہوئی۔ جس میں سخت خونریزی کے بعد پالا اورنگزیب کے ہاتھ رہا۔ جسونت سنگھ والی مارواڑ اورنگ زیب کا طرفدار تھا۔ مگر یہ امر معلوم نہیں کہ کیوں راجہ بوندی نے فوج شاہجہانی کی کمک نہ کی شاید اس کی وجہ وہ عہد و پیمان ہو جو راؤ سرجن کے ساتھ شاہنشاہ نے کیا تھا جس میں ایک حلفیہ شرط یہ بھی تھی کہ قوم ہاڑا ہم قوم راجپوتوں یعنی ہندوؤں کے زیر حکم ایسے معرکوں میں نہ رہینگے۔ راجہ بوندی تو اس وقت کنارہ کش رہا۔ رئیس کوٹہ نے اس عہد و پیمان کا خیال نہ کر کے سوم دھرم کے اصول سے شاہجہاں کا ساتھ دیا۔ اور چاروں کے چاروں بھائی میدان جنگ میں کام آئے۔ یہ واقعہ شاہجہان کے عزل اورنگ زیب کی تخت نشینی سے پیشتر کا ہے یعنی جب داراشکوہ برادر کلان سے دھول پور میں صف آرائی کے سامان ہوئے تو بوندی کے بہادران قوم ہاڑا کیسریا باناپہنکر مرنے یا مارنے کے لئے لشکر دارا کے پیش رو بنے۔ لڑائی چھڑی۔ بہادران صف شکن نے رستم و اسفندیار کو مات کیا۔ داراشکوہ شاہی شان و شوکت سے ہاتھی پر سوار اس مقام پر پہنچا جہاں دریائے خون طغیانی پر تھا۔ قریب تھا کہ مخالف مغلوب ہوں اور شاہجہانی حکومت کا بال بیکا نہ ہو۔ لیکن بدقسمتی سے داراشکوہ نہ جانے کہاں گم ہوگیا۔ فوج بیساختہ بھاگ اٹھی اور میدان جنگ میں فتح نے شکست کا جامہ پہننا شروع کیا راجہ ہاڑا نے یہ رنگت دیکھی تو سرداروں سے بولا کہ خبردار قدم نہ ہٹے۔ جس کا قدم ڈگمگایا اس سے بڑھکر کوئی نیز اور بدقسمت نہیں۔ یہ اظہار وفاداری اور نمک حلالی کا موقع ہے چنانچہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میرے قدم تو جم گئے اب اٹھینگے تو اس وقت جب بدن میں سانس نہ رہیگی۔ اس کے ساتھ اس نے بہت سے بہادروں کی نظیریں پیش کر کے اور اہل قوم کو حوصلہ دکھا کر ہاتھی بڑھایا اتنے ہی میں ہاتھی کی پیشانی پر ایک گولا لگا جس کی چوٹ سے وہ دم دبا کر بھاگا۔ راجہ بوندی نے آواز دی کہ جلدی گھوڑا لاؤ۔ ہاتھی دم دبا کر بھاگ جائے کچھ پرواہ نہیں میں کبھی پیٹھ نہ دکھاؤں گا۔ یہ کہکر وہ ہاتھی سے کود پڑا ایک گھوڑے پر سوار ہو کر منتشر فوج جمع کر کے مراد کے سامنے برچھا لئے ہوئے پہنچا ہی تھا کہ ایک گولی سر کو توڑ گئی۔ اس کا مرغ روح پرواز کر ہی گیا تھا کہ فوراً اس کے چھوٹے بیٹے بھارتھ سنگھ نے ہاتھ دکھانا شروع کئے۔ دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ لیکن آخر کو منتخب اور جنگ آزمودہ ہم قوموں کے ساتھ اپنے خون سے صفحہ ہستی پر نمک حلالی کی مہر ثبت کی۔ کیا دھولپور اور کیا اجین دونوں مقامات کی لڑائیوں میں قوم ہاڑا اور اس کے بارہ راجوں نے اپنے خون سے زمین سرخ کی اور صفحہ تاریخ کو اپنی نمک حلالی کے کارہائے نمایاں سے وہ زینت دی جس کی نظیر ملنا محال ہے ٭

راؤ چترسال نے بادن معرکوں میں کامیابی کے ساتھ دادشجاعت دی اس کا نام نمک حلالی اور وفاداری کے لئے ہمیشہ یادگار رہیگا۔ چترمحل اس کی امارت شاہی کی یادگار ہیں۔ بٹن میں کشور رائے کا مندر اس کے نام کو زندہ کرتا ہے سمت ۱۷۱۵ میں اس نے میدان جنگ میں جان دی۔ اس کے چار پسر زندہ تھے ٭

راؤ بھاؤ سنگھ جانشین راؤ چترسال۔ بھیم سنگھ والی گوگور۔ بھگونت سنگھ رئیس مٹو۔ بھارت سنگھ جس کی جنگ دھولپور میں جان گئی ٭

جب اورنگ زیب نے تخت سلطنت پر قدم رکھا۔ اس کو راؤ چترسال کی مخالفت نے اکسایا کہ اس کے جانشینوں سے دل کا بخار نکالے۔ راجہ اُمتا رام گوڑ راجہ شیوپور کو حکم ہوا کہ قوم ہاڑا کو گذشتہ مفسدہ پردازیوں اور نمک حرامی کا مزہ چکھا کر بوندی کو رنتھمبور کے علاقے سے ملحق کر دے اور اس نے یہ بھی لکھ بھیجا کہ وہ خود بھی عنقریب بوندی میں آتا ہے اور امید کرتا ہے کہ وہ وہاں پہنچے پر اس فتح کی خوشی کا جشن منائیگا یہ حکم پہنچتے ہی اُمتا رام نے بوندی پر فوج کشی کی بارہ ہزار فوج نے ہاڑوتی کو گھیر لیا۔ گولہ باری شروع ہوئی اور تلوار سے تلوار بجنے لگی۔ ریاست بوندی کی جاگیر اندر گھیر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس خونریزی کا سرچشمہ بنی۔ قوم ہاڑا نے خفیہ طور پر اتفاق کیا آتش جدال و قتال شعلہ انگیز ہوئی قوم ہاڑا نے ایسی جان بازی کی کہ راجہ آتمارام کو بھاگتے رستہ نہ ملا۔ کل شاہی نشانات چھن گئے۔ سارا سامان جنگ قوم ہاڑا کے ہاتھ آیا۔ راجہ بوندی نے اس پر قناعت نہ کی فوج کا تعاقب کیا تو شیوپور میں دل کا بخار نکالا۔ شیوپور خوب لوٹا گیا اور وہاں فوج شاہی دم لینے نہ پائی۔ شیوپور کے راجہ نے مقابلہ کیا لیکن کچھ پیش نہ گئی وہ بھاگا تو سیدھا دربار شاہی میں پہنچا۔ اس کی غرض تو یہ تھی کہ راجہ بوندی کی شکایت کرے۔ لیکن دربار میں اسی پر تالیاں بجیں اور اہل دربار نے طعنہ زنی کی کہ کس رتے پر پڑوسی سے پیمول لیا تھا۔ اورنگ زیب ظالم تھا لیکن ہاڑا قوم کی شجاعت نے اسے ایسا گرویدہ کر دیا کہ اس نے راؤ بھاؤ کے نام ایک فرمان نافذ کیا جس میں عفو تقصیرات کا عہد و پیمان تھا۔ اور حاضری دربار کا حکم۔ بوندی کے راؤ نے اس فرمان کو بے وقعت سمجھا اور اس پر مطلق اعتبار نہ کیا۔ لیکن جب حلفیہ قول و قرار ہوئے تو وہ حاضر دربار ہوا اور اس کو شاہزادہ معظم کے تحت میں اورنگ آباد کی صوبہ داری پر سرفرازی حاصل ہوئی دکن میں راجہ کرن والی بیکانیر کے قتل کی سازش پوری ہونے میں کچھ کسر نہ رہی تھی کہ راؤ بھاؤ سنگھ کو خبر لگ گئی۔ اور اس نے والی بیکانیر کو اپنی قدرتی دلیری اور ہمدردی سے بچا لیا۔ اس نے اپنے معدودے چند مسلح ہمقوموں کے ساتھ اور چھا اور دتیا کے بوندیل جنگ آوروں کے چھکے چھڑا دئے۔ اورنگ آباد میں کئی رفاہ عام کی عمارتیں اس وقت تک اس کی یادگار ہیں۔ بہادری فیاضی اور نیک نیتی سے ایسا نام روشن کیا۔ کہ لوگوں کو اعجازہ کا خیال ہوتا تھا۔ سمت ۱۷۳۸ یعنی ۱۶۸۲ء میں یہ اورنگ آباد ہی سے راہی ملک بقا ہوا۔ اولاد نرینہ کوئی نہ تھی۔ اس لئے اس کے بھتیجے انردھ سنگھ ولد بھیم سنگھ جاگیردار گوگونے حکومت پائی +

شاہنشاہ نے انردھ سنگھ کی مسند آرائی منظور کر کے اپنی خاص سواری کا گج گور نامی ہاتھی اور خلعت و خطاب راجگی مرحمت فرمایا۔ دکن میں انردھ سنگھ نے اورنگ زیب کے ہمراہ بڑے بڑے کارنمایاں کئے۔ ایک محاربے میں قریب تھا کہ تمام بیگمات شاہی دشمن کے ہاتھ میں پڑ جائیں۔ لیکن انردھ سنگھ جان پر کھیل کر ان کو قبضۂ دشمن سے چھوڑا لایا۔ شاہنشاہ اورنگ زیب اس کارنمایاں سے جس قدر خوش ہوا ہوگا اس کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ اس نے ارشاد فرمایا کہ راجہ کی جو خواہش ہو فوراً پوری کی جائیگی۔ راجہ نے درخواست کی مجھے کچھ اور نہیں چاہئے میں فوج عقب میں رہنا منظور نہیں کرتا مجھے مقدم لشکر مقرر کیا جائے۔ اس کے بعد ہی بجے پورہ کی مہم درپیش ہوئی اور اس معرکہ آرائی میں اس نے خوب نام پیدا کیا +

درجن سنگھ بوندی کا ایک رئیس اعظم تھا۔ اس سے اور انردھ سنگھ سے کچھ نزاع لفظی ہوگئی۔ راؤ بوندی نے ناراضگی ظاہر کرکے اس سے کہا کہ جو چاہے کرلینا۔ درجن سنگھ نے کہا کہ اگر کتوں سے لاش نہ کھلوائی تو نام نہیں۔ رئیس مذکور نے یہ کہکر جاگیر کی راہ لی اور وہاں ہم قوموں کو مجتمع کرکے بوندی پر حملہ کیا۔ جس وقت شاہنشاہ کو خبر پہنچی اُس نے انردھ سنگھ کو لشکر کشی کی اجازت دی۔ حملہ ہوا اور درجن سنگھ اپنی مقبوضہ جاگیر سے محروم ہوگیا۔ جس وقت درجن سے حکومت چھیننے کی نوبت آئی۔ اس نے اپنے بھائی رملون والا) کے ماتھے پر تلک لگایا۔ اور اس طرف سے دلجمعی کرکے آمیر کے راجہ بشن سنگھ کے ساتھ شمالی حلقہ حکومت کے انتظام انصرام سلطنت میں مشغول ہوا۔ شاہ عالم کا زمانہ تھا لاہور کی صوبہ داری تھی راجہ موصوف سے بادشاہ کی طرف سے فوج کشی کی لیکن زندگی نے وفا نہ کی ہمیانۂ حیات درمیان ہی میں چھنک گیا +

بودھ سنگھ وجودھ سنگھ اس کے دو فرزند تھے۔ جن میں سے بودھ سنگھ کو باپ کی گدی ملی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اورنگ زیب کی پیٹھ چارپائی سے لگی تھی اور گھڑیاں گننے کے سوا کچھ چارہ نہ تھا۔ ارکان دولت نے عرض کی کہ آپ کے بعد کون تخت نشین ہو۔ جواب ملا "بہادر شاہ عالم" لیکن شاہزادۂ اعظم سے کھٹکا ہے۔ وہ تاج شاہنشاہی کے لئے ضرور جھگڑا کرے گا۔ یہ بات واقعی سچ ہوئی۔ شاہزادۂ اعظم شاہ دکن کی فوج لیکر روانہ دھولپور ہوا۔ اور بڑے بھائی کو پیغام بھیجا کہ اسی مقام پر دونوں کی قسمت کا فیصلہ ہوگا۔ بہادر شاہ نے اپنے طرفدار اور رئیس راجے طلب کئے اور کہا کہ معاملہ یہ ہے کیا کیا جائے +

بودھ سنگھ کا ابھی شباب ہی تھا انہیں دنوں میں اس کو اپنے بھائی جودھ سنگھ کا خون کا صدمہ ہوا۔ بہادر شاہ نے اجازت دی کہ بوندی میں اپنے مرحوم بھائی کی کریا کرم کرے۔ لیکن اس نوجوان اولوالعزم نے جواب دیا کہ بوندی میں جاکر کیا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کروں مجھے تو میدان جنگ میں قسمت لیجانے کو کہتی ہے۔ جہاں اس کے بزرگ چترسال نے ناموری کے جھنڈے گاڑے ہیں اور جہاں اُسے امید ہے کہ تائید غیبی سے ضرور فتح حاصل ہوگی ٭

لاہور سے شاہ عالم چلا اعظم شاہ اور اس کے شاہزادے بیدار بخت نے دکن سے دھولپور کی راہ لی۔ جاجو کے میدان میں دونوں فوجیں مقابل ہوئیں۔ ایسا رن پڑا اور کشت وخون ہوا کہ پہلے کبھی دیکھا سنا نہ گیا تھا۔ اگر مسلمانوں مسلمانوں کا مقابلہ ہوتا تو کوئی نہ کوئی کارستانی یا حکمت عملی کارگر ہوتی یا ایک نہ ایک فریق بھاگ کر جان بچاتا۔ لیکن نہیں معرکہ آرائی میں دو طرفہ بہادر اور شیر دل راجپوت تھے۔ ایک خاندان اپنے ہی خاندان والوں کے خون کا پیاسا ہو گیا۔ دنیا اور کوٹہ کے راجوں نے وصیت اورنگ زیب کی کچھ پرواہ نہ کی اور شاہزادۂ اعظم کی رفاقت میں ثابت قدم رہے۔ کوٹہ اور بوندی کا خاندان جدا نہ تھا۔ دنیا اور بوندی سے بھی خاص یک جہتی تھی اور یہی لوگ تھے جنہوں نے اپنی زندگی کو دکن کی فتحمندی کی وجہ سے باوقعت ثابت کر دکھایا تھا۔ رام سنگھ والی کوٹہ نے تو اس نیت سے شاہ عالم کی مخالفت کی کہ اس کو قوم ہاڑا کی ریاست یعنے بوندی کی حکومت مل جائے حالانکہ اس کا جو کچھ اقتدار تھا وہ زیادہ تر قوم ہاڑا کی فتوحات کی وجہ ہی سے تھا۔ اس قسم کی وجوہات فریقین کے خیال سے کچھ اس طرح روبظہور ہوئیں کہ جاجو کے میدان میں قوم ہاڑا کے بہادر کلّہ بکلّہ مقابل ہوئے۔ اور اپنے اپنے راجگان وقت کی عظمت قائم رکھنے کو انہوں نے جان کی پرواہ نہ کی۔ رام سنگھ نے والی بوندی کو کہلا بھیجا کہ بہتری اسی میں ہے کہ شہزادۂ اعظم کی رفاقت اختیار کرے۔ لیکن راؤ صاحب بوندی نے جھڑک کر جواب دیا کہ بزرگان خاندان نے جس میدان کو خون سے سینچکر ناموری کے پھل پائے ہیں وہاں سے اس کے قدم ہٹ سکتے ہیں نہ بہادر شاہ کی رفاقت سے روسیاہی گوارا ہو سکتی ہے ٭

بودھ سنگھ میدان جنگ میں ایک خاص مقام پر تھا اس نے ایسی داد مردانگی دی کہ بہادر شاہ کے ہاتھ پالا رہا۔ دنیا اور کوٹہ کے والیان ریاست توپ کے گولوں سے اڑ گئے اور ان کی زندگی کے ساتھ اعظم شاہ کی امیدوں کا بھی خاتمہ ہوا ٭

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس روز بدھ سنگھ نے وہ کارنمایاں کیا تھا کہ بہادر شاہ عش عش کر گیا۔ راؤ راجہ کا خطاب ہی نہ دیا بلکہ دلی دوستی اپنی زندگی تک نباہی۔ جب اس کے دن پورے ہوئے تو اورنگ زیب کے پوتوں میں جھگڑا بکھیڑا شروع ہوا۔ اب فرخ سیر تخت نشین ہوا بارہہ کے سید با اختیار ہوئے ظلم وستم کی گرم بازاری ہوئی انہوں نے بادشاہ کو معزول کرنے کی کوشش کی ہی تھی کہ راجہ بوندی نے اظہار رفاقت کر کے اس کی آزادی کی کوشش کی قلعہ کے چوک میں خونریزی کا رنگ جما جس میں راجہ ہاڑا چچا جیت سنگھ اپنے بہت سے ہم قوموں کے ساتھ تہ تیغ ہو گیا۔

رام سنگھ اس معرکہ میں قتل ہوا تھا راجہ بھیم اس کے جانشین کے دل سے یہ بغض نہ نکلا۔ اس نے سیدوں سے سازش کی اور حصول مطلب کے لئے جعل وفریب سے کام لیا۔ بوندی والوں کو کچھ بھی خبر نہ تھی وہ بالکل بے خوف تھے لیکن کوٹہ والے تاک میں تھے۔ جس وقت راجہ بوندی گھوڑے کو کاوے دے رہا تھا سب کے سب اس پر ٹوٹ پڑے مگر واہ رے اہل بوندی چند ہی آدمی تھے لیکن اپنے راجہ کو بچا لیا۔ بادشاہ کی اعانت کا جو خیال تھا وہ پورا نہ ہو سکا اور حریف کے دام فریب سے نکلنے کی وجہ سے بھاگنے کی نوبت آئی۔ اس کے بعد ہی فرخ سیر کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ سلطنت دہلی میں طوائف الملوکی پھیلی۔ اور سیدوں کے اختیارات کامل کی وجہ سے کیا اراکین ریاست کیا رؤسائے حکومت اور کیا راجگان ذیشان سب دربار و لشکر شاہی کو خیرباد کہکر اپنی اپنی ریاستوں جاگیروں اور قیامگاہوں میں چلدئے۔

جے سنگھ راجہ آمیر کو اب یہ فکر ہوئی کہ بودھ سنگھ سے کسی طرح بوندی لے لے اتفاق سے راؤ موخر الذکر آمیر میں مہمان تھا۔ راجہ آمیر نے اپنی بہن کی شادی بہادر شاہ کے ساتھ ٹھہرائی تھی مگر جب دھولپور کی لڑائی میں بودھ سنگھ نے اس کی فتح کا ڈنکا بجوایا تو خوشنودی مزاج کی وجہ سے خود اس قرابت شادی سے دست بردار ہوا اور اجازت دی کہ بودھ سنگھ کے ساتھ یہ شادی ہو اس رانی سے نہ کوئی لڑکا پیدا ہوا نہ لڑکی ہاں دوسری رانی یعنے کالا سنگھ بیگو والا رئیس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میواڑ کی دختر کے بطن سے دو لڑکے تھے۔ راجہ آمیر کی بہن اس رانی اور اس کے بیٹوں کو چشم عداوت سے دیکھتی تھی۔ چنانچہ جب راجہ ریاست میں نہ تھا تو اس نے مشہور کیا کہ وہ حمل سے ہے اور اس کے بعد کسی کے نوزائیدہ لڑکے کو لیکر شہرت دی کہ یہ اسی کے بطن سے ہے +

رانی اپنے میکے آمیر میں تھی اور بودھ سنگھ بھی وہاں مہمان تھا اس نے عذر کیا کہ یہ میرا بیٹا نہیں نہ رانی حاملہ ہوئی تھی جس وقت تحقیقات کا معاملہ پیش ہوا رانی سوچی کہ قلعی کھلی جاتی ہے۔ پردہ فاش ہوا جاتا ہے فوراً ہی بھائی کی کمر سے تلوار نکال کر یہ کہتی ہوئی مارنے کو اٹھی کہ جا تو تو درزی کے نطفے سے ہے۔ وار پورا تھا مگر راجہ بھاگ گیا اور خیریت گذر گئی +

راجہ آمیر کو اس کی بہن کی یہ طعنہ زنی تیر و نشتر سے زیادہ کارگر ہوئی۔ اس کو اپنے بھنوئی یعنی رانا راڈ سے بوندی چھیننے کی دھن سما گئی چنانچہ اس نے اندر گڈھ کے راول دیوسنگھ سے مطلب کا اظہار کیا۔ رئیس مذکور بڑا نیک اور ایمان دار تھا۔ اس نے تعمیل ارشاد سے انکار کر کے رئیس سالم سنگھ کو ابھارا۔ یہ شخص راجہ ہاڑا کی طرف سے قلعہ تاراگڈھ کا بھی منتظم و نگران تھا۔ قلعے سے شہر اور محل دونوں پر نشانہ بازی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ سالم سنگھ نے راجہ آمیر کی خواہش منظور کر لی۔ اور حقوق نمک پر دردگی کا کچھ خیال نہ کیا +

راجہ آمیر کو ملک گیری کی جو ہوس تھی۔ اس نے یہ نزاع باہمی کی صورت پیدا کی۔ راجہ آمیر مالوہ۔ اجمیر اور اگرہ کا صوبہ دار تھا۔ اس اختیار و اقتدار کی حالت میں وہ اس وقت اپنی ریاست میں چلا آیا جب فرخ سیر تخت سے اتار دیا گیا تھا +

آمیر اس زمانے میں چھوٹی سی ریاست تھی۔ راجہ نے موقع و مصلحت دیکھکر سرحدی علاقوں میں دست تغلب دراز کرنا شروع کیا اور یہ کوشش کی کہ صوبہ داری شاہی کے دباؤ سے راجے اس کی اطاعت قبول کریں +

آمیر میں بجوانا چوہان وغیرہ کی طرح بہت سے رئیس آزاد تھے گو راجہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نیمرانا کے علاقہ لالسونٹ کے قرب وجوار میں بجوانا چوہان فرمانروا تھا۔ اس کے واسطے کوئی خدمت مقرر تھی نہ خراج ہاں ضرورت کے وقت شاہی امداد کے لئے جے پور کے زیر علم فوج مہیا کر دیا کرتا تھا۔ کیا شیخاوت کیا راجور کے گوجر کیا بیانا کے جادون سب کے سب علم آزادی بلند رکھتے تھے۔ لیکن جب سلطنت کمزور پڑی تو انہوں نے اسی میں مصلحت سمجھی کہ امیر کا دم بھریں جس کے لئے انہوں نے خدمتگذاری کی شرط کرلی۔ جے سنگھ والی آمبر نے ان سب رئیسوں کو موافق کر کے اب یہ نیت کی کہ بوندی سے بودھ سنگھ کو خارج کر کے وہاں اپنا کوئی جاگیردار مقرر کرے لیکن اس کو اس حماقت کا خمیازہ کھینچنا اور بدنیتی کا مزہ چکھنا پڑا +

راجہ ہاڑا رشتہ دامادی کی وجہ سے آمبر میں مہمان تھا۔ راجہ جے سنگھ نے قابو پاکر خواہش کی کہ اسے آمبر میں پانچسو روپیہ کا وظیفہ دے کر آمبر ہی میں رکھے جیت سنگھ جس نے آگرہ کے میدان جنگ میں راجہ ہاڑا کی رفاقت میں جان دی تھی۔ راجہ ہاڑا کا چچا تھا۔ اس کے بھائی کو جوہیں سن کر معلوم ہوئی اس نے بوندی میں لکھ بھیجا کہ رانی اپنے لڑکوں کو لے کر اپنے میکے یعنی بیگو میں چلی جائے اور ہم قوموں کو خفیہ طور پر تحریر کیا کہ آمبر میں چپ چپاتے چلے آئیں۔ جب یہ لوگ آگئے تو اس نے راجہ ہاڑا کو جے سنگھ کی بدنیتی سے مطلع کر کے اس کے دام فریب سے اس طرح نکال لیا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی۔ تین سو ہاڑا بہادر بودھ سنگھ کے ساتھ بوندی کی طرف روانہ ہوئے اور دارالریاست میں کسی نے مزاحمت نہ کی جب سرحد پر پہنچے تو پنچولا اس میں آمبر کے پانچ رؤسائے اعظم نے آگھیرا کشت وخون کی گرم بازاری ہوئی۔ رئیسان آمبر پانچوں کے پانچوں تہ تیغ ہوئے اُن کے ہمراہیوں کی لاشیں بھی زمین پر بچھ گئیں راجہ بوندی کے چچا نے بھی داد شجاعت دے کر دم توڑا۔ رفیقوں میں سے اتنے کم آدمی بچے کہ بوندی کا عزم ملتوی کیا اور نشیب و فراز سوچ کر اس نے بیگو کی راہ لی۔ گو آمبر کے بہت سے بہادر کام آئے شکست کی وجہ سے بدنامی ہوئی لیکن جے سنگھ کی بڑھ بنی اس نے دلیل سنگھ کردوا کے ساتھ اپنی راجکماری کا بیاہ کر کے اس کو بوندی کا فرمانروا بنا دیا۔ اور راؤ راجہ کے خطاب سے عزت افزائی فرمائی +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

راجہ بھیم سنگھ کوٹہ کا فرمانروا تھا اس نے جب اپنی بزرگ شاخ کی یہ حالت دیکھی تو اجیت سنگھ والی مارواڑ اور سیدوں سے ساز کر کے چمبل کو سرحد مقرر کر لیا اور دریائے مذکور کی مشرقی جاگیروں کو ریاست کوٹہ کا ماتحت کر کے اپنی عظمت دو بالا کی۔ اس ترقی ریاست سے کوٹھڑیات مستثنے نہیں لیکن راجہ مذکور نے بوندی کی خاندانی یکجہتی کا خیال کر کے اپنا کام نکال لیا۔

بودھ سنگھ کے لئے اس وقت نہ راہ رفتن تھی نہ روے ماندن۔ ہر طرف دشمن ہی دشمن تھے کئی بار کوشش کی کہ بوندی پر قبضہ کرے۔ لیکن قوم ہاڑلہ کے کثیر التعداد بہادر پیوند خاک ہو گئے اور اسے بیگو کے مقام ہی میں قضائے الٰہی سے جان دے کر یہ ہوس اپنے دل ہی میں لے جانا پڑی۔ بودھ سنگھ کے دو فرزند تھے امید سنگھ و دیپ سنگھ۔

ہاڑلہ امیر نے رانا سے تحریک کی کہ بیگو ضبط کر لیا جائے۔ دونوں کو اب وہاں بھی رہنے کی جگہ نہ رہی۔ دل کے بہادر مستقل مزاج و صابر تھے۔ ان کو راجہ آمیر کی اس بزدلانہ کارروائی سے سخت رنج پہنچا۔ اور دل ہی دل میں استقلال سے کام لے کر کچھ بہادر راجپوت بہم پہنچائے اور ان کے ساتھ چمبل کے جنگل میں پناہ لے کر راجہ بھیم کے جانشین راجہ درجن سال والی کوٹہ کو اپنی حالت زار سے اطلاع دی۔ ان کی مصیبتوں پر راجہ کوٹہ کا دل بھر آیا۔ اس نے ان کو بسر اوقات کے لئے وسائل بہم پہنچائے۔ اور تہیہ کر لیا کہ بوندی کی حکومت دلانے میں جان و مال سے دریغ نہ کرونگا۔

باب ۴

راؤ امید سنگھ کی فوج آمیر پر فتحیابی۔ ویرانہ کی جنگ امید سنگھ کی شکست۔ اس کے ہنجا گھوڑے کو توپ کے گولے سے صدمہ۔ اس کی ویرانہ چمبل میں پناہ گزینی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دار الریاست پر قبضہ۔ مکرر اخراج۔ سوتیلی ماں سے ملاقات
اس کی ہولکر سے درخواست امداد۔ راجۂ آمیر کا دباؤ سے
عہد و پیمان۔ امید سنگھ کی مقصد برآری۔ بوندی پر دوبارہ
قبض و دخل۔ راجہ آمیر کی خودکشی۔ مرہٹہ سردار کے لئے
علاقہ کی نامزدگی۔ مادھو سنگھ کی مسند آرائی۔ زعم حکومت۔
ظالم سنگھ۔ مرہٹوں کی مداخلت۔ رئیس اندرگڈھ سے امید سنگھ کی
معاوضہ ستانی عوض لینے کے اسباب۔ امید سنگھ کی حکومت سے دست برداری۔ اجیت سنگھ
کی مسند آرائی۔ امید سنگھ کی تیرتھ جاترا۔ اجیت سنگھ کے ہاتھ سے رانائے
میواڑ کا قتل۔ ستی کی بددعا کا اثر۔ اجیت سنگھ کی خراب
موت۔ پیشین گوئی کی تکمیل۔ راؤ بشن سنگھ کی مسند پر
رونق افروزی۔ امید سنگھ کی پوتے سے بے اعتباری
اصلاح خیالات۔ امید سنگھ کی موت۔ بوندی کی اعانت سے
فوج انگریزی کا ہاڑوتی میں داخلہ۔ انگریزوں سے اتحاد
بوندی کے فوائد۔ بشن سنگھ کی ہیضہ سے وفات۔ ستی کا
انسداد۔ بشن سنگھ کے عادات۔ راؤ راجہ رام سنگھ
کی اتالیقی پر مؤلف کتاب
ہذا کی سرفرازی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

امید سنگھ کی عمر ۱۳ سال کی تھی جب اس کا خاندانی دشمن راجۂ آمیر سمت ۱۸۰۰ مطابق ۱۷۴۴ء میں راہی ملک عدم ہوا۔ اسی کمسنی میں اس نے اپنے دشمن خاندان کی خبر وفات سنکر پٹن اور کیتولی پر فوج کشی کر کے اپنا قبضہ جما لیا۔ اس فتحیابی کی خبر قوم ہاڑا میں مشہور ہوئی اہل قوم خوش ہوئے کہ بودھ سنگھ کا فرزند ابھی سے صاحب ہمت وجرأت ہے اس خیال سے سب نے سر اطاعت خم کر کے رفاقت اختیار کی کوڑ کے راجہ درجن سال نے بھی اظہار خوشنودی کیا اور اس کی مدد کے لئے فوج روانہ کی +

ایشری سنگھ کو جب آمیر کی گدی ملی تو اس نے بھی اپنے باپ کی روش اختیار کی اس نے چاہا کہ والی کوٹہ اس کی نگاہ میں چلے۔ لیکن جس وقت اس کو معلوم ہوا کہ والی کوٹہ نے اپنی بزرگ شاخ یعنی رئیس بوندی کی صغر سنی میں اس کی کمک کی ہے تو وہ بہت ہی برافروختہ ہوا اور کوٹہ پر فوج کشی کر دی۔ کوٹہ کا محاصرہ ہماری تاریخ سے متعلق نہیں اس لئے اس کا ذکر اس موقع پر فضول ہے +

ایشری سنگھ نے کوٹہ سے فراغت پا کر نانک پنتھیوں کی ایک فوج روانہ کی کہ بودھ لوہاری میں امید سنگھ کے سد راہ ہوں۔ یہ مقام مینا قوم کی اصلی جائے سکونت تھا جو ہاڑا قوم کی امداد میں جانبازی کیا کرتی تھی۔ حالانکہ مینا قوم کی ریاست چھن گئی تھی مگر اس ہونہار اور نوعمر رئیس کی قدرتی دلیری اور صعوبات نے لوگوں کے دل پر ایسا اثر کیا کہ پانچ ہزار تیر انداز اس کی حمایت و اعانت کے لئے تیار ہو گئے۔ نوجوان امید سنگھ اس فوجی امداد کے برتے پر عین اس وقت بچوری میں پہنچا جب نانک پنتھی اور اہل جے پور پہاڑیوں کی لوٹ مار کر رہے تھے۔ امید سنگھ تلوار لے کر فوج جے پور پر ٹوٹ پڑا اور جسے مارا اسے بے رحمی کے ساتھ تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ شاہی نشانات سب چھین چھون لئے۔ اس ہزیمت سے راجہ جے پور کو ندامت کے ساتھ ہی غصہ آیا۔ اس نے نرائن داس قوم کہیتری کی ماتحتی میں اٹھارہ ہزار فوج روانہ کی لیکن مقام بچوری کی فتح نے قوم ہاڑا کے دل بڑھا دئے تھے جو تھا کم سن راجہ بوندی کے زیر علم مرنے کو کمربستہ ہو گیا۔ راجہ صغیر سن نے اس وقت ہتھیلی پر جان لے لی۔ جس وقت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فوج آمیر دبلانا میں وارد ہوئی اور حملہ ہونے ہی کو تھا کہ وہ اپنی کل دیوی آسا پورنا کے مندر میں پہنچا۔ ڈنڈوت کر کے جو ہیں اٹھا۔ اسے وہ برج نظر آئے جن پر دشمنوں کا قبضہ تھا۔ اس نے وہیں قسم کھائی کہ چاہے جان چلی جائے مگر دشمنوں کو سر کئے بغیر اپنے سر کی پرواہ نہ کرونگا +

جہانگیر نے راؤ رتن کو تاریخی جھنڈا مرحمت فرمایا تھا بہادران قوم نوعمر امید سنگھ کی شجاعت و مردانگی پر فریفتہ ہو کر اسی جھنڈے کے تلے سر بکف ہو گئے۔ دبلانا میں دشمنوں کی روک تھام کا انتظام برہم کرتے ہوئے یہ فوج جانباز دبلانا میں جا پہنچی دیکھا کہ لشکر مخالف خبر بکف ہے۔ امید سنگھ یہ دیکھکر پرچھے والی فوج کو لے کر اس طرح حملہ آور ہوا کہ اس کے جری دل اور ہمت مردانہ کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا۔ وہ باز کی طرح جھپٹا تو مارتا کاٹتا ادھر سے اُدھر نکل گیا۔ اور پھر پلٹا تو پرے کے پرے صاف کرتا ہوا اصل مقام پر صحیح سلامت واپس آیا۔ لشکر دشمن کی طرف سے گولے برس رہے تھے۔ تلواریں بجلی کی طرح کوند رہی تھیں۔ مگر امید سنگھ اپنے کلیجے ہو کر اس طرح لشکر دشمن میں گھس کر نکل آیا کہ حریف بھی دیکھکر رہ گئے امید سنگھ کے ان حملوں میں ہاڑا قوم کے اچھے اچھے بہادروں کا خون ہو گیا +

پرتھی سنگھ سولنگھی امید سنگھ کے ماموں اور موترا کے مہاراجہ مرجاد سنگھ نے بڑی بہادری سے جان دی۔ مرجاد سنگھ نے اس وقت جان دی جب سردار لشکر آمیر یعنی رئیس کہتری پر اس نے اپنے چکر کا وار کیا۔ سورن کے رئیس پراگ سنگھ نے بھی تلوار کی دھاروں میں جان گنوائی۔ اور ہاڑا قوم کے بہت سے بہادر کام آئے۔ امید سنگھ کے گھوڑے پر ایک ایسا گولہ پڑا کہ اس کی آنتیں نکل آئیں۔ نوعمر ہاڑا رئیس اس حالت میں بھی ثابت قدم رہا۔ جب رفیق رئیسوں نے زندگی خطرے میں دیکھی تو انہوں نے صلاح دی کہ یوں جان دینا ٹھیک نہیں موقع مصلحت کا لحاظ رکھنا لازم ہے۔ زندگی رہے گی تو پھر بوندی کو قبضے میں کر لینگے فضول جان دینے میں کچھ ہاتھ نہ آئے گا +

امید سنگھ کو میدان سے قدم ہٹانا منظور نہ تھا۔ مگر اس کو افسوس کے ساتھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رئیسوں کی بات قبول کر ناڑی اس نے اندر گڈھ کی راہ لی جب سوالی کی گھاٹی مین پہنچا اور گھوڑے کا تنگ کھولا تو زخمی گھوڑے نے آنکھیں نکال دیں امید سنگھ کو اس گھوڑے کا ایسا رنج ہوا کہ اس نے اس کے سرہانے آنسو بہائے - واقعی یہ گھوڑا نہایت ہی عمدہ اور عراقی نسل کا تھا - بودھ سنگھ کو یہ گھوڑا بادشاہ نے عنایت کیا تھا اور اس نے بڑے بڑے معرکوں میں اپنے مالک کی خدمتگذاری کی تھی - جس وقت امید سنگھ نے گدی پائی تو پہلے شہر کے چوک میں اپنے رفیق پنجا گھوڑے کی مورت نصب کرائی - اس گھوڑے کی ہاڑا قوم بہت عزت کرتی ہے اور جب کبھی واقعات فتح کہے سنے جاتے ہیں تو اس گھوڑے کی بھی تعریف کی جاتی ہے +

امید سنگھ اندر گڈھ میں پیدل گیا مگر وہاں کا ہاڑا رئیس امیر کا مطیع ہو چکا تھا اس لئے اس نے بے مروتی اختیار کی - گھوڑا دینے سے انکار کر دیا - اور وہاں ٹھہرنے کو جگہ نہ دی - بلکہ صاف صاف کہدیا کہ میں بوندی اور اندر گڈھ تمہاری وجہ سے دشمنوں کے ہاتھ میں نہیں دے سکتا - تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ - امید سنگھ کو یہ بے اعتنائی بہت ناگوار گذری وہ اسی وقت وہاں سے روانہ ہوا - جب کردین پہنچا تو وہاں کے رئیس نے بڑے تپاک سے استقبال کیا اور مراسم مہمانی ادا کر کے حسب مقدرت رعایت کی گھوڑا نذر کیا - اور وعدہ کیا کہ جب دن پھرینگے تو اپنی فوج سے اعانت بھی کرے گا یہ کہکر اس نے رام پورہ کا راستہ لیا جہاں غار ہائے ساحل چمبل کے ٹوٹے پھوٹے محلوں میں اس نے سکونت اختیار کر رکھی تھی +

درجن سال والی کوٹہ نے صرف اپنی ذاتی دلاوری سے ایشوری سنگھ اور اس کے معاون آپا سندھیا کو دار الریاست پر دست تصرف دراز نہ کرنے دیا تھا اس نے جان و دل سے امید سنگھ کی طرفداری کا بیڑا اٹھایا اس زمانہ میں ایک بھاٹ دربار کوٹہ میں نہایت صاحب اقتدار تھا فوج ریاست بھی اس کے تحت و نگرانی میں تھی - اس نے جب نوجوان ہاڑا کی بہادری کے کارنامے سنے تو اپنی نظم رزمیہ اور فوجی طاقت سے امید سنگھ کی کمک کے لئے تیار ہوا - اس نے ریاست کوٹہ کی کل فوج اپنے ساتھ لی اور امید سنگھ کے رفیقوں اور رشتہ داروں کی فوج سے ملکر بوندی کی ان دیواروں پر اپنا قبضہ جما لیا جو آئے دن کے حملوں سے خستہ و خراب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوگئی تھیں جس وقت قلعہ پر دھاوا ہوا کسی نمک حرام نے بھاٹ کو ایک ایسی ضرب شدید لگائی کہ وہ جانبر نہ رہ سکا۔ لیکن حملہ آور اس سے دل شکستہ نہ ہوئے۔ اور اس کے جسم کو چادر سے ڈھانپ کر ایسا راز پوشیدہ کیا کہ کسی کو اس واقعہ کی خبر نہ ہونے پائی اور حملہ جاری ہی نہ رہا بلکہ ہاڑا بڑھ بڑھ کر دھاوا کرتے ہی رہے۔ دلیل سنگھ اس وقت بوندی پر قابض تھا۔ اس کے ایسے اوسان خطا ہوئے۔ کہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ امید سنگھ کامیاب ہوا۔ اور اس نے اپنے باپ کی مسند کو رونق افروزی سے زینت بخشی ✦

دلیل سنگھ جان لئے ہوئے راجہ آمیر کی فوج میں پہنچا۔ راجہ نے کیشو داس کھیتری کو فوج کثیر کا افسر مقرر کر کے بوندی پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ امید سنگھ کو انتظام حفاظت کے لئے نہ کافی وقت ملا نہ ضروری سامان۔ جن دیواروں کو اس نے غیر معمولی بہادری سے قبضے میں کر لیا تھا وہ ہاتھ سے جاتی رہیں۔ دیوا بانگو کے ایک ایک برج پر دھوندھار کے پھریرے اڑنے لگے۔ لیکن اس وقت دلیل سنگھ کا خیال پلٹا اس نے بوندی کے قبضے کو اپنی بدنامی سمجھی اور راجہ آمیر سے کہدیا کہ اس کو ایسی گدی پر قدم رکھنا منظور نہیں جس سے خاص و عام میں اس کی روسیاہی ہو وہ ایک دفعہ کلنک کی بے عزتی سے سبق حاصل کر چکا ہے ✦

امید سنگھ کو پھر آوارہ گردی نصیب ہوئی۔ اس نے میواڑ اور مارواڑ سے اپنا معاملہ رجوع کیا اور اپنے حقوق لینے کے لئے اس نے کبھی سہل انگاری نہ کی یہاں تک کہ جب موقعہ ملا اس نے ریاست کے حاصل کرنے کی کوششوں میں معدودے چند آدمیوں کے ساتھ بھی دریغ نہ کیا اسی سعی و کوشش میں اتفاق سے اس کی نبو دیا میں رسائی ہوئی یہاں اس کی سوتیلی ماں قیام پذیر تھی۔ یہ رانی کچھواہہ قوم کی تھی بوندی میں اسی کی وجہ سے صورت انقلاب ظہور میں آئی۔ مگر آخر کار اپنی زندگی سے بیزار ہوگئی اور کف افسوس ملتی تھی کہ ہائے ناقص العقلی سے شوہر اور ذات خاص اور سسرال والوں کا مفت میں نقصان کیا اور کچھ مطلب نہ نکلا۔ رانی اپنی زندگی کو پانی پی پی کر کوستی تھی۔ اس کو دنیا پہاڑے کھاتی تھی اسی حالت میں امید سنگھ اس کا قدم بوس ہوا امید سنگھ تو تکلیفوں کا عادی ہو چکا تھا اور جس قدر مصائب سے زیادہ سامنا ہوتا تھا اس کا دل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شیر ہوتا جاتا تھا۔ رانی نے اس کی حق تلفی کے لئے ایک متبنے کر لیا تھا۔ مگر اس کی ہر لو پوری نہ ہوئی۔ جب امید سنگھ اس سے ملا تو اس کو نہایت ندامت کا سامنا ہوا۔ کچھ مصائب پر رحم آیا کچھ رنج ہوا۔ اور انہیں وجوہ سے اس نے امید سنگھ کی طرف داری کا تہیہ کر کے دکن کی راہ لی۔ دریائے نربدا اس زمانے میں ہاڑا قوم کے لئے دریائے اٹک کی طرح سد راہ تھا۔ جس وقت رانی وہاں پہنچی وہاں کے لوگوں نے ایک مینار کا کتبہ پڑھکر سنایا جس میں اس کے خاندانیوں کے لئے اس طرف گذرنے کی خاص ممانعت تھی۔ رانی نے اسی وقت وہ مینار کھدوا کر دریا میں پھنکوا دیا اور کہا جب توپ و تفنگ ساتھ نہیں تو ممانعت کیسی۔ اس کے بعد وہ ملہار راؤ ہلکر کے لشکر میں داخل ہوئی جے سنگھ ہندوستان کے زبردست اور صاحب اختیار راجوں میں تھا رانی اس کی بہن تھی اس نے اس چپقلشوں کی غارتگری کے عادی رئیس سے مدد مانگی اور درخواست کی کہ وہ آوارہ گرد امید سنگھ کو بوندی کی حکومت دلا دے +

ملہار راؤ شریف خاندان سے نہ تھا۔ لیکن اس کے مزاج میں امارت و ریاست کے تمام اوصاف موجود تھے۔ ملہار راؤ نے رانی کی درخواست قبول کی۔ اتفاق سے اس وقت ریاست آمیر کے خلاف میواڑ کی طرف سے ایک معاملہ پیش ہوا غرض یہ تھی کہ خاندان آمیر کی گدی اس کے بھتیجے مادھو سنگھ کو ملے۔ اس معاملے میں الجھن ہوئی تو رانا نے میواڑ نے ۴۰ لاکھ روپیہ دینے کے دعوے پر ملہار راؤ سے مدد طلب کی اور ایشری سنگھ کے اخراج اور مادھو سنگھ کی مسند آرائی کا انتظام زیر نظر ہوا +

بہرحال رانی ملہار راؤ کو جے پور میں لے آئی فوجوں کے دل امنڈے ایشری سنگھ کے ناجائز برتاؤ نے اس کے رفیقوں کا دل اس کی طرف سے پھاڑ دیا تھا۔ لہذا انہوں نے اس موقع پر ذاتی اغراض حاصل کرنے کے لئے بوندی اور میواڑ کا جنبہ کیا +

راجہ آمیر مرہٹوں کی فوج کشی کی خبر سن کر چونکا اور اس نے مقابلے کی تیاری کی لیکن ہلکاران ریاست نے فوج مخالف کی تعداد ایسی خفیف بیان کی کہ وہ زیادہ فوج نہ لے جا سکا۔ جب قلعہ بگرد کا محاصرہ ہوا تو اس کی آنکھیں کھلیں مگر مجبوری کی حالت میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا ہو سکتا تھا۔ مقتول دیوان کے جانشین کی فقرہ بازی سے اس کو یہ دن دیکھنا پڑا جسے وناں کا کبیشر یوں بیان کرتا ہے

جب ہی چھوڑا ایشری راج کرن کی آس
منتری موٹا مار یا کھتری کیشو داس

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ایشری سنگھ نے دیوان کیشو داس کو تہ تیغ کرایا تب سے حکمرانی کی امید جاتی رہی ٭

دیوان کیشو داس کے بیٹے ہرسہائی اور گورسہائی تھے۔ انہوں نے مرہٹہ فوج کی تعداد بہت کم بتائی اور تھوڑی سی فوج کے ساتھ راجہ آمیر کو میدان جنگ میں لے گئے۔ ایک لشکر عظیم کا مقابلہ کرنا حماقت سے خالی نہ تھا۔ اس لئے راجہ آمیر ایک جاگیر میں تلہ گیر ہوا۔ یہاں دس روز تک ایسا محاصرہ قائم رہا کہ اس کے حواس چھوٹ گئے اور عاجز ہو کر یہ عہدنامہ لکھدیا کہ

بوندی کا مالک امید سنگھ۔ دلیل سنگھ معزول۔ راجہ کو امید سنگھ کا راج تلک کرنے کا استحقاق ٭

محاصرین فوج کوٹہ کو لئے ہوئے بوندی میں وارد ہوئے۔ مسند آرائے بوندی کا اخراج ہوا۔ یہاں تلک کے جشن کی تیاریاں ہونے لگیں۔ آمیر میں ایشری سنگھ کے لئے چتا تیار کی گئی۔ ایشری سنگھ اس بے عزتی کو موت سے بدتر سمجھا۔ چنانچہ اس نے زہر کھا کر زندگی سے نجات حاصل کرلی۔ اور رب فتحمند کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ ایشری سنگھ کی موت سے بوندی کا ادھر جھنجٹ دور ہوا ادھر میواڑ کی گتھیاں سلجھ گئیں ٭

امید سنگھ کو ۱۴ برس جلاوطنی کی مصیبتیں اٹھانا پڑی تھیں سمت ۱۸۰۵ یعنی ۱۷۴۹ء میں قسمت سیدھی ہوئی امید برآئی اور موروثی گدی حاصل ہوئی۔ اسی زمانے میں ایک دعویدار گدی نے جعل و فریب کا جال پھیلایا۔ تنازعے پیش آئے مگر اس کو روئی کے ڈھیر کے سوا کچھ نہ ملا۔ بانی ریاست ہولکر ملہار راؤ امید سنگھ کا طرفدار تھا۔ رانی نے اسے بھائی کہکر پکارا تھا اور اس نے رانی کو بہن تسلیم کیا تھا۔ اس رشتے سے امید سنگھ اور ملہار راؤ سے ماموں بھانجے کا رشتہ قائم ہو گیا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس نے مظلوم کی حمایت میں ہتھیار نہ اٹھائے۔ کیونکہ اس کو واقفیت تھی کہ راجپوت جانبازی سے نہ چوکینگے۔ اس نے ماموں بھانجے کے رشتے کا نباہ کیا اور دریاے چمبل کے کنارے ایک شہر اور ضلع لیکر باضابطہ سند لے لی +

امید سنگھ کو چودہ سال کی آوارہ گردی کے معاوضے میں تاراگڈھ کا محفوظ و مستحکم قلعہ ہاتھ آیا۔ جو دلیل سنگھ نے تعمیر کیا تھا اور جس کی توپوں کی مار محلوں اور شہر پر پڑتی تھی۔ مادھو سنگھ نے مسند جے پور پر قدم رکھکر جے سنگھ مقتول ہی کی پیروی اختیار کی اور چاہا کہ سب چھوٹی ریاستیں اس کی ماتحت ہو جائیں اس خیال سے اس نے کوٹہ پر حملہ کیا امید سنگھ ریاست سے پھر خارج ہوا۔ کوئی کمک نہ پہنچ سکی۔ مگر خیران کو مدار المہامی مل گئی۔ بہتوں کی بے اعتباری ہوئی اکثروں کا کاروبار میں دخل نہ رہا +

مادھو سنگھ نے جب قلعہ رنتھمبور پر قبضہ پایا سب پر رعب حکومت جمانا شروع کیا یہ قلعہ راؤ سرجن سنگھ سے اکبر نے پایا تھا اسی زمانے سے اس کی تاریخی عظمت کو فروغ ہوا۔ علاقۂ اجمیر میں اس قلعے کو اول سرکار کہتے تھے اس کے محالوں کی تعداد تراسی تھی۔ جاگیر کلاں کا ایک محال بھی قبضے میں آیا جس کی ماتحتی میں کوٹہ اور بوندی کی ریاستیں ہی نہ تھیں۔ بلکہ شیوپور کا کل علاقہ اور بان گنگا کے تمام جنوبی علاقے بھی اس میں داخل تھے۔ یہ تمام سرزمین ریاست آمیر کے وسط میں واقع ہے اور اس میں شک نہیں محمود آباد واقع بنگالہ کو چھوڑ کر سلطنت کی کمزوری کے زمانے میں بھی رنتھمبور کی وسیع حکومت ایک شجاع اور مدبر سردار کی عالی دماغی سے غیروں کے ہاتھوں میں نہ جانے پائی۔ جب نہ رسد رہی نہ سامان جنگ تو سردار مذکور نے سوچا کہ اس پر مرہٹوں کا قبضہ اچھا نہیں۔ یہ اس پر متصرف ہوئے تو ہمیشہ کے لئے قلعہ ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اس لئے اس نے سوچا کہ کوئی راجپوت اس پر قابض ہو جائے اس نے پہلے راجہ بوندی سے درخواست کی لیکن اس نے اپنی طاقت کو اس بار کا متحمل نہ جانکر عذر کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قلعہ مذکور راجہ آمیر کے سپرد ہو گیا۔ کیونکہ راجہ بوندی کو اس ذریعہ سے اطاعت منظور نہ تھی اور نہ حاکم قلعہ اس کی حفاظت کا انتظام کرنے کی قابلیت رکھتا تھا +

جے پور کی اس طور پر چڑھ بنی وہ کوٹھری یعنی جاگیر ہاڑوتی کے خراج کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی حقدار بن بیٹھا اس بات کو پچاس برس گذر رہے ہیں لوگوں کے دل میں جوش ہے کہ اس بزرگی کے تسلیم کرنے کی کوئی وجہ نہیں مگر شکر ہے کہ اب ان باتوں کے تصفیہ کے لئے موقع مناسب آگیا ہے ٭

جے پور نے اس ذریعے سے کوٹہ بوندی پر اختیارات پائے اس کے حالات موجودہ زمانے کے امور راجپوت ظالم سنگھ کے سبب سے طشت از بام ہوئے ٭

درجن سال والی کوٹہ قوم ہاڑا کا ایک بہادر رئیس تھا اور راجہ آمیر کے قبضہ زنجیر سے اس کے حقوق کی توسیع ناگوار ہوئی - اس نے کہلا بھیجا کہ شاہی صوبہ داری کے حقوق راجہ آمیر کو مبارک لیکن ریاست کوٹہ میں اس کی مداخلت کارگر نہیں - ہو سکتی سمت ۱۸۱۷ مطابق ۱۷۶۰ء میں بتوارہ کی لڑائی نے اس امر کا قطعی فیصلہ کر دیا - راجہ آمیر کے اختیارات جاتے رہے اور اسی زمانے سے باوجود صغر سنی ظالم سنگھ کے عروج اقبال کی بنیاد پڑی - جس کو ریاست کوٹہ کی آزادی کا خیال دل نشیں تھا - گو یہ معاملہ کو لے گا ہے - مگر سچ تو یوں ہے کہ اس وقت بوندی کی فوج بھی کوٹہ کا ہاتھ بٹاتی تو وہ بھی اب تک جے پور کی خراج گذار نہ رہتی ٭

امید سنگھ پندرہ برس کی ملکی بدنظمی مٹانے اور انقلاب زمانہ کی بگاڑی ہوئی حالت درست کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنا چاہتا تھا - لیکن مرہٹوں کی طاقت اور لالچی طبیعت سے اس کے بنائے کچھ نہ بنی - اس نے انہی کی مدد سے ریاست پائی تھی وہ جانتا تھا کہ یہ ٹڈی کی طرح بھی آئینگے تو چلے جائینگے - لیکن وہ جہاں جاتے تھے جمود گاہو جاتے تھے - راجپوتوں کو بھی عادت پڑ گئی کہ جہاں باہمی مناقشہ ہوا انہیں کی مدد مانگی - ان کی مداخلت سے بوندی کا بہت نقصان رہا جس پر راجہ ہاڑا کف افسوس مل کر رہ جایا کرتا تھا مرہٹے دیوا بانگو پر قبضہ نہ پا سکتے اگر اس کی درازی عمر و دانائی اور بہادر فوج امور حکومت میں زیادہ بکار آمد ہوتی جس کی وجہ یہی تھی کہ قانون اور ضابطہ کافی نہ تھا ٭

امید سنگھ نے حکومت کے آٹھ سال بعد ایک شخص سے بدلہ لیا اس کا یہ فعل نہ خلاف تھا نہ خلاف شجاعت و عقلمندی مگر اس کی نیک نامی پر ضرور دھبہ لگایا جاتا ہے - امید سنگھ کا یہ فعل وہ تھا جو خواہ کیسا ہی خلاف سمجھا جائے مگر ہم کو اعتراف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے کہ اس کے سر قصور عائد نہیں ہوتا۔ اس کی جلاوطنی و آوارہ گردی کے زمانے میں جس جس شخص نے اس کے ساتھ بدسلوکی کی اس کا اس نے اپنے عہد حکومت میں خیال بھی نہ کیا۔ سب سے بڑھ کر رئیس اندر گڈھ کی بے اعتنائی کا معاملہ تھا۔ امید سنگھ دیلانہ کی لڑائی میں شکست کھا کر بھاگا تھا۔ اس رئیس نے غریب کو اپنی ریاست سے نکال باہر کیا۔ ایک گھوڑے کا بھی انتظام نہ کر دیا۔ دوسرا ہوتا تو ایسے بے اعتناؤں کی اچھی طرح خبر لیتا۔ لیکن یہ امید سنگھ کی دلی نیکی تھی کہ اس نے سب کو طرح دی اور گذشتہ باتیں گویا دل سے بھلا دیں۔ اس کے خلاف والی اندر گڈھ اس سے مخالفت پر آمادہ رہا۔ خدمتگذاری کا ذکر کیا۔ جب ہوتا امید سنگھ کی بدگوئی ہی کیا کرتا تھا۔ یہ شرم نہ تھی کہ کیسی کیسی بدسلوکیاں اس نے امید سنگھ کے ساتھ کیں اور اس نے اب تک چشم پوشی روا رکھی۔ اب ایک عرصہ دراز کے بعد ایک نیا معاملہ پیش آیا جب رئیس اندر گڈھ کی تازہ عداوت ظاہر ہوئی +

امید سنگھ کی ایک بہن تھی اس نے مادھو سنگھ والی جے پور کے پاس اس کی شادی کا ناریل بھیجا۔ اہل دربار و ارکان ریاست نے بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ رشتہ مہندی کو منظور کیا۔ دیو سنگھ والی اندر گڈھ اس وقت نامعلوم ملاقات کی غرض سے جے پور میں تھا۔ اس پیغام شادی کو سن کر اس نے امید سنگھ کی ہجو و مذمت کر کے راجہ آمیر کا ایسا دل پھیر دیا کہ ناریل واپس ہوا۔ اور پھر وہ شادی راجہ بجے سنگھ والی مارواڑ کے ساتھ قرار پائی۔ راجپوت ایسی بے عزتی کو نہیں بھول سکتے۔ ایسی بے حرمتی ان کو کبھی گوارا نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس کے بعد ہی امید سنگھ نے اپنے دل کا بخار نکال لیا اور دغا باز دیو سنگھ کو اپنی کرتوت کی سزا ملی +

کرور نامی مقام کے قریب بجے ستی ماتا کا ایک مندر ہے سمت ۱۸۱۳ مطابق ۱۷۵۶ء میں امید سنگھ وہاں پرستش کے لئے گیا۔ اس نے حکم نافذ کیا کہ سب رئیس و جاگیردار متعلقین کے ہمراہ ستی جی کے درشن کو آئیں دیو سنگھ والی اندر گڈھ بھی وہاں سے قریب ہی تھا اس نے آنے کا عزم ظاہر کیا تو اس نے ممانعت کی۔ لیکن وہ اپنے بیٹے اور پوتے کے ساتھ وہاں آ ہی پہنچا۔ امید سنگھ کو اس کی دغا بازیوں کا تعجب تھا۔ اس لئے دیو سنگھ اور اس کے ہمراہی تہ تیغ ہوئے اس کو منظور نہ تھا کہ اس کی لاش کا دعوا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چاروں طرف بدبو پھیلائے۔ اس لئے اس نے سب کی لاشیں دریا میں پھنکوا دیں اور اندر گڈھ کی جاگیر اپنے بھائی کو دے دی جو چار پشتوں سے جاگیردار حال کے قبضے میں ہے ٭

گذشتہ پندرہ سال کا زمانہ لڑائی جھگڑوں میں ہی گذرا تھا اس کو بالکل اور کاموں کے لئے فرصت نہ ملی تھی۔ جس سے اس نے حکومت زور بازو سے چھینی تھی۔ اس کی کاوشوں سے اس کو ہر وقت یہی فکر تھی کہ عوض لے اس نے عوض لیا اور یہ فعل اس کا قابل اعتراض نہ سمجھا گیا وہ بھی دیوسنگھ ایسے دغا باز کو قابل گردن زدنی سمجھ کر اس کے قتل کو جائز سمجھتا تھا۔ لیکن اس کی طبیعت میں فیاضی تھی دل بہادر اس لئے اس خونریزی کو اس نے ایک گناہ تصور کیا۔ حالانکہ مجرم کو سزا دینا گناہ میں داخل نہیں بلکہ

نکوئی با بدان کردن چنان است کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

اور قتل الموذی قبل ایذا کے مصداق ہے اس پر اس حرکت کا الزام عائد نہیں ہو سکتا تاہم اس کی نیک طینتی نے اس فعل کو پاپ سمجھا اور حکومت سے دست بردار ہو کر ہندوستان کے تمام تیرتھوں کے درشن کر کے عذاب قتل سے نجات سمجھی ٭

جو براج سمت ۱۸۲۷ مطابق ۱۷۷۱ء میں مسند نشین ہوا۔ اس کا نام اجیت سنگھ تھا راجہ امید سنگھ کی ترک حکومت کی وجہ سے اس کی مورت چتا پر جلائی گئی اجیت سنگھ کا بھدر کرایا گیا۔ رنواس میں کہرام مچا موتے کے سب مراسم ادا ہوئے یہی معلوم ہوتا تھا کہ سچ مچ امید سنگھ راہی ملک بقا ہوا۔ اور دسویں تیرھویں کے بعد اجیت سنگھ نے راج تلک کی خوشی منائی۔ ہاڑا قوم کو نئے راجہ کے جشن مسند آرائی منانے کا موقع ملا ٭

امید سنگھ اب اس نام سے مشہور نہ رہا۔ اس کا لقب سری جی ہوا اور اس نے اس وادی کوہ کے مقام مقدس میں سکونت اختیار کی جو سری کدارناتھ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اور جہاں راجہ پہار نے مرض لاعلاج سے صحت پائی تھی یہ بہادر جانثار تنہا نہ تھا اکثر اس کے رفیق اس کے ہمراہ کدارناتھ جی کے درشن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو آئے تھے۔ ان لوگوں نے برفستان ہمالیہ۔ کوہستان ہند اور ساحل سمندر کے درخت یہاں لگائے سری جی یعنی امید سنگھ خوش تھا کہ مخالف آب و ہوا اور ناموافق سرزمین میں یہ درخت اسی طرح سرسبز و شاداب ہوئے جس طرح اصلی قیام پر ان کی حالت رہتی تھی۔ جو لوگ یہاں کی سیر کریں اور دیکھیں کہ کس طرح عقلمندی اور حکمت سے زمین ان درختوں کی روئیدگی و سرسبزی کے قابل بنائی گئی ہے تو ضرور انگشت بدنداں ہو جائیں۔ تبت کے "انگور" ملاکا کے پودے نے (نیشکر) بوئے گئے تو خوب بار آور ہوئے دور دور کے ملکوں کی پیداوار کی تخم ریزی کی گئی تو سب کو قائل ہونا پڑا کہ واقعی طلسم کر دیا۔ کوہستان کی گرمی میں پیدا ہونے والے درخت برفستان میں سرسبز رہیں تو واقعی تعجب کی بات ہے۔

راجہ امید سنگھ نے دنیا کی بے فکری کے لئے حکومت سے ترک تعلق کیا تھا۔ اور ساتھ ہی عقبے کی فکر تھی۔ لیکن اس تیرتھ جاترا میں بھی اپنی راجگی کی شان اور بہادرانہ لباس قائم رکھنے کی ضرورت پڑی۔ وہ فضول خوشامدانہ روش کو ناپسند کرتا تھا اور اس کے مذہبی خیالات پر کسی کا خلاف اثر نہ پڑ سکتا تھا وہ اس حالت میں بھی اولوالعزم بلند ہمت اور صاحب حوصلہ تھا اور اس کی خاندانی روش اس کی رگ رگ میں پیوست تھی جس وقت وہ رشیوں منیوں اور تپسیوں کے درشن کو گیا اس نے اپنی شان ریاست دکھائی۔ اس نے تاریخوں کے مطالعہ سے یقین کر لیا تھا کہ راجگی انسان کے لئے گلے کی پھانسی ہے جو حکومت پر لات مار کر تارک الدنیا ہوا وہ سب بکھیڑوں سے آزاد ہو گیا۔ اس کے دل میں مذہبی عقیدت تھی اس کو اعتقاد تھا کہ

جت دیکھو تت رام مئی ہے

یعنی ایشر ایک جگہ محدود نہیں۔ اس لئے اس نے متھرا بندرابن میں کنیا جی کے پریم میں مگن ہو کر رہنے کو پسند کیا نہ سری گنگا جی ہی کی بھگتی پر کفایت کی بلکہ اس نے بڑے صدق دلی سے ان تمام مقدس تیرتھوں کی درشنوں کا بیڑا اٹھایا جو شاستر وغیرہ مذہبی پوتھیوں میں واجب التعظیم تسلیم کئے گئے ہیں اس نے ٹھان لی کہ زندگی بھر گوشہ گیری کے عوض تیرتھ جاترا ہی کرونگا۔ چونکہ اس جاترا میں لٹیروں اور بٹ ماروں کا خوف تھا۔ اس لئے اس نے جاتریوں کی وضع اختیار نہ کر کے سپاہیانہ لباس پہنا غرض یہ تھی کہ راستے میں اس کے ساتھی جاتری محفوظ رہیں۔ اس نے ایک روپئے کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جامے کے تلے زرہ پہنی۔ بندوق۔ برچھا۔ تلوار۔ ڈھال۔ خنجر۔ گرز۔ سانگر۔ تیر۔ ترکش۔ چکر بہت سے آلات جنگ جسم پر آراستہ کئے۔ ان کا وزن اس قدر تھا کہ اگر دو قوی الجثہ راجپوتوں کے بدن پر ہوتا تو ہل نہ سکتے۔ مگر ۷۰ برس کی عمر میں ان سب ہتیاروں کو ڈھال میں رکھ کر ہاتھ سے دیر تک اٹھائے رہتا تھا۔ اور معلوم نہ ہوتا تھا کہ کچھ کسل ہوا بھی ہے یا نہیں +

کئی سال تک اس نے تیرتھ جاترا میں بسر کی۔ اس کے ساتھ معدودے چند بہادر ہم قوم تھے۔ گنگوتری سے رامیشر۔ مولوج اُڑلیسہ سے دوارکا تک کوئی تیرتھ درشنوں سے نہ بچا۔ اس نے تیرتھ ہی نہیں کئے بلکہ بہت کچھ علمی معلومات بہم پہنچائی اور ہر مقام کے عجائبات کی سیر کی۔ اس تیرتھ جاترا کے بعد جب وہ اپنے ملک موروثی میں واپس آتا تھا تو اس کی رشیوں منیوں کی طرح قدر کی جاتی تھی۔ یہی نہیں بلکہ راجپوتانہ کے راجے مہاراجے بھی اس کی رونق افروزی کو اپنے لئے باعث برکت سمجھتے تھے۔ جس طرف سے وہ گذر جاتا تھا۔ یا جہاں کہیں قیام کر لیتا تھا وہاں کے لوگ جانتے تھے کہ کوئی دیوتا یا رشی بنی آگیا۔ ہر شخص مشتاق رہتا تھا کہ سری جی یعنی امید سنگھ کی زبان سے وہ حالات سنوں جو اس کی نظر سے تیرتھ جاترا کے زمانے میں گزرے۔ سری جی راج رشی کی حیثیت میں جو کچھ حالات بیان کر دیتا تھا۔ اس کے سب لوگ معتقد اور قائل ہو جاتے تھے۔ جس بات کی وہ تلقین کرتا تھا اس پر شاستر کے احکام کی طرح عملدرآمد ہوتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی جو چیزیں باقی رہ گئیں ان کی ابتک عزت کے ساتھ پرستش ہوتی ہے +

امید سنگھ کی آخری جاترا سرحد ہند کے ادھر دریائے سندھ سے سری ہنگلاج تک ہوئی۔ یہاں وہ دوارکا جی کی جاترا سے آرہا تھا کہ کاپا قوم کے قزاق گروہ نے اس پر حملہ کیا۔ اس کو کچھ تو دھرم کا بھروسا تھا۔ کچھ تجربہ جنگ آزمائی۔ حملہ آوروں کے حملے سے صاف بچ ہی نکلا۔ بلکہ قزاقوں کے سرگروہ کو بھی گرفتار کر لیا۔ اس سرگروہ نے راج رشی امید سنگھ سے بہت کچھ عذر خواہی کی۔ اور رہائی کی درخواست کر کے حلف اٹھائی کہ آئندہ سے دوارکا جی کے جاتری کو جو لوٹے وہ گناہگار +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے بعد امید سنگھ کی تیرتھ جاترا کا سلسلہ ختم ہوا۔ اس کے فرزند کی وفات نے اس کو مجبور کیا کہ پوتے کی تعلیم و تربیت کے لئے اپنی ریاست میں قیام پذیر ہو۔ یہ واقعہ میواڑ اور ہاڑوتی کی سرحدی تاریخ کا اس واسطے قابل ذکر ہے کہ اس سے اس پیشینگوئی کی تصدیق ہوتی ہے جو بابا دودا کی ستی نے سیکڑوں برس قبل سب کے گوش گزار کی تھی۔ یعنی راؤ اور رانا جب اسٹرا کے موقع پر یکجا ہوں گے تو ضرور خونریزی ہوگی چنانچہ تین معرکے تو گزر چکے۔ اب اسی بنا پر چوتھا واقعہ پیش آیا۔

بلیٹھا ایک موضع ہے جس کے آم مشہور ہیں۔ یہاں مینا قوم کی آبادی زیادہ نہیں۔ راجہ بوندی نے آموں کی حفاظت یا کسی اور خیال سے وہاں ایک گڑھی تعمیر کر کے کچھ محافظ متعین کر دیئے کہ لوٹ مار نہ ہو سکے۔ مارواڑ کے رئیسوں کو یہ امر ناگوار ہوا۔ ان کی شکایت پر رانا بہ نفس نفیس سندھی تنخواہ دار فوج کے ساتھ اس مقام پر آ گیا۔ اور وہیں اجیت سنگھ کو بلایا۔ اجیت سنگھ فوراً ہی ملاقی ہوا۔ اس کے اخلاق سے رانا کو ایسی خوشی حاصل ہوئی کہ باغات انبہ کے تنازعہ کا معاملہ گاؤ خورد ہو گیا۔ پھاگن کا مہینہ اور ہولی کا زمانہ تھا۔ اس موقعہ پر راجپوت لوگ دیوی کو ایک سور چڑھاتے ہیں۔

اجیت سنگھ نے رانا کی مہماں نوازی کے لئے اسے اہیڑا یعنی شکار کے لئے مدعو کیا۔ رانا بوندی کے رمنے یعنی شکارگاہ میں گیا۔ پگڑیاں اور رومال بانٹے اور ناتھا میں سیر و شکار کی ٹھہر گئی۔

تارک الدنیا راجا اسی زمانہ میں بدری ناتھ کے درشن سے لوٹ آیا جس وقت اس نے شکار کا معاملہ سنا بیٹے سے کہلا بھیجا کہ ستی جی کے بردان پر اعتقاد رکھ کر شغل شکار کو موقوف کرے۔ مگر اس کے دماغ میں کچھ اور سمائی تھی مزاج میں تیزی تھی اس بات کو ضعیف الاعتقادی اور نامردی پر محمول کر کے باپ کو دو ٹوک جواب دیا۔ صبح کو رانا اور نوجوان اجیت سنگھ دونوں شکارگاہ میں جانے والے تھے دونوں طرف سے برتاؤ ایسے دوستانہ تھے کہ سبحان اللہ۔ مگر رات کو میواڑ کے ایک ملازم نے راؤ کو پیغام سنایا کہ موضع بلیٹھا سے اپنی حکومت اٹھا لے۔ نہیں تو سندھی فوج اسے قید کر کے سرتابی کا مزہ چکھائے گی۔ اس نالائق نے اور تو اور یہ بھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہہ دیا کہ جو رانا نے کہا ہے وہی حرف بحرف کہتا ہوں۔ اب آپ جانئے اور آپ کا کام صبح سے شکار شروع ہوا مگر راؤ اجیت سنگھ کا دل تاؤ کھا کھا کر رہتا تھا۔ آخر دل میں ٹھان لی کہ رانا سے عوض لینا ضرور ہے۔ چنانچہ وہ شکار سے واپس آیا۔ رانا نے بڑے تپاک اور عزت کے ساتھ اسے رخصت کرکے کہا کہ انشاء اللہ پھر ہم اب جلدی ملیں گے رانا کی طرز تقریر کچھ ایسی محبتانہ و دوستانہ تھی کہ اجیت سنگھ سر جھکائے ہوئے رخصت ہوا۔ لیکن کچھ دور جاکر نہ جانے کیا سوجھا کہ پھر پلٹ پڑا۔ رانا نے پھر بھی معمولی اخلاق سے رخصت کیا۔ لیکن تیسری مرتبہ پھر غیرت کے مارے اس کے قدم نہ اُٹھے اور پلٹ پڑا۔ برچھا ہاتھ میں تھا۔ اس زور سے رانا پر وار کیا کہ گھوڑے کی گردن تک چھد گئی۔ رانا زخمی ہو گیا تو اس کی زبان سے اس مضمون کے الفاظ نکلے۔ ادھاڑا تم سے یہ امید نہ تھی۔ اندر گڈھ کا رئیس دغاباز تھا اسی کے خون سے بھری ہوئی تلوار مجھے مارنا نہ تھی +

راؤ اجیت سنگھ رانا کے قتل کو فتحمندی کے سرخاب کا پر سمجھتا تھا۔ چتر سوج کا جھنڈا تمام راجگی کے نشان بوندی کے محلوں میں ڈھیر کر دیئے مگر جب امید سنگھ تارک الدنیا راجہ نے اس معاملہ کی خبر سنی تو اس نے سر دے مارا۔ کہ بس غضب ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے دیر تک آنسو نکلتے رہے۔ اس کو اس بیہودگی کی خود ندامت ہوئی اور اس نے قسم کھالی کہ مرتے دم تک بیٹے کا منہ نہ دیکھوں گا +

میواڑ کے راجہ مقتول کی آخری خاطر و مدارات کے واقعات مختلف طور پر بیان کئے گئے ہیں جن میں سے ہم اس کے دشمن کی تاریخ کا کسی قدر اقتباس اس مقام پر لکھنا موزوں سمجھتے ہیں +

رانا اور راجا بوندی باہم ہمزلف (ہمدامن) تھے۔ دونوں کے ساتھ راجہ کشن گڈھ کی راجکماریاں منسوب تھیں۔ رانا کی رانی نے ہوشیار کر دیا تھا کہ راجہ بوندی ہمزلف ہے تو کیا مگر بیخبری لازم نہیں مگر رانا کو اس رشتہ مندی کی وجہ سے جوش بے تکلفی تھا۔ قبل میں وہ راجہ بلا کسی کدورت ظاہری کے قتل ہو چکے تھے۔ لیکن اس کا غبار باقی رہا تھا۔ اس روز میواڑ کے ایک رکن نے راجہ اور رانا کا دعوت میں مدعو کیا۔ راجہ بوندی معہ کارپردازان ریاست شریک دعوت ہوا۔ تپاک اور سخاوت کی کچھ حد نہ تھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن بعد میں جو بے لطفی ہوئی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رؤسائے میواڑ نے اپنے ستم شعار والی ملک کی ناراضی کا اس وقت عوض لیا۔ جس رئیس نے دعوت کی اس نے کچھ بدزبانی کی۔ راؤ بوندی ترش کلامی کو برداشت نہ کر سکا اس نے رانا پر برچھی کا وار کیا۔ سب رئیس چل دیئے۔ ایک خدمتگار کے سوا کسی نے حق نمک ادا کرنے کے لئے رانا کی جان نہ بچائی۔ میواڑ کی فوج بھی اس طرح جان لے کر بھاگی گویا کوئی فرشتۂ اجل سر پر آگیا۔ راجہ کا کام تمام ہو گیا۔ مگر کسی نے منہ پھیر کر نہ دیکھا کہ مالک کی جان پر کیا گذری +

اس وقت رانا کی پاتر جی یعنی واشتہ کسی موجود تھی۔ اس نے نہایت عالیشان چتا تیار کر کے جس وقت ستی ہونے لگی۔ کہا کہ اگر کسی پرانی عداوت کا عوض لیا گیا ہے تو خیر ورنہ صرف فریب سے رانا قتل کیا ہے تو دو مہینے میں راؤ بوندی کو ایشر کی طرف سے سزا ملے +

یہ کہہ کر اس نے اس درخت کو گواہ بنایا جس کے نیچے وہ چتا پر بیٹھی ہوئی تھی اس کی زبان سے بددعا نکلی ہی تھی کہ یکایک درخت مذکور کی ایک شاخ تنے سے جدا ہو کر چتا پر آرہی۔ اور سب کو یقین دلایا کہ وہ ستی کے قول کی شاہد ہے۔ ادھر شاخ گری ادھر چتا کے شعلے بھڑکے۔ موضع بیلٹھا میں رانا اور اس کی ستی کی خاک نے آسمان پر دھواں چھا دیا۔ اور زمین پر سفید راکھ بچھا دی +

دہی مہینے میں ستی کی بددعا نے اثر کیا۔ ایشر نے رانا کے قاتل کو سخت سزا دی۔ اتنے ہی دنوں میں اس کا گوشت جسم سے کٹ کٹ کر گر گیا۔ صرف ہڈیوں کا ڈھانچا رہ گیا۔ اور اسی دردناک حالت میں ملک الموت نے اس کی جان لی گو اس معاملہ میں راؤ بوندی دغابازی اور خونریزی کا ملزم ہوا لیکن دراصل اس کے محرک رئیسان دکار پردازان میواڑ ہی تھے +

اجیت سنگھ نے اپنے باپ جسونت سنگھ کی گدی عالم صغیر سنی میں پائی۔ سری جی رامید سنگھ نے اسوقت مناسب سمجھا کہ معقول انتظام کیا جاوے۔ اس نے بذات خاص تمام انتظام ٹھیک ٹھاک کر دیئے اور ایک لائق و فائق دانا بھائی کو منصرم کار و بار مقرر کر کے پھر تیرتھ جاترا اختیار کی۔ چار چار سال تک وہ تیرتھ برت ہی میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مصروف رہتا تھا اور پھر جب آتا تو چند روزہ قیام کے بعد پھر اسی قدر عرصہ تک مقامات متبرکہ کے درشن کرتا تھا۔ جب زندگی کے ایام قریب الاختتام ہوئے تو اس نے دنیا کی طرف سے پورے طور پر منہ موڑ لیا اور کدار ناتھ جی ہی کے چرنوں کو زندگی سونپ دی۔

راجپوت جہاں عقلمند نہیں وہاں ان کا مزاج بھی ٹھیک نہیں رہتا۔ سری جی یعنی امید سنگھ آفتاب لب بام اور چراغ سحری ہو رہا تھا۔ اس نے دنیا چھوڑ دی تھی۔ مگر مدبری کے لحاظ سے اس نے چاہا تھا کہ اس کے ترک کردہ راج کو رونق کے سوا نقصان نہ پہنچے۔ خود مطلب اور شریر النفس لوگ ہمیشہ ہر دیار میں پھوٹ ڈالتے۔ اور اپنی اغراض پوری کرنے کے لئے ناخن سے گوشت چھڑاتے رہتے ہیں۔ اجیت سنگھ کے وقت میں بھی یہی بات پیش آئی۔ مفتریوں اور متفنیوں کو منظور تھا کہ کوئی عقلمند اور ذی ہوش ان سے زیادہ بارسوخ نہ رہے۔ چنانچہ اور تو اور انہوں نے وہ پٹی پڑھائی۔ ایسی اُلٹی سمجھائی کہ اجیت سنگھ نے سری جی اپنے دادا کو بوندی میں آنے کی ممانعت کر دی اور کہلا بھیجا کہ سری کاشی جی میں قیام کر کے مٹھائی بھوجن کیا کرے۔ جس وقت یہ پیغام پہنچا۔ سری جی امید سنگھ نواشہر میں وارد ہو چکا تھا۔ قاصد نے کہا کہ آپ کی خاک بزرگوں کی خاک کے پاس نہ رہے گی۔ بوندی میں اس کی طرف سے یہ خیال تھے۔ لیکن قرب وجوار کے راجوں مہاراجوں کی نظر میں اس کی ایسی وقعت تھی اور اس کے عالم جوانی کی بہادری کا دلوں پر ایسا سکہ بیٹھا تھا کہ پرتاب سنگھ راجہ امیر سے نہ رہا گیا۔ اس نے ایک مؤدبانہ خط لکھا جو بیٹا اپنے باپ کو اور ادنےٰ خادم اپنے آقائے نامدار کو بھی نہ لکھتا۔ اس نے درشن کی بڑے اشتیاق سے التجا کی۔ اور اپنی دار الریاست میں بڑی بھگتی اور پریم سے طلب کیا۔ یہ درخواست صرف راجہ ہی کی طرف سے نہ تھی بلکہ کل کچھواہہ قوم کی طرف سے۔ سری جی نے درخواست تو منظور کی مگر تعظیم و تکریم کے الفاظ پر اعتراض کیا۔

جس وقت سری جی امید سنگھ استدعا قبول کر کے رونق افروز ریاست ہوئے ان کی رشیوں منیوں کی طرح تعظیم و تکریم ہوئی۔ راجہ امیر نے درخواست کی۔ کہ اگر حکومت کی کچھ بھی ہوس ہے تو میں بوندی اور کوٹہ کی گدی ابھی دلا سکتا ہوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فوج کی سرگروہی خود کروں گا۔ لیکن سری جی کو تیرتھ برت سے کچھ اور ہی مزہ حاصل ہو چکا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تخت حکومت پر لات مار چکا کیا کوٹہ اور کیا بوندی دونوں میرے ہی قبضہ میں ہیں ایک جگہ بھتیجا حاکم ہے تو دوسری جگہ پوتا۔ اب اور ہوس کی کیا ضرورت +

ظالم سنگھ کو خبر معلوم ہوئی تو اس نے دادے پوتوں میں اصلاح کی کوشش کی اس نے بوندی میں جا کر بشن سنگھ کے بگڑے خیالات درست کئے اور سمجھایا کہ جس بہادر نے عین جوانی میں ریاست چھوڑ دی۔ اس کو اب دنیوی طمع کہاں۔ اس قسم کی فہمائشوں سے اجیت سنگھ کا دماغ ٹھیک ہوا۔ اس نے پنڈت لالہ جی کو بھیج کر اپنے دادا سری جی کو طلب کیا۔ جس وقت ملاقات ہوئی کچھ ایسا ربط و اتحاد کا برتاؤ ہوا کہ جتنے حاضرین تھے سب بے اختیار رو پڑے۔ امید سنگھ نے اپنی کمر کی تلوار ہاتھ میں دیکھ کر کہا کہ لخت جگر کے لخت جگر تمہیں میری طرف سے بدظنی ہے تو تلوار حاضر ہے لیکن نالائقوں کے کہنے پر اعتبار نہ کرو۔ اجیت سنگھ ابھی نوجوان تھا۔ شریر لوگ اسے بیوقوف بنائے ہوئے تھے جس وقت کہن سال امید سنگھ نے اپنی تلوار اس کے ہاتھ میں تھما دی یہ بیساختہ رو پڑا۔ بہت دیر تک معذرت کی۔ لالہ پنڈت اور ظالم سنگھ دونوں خوش تھے کہ بدمعاشوں کی دال گلنا بند ہوئی۔ راجہ اجیت سنگھ کو ہوش آ گیا کہ موذی یونہی بندشیں باندھتے رہتے ہیں۔ ان کی باتوں کا اعتبار نہیں +

راجہ بوندی نے سری جی سے بہت کہا کہ محلات بوندی میں فروکش ہوں مگر انہوں نے قطعی انکار کیا۔ آٹھ برس سری جی کی اور حیات رہی۔ جب آخری وقت آیا تو راجہ اجیت سنگھ نے بہت منت سماجت سے درخواست کی کہ شہر کے اندر بزرگوں کی خاک کے پاس دم توڑیئے۔ امید سنگھ نے اس وقت درخواست قبول کی سیکھپال رنواس میں لایا گیا سمت ۱۸۶۰ یعنی ۱۸۰۴ء میں اس راج رشی نے اچھی عمر پا کر ۱۴ برس مصائب اٹھا کر عہد حکومت میں بہادری کا سکہ بٹھا کر تیرتھ جاترا میں عمر گنوا کر اور اپنی خاندانی حکومت کا نام چمکا کر سرگ کا راستہ لیا۔ اس رئیس کی موت سے انسانی دنیا کا ایک آفتاب غروب ہو گیا۔ قوم ہاڑا کی سیہ بختی نے پورنماشی کے چندرماں کو بدلی میں چھپا دیا +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ وہ وقت تھا جب سیزدہ[۱۳] سالہ امید سنگھ کے فتح بٹن اور کہان تولی کو ساٹھ برس گذر چکے تھے! امید سنگھ کا نام بڑی عزت سے قوم ہاڑا میں لیا جاتا ہے اگر اندرگڈھ والا معاملہ پیش نہ آتا تو اس کی سوانح عمری میں کوئی بات قابل حرف گیری نہ ہوتی۔ ولایت یورپ اور یہاں کے خیالات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ راجپوت چاہے جتنی نیکی کریں اس کے لئے کچھ روک نہیں۔ ہاں جرم ذرا بھی ہو جائے تو بدنامی کے طومار لے لیجئے ہندوستان میں نیکیاں ہی سراہی جاتی ہیں۔ کوئی خراب حرکت سرزد ہو جائے یا ایسا فعل ہو تو اس کو ہندو لوگ شدنی یعنی ہونہار پر حمل کرتے یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ ایشر کی مرضی یونہی تھی ✤

سری جی کی وفات کا زمانہ انتظام ملکی کے لئے یادگار ہے۔ ہولکر راجپوتوں کے دشمن کا بوندی پر دانت لگا ہوا تھا۔ اب یہ معلوم نہیں کہ راجہ سری جی عرف امید سنگھ ہی کی حکمت عملی تھی یا اور کسی مدبر کی مدبری کہ انگریزوں کے قدم ہاڑوتی میں آئے گورنمنٹ انگریزی کا بوندی کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ اس کے شجاعوں کی جانبازی کے مقابلہ میں کچھ وزن نہیں رکھتا۔ جس وقت انگریزی فوج داخل ہوئی اور فتح کے جھنڈے گھڑے کئے اس وقت کی رفاقت تو درکنار۔ بلکہ جب شکست یافتہ فوجیں بھاگی تھیں اس وقت بھی بوندی نے راستہ ہی نہیں دیا بلکہ فوجی کمک سے بھی اعانت کی اپنے نیک و بد کا مطلق لحاظ نہ کیا۔ اس خدمت لائقہ کا جو معاوضہ عطا کیا گیا وہ حساب دوستاں در دل کے مصداق ہو گیا۔ ۱۸۱۷ء میں جب راجپوتوں کے اجتماع لشکر کا حکم ہوا۔ اور غارتگروں کی سرکوبی عمل میں آئی تو بوندی کے فوجی جھنڈے مرہٹہ حملہ آوروں کے جھنڈے کے سامنے زیر دیوار نصب ہو گئے۔ اس زمانہ میں ہلکر خراج لیتا تھا اس کی حفاظت اس کے اختیار میں نہ تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ۱۸۰۴ء میں انگریز بوندی کے راؤ کے معاملات سے دست کش ہو گئے تھے ✤

۱۸۱۷ء کی لڑائی میں والی بوندی بالکل ہماری ہی مرضی پر چلا۔ اس کی سپاہ اور وہ خود انگریزوں کی مدد پر تلا ہوا تھا۔ جب ہر طرف ہماری فتح ہونے لگی تو ہم نے وہ علاقے فتح کر کے راجہ بوندی کو دیدیئے۔ جو پچاس پچاس برس سے ہلکر کے قبضے میں چلے آتے تھے اور عہد نامہ میں تحریر کر دیا کہ سیند ھیا کے مقبوضہ علاقے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس شرط پر بوندی کو عطا کر دیئے جائیں کہ بوندی دس سال کی آمدنی کی اوسط سے ایک رقم داخل کیا کرے۔ راجہ بوندی ان عنایتوں کا نہایت شکر گذار ہوا۔ کہ بولا۔ انگریزوں پر وقت ضرورت اور تو کیا سر تک تصدق کرنے میں دریغ نہ ہوگا یہ اظہار اتحاد زبانی جمع خرچ نہ تھا۔ اگر کوئی موقعہ پیش ہوتا تو راجہ بوندی اور اس کے جانثار جان لڑائے بغیر نہ رہتے۔ راجہ بوندی کے ساتھ جس قدر مراعات کی گئیں گو وہ بہت نہ تھیں۔ مگر اس کے لئے یہ کافی معاوضہ نہ تھا۔ کوٹہ کے راجہ صاحب ضعیف العمر تھے۔ انہوں نے بھی سرکار انگریزی کی اطاعت قبول کی جس کے صلے میں ان کو ریاست بوندی سے اندر گڈھ۔ ہلون۔ انتردیہہ۔ اور کھاتولی کی جاگیریں دی گئیں۔

بوندی کا راؤ راجہ بہت سیف زبان بہادر اور صاف گو تھا۔ اس نے بڑی بیباکی سے اعتراض کیا کہ یہ بازو توڑنے کی کارروائی چہ معنی دارد۔ امور ملکداری مقدم ہیں مگر انصاف نہ ہو تو لطف ہی کیا۔ مانا کہ سرکار انگریزی نے رعایت ملحوظ رکھی مگر ریاست بوندی نے بھی وہ کام کئے ہیں کہ اسی کا دل جانتا ہوگا جن ریاستوں نے ایذا رسانی کی ان کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا یعنی جیسا بوندی کے ساتھ جس نے ہر معاملہ میں سرکار انگریزی کا پلہ بھاری رکھنے کے لئے خاموشی اختیار کی۔ اس معاہدہ و اتحاد کے بعد بوندی کا راجہ چار سال کے بعد عارضہ ہیضہ سے رہگرائے عالم جاودانی ہوا۔ اس عارضے سے اس کو جو تکلیف ہوئی وہ ناقابل برداشت تھی۔ مگر وہ مستقل مزاج رہا طبیعت پر کچھ بھی آثار پریشانی نہ تھے۔ عالم ہوش و حواس میں اس نے رانیوں کو ستی ہونے کی ممانعت کی اور اپنی عین حیات میں بیٹے کو گدی پر بٹھا کر انگریزی ایجنٹ کو سونپا۔ اور خود جوانی میں ملک عدم کی راہ لی۔

بشن سنگھ بڑا ایماندار اور اصل راجپوت تھا۔ صورت گو قابل تعریف نہ تھی۔ لیکن اس کی طبیعت نہایت ہی نیک تھی اور دل بہت ہی قوی تھا۔ عقل میں کچھ بھی خامی نہ تھی وہ نشیب و فراز اور نفع و نقصان کو خوب سمجھتا تھا۔ جب مرہٹوں نے اس کے بہت سے علاقے چھین لئے اور اس کی آمدنی گھٹ گئی۔ تب بھی اس نے وہ انتظام آسائش رکھا کہ گویا کچھ نقصان ہی نہیں ہوا۔ اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو شکار سے یہاں تک رغبت اور دلچسپی تھی کہ شیر کے جنگلوں سے بغیر شیروں کا شکار کئے گھر میں نہ واپس آتا تھا۔ کم سے کم سو جنگلی نر اُس کے ہاتھ سے مرے ہونگے۔ چھوٹے چھوٹے شیروں اور بنڈیلوں کی تو گنتی ہی نہیں جو اُس کی برچھی کا شکار ہوا۔ یہ شغل شکار نہایت خطرناک تھا۔ اس میں جانبازی اور تندہی کی نہایت ہی ضرورت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ موقع شکار پر ایک ٹانگ ایسی ٹوٹی کہ پھر درست نہ ہوئی۔ وہ ایک تو یوں ہی پست قامت تھا۔ مگر ٹانگ ٹوٹنے کی وجہ سے وہ اور بھی کوتاہ تر معلوم ہونے لگا۔ گھوڑے کی سواری کے وقت اس کے رعب و داب کی کیفیت کچھ اور ہی تھی اور جس وقت ہتھیار ہاتھ میں لیتا تھا تو وہی بہادری نمایاں ہوتی تھی جو اس کے اجداد نے جہانگیر وغیرہ کی سلطنت میں ظاہر کی تھی۔ اُس نے رعایا پر اپنا ایسا رعب غالب کر رکھا تھا کہ سب تھر تھر کانپتے تھے اور ڈرتے تھے کہ قہر نازل نہ ہو جائے ارکان ریاست پر اُس کا خاص کوڑا رہتا تھا مجال کیا کہ کوئی انکار کسی قسم کی خلاف ورزی کر سکے۔ دیوان کا مرتبہ ظاہر ہے اس کے تعلق وہ خزانہ تھا۔ جس میں سو روپیہ روزانہ تو ضرور جمع کی جاتی تھی۔ راجہ کا حکم تھا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو یہ رقم ضرور روزمرہ خزانہ میں جمع ہو۔ اگر دیوان کوئی عذر پیش کرتا تھا تو راجہ کی طرف سے حکم ہوتا تھا کہ اندر جیت خبر لے گا۔ قبل کے تاجداروں کے یہاں کارپردازوں کی تنبیہ کے لئے ایک سونٹا رہا کرتا تھا۔ بشن سنگھ نے ایک بانس میں بڑا بھاری جوتا لٹکایا اور اُس کا نام اندر جیت رکھا اور اسی اندر جیت نامی جوتے سے کارپردازان ریاست کی حجامت بنا دی جایا کرتی تھی۔ اور ریاستوں کی طرح ارکان ریاست کا اختیار بہت کم ہے۔ یہاں صرف چار رکن حکومت ہیں۔ دیوان۔ فوجدار یا قلعدار۔ بخشی رسال یعنی میر منشی۔

اس ریاست کو جے پور کی طرح شاہان مغلیہ وغیرہ سے بہت سابقہ رہا اس لئے یہاں کے عہدے بھی دربار شاہی کی طرح مقرر ہیں۔

پردھان۔ دیوان یا مصاحب جسے مدار المہام سلطنت کے اختیارات حاصل ہیں۔ ملکی و مالی انتظامات کا ذمہ وار یہی ہے۔ فوجدار راجپوت نہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوتا صرف دو بھائی کو یہ منصب حاصل ہوتا ہے جس کو ڈیوڑھی کے اندر باہر جانے کا مجاز ہوتا ہے۔ یہ قلعہ کا حاکم بھی ہوتا ہے اور حاکم فوج بھی۔ فوج کی تنخواہ کے لئے اس کو علاقہ دیا جاتا ہے جس کا انتظام اسی کے سپرد ہوتا ہے۔ بخشی دفتر حساب کا حاکم ہوتا ہے اور رسالہ مصارف، خانگی کا منتظم۔ راجہ بشن سنگھ نے اپنی آمدنی کا حیرت انگیز انتظام کیا تھا آمدنی خزانہ میں جمع نہ ہوتی تھی بلکہ دیوان یعنے پردھان کے انتظام سے تجارت میں لگائی جاتی تھی اور اس رقم کا جو منافع ہوتا تھا اُس میں راجہ کا ایک بڑی حصہ تھا۔ فاضلات کی فہرست میں پندرہ فیصدی نفع کے درج ہوتے تھے تو پردھان تیس روپیہ کی رقم دکھا کر عملہ والوں میں تقسیم کر لیتا تھا یا رقم کے عوض اجناس لے لیا کرتا تھا اور اپنے مجوزہ نرخ سے سب کو دیا کرتا تھا اس امر کی شکایت اس واسطے نہ ہوتی تھی کہ لوگوں کو ضرورت کے وقت ضروریات کی چیزیں مل جایا کرتی تھیں۔ تاہم سب لوگ پردھان کو کوستے تھے کہ کس سے سابقہ پڑا +

بشن سنگھ نے دو بیٹے چھوڑے۔ راؤ راجہ رام سنگھ جس کی عمر اس وقت گیارہ برس کی تھی اور جس کو اگست ۱۸۲۱ء میں گدی مل چکی۔ مہاراجہ گوپال سنگھ بڑے بھائی سے کئی مہینے چھوٹا ہے۔ دونو صاحب اقبال اور صاحب نصیب۔ رام سنگھ کو بزرگوں کی طرح شکار کا از حد شوق ہے۔ کمسنی میں ایک شیر کا شکار کر کے اہلکاران ریاست اور مجھ سے (یعنی مؤلف ٹاڈ راجستان سے) بھی نذر لی۔ اس کی تلوار سن کے لحاظ سے چھوٹی تھی۔ بھیڑیاں بکریاں اب تک اُسی سے ذبح کی جاتی ہیں۔ اس کی ماں راجہ کشن گڑھ کی بیٹی ریاست کی منتظم اور نہایت ہی لائق وفائق اور پاک طینت ہے اُس کی یہی آرزو رہتی ہے کہ میرا بیٹا اپنے بزرگوں سے زیادہ لائق ہو اور سرکار انگریزی کے سایۂ عاطفت میں وہی عروج پائے جو اسلاف نامور نے اپنے دست و بازو سے حاصل کیا تھا۔ اگر ریاست بوندی کو ترقی دی گئی تو انگریز دل کو وہ زبردست بازو حاصل ہوگا۔ جس کی اب تک، ہماری فوج کو ضرورت ہے۔ ہاڑا قوم ہمارے واسطے جان و مال کسی طرح سے دریغ نہ کریگی اور وہی خدمات لائقہ انجام دیگی جو اور شاہان سلف کے زمانہ میں اُن کی ناموری کا باعث ہوئی ہیں۔ ہم صدق دل سے چاہتے ہیں کہ قوم ہاڑا ترقی کرے اور پھولے پھلے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۸

کوٹہ اور بوندی کی علیحدگی۔ کوٹیا بھیل۔ مادھو سنگھ کی پہلے پہل کوٹہ میں راجگی۔ جاگیروں کی تقسیم۔ مادھوجی۔ راجہ مکند سنگھ شاہی وفاداری و جانبازی۔ چار بھائیوں کے ساتھ اظہار شجاعت۔ کشور سنگھ کے سوا سب کا قتل۔ چھوٹے بھائی کشور سنگھ کی حکومت ارکاٹ میں قتل۔ رام سنگھ کی مسند آرائی۔ جاجو کی لڑائی میں اختتام زندگی۔ بھیم سنگھ کا عہد۔ چکر سین راجہ بھیل کا زوال اقبال بھیم سنگھ کے ہاتھ سے بھیلوں کی خونریزی۔ قوم اومت کے ساتھ مراعات رئیسان قوم کی اطاعتگذاری۔ نظام املاک پر راجہ بھیم سنگھ کی حملہ آوری اور قتل۔ راجہ بھیم سنگھ کے عادات و خصائل۔ بوندی سے بدظنی۔ تاریخی واقعات۔ راجہ بھیم سنگھ کو مہاراؤ کا خطاب۔ راؤ ارجن۔ مسند نشینی کے لئے باہمی تنازعہ۔ شیام سنگھ کی جان سے دست شوئی۔ مہاراؤ دُرجن سال۔ کوٹہ کے خلاف مرہٹوں کی لشکر کشی۔ محاصرہ۔ ہمت سنگھ جھالا کی فتح۔ ظالم سنگھ کا وجود۔ حملہ آوروں کی محاصرہ سے دست برداری۔ مرہٹوں کا عروج کوٹہ کی خراجگذاری۔ دُرجن سال کی موت۔ روش زندگی و شوق شکار۔ رانی۔ رئیس جھالا کی دلاوری۔ مسند آرائی کا نیا انتظام۔ مہاراؤ اجیت سنگھ۔ راؤ چتر سال

کوٹہ بوندی کی ایک چھوٹی شاخ ہے۔ اس لئے بوندی کی تاریخ سے اُس کے ابتدائی حالات معلوم ہوتے ہیں۔ بوندی اور کوٹہ شاہجہاں شاہنشاہ ہند کے عہد سے جُدا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوئے تھے۔ اس شاہنشاہ نے مادھو سنگھ راؤ رتن سنگھ کے دوسرے فرزند کو اُن جانبازیوں اور دلاوریوں کے صلے میں کوٹہ کی ریاست عطا کی تھی جو اُس سے برہانپور کے محاربۂ خونریز میں ظاہر ہوئی تھیں +

سمت ۱۶۲۱ (یعنی ۱۵۶۵ء) میں مادھو سنگھ کی ولادت ہوئی تھی چودہ سال کے ہی سن میں اس نے وہ وہ جوہر شجاعت دکھائے کہ راجہ کا خطاب حاصل کر لیا اس کا والد حیات تھا مگر اس کے ہوتے بادشاہ نے کوٹہ کے ساتھ تین سو ساٹھ وہ شہر عطا کئے جو بُوندی کے ماتحت تھے اور جن کی آمدنی دو لاکھ تھی +

ہاڑا قوم نے ملک ہاڑوتی کو ٹیا بھیلوں سے فتح کیا تھا جن کو اُجلا کہتے ہیں۔ اُن کے ساتھ راجپوتوں کی خورد و نوش ہے اور کوئی ایسی قوم نہیں جس کو ان کے ہاتھ سے پانی پینے میں پرہیز ہو۔ بھیلوں کے زمانے میں کوٹہ میں جگہ جگہ چھپر چھائے ہوئے تھے بھیلوں کا رئیس بھی ایسے ہی مکانوں میں سکونت پذیر تھا کوٹہ سے پانچ کوس کے فاصلے پر جنوب کی طرف ان کی گڑھی واقع تھی جس کا نام اکیل گڑھ ہے جس وقت شاہجہاں نے مادھو سنگھ کو یہ علاقہ عطا کیا اُس وقت اس کی اتنی وسعت تھی جس کی حدود حسب ذیل ہیں +

حد جنوبی۔ گاگرون و گہاتولی مقبوضۂ قوم کہیچی +

حد شرقی۔ مانگرول مقبوضۂ قوم گوڑونا ہر گڑھ مملوکۂ قوم راٹھور۔ مؤخر الذکر راجپوتوں نے اپنی ملکی حفاظت کے لئے مذہب اسلام قبول کیا اور اب اس کے رئیس نواب کے خطاب سے ملقب ہیں +

حد شمالی۔ سلطان پور واقع دریائے چمبل و تانتا آنروئے دریائے مذکور + اس قدر وسیع سرزمین دریائے چمبل سے سیراب ہوتی تھی اور تین سو ساٹھ شہر اسی میں داخل تھے +

مادھو سنگھ اپنے اختیارات اور عنایات شاہی سے عروج پر پہنچا۔ اس ترقی کا باعث صرف اُس کی ذاتی لیاقتیں تھیں کسی اور کا توسط نہ تھا۔ اس کی زندگی کے آخری دنوں میں سرحد مالوہ اور ہاڑوتی پر اسی کا اختیار تھا سمت ۱۶۸۷ میں اُس رئیس نے بیکنٹھ کی راہ لی۔ پانچ بیٹے یادگار چھوڑے جن کی اولاد کی جاگیریں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قوم ہاڑا بُوندی والا اور کوٹہ والا کے بزرگوں کے نام سے منسوب ہیں بوندی اور کوٹہ کے ہاڑا قوم کے القاب میں اگر کچھ خصوصیت ہے تو تفریق خطاب کی یعنی ایک فرقہ مادھنی ہاڑا کہلاتا ہے تو دوسرا ہاڑا۔ مادھو سنگھ کے پانچوں فرزند حسب ذیل تھے +

۱۔ مکند سنگھ فرمانروائے ریاست کوٹہ۔ ۲۔ موہن سنگھ رئیس پلاتیہ۔ ۳۔ جوجھار سنگھ والی کوترا۔ رام گڑھ راؤن۔ ۴۔ کنٹھی رام رئیس کویلا۔ (دیہہ دُورا بادشاہ کی طرف سے عنایت ہوئے تھے) ۵۔ کشور سنگھ قابض سانگود +

مُکند سنگھ مالک تاج و نگیں ہُوا مالوہ اور ہاڑوتی کے درمیان کا سرحدی درہ اسی کے نام سے مُکند درہ مشہور ہے۔ اس مقام کی اس واسطے خاص شہرت ہے کہ یہاں ۱۸۰۴ء میں برگیڈیر مونسٹن فاش شکست کھا کر مفرور ہوئے تھے یکند سنگھ کی تعمیرات کئی مقام پر نہایت مفید و پائدار ہیں اور پتا انٹا کے محل بھی اسی نے تعمیر کئے ہیں +

اس راجہ نے اظہارِ وفاداری میں راجپوت قوم کی خلقی اوصاف سے ایسا نام پیدا کیا کہ تاریخیں مداح ہیں۔ جس وقت اورنگ زیب نے اپنے والد شاہ جہاں کے خلاف علمِ مخالفت بلند کیا۔ کل راجپوت خصوصاً راٹھور و ہاڑا نے شاہجہاں کی رفاقت کا بیڑا اٹھایا۔ مادھو سنگھ کے بیٹے اس احسان کو نہ بھولے جس سے شاہجہاں کے عہد حکومت میں اُن کو بُوندی کے حلقۂ اطاعت سے آزادی حاصل ہوئی تھی اُنہوں نے بادشاہ وقت کی آزادی کے لئے جان تک دینے میں دریغ نہ کیا +

سمت ۱۷۱۴ میں اودجین کی لڑائی ہوئی جس کا نام بعد فتح اورنگ زیب نے فتح آباد رکھا اس محاربۂ خونریز میں مُکند سنگھ اور اُس کے چاروں بھائی سرداران و جاگیرداران ریاست کے ساتھ سرکف ہوئے انہوں نے اپنی کیسری یعنی زعفرانی پوشاک اور مُکٹ سے مرنے یا مارنے کی ٹھان لی۔ راٹھور کی عقلمندی سے فتح تو نصیب نہ ہوئی لیکن وہ ایسی بہادرانہ موت سے مرے کہ نام زندہ چھوڑ گئے۔ پانچوں بھائیوں نے حق رفاقت ادا کیا اور سب تو راہگرائے عالم جاودانی ہوئے صرف کشور سنگھ خون میں لت پت مقتولوں کی لاشوں میں زندہ ملا۔ فضل الٰہی سے اس کے زخم کاری علاج سے درست ہوئے اور اس نے غسل صحت کیا اس کے بعد مہمات دکن میں اس نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

راجپوتوں کے سے کارنمایاں کر کے وہ خدمات لائقہ انجام دیں کہ متواتر سرفرازیاں ہوئیں توجہ شاہی بہت کچھ مبذول رہی۔ بیجاپور میں تو کشور سنگھ نے وہ دلاوری دکھائی اور وہ کام کیا جو نہایت ہی قابل قدر تھا مگر شہزادے قدردان نہ تھے اُن کو یہ مادہ نہ تھا کہ ایسے بہادروں کی دلجوئی کیونکر کی جاتی ہے اور ان کی لیاقتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے کس ذاتی قابلیت کی ضرورت ہے اس میں شک نہیں کہ کوئی لائق و فائق سرگروہ ہو تو مجال کیا کہ ہاڑا قوم کے سامنے بہادر سے بہادر قومیں ٹھہر سکیں +

مکند سنگھ کے بعد اُس کا بیٹا جگت سنگھ مسند آرا ہوا اس نے دربار شاہی سے دو ہزاری منصب پایا بادشاہ کی حین حیات میں اس نے دکن میں شاہی خدمات انجام دیں سمت ۱۷۲۶ میں پیغام اجل آیا لاولدی کی وجہ سے کنٹھی رام والی کویلا کا بیٹا ہیم سنگھ متبنے کیا گیا۔ چھ مہینے اس نے حکومت کی مگر وہ ایسا احمق تھا کہ آخر رئیسوں نے مشورہ کر کے اس کو گدی سے اتار دیا اس کی اولاد اب تک اس کی اصلی جاگیر کوٹلا پر متصرف ہے +

کشور سنگھ نے فقط تائید الٰہی سے دوبارہ زندگی پائی تھی۔ مسند نشینی کے بعد اورنگ زیب تخت نشین ہوا تو اس نے دکن کی سرزمین کو اپنے ہمقوموں کے خون سے سینچ کر فتح کا پھریرا اڑایا بیجاپور کی فتح کا سہرا اسی کے سر رہا۔ مگر سمت ۱۷۴۲ میں جب ارکاٹ کی مہم درپیش ہوئی۔ تو اس کو معرکہ خونریز میں زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اس نے قوم ہاڑا کی خلقی شجاعت کو ہر ایک کے دل پر نقش کیا اور جس وقت اُس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹی اس کے جسم پر پچاس زخم کاری خون بہا رہے تھے کشور سنگھ کے تین بیٹے بشن سنگھ۔ رام سنگھ اور سرناتھ سنگھ تھے بشن سنگھ کو اس لئے گدی نہ ملی کہ اس نے کشور سنگھ کے ساتھ دکن جانا منظور نہ کیا تھا مگر اُس کی جاگیر انٹا بحال رہی اس کا فرزند جیت سنگھ تھا جس کے تین بیٹے تھے۔ چترسال۔ گوپال سنگھ۔ راج سنگھ +

رام سنگھ اپنے باپ کے قتل کے وقت میدان جنگ میں ساتھ تھا اُسی کو ریاست بھی ملی اور منصب بھی۔ یہ فرمانروا کسی سے کسی بات میں کم نہ تھا مرہٹوں کے مقابلہ میں کبھی پیٹھ نہ دکھائی جب اورنگ زیب کے جانشینوں میں جنگ چھڑی اس نے شاہزادہ اعظم صوبہ دار دکن کی طرفداری کی اور شاہزادہ معظم اعظم کے برادر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اکبر کے مقابلہ میں جان دی۔ یہ محاربہ ۱۶۶۴ء میں پیش آیا تھا۔ جاجو کے میدان جنگ میں بہادران ضیغم شکار نے اپنا خون بہا کر اورنگ نشینی کا فیصلہ کر دیا۔ اس لڑائی میں ایک طرف کوٹہ کا رئیس تھا دوسری طرف راجہ بوندی۔ ہاڑا قوم کے لوگ آپس میں کٹ مرے۔ اور جس وقت آتش جنگ مشتعل تھی۔ رام سنگھ کو ایک گولہ نے خاک پر سلا دیا۔

بھیم سنگھ کے عہد میں بہادر شاہ نے وفات پائی۔ فرخ سیر کا دور دورہ شروع ہوا اس زمانہ میں راجہ بھیم سنگھ سیدوں کا طرفدار ہوا اس کو اول درجہ کا پنجہزاری منصب ملا جو بڑے بڑے مہاراجوں ہی کو حاصل ہوا کرتا تھا۔ ہاڑا قوم کی شاخ بزرگ نے سیدوں کے بعد بھی دعویداران سلطنت کے مقابلہ میں تخت سلطنت کی وفاداری سے منہ نہ موڑا۔ جاجو کی لڑائی میں کوٹہ و بوندی کی باہمی معرکہ آرائی سے راجہ بوندی کے بہادرانہ جوش میں فرق نہ آیا اور راجہ بودھ سنگھ والی بوندی کی مخالفت میں راجہ بھیم سنگھ نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اس نے سیدوں اور جے سنگھ والی امبر کے ساتھ اتفاق کر کے بوندی کے مٹانے میں خوب کوشش کی ان ایام میں اتفاق سے راؤ بودھ سنگھ مسلوب الحواس ہو گیا تھا چنانچہ راجہ بھیم سنگھ نے کل علاقہ پنہار کی سند حاصل کر لی۔ ریاست کوٹہ کی مغربی حد اہر واڑ کے نشیب تک وسیع ہوئی اور مشرق کی طرف کھینچی اور بوندی کا بہت سا علاقہ شامل کوٹہ ہو گیا گاگرون کا قلعہ ہاڑوتی میں سب سے زیادہ مستحکم ہے۔ علاؤ الدین کا محاصرہ اسی قلعہ کی وجہ سے ناکامیاب رہا تھا راجہ بھیم کو یہ قلعہ بھی مع مسومیدانا۔ شیر گڑھ۔ باران۔ مانگرول برو دلینی دریائے چمبل کے شرقی علاقے کے مل گئے۔ اجلا بھیل قوم ہاڑوتی کے دشوار گزار موروثی علاقہ پر مغرب کی طرف قابض تھی۔ راجہ چکر سین راجہ بھیل نے کوٹہ کی جنوبی سرحد کے منوہر تھانہ کو دار القرار مقرر کر لیا تھا اس کے پاس پانچسو سوار اور آٹھ سو تیر انداز تھے۔ میواڑ کی سرحد تک کے بھیل اس کی فرمانبرداری کو جب قومی کا جزو اعظم خیال کرتے تھے۔ راج بھوج دھار والا کے زمانہ سے ان کی آزادی قائم چلی آتی تھی مگر راجہ بھیم سنگھ کے زمانہ میں ان پر حملہ ہوا اور سب بیرحمی کے ساتھ تہ تیغ کئے گئے۔ اور علاقہ ریاست کوٹہ میں ملحق کر لیا گیا۔ ریاست کوٹہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی طرف سے اس فتح کے بعد قوم اومت کے رئیسوں یعنی والیان نرسنگھ گڑھ و راجگڑھ مٹن کوتھانی واقع کوٹہ کے شہر عطا ہوئے اور اُن سے خراج تنکا کا عہد و پیمان ہُوا اس زمانہ میں روسائے کوٹہ نے کوٹہ کی اطاعت قبول کی۔ راجہ کوٹہ کی خلعت کے بغیر کوئی اومت قوم کا رئیس مالک ریاست نہ ہو سکتا تھا انگریزوں نے راجواڑہ میں یہی دستور جاری کیا تھا مگر کوٹہ کے لئے یہ اختیارات زائد تھے۔ راجہ بھیم سنگھ کی زندگی وفاکرتی تو ہاڑوتی کا خوب عروج ہوتا اُس نے کوہستان تک اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ اوٹاریسی۔ ڈگ۔ پراڈا اور چندراوت کے مقبوضات سب ماتحت ہو گئے تھے۔ لیکن اُس کی وفات کے ایام میں پھر قبضہ اٹھ گیا ابھی وہ جوان ہی تھا کہ ایک شاہی مہم میں اُس کو زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا +

قلیچ خاں نظام الملک کے لقب سے مشہور تھا اُس نے اپنے تحفظ کے لئے دربار شاہی سے صوبۂ دکن کی راہ لی۔ راجہ جے سنگھ والی امبر ایک لشکر شاہی کا سپہ سالار تھا اس نے بھیم سنگھ والی کوٹہ اور گج سنگھ والی نرور کو تعاقب کے لئے روانہ کیا نظام الملک نے راجہ ہاڑا سے پگڑی بدلی تھی۔ اس لئے برادرانہ تعلقات کے خیال سے اُس نے راجہ ہاڑا کو اپنے عزم کی اطلاع دی اور کہلا بھیجا کہ سُنی سنائی باتوں پر کان نہ دے میں شاہی روکڑ تمہیں مارلایا جے سنگھ بدزبان اور شرارت پسند ہے اُس کی خواہش ہے کہ میرا اور تمہارا دونو کا گھر بگڑے۔ اس لئے تمہارا فرض ہے کہ اُس سے ہوشیار رہو اور مجھے دکن میں چلے جانے دو روک ٹوک نہ کرو +

ہاڑا بہادر آدمی تھا اُس نے جواب دیا کہ مراسم برادرانہ اور چیز ہیں اور فرائض منصبی اور۔ مجھے بادشاہ وقت کا حکم ہے کہ تمہارے راہِ سفر میں مزاحمت کروں۔ مجھے لڑائی کی کچھ پرواہ نہیں کل صبح کو حملہ کروں گا۔ راجہ ہاڑا کی تقریر غصہ سے نہ تھی بلکہ اُس نے مردانہ طور پر سچ سچ بات کان میں ڈال دی تھی جس پر مسلمان متقشی نے اپنا مطلب گانٹھا۔ دریائے سندھ کے قریب کوڑی بہورا سا ایک مقام ٹوٹے پھوٹے اور اونچے نیچے کنارے پر واقع ہے۔ اس کی گزرگاہ صرف ایک ہی ہے۔ نظام نے جھاڑیوں کے نیچے توپ خانہ چھپا رکھا نور کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھا کے راجہ بھیم نے عمل پانی کیا ہاتھی پر سوار ہوا اپنی اور کچھواہہ قوم کی فوج ساتھ لی خویز بہ پیچھے بھالے فتحمندی کی نظامت دکھا رہے تھے۔ نظام ایک گولی کے پٹے پر تھا اگر یہ فوج اور آگے بڑھ جاتی تو آج حیدرآباد کا نام و نشان نہ ہوتا جو قدیم ہاڑا دارالقرار یعنی گولکنڈہ کے عوض رونق پذیر ہے۔ لیکن راجہ ہاڑا کو پہنچے میں کچھ دیر تھی کہ یکایک گولے برسنے لگے۔ راجہ بھیم اور راجہ گج کی جان گئی سواروں اور پیادوں کو بھاگتے راستہ نہ ملا۔ قلیچ خاں خوش تھا کہ وہ مارا۔ راجہ بھیم سنگھ ہر معرکہ کارزار میں برج ناتھ جی کی طلائی مورتی گھوڑے کے زین میں سامنے کے رُخ رکھے رہتا تھا۔ اور جب بہ پیچھے دشمن پر وار کرتے تھے۔ تو زبانوں سے جے برج ناتھ جی کے نعرے بلند ہوتے تھے۔ اس لڑائی میں وہ مقدس مورتی بھی گم ہوگئی مدت کے بعد بلی تو کوٹہ میں بھیج دی گئی۔ سری برج ناتھ جی کی دستیابی سے کل ہاڑا قوم میں خوشی کے جشن ہوئے ایک خلقت درشنوں کو اُمنڈ آئی

بھیم سنگھ نے ۱۵ برس حکومت کی اور سمت ۱۷۷۶ مطابق سنہ ۱۷۲۰ء میں راہی ملک عدم ہوا۔ ایام حکومت میں اس نے ایسے ایسے معقول انتظامات کئے جن میں اب تک تبدیلی کی ضرورت پیش نہیں ہوئی ✣

اس وقت رزمگاہ دھولپور میں بوندی اور کوٹہ دونو کے راجوں نے باہم مقابل ہوکر جوش وفاداری کی نظیریں قائم کی تھیں اُس وقت سے دونو میں مناقشہ چلا آتا تھا۔ جب راؤ بدھ سنگھ والی بوندی نے فرخ سیر کی بیکسی کے موقع پر حمایت کی تو راجہ بھیم سنگھ کی چڑھ بنی اور بوندی کا عروج گھٹ گیا راؤ بودھ سنگھ کے معزول ہونے پر راجہ بھیم سنگھ نے بوندی پر فوج کشی کی اور کل قدیم راجگان بوندی کے نشانات شاہی یعنی نقارہ۔ رن سنگھ وغیرہ چھین لئے بوندی کا جنگی راجہ قلعہ کوٹہ کے بڑے پھاٹک پر اب بھی بجتا ہے۔ جو جھنڈا راؤ رتن سنگھ کو جہانگیر نے مرحمت فرمایا تھا۔ بہادران ہاڑا جس کے تلے تہ تیغ ہوئے تھے وہی اب کوٹہ میں تیوہار اور لڑائی کے موقع پر کھڑا کیا جاتا ہے ✣

مذکورہ بالا نشانات شاہی کے لئے کئی لڑائیاں ہوئیں۔ راجہ بوندی نے قلعہ کوٹہ میں دھوکہ دہی کے لئے قلعداروں کو رشوت دی۔ قلعداروں نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دروازوں کے قفلوں کی مصنوعی کنجیاں اہل بوندی کے حوالے کیں۔ راجہ کو ڑہ خبردار تھا۔ سب اہل بوندی قلعہ میں گھسنے کی کوشش کرتے تھے تو اُسی وقت دروازے مُقفل ہو جاتے تھے اور حملہ آوروں کی ایک نہ چلتی تھی۔ شام سے ان دروازوں میں قفل پڑ جاتا تھا۔ راجہ کا حکم تھا کہ خبردار دروازے نہ کھُلیں۔ ایک واقعہ اس احتیاط کا ثبوت کامل ہے۔ راجہ دُرجن ایک لڑائی میں ہارا۔ آدھی رات کو کوڑہ بھاگ کر آیا انگلی پر گننے کے لائق رفیق ساتھ تھے۔ دُرجن سال نے قلعہ دار کو دروازہ کھولنے کے لئے کہا مگر اُس نے کہا کہ اس وقت دروازہ نہیں کھل سکتا۔ راجہ نے کہا کہ میں والئے ریاست ہوں۔ دشمنوں سے شکست کھا کر یہاں آنا ہُوا ہے۔ خدا کے لئے دروازہ کھول دے۔ مگر قلعہ دار ہنستا رہا اور جواب دیا کہ تشریف لیجائیں میں حکم کا پابند ہوں جب راجہ پُر بضد ہُوا تو اُس کی زبان سے نکلا کہ جہنم میں جاؤ اُس نے اپنے افسر کو بھی خبر نہ کی اور بندوق تان کر کہا کہ بس اسی میں خیریت ہے کہ تشریف لے جائیے۔ راجہ کو دشمن کے تعاقب کا خوف تھا۔ اُس نے ایک مندر میں رات کاٹی۔ اندھیرے منہ سب سپاہی جمع ہوئے رات کے واقعہ پر چہ چہ پڑ رہا تھا کہ راجہ بھی آپہنچا۔ اب تو کل سپاہیوں کے حواس باختہ ہو گئے اور کلید بردار دوڑ کر قدموں پر گر پڑا۔ ڈھال تلوار پاؤں پر رکھ کر اس بات کا منتظر ہُوا کہ دیکھوں کیا حکم ہوتا ہے۔ راجہ نے اُس کے حق نمک اور تعمیل حکم کی قیمتی الفاظ میں قدر دانی کی اپنی ساری پوشاک اُس کو اتار کر دے دی اور زر نقد بھی عطا فرمایا +

راجہ بھیم سنگھ کا جسم اس وقت زخموں سے چور چور تھا لیکن اس کی وہ ہمت تھی کہ مطلق چہرے پر میل نہ تھا کئی لڑائیوں میں اُس نے زخم کھائے لیکن کبھی کسی کے سامنے پوشاک نہ اتاری کہ اُسے زخموں کا علم ہو جائے کوردی کی لڑائی میں بھی۔ اُس نے یہی احتیاط کی مگر ایک اُس کے ہمراز نے کسی طرح اُسے برہنہ دیکھ کر کہا کہ اُف اوہ اتنے زخم۔ راجہ نے جواب دیا کہ بڑا حکومت جو قائم رکھ سکتا ہو اُسے ایسے زخموں کی کیا پرواہ۔ بھیم سنگھ ایسے زخموں کو بہادروں کا زیور سمجھتا ہے اور قدم ہمیشہ فوج سے دس قدم آگے ہی پڑیگا +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوٹہ کا پہلا راجہ بھیم سنگھ ہی تھا جس نے دربار شاہی سے پنجہزاری منصب اور مہاراؤ کا خطاب حاصل کیا رانا نے میواڑ کو یہ خطاب تجویز کرنے کا اختیار تھا جس کے لئے صرف بادشاہ وقت کی منظوری درکار ہوتی تھی ان خطابات سے خطاب یافتہ رئیس راجگان ہمقوم میں سرفراز سمجھا جاتا تھا۔ حالانکہ گوپی ناتھ والئے بوندی کے زمانہ سے پیشتر رئیس کوٹہ آپجی کہلاتا تھا۔ اندر سنگھ نے جب اودے پور کا سفر کیا وہاں سے اُس کو اور اُس کے بھائی کو مہاراجہ کا خطاب ملا۔ اور مادھنی جاگیردار آپجی کے خطاب سے مشرف ہوئے۔ راجہ بھیم سنگھ نے تین فرزند چھوڑے تھے۔ ارجن سنگھ۔ سیام سنگھ۔ دُرجن سنگھ +

ظالم سنگھ جھالا دالا کے بزرگ خاندان مادھو سنگھ نے اپنی بہن مہاراؤ ارجن سنگھ کے ساتھ منسوب کی مگر مہاراؤ موصوف چار ہی سال میں راہی ملک جاودانی ہوگیا۔ کوئی اولاد نہ تھی گدی کے لئے جھگڑا پیش ہوا۔ جاگیرداروں کی رائے متفق نہ تھی۔ لہذا اودے پور میں فریق مخالف و موافق جمع ہوئے سیام سنگھ تہ تیغ ہوا اُس کے بھائی کو بھائی کا بڑا صدمہ ہوا اُس کا قول تھا کہ بھائی جی اٹھے تو کل ملک مفتوحہ اُس کے نذر کروں۔ سیام سنگھ کی لاش پر اُس نے بہت ہی ماتم کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ بھیم سنگھ کو رام پورہ دبھان پورہ اور کالا پیت کے جوز رخیز علاقے بادشاہ نے مرحمت فرمائے تھے وہ قوم ہاڑا کے تحت تصرف سے نکل گئے +

دُرجن سال نے سمت ۱۷۸۱ مطابق ۱۷۲۴ء میں عنان حکومت ہاتھ میں لی خاندان تیموریہ کے آخری شاہنشاہ محمد شاہ نے بھی اس مسند آرائی کی منظوری دی اور راجہ کوٹہ کو دربار میں خلعت مرحمت فرمایا اور یہ رعایت کی کہ ساحل دریائے جمنا تک گاؤکشی نہ ہو۔ درجن سال کی مسند نشینی کا وہ زمانہ تھا جب باجی راؤ مرہٹہ نے پہلی مرتبہ ہندوستان پر چڑھائی کی اور ہاڑوتی کے سرحدی قلعہ ناہر گڑھ کو مسلمانوں سے چھین کر درجن سال کے حوالے کر دیا اس رعایت کی وجہ یہ تھی کہ قوم ہاڑا نے پیشوا کو رسد اور سامان جنگ سے کافی مدد پہنچائی تھی۔ سمت ۱۷۹۵ مطابق ۱۷۳۹ء میں ہاڑا اور مرہٹوں سے اتحاد ہوا لیکن کئی سال کے بعد نہ دوستی رہی نہ اتفاق +

سابق میں ذکر ہو چکا ہے کہ جے سنگھ نے رئیسان ہاڑوتی کو اپنا ماتحت جاگیردار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بنانا چاہا تھا۔ اُس کے جانشین نے بھی اُسی کی پیروی کی تھی بودھ سنگھ نے جلاوطنی اور دیوانگی کی حالت میں جان دی تھی مگر یہی کوششیں اُس کی جان نکلتے ہی آفت ہو گئیں۔ جب بودھ سنگھ معزول کیا گیا تو اُس کے جانشین سے اطاعت و رفاقت کا عہد نامہ لکھا کر اُس نے کوٹہ کا ماتحت بنایا۔ اس تکمیل مقصد کے لئے سمت ۱۸۰۰ میں سورج مل جاٹ اور تین مرہٹہ سردار بلائے گئے کوٹڑی میں نہایت ہی خونریز لڑائی ہوئی۔ پھر تین مہینے تک قلعے کا محاصرہ رہا۔ لیکن بے نتیجہ۔ درخت کاٹے گئے۔ قرب و جوار کے باغوں پر آفت آئی اور جب سندھیا آپا جی کا بازو گولے سے اُڑا تو محاصرے کی کارروائی موقوف کی گئی ✤

ہمت سنگھ جھالا قوم کا راجپوت قلعے کا فوجدار تھا۔ اس نے درجن سال کی حمایت ہی نہ کی بلکہ باہمی صلح سے ناہر گڑھ کو کوٹہ سے ملحق کرا دیا۔ اسی کی حکمت عملیوں سے کوٹہ بوندی سے علیحدہ ہو کر مرہٹہ کے حلقۂ اطاعت میں آگیا اور یہ سمت ۱۷۹۵ اور سمت ۱۸۰۰ کا وہ زمانہ ہے جب ظالم سنگھ نے پیرایۂ وجود پہنا۔ یہ شخص وہ ہے جس کی سوانح عمری کو آیندہ تاریخ کوٹہ سے بہت کچھ تعلق ہوگا ✤

ایشری سنگھ کی بربادی کے بعد شیر بیشۂ دلاوری درجن سال نے اُمید سنگھ کو جلاوطنی سے بلا کر اُس کے باپ کی گدی دلانا چاہی۔ ہولکر سے مدد طلب کی گئی سمت ۱۸۰۵ میں اُمید سنگھ دوبارہ مسند آرا ہوا اور کوٹہ کو مرہٹہ سردار کی اطاعت قبول کرنا پڑی ✤

درجن سال نے علاقہ پھول بردہ کھیچی سے فتح کیا۔ قلعہ گوگور کی حفاظت کے لئے بلبھدر نے رام پورہ۔ شیو پورہ اور بوندی سے سازش کی۔ اُمید سنگھ کی بہادرانہ جرأت کی وجہ سے کھیچی کوٹہ پر فتح نہ پا سکے یہ واقعہ تو سمت ۱۸۰۱ میں ہوا تھا جس کے تین برس بعد درجن سال نے وفات پائی۔ درجن بڑا بہادر آدمی تھا راجپوت قوم کے خواص اس میں موجود تھے۔ دریا دلی بہادری اور آزاد مزاجی میں فرد تھا۔ شیر کے شکار سے بہت رغبت تھی۔ شکار گاہیں تیار کی گئی تھیں اور رمنے بنائے گئے تھے ✤

جیسا وہ بہادر اور جری تھا ویسی ہی رانیاں بھی فن تیر اندازی میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھیں۔ بندوق لگانے میں پوری مہارت تھی۔ اس مذاق سے اکثر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شکار گاہ میں ساتھ رہتیں۔ جب شیر سامنے آتا گولی لگاتیں۔ ایک روز فوجدار اچھالا شکار پر تھا شیر نیاں سے سامنا ہوگیا۔ ہانکے میں قطعی حکم تھا کہ کوئی شخص شیر کا نشانہ نہ بنائے۔ شیر جھپٹ کر راجہ کے اُوپر آرہا۔ طمانچہ مارنا چاہتا تھا فوجدار نے سپر سے پناہ لی اور ضرب شمشیر سے شیر ناپاک کے دو ٹکڑے کر دئے۔ اس بہادری کی دھوم مچ گئی۔ لشکر میں تحسین و مرحبا کا شور مچ گیا شیر کے شکار سے راجہ کی جسارت اور دلیری میں اور بھی ترقی ہوتی رہی +

دُرجن سال اولاد سے محروم تھا اُس کی شادی رانا میواڑ کی دختر سے ہوئی تھی۔ مگر وارث تخت کوئی نہ تھا جس سے اکثر وہ محزون اور کبیدہ رہا کرتا تھا ایک روز اُس نے اپنی رانی سے مشورہ کیا کہ گھر کا چراغ گل ہے کسی کو متبنے کرنا چاہئے بعد میرے معلوم نہیں کیا حشر ہو ریاست غارت ہو جائیگی۔ اور ہمارا نام حرف غلط کی طرح صفحہ دنیا سے مٹ جائیگا۔ رام سنگھ کا لڑکا بشن سنگھ ریاست سے محروم ہو چکا تھا کیونکہ اُس نے اپنی والدہ مکرمہ کی صلاح سے دکن کی مہم پر اپنے باپ کی رفاقت سے گریز کیا تھا لہذا باپ کی مرضی سے محروم الارث ہو گیا مگر اس کو تھوڑی سی جاگیر دریائے چمبل کے کنارے انٹا میں دی گئی کہ گزر اوقات ہو سکے۔ جب دُرجن سال رہگرائے عالم بقا ہوا۔ بشن سنگھ کا پوتا اجیت سنگھ ریاست کا حقدار سمجھا گیا چونکہ اُس کے والد رام سنگھ کی حیات میں انٹا کی جاگیر مل چکی تھی۔ اس وجہ سے اس وقت محجوب الارث دھبہ اُس کے دامن سے دھو گیا۔ اب وہ دُرجن سال کی ریاست کا وارث بنایا گیا +

اجیت سنگھ سن تھا پیری کی وجہ سے اعضا نقیہ اور کمزور ہو گئے تھے اس کے تین لڑکے تھے منجملہ اُن کے چتر سال جو سب سے بڑا تھا اُس کی پرداخت رانی میواڑ کے آغوش عاطفت میں ہوئی۔ چتر سال اپنے خاندان سے علیحدہ ہو کر۔ دُرجن سال بھیم سنگوت۔ رام سنگھ۔ کشور سنگھ۔ غیر ذالک سنگھ کے شجرہ میں داخل ہوا اور ہاڑا کوٹہ کا راج چتر سال کے حلقۂ اطاعت میں دیدیا گیا۔ چتر سال نے گدی پر قدم رکھتے ہی خوب ہاتھ پاؤں نکالے توسیع سلطنت میں کوشش کی۔ یہ بات اُس کے باپ اجیت سنگھ کو ناگوار ہوئی کہ باپ کے ہوتے لڑکا اتنی بڑی ریاست کا مالک ہو۔ اُس نے کہلا بھیجا کہ انسانی وضع سے بعید ہے کہ باپ کے ہوتے فرزند حکمران

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو۔ اور باپ مثل محکوموں کے گردن اطاعت خم کرے۔ چتر سال کی نیک نیتی اور دیانت میں شک نہ تھا۔ اُس نے باپ کے حکم سے سرتابی نہ کی بلکہ گردن اطاعت خم کر کے بڈھے باپ کے حوصلے کو ترقی دی اور راہا کی ریاست پرلات مار کر قلعہ کالی سندھ میں سکونت اختیار کی اور اجیت سنگھ ریاست ہاڑا کا زبردست راجہ تصور کیا جانے لگا۔ اجیت سنگھ کی ہوس ہی ہوس تھی۔ موت نے پیچھا نہ چھوڑا۔ اڑھائی برس کے بعد دنیا سے کوچ کر گیا۔ معمر راجہ کے تین لڑکے تھے۔ چتر سال۔ گمان سنگھ اور راج سنگھ ٭

باپ کے مرتے ہی ہاڑا کی ریاست چتر سنگھ کے زیر نگیں ہو گئی۔ نجبت سنگھ جھالا اس کی گدی نشینی کے قبل فوت ہو چکا تھا۔ لہذا علاقہ فوجداری اُس کے بھتیجے ظالم سنگھ کے ہاتھ آیا ٭

اسی زمانہ میں ایشری کی وفات پر ریاست امیر کا دعویدار مادھو سنگھ بن گیا تھا اُس نے حسب رواج سابق قوم ہاڑا کو اپنا باجگذار اور مطیع بنانا چاہا۔ یہ تکرار فیمابین بڑھتی گئی اور بغض و عناد کی آگ سینے میں سُلگتی رہی۔ مادھو سنگھ کا دعوے تھا کہ ریاست کوٹہ سلف سے زیر حکم راجگان امیر ہے۔ کیونکہ جس وقت ریاست امیر کے راجے فوج شاہی میں تعینات تھے۔ کئی مرتبہ ریاست کو زیر و زبر کیا۔ اور مجبور ہو کر والئے کوٹہ نے راجگان امیر کی اطاعت قبول کی مگر چتر سال کے آگے راجگان امیر کی کوئی وقعت نہ تھی۔ نظر حقارت سے دیکھتے اور تلوار کے بھروسے پر سلطنت کا دارومدار سمجھتے تھے اُن کا مقولہ تھا کہ بحیثیت راج کے ہم اور وہ دونو مساوی ہیں ٭

سمت ۱۸۱۵ مطابق سنہ ۱۷۶۱ء میں مادھو سنگھ فوجدار نے ریاست ہاڑا پر فوج کشی کی کہ شاید دب کر چتر سنگھ فرمانبردار ہو جائے اور بطور باج کے کچھ روپیہ پیش کش کرے ادھر مرہٹوں کا زور شاہ ابدالی نے بالکل توڑ دیا اور اس دعوے کو کالعدم کر دیا کہ اُن کی شمشیر آبدار کالوہا ہندوستان بھر کے راجے مہاراجے مانے ہوئے ہیں شاہ ابدالی کے زمانے میں بھی راجپوت خودسر رہے۔ مادھو سنگھ نے قلعہ اد تیرا کا محاصرہ کیا بڑی گھمسان لڑائی ہوئی۔ اور فوجدار اد تیرا زیر حراست مادھو سنگھ والئے امیر ہو گیا اور ریاست اد تیرا مادھو سنگھ کی راجدھانی میں شامل ہوئی۔ پھر مقام کھیری پر مرہٹوں سے مقابلہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مرہٹے تاب جنگ نہ لاکر فرار ہوئے۔ کیونکہ شاہ ابدالی کی بدولت پہلے ہی سے کمزور ہو چکے تھے۔ اس فتحیابی سے امیر سنگھ بہت خوش ہوا اور کچھ دنوں آرام لے کر فوج کا کوچ بولا گیا۔ اور دوابہ چمبل اور پارکار سے عبور کرکے ریاست سلطان پور پر جو کسی شخص قوم ہاڑا کے زیر اطاعت تھی چڑھائی کی۔ صحیح النسب ہاڑا بھی مستعد جنگ تھا۔ عزیز رشتہ داروں کو قلعے کے باہر جمع کرکے مخالف کے ساتھ آمادۂ پیکار ہوا خوب داد مردانگی دی۔ آخر کار مارا گیا۔ روایت ہے کہ جس وقت ہاڑا پشت زین سے گرا ہے اُس نے مضبوطی سے زین پکڑلی حملہ آور اس کیفیت سے ہنس دیا اور بعضوں نے اس کی حالت پر افسوس بھی کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ قوم ہاڑا مرنے پر بھی زین نہیں چھوڑتی۔ فوج جو مغلوب ہو چکی تھی منتشر ہو گئی اور سپہدار مادھو سنگھ فتح و نصرت کا نقارہ بجاتا لشکر میں داخل ہوا۔ ہفتہ دو ہفتہ قیام کرکے کوڑ پر چڑھائی کی اور بتوار مقام پر پہنچ کر لشکر فروکش ہوا۔ سامنے غنیم کے پانچہزار سپاہی جو اپنے کو ایک مورث اعلےٰ اور ایک باپ کی اولاد سمجھتے تھے آمادۂ مرگ نظر آئے۔

قوم ہاڑا کے کل سپاہیوں کو اپنی تلوار پر بھروسا تھا وہ غنیم کی فوج کو نگاہ میں نہ لاتے تھے۔ گو اُن کا شمار بدرجہا زیادہ تھا مگر قوم ہاڑا اپنے بزرگوں کے نام اور عزت و آبرو کو جان سے زیادہ مقدم جانتی تھی۔ میدان کارزار گرم ہو گیا۔ پہلے پہل کچھواہوں کے سواروں نے اچانک حملہ کیا چونکہ تھکے ماندے تھے۔ مادھو سنگھ کے سواروں نے تلوار کے نیچے رکھ لیا۔ ادھر جیت سنگھ تھوڑی سی فوج لے کر مقابلے پر ڈٹ گیا بہادروں کے خون کا جوش تیغ جہاں سوز سے شعلہ بن کر نکلنے لگا۔ جوش کے عالم میں گہرے زخموں کو بہادر معمولی خراش سے زیادہ محسوس نہ کرتے تھے۔ ایک ایک جوان سینکڑوں کو قتل کرکے ابھی بہت کچھ جوہر دکھلانے کی آرزو میں تھا۔ لاشوں پر لاشیں گرتی نظر آتی تھیں۔ اتنے میں ایک نوجوان جس کی عمر ۲۱ سال سے زیادہ نہ ہوگی تلوار تول کر نعرہ مارتا ہوا غنیم کی فوج میں گھس گیا۔ ناظرین آپ سمجھتے بھی ہیں یہ کون تھا یہ وہی دلاور ظالم سنگھ ہے جس کے سر پر ہمت سنگھ نے پگڑی باندھ کر تیغ ہمت کے ذریعے سے حکومت کا بار رکھا تھا اور جس کو جوہر جوانمردی کے سبب سے سپہ سالاری کا عہدہ حاصل ہوا تھا۔ ظالم سنگھ کے دفعتہً دھاوا کر بیٹھنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے ہاڑا کے سپاہیوں کا بھی جوش بڑھ گیا۔ اور دلیرانہ صفوں کو چیرتے ظالم سنگھ کے پیچھے گھوڑے ڈال دئے۔ اور اُس کی اعانت پر مستعد ہو گئے۔ ظالم سنگھ گھوڑے سے اترا اور اپنے سواروں کی سرداری میں پیادہ پا حملہ آور ہوا تھوڑی ہی دیر میں ظالم سنگھ کے مٹھی بھر سپاہیوں نے غنیم کے دل بادل کو پریشان کر دیا۔ ہزاروں کو کھیت رکھا۔ غنیم کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ظالم سنگھ نے بھاگتوں کا پیچھا نہ کر کے رُخ پھیر دیا اور مادھو سنگھ کی خدمت میں پالوسی حاصل کی۔ اور کوٹہ کی تاریخ میں ظالم سنگھ کا نام عزت سے لیا جانے لگا +

ملہار راؤ ہلکر اس مقام پر مقیم تھا۔ مگر پانی پت کی شکست نے اس کی ایسی کمر توڑ دی تھی کہ فریقین میں سے کسی کا جنبہ کرنے کی جرأت نہ تھی۔ وہ اس خلجان میں تھا کہ ظالم سنگھ گھوڑا دوڑائے ہوئے آپہنچا اور ملہار راؤ سے کہا کہ اگر تم ہیا اٹھانا منظور نہیں تو فوج جے پور کو لوٹنے میں کیا مضائقہ ہے۔ ملہار راؤ کے لئے یہ اشارہ مفید ہوا کوٹہ کی بھی حوصلہ افزائی ہوئی ہاڑا کی تلواریں خون میں ڈوبیں اور فوج جے پور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگی +

ماچھری۔ ایشرویہ۔ واٹکور بردل۔ اچھرول کے رئیس میدان چھوڑ گئے۔ امیر کے سب آدت اور آدت گروہوں کو پانچہزار بہادروں نے مار بھگایا۔ بوندی کی فوج موجود تھی لیکن وہ الگ تھلگ رہی۔ اگر یہ ہی ساتھ دیتی تو سب اُس کی کوٹھڑیاں اور جاگیرداروں کی جاگیریں بھی خراج سے بری ہو جاتیں۔ اس معرکے میں بہت سے حریف کام آئے امیر کا پنجہ رنگا۔ جھنڈا قوم ہاڑا کے قبضے میں آیا کبیشر نے اس فتح کی جو نظم لکھی ہے اس میں ظالم سنگھ کے اوج قسمت کی ثنا و صفت ہے جسے بھٹوارہ کی فتح کے ذکر میں لوگ گاتے رہتے ہیں اس کا ایک دوہا یہ ہے +

جنگ بھٹوارہ جیت۔ تارا ظالم جھالا
رنگ اک رنگ چڑھا۔ رنگ پنجہ رنگا کا

مراد یہ ہے کہ بھٹوارہ کی لڑائی فتح کرنے سے ظالم سنگھ جھالا کا ستارہ چمکا۔ امیر کے پنجہ رنگے جھنڈے پر ایک ہی رنگ چڑھ گیا یعنی خون سے سُرخ ہو گیا +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھتوارہ کی لڑائی کے بعد امیر کو اپنی بزرگی قائم کرنے کی پھر جرات نہ ہوئی سرداری لشکر کے دعوے باطل ہو گئے۔ اور کوٹہ خراج سے بری ہو گیا۔ اس فتح کی پریڈ کے میدان میں سالگرہ منائی جاتی ہے۔ جس میں امیر کا ایک مصنوعی قلعہ بنایا جاتا ہے۔ کوٹہ کی جے جے کار کا شور بلند ہوتا ہے اور پھر اُس قلعے کو لوگ کھود ڈالتے ہیں +

اس فتح کے بعد چتر سال کی زندگی صرف چند برس قائم رہی۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے اُس کا بھائی جانشین ہوا +

باب ۶

مہاراؤ گمان سنگھ۔ ظالم سنگھ جھالا۔ ولادت۔ خاندان منصب و اقتدار۔ عہدۂ فوجداری کی وراثت۔ گمان سنگھ کے عہد ہی میں علاقے کی ضبطی اور عہدے سے موقوفی۔ ظالم سنگھ کی میواڑ میں روانگی۔ رانا کی خدمتگزاری۔ راج رانا کا خطاب اور تعلقہ پر سرفرازی مرہٹوں سے معرکہ آرائی۔ حالت جرأت میں اسیری۔ پھر کوٹہ میں واپسی۔ مرہٹوں کا حملہ۔ حملہ آوروں کا مردانہ مقابلہ۔ ایک فرقہ کی خونریزی شکست فاش۔ سوکیت کی فوجداری۔ ظالم سنگھ کی مصروفیت مصالحت میں کامیابی۔ مکرر حصول اختیارات۔ اُمید سنگھ ولیعہد ریاست کی اتالیقی کے منصب پر ظالم سنگھ کی تقرری قلعہ کیلوارا کی فتح محصورین کے مصائب۔ یورش و سرنشت سرکشوں کی پاداش رئیسوں کی جلاوطنی۔ جاگیروں کی ضبطی۔ آٹھ قزاق گروہوں کی یورش سب کی حاضری۔ قوم ہاڑا کے رئیسوں کی جلاوطنی۔ جاگیرداری کے انتظام میں خلل۔ موسین کی یورش۔ اُس کے مدار المہام کے قتل کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوشش۔ رئیس موسین کی مندر میں پناہ گزینی۔ اخراج۔ قتل۔ مہاراؤ کے بھائیوں کی سرکشی و یورش میں شرکت۔ گرفتاری اور موت۔ اہلکار مذکور کے قتل کی تدبیریں۔ عورتوں کی سرکشی تدارک قتل۔ کارپرداز مذکور کی حکمت عملی و عقلمندی

گمان سنگھ سمت ۱۷۶۶ مطابق سمت ۱۸۲۲ میں حکمران ہوا۔ بھری جوانی تھی۔ ہاتھ پاؤں طاقت سے فولاد ہو رہے تھے عقل بھی کلمہ پڑھتی تھی۔ طوفان دکن و سیلاب راجپوتانہ اُس کی ذات سے مٹ جاتے مگر زندگی نے صرف پانچ سال وفا کی اور اُس کا جانشین ایک خورد سال مقرر ہوا +

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ظالم سنگھ کے ضروری حالات لکھے جائیں کیونکہ کوٹہ کی آئندہ تاریخ میں اس کی پنجاہ سالہ سوانح عمری کا زیادہ حصہ شامل ہے اُس کا مولد و مسکن اُس کی لیاقت کے اظہار کے لئے ناکافی تھا اور نہ وہاں سے اُس کی اقوام مختلفہ کی قسمت کا فیصلہ ہو سکتا تھا +

یہ راجپوت جھالا نسل سے تھا۔ اس نے سمت ۱۷۹۶ مطابق ۱۷۴۰ء میں باغ ہستی کی سیر کی یہ وہ سن ہے جب نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کر کے سلطنت مغلیہ کو ادھ مرا کر دیا اور ایسی کمر توڑی کہ پھر اس کو سنبھلنے کی نوبت نہ آئی۔ اب امید نہیں کہ خاندان تیموریہ پھر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو اور نگ زیب تنزل حکومت کا بیج بو چکا تھا۔ محمد شاہ نے درخت کا پھل چکھا +

درجن سال نے ۱۷۳۰ء میں مسند حکومت پر قدم رکھا تھا اُس کے بعد دہلی کے تخت پر پانچ بادشاہ بیٹھے۔ چھٹا بادشاہ اورنگ حکومت سے اتارا گیا۔ کسی کی حکومت پچاس برس تک نہ پہنچی۔ لیکن ظالم سنگھ نے یہ زمانہ بسر کیا۔ جس وقت اُس کی آنکھیں بھی جاتی رہیں تو اُس کی عقل کی آنکھیں روشن رہیں اور اس نے انہیں آنکھوں سے وہ وہ انقلابات دیکھے کہ اور دل نے بہت کم دیکھے ہونگے۔ کسی کا زوال ہوا کسی کا عروج۔ سلطنت تیموریہ کے زمانہ میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ رعب و داب شاہنشاہی تھا کہ انگلستان کے امراے اعظم خدمتگار کی طرح تخت شاہی سے دور ادب خسروی بجالاتے تھے اب زمانے کا الٹ پھیر یہ ہے کہ انگلستان کے ٹُچے سے ٹُچے انگریز ان کو نظر میں نہیں لاتے۔ ظالم سنگھ جس نے مدت دراز تک اپنی زندگی میں عروج و زوال اقبال و ادبار کے واقعات دیکھے اور جس کی نظیر تاریخ میں حُسن خدمات کے لحاظ سے دستیاب ہونا کارے دارد اس بات کا مستحق ہے کہ کچھ اس کے خاندانی حالات قلمبند کر دئے جائیں +

جھالاوار کے علاقہ ہلود میں بزرگان ظالم سنگھ کی جاگیر تھی یہ سوراشٹر کا ایک علاقہ ہے۔ یہاں کے خاندان کی چھوٹی شاخ میں بھاؤ سنگھ کا ظہور ہؤا۔ اس نے اپنے مولد و مسکن سے تارک الوطنی اختیار کی اور جب اورنگ زیب کے شاہزادے تخت حکومت کے لئے جنگ آزما تھے اُس نے اپنی قسمت کا امتحان اسی موقع پر منحصر کر دیا۔ اس کا بیٹا مادھو سنگھ کہیں اُس زمانے میں وارد کوٹہ ہؤا۔ جب راجہ بھیم سنگھ کا اقبال دوپہر کا آفتاب ہو رہا تھا۔ اس کی ہمراہی میں فقط ۲۵ ہی سوار تھے۔ لیکن جھالا خاندان کی عظمت نے راجہ کو اس کی عزت افزائی کی طرف متوجہ کیا۔ ارجن نے اپنے بیٹے کو اُس کی بہن کے ساتھ منسوب کر کے نانتا کا علاقہ مرحمت فرمایا۔ اور وہ عہدۂ فوجداری مرحمت کیا۔ جس کی فوج ہی پر حکومت نہ تھی بلکہ قلعہ اور راجہ کے محلات سب اُس کی نگرانی میں تھے رشتہ مندی کی وجہ سے خصوصیت زیادہ بڑھی۔ یہاں تک کہ اُس کو ماما کا خطاب ملا۔ اُس کے جانشین سب اب تک ماما صاحب کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔ بھاؤ سنگھ کے بعد مدن سنگھ خدماتِ فوجداری پر سرفراز ہؤا اُس کے دو بیٹے تھے ہمت سنگھ پرتھی سنگھ +

بھاؤ سنگھ۔ ہلود سے پچیس سواروں کے ہمراہ وارد کوٹہ ہؤا

مدن سنگھ

ہمت سنگھ — پرتھی سنگھ

ظالم سنگھ سمت ولادت ۱۷۹۶ — شیو سنگھ

مادھو سنگھ رُکن موجود

نانا لال اس وقت ۲۱ سال کی عمر کا ہے + — سمت ولادت ۱۷۹۵ء

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فوجداری کا عہدہ شرقی دستور کے لحاظ سے خاندانی تھا۔ اس لئے ہمت سنگھ کو اختیارات ملے۔ یہ شخص بڑا مدبر اور شجاع تھا جس وقت مرہٹہ اور جے پور نے ایک ساتھ فوج کشی کی تھی اُس وقت اسی کی مُدبری سے کوٹہ جے پور کا مصلحتاً اطاعت گزار ہو گیا ہوتے ہوتے قوم ہاڑا میں اس کا اس قدر رسوخ ہوا کہ مسند آرائی کے قدیم دستور پھر قائم کر دئے۔ راجہ درجن سال اور اُس کے فوجدار کے زمانے میں اس کا پورا عملدرآمد نہ ہوا تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر ظالم سنگھ نے اپنے بزرگوں کی عملی طور سے تقلید و پیروی کی اور اُس نے اپنی لیاقتیں ایسی ظاہر کیں کہ بزرگوں کے جوش وفاداری یا حُسن کارگذاری کے اظہار کی ضرورت نہ رہی۔ بھٹواڑہ کی معرکہ آرائی اُس کے حُسن لیاقت کے لئے کافی تھی۔ جے پور کو اُسی کی خاص لیاقت اور شجاعت سے مغلوب ہونا پڑا تھا۔ اس کے بعد والے امیر کو جرأت نہ پڑی کہ وہ کوٹہ کو حلقۂ اطاعت میں لانے کے لئے پہلی سی سرزنش کر سکے +

لگمان سنگھ جب گدی پر بیٹھ چکا تو اس پر کسی کے حُسن و فریب نے جادو کا اثر کیا۔ ظالم سنگھ بھی اُس کے تیغ ابرو کا گھائل تھا۔ اس کی عمر ابھی ۱۲ برس ہی کی تھی کہ رقابت نے عہدۂ فوجداری سے معزول کرا دیا۔ نانتا کی جاگیر بھی ہاتھ سے جاتی رہی یہ جاگیر چمبل کے مغربی ساحل پر پہلے خاندان راج کوٹہ کی مقبوضہ تھی مگر جب کوٹہ بوندی کی ایک شاخ سمجھا جاتا تھا تب سے استمراری طور پر خاندان جھالا کو عطا کی گئی تھی۔ صرف اسی بات سے ظاہر ہے کہ جھالا کے بزرگ کیسے با اعزاز تھے ورنہ راجہ اپنی موروثی جاگیر کیوں انہیں عطا کرتا + جب یہ جاگیر اس خاندان سے چھن گئی تو راجہ کے ماما صاحب بھبھوت سنگھ بالاوت کے ہاتھ آئی جھالا سے راجہ ناراض ہوا۔ اور جھالا راجہ سے منحرف۔ ظالم سنگھ نے یہاں سے بوریا بندھنا اُٹھایا امیر سے مخالفت تھی۔ مارواڑ سے مقصد برآری کا سرچشمہ نہ تھا پس اُس نے میواڑ کی راہ لی۔ اس زمانے میں رانا ارسی میواڑ کا فرمانروا تھا اور اُس کا مصاحب جھالا۔ رانا اس وقت مشکلات میں پھنسا ہوا تھا ادھر دعویدار مسند اُدھر گروہ مخالف۔ جھالا قوم میں سے رئیس دیلوارا اُن سولہ اماکین ریاست

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں سے تھا جس نے رانا ارسی کو گدی دلائی تھی۔ اور اُس کی خدمات ایسی تھیں کہ رانا کے دربار میں سب سے بڑھ کر اسی کا رسوخ تھا۔ اس نے راجہ کی حفاظت کے لئے بیرونی سپاہی متعین کئے اُن لوگوں کو اپنی مرضی سے جاگیریں عطا کیں جنہوں نے اظہار وفاداری کیا۔ جو سرکش و مخالف ہوتے تھے اُن کے علاقے ضبط اُس نے اپنی ریاست کو دُونی ترقی دی تھی۔ رانا ارسی کے دربار کی جس وقت یہ حالت تھی اُسی وقت ظالم سنگھ کوٹہ کی فوجداری سے معزول ہو کر ریاست میں وارد ہُوا اُس کی ناموری نے اُسے اعزاز سے محروم نہ رکھا اور ملکی خدمات نے راجہ کے دل پر ایسا اعتبار جمایا کہ اُس نے جاگیرداروں کی سرکشی کا انتظام اُس کے سپرد کر دیا ظالم سنگھ نے اس موقع پر بڑی بیدار مغزی سے کام کیا۔ رئیس دہلوارا کی دن دہاڑے اس حکمت عملی سے جان لی کہ بہادری تو ظاہر ہوئی مگر الزام کوئی نہ رکھ سکا۔ اس کے بعد رانا کے اختیارات خود بخود وسیع ہو گئے۔ اور کوس آزادی پر چوٹ پڑی۔ رانا نے اس خدمت لائقہ کے صلے میں راج رانا کا خطاب دیگر علاقہ جنیر کھیڑا واقع سرحد مغربی مرحمت فرمایا جس کی وجہ سے رؤسائے میواڑ میں اُس کی نشست دوسرے درجے پر مقرر ہوئی۔ اس معاملے سے جن جن دعویداران حقوق کا نقصان ہُوا تھا اُنہوں نے مرہٹہ سے کمک طلب کی۔ ظالم سنگھ اور رانا نے لشکر مرہٹہ اور فوج سرکشانِ ریاست کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ اور میواڑ کے اچھے اچھے رئیس اس محاربے میں کام آئے فریق مخالف ابھی فتحیاب نہ ہُوا تھا کہ ظالم سنگھ زخمی و خستہ میدان کارزار میں غرق خون ملا۔ ترمیک راؤ ولد امباجی انگلیا کے سامنے لایا گیا تو عہد و قرار ہوئے۔ جن کی زندگی بھر تعمیل و پابندی ہوتی رہی ✣

اس شکست نے رانا کے چھکے چھڑا دئے۔ میواڑ پر قابو نہ رہا۔ فتحمند اودے پور پر حملہ آور ہوئے۔ رانا نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر کچھ پیش نہ گئی۔ آخر ملاقات کر کے ایسا عہد و پیمان کیا جس میں دائمی اطاعت گزاری کی شرائط تھیں۔ جب ظالم سنگھ نے دیکھا کہ رانا مرہٹوں سے یوں ہاری مان گیا تو اس نے اودے پور کے عوض کوٹہ کی راہ لی۔ لالہ جی بلال اس کا رفیق و ہمدرد تھا اس نے بھی میواڑ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو سلام کیا۔ ظالم سنگھ کے یہاں سے جانے کی صرف یہ غرض تھی کہ میواڑ دلاچنا ہوگیا یہاں رونا اندھوں کے آگے دیدے کھونا ہے۔ ہاں کوٹہ میں اُس نے دیکھا کہ جرأت باقی ہے اس لئے اس نے وہاں اظہار لیا قت مناسب سمجھا ٭

گمان سنگھ کے دل میں اس کی طرف سے بُغض بھرا ہُوا تھا اُس نے صاف کہہ دیا کہ ملاقات نہ ہوگی۔ مگر اس کی تقدیر یاور تھی یہ ایک ایسے موقعہ سعید پر درآتا ہُوا پہنچ گیا کہ تقصیراتِ سابقہ بھی معاف ہوئیں اور راج کی خدمتیں بھی تفویض ہوگئیں ٭

اس کے بعد ہی مرہٹوں نے مغربی سرحد پر قلعہ بگائنی کا محاصرہ کیا۔ یہاں کی قلعہ داری مادھو سنگھ کے سپرد تھی جس کے ماتحت ہاڑا سادنت خاندان کے صرف چار سو آدمی تھے۔ محاصرین نے کئی بار سیڑھیاں لگا کر بھی قلعے کو قبضے میں لانے کی کوشش کی مگر کبھی کامیاب نہ ہو سکے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرہٹہ لوگوں کے پاس محاصرے کا انتظام کافی و وافی نہیں ہوتا۔ یہ صرف ہاتھی سے قلعے کا دروازہ روندوانا چاہتے ہیں۔ جس وقت ہاتھی نے دروازے پر سر سے ٹکر ماری مادھو سنگھ رئیس ہاڑا تلوار لئے ہوئے قلعے پر سے ہاتھی پر کود پڑا۔ ہاتھی خنجر سے قیمہ ہو کر زمین پر گر پڑا اسی موقع پر مخالف حملہ آور ہوئے اور ایسے بہادر کی جان لے لی ہمقوموں کا اس جرأت سے جوش بڑھ گیا وہ سب تلواریں تول تول قلعے سے نکل پڑے اور تیرہ سو شجاع مرہٹوں کی جان لے کر خود سُرگ کو روانہ ہوئے مرہٹوں نے اس کے بعد سوکیت پر حملہ کیا۔ راجہ نے قلعدار کو طلب کر لیا کیونکہ اُس کو کوٹہ میں بھی ضرورت تھی۔ آدھی رات کو یہ قلعے سے چلا راستے میں گھاس کا جنگل تھا۔ اتفاق سے جنگل میں آگ لگ گئی اور چاروں طرف سے شعلے بھڑکنے لگے فوج مخالف نے آتش زدگی سے فائدہ اٹھایا اس نے پیچھا کیا۔ ہاڑا قوم کی فوج کو مقابلہ کرتے ہی گزری۔ بہت سے بہادر رئیس تہ تیغ ہوگئے اس فتح نے ملہار راؤ کا دل بڑھا دیا اُس نے آگے بڑھنے کی جرأت کی مگر گمان سنگھ نے بانکروت قوم کے فوجدار کو کامل اختیارات عطا کر کے اُس کے پاس صلح کے لئے بھیجا مگر ملہار راؤ نے صلح منظور نہ کی ٭

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسی موقع پر نوجوان ظالم سنگھ نے راجہ کی قدمبوسی حاصل کی راجہ ناراض تھا لیکن یہ کسی نہ کسی طرح اُس کی خدمت میں پہنچ گیا اور جنگ بھٹواڑہ کی یاد دلاکر جاں نثاری کا یقین دلایا۔ جنگ بھٹواڑہ میں فقط اسی کی وجہ سے فتحیابی حاصل ہوئی تھی اور حملہ آور ملہار راؤ کو اسی نے اپنی حکمت عملی سے اپنا طرفدار بنایا تھا۔ ظالم سنگھ کو اختیارات صلح عطا ہوئے وہ گیا اور فوراً ہی معاملہ توڑ کر لیا ملہار راؤ کئی لاکھ روپیہ لے کر وہاں سے چلتا ہوا اور ظالم سنگھ کو پہلے منصب و اختیارات پھر مل گئے۔ اس کے بعد گمان سنگھ کو بیماری نے آگھیرا اس کا ولیعہد دس سال کا تھا۔ اس نے اسے ظالم سنگھ کے آغوش میں دیدیا اور کہا کہ یہ اب تمہاری حفاظت میں ہے۔ سپردم بتو مایۂ خویش را +

سمت ۱۸۲۷ مطابق ۱۷۷۱ء میں ظالم سنگھ نے اُمید سنگھ کا راج تلک کیا اس جشن مسند نشینی میں دوہری خوشی منائی گئی یعنی خاندان نرور کا علاقہ کیلوارا بھی ظالم سنگھ کے قوت بازو سے بزور شمشیر ہاتھ آگیا تھا۔ اس فتح کو عوام نے نہایت مبارک سمجھا اور اس نیکنامی کا سہرا ظالم سنگھ کے سر رہا جس نے پچاس سال سے زیادہ ریاستوں کے معاملات میں بیدار مغزی اور جانفشانی کے جوہر دکھائے اور جس کی زندگی میں نہ معلوم کون کون انقلاب ہو گئے +

جس وقت ظالم سنگھ کو ایسی ذمہ واری ملی تو سزا و جزا نرمی و سختی کے بغیر کام چلنا ناممکنات سے تھا۔ مگر ظالم سنگھ نے سختی کے موقع پر بھی نرمی کا برتاؤ کیا جس میں مخالف زور نہ پکڑے اُس نے جو کام کیا عقلمندی سے کیا۔ جو وہ کام سوچ لیتا تھا اُسے فوراً کر گزرتا تھا یہ خیال نہ تھا کہ نتیجہ کیا ہوگا مگر اسی کے ساتھ یہ بھی وصف تھا کہ جس کام میں ہاتھ ڈالتا تھا اُسے انجام دئے بغیر باز نہ آتا تھا مجال کیا کہ کوئی چنگاری اُس کی نگاہ سے چھپ کر راکھ میں دبی رہ جائے اور پھر اُس کے شعلے بھڑکیں۔ اس سے ممکن تھا کہ خراب نتیجے بھی پیدا ہوتے مگر اُس کی مدبری نے اُس پر وقت نہ آنے دیا جس معاملے میں اُس نے کسی کے ساتھ کسر رش کی وہ ریاست کے فوائد سے خالی نہ تھی۔ یہ باتیں تو خیر معمولی سی ہیں موقع یہ ہے کہ وہ باتیں ظاہر کی جائیں جب انقلاب سلطنت و غارتگری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے طوفان سے امور جہانداری کی کشتی منجدھار میں ڈگمگا رہی تھی اور اس موقع پر اس بحر ذخار میں اس شناور دریا سے عقلمندی نے ناخدائی کی اعلےٰ خدمات انجام دیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہر ریاست کی ناؤ بھنور میں تھی رعایا کو گرداب مصیبت سے سلامت تھا ظالم سنگھ ہی وہ ہوشیار شخص تھا جس نے کوٹہ کی رعایا کو طوفان بے تمیزی کے تھپیڑے سے بال بال بچایا اور پھر اُن کے سر پر سرکار انگریزی کا سایہ کر دیا +

ظالم سنگھ کے عہدے کی مخالفت میں بہت کچھ سازشیں اور مخالفتیں ہو رہی تھیں اُن کے انسداد کے لئے اُس نے اپنی قدرتی عقلمندی سے خوب خوب حکمت عملیاں کیں۔ یہ انتظام حکومت سے گویا ہر وقت توپ ہی کے منہ پر تھا۔ اُدھر فوجداری کا عہدہ ادھر راجہ کے بود و باش کے خاص محلات کی حفاظت ملکی اور مالی معاملات سے کچھ تعلق نہ تھا۔ اس لئے وہ بھی مشوروں میں شریک رہا کرتا تھا۔ اس کا ہمعصر رائے اکرام بڑا ہی صاحب لیاقت آدمی تھا اس کے عہد دیوانی میں اس کی رائے صائب و عقل سلیم ایسی تیر بہدف ہوتی تھی کہ اس کا بھی طوطی بولتا تھا۔ گمان سنگھ نے وفات پائی۔ اب لوگوں میں آتش عناد مشتعل ہوئی۔ مگر دب کر رہ گئی اور ظالم سنگھ کو کُل مالی و ملکی جنگی و خانگی اختیارات حاصل ہو گئے ظالم سنگھ کی مخالفت میں ایک گروہ نے سازش کی۔ مہاراج سروپ سنگھ رئیس بانکردت وہ شخص تھا جس کو ظالم سنگھ کے عروج سے زوال پہنچایا تھا۔ راجہ کا بھانجا جسکرن وہ بھائی جو راجہ کی ناک کے بال تھے۔ اس سازش میں شریک ہوئے اسی عرصے میں ایک معاملہ پیش آیا۔ یعنی دھابھائی نے مہاراج کی تلوار سے جان لی اور اُس کو جلاوطنی کی سزا ملی رئیس بانکردت جان لے کر بھاگا۔ یہ کارروائیاں اس عجلت کے ساتھ ہوئیں کہ لوگ اُسے جادو اور سحر سمجھنے لگے۔ اس وقت ہر ایک کو اپنی جان کے لالے پڑے تھے۔ مہاراج اور دھابھائی کی دلی کدورتوں کا کسی کو خواب و خیال بھی نہ تھا۔ دھابھائی نے دن دہاڑے حملہ کر کے برج بلاس کے باغ میں تلوار سے راجہ کی جان لی۔ ظالم سنگھ نے فوراً ہی اُسے گرفتار کر کے ہاڑوتی سے ملک بدر کر دیا ممکن ہے کہ ظالم سنگھ کی کچھ بدنیتی نہ ہو لیکن اس معاملے میں لوگوں کا خیال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ظالم سنگھ کی نیک نیتی کے خلاف ہے۔ دھا بھائی جے پور میں جلاوطن ہوا۔ جہاں اُس کی عمر کا خاتمہ ہو گیا ٭

ظالم سنگھ اگر دھا بھائی کو تہ اجل کر دیتا تو اُس پر حرف نہ آتا مگر مجرم کی آزادی کی وجہ سے لوگ اُس سے بدگمان ہو گئے۔ صغیر سن راجہ کی مسند آرائی کا معاملہ درپیش تھا۔ کارپرداز کہتا تھا کہ مہاراج مخالف ہیں اور ظالم سنگھ کی نگرانی بھی اُس کی مرضی کے خلاف ہے۔ چنانچہ ان خیالات کے اختلاف کا نتیجہ جو ہوا وہ ظاہر ہو چکا۔ اس کے بعد موافق رئیسوں نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔ کچھ ادھر ادھر بھاگ گئے ظالم سنگھ کو خیال تھا کہ مقابلہ ہو گا مگر اس صورت میں اُس نے اعلان کیا کہ جو لوگ جے پور و جودھ پور میں چلے گئے ہیں وہ بے خوف آئیں اور جاگیر ہی کر جائیں۔ ان میں سے کسی رئیس کو یہ مقدرت نہ تھی کہ مرہٹوں کی مدد سے اپنی مطلب برآری کرتا۔ جس راجہ سے اُنہوں نے فریاد کی اُنہوں نے ظالم سنگھ کی کارروائی پر اعتبار کر کے ایک بات نہ مانی۔ کئی مفرور راہی ملک عدم ہوئے بہتوں نے تنگدستی کے سبب سے التجا کی کہ بھوکوں مرنے سے بزرگوں کی خاک کے پاس رکھ ہونا منظور ہے۔ ظالم سنگھ نے اُن کو شوق سے آنے کی اجازت دی۔ ملاقات کے وقت وہی برتاؤ کیا جو ایک شخص دغاباز کے ساتھ کرتا ہے۔ اُس نے سب سے صاف الفاظ میں کہا کہ آپ تو دغا دے چکے تھے۔ مگر ادھر سے آپ پر نظرِ عنایت ہوتی ہے آپ کے علاقے اس واسطے ضبط ہو چکے تھے کہ آپ نے خود ہی اُن سے جُدائی اختیار کی تھی مگر خیر آئیے آپ کا گھر ہے ٭

ظالم سنگھ اس معاملے میں کامیاب ہو گیا جو گروہ اُس کے اختیارات سے مخالف تھے وہ دب تو گئے مگر امرائے کوٹہ کے دل میں یہ کھٹکا ہی کیا جس کے نکالنے کی کوشش سے وہ غافل نہ تھے۔ ایسے رئیسوں میں سے بہتوں کو اپنے مرتبہ اور رسوخ کی وجہ سے رعایا کی دلآزاری میں بھی دریغ نہیں ہوتا۔ راجپوتوں کے مزاج میں سہل انگاری ایک معمولی بات ہے۔ اسی سے اکثر وہ صورتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں جس سے عام خرابی پیدا ہو ٭

دوسرا معاملہ نہایت ہی خطرناک تھا۔ دلیل سنگھ رئیس آٹھون ساٹھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہزار سالانہ کا خراج گزار اس سازش کا بانی ہُوا اُس نے اپنے قلعے کا معقول انتظام کرکے کُل برگشتہ رئیسوں کو جمع کیا۔ رائے قرار پائی کہ ظالم سنگھ سے اپنی خرابی کا عوض لیا جائے۔ ظالم سنگھ غافل نہ تھا اُسے مخالفوں کی طاقت اور اپنی قوت معلوم تھی مگر موسی مدد کی لکھی فوج سے اس نے معاملہ سر کیا اور اس فتح سے اُس کے اختیارات اور وسیع و پائدار ہو گئے۔ امرائے ریاست جو چال چلے اُسی سے مات ہوئے اور جاگیرداروں کے ماتھے گئی۔ جب سے راج کی قوت گھٹی تھی۔ راجواڑہ میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو گیا تھا۔ تنخواہ دار سپاہ کے سامنے رئیسوں کی قوت اس وقت تک ہیچ تھی جب تک کوئی حمایتی نہ ہو +

اس تنخواہ دار سپاہ کے افسر یا حاکم اُن رئیسوں سے روپیہ وصول کر سکتے تھے جن کو خدمات سے کچھ واسطہ نہ تھا اور اسی غرض سے وہ راجواڑہ میں لوٹ مار سے اپنا مطلب نکالتے تھے یا ملازمت تلاش کرتے تھے۔ یہ جماعت مدد موسی کے زیر حکم تھی۔ ریاستوں کے زمانہ تنزل میں اس کے نام کی بہت کچھ شہرت ہوئی اُس کے پاس ایک قواعد دان اور مُسلح فوج ہی نہ تھی بلکہ توپخانہ بھی نہایت عمدہ تھا۔ انہوں پر فوج کشی ہوئی۔ قلعہ مذکور کو محصورین نے کئی مہینے تک محفوظ رکھا۔ کئی بار اہل قلعہ تلواریں تول تول کر حملہ آور ہوئے۔ لیکن مدد موسی نے ایک نہ چلنے دی۔ آخر محصورین ہمت ہار گئے انہوں نے امن و امان کی درخواست کی اُن کو حکم ہُوا کہ چپ چپاتے جہاں جانا منظور ہو چلے جائیں کوئی روک ٹوک نہ ہوگی۔ اس سازش کا یوں خاتمہ ہُوا۔ کوٹہ کے رئیس کچھ تو برباد ہو گئے۔ کتنوں نے تارک الوطنی اختیار کی اُن کی جاگیروں کی ضبطی سے ریاست بہت کچھ ترقی پذیر ہوئی اور ظالم سنگھ کی قوت بہت کچھ بڑھ گئی۔ رئیس آٹھوں یعنی دیوسنگھ جس نے سرکشی کا بیڑا اٹھایا تھا جلاوطنی کی حالت میں راہی ملک عدم ہُوا۔ اُس کو اپنے وطن کی مفارقت کا کئی سال تک غم رہا بعدہ اس نے اپنی بے جرمی ثابت کرکے عذر خواہی کی۔ ریاست کوٹہ نے عذرات قبول کئے اور پندرہ ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی کا علاقہ موسومہ بھولیا مرحمت فرمایا۔ اسی کے ساتھ اور چھوٹے چھوٹے رئیسوں کی بھی تقصیرات معاف ہوئیں۔ اُن کو واپسی کوٹہ کی اجازت ملی۔ مگر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسی کور دبائی گئی کہ پھر سر نہ اٹھا سکیں۔ ظالم سنگھ کی مدبری اور قوت دماغی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ جس مکان میں اس کی بود و باش تھی۔ اُسی میں اُس نے مخالفوں کا اسباب ڈھیر کر لیا اور پھر لطف یہ کہ ناموافقت کی حالت میں بھی یہ نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ کوئی ناموافق نہیں +

اس مخالفت کے دبانے اور اپنا رعب جمانے میں ظالم سنگھ کا بہت وقت صرف ہوا اُس کی شادی میواڑ کے کسی رشتہ دار کے یہاں ہوئی تھی جس وقت مادھو سنگھ کی ولادت ہوئی اس رشتہ مندی کی وجہ سے اُس کو وہاں کے اندرونی معاملات کی طرف توجہ مبذول کرنے کا خیال مضبوط ہوا اُس کو یہ افکار لاحق ہی تھیں کہ مشکلات کا ایسا سامنا ہوا کہ سمت ۱۸۴۷ مطابق ۱۷۹۱ء میں اُس نے معاملات کوٹہ پر معاملات میواڑ کو ترجیح دی اور اس کارروائی سے کوٹہ نے جو نقصان اٹھایا اُس کا ذکر موقع پر آئیگا۔ سمت ۱۸۴۷ سے سمت ۱۸۵۶ یعنی ۱۸۰۰ء تک کے معاملات تاریخ میواڑ سے تعلق رکھتے ہیں اور اس سے قبل ظالم سنگھ کے خلاف جو کارروائیاں ہوئیں اُن کا ذکر کئے دیتے ہیں +

ظالم سنگھ کے قتل کی متواتر کوششیں ہوئیں۔ لیکن اہل سازش کی کارستانی کارگر نہ ہوئی سمت ۱۸۳۳ کی سازش زبردست تھی۔ لیکن رئیس اعظم نے جلاوطنی سے منہ کی کھائی۔ سمت ۱۸۵۶ کو بیس برس گزرے ہیں اس سال سے دس ہزار سالانہ کے مالگذار بہادر سنگھ رئیس موہسین نے علم سرکشی بلند کیا خاندان اعلےٰ کے کل رئیس اُس کے شریک ہوئے۔ سازش بہت خفیہ طور سے ہوئی تھی کسی کو علم نہ تھا مگر جب سازش کی کارروائی شروع ہونے ہی کو تھی کہ ظالم سنگھ کو پتہ لگ گیا۔ اس سازش میں جن جن لوگوں کی خونریزی کا بیڑا اٹھایا گیا تھا اُن کی تعداد زیادہ تھی۔ ظالم سنگھ اُس کے متعلقین و متوسلین۔ احباب و مشیر لال جی پنڈت سب شامل تھے۔ تجویز قرار پائی تھی کہ دن دوپہر دربار کے موقع پر سب کا نخل زندگی جڑ سے کاٹ دیا جائے۔ ظالم سنگھ کو دربار جاتے وقت پرچہ لگا وہ اپنے رفیقوں کے سوار ان پائیگاہ کو سواری کے ساتھ لے گیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مخالف کمین گاہ میں شکار کے منتظر ہی تھے کہ دفعتہً فوج پائیگاہ اُن پر ٹوٹ پڑی بہت سے مخالف اسیر ہوئے جو بچے وہ بھاگے بہادر سنگھ سرگروہ بغاوت چمبل تک بھاگ کر پٹن کے ہارامندر میں پناہگزیں ہوا اُس کو اُمید تھی کہ کیشورائے کے مندر میں راجہ بوندی کے لحاظ سے اُس کو پناہ ملیگی مگر ظالم سنگھ کے کارپردازوں نے اُسے کھینچ کر وہاں سے باہر نکالا اور تہ تیغ کر کے اُس کے اعمال کی سزا دی ٭

ظالم سنگھ کا سوانح نگار اس کو اس الزام سے اس واسطے بری کرتا ہے کہ اُس نے حفاظت خود اختیاری کے لئے ہی یہ کارروائی نہ کی تھی بلکہ راجہ کی نمک حلالی کی غرض سے سرکش راجۂ موجودہ کے عوض اُس کے بھائی کی حکومت کے خواہاں تھے۔ اس سرکشی میں اُس کے چچا راج سنگھ اور گوردھن و گوپال سنگھ کی بھی رئیس آتھون کے ساتھ شرکت تھی۔ جب یہ راز کھلا تو اُن کو قید سخت سے سابقہ ہوا۔ گوردھن نے زندان مصیبت میں دس برس کے بعد زندگی سے ہاتھ دھویا۔ گوپال کے چھوٹے بھائی کی عمر زیادہ ہوئی دونو قید خانوں میں محبوس تھے۔ باہر آنے کی اجازت نہ تھی اور آخر ان کی بیڑیاں اُس وقت کٹیں جب فرشتۂ اجل نے قید زندگی سے رہا کیا۔ راج سنگھ کی قید سخت نہ تھی اُس نے اس حالت میں بھی اچھی زندگی پائی۔ سُکوشہر کے مندروں میں لے جانے کی اجازت رہی اور اُس کو خود بھی خواہش نہ تھی کہ ادھر اُدھر مارا پھرے ٭

یہاں پرتھی سنگھ کی مخروجہ شاخ کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جس کے پوتے اجیت سنگھ نے از سر نو مسند کے ساتھ اپنے حقوق حاصل کئے۔ اس معاملے میں بھی ظالم سنگھ ہی کی عقلمندی کارفرما ہوئی جس نے جاگیرداری کوٹہ کے انتظام میں بڑی حکمت عملی سے رد و بدل کیا تھا۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ جن ملکوں میں جاگیرداری کا انتظام ہے وہاں جو کچھ قانون ہے وہ حکم اور حکم بھی وہ جس کی تائید و تعمیل میں ہمیشہ خونریزی ہوتی رہتی ہے ٭

اٹھارہ مرتبہ ظالم سنگھ کے قتل اور عزل کے واسطے خونریز مخالفتیں ہوئیں۔ مگر اُس کی عالیدماغی اور عقلمندی سے کسی کی کوئی حکمت نہ چلی۔ فوج کا زور کام نہ آیا۔ زہر خورانی کی تدبیریں پٹ پڑیں۔ تیر و تفنگ کے وار بیکار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گئے ظالم سنگھ ان سرکشیوں سے عاجز آگیا۔ جان بچانا مشکل معلوم ہوئی اور تو اور اُس کے محلات میں بھی اُس کی جان کے گاہک پیدا کئے گئے۔ مستورات پر جادو چلایا گیا۔ مگر یہی ایک شخص تھا جس نے اپنی عقلمندی سے ان بغلی گھونسوں اور آستین کے سانپوں سے بھی اپنے اوپر کچھ آنچ نہ آنے دی۔ اس موقع پر ایک عورت کی وجہ سے اس کی جان بچی جس کو اُس کے حسن صورت و حسن سیرت کا پاس تھا۔ مشہور ہے ایک نوعمر راجہ راجگان کی والدہ نے اُس کو اپنی ڈیوڑھی پر بُلایا اور جس وقت اُسے انتظار تھا کہ دیکھیں پردے سے کیا صدا آتی ہے دفعتہً بہت سی راجپوت عورتیں تلواریں لے کر نکل پڑیں ظالم سنگھ کو موت کا سامنا ہو گیا لیکن اُس کی تقدیر کا ستارہ بُرج زوال میں نہ تھا عورتوں نے جان کے عوض روپیہ طلب کرنا شروع کیا۔ اسی عرصے میں رانی کی قوی الجثہ اور دلیر مصاحبہ اندر سے نکلی اور عورتوں کو ڈانٹتی ڈپٹتی ظالم سنگھ کے ہاتھ پکڑے ہوئے باہر لے آئی اور دتکارا کہ تمہیں یہاں آنے کی ضرورت ہی کیا تھی گویا اس موقع پر اس طرح ظالم سنگھ کی جان بچی ✤

ظالم سنگھ اشنان دھیان اور شکار کا بڑا شائق تھا۔ ان مواقع پر اس کی جان لینے کے لئے کوئی تدبیر اُٹھ نہ رہی۔ لیکن وہ اپنی حسن تدبیر سے بال بال بچا رہا اتنی سرکشیاں ہونے پر بھی اُس نے جب تک پوری تحقیقات نہ کر لی شک و شبہ میں دلی بغض نہ نکالا۔ اُس کی جان کے اتنے دشمن تھے کہ وہ آہنی کٹہرے میں آرام کرتا تھا۔ لیکن کسی اندیشے سے اُس کے استقلال طبیعت میں فرق نہ آنے پایا۔ وہ صورت دیکھ کر ہی پہچان لیتا تھا کہ آدمی کی نیت کیا ہے۔ سرکشوں کے دل کا حال معلوم کر لینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا اُس کو فقط اپنی ذات کا بھروسا تھا پولیس کا انتظام اُس کے برابر آج تک کسی نے نہ کیا ہو گا۔ ملازموں کو ماہوار تنخواہیں دی جاتی تھیں اس کی سب کاموں پر نظر رہتی تھی کوئی کام دوسرے کے اعتبار پر نہ چھوڑتا تھا۔ انتظام حکومت کے لئے لائق لائق اہلکار مقرر تھے روزانہ ہر امر ریاست کو بنفس نفیس دیکھتا رہتا تھا یہی وجہ تھی کہ اُس کی تمام مشکلات آسانی سے حل ہو جاتی تھیں۔ اسی عالی دماغی کی وجہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی سے اُس نے تمام سرکشیوں۔ مخالفتوں۔ مہموں کو سر کر کے غارتگریوں کا ایسا معقول انتظام کیا کہ پچاس برس تک ترقی ہی ہوتی گئی ٭

باب ۷

ظالم سنگھ اور اُس کے آئین و قوانین۔ میواڑ کی ملک گیری کے عزم۔ کوٹہ کا نقصان۔ اُس کی ستم شعاری۔ مذہبی خیالات۔ مُلکی سیر و سیاحت۔ گشتی فوج سفر کی آراستگی۔ انگریزی ہتھیاروں کا استعمال اور قواعد کا رواج۔ ہاڑوتی کی مالگذاری کے انتظام میں ردوبدل۔ پٹیلوں کے اصول۔ چار ارکان ریاست کی مشورت سے معاملات ملکی کا انتظام۔ حکومت کی توسیع۔ بوہرا کا ذکر۔ ان کی تجارت ہندوستان سے مُلکی فوائد۔ پٹیلوں کی وجہ سے اس انتظام کی تخریب۔ کاشتکاروں کا زوال۔ پٹیل کی اسیری۔ اور انتظام قدیم کا مکرر رواج۔ کاشتکاراں راجپوتانہ کی سیرت۔ تحصیل مالگذاری کا طریقہ۔ اور اُس کا حسن و قبح

ریاست کوٹہ پر ہونہار ظالم سنگھ اپنی ذہانت و فطرت سے بطور واضع قانون و مہتمم ریاست مقرر ہُوا۔ کئی سال پیشتر ریاست کوٹہ ملک میواڑ کے زیر تصرف تھی جو آمدنی غریب رعایا سے بہ ظلم و تعدی وصول کی جاتی خزانہ میواڑ میں داخل ہوتی۔ رعایا از حد پریشان و نالاں تھی کچھ شنوائی نہ ہوتی۔ عقلمند ظالم سنگھ رعایا کی تکلیف و مصیبت دیکھ کر دل میں پیچ و تاب کھاتا رہا سمت ۱۸۲۰ سے تا بہ سمت ۱۸۵۶ دربار رانا میں نظم و نسق ملک و ریاست سے بخوبی واقف ہوگیا۔ اُس نے رانا کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مزاج میں رسوخ حاصل کیا۔ چنانچہ رانا نے میواڑ نے اسی نوجوان کو ہاڑوتی کی تسخیر پر مقرر کیا اور اس نے اپنی شجاعت اور جسارت سے ہاڑوتی کو زیر و زبر کر کے نظم و نسق اپنا جما لیا۔ ہاڑوتی کے کاشتکار تحصیل وصول سے از حد رنجور تھے۔ اُن کے جبر و ظلم کی حکایت اور اُن پر بدعت اور زیادہ ستانی کی شکایت سے تمام میواڑ دانتوں تلے اُنگلی دبائے تھا اُن کی شکم پوری بمشکل ہوتی تھی۔ وہ مزدوری کر کے بسر اوقات کرتے تھے۔ مفلوک۔ رعایا کے بدن پر چیتھڑا نہ تھا۔ اُن کے مویشی اور دیگر سامان کاشتکاری سب قرق اور ضبط ہو گئے۔ بعضوں نے فاقوں سے جان دی۔ اور بعضے گھر بار چھوڑ کر دوسری ریاست میں پناہ گزیں ہوئے اور بہت سے بیچارے تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق پر وہیں گزارہ کیا کئے افسوس اُنہیں مویشیوں سے قلبہ رانی ہوتی جن پر کسی زمانے میں اُن کا دسترس تھا اور وہ اپنا مال سمجھتے تھے۔ ہائے وہی زمین جو تنے کو ملتی جو اُن کی قبولیت میں تھی اور آج اُسی پر مزدوری کر کے پوری شکم پری بھی نہیں ہو سکتی تحصیل وصول کرنے والا کاشتکاروں کے گاڑھے پسینے کی کمائی ضبط کر کے خود ٹھیکہ دار بن گیا +

ظالم سنگھ غریب رعایا کی بربادی اور خستہ حالی دیکھ کر از حد ملول ہوا۔ رعایا کا ستارہ بھی بُرج نحوست سے نکلا۔ ظالم سنگھ رعایا کو خوشحال بنانا چاہتا تھا مگر کوئی بات ذہن میں نہ آتی کہ جس کا برتاؤ ہوتا۔ اُس نے خاندان انگلیا سے دوستی کی مراسم ارتباط زیادہ بڑھائے۔ چنانچہ خاندان انگلیا کا رئیس بالا راؤ اُس وقت میواڑ میں مقید تھا۔ اب اُس کو بالا راؤ کے چھٹکارے کی فکر ہوئی اُس نے سوچ لیا کہ بغیر معرکہ آرائی کے بالا راؤ نجات نہیں پا سکتا۔ رعایا کی بہبودی و فلاح کا خیال فسخ کر دیا۔ کیونکہ جتنی بہبود و فلاح کی باتیں جاگزیں تھیں بجز امر قیاسی کے کچھ نہ تھا +

بالآخر اُس نے چند سر بکف سواروں کی جماعت میں کارپرواز قلعہ پر حملہ کیا کارپرواز دست بستہ حاضر آیا اور بالا راؤ قید میواڑ سے چھوٹا۔ ۱۸۵۷ء کے دور میں موہسین کی سرکشی کے وقت یہی کارپرواز قلعے میں سکونت پذیر تھا اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بطور قلعہ دار کام کرتا تھا مگر سمت ۱۸۶۰ (سنہ ۱۸۰۳-۴) میں بعد رہائی بالاراؤ کے کارپرداز نے دیکھا کہ اب قلعے میں رہنا بہتر نہیں کیونکہ فتوحات انگریزی بڑھتی جاتی تھیں۔ مرہٹوں کی طاقت زوال پذیر تھی۔ اکثر مرہٹہ ملک بدر ہوکر خانہ بدوش پھر رہے تھے اور اُن کی جائداد اور زمین انگریزی فتوحات میں شامل ہوتی جاتی تھیں۔ کارپرداز قلعہ میواڑ بھی ہراساں ہوا۔ کیونکہ انگریزی فوج کا ڈر دل میں سمایا ہوا تھا۔ اُس کو اپنی جان کا خطرہ تھا۔ دو باتیں ذہن نشین ہوئیں جس کی وجہ سے اُس نے اس مقام سے کنارہ کشی اختیار کی اوّل طریق مالگذاری میں ترمیم کرنا مقصود تھا۔ دوئم ایسے مقام پر بود و باش ہونا چاہئے جہاں ریاست میواڑ کی فوج وقت پر اس کی حمایت کر سکے اُس نے بھومیوں کو طلب کیا اور اس بارے میں رائے صائب دریافت کی صلاح ٹھہری کہ خطرے کی جگہ پر ٹھہرنا جان کو آفت لگانا ہے۔ چنانچہ وسط ملک میں ایک مقام تجویز ہوا۔ اُس نے خط کشی کرکے پیمائش شروع کی۔ اس مقام کا کوئی نام بھی نہ جانتا تھا۔ مُدت سے غیر آباد اور بیڑ ہو رہا تھا۔ چنانچہ مکان بنوایا گیا اور اُس میں سکونت اختیار کی۔ یہاں بھی دست تظلم دراز رہا۔ رعایا بددل ہوئی۔ ایک ثلث کاشتکار برباد ہو گئے۔ اس قدر تباہی رعایا پر سوار ہوئی کہ مہاجنوں نے قرض و دام یکلخت بند کر دیا۔ کیونکہ تمسک اور قول کی شنوائی نہ ہوتی تھی فریاد نالش بے سود۔ کوئی سُننے والا نہ تھا۔ ادھر روپیہ کی ضرورت اُس نے رعایا کی ضبطی جائداد شروع کی۔ جب یہ خبر ظالم سنگھ کے گوش زد ہوئی اُس نے خیال کیا کہ اگر ان خرابیوں کا انسداد نہ ہوگا۔ تو ملک میں امن و عافیت کافور ہو جائیگا۔ دفعیہ کی راہیں سوچی گئیں ظالم سنگھ نے ایک مستحکم قلعہ اُس مقام کے نزدیک تعمیر کرایا اور سکونت اختیار کی اپنے خیمے پر سایہ نصب کیا اور افسروں نے بھی اپنے اپنے واسطے سائے قائم کئے۔ یہ مقام چھاؤنی تصور ہوا۔ اور اخبارات و مُراسلات میں چھاؤنی کا لقب ثبت ہونے لگا۔

یہ مقام ملک ہاڑوتی کے دکھن کی طرف عین وسط میں متصل آبادی بھیل واقع ہے۔ بھیل قوم ہمیشہ سے لوٹیری اور نافرمان تھی۔ کارپرداز نے اپنا قلعہ نہایت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مستحکم قلعجات شیر گڑھ اور گاگرون کے درمیان تعمیر کیا اور قلعہ گاگرون کو بھی از سر نو مضبوط کر لیا۔ جسمیں اسلحہ میگزین اور دیگر سامان حرب کی درستی ہوا کرتی تھی۔ ظالم سنگھ ایک سن اور شیر دل آدمی تھا۔ فوج کی تربیت اور اسلحہ اور قواعد کی درستی انگریزی طرز پر اختیار کی۔ فوج کے افسر کا نام کپتان رکھا ایک فہرست الفاظ مدلی کی تیار ہوئی۔ ظالم سنگھ کی فوج نے بہت بڑے بڑے کارنمایاں کئے۔ جنکے صلے میں انعامات تقسیم ہوئے۔ ذرا سے اشارے پر تمام پلٹن کام کرتی۔ جہاں حکم ہوتا سینہ سپر ہو کر جان دینے کو مستعد ہوتی۔ اس طرح سے اُس نے کئی ملک میواڑ پر تسلط کر لیا۔ رعایا اُس کی حکومت سے شاد ہوئی۔ اور وہ رعایا کی آنکھوں کا تارا ہو گیا۔

طوفان بے تمیزی جو برپا تھا اُس کی عدل گستری اور نیک پروری سے کافور ہو گیا۔ اُس نے طریق مالگذاری میں بدرجہا ترمیم کی۔ اس کا علاقہ بہ نسبت دیگر ریاستان قوم راٹھور کے سرسبز نظر آنے لگا۔ اُس نے ہاتھو اور بٹائی کے طریق کو روا رکھا ہاتھو اور بٹائی قسم زمین یا پیداوار پر منحصر تھی۔ رعایا پر وہ ظالم سنگھ کو اس کے نقص دریافت ہوئے۔ اس طریق میں بھی مستاجروں کی زیادتیاں ہوتی تھیں اور کاشتکار بے ایمانی اور فریب کے مہمان بنجاتے تھے تحصیل وصول کا کام فرقہ پیٹیل کے حوالہ تھا۔ یہہ قوم بہت طامع اور راشی تھی۔ رشوت سے سرکار کو بھی نقصان پہنچتا تھا اور کاشتکاروں پر بھی بارگراں ثابت ہوتی تھی۔ کیونکہ کاشتکار اور ٹھیکہ دار میں سازش ہو جاتی تھی اور بغیر ان کے تشخیص جمع ناممکن تھی اور نہ بغیر ان کے روپیہ وصول ہو سکتا تھا۔

نیک خو ظالم سنگھ نے طریق بٹائی میں خوب چھان بین کی قوم پیٹیل کو طلب کیا اور ہر ایک سے اظہار لیا۔ اُنکی تحصیل وصولی کا طریقہ۔ کاشتکاروں کی طرز معاشرت اور اُن کی بہبودی کے وسائل پوچھے اضافہ لگان کی تدبیریں دریافت کیں کہ رعایا کو بار بھی نہ ہو اور خزانہ سرکار میں بھی ترقی ہو۔ جب واقفیت ہو گئی۔ تخمینہ بنایا گیا اور ضلع دورہ کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ چک بندی شروع کر دی۔ قسم زمین اور پیداوار کی فہرستیں جدا جدا مرتب ہوئیں۔ یعنی قسم زمین۔ آبپاشی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

غیر آبپاشی - مورمی یعنے جنگل - پتھریلی زمین - اوسر - بنجر وغیرہ زمینوں کے نام علیحدہ ہو گئے - کئی سال کی مالگذاری نقدی مقرر کی - اشتہار دیدیا کہ آیندہ سے طریق بٹائی یک قلم مفقود - اس طریق پر بھی کاشتکاروں کی بہبودی نہ ہوئی - مفلس اور پریشان رہے - کیونکہ ایک ثلث جریب کم کرکے ایک چوتھائی اوسط میں ایزاد کرلیا اور سمجھا دیا کہ جو نفع پیٹل پاتے تھے وہ اس ایزادی محاصل کو گوارا کرسکتا ہے - جب مالگذاری کا فیصلہ ہوچکا - قوم پیٹل کی دیکھبھال کی - اس قوم کی زبردستیاں مشہور تھیں - بہت کچھ رعایا کو تنگ کرکے اپنا پیٹ بھرا تھا - لہذا اس نے آمدنی پیٹل پر بحساب فی بیگہ ویرانہ کل اراضی پیٹل پر اضافہ کردیا - کیونکہ بہ نسبت کاشتکاروں کے پیٹل لوگ مالگذاری بہت کم ادا کرتے تھے - پس مالگذاری پیٹل ۵ ہزار سے ۵ لاکھ سالانہ تک ہوئی - قوم پیٹل پر اضافہ لگان بار نہ ہوا بلکہ انہیں دس ہزار ۲۰ ہزار پچاس ہزار سالانہ تک دینے میں عذر نہ تھا - ظالم سنگھ نے دس لاکھ روپیہ رقم نذرانہ سے وصول کرکے شاہی خزانہ میں داخل کردیا - علیحدہ باوجود سنگین جمع اور جبرتانی کے اس انتظام سے بہت خوش رہی کیونکہ بجائے بٹائی کے نقدی مقرر ہوگئی - ظالم سنگھ نے کاشتکاروں کو فہمائش کردی کہ بخیال کمی پیداوار مالگذاری سرکار کم نہوگی اور اراضی غیر مزروعہ معرفت پیٹل کے اس شخص کے حوالے ہوگی جو اس کو کاشت کریگا - اگر کسی نے اراضی مذکور لینے سے انکار کیا تو ٹھیکہ دار سرکاری کے سپرد کیجائے گی - ان احکام سے پیٹلوں کی بائی کچائی نکل گئی - اور وہ ذمہ وار کمی مالگذاری کے ہوگئے +

پیٹل لوگوں کا پیشہ بھی ڈکیتی تھا اور وہ ڈکیتی کے پیشے پر سالانہ یا سہ سالہ محصول زر پیٹل سرکار کے نام سے دیا کرتے تھے - لہذا اس کی کوئی روک نہ تھی ظالم سنگھ نے یہ ظلم برطرف کیا اور فہمائش کردی کہ اگر وہ بلا ستائے اور تنگ کئے کاشتکاروں سے مالگذاری وصول کرکے روز معہودہ پر داخل خزانہ کرینگے تو انکی عزت اور توقیر کی جائیگی - قوم پیٹل اہلکار ریاست گنے جانے لگے - پیٹلوں نے بھی اہلکار ریاست ہونا بڑے فخر سے قبول کیا اور ریاست

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیطرف سے کڑہ طلائی اور دستار بطور خلعت عطا ہوا اور وہ بھی بہت ہوشیاری اور چالاکی سے کام علاقہ انجام دیتے رہے۔

ناظرین کو یہہ خیال ہوگا کہ ان ممالک میں کون کون طریقے اور سامان درستی ریاست اور انتظام ملک کے لئے مہیا ہیں۔ کیونکہ ہر ریاست پیٹلوں کے سپرد ہے۔ اہل پیٹل راجپوت قوم ہیں۔ بہادری اور انتظام ملکی میں دنیا کی اور قوموں سے کسی طرح کم نہیں۔ وہ ہمیشہ ملکی معاملات میں حصہ لیا کئے۔ فوج کی سرداری اور ترتیب افواج کی درستی اسی قوم کے سپرد رہی۔ اگر انگریزی حکومت اس انتظام کی معرف ہو اور ان طریقوں کو پسند کرے تو ابھی تک اُس کا مصالحہ اور اسباب موجود ہیں۔ بہت سے ذی عزت راجپوت اور اہل دول چھتری انہیں طریقوں اور انتظام کے ابتک پابند ہیں۔ اور ایک کتاب قانون فوجداری اور دیوانی کی مرتب ہو سکتی ہے۔ بہت سے کتبے زمانہ سلف کے جو پتھروں پر کندہ ہیں فراہم ہو سکتے ہیں۔ فوج کی درستی اور ملک کی امنیت میں اگر خلل واقعہ ہو تو انہیں کتابوں اور کتبوں سے گشتی فوج طیار ہو سکتی ہے اور طریق انتظام ریاست ایسے ہی سداروں اور گشتی فوج سے بآسانی ہو سکتا ہے۔

تجربہ کار ظالم سنگھ نے چار ہوشیار شخص قوم پیٹل سے منتخب کئے اور وہ صلاح اور مشورہ کے لئے ملکی معاملات میں تعینات ہو گئے۔ پہلے مالگذاری وصول کرنے کی خدمت عطا ہوئی۔ پھر پولیس کا انتظام بھی اُن کے سپرد ہوا یہاں تک کے بغیر ان کی صلاح کے کوئی انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ یہہ لوگ اکثر مقدموں کا فیصلہ کیا کرتے بلکہ اُن کے روبرو پیچیدہ مقدموں کا فیصلہ اور پنچایت نامہ پیش ہوتے۔ جن کو وہ نہایت خوش اسلوبی سے فریقین کو راضی کر کے فیصل کر دیتے تھے پس ان لوگوں کا کام ہمارے بورڈ آف ڈیونیو یعنے صدر بورڈ سے سہ چند ہوتا تھا۔ صدر بورڈ اور جج اور پولیس کے کام بغیر ان کے مشورہ کے ہرگز سرانجام نہ پاتے۔ دُنیا بھر میں کہیں ایسا انتظام پولیس کا نہ تھا جیسا ظالم سنگھ نے اپنی طباعی سے انجام دیا یہاں ایک حاکم نہ تھا۔ بلکہ چار رکھے۔ خفیہ پولیس کی تعیناتی ہوئی۔ بغیر خفیہ پولیس کے ظاہر ہوئے کوئی فعل نہو سکتا تھا۔ یہ انتظام

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گو سخت نہ تھا مگر خرابی سے مملو ضرور تھا۔ پردہ پوشی جو تجارت میں ضروری ہے اُٹھ گئی یعنے ہر ایک امر کا راز کارپردازان پر روشن ہو جاتا تھا۔ کسی کو جاسوسوں کی وجہ سے اطمینان نہ تھا اگر کسی نے کوئی تدبیر سوچی۔ جاسوسوں نے فوراً خبر گزرانی۔ جس کا نتیجہ تجارت کے لئے بہت خراب ہوا تجارت کا زور ٹوٹنے لگا۔ کسی کو اُمید نہ رہی کہ اُس کی محنت و مشقت کا معاوضہ واجبی ملیگا۔ امن میں خلل واقعہ ہوا اور کوٹا میں کارپردازِ خفیہ پولیس کے ذریعے سے تاجروں کے منافع میں نقصان پہنچانے لگے ٭

ملکی کونسل صاحب اختیار بہ نسبت پیٹلوں کے نہ تھی اہلکاروں کو بھی اندیشہ تھا کہ تلوار کھینچے ہوئے پیٹل سر پر موجود ہیں۔ صرف وہی لوگ پیٹلوں کے قدردان تھے جن کو اُن کی ذات سے نفع پہنچتا تھا۔ ورنہ کل رعایا پیٹلوں کی زبردستی سے نالاں تھی اور ہر وقت اُن کی جبر و تعدی سے اندیشہ ناک رہتی ٭

ظالم سنگھ نے ایک مجمع ہوشیار اور زبردست لوگوں کا اپنی امینت اور سلامتی کے لئے مقرر کیا کہ وہ پیٹل لوگوں کی دیکھ بھال رکھے۔ کارپرداز نے اس گروہ پر بھی خفیہ پولیس تعینات کی۔ یہ لوگ اکثر کہا کرتے کہ پانی پینا بھی موت کا سامنا ہے ٭

قوم پیٹل نے جو کاشتکاروں کی افسر تھی۔ سوچا کہ جبرانہ اور ضبطی اور قرقی سے صریح ظلم رعایا پر ہوتا ہے مگر سوائے اس کے اور کوئی ترکیب روپیہ وصول کرنے کی نہیں کہ مالگذاری بھی ادا ہو اور اپنا مقصد نکلے۔ اس وقت تک افسر نادار کاشتکار اپنی رفع حاجت قوم بوہرا سے کر لیتے تھے۔ اور قوم بوہرا مہاجن پیشہ تھی اور دین لین کی منظوری ریاست سے حاصل کر لی تھی۔ مگر اب پیٹلوں نے زور باندھا مہاجنی پیشہ خود اختیار کیا اور رعایا بہ مجبور پیٹلوں کے احکام کی پابند ہوئی کیونکہ بغیر پیٹلوں کے کاروبار نہ چل سکتا تھا ٭

بوہرا راجپوتانہ کی ایک قوم ہے جسطرح ملک فرانس میں میئر کاشتکاروں کی اعانت کیا کرتے ہیں یعنی مویشی اور آلات کاشتکاری اور بیج فراہم کرنا۔ لڑکے بالوں کی پرورش کا انتظام پیداوار پر ہوتا تھا۔ جب فصل تردکے لائق ہو جاتی تھی تب میئر کاشتکاروں کو روپیہ قرض دیتے تھے اور حساب کتاب آخر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل میں ہوا کرتا تھا یہی انتظام بوہرا نے اختیار کیا تھا ان کی امداد کے دو طریقے تھے خواہ نقد خواہ پیداوار نقدی میں سود خاطر خواہ پیداوار کے ہونے پر وصول کرتے تھے۔ اور پیداوار کی بٹائی میں دو چند سہ چند غلہ کاشتکاروں سے لیا جاتا تھا۔ اگر پیداوار نہ ہوتی تو مجبور ہو جاتے اس صورت میں بوہرے نفع و نقصان دونوں کے شریک تھے۔ درحقیقت یہہ انتظام بہت اچھا ہے۔ اگر فی بامین دیانت اور امانت سے کام لیا جاوے کیونکہ بوہرا کی جانب سے زیادہ سود خواری رہتی تھی۔ اس وجہ سے اکثر کاشتکار ہاتھ سے نکل جاتے تھے اور کاشتکاروں کی بددیانتی اس وجہ سے ترقی پر ہوئی کہ ادائے مالگذاری میں جب تشدد ہوتا تھا۔ کاشتکار نالاں رہتے تھے اور ان متمول لوگوں کی قدر و منزلت ہوتی کیونکہ یہہ لوگ کاشتکاروں کے مربی اور سرپرست کہلاتے تھے۔ ہر کاشتکار اپنا اپنا خاص بوہرا رکھتا تھا اور اکثر اپنے موضع کے بوہرا کو پسند نہ کرتے بلکہ دوسرے موضع کے بوہرا سے لین دین رکھتے تھے۔

اس انتظام سے یہہ نتیجہ نکلا کہ قدیم طریقہ ہاتھا بٹائی کا مبدل ہو کر گھٹی کی صورت میں (یعنی وہ روپیہ جو قطعات اراضی پر تعین کیا جاتا ہے) وصول کیا جانے لگا۔ پیٹیل لوگ صرف تحصیل وصول کیا کرتے اور کل اراضی کا کل کام ہاتھوں سے نکل گیا۔ بوہرا کا زور پھر بندھا۔ پیٹیل بغیر بوہرا کی سازش کئے ممکن نہ تھا کہ اُن پر اضافہ لگان کرتے یا تشدد بیجا سے ادائے مالگذاری میں دست انداز ہوتے۔ جب کل اختیار پیٹیلوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ لہذا انہوں نے بین بین کا طریق اختیار کیا یعنی فصل کی تیاری کے وقت کاشتکاروں کو پیداوار میں ہاتھ نہ لگانے دیتے۔ بلکہ درپے تشدد ہوتے تاوقتیکہ زر لگان ادا نہو جائے پیداوار کاٹ نہیں سکتے۔ کاشتکار مجبور ہو کر بوہرا سے عرض حال کرتے۔ بوہرا کو روپیہ دینے میں اس وجہ سے تساہل ہوتا کہ کارپرداز کا قطعی حکم تھا کہ جس سے کسی پرگنہ کی لگان کی باقی ہے وہ قرض نہیں لے سکتا اور دینے والا بھی ماخوذ ہوگا۔ اس کے قرضے کی شنوائی نہوگی پس کوئی صورت کاشتکاروں کی بچت کی نہیں رہی کہ وہ مجبور ہو کر پیٹیلوں سے معاملہ کریں۔ ناچار اپنی کاشت کو پیٹیلوں کے ہاتھ فروخت کرتے اور وہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپنی معینہ قیمت رگاکر کاشتکاروں کی پیداوار مول لے لیتے اور رسید لکھ دیتے کہ مالگذاری کا روپیہ بھر پایا۔ اور ایک تحریر کاشتکار کی جانب سے ہوتی کہ ہم نے برضا ورغبت اپنی جائداد پیداوار بقیمت مناسب پیٹلوں کے ہاتھ فروخت کردالی اس طریق سے بہت سا روپیہ پیٹلوں کے یہاں جمع ہوجاتا۔ کل میواڑ کا غلہ کوٹھ میں فراہم ہوگیا۔ پیٹل اس ڈھنگ سے امیر کبیر ہوگئے اور غریب کاشتکار لیمو نچوڑ تے رہے نہ انہیں اپنی محنت ومشقت کا فائدہ حاصل ہوتا اور نہ اچھی طرح سے شکم پری کرسکتے۔ دن بدن محتاج اور غریب ہوتے جاتے تھے۔ ان زیادتیوں کی خبر کارپردازنک پہنچ نہ سکتی تھی۔ مگر سرکاری خزانہ کو ترقی ہوتی گئی اور بہت سے جدید قطعات سرکاری ممتاجری میں آگئے۔ اور اصلی غرض کارپردازان کی یہی تھی۔ غریب کاشتکاروں پر جبر وتعدی کی داستان کارپرداز کے گوش زد ہوئی۔ پہلے تو اس نے سکوت اختیار کیا کیونکہ خزانہ مالا مال ہورہا تھا۔ یہہ طریقہ سمت ۱۸۶۷ یعنی سنہ ۱۸۱۱ء تک جاری رہا۔ اب رحمدل ظالم سنگھ غریب کاشتکاروں کے بیداد کی بیخکنی پر مصروف ہوا حکم گرفتاری جاری ہوا کہ جو پیٹل زبردستی کاشتکاروں سے روپیہ وصول کرے فوراً ہتھکڑی ڈال کر صدر میں حاضر ہو۔ چنانچہ ایک پیٹل پابنجیر ہوکر صدر کچہری میں لایا گیا۔ جائداد قرق ہوئی۔ طریق ناجائز سے جس قدر روپیہ پیٹلوں نے وصول کیا تھا۔ یا جس قدر غلے کا انبار تھا سب اٹھ کر سرکاری خزانہ میں داخل ہوا۔ بہت سی رقم جرمانہ کی وصول ہوئی۔ ایک پیٹل مفرور ہوگیا پولیس نے بہت تگ ودو کی مگر پتہ نہ لگا۔ اس نے اپنا روپیہ اور اسباب بھی کسی دوسرے ملک میں فراہم کیا تھا جہاں پولیس کا دسترس نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ ۷ لاکھ روپیہ جمع کرکے ملک میواڑ سے مفرور ہوگیا۔ پیٹلوں کی دولت کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ ان طامع اور حریص پیٹلوں نے کس قدر روپیہ جمع کیا۔

چار پیٹل جن کا انتخاب کونسل میں ہوا تھا بدستور کام کررہے تھے۔ گو ان کے ہمعصروں کی حالت حیرت انگیز ہورہی تھی۔ پھر بھی ان کی رسائی گروہ پیٹلان میں بخوبی تھی۔ یہہ انتظام بوجہ احسن نہایت عمدہ تھا۔ ظالم سنگھ طباع آدمی تھا اس نے پیٹلوں پر قابو پاکے اور تدبیریں بھی السنداد کی نکالیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یعنی اپنی ذاتی مستاجری میں اضافہ کیا اب ہم اُس کی مزاج اور سیرت کا کچھ حال لکھیں گے اور ایسے اقدامات بیان کرینگے جن سے اُس کی طبیعت کا حال منکشف ہوجائیگا اور قدیم کاشتکاری ملک بیرونی کا بھی ذکر کرینگے جس طریق کو شکست کرکے پھر اُس نے انتظام پٹیل بحال رکھا تھا۔ زمین کس قسم کی تھی۔ باشندوں کا کیا حال تھا۔ حاکموں کے دل میں پٹیلوں کی جانب سے کیسا اثر پڑتا تھا اور اُن کے انتظام کیا تھے۔

یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ سلف سے کاشتکار سرسبز نہیں ہوتے اور نہ آئندہ ہونے کی امید ہے۔ کیونکہ بقول اہل ہنود سری رامچندر جی نے کاشتکاران ہند کو بددعا دی ہے کہ یہہ لوگ نرمی اور ملائمت سے کبھی راضی اور دیانتدار ہونگے۔ جس وقت اہل ہنود کے سرمایۂ ناز مہاراجہ رامچندر لنکا کی طرف راہی ہوئے۔ رخصت کے وقت ارکین سلطنت کو حکم دے گئے تھے کہ رعایا برگشتہ خاطر نہونے پاوے جسطرح ہو تالیف قلوب کرنا۔ ہنگام مراجعت کوئی شخص شاکی نہو ورنہ میرے ملال کا باعث ہوگا۔ اہلکاران خلافت نے سب سے پہلے کاشتکاروں کی مالگذاری میں کمی کردی۔ وزن من کو بدل دیا یعنی جو ٹکس رعایا دیتی تھی اب نصف دینے لگی۔ مہاراج رامچندر جی کی مراجعت پر بہت سے کاشتکار عرض و معروض لیکر دربار دولت پر حاضر آئے۔ استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ وزن من تبدیل کردیا گیا ہے ہم کو نصف دینا بھی گراں ہے۔ سری مہاراج نے کاشتکاروں پر اتنی مراعات دیکھکر سر جھکا لیا فرمایا کہ یہ گروہ جو تعدی کا عادی ہے نرمی اور ملائمت کرنا بے سود ہے یہ کسی کے نہیں اور نہ کسی کے ساتھ سختی کے سوا نرمی سے پیش آنا عبث ہے۔ آپنے دعا دیدی کہ یہہ گروہ کبھی مرفہ حال اور سرسبز نہوگا اسی طرح مورخان سلف نے شاہ سکندر کے زمانے کا حال لکھا ہے اُن کا کلام ہے کاشتکار تردد کرنا جانتے ہیں مگر بغیر سیاست کے روپیہ دینا نہیں جانتے جب خدانخواستہ قحط یا کوئی اور آفت ارضی و سماوی ظہور پذیر ہوتی ہے تو اُن کو اطمینان ہوجاتا ہے۔ چنانچہ کارپرداز کوٹہ ظالم سنگھ مہاراجہ رامچندر کے مقولہ پر کاربند ہوا ملک ہاڑوتی کی رعایا نے قوم ہلوت کے ڈھنگ اختیار کرلئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھے گو در اصل قوم ہلوت نہ تھی ۔

اب ہم تحصیل مالگذاری کی کیفیت لکھیں گے کاشتکاروں کی سیرت اور حالت کا حال منکشف ہو جائیگا ۔ ملک ہاڑوتی میں تحصیل مالگذاری کے چار طریقے مقرر کئے گئے ۔ تین طریقوں کا برتاؤ راجواڑوں میں ابتک جاری ہے اور چوتھے طریقے کا اجرا ملک ہاڑوتی میں اُس زمانے سے ہُوا جب سکے کا رواج بھی نہ تھا ۔ بٹائی صرف غلہ میں ہُوا کرتی تھی ۔ اور بیشکر ۔ روئی ۔ سن ۔ پوست ۔ آلو کسمبھ ۔ ادرک ۔ زرد چوب اور بہت سی دیگر اشیاے مصالحہ و رنگسازی وغیرہ کے فیصلے حاکم وقت کی مرضی پر منحصر تھے ۔ اور کبھی کبھی پانچ روپیہ سے دس روپیہ تک فی بیگہ نیشکر پر ۔ اور تین روپیہ سے پانچ روپیہ روئی ۔ پوست ۔ سن ۔ اور تخم نیل پر اور دو روپیہ سے چار روپیہ تک دیگر اجناس پیداوار پر محصول بڑھ جاتا جس وقت بارش موقع موقع سے اور پیداوار کافی ہوتی ۔ تحصیل وصول میں اکثر ایزادی ہو جاتی ۔ یہاں تک کہ ۷۰ روپیہ فی بیگہ نیشکر کی کاشت پر لگان لے لیتے ۔ اس طرح غریب کاشتکاروں کی محنت و مشقت برباد ہو جاتی ۔ اور وہ بیچارے جیوں کے تیوں رہ جاتے ۔ بٹائی میں پیداوار پر کمی بیشی ہوا کرتی ہے ۔

فصل ربیع جس میں گیہوں ۔ جو اور ہر قسم کا غلہ مثل نخود ۔ موٹھ ۔ مونگ تل پیدا ہوتے ہیں ۔ ان پر ۱/۴ و ۱/۳ و ۱/۵ کے حساب سے لگان لیا جاتا ہے ۔ اکثر ریاستوں میں ابتک جاری ہیں ۔ سوائے ان کے اور بہت سے حقوق لئے جاتے ہیں ۔ جن کو ہر کاشتکار اپنی پیداوار فصل پر ادا کرتا ہے ۔ اگر صرف رقم سوائی کاشتکار کو چھوڑ دیجائے تو کاشتکاری کی حالت سنبھلی رہے ۔

دوسری فصل خریف کی ہے ۔ جس میں مکئی ۔ جوار ۔ باجرہ وغیرہ پیدا ہوتے ہیں ۔ جوار باجرہ اس ملک کی خاص پیداوار ہے یہاں سے بڑھکر اور کسی زمین میں نہیں پیدا ہوتی ۔ اس فصل میں تل اور دیگر پیداوار ۔ دانہ ۔ کنگنی وغیرہ کی بہتات رہتی ہے ۔ کنگنی دریاے رائن کے کنارے کثرت سے پیدا ہوتی ہے ۔ جس کو وہاں کے لوگ پیکم اتا کہہ لیتے ہیں ۔ مکئی و تل کو رن کہلاتی ہے ۔ ان فصلوں میں نصف سرکار لے لیتی ہے ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بٹائی کا بیان ہو چکا اب ہم کونت کا ذکر کرینگے۔ بٹائی دو قسم سے ہوتی ہے۔ کونت اور لاتہا۔ فصل کٹنے کے وقت کھڑی کھیتی کی پیداوار کا تخمینہ کونت کہلاتا ہے۔ اور لاتہا درو کرنے کے بعد پیمانے سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ فصل کی تیاری پر اہلکار باتفاق مالک تخمینہ لگا کر نرخ بازار پر فروخت کر ڈالتے ہیں اور زر لگان وصول ہو کر داخل خزانہ سرکاری ہو جاتا ہے۔ کونت کرنے والے ایسے مشاق ہوتے ہیں کہ ان کے تخمینے میں حاشا کمی نہیں پڑتی۔ اگر کاشتکار تخمینے کو اپنے قیاس سے کم سمجھے تو پیمانے سے وزن کر لینے کا اختیار ہے اور یہی لاتہا ہے +

تیسری نقدی کی قسم ہوتی ہے جو قبل از کاشت کھیت کی پیمائش کر کے نقدی لگا دی جاتی ہے +

چوتھی نقدی اور غلہ دونوں مخلوط رہتے ہیں +

ان سب طریقوں میں نقصان ہے۔ مگر کونت میں خسارہ نہیں ہونے پاتا ضرور ہے کہ اہلکار جب رشوت لیں گے تو ایک کھیت کا تخمینہ دس من سے زیادہ نہونے پائیگا۔ گو پیداوار دو چند ہو۔ کیونکہ دیانتداری میں لگان بڑھ جانے کا احتمال رہا کرتا ہے۔ دوسرے کاشتکار کا بھی نقصان ہے۔ کیسی ہی سخت نگرانی اہلکار پر کی جائے۔ مگر وہ کسی نہ کسی طریقے سے رشوت کا روپیہ کسانوں سے وصول کر لیتے ہیں۔ ذرا سی تساہلی سے مطلب نہیں نکل سکتا ہے پیداوار تیار ہے کھلیان میں غلہ کا ذخیرہ لگا ہے اور اہلکار نے کہہ دیا کہ آج نہیں کل کونت ہوگی۔ چلئے غلہ کی بربادی ہو گئی۔ کچھ ہوا میں غارت ہوا کچھ چور لٹیروں کے نیگ لگا۔ ایسی حالت میں ایک ایک دن کا توقف نقصان کا باعث ہے اہلکاروں کا قول ہے کہ ہم لوگ درزی کی سوئی ہیں۔ ہم تم کو صریحاً فریب دے رہے ہیں اور تم سمجھ نہیں سکتے۔ کاشتکار لوگ کونت کو اور طریقوں کی نسبت زیادہ پسند کرتے ہیں کیونکہ کونت کی کارروائی بہت جلد ختم ہوتی ہے۔ اور معاملہ فیصل ہو جاتا ہے۔ لاتہا کے طریقے میں سخت دقت پڑتی ہے اور دغا و فریب المضاعف جس وقت غلہ پیدا ہوا اور فصل کٹی۔ تو قلیوں کو کچھ غلہ دینا پڑتا ہے جو خرمن میں انبار لگاتے ہیں۔ اور دسواں فصل درو کرنے والا لے لیتا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ پھر صفائی کی بابت علیحدہ دینا پڑتا ہے۔ غلہ کے مانڈنے والے زمیندار سے غلہ کچلواتے ہیں۔ جب بالی سے دانہ علیحدہ ہوا کچھ تو بیلوں کے پیٹ میں جاتا ہے اور کچھ قلیوں کے لڑکے اپنا منہ بھر لیتے ہیں۔ کاش اگر غلہ فروخت نہ ہوا تو اور بھی نقصان ہوا۔ چوہوں کی دعوت ہوتی ہے۔ کونت اور راہتا میں شحنہ مقرر ہوتے ہیں۔ شحنوں کا تعین اس وقت سے ہوتا ہے جب بیج دانہ بالی میں آجاتا ہے۔ شحنے کا شتکار سے بھی لے مرتے ہیں اور سرکار سے وجہ منصوبی ملتی ہے۔ اگر کاشتکار نہ دے تو موجب نقصان ہے اور دینے سے رعایت اور جانب داری ہوتی ہے۔ قبل حصہ سرکاری قایم ہونے کے ۱/۴ حصہ پیداوار کا شحنہ ہو جاتا ہے۔

طریق لاتہا قدیم طریق مروجہ بنگالہ سے مشابہت رکھتا ہے اور اس کے نتائج بھی ویسے ہی ہیں یعنی قرقی وضبطی و نیلام اور اسی سے قدیمی عادت موروثی ہندؤں کی شکست ہو گئی۔ کارپردازے طریق لاتہا مثل انتظام ٹیپل اختیار کیا تھا۔

باب - ۸

ظالم سنگھ کی مستاجری کا اصول۔ کاروبار تجارت کی کیفیت۔ چند روزہ ترقی انتظام مستاجری کا حال۔ اصول مذکور کی تشریح۔ اراضی کوٹہ کی حالت۔ اوروں کے ہلوں کے ذریعے سے ظالم سنگھ کا زریعہ کاشتکاری۔ زمین مزروعہ کا رقبہ۔ غلے کے گھتوں کی قیمت۔ زیادتی ارزانی و گرانی میں نرخ اجناس۔ ایک سال میں دس لاکھ روپیہ کے غلے کی فروخت۔ پہاڑی اور جگاتی کے غلے کا محصول۔ کوٹہ کی خام نکاسی۔ افیون کا ٹیکہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سکان و فقرا و مساکین پر محصول کا قیام۔ تمبا برار اور چھارو برار کے محصول۔ ظالم سنگھ سے کبیشروں کی ناراضگی۔ کوٹہ کی حالت سابقہ کا ضبطی سرکار کے زمانے سے مقابلہ۔ نتائج عقلی و سائل عروج و فوائد۔

اس جگہ ظالم سنگھ کے انتظام مستاجری کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے راجپوتانہ میں اُس کا نام بہت مشہور ہوا۔ اس انتظام میں اس کی ہوشیاری تو ضرور تھی لیکن فیاضی بھی ساتھ ہی ساتھ تھی۔ اس انتظام کے لئے اس نے جبراً کھیتی روکے دی دیہات اُجاڑ دیئے۔ مواضعات غیر آباد کر دیئے اور کاشتکاروں کو روٹیوں کا محتاج کر دیا۔ اور مالگذاری کے نقصان سے محفوظ رکھنے کے لئے اُس نے زراعت پیشہ لوگوں کے جو مویشی اور کھیتی کے آلات ضبط کئے اُنہیں کے ذریعے سے خود کاشتکاری کا انتظام کیا۔ اس کارروائی سے وہ ملک ناڑوتی کا سب سے بڑا مستاجر بن گیا اور ناڑوتی کا کوئی قطعہ اراضی باقی نہ رہا جہاں اُس کی طرف سے قلبدانی نہ ہوئی ہو جنگلوں میں کھیت ہی کھیت نظر آنے لگے۔ بنجر پہاڑوں اور اور جگہوں کی مٹی بچھا کر تخم ریزی کی گئی۔ جس وادی کوہ میں ہل نہ چل سکتے تھے اُس کو بیلچوں سے زمین جوت کر پیداوار اجناس کے قابل بنا دیا۔

سمسنہ ۱۸۱۰ مطابق ۱۷۸۴ء میں اُس کے ذاتی ہل صرف تین سو تھے چند سال میں ان کی تعداد آٹھ سو ہو گئی اور یہ وہ زمانہ ہے جو تاریخ کوٹہ میں نئے سمت کے نام سے نامزد ہوا اس کے بعد پیٹل مقرر ہوئے تو سولہ سو ہل چلنے لگے اور ۱۸۲۱ء میں ہلوں کا شمار چار ہزار تک پہنچ گیا۔ فی ہل ایک گوئی کے حساب سے فی الحال سولہ ہزار بیل اُس کی ذاتی ملکیت ہیں۔ اور علاقہ کے جاگیرداروں اور راج کے بھائی بیٹوں کے پاس صرف ایکہزار ہل اور چار بیل رہ گئے۔

اس انتظام سے ظالم سنگھ کے اختیارات کی بہت دھوم ہوئی کوٹہ میں اس قدر پیداوار زراعت ہوئی کہ کوٹہ اپنی قرب و جوار کی ریاستوں کے مقابلے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں پنجاہ سالہ آشوب کا مہلک اثر محسوس نہ کر سکا۔ گو اس انتظام سے عقلمندی و فراست کا ثبوت ملتا ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو چار دن کی چاندنی پھر اندھیارا پاکھ کی مثل صادق ہوتی ہے۔ اختیارات حکومت کے عملدرآمد میں تو کوئی شک نہیں۔ لیکن کیا امیر کیا غریب اور کیا رئیس اور کیا کسان سب سر پکڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور جب تک اس ہشتاد سالہ منتظم کا اختیار رہے گا۔ تب تک سب بدقسمتی کو روتے رہیں گے۔ اس کے فرزند کا دل و دماغ ویسا نہیں پس جب اُس کے ہاتھ میں انتظام آئیگا تو اُن کارروائیوں کی خیر و عافیت معلوم ہوگی بہادران قوم ہاڑا کے علاقے زبردستی ضبط کئے گئے۔ کاشتکاروں کے حقوق پر پانی پھیر اگیا۔ جو اراضیاں مدتوں سے نسلاً بعد نسل ایک خاندان کے قبضے میں تھیں وہ زر مطالبہ کی وصولی کے بہانے سے قرق کر لی گئیں۔ اُس کی ذاتی اراضی کے قریب جو جو زرخیز علاقے تھے اُنہیں بھی کسی نہ کسی بہانے سے اپنے تحت تصرف میں کر لیا۔ سینکڑوں جاگیرداروں کی وراثتیں چھن گئیں۔ اب پھوس کے جھونپڑوں میں کوئی شخص نہیں جس کو چین سے سونا ملتا ہو پہلے جہاں ان خس پوش مکانوں سے رونق تھی۔ وہاں اہلکاران مستاجر نظر آتے ہیں اگر ان کے مکانات رعایا کی ضبط شدہ اراضی پر نہ بنتے تو اس میں شک نہیں کہ ہاڑوتی کی رونق دوبالا ہو گئی ہوتی۔ کاشتکاروں کے سابقہ حقوق اور موجودہ حیثیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پہلے اُن کو وراثتاً جس اراضی پر استحقاق ملکیت حاصل تھا۔ اب اُسی میں کھیتی باڑی کرنے کے مجاز رہ گئے ہیں۔ اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حق تلفی کیگئی یا انصاف۔

راجپوتانہ میں حب الوطنی اور ملکیت اراضی کا خیال دلوں میں سب سے زیادہ جاگزیں رہتا ہے۔ کاشتکار کو استقلال حقوق کا یقین ہو جاتا ہے تو بپوتا کی اراضی پر کاشت کرتا ہے۔ حب الوطنی کے جوش میں ہاڑوتی کے کاشتکاروں کا عام مقولہ یہ ہے کہ پردیس کے چھپن بھوگ سے دیس کی سوکھی روٹی اچھی۔ لیکن وہ کہیں اور جائیں بھی تو کہاں۔ قرب و جوار کے علاقے برباد ہو رہے تھے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی فوج وہاں سے گذرتی تھی۔ صرف ایک کوٹہ ہی کی ریاست

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھی۔ جہاں فوجوں کی آمدورفت سے تباہی نازل نہ ہوئی تھی۔ ہاں ظالم سنگھ نے البتہ بربادی کی مصیبت میں پھنسا رکھا تھا۔

سمت ۱۸۶۵ سے گرد و نواح کے علاقوں میں جو تشدد ہوئے اُن سے وہاں کے ستم زدہ باشندے کوٹہ میں وارد ہوتے رہے اور یہاں اپنے زخم کا علاج کیا یہاں غارتگری نہ تھی۔ اور محنت کا حصہ بھی کافی ملتا تھا۔ اسلیئے حاکم کے تشدد علاج پذیر ہوتے رہتے تھے اور حالانکہ ظالم سنگھ النسداد تباہی اور رفع پیچیدگی کے لیئے نئے نئے انتظام سوچا کرتا تھا بایں ہمہ وہ ایسے نہ تھے جن کا قیام رہ سکے اور اس سے بدنظمی پیدا نہو۔ اب اس موقعے پر اُن انتظامات کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے ظالم سنگھ کی حیرت انگیز حسن لیاقت جانفشانی۔ رسائی طبع اور ذہانت و ذکاوت کا ثبوت ملیگا۔

مالوہ کے نشیبی علاقوں کی طرح کوٹہ کی زمین بھی چکنی ہے اس کے لیئے ایک ہل کافی نہیں ظالم سنگھ نے اس ہل میں اعلےٰ درجہ کے بیل کی جوڑی جوتی اور اُن سے ہل کا کام بھی لیا۔ اور وقت ضرورت توپخانہ کا بھی۔ اُس نے اس قسم کے بیل میلوں سے خرید کیئے۔ جھالاوار۔ مارواڑ اور صحرا کے بیل بھی بہم پہنچائے ریگستان خشک ملک ہے اور ہاڑوتی مرطوب۔ اس لیئے تجربہ ہوا کہ وہاں کے بیل اس ملک میں آکر کمزور ہو جاتے ہیں۔

ظالم سنگھ کے چار ہزار ہل بحساب فی ہل سو بیگھہ چار چار لاکھ بیگھہ زمین ربیع و خریف کے فصلوں میں قابل کاشت بناتے ہیں۔ جس اراضی مزروعہ میں فی بیگھہ سات سے دس من تک گیہوں اور پانچ سے سات تک جوار وغیرہ کی پیداوار نہو وہ اراضی کمزور سمجھی جاتی ہے اگر فصل خراب نہو تو کم سے کم پیداوار کا اوسط چار من فی بیگھہ ہے۔ ورنہ قریب قریب دوچند۔ اس حساب سے اوسطاً ۳۲ لاکھ من کُل غلے کا پیدا ہونا قرین قیاس ہے۔ جو تقریباً ۲/۳ سمجھنا چاہیئے جب فصل اچھی ہوتی ہے تو دونوں قسم کے غلے کی قیمت بحساب اوسط فی مانی ۱/۱۰ سے ۱/۸ ہوتی ہے

۱؎ ملک راجپوتانہ میں غلہ کا وزن یکمن = ۷۵ پونڈ یا ۳۴ سیر۔ ایک مانی = ۱/۲ من = ۱۰۰ مانی = ایک منسا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ مہینہ جولائی ۱۸۲۰ء کا ہے۔ اس میں فصل کی حالت کل راجپوتانہ میں اچھی نہیں گرانی غلہ کی شکایت ہے۔ پھر بھی ملک گڑوتی کے بازار کا نرخ اوسطاً اس سے فی مانی ہے۔ اچھی فصل کے نرخ میں اس سے فرق ہوتا ہے اور جوار اور گیہوں بحساب اوسط ایک روپیہ فی من فروخت ہوتا ہے اور اس حساب سے غلے کی سالانہ آمدنی تیس لاکھ روپیہ قرار پاتی ہے۔

تفصیل ذیل سے معلوم ہوگا کہ سرکار کو اس آمدنی سے جو ملتا ہے۔ اس کی تہائی رقم خرچ ہو جاتی ہے۔

مدات مصارف

ملازمان کاشتکاری وغیرہ کی مویشی جوتائی نکائی وغیرہ تقریباً ۱/۲ حصہ آمدنی ۱۵ لاکھ روپیہ

بیج .. .. ۶ لاکھ

نقصان تبدیلی ۱۵ ہزار نگاؤں بحساب فی نگاؤ .. .. ۸۰ ہزار

متفرقات مصارف ضروری .. .. .. ۲۰ ہزار

میزان ۱۱ لاکھ

نکاسی عام کی رقم بطور تخمینہ لکھی گئی ہے مگر شاید ہی کسی قدر کمی و بیشی ہو ورنہ غالباً فرق نہ ہوگا۔ ظالم سنگھ نے مجھ سے خود کہا تھا کہ ہر سال بیلوں کے سبب سے اس کو پانچ ہزار روپیہ کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے اگر چہارم رقم محسوب کرنے کے علاوہ بیلوں کی عمدہ طور سے پرورش کی جائے تو سات برس عمدہ کام دے سکتا ہے۔ اگر کھڑی فصل میں یا فصل کٹتے ہی غلہ فروخت ہو جائے تو ظالم سنگھ کو ۲ لاکھ روپیہ کا نفع کہیں نہیں گیا لیکن اس کی یا فت اس قدر تھی کہ وہ موقع ہی پر غلہ بیچتا تھا اس کے اناج کھیتوں میں دبے پڑے رہتے تھے۔ ہندوستانیوں کا ہر کام آسان اور سادہ مگر فائدہ مند زیادہ ہے۔ ہم یہاں کے ان کھیتوں کا ذکر کر چکے ہیں جن میں سات سال تک غلہ محفوظ رکھا جاتا ہے۔

یہ کھتے بلند مقام پر بنائے جاتے ہیں۔ جیسی عمدہ زمین ہوتی ہے اسی کے لحاظ سے اس کا طول و عرض رکھا جاتا ہے۔ پہلے گھاس جلاتے ہیں پھر بھوسہ بچھا کر غلے کا انبار لگاتے اور اوپر بھی بھوسے سے ڈھانپ دیتے ہیں۔ کھتوں پر مٹی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے ڈیڑھ فٹ کی اونچی چھت پاٹ دی جاتی ہے اور مٹی کا گنبد سا بنا کر گوبر اور مٹی سے اس طرح لیس پوت کر دیتے ہیں کہ گرم ہوا سے چٹخ نہیں سکتا بارش میں وقتاً فوقتاً پھر اُسی طرح لیس پوت کر دی جاتی ہے اس انتظام سے بند جگہ کی گرمی غلے پر اثر نہیں کرتی نہ چوہے نقصان پہنچاتے نہ گھن نہ دیمک۔ ان کھتوں میں ظالم سنگھ کا پچاس پچاس لاکھ من غلہ محفوظ رہتا ہے نہ ان میں روشنی کارگر ہوتی ہے نہ مخالف ہوا کا اثر۔ یہہ غلہ اس وقت نکالا جاتا ہے جب بارہ روپیہ فی مانی کے عوض چالیس روپیہ فی مانی نرخ ہو جاتا ہے اور اگر قحط سالی ہوتی ہے تو یہہ نرخ ساٹھ روپیہ فی مانی تک چڑھ جاتا ہے۔

سمت ۱۸۶۰ مطابق سنہ ۱۸۰۴ء میں جب ہولکر سے علاقہ بھرت پور میں معرکہ آرائی ہو رہی تھی اور فوجیں یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں لوٹ مار مچا رہی تھیں ملک میں ایک طرف خونریزی تھی۔ دوسری طرف قحط سالی۔ اس زمانے میں کل راجپوتانہ کی ریاستوں اور فوجوں کو کوٹہ سے غلہ کی رسد حاصل ہوئی ظالم سنگھ نے صلاح فی مانی کے حساب سے ایک کروڑ روپیہ کا ناج بیچکر نفع اُٹھایا۔

مہاجن قوم کے تاجر غلے کی تجارت کو دھرم کے خلاف سمجھتے ہیں وجہ یہ کہ اس میں بے ایمانی کرنی پڑتی ہے جینی تاجروں کا خیال ہے کہ غلہ اس لئے کھتوں میں گاڑا جاتا ہے کہ جب بندگان خلائق مبتلائے مصیبت ہوں تب اس روزگار سے خاطر خواہ نفع اُٹھایا جائے گو اس بیوپار میں منافع ہے لیکن برکت نہیں۔

جو حساب میری نظر سے گزرا اُس کے رو سے بد انتظامی کی حالت میں بھی کوٹہ کو غلہ سے پچیس لاکھ روپیہ کی آمدنی ہے اور ظالم سنگھ کا خود مقولہ ہے کہ اتنی ہی رقم اُس کو اپنی قلیل اراضی سے وصول ہوتی ہے یہ رقم محاصل صرف کاشتکار ادا کرتے ہیں مستاجری کی رقم علیحدہ ہے۔ کوٹہ کے ۲/۳ رقبہ میں زراعت کی جاتی ہے۔ ۱/۳ اس لئے غیر مزروعہ ہے کہ وہاں پہاڑ ہیں یا جنگل یا جھاڑی وغیرہ۔

سنہ ۱۸۰۹ء مطابق سمت ۱۸۶۵ میں کاشتکاروں کو تنبیہ دی تھی ظالم سنگھ نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

غلے کی برآمد پر حساب فی ہانی ڈیڑھ روپیہ کا محصول لہتو مقرر کر دیا جو ظاہر میں تو کاشتکاروں کے لئے تھا۔ لیکن اُسکا نقصان خریدار کو اُٹھانا پڑتا تھا۔ جگاتی اس محصول کے وصول کنندہ افسر تھان کو اس تقرری محصول سے ایسی خوشی ہوئی کہ اُنہوں نے ترقی شرح محصول کی صلاح دی چنانچہ یہ بلا بیوپاری اور خریدار دونوں کے گلے پڑی۔ اور فقط ایک سال میں دس لاکھ روپیہ ظالم سنگھ کو وصول ہوئے۔ جب اس سے بھی سیرائی نہوئی تو گگونہ چوگونہ بلکہ پانچ گونہ تک محصول لہتو رعایا سے وصول ہونے پر غلہ رعایا کے ہاتھ فروخت ہوتا تھا۔ باشندگان کوٹہ مفلسی سے فاقہ کش نہ تھے لیکن کثرت غلہ کی حالت میں بھی بڑی احتیاط رکھتے تھے کہ ناج زیادہ نہ اُٹھے نہ بیکا رجائے نہ باسی بچے نہ کتا کھائے۔ کیا رئیس کیا اہلکار سب پر محصول قایم تھا اور پھر بھی ظالم سنگھ کی نیت یہی تھی کہ اور محصول میں اضافہ کیا جائے۔ گورنمنٹ انگریزی سے اتحاد ہونے پر اس کی اور چڑھ بنی جگاتی یعنی تحصیلدار محاصل من ہانی رقم وصول کرتے تھے۔ ظالم سنگھ کسی سے لاکھوں روپے کا خواستگار ہوتا تھا تو وہ جو حکم ہو کے سوا کچھ عذر نہ کرتا تھا۔ جس وقت محصول لہتو کی فہرست باقیداران تیار ہوتی تھی دوست دشمن سیٹھ۔ ساہوکار اہلکار تاجر اور ٹھیکہ دار سب گشتی حکم کے ذریعے سے ایک ہی لاٹھی ہانکے جاتے تھے۔ نہ معذرت سُنی جاتی تھی نہ حجت۔ سب کو بلا توقف روپیہ داخل کرنا پڑتا تھا۔ پنڈت بلال سے پرانی دوستی تھی لیکن اُس سے پچیس ہزار روپیہ کھڑے کھڑے گنوالیا ایک معتبر مصاحب سے پانچ ہزار لے کر طرح دی۔ خاص دیوان سے بھی یوہیں روپیہ وصول کیا۔ اس سخت گیری سے مہاجنوں کو چار چار پانچ پانچ اور دس دس ہزار روپیہ تک دینا پڑا۔ لہتو زبردستی سے وصول کئے جانے والے محصول کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ ویسا ہی منحوس ہے۔ جیسے رجواڑہ میں ڈنڈ۔ اس جبرستانی کی وجہ سے اہل ہاڑوتی تنگ آگئے۔ اور اُنہوں نے اسی میں اپنی مغفرت سمجھی کہ ظالم سنگھ کے اقتدار حکومت کی پھانسی اُن کے گلے سے کسی طرح نکل جائے۔

سرکار انگریزی اور رجواڑے سے جب اتحاد ہوا تو عوام الناس کا خیال تھا کہ حاکم وقت نے اپنی بات بنالی رعایا کو بھیڑ بکریاں کھائیں یا شیر۔ اس سے کچھ واسطہ نہیں۔ سرکار انگریزی گورنمنٹ کے قانون اور قاعدے ساری جاری ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے معلوم ہونے پر ظالم سنگھ نے محصول لہتہو کاشتکار خریدار اور غلہ فروش پر محدود کر دیا اور اس محصول کا نام سوائی رکھا جس کی آمدنی اب بھی پانچ لاکھ سے کم نہیں ؛

اپنی انتظامیہ سختی اور حکمت عملی سے ظالم سنگھ صرف اپنی قلیل اراضی سے پچاس لاکھ روپیہ وصول کرتا تھا۔ اور پانچ لاکھ اس کے علاوہ راجہ اور راجہ کے متوسلین کے لئے وصول ہو سکتے ہیں ؛

ولایت کا کوئی متمول اور واقف کار زمیندار ظالم سنگھ کی طرح انتظام نہیں کر سکتا۔ اس نے چالیس برس تک من مانے بندوبست کئے کوئی اور یقین نہ کریگا کہ اسی برس کا سن ہو گیا آنکھیں جواب دے گئیں۔ بدن رعشہ سے قابو میں نہ تھا اس وقت اس کی انتظامی حالت بدستور قائم تھی۔ ایک ایک کھلیان اور ایک ایک کھتے کا حساب اور غلے کا وزن اس کی زبان پر تھا خواہ ذخیرہ ایک سال کا ہو خواہ کئی برسوں کا۔ مگر اس کی لوح دل پر گویا دانہ دانہ کا شمار تحریر تھا مجال کیا کہ منتظم اہلکار ذرا بھی غلطی کر سکیں۔ ہر فصل میں اپنی کاشت اور پیداوار کا انتظام وہ بذات خاص کرتا تھا کوئی کھیت ایسا نہ تھا جس سے اسے آگاہی نہ ہو۔ نہ کوئی اراضی ایسی تھی جس پر ہل نہ چلے ہوں اور نہ کاشت ہوئی ہو ؛

یہ انتظام عام لوگ وقت طلب خیال کریں گے۔ مگر ظالم سنگھ کے نزدیک یہ ایک جزوی کام تھا۔ اس نے ملک کے اندرونی اور بیرونی جو جو انتظام کئے وہ اس کی عقلمندی کا ثبوت ہیں۔ بیس ہزار فوج کی باقاعدہ درستی۔ قلعہ جات کا استحکام۔ ضروریات جنگ کی بہم رسانی اس کی اعلےٰ لیاقت کی دلیل ہیں۔ اس کے سوا وہ صدہا مقدمات پولیس کو بذات خود فیصل کرتا تھا ہر نظامت اور ہر مقام کی رپورٹوں کو خود دیکھتا سنتا تھا ملک ہاڑوتی کا کوئی معاملہ نہ تھا جو اس کی اطلاع کے بغیر ہو سکے ایک ایک بات کی خبر اسے رہتی تھی۔ اس کے تجارت پسند دماغ کی کارروائیاں اظہر من الشمس ہیں وہ اپنے نفع و نقصان ہی کی طرف نظر نہ رکھتا تھا بلکہ تجارتی دستکاریوں وغیرہ کا بھی ترقی خواہ تھا۔ بیرونی ملکوں کی صناعیوں کی بھی قدر کرتا تھا۔ فن زراعت و باغبانی کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طرف اُس کی رغبت رہتی تھی اس کا مقولہ تھا کہ وہ کام کرنا چاہیئے جس سے سولہ آنے کے عوض ساڑھے سولہ آنے پیدا ہوں۔ جب اس کو ان مشاغل سے فرصت ملتی تھی تو فلسفہ اور تاریخ وغیرہ کا مطالعہ کیا کرتا تھا اُس کی طبیعت بڑی کفایت پسند تھی۔ غلہ ہاڑوتی ہی میں فروخت نہ ہوتا تھا بلکہ گرد و نواح کی ریاستوں میں بھی فروخت ہوتا تھا۔ جب انگریزی انتظام سے افیون بکنے لگی تو اس نے دیوان کے توسط سے اس بیوپار کو بھی نفع کا وسیلہ بنایا۔ جس وقت جیسا رنگ دیکھتا تھا اُسی کے موافق نرخ اشیا میں کمی و بیشی کر کے اپنا منافع قائم رکھتا تھا۔ اس کے باغ کل ملک میں موجود ہیں۔ جہاں کی ترکاریاں تک بازاروں میں اب تک بکتی ہیں اور اُس کے جنگلوں سے جلانے کی لکڑی عوام الناس کو بہم پہنچتی ہے۔

ظالم سنگھ نے وہ سخت انتظام کیا تھا کہ ہر چیز سے کچھ نہ کچھ محصول وصول ہوتا تھا۔ بیوائیں بھی مستثنےٰ نہ تھیں دوسری شادی پر محصول مقرر تھا۔ فقیروں کو آمدنی کا دسواں حصہ دینا پڑتا تھا۔ گوشہ گیروں کے یہاں تلاشی کے ذریعے سے آمدنی کی جانچ پڑتال ہوتی تھی۔ ریاست نے سالانہ آمدنی کا موازنہ کر کے تو مبا برار کا محصول معاف کر دیا تھا۔ ظالم سنگھ نے جھاڑ و برار کا محصول جاری کیا کبیشروں نے اس محصول کا ایسا خاکہ اُڑایا کہ رئیس کوٹہ مادھو سنگھ اس کو موقوف کرنے پر مجبور ہو گیا۔ بھاٹ اس سے بہت جلتے تھے اور یہہ بھی بھاٹوں سے خار کھاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک بھاٹ نے اس کی تعریف میں کچھ گیت پڑھے ظالم سنگھ ناراض ہوا کہ یہہ لوگ واہیات جھوٹ بکتے ہیں۔ اگر سچ کہیں تو البتہ مستحق تعریف ہیں۔ کبیشر نے عرض کی کہ سچائی آج کل کہاں۔ اگر آپ سچائی کو پسند کرتے ہیں تو کہئے کھری کھری کہوں بشرطیکہ ناراضگی نہو جان بخشی کی جائے۔ اس کے بعد اس نے اُسی وقت چند کبت سنائے جو ظالم سنگھ کی حالت کا کچا چٹھا تھے۔ اس پر ظالم سنگھ ایسا ناراض ہوا کہ بھاٹوں کی جاگیریں ضبط کر لیں اور حکم دے دیا کہ کوئی بھاٹ دربار میں حاضر نہ ہو۔

ظالم سنگھ مذہب کا پکا تھا۔ ملکی اور قومی رواجوں کی پابندی بھی اُسے ملحوظ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رہتی تھی مگر ملکی معاملات میں اُسے نہ قومیت کا پاس تھا نہ مذہب کا لحاظ۔ برہمن بھاٹ۔ تجارت پیشہ۔ ہم قوم کوئی ہو اس کو سزا سے کسی طرح نجات نہ تھی نہ واجب الوصول محاصل ادا کرنے سے بری ہو سکتے تھے۔

ظالم سنگھ کی انتظامی لیاقت کا ذکر ہو چکا اس کی تقرری کے وقت ریاست کوٹہ کی مشرقی سرحد کیلواڑہ تھی۔ لیکن اس نے پہاڑ تک قبضہ کر لیا اور اس پہاڑ کے قلعے کو مرہٹہ قابضوں سے حاصل کیا آغاز ملازمت کے زمانے میں ریاست ۳۲ لاکھ روپیہ کی مقروض تھی۔ تمام قلعے مرمت طلب تھے۔ جاگیرداری فوج پر کچھ قابو نہ تھا۔ لیکن اس نے لاکھوں روپیہ کے خرچ سے قلعوں کی درستی کی اُن پر سینکڑوں توپیں چڑھائیں۔ چار ہزار سواروں کے عوض ۲۰ ہزار فوج ملازم رکھی۔ ایک ہزار اعلےٰ درجے کے گھوڑوں کا توپ خانہ آراستہ کیا۔ جس میں سو توپیں شامل تھیں۔ یہ تو اس کی فوج ہوئی۔ جاگیرداری فوج اس سے جداگانہ تھی۔ جس کی خدمات سے ریاست کو مدد ملا کرتی تھی۔

راجہ گمان سنگھ کے لئے یہ کوئی ترقی اور عظمت کی بات نہیں کہ اس کی اولاد اور ورثا کے عہد میں بیس ہزار فوج ہو جائے قوم ہاڑا کی ضبط شدہ جاگیروں سے کاشتکاری کی آمدنی ہو۔ عقلمندوں کے نزدیک یہ خوش انتظامی نہیں کہ تحصیل محاصل کے لئے عوام الناس کا گلا کاٹا جائے۔ اگر غارت گروں کے تحفظ کے انتظام میں چند روزہ سخت گیری کی جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ کیونکہ اُس وقت امن کی ضرورت ہوتی ہے مگر صرف ترقی ریاست کے لئے حقداروں کے حقوق پر پانی پھیرنا علاقے ضبط کرنا خلاف دانشمندی ہے۔ اگر ضبط شدہ جاگیریں واگذار کر دی جائیں اور کاشتکاروں کو اپنی اراضیوں پر قبضے ملے تب تو کہا جا سکتا ہے کہ دانی ظالم سنگھ منظم ریاست ہی نہ تھا بلکہ قوم ہاڑا کے لئے قدرت کا عطا کردہ دست غیب تھا مگر موجودہ حالت میں ہم نہیں کہہ سکتے کہ اراضی کوٹہ کی زرخیزی اُس حالت میں فائدہ مند ہو سکتی ہے۔ جب نیک نیتی بالائے طاق ہے۔ اور خود غرضی شریک حال جس وقت تک حقداروں کو حقوق نہ ملیں گے ظاہری ترقی کے اسباب سب پاور ہیچ سمجھنا چاہیئے۔ یہ وسائل ترقی اندیشے سے خالی نہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۹

ریاست کے انتظامی اصول ممالک غیر سے تدابیر ملکی - رجواڑہ میں اس کی قدر و منزلت قائم مقامان سرکار انگریزی سے پہلی ملاقات منسون صاحب کی بہادرانہ واپسی - رئیس کوٹیلا قوم ماڑا کے خصائل اور موت - نااتفاقی ہلکر کی وجہ سے نائب کی معزولی - کوٹہ میں ہولکر کی آمد - کوٹہ پر فوج کشی کا انتظام - ظالم سنگھ سے تخلیہ دربار مخالف میں ظالم سنگھ کے وکیل کی تقرری - امیر خان وغیرہ رؤسائے پنڈارہ سے ملاقات - اطوار و خصائل ظالم سنگھ کی ناقص حکمت عملی - انتظامات خانگی مہاراؤ امید سنگھ کا برتاؤ - انتخاب وزیر کی تجویز - بشن سنگھ کی فوجداری - دلیل خاں پٹھان - کوٹہ کی فصیل کی تیاری جھالرا پاٹن کی بنیاد - مہراب خان سردار لشکر -

یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مدبرانہ کارروائیوں کا ذکر کیا جائے جو دو قسم کی ہیں - ایک خانگی دوسری ملکی وغیرہ - ظالم سنگھ کسی کی طاقت کا پلہ اونچا نہ ہونے دیتا تھا - اس کی عادت تھی کہ ایک افسر سے میل کر کے دوسرے کے دل پر خوف طاری رکھتا تھا اور پھر لطف یہ کہ سب سے اتفاق کر کے ہر شخص کو موقع دیتا تھا کہ بے فکر رہے - اس نے اس قدر طاقت بہم پہنچائی تھی کہ اس کا پلہ ہر حال میں بھاری رہتا تھا - وسط ہند میں واقع ہونے کی وجہ سے کوٹہ کئی برس سے حملہ آوروں اور آوارہ گرد حکومتوں کا آماجگاہ بن رہا تھا - کوٹہ میں سرمایہ دولت اور سامان حشمت دیکھ دیکھ کر ہر ایک کے دندان طمع دراز ہوتے تھے - لیکن ظالم سنگھ نے اپنی چالاکیوں سے نصف صدی سے زیادہ عرصے تک اس کے دبدبہ طنطنہ اور شان ریاست میں فرق نہ آنے دیا - گو راجپوتانہ کو مدت سے ہر جگہ ہنگامہ و آشوب نے گرداب تباہی میں پھنسا رکھا تھا لیکن فقط ریاست کوٹہ ہی تھی جس کے دروازے پر کسی حریف کی صورت دیکھنے میں نہ آتی تھی وہ زمانہ آشوب تھا کہ جس میں ہر وقت صورت "اب پیش نظر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھی۔ حکومتوں کا تاٹ اُلٹتا ہی رہتا تھا۔ فوجیں ککڑی کی طرح کٹتی تھیں۔ کسی ریاست کو تباہی سے نجات نہ تھی۔ قحط سے خلقت پریشان بھی وبا نے قتل عام کر رکھا تھا لیکن ظالم سنگھ نے پچیس برس کی عمر سے ۸۲ برس کے سن تک ایسی عقلمندی مستقل مزاجی اور مصلحت اندیشی سے کام لیا کہ تباہی و بربادی گھنگھور گھٹائیں اُس کے عہد میں اٹھیں لیکن برس نہ سکیں اور کوئی مخالف ہوا کوٹا کی کشتی پر تھپیڑا نہ مار سکی جس وقت ہنگامۂ و آشوب کا مطلع صاف ہوا اور جب والی ملک تمام آفات سے محفوظ رکھا خاکر اپنی حماقت سے اپنی ہی عقل پر انتظام حکومت چلانا پسند کرے تو اُس شخص کی ناراضگی بجا نہیں جس نے درخت لگایا ہو مگر جب پھل نکلیں تو اُس کے حقوق ساقط کر دیئے جائیں۔

رجواڑے بھر میں راجوں سے لے کر غارتگر طائفتین تک اس سے مشورہ لے کر ہدایتوں کی کاربند ہوتی تھیں۔ کل درباروں میں اس کے سفیر مقرر تھے۔ جب کوئی معاملہ آپڑتا تھا تو یہ ایسی قطعی دلیلیں پیش کرتا کہ فریق ثانی کو لاجواب ہو جانا پڑتا تھا کسی کی ضرورت کسی کی قصد اور کسی کی خود پسندی کی کوئی بات کیوں نہ ہو اپنے اوپر اوڑھ لینا اس کی حکمت عملی تھی راجہ تو راجہ ہی ہے۔ اینڈے بینڈے وقت یعنی ہنگامۂ و آشوب کے زمانہ میں وہ ادنے سے ادنے پنڈارے تک کو اپنا کر لیتا تھا کوئی سمجھتا تھا کہ باپ ہے کوئی چچا کہتا تھا اور کوئی بھائی۔ ظالم سنگھ کا قول تھا کہ نہ جانے انسان کی قسمت کس وقت کیا ہوتی ہے۔ اکثر اُس سے لوگ کہا کرتے تھے کہ عاجزانہ طرز تکلم بزرگی اور شان مراتب کے خلاف ہیں تو یہ جواب ملتا تھا کہ جیتے رہو کیا کروں میری عادت ایسی ہی پڑ گئی ہے۔ آخری دس سال کے ابتدائی ایام میں خوف تھا کہ امیر خان ہلکر سے سازش نہ کرے ظالم سنگھ نے اُس پر ایسا جادو کیا کہ صورت اتحاد ہی نہ پیدا ہوئی بلکہ اپنی طاقت کو اور بھی قوی کر لیا وہ شکر گزار تھا کہ خدا نے اس زمانے سے نجات دی جب اُسے ہر ایک مسلمان غلام کو لڑکا پیدا ہونے کی تقریب پر مبارکباد ہی نہیں ساتھ کچھ زر نقد بھی اظہار مسرت کے لئے پیش کرنا پڑتا تھا۔

ظالم سنگھ یوں تو مغلوب الغضب۔ متکبر اور زود رنج تھا لیکن لحاظ و ادب کا خیال بھی بہت رکھتا تھا۔ کسی پنڈارہ لوٹیرے یا پٹھان سے گفتگو یا خط و کتابت کرتا تھا تو بڑے عاجزانہ الفاظ استعمال ہوتے تھے۔ مثلاً "میری گذارش یہ ہے" "اس بھومیا کی رائے قابل پذیرائی ہو تو ..." غارت گروں کو طلبی زر کے موقعہ پر عنایت نامہ پہنچا میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آجکل اتفاقات وقت سے تنگ حالت میں ہوں آپ کی کیفیت سن کر افسوس ہوا"
وغیرہ لکھ کر زر مطلوبہ کے علاوہ کئی ہزار روپیہ اپنی طرف سے دیکر پیغامبر کو مع انعام و
اکرام واپس کر دیا کرتا تھا اور اس قسم کی طرز تقریر و تحریر کا اثر یہ ہوتا تھا کہ کسی کو اُس
کے ملک پر دست غارت گری دراز کرنے کا موقع ہی نہ ہوتا تھا۔ لیکن ان اوصاف کے
ساتھ ہی جب کوئی بڑھ چلتا تو پھر اس کی سرکوبی سے غافل نہ ہوتا تھا۔

اگر کوئی شخص زیادتی کے درپے ہوتا تو اُس کے دفعیہ کے واسطے خود تکلیف کرتا جب
سیدھی انگلیوں سے کام حل ہونا مشکل ہوتا تو وہ آمادہ جنگ ہو کر اُس بلا کو مظلوموں کے
سر سے ٹالتا تاہم ایسی فتح موجب خوشنودی نہ ہوتی بلکہ باعث مضرت ہوتی ۱۸۰۶ء
میں جودھپور اور کوٹہ کے درمیان صلحنامہ ہوا۔ اسی طرح اس نے تین ریاستوں سے
میل کر لیا۔ اور وہ تینوں ظالم سنگھ کی مدد کے خواستگار رہتے۔ مگر اس نے کسی کو
مدد نہیں دی۔ صرف اپنا وکیل ریاستوں میں بھیج دیا کرتا تھا۔

اب ہم گورنمنٹ انگریزی سے مقابلہ کر کے ثابت کریں گے کہ اُس نے کن
وسائل اور تدابیر سے اپنی بنیاد مستحکم پائدار بنالی۔ جب منسون صاحب ہولکر
کی ریاست سے حملہ آور ہوئے اور فوج انگریزی وسط ہند میں لوٹ مار کر رہی تھی۔
نائب کوٹہ نے اس خیال سے کہ فوج انگریزی پر کوئی ظفریاب نہیں ہو سکتا۔ رسد اور
فوج سے انگریزی فوج کو کمک پہنچائی۔ افسر فوج برطانیہ نے لاکھ چاہا کہ حدود کوٹہ
کے اندر آوے اس نے ممانعت کی کہ ہماری ریاست کے اندر فوج انگریزی نہیں
آسکتی۔ ہمارے یہاں کی رعایا غریب ہے۔ اس پر تباہی آجائے گی اگر ایسا ہی ہے تو حدود
کوٹہ کے باہر فوجی پڑاؤ پڑ جائے مگر اندر شہر کے کسی افسر کا قدم نہیں آسکتا۔ جس
وقت فوج انگلشیہ مدد کی طالب ہوگی۔ ہم کمک پہنچائیں گے۔ اگر کوئی شخص انگریزوں
سے آمادہ جنگ ہوگا۔ اول ہماری فوج لڑیگی ظالم سنگھ نے ایسا کیوں کیا یہ ہم
نہیں جان سکتے اس میں بھی اس کی دانائی ہوگی الغرض منسون صاحب ہزیمت خوردہ
فوج کو لئے ہوئے ریاست بوندی اور جے پور کی طرف بھاگ گئے یہ ہزیمت باعث بدنامی
منسون صاحب ہوئی۔ منسون صاحب کی سخت حماقت تھی کہ وہ اپنی غلطی میں اوروں کو
شریک کرنا چاہتا تھا۔ نائب کوٹہ پر بھی الزام لگایا گیا کہ اُس نے منتشر اور شکست خوردہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فوج کو اپنے ملک میں آنے سے روکا۔ سرکار انگریزی کو یہ حرکت بہت ناگوار معلوم ہوئی بلکہ بہتان لگایا گیا کہ ظالم سنگھ دشمنوں سے سازش رکھتا ہے ظالم سنگھ کی پاک طبیعت میں یہ دھبہ مدتوں تک رہا۔ حالانکہ اُس نے بہت سی جانبازیاں اور خدمتگذاریاں گورنمنٹ انڈیا کو دکھلائی تھیں لیکن اس کا معاوضہ ۱۸۱۷ء میں معلوم ہوا جب سرکار انگریزی نے ظالم سنگھ سے کمک چاہی ورنہ اُس وقت تک سرکار انگریزی کو معلوم نہ تھا کہ اُس نے کون کون خدمتگذاریاں کی ہیں اور فوج کو سامان رسد سے کسی طرح کی تکلیف نہیں ہونے دی یہ دھبہ اُس کی پیشانی پر لگ چکا تھا کہ فوج کو ٹہ اور سپاہ لبوکن صاحب گھاٹی مکندرہ سے مراجعت کرتے وقت قتل ہو چکی تھی۔ اگر کبھی کوئی شخص تائید کلام افسر مذکور کی کرے تو وہ پہلے رئیس کوٹلا کی سماعہ (مدفن) کا معائنہ کرلے۔ جس نے صحیح النسب قوم ہاڑا کی وجہ سے اپنا عاشیہ احجار کے کنارے بسوٹ کیا۔ اور وہیں مرہٹوں سے جنگ کا منتظر رہا بعد کشت و خون کے جب رئیس کوٹلا ہزیمت کھا کر میدان رزم سے بھاگا۔ اور دوسری سرحد پر کسی فوجی افسر کے ہاتھ سے قتل ہوا اپنی یہ خیال سراسر غلط ہے۔ کہ اُس نے گورنمنٹ انگلشیہ سے رابطہ دوستی منقطع کرنا چاہا جب ۱۸۱۷ء میں سرکار انگریزی نے وسطے انسداد طریق غارتگری کے مرہٹوں کی مدد چاہی تو اُس نے اپنی حیثیت کے موافق کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اُس کی خدمتگذاری میں کسی طرح کا شک نہ تھا مقتولوں کے مدفن شاہد ہیں اگر منحرف شخص اعتبار نہ کرے تو دشمنوں کی رائیں ظالم سنگھ کی تصویر پر عجیب رنگ کا غازہ لگاتی ہیں۔

رئیس کوٹلا اور نامی نامی بہادران قوم ہاڑا کے علاوہ جو منسون صاحب کی مراجعت کے وقت قتل ہوئے تھے اس معرکہ میں ایک بخشی گرفتار ہوا۔ افسر مرہٹہ نے انگریزوں کی سازش کا بہتان اُس کے سر تھوپا اور اسی جرم میں بخشی سے ایک دستاویز دس لاکھ روپیہ کی تحریر کرالی اور دھمکی دی کہ اگر زر معہودہ ادا کرنے سے انکار کرے گا تو اُس کی جان کی خیر نہیں جہاں جا کر جان چھپائے گا۔ تمام شہر لوٹ اور تلوار سے تباہ کیا جائے گا بخشی رہائی پاکر اپنے رو برو یا اپنے وکیل کی معرفت اور امرتسر نے کچھ لے دے میں سے دستاویز تحریری ہے ہم تیری حمایت نہ کریں گے بخشی کو ملک کے پاس بھیج دیا کہ انہیں اختیار ہے جس طرح سے ہو یہ روپیہ وصول کریں ملک نے خیال کیا کہ اس کا عوض ضرور لینا چاہیئے جب موقع ملا فوج بخشی ہاڑوتی کی ریاست پر کی اور زنبورکہ دار الریاست کے ڈیرہ ڈال دیا۔ بعد ہزیمت افسر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یعنی بخشی نے شرم ندامت سے زہر کھا کر جان دے دی۔ فوجی پڑاؤ ریاست کے چاروں طرف محاصرہ کئے ہے تمام موضع لوٹ لئے گئے۔ لوٹیروں کی جماعت ہلکر کی رسد اور بہیر پر حملہ کرتی۔ دستاویز مذکور پھر پیش ہوئی۔ ادھر سے انکار ہوا اور جنگ کا ملتوی رہنا بھی قیاس سے باہر تھا۔ مگر فریقین کے دوستوں نے چاہا کہ آپس میں میل جول ہو جائے کشت و خون کیوں ہو لیکن ظالم سنگھ جو اپنے دشمن کی بے ایمانی سے آگاہی رکھتا تھا ملاقات سے انکار کر گیا۔ اور کہا کہ اگر ہماری شرائط منظور ہوں تو مضائقہ بھی نہیں ہم مستعد ہیں۔ اُس کی شرائط عجیب تھیں اُس نے کہا کہ معاملہ جنگ یا صلح جو کچھ ہو دریائے چمبل کے کنارہ طے ہو جائے۔ اس بات کو ہلکر نے بھی منظور کیا ظالم سنگھ نے دو کشتیاں ایسی بنوائیں جن میں بیس بیس سپاہی مسلح سوار ہو سکتے تھے اور خود بھی کشتی پر سوار ہو کر چنبل کے درمیان میں چھلے جہاں توپیں لگی ہوئی تھیں اُتر پڑا اُدھر سے ہلکر بھی ہمراہیوں کے ساتھ کشتی پر سوار ہو کر ظالم سنگھ کی ملاقات کو آیا۔ قالینوں کا فرش بچھ گیا۔ اور ان دونوں میں جن میں صرف ایک آنکھ تھی۔ عہدنامہ قائم ہو گیا۔ اور چچا بھتیجوں میں رشتہ اتحاد مضبوط بندھا۔ ظالم سنگھ اندھا تھا۔ اور ہلکر ایک چشم تھا۔ اسی سے ان دونوں میں ایک ہی آنکھ تھی۔

طرفین سے خوشی و مسرت کا اظہار ہوا ہر ایک کشتی پر سپاہی تعینات تھے کہ کچھ بھی دغا کا ظہور ہو تو ہلکر کی فوج کو غرق دریا کر دیں ہلکر نے بلا کو ٹلتے دیکھ کر تین لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کر دیا مگر برابر دھمکی دیتا رہا کہ ظالم سنگھ کا بخشی دس لاکھ کی دستاویز لکھ گیا ہے کبھی نہ کبھی ضرور وصول کیا جائے گا۔ آخر کار دیوانہ اور مخبوط الحواس ہو گیا اور باقی عمر اُس کی جنون کی حالت میں بسر ہوئی۔

ظالم سنگھ اپنے ارادے کا پکا تھا۔ ابھی اُس کو اتنی فرصت نہ تھی کہ ہمسایوں کے علاقہ جات پر دست اندازی کرے مگر بنظر بہبودی ریاست کوٹہ سیندھیا اور ہلکر کی سرحد جنوبی کے علاقہ جات پر مستاجری کا ڈھنگ ڈالا۔ سیندھیا سے پنچ محال کا علاقہ مستاجری میں لے لیا اور ہلکر سے ڈیگ اور پرانوں کے زرخیز علاقے ظالم سنگھ کے ہاتھ آئے۔ اس پر بھی کفایت نہ رکھ کر اپنے معتبر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اہلکاروں کو بطور مخبروں کے بڑی بڑی ریاستوں میں متعین رکھتا اور مخبر ہر حال سے اطلاع دیتے تھے۔ ظالم سنگھ نے اپنے اطمینان کے لئے صحت اخبار کا ڈھنگ جمایا۔ اُس نے اچھے اچھے لائق مرہٹہ پنڈتوں کو اپنے انتظام میں رکھ لیا تھا۔ جس کی وجہ سے اُسے بہت کچھ مدد ملتی تھی۔ اور جتنے رشتہ دار اور عزیز ملک میں تھے اُن کے ذریعے سے کوئی راز ریاست کا ایسا نہ تھا جس کی خبر ظالم سنگھ کے کان تک نہ پہنچتی ہو۔

امیر خاں کا یہ حال تھا کہ نائب اور امیر خان دونوں باہم ایک تھے کوٹے سے امیر خاں کو رسد اور سامان جنگ اور ہر قسم کی مدد ملتی تھی۔ جب اس کی فوج نے فساد کیا اور دھمکایا کہ وہ نائب کو دھوپ میں باندھ کر کھڑا کریں گے کوٹے میں اُس نے چندے قیام کیا۔ اور اس فساد کے فرو کرنے کے واسطے ظالم سنگھ کی جانب سے خان مذکور کی بہت کچھ مدد کی گئی۔ چنانچہ ظالم سنگھ نے قلعہ اسیر گڑھ خان مذکور کے خاندان کی بود و باش کے لئے عطا کیا۔ امیر خاں کا دل صاف ہو گیا۔ اور بلا وسواس مقامات بعیدہ پر جا کر لوٹ مار کرنے لگا۔

ظالم سنگھ کو پنڈاروں کی بھی خاطر داشت ملحوظ تھی اُس کے افسروں کو کوٹے میں جاگیریں دی گئیں ۱۸۰۷ء میں قوم پنڈاری کا ایک افسر کریم خاں گرفتار ہو کر قلعہ گوالیار میں سیندھیا نے قید کیا۔ ظالم سنگھ نے اس کی رہائی کے لئے بہت سا روپیہ دیا۔ اور اُس کے فعل کا بھی ضامن ہوا۔

جس فیاضی کے ساتھ ظالم سنگھ ممالک غیر کے رؤسا کے ساتھ جو اُس کی پناہ میں آتے پیش آتا اُس کی حیثیت کہیں بڑھ گئی۔ جو رئیس جلا وطن ہو کر مارواڑ اور میواڑ سے علاقہ جات کوٹا میں پناہ گزین ہوتے ان کے لئے ریاست سے جاگیریں دی جاتیں۔ ایسے کارہائے نمایاں فیاضی کے ظالم سنگھ کے ہاتھوں سے ہوئے کہ دشمنوں کے گروہ میں ہر دلعزیز ہو گیا۔ مہمان داری اس پر ختم تھی خاص اُن ملکوں میں جہاں عجیب طرح کی دشمنی اور نا اتفاقی کا بیج بویا ہوا تھا۔ ایسے طریقوں کا اختیار ہونا تعجبات سے تھا۔ اور ان طریقوں سے میواڑ بھر کی ریاستیں اُس سے خوش تھیں۔ اور وہ راجوں مہاراجوں کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طرح پر قابو پا چکا تھا۔ یہاں تک کہ جو فریادی پناہ کی غرض سے ریاست میں مقیم ہوتے تھے۔ نائب راجاؤں سے اُن کی صفائی کرا دیتا تھا۔ نائب صاحب کو اپنے نام پر ناز تھا۔ بلکہ صلح کل ہی پیشہ تھا۔ گو اس کا طریقہ فیاضی پر مبنی ہے یا مدد دہی سے اختیار کیا گیا ہوگا مگر اس کے معاوضے میں وہ رعایا کا ہر دلعزیز تھا۔ اگانگست کے خطاب پائے تو قیر منزلت ہوئی اُس کا مقولہ تھا کہ فریادی معمر ظالم سنگھ کے پاس آتے ہیں اور ظالم سنگھ اُن کے لئے وسیلہ معاش سوچتا ہے۔ گو اُن کا علاقہ بہ نسبت اور علاقوں کے بہت چھوٹا ہے۔

اس مضمون کو یہیں چھوڑ کر اب آگے جنگ کے متعلق حالات لکھیں گے۔ کبھی مردانہ وار جنگ سے فتح پا کر اور کبھی شکست کھا کر اُسے اخراجات بیجا کا متحمل ہونا پڑتا۔ حالانکہ اہل میواڑ نے اس کی سب حکمتیں بالائے طاق رکھیں۔ کوٹے پر وہ وہ مصیبتیں نازل ہوئیں کہ جو امرد ظالم سنگھ کو بجز سر خم کر لینے کے کوئی مفر نہ تھا۔ ایک زمانے میں شیو پور دار الریاست غور پر حملہ آور ہوا۔ مگر شکست فاش کھائی۔ اس شکست سے بہت صدمہ پہنچا۔ اگر فتح نصیب ہو جاتی تو بلا شک اس کے خیالات میں اور بھی توسیع ہوتی اوائل نیابت میں پرتاب سنگھ مہاراجہ جے پور کا ایک پیام آیا تھا کہ اُس کی وزارت قبول کرے اُس نے انکار کیا۔ اگر وزارت کی کرسی پر متمکن ہوتا تو اُس کو یا ریاست کو بہت کچھ فراغبالی حاصل ہوتی۔ جو اس وقت میں نقصان دہ تھی۔

اب ہم کو انتظام خانگی کے بارے میں اس غرض سے کچھ ذکر کریں گے کہ ہم کو اُمید سنگھ ساجہ دیدار کا حال درج کرنا ہوگا۔ کیونکہ اس کی قسمت میں آزادی نہ تھی اور عہدہ سرپرستی یعنے محافظ اور ولی کا عہدہ مثل دیگر عہدہ ہائے موروثی کے ہندوستان بھر میں موروثی گنا جاتا تھا۔ اُمید سنگھ باوجود شصت سالہ ہونے کے اپنے تئیں بچہ تصور کرتا تھا۔ امید سنگھ کے والد نے ظالم سنگھ کو ولی مقرر کیا تھا اور مرتے وقت وصیت کی تھی کہ اس کی پرورش اور پرداخت کا نگران ظالم سنگھ رہیگا۔ چنانچہ جب پچاس سال کی عمر میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

امید سنگھ کے والد نے وفات پائی امید سنگھ ظالم سنگھ کی نگرانی میں آیا۔ ظالم سنگھ نے اس کی وقعت اور اختیارات میں توسین دی، نائب ریاست مقرر کر دیا القصہ راجہ کا مزاج کلیتہً نائب کی رائے سے موافق تھا اور نائب بھی ہر امر میں استمزاج لے لیتا۔ مگر کام اپنی سمجھ کے موافق کرتا۔

ظالم سنگھ زود فہم اور عالیہمت شخص تھا۔ اکثر عادتیں راجپوتوں کی تھیں۔ گھوڑے کی سواری اُسے بہت مرغوب تھی۔ نشانہ بازی میں یکتا قسمتوں سے نائب بھی ویسا ہی ہاتھ آیا۔ گو نائب اس پر محیط تھا مگر یہ زبردستی کسی فعل کا مرتکب نہ ہوتا۔ جب تک راجہ کا استمزاج نہ لے لیتا۔ ظالم سنگھ کو مذہبی امور میں بہت ذوق تھا۔ چنانچہ جس قدر عمر بڑھی۔ مذہب کی دیکھ بھال بھی ترقی کرتی گئی اور اس وجہ سے معاملات ریاست میں کسی قدر رجحان کم ہو گیا۔ عبادت کا پلہ بھاری ہوا۔ دُنیا ہیچ۔ راج پاٹ بے سود نظر آئے۔ کُل کاروبار سلطنت نائب کے ہاتھوں میں سپرد ہو گیا۔ جو تجویز سوچی جاتی۔ نائب روبرو راجہ کے پیش کرتا اور راجہ کچھ قیل و قال درمیان میں نہ لاتا بلا وسواس منظور کر لیتا۔ اگر کوئی سفیر ریاست غیر سے آتا نائب راجہ کے روبرو پیش کرتا اور جو تحریر یا مکاشفہ اس کے پاس ہوتے راجہ کو دیئے جاتے راجہ نائب کی مرضی پر چھوڑ دیتا جیسا وہ چاہتا جواب دیا جاتا اگر کوئی رئیس بہ نیت پناہ یہاں آتا تو اس کی پرورش ریاست سے ہوتی۔ مگر نائب اپنی مرضی سے ان اخراجات کا بار خزانہ پر ڈالتا۔ راجہ کو اس میں مطلق دخل نہ تھا۔ نائب کو اس قدر اختیارات حاصل ہو چکے تھے کہ اس کا خاص فرزند اگر کوئی علاقہ یا جاگیر لینا چاہتا تو بلا تامل دے دیا جاتا۔ راجہ کو کوئی عذر نہ ہوتا۔ نگ گھوڑے غیر ولایت سے یہاں آتے تو جیدہ جیدہ گھوڑے اصطبل سرکاری میں داخل کئے جاتے۔ جن پر نائب کے فرزند سوار ہوتے۔ دفتر ٹکسال۔ مُہر مثل سابق بہ نگرانی خاص ملازمان راجہ کے سپرد تھا۔ گو ان پر بغیر رضا نائب کے کسی کو اختیار نہ تھا۔ نائب نے اپنے فرزند کو جلاے وطن کی اس جرم پر سزا دی کہ اس نے ولیعہد کشور سنگھ کے مقابلے پر گھوڑا پھیرنے میں بے ادبی کی تھی فرزند

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تین سال تک علاقہ ناندتا اپنے باپ کی ریاست میں نظر بند رہا پھر ظالم سنگھ کے بیحد اصرار سے بلایا گیا۔ اسی طرح اور بھی بہت سی روائتیں ہیں۔ جن سے راجہ کے احترام و افتخار کی منزلت نائب کو منظور تھی۔ ایک روز نائب صاحب اندرون قلعہ شوالہ میں پوجا کر رہے تھے مہاراجہ کا چھوٹا بیٹا بلا اطلاع شوالہ کے اندر چلا گیا۔ جاڑے کا موسم تھا۔ شوالے کا فرش نم ہو رہا تھا۔ نائب نے اپنی چادر اُتار کر بچھا دی کہ ٹھنڈک کنور جی کے پاؤں میں نہ محسوس ہو۔ اور خود برہنہ پوجا کرتا رہا۔ کنور جی شوالہ سے باہر آئے ایک ملازم نے اس خیال سے کہ یہہ چادر اوڑھنے کے قابل نہیں رہی اُٹھا کر علیحدہ رکھ دی نائب نے جھڑک کر چادر لے لی اور اوڑھ کر کہنے لگا اب یہہ چادر بیش قیمت ہو گئی کیونکہ اس پر مہاراج کے صاحبزادے کے قدموں کی خاک لگ چکی ہے۔ اس کا رتبہ بڑھ گیا۔ ان باتوں سے ثابت ہے کہ راجہ اور نائب دونوں عین غین تھے۔ اور انہیں باتوں سے راجہ کے دل میں جگہ کر لی تھی۔ کیونکہ جسے بیحد اختیار ہوں اور وہ راجہ کی عزت کا خیال رکھے۔ ایسے شخص کی شان میں آفرین و مرحبا کے سوا اور کوئی لفظ استعمال نہیں ہو سکتا۔

غرضیکہ امید سنگھ نائب ریاست کوٹہ بھی ہمہ صفت موصوف تھا اس کو ایسی حکمتیں یاد تھیں کہ ہر شخص اس کا جانب دار اور ہوا خواہ رہتا۔ جو شخص اس سے ملنے آتا۔ تواضع و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جاتا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ہر شخص کی خواہش ذاتی یہی ہے کہ وہ اس کی محتاجی سے بری ہو جائے۔ اسی لحاظ سے ہر شخص کو خوش رکھتا اور اس کے واسطہ داماں اور ملازمین کی پرداخت بھی کرتا۔ خصوص تیوہار کے موقع پر اس کا فیاض ہاتھ اور بھی دراز ہو جاتا۔ اور چونکہ وہ سخن تھا لہذا اُس کے ملنے والے بھی فیاضی کا برتاؤ رکھتے تھے۔ بخل سے وہ متنفر رہتا۔ اُس کے ملازموں میں پٹھان۔ پنڈتان قوم مرہٹہ زیادہ تھے۔ پٹھانوں کی بھرتی فوج میں رہتی۔ اور پنڈت لوگ مشیر اور ندیم ہوتے۔ اپنے ملک کے آدمیوں سے اکثر نفرت کرتا کیونکہ اُن میں نہ تو سپہگری کے فن سے شوق

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوتا۔ اور نہ علمی خزانہ سے بھرپور ہوتے۔ عہدہ فوجدار کابلش سنگھ کے حوالے تھا۔ بشن سنگھ راجپوت تھا۔ سکتاوت قوم تھی۔ بڑا دلیر آدمی تھا۔ دلیل خان اور مہراب خان دو شخص بہت بڑے وفادار اور جاں نثار ملازم تھے۔ دارالریاست کوٹہ کی مستحکم فصیل دلیل خاں کی نگرانی میں تیار ہوئی تھی۔ جس کے مقابلے پر آج تک کی کوئی عمارت سوائے روضۂ تاج گنج کے اور ہندوستان بھر میں نہیں ہے شہر جھالرا پاٹن کی عمارت جس پر امید سنگھ کو خود بھی بڑا ناز تھا دلیل خاں نے بنوائی۔ اور شہر جھالا اسی کی قوم سے نامزد کیا گیا۔ ان عمارتوں کے علاوہ اور بہت سے مضبوط قلعے تعمیر ہوئے جن کے سبب سے ملک کوٹہ تمام ہندوستان میں محفوظ مقام تصور کیا جاتا ہے۔ امید سنگھ کو دلیل خان سے اس قدر محبت تھی کہ اکثر کہا کرتا کہ دلیل خاں میرے روبرو دو لیت کرے تو اچھا ہے کیونکہ بعد میرے خدا جانے دوسرا نائب والی ریاست اس کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ رکھے۔ مہراب خاں فوج کا افسر تھا۔ اس نے ترتیب افواج میں بہت کچھ لیاقت صرف کی۔ ٹاڈ صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارا اور اس کا ساتھ بہت مدت تک رہا۔ اس نے آٹھ روز کے عرصے میں بہت سے علاقہ جات ہلکر کے تسلط میں کر دیئے۔ قلعہ سوہی کی مہم میں اس نے سر جان مالکولم صاحب کی رفاقت میں بڑی نیکنامی حاصل کی۔ مہراب خان کے زمانے میں فوج کی تنخواہ بست روزہ دی جاتی تھی یعنی ۲۰ یوم کا ایک مہینہ شمار ہوتا تھا اور تنخواہ دوسرے سال کے اختتام پر بیباق ہوتی تھی۔

باب ۱۰

سرکار انگریزی کی طرف سے کمک کے لئے راجپوتانہ کے فرمانرواؤں کی طلبی۔ ظالم سنگھ کی منظوری کمک میں پیشقدمی۔ مارکوئیس ہیسٹنگ کی سفارت کی دربار ظالم سنگھ میں روانگی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پنڈاروں کے خلاف باہمی اتحاد۔ ظالم سنگھ کی میدان جنگ میں جوہر نمائی۔ کارنمایاں کے صلے میں ظالم سنگھ کی سرفرازی۔ ہندوستان میں معاملات صُلح۔ مہاراؤ امید سنگھ کا انتقال۔ عہد و پیمان۔ عہدنامہ کی لفیہ شرائط۔ مہاراؤ امید سنگھ کی اولاد۔ اور اُس کے عادات و خصائل۔ ظالم سنگھ کے فرزند۔ دونوں کی اولاد کے حالات۔ چھاونی۔ سے کوٹہ میں ظالم سنگھ کی روانگی۔ کشور سنگھ کی مسند نشینی کی تجویز۔ ظالم سنگھ کی انگریزی ایجنٹ سے خط و کتابت۔ ایجنٹ کی کوٹہ میں رونق افروزی۔ مہلک علالت۔ مسند نشینی کے خلاف ظالم سنگھ کی حکمت عملیاں۔ اس کی عدم واقفیت۔ سرکار انگریزی کے لئے پیچیدگی ضمیمہ شرائط کے اسباب۔ انگریزی عہدنامہ سے اصلی اہلکاروں کا اتفاق۔ کشور سنگھ کی نامنظوری۔ نتائج۔ ظالم سنگھ کی راجہ سے مخالفت۔ راجہ کی اسیری۔ گوردھنداس اُس کے فرزند کی طلبی۔ مہاراؤ کی قید سے آزادی۔ انگریزی ایجنٹ کا توسط۔ گوردھنداس کی جلاوطنی۔ مہاراؤ اور انگریزی ایجنٹ سے مصالحت۔ مہاراؤ کی مسند آرائی۔ باہمی عہد و پیمان۔ ظالم سنگھ کو کوٹہ میں ڈنڈوصول کرنے کی ممانعت۔ سلسلہ زنی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۱۸۱۷ء میں مارکوئیس ہیسٹنگ نے پنڈاری قوم کی سرکوبی کا انتظام شروع کیا۔ اس قوم کے لوگ بڑے غارت گر تھے۔ مگر اب ان کی قوت روبزوال تھی سرکار انگریزی نے گوارا نہ کیا کہ وہ صرف ذاتی قوت سے کام لے اسلئے اعلان کیا گیا کہ جن رئیسوں کو رفاقت منظور ہو وہ ساتھ دیں ورنہ وہ بھی مخالف سمجھے جائیں گے۔ جن کو اپنی حکومت کا استحکام انگریزوں کی طرح منظور تھا جن کو امن وامان کی خواہش تھی جو غارت گروں کی فوج کے زنجیر غلامی سے آزادی چاہتے تھے اُن سے مدد ہی نہیں بلکہ مالی امداد بھی طلب کی گئی +

ظالم سنگھ بڑا عالی دماغ تھا اس نے سوچا کہ اگر اس کی طرف سے پہل ہوئی تو رعایات شاہی کا وہی سب سے بڑھ کر مستحق ہوگا چنانچہ سب سے پہلے اُسی نے اپنا ایلچی روانہ کرکے کوٹہ سرکار انگریزی سے منسلک کردیا یہ دیکھ کر اور راجواڑہ بھی سرکار انگریزی کی طرف ہوگئے اور دو لاکھ فوج ہندوستان بھر میں غارتگری کے انسداد کی غرض سے تیغ بکف پھرنے لگی۔ پہلی لڑائی ملک مالوہ کے علاقہ سرحدی میں ہوئی اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ ایک انگریزی ایجنٹ ظالم سنگھ کے ہمراہ رکھا جائے تاکہ وقت ضرورت فوجی اعانت کرے اور مخالفوں کے حملوں سے کوٹہ کی ریاست محفوظ رکھے۔ ایجنٹ کے آنے کے پانچ روز بعد ظالم سنگھ کے پڑاؤ پر ہر طرف فوجی اجتماع نظر آنے لگا۔ پندرہ سو سوار اور پیادے جنرل سرجان مالکوم لے کر پہنچے۔ چار ضرب توپیں بھی اس افسر کے ہمراہ تھیں۔ یہ سردار فوج اُسی زمانے میں دکن سے دریائے نربدا عبور کرکے شمال کی طرف روانہ ہوا تھا۔ جہاں دشمنوں کی تعداد کثیر تھی جو لوگ موافق تھے وہ بھی مشکوک تھے۔ انگریزی تاریخ کا یہ زمانہ نہایت ہی پُرآشوب تھا۔ دریائے گنگ سے دریائے شور تک ایک آگ سی لگی ہوئی تھی۔ اس زمانے میں ظالم سنگھ کی فوجی قیام گاہ ایک جنگلی صدر مقام ہو رہی تھی۔ خبروں کا دفتر گویا یہیں تھا ظالم سنگھ نے بڑی مردانگی اور بے لوثی سے کل انتظام کیا۔ اگر کوئی نقص ہوا تو انگریزوں کی غلطی سے۔ انگریزوں کے طریق عمل سے اُس کو کھٹکا پیدا ہوا۔ اس نے مغل۔ مرہٹہ اور انگریزی مدبری کے نشیب و فراز سوچے۔ مارکوئیس ولسلی نے جو عہدنامہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا تھا اُسے لارڈ لیک نے نامنظور کیا تو اُس کے خیالات اور پختہ ہوئے۔ اُس کو انگریزی توازن سے کماحقہ واقفیت تھی۔ اُسے اعتبار نہ تھا کہ انگریز حقوق جہانبانی کو نظر انداز نہ کرینگے جو کچھ کارروائی ہے وہ زمانہ سازی کی۔ لارڈ لیک سادہ لوحی سے ہنس دیا کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ ظالم سنگھ اپنے خیالات کے موافق نکال لیتا تھا وہ مُنہ پر کہہ رہتا تھا کہ بڈھے کی بات یاد رکھئے گا سارے ہندوستان میں انگریزوں کا ایک ہی سکہ نہ چلے تب کی سند ۱۸۱۷ء میں یہ باتیں ہوئی تھیں اگر ظالم سنگھ دس برس اور زندہ رہا ہوتا تو اُس نے اپنی آنکھوں سے انگریزی سکہ چلتے دیکھ لیا ہوتا۔ ابھی تک راجپوتانہ میں اچھی طرح انگریزی حکومت قائم نہ ہوئی تھی مگر ظالم سنگھ پلاسی کی لڑائی میں کلایو کی فتح سے لیکر لیک صاحب کی مہمات پنجاب تک کے حالات و رگ و ریشہ سے واقف تھا اُسے پوری طرح تجربہ تھا کہ سفیران مغرب کن کن حکمت عملیوں سے رجگان راجپوت کی زمین پر قبضہ جماتے ہیں۔ اِن ایام میں انگریزوں نے راجپوتوں کے چار اُصول مدنظر رکھتے تھے یعنی شام۔ دان۔ بھید۔ ڈنڈ:

شام سے مطلب ہے کوشش کرتے رہنا دلاسہ سے مُراد ہے داد و دہش سے مطلب نکالنا بھید سے غرض ہے دغا فریب یا اور کسی حکمت عملی سے دشمن کو زیر کرنا ڈنڈ کے معنے ہیں۔ زور دکھا کر فتحیابی کی صورت نکالنا۔ راجپوت انہیں چار اصولوں سے غیر حکومتوں پر قبضہ کرتے اور اپنی سلطنتوں کو قابو میں رکھتے اور دنیا کے کام سرانجام دیتے ہیں جس وقت ہم نے اپنی بے لوثی دل پر نقش کردی اُس وقت ظالم سنگھ پسیجا اور گو اُس نے ہم سے اتفاق کیا لیکن وہ ہم سے کھٹکتا ہی رہا چونکہ اس اتحاد باہمی سے کوٹہ کے فوائد اُس کے ذہن نشین ہوئے اور اُس نے سوچا کہ اس کا عہدہ و منصب اُس کی اولاد کو حاصل رہے گا۔ اُس نے اندرونی و بیرونی رقیبوں اور حریفوں کو زیر کرکے یہ عزت و وقعت حاصل کی تھی اُسے کھٹکا تھا کہ جانشین کی نا قابلیت سے کہیں اس کا بنا بنایا گھر نہ بگڑ جائے۔ اس لئے اس نے اتفاق ہی میں مصلحت سوچی ادھر ہماری غرض پوری ہوئی۔ اُدھر اُس نے اپنی مصلحت اندیشی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے دلی مقاصد پورے کئے۔ ظالم سنگھ نے کبھی اپنے دل کا بھید کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ اُس نے جس راہ میں قدم رکھا ہمارا ساتھ دیا اور جو قول و قرار کئے اُس میں مغالطہ کی کوئی بات پیش نہ آنے دی۔ جس وقت راجپوتانہ کے سوا کل ہندوستان انگریزی حکومت کا مخالف تھا۔ سب لوگ اس عملداری سے چونک رہے تھے جن کو نقصان پہنچا تھا وہ ناراض تھے کسی کو عوض لینے کا خیال تھا جو موافق بھی تھے وہ اس آشوب میں ڈرتے تھے کہ انگریزی اتحاد سے اُن کے ہاتھ نہ جائے لیکن صرف ظالم سنگھ ہی میں یہ لیاقت تھی کہ ہمیں بگاڑتا یا بناتا۔ اُس کی حکمت عملیوں کا میدان گو وسیع تھا لیکن بلند نظری پوری بلندی پر رسائی تھی۔ اُس کے علاوہ جاڑے کے موسم سے بھی اُس کی بلند حوصلگی پر پالا پڑ گیا تھا۔ ایک واقعہ یہاں قابل ذکر ہے۔ کریم خاں پنڈارہ قوم کا گروہ اپنے تختگاہ میں تھا انگریزی فوج کے تین دستوں سے دُو بدو جنگ ہو رہی تھی۔ اُس کی فوج اور رسد سے انگریزی فوج کو مدد مل رہی تھی انہیں ایام میں انگریزی فوج سے نظامت باراں میں کوئی امر خلافِ مذہب سرزد ہوا۔ ظالم سنگھ کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی اور اُس کی زبان سے عادت کے خلاف بے ساختہ نکل گیا کہ بلا سے بیس سال زندگی میں گھٹ جائیں پاٹ تب ہے کہ دکن اور دہلی باہم مل جائیں اور اتحاد قائم ہو۔ جس شخص نے کبھی اپنا راز دل اور منشائے خاطر ظاہر نہ کیا ہو اُس کی زبان پر ایسا کلمہ نا لوگوں کے لئے ایک ضرب المثل ہو گیا۔

ایک مشتبہ امر اور بھی بیان کے قابل ہے۔ ظالم سنگھ اور مرہٹوں سے گہری دوستی تھی اس کے مشیر کاروں میں بھی مرہٹوں کا پلہ بھاری تھا یہ لوگ اتحاد انگریزی کے مخالف تھے یہاں تک کہ ایک موقعہ پر اُس نے رشتۂ اتفاق کے توڑنے کا خیال دل میں جمایا اُس کا اپنی اُس لیاقت پر بھروسا تھا۔ جس کی بدولت اُس نے پچاس برس تک علم آزادی بلند کر کے پوری قوت حاصل کر لی تھی اُس کو خیال تھا کہ اُسکی لیاقت اب بھی کارگر ہو سکتی ہے۔ اور اس طرح وہ انگریزی اطاعت سے آزاد بھی رہیگا لیکن اُس کی مصلحت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پنڈیوں نے نشیب و فراز سوچ کر یہی نتیجہ نکالا کہ اس کا تو کچھ بگڑ نہیں سکتا مگر اتفاقی اس کی اولاد کے لئے زہر قاتل ہو جائیگی۔ یہ زمانہ غارت گروں کے عروج کا تھا۔ پنڈھا۔ بھونسلا۔ ہلکر اور سیندھیا کوس لمن الملکی بجا رہے ان کو انگریزوں سے اتفاق منظور نہ تھا اس موقع پر انگریزی ایجنٹ نے ظالم سنگھ کے دل میں جمادی کہ فتحیابی سے ہلکر کے وہ علاقے ہمارے قبضے میں آجائینگے جس کا اُس نے ٹھیکہ لے رکھا ہے مگر سرکار انگریزی وسط ہند میں اپنی حکومت قائم کرنا نہیں چاہتی۔ اس لئے لڑائی سے فراغت ملنے پر مہرلوں کے حقوق کسی حالت میں نظر انداز نہونگے اس قسم کی گفت و شنود سے دل کے توہمات دور ہو گئے اور ہم کو مخالفوں کے اُن متعلقین کو گرفتار کرنے کا آسانی سے موقع حاصل ہو گیا جو کوٹہ میں پناہ گزیں یا پوشیدہ تھے۔ جب غارت گر تتر بتر ہو گئے تو ظالم سنگھ کی خدمات لائقہ کی قدردانی کی گئی اور چاروں کے چاروں ضلع اس کو دیدیئے گئے۔ جو اب تک ہلکر کے ٹھیکے میں تھے۔ جس وقت سند عطیہ لکھی جانے لگی اُس وقت ظالم سنگھ نے اصرار کیا کہ مہاراؤ کا نام سند میں درج ہو۔ ظاہرا یہ اُس کی اولوالعزمی تھی مگر باطن میں اس کا منشا یہ تھا کہ اُس کی حکومت قائم رہے ؛

جب مہم ختم ہو گئی تو السٹن فوج انگریزی اس جہاندیدہ مدبر کی لیاقتوں کو سراہتے ہوئے رخصت ہوئے اور کوٹہ میں وہی سفیر ایجنٹ مقرر کیا گیا جس نے اس مہم کے آغاز کو انجام تک پہنچایا تھا ؛

راجپوت قوم کی تاریخ مارچ ۱۸۱۸ء کے دورۂ امن و امان کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ ستلج سے دریائے شور تک سنگ کھڑی تھی۔ کہیں طوفان بے تمیزی برپا نہ تھا۔ شمالی لوگ بھی دب گئے بھینس بھی ہماری تھی اور لاٹھی بھی ہماری دیگ بھی ہماری تھی اور تیغ بھی۔ مدتوں کی لڑائی جھگڑوں کا خاتمہ ہو گیا اور وہ تسلط ہوا کہ گویا ست جگ کا دور دورہ ہے ؛

یہ دورہ امن نومبر ۱۸۱۹ء تک قائم رہا۔ اس مہینے میں مہاراؤ اُمید سنگھ نے وفات پائی اور درباران ریاست کے باہمی تنازعات سے ظالم سنگھ اپنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خرخشے میں پھنسا کہ انگریزی حمایت کے بغیر اُس کی عقلمندی بھی کچھ کارگر نہ ہوئی ؛

۲۰۶۔ دسمبر ۱۸۱۷ء کو ظالم سنگھ کے توسط سے دہلی میں عہد و پیمان ہو چکے تھے۔ مہاراؤ اُمید سنگھ اور حکام انگریزی نے جنوری میں عہد نامے پر اپنے اپنے دستخط کئے اور اپنی اپنی مُہریں ثبت کیں ظالم سنگھ نے بھی اس پر اپنی مُہر کر دی تھی لیکن اس عہد نامے میں ظالم سنگھ کے فوائد کے متعلق کچھ اشارہ بھی نہ تھا۔ کچھ تھا تو صرف یہ کہ وہ مہاراؤ اُمید سنگھ کا ایک اہلکار ہے جس کے توسط سے یہ شرائط قرار پائیں۔ انگریزی سفیر اس فروگذاشت سے متعجب تھا اُس نے سرکار انگریزی کو اس معاملے کی خبر کی اور اُس نے چاہا کہ عہد نامے میں اس امر کی بھی تشریح و اضافت ہو جائے لیکن ظالم سنگھ پچاس برس کوٹہ میں راجہ سے زیادہ اختیارات کے ساتھ حکومت کر چکا تھا اُس نے عہد نامہ میں اپنے لئے کچھ لکھوانے کی ضرورت نہ سمجھی کہ وہ اُس وقت تک خود مختار رہا ہے اب ریاست کی ماتحتی گلے پڑے گی اور سرکار انگریزی سے دبنا ہوگا چنانچہ اُس نے اپنے لئے کسی شرط پر زبان معترض نہ کھولی اور اس کا فائدہ ان لوگوں نے مہاراؤ اُمید سنگھ کی وفات کے بعد اُٹھایا جو ظالم سنگھ کے خلاف تھے اور اُس کے عہد موروثی کی مخالفت کے لئے ایک بنیاد قائم ہو گئی ؛

دسمبر ۱۸۱۷ء میں جو عہد نامہ ہوا تھا اُس میں گویا ترمیم اور مدار المہامی ریاست اُس کے لئے نسلاً بعد نسل اور بطناً بعد بطن منظور کر لی گئی ؛

مہاراؤ اُمید سنگھ کے تین بیٹے تھے۔ کشور سنگھ۔ بشن سنگھ۔ پرتھی سنگھ۔ کشور سنگھ ۴۰ برس کا تھا اسکی ہاڑا قوم میں نہایت عزت تھی اس کے مزاج میں نرمی اور خواص طبیعت میں صلاحیت تھی۔ اس کی پرورش و پرداخت ریاست میں نہ ہوئی تھی۔ اس لئے اس کے عقائد مذہبی بہت درست نہ تھے اور اس کو شاستر وغیرہ کا کافی علم تھا ہی نہیں بلکہ قومی تاریخ اور بہادران قوم کی اُمنگیں اُٹھتی تھیں اور یہی چاہتا تھا کہ اپنے والد کے قدم بقدم چلے۔ اور جو نانا صاحب یعنی ظالم سنگھ۔ کہیں اُسی کے مطابق انتظام قائم رہے ؛

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بشن سنگھ کشور سنگھ سے تین برس چھوٹا تھا اس میں بھی لیاقت وفراست اور مستقل مزاجی تھی اور ظالم سنگھ سے اُلفت کرتا تھا۔ پرتھی سنگھ کی عمر بیس برس سے کچھ کم تھی۔ اس میں ہاڑا قوم کے اعلےٰ اوصاف موجود تھے اُس کو ہتیار پر ناز تھا اُسکے والد نے جو تعلقات پیدا کیئے تھے اُس کو وہ اپنی بیعزتی خیال کرتا تھا۔ لہذا اُسکی دلی خواہش یہ تھی کہ وہ اور اس کا خاندان اس زنجیر سے آزاد رہے اگرچہ جان بھی چلی جائے تو کچھ پرواہ نہیں تینوں بھائیوں میں محبت تھی سب کا برتاؤ ہر وقت محبتانہ تھا۔ لیکن یہ بات خالی از شُبہ نہیں کہ بشن سنگھ ظالم سنگھ کے بیٹے اور کشور سنگھ کے ساتھ دلی محبت سے مانوس رہتا تھا اس کے دل میں کچھ بدنیتی تھی۔ تینوں بھائیوں کو پچیس پچیس ہزار کی جاگیریں ملی ہوئی تھیں۔ جن کا انتظام اُن کے اہلکار کرتے تھے +

ظالم سنگھ کی اصل رانی کے بطن سے مادھو سنگھ فرزند کلاں تھا اور خواص کے بطن سے گوردھن داس۔ ظالم سنگھ کو گوردھن داس کی زیادہ الفت تھی اور وہ ظالم سنگھ ہی کی طرح معاملات ریاست میں با اختیار تھا۔ مادھو سنگھ اس زمانہ میں چھبیس برس کا تھا اُسکی صورت سے بالکل نہ معلوم ہوتا تھا کہ اس میں کچھ عقل ہے مہاراؤ آنجہانی کی اس پر نظر عنایت رہتی تھی۔ بچپن سے اپنی اولاد کی طرح سمجھتے تھے اس کے جوش غضب سے جو گستاخی سرزد ہوتی تھی۔ وہ نظر انداز ہو جاتی تھی مہاراؤ کے الطاف اور عنفوان شباب سے حصول اختیارات کی وجہ سے اُسکے مزاج میں غصہ ہی نہ تھا بلکہ دماغ میں خودی بھی سما گئی تھی جس وقت ظالم سنگھ کوٹہ سے میدان جنگ کے لئے روانہ ہوا تھا اُس وقت اس کو اختیارات نیابت عطا ہوئے تھے۔ اس عہدہ کے فرائض میں کل فوج کی تقسیم تنخواہ بھی شامل تھی۔ جسمیں ایک رقم کثیر خرچ ہوتی تھی۔ افسران فوج اسکے ذمہ وار تھے۔ فرزند ظالم سنگھ سے رسیدات کی ذمہ واری کے لیکسی کی مجال نہ تھی کہ باز پُرس کر سکے۔ سب جانتے تھے کہ یہ عہدہ اب مادھو سنگھ ہی کو ملیگا لہذا شکوہ شکایت کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی۔ مادھو سنگھ نے اس عہدے پر سرفراز ہو کر دل کے خوب ارمان نکالے۔ سب باغ آراستہ تھے گھوڑوں کے ساز و یراق

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور کشتیوں کی آرائش دیکھ کر اور تو اور مہاراؤ کے راجکماروں کو رشک ہوتا تھا اُس کے جلوس کے سپاہی کسی ٹھاٹ باٹ میں راجہ کے سپاہیوں سے کم نہ تھے ظالم سنگھ اکثر سمجھایا کرتا تھا کہ یہ باتیں اچھی نہیں مگر سُنتا کون ہے۔ اس کے والد کا یہ قول تھا کہ جہاں میری عمر سو برس کی ہوئی میری عمر بھر کی بنائی ہوئی عمارت ایک دم سے سر بسجود ہو جائے گی ۔

گوردھن داس تقریباً ستائیس سال کا تھا اس کی طبیعت میں تیزی۔ زندہ دلی۔ فہم و فراست اور بہت شجاعت تھی اُس کا مزاج اپنے بھائی مادھو سنگھ سے مختلف تھا۔ اسی لئے اس پر راجہ پرتھی سنگھ اور اس کے ولیعہد کی خاص نظر عنایت تھی اور وہ اس کو اپنا رفیق خاص سمجھنے لگے تھے ظالم سنگھ بشن سنگھ کو بہت چاہتا تھا اس نے اُسے پردھان کا عہدہ دے دیا اس عہدے سے خلد ریاست کے تمام معاملات متعلق تھے اُس کی ایک ایک دانہ پر مُہر تھی۔ اس عہدے کی وجہ سے مادھو سنگھ کو اس سے حسد پیدا ہوا۔ دونوں کے دلوں میں گرہیں پڑ گئیں۔ مادھو سنگھ نے اُسکی بے آبروئی کے لئے کوئی کسر نہ چھوڑی بس حد ہے کہ زیر حراست بھی رکھا۔ اب دونوں کے دل اور بھی پھٹ گئے۔ محبت برادرانہ کا رشتہ بالکل ٹوٹ گیا۔ ظالم سنگھ ایسا مُدبر و صاحب عقل تھا اگر اُس نے اپنی اولاد کی تربیت عمدہ طور سے کی ہوتی تو یہ نوبت نہ آتی۔ دونوں بیٹے ایک دوسرے کی جڑ کاٹنے ہی میں اپنی بہتری اور لیاقت سمجھتے تھے۔ ظالم سنگھ کو یہ باتیں ناگوار گذریں اور واقعی ایسے لائق و فائق شخص کے قائمقام لائق ہی ہونا چاہیئے تھے نہ کہ اُس کے اوصاف کے خلاف اس کو ہر وقت افسوس رہتا تھا کہ ہائے یہ کیا ہو رہا ہے جس نے اپنی عقلمندی سے مشکل سے مشکل مہمات کا مقابلہ کر کے یہ عروج حاصل کیا اُس کا سارا کیا دھرا اکارتھ ہوا جاتا ہے ۔

نومبر ۱۸۱۹ء میں جب مہاراؤ نے انتقال کیا دلوں کے بُغض ظاہر ہو گئے اور اُن کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ افسوسناک ہی ہوا۔ ظالم سنگھ نے گاگرون کی چھاؤنی میں مہاراؤ کی خبر وفات سُن کر فوراً کوٹہ کی طرف کوچ کیا اُن کی غرض یہ تھی کہ مہاراؤ کی کریا کرم اچھی طرح ہو اور کشور سنگھ کو گدی دی جائے ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پولیٹیکل ایجنٹ مارواڑ سے میواڑ کو جارہا تھا اُس کو اس سانحہ کی خبر ملی وہ سرکار انگریزی میں اطلاع دیکر اودے پور میں قیام کرتا ہوا کوٹہ پہنچا۔ ایجنٹ کے پہنچنے کے وقت ظالم سنگھ دُنیا چھوڑے ہوئے ایک میل کے فاصلے پر سکونت پذیر تھا اور اُسکے رفیق اُس کی ہمراہی میں تھے۔ مادھو سنگھ شہر کے محلات میں مورچ کررہا تھا قلعے میں راجہ اور اس کے بھائی اپنے احباب کے ہم صحبت تھے گوردھن داس اور پرتھی سنگھ کی چڑھی بارگاہ تھی۔ نئے مہاراؤ صاحب اُن کی مشورت سے کام کرتے تھے بشن سنگھ کو سب نے نکال باہر کردیا تھا ابھی مہاراؤ کا آخری وقت ہی تھا کہ ظالم سنگھ کے بیٹوں کے دلوں کی قدیم کدورتیں اور عداوتیں ظاہر ہوئیں۔ قریب تھا کہ کوٹہ کے دروازوں کے اندر خون خرابہ ہو۔ فرمانروائے وقت نے اپنے حقوق کے مطالبے کی دل میں ٹھان لی۔ ظالم سنگھ بڑا بلند نظر تھا مگر اُسے یہ نہ خیال گزرا تھا کہ ایسے معاملات پیش ہونگے۔

راجہ کی وفات نے ظالم سنگھ پر اذکار کا ایسا پہاڑ توڑا کہ آخر اُس کی پیٹھ چارپائی سے لگ گئی ارباب غرض خوش تھے کہ دلی مقصد جلد بر آئے گا۔ مگر ظالم سنگھ کے غسل صحت سے سب کے سب حیران رہ گئے اور اُن کی اُمیدیں مایوسی سے مبدّل ہوگئیں۔ اس کی علالت کے ایام میں راجہ اور گوردھن داس نائب کے فرزند بداصل دونوں نے باہم اتفاق کرکے کل کارروائیاں مضبوط کرلیں تمام لوگ ان حالات سے واقف تھے خبر نہ تھی تو صرف ظالم سنگھ کو۔ ظالم سنگھ بڑا دوربین اور بلند نظر تھا مگر اُس کو نہ معلوم ہوا کہ اس کی عنان حکومت ہاتھ سے جانے والی ہے اور اُس کے فرزند حقیقی کے حقوق گوردھن داس فرزند بداصل کو ملنے والے ہیں اتفاق سے انگریزی ایجنٹ کو خبر لگی۔ اُس نے ظالم سنگھ کو صورت حال سے اطلاع دی اور آگاہ کیا کہ راجہ کی نیت یہ ہے کہ اس کا عصائے حکومت اُس کی چتا کے ساتھ شعلہ زن ہو۔

اب مادھو سنگھ کی نیابت کے شرائط پر محبت شروع ہوئی اور ہمارے توسط پر غلط فہمی کا الزام لگا۔ ایک دعویدار تھا کہ کس وقت سے تو اختیار حاصل کئے اور وہ اب چھن جائیں اس کے یہ کیا معنے دوسرا چاہتا تھا کہ جو اختیارات ہاتھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے جاتے رہے اُنہیں پھر ہاتھ میں لے۔ خیریت یہ تھی کہ غارتگری کا زمانہ پلٹ چکا تھا ورنہ مہاراؤ کشور سنگھ اپنے باپ کی طرح نائب کے ہاتھ کی کٹھ پتلی ہوتا اور جس طرح ظالم سنگھ کے ڈنکے بج رہے تھے اُسی طرح مادھو سنگھ کا بھی طوطی بولتا اور ناظم دوارا کے گرد سے خطاب راجگی حاصل کر کے رہتا اور راجہ کوٹہ کو بھی قوم جھالا کے ساتھ رعائتیں کرنا پڑتیں مگر کیا کاشتکار کیا اُمرا کیا نائب کی فوج تنخواہ دار اور کیا گرد و نواح کے فرمانروایان و ارکان ریاست جنہوں نے کوٹہ کے تمام اختیارات پرائے ہاتھ میں دیکھے تھے۔ حیران رہ گئے کہ کیا عجیب تبدیلی رونما ظہور ہوئی۔

ذیل کے مختصر بیان سے وہ بات واضح ہوگی جو اُن لوگوں پر بھی نہ کھلی جو چاہتے تھے کہ اچھے کام بھی اہل فہم و فراست سے پوشیدہ رہیں۔ ۱۸۱۷ء میں جو انتظام عمل میں آیا تھا اُس سے راجپوتانہ کے ملکی معاملات کے ساتھ طبیعتوں میں نمایاں انقلاب ظہور میں آیا۔ پہلے حق رسی و بہبود سے مایوسی تھی اس واسطے اختیارات چھننے پر بھی کوئی نہ بولا لیکن اس نئے انتظام سے زمانے کی ہوا پلٹ گئی۔ راجہ اگلے عہدنامے کے عطا کردہ اختیارات کا خواہاں تھا۔ رؤسا کو الگ ضبط شدہ علاقوں کی واپسی کی آرزو تھی کاشتکاروں کو خواہش تھی کہ اُن کی اراضی زمین خالصہ سے نکل کر اُن کو واپس مل جائے۔ ملک غیر کے حکام خواہشمند تھے کہ کوئی ایسی بات نکالیں جس سے عہدۂ نیابت اُن کے ہاتھ آجائے خواہ نائب کیسا ہی لائق ہو۔ ان لوگوں نے ہمارے انصاف کے بھروسے پر اپنے اپنے استغاثے پیش کئے لیکن اُن کی دادرسی سے مایوسی ہوئی۔ ہماری فوجیں غاصبان اختیارات کی طرفدار اور راجہ کے مقابلے میں آراستہ ہوئیں اس وقت ہندوستان میں ہماری مدبری کے لئے نازک موقع پیش آیا اور یہ کوئی ہمارے ہی لئے نئی بات نہ تھی بلکہ ہمیشہ سے اُن لوگوں کو ایسے ہی موقع پیش آتے تھے۔ جن کو ایسے لوگوں سے سابقہ پڑتا تھا۔

عہدنامہ کوٹہ کے ضمیمۂ شرائط میں ہم نے ایماناً شرط کی تھی کہ فریقین کے حقوق کے کفیل رہیں گے۔ مگر دونوں کے حقوق کی کفالت کیونکر امکان میں تھی۔ اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لئے نتیجہ یہ ہُوا کہ رجواڑہ بھر ہماری نیک نیتی پر شک کرنے لگا۔ دو شخص ظاہری ٹم ٹام کے ساتھ مقرر کئے گئے اور اس طرح گویا دو چھُریاں ایک میان میں رکھ کر دکھائی گئیں ۔

شرائط عہدنامہ مُدبری کے خلاف تھیں یا ان پر عملدرآمد ممکن نہ تھا یہ تو اور باتیں تھیں لیکن دسمبر کی نظرانداز شرائط کا مارچ کے مہینے میں تحریر ہونا ضرور خلاف مصلحت اندیشی تھا جب سے ہم نے ہندوستان میں قدم رکھا ہمارے لئے یہی موقع نزدیک پیش آیا تھا جب ظالم سنگھ کی خدمات نمایاں نے ہمیں ممنون ہونے کا موقع دیا۔ اور اپنے عہدنامہ سے اُمیددلادی کہ بس سارا راجپوتانہ ہم سے متفق ہوجائے گا۔ لارڈ ہیسٹنگ کی حکمت عملی کا اصل اصول یہی تھا کہ ظالم سنگھ سے اتحاد کرکے کوٹہ کی زبردست کمک حاصل کریں۔ نائب نے کسی خاص سبب سے اُس موقع کو خود بھی ٹالدیا۔ اور یہ خیال کیا کہ جب مجبوری ہوگی تو اصل عہدنامہ میں شرط بڑھادیجائیگی لیکن مُدبری یہ تھی کہ جس منظوری سے باہمی عناد پیدا ہو اُس کے عوض خدمات کا صلہ کچھ اور تجویز کیا جاتا۔ لڑائی کے بعد ایمان کی بات یہ ہے کہ بگڑی ہوئی حکومتوں کے درستی پر لانے اور اسباب غنیمت کا حصہ بٹانے سے ریاست کوٹہ نے اپنی خدمات کا کافی صلہ پایا لیکن ہم ظالم سنگھ کی قابل قدر مدد اور اپنی عظیم فتحمندیوں سے جامے میں پھولے نہ سماتے تھے مطلق خیال نہ تھا کہ آئندہ کیا نیکی بدی ہوگی۔ ہمیں ضرورت تھی کہ ۱۸۱۷ء کے بعد جب تمام ریاستیں ہماری مُدبری سے متفق ہوگئی تھیں۔ تو ان کے خیالات کا بھی اندازہ کرتے۔ جن کے ساتھ ہم کو رعایت کرنا منظور خاطر تھا۔ یہ وہ موقع تھا کہ با اختیار لوگوں سے اُن کے اختیارات کی سندیں طلب کی جائیں۔ دسمبر کی منظور کردہ شرائط کا مارچ میں ردوبدل کرنا اس واسطے خلاف انصاف نہ تھا۔ کہ ہم اپنے مدعا ے دلی میں کامیاب ہوچکے تھے ایک ایسا سوال ہے جسکا تصفیہ وہی لوگ کریں جو سفیر تھے یا ایجنٹ ۔

نئے مہاراؤ کے مشیروں نے عہدنامہ کی شرطیں اپنے فرمانروا کے ذہن نشین کیں اور سمجھایا کہ تعمیل شرائط سمجھ بوجھ کر کرنا چاہیئے ۔ انہوں نے دسویں شرط کا حوالہ دیکر ظالم سنگھ کے اُن اختیارات اور اعزاز کی مخالفت کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جو اُسے مہاراؤ مرحوم کے عہد میں حاصل تھے اور کہا کہ مہاراؤ اور اُس کے اخلاف کوٹہ کے مالک ہیں۔ مادھو سنگھ کو وہ اختیارات نہیں مل سکتے جس سے اقتدار حکومت نائب کو حاصل چلا آتا ہے۔ جانبین کی مُہریں عہد نامہ پر ثبت تھیں لیکن ضمیمہ شرائط کا مہاراؤ آنجہانی کو مطلق علم نہ تھا۔

اس کے بعد راجہ اور نائب کے دلوں میں کشیدگی پیدا ہوئی راجہ کشور سنگھ اور مادھو سنگھ کے تعلقات میں فرق آگیا دونوں اپنے اپنے اختیارات حکومت کے واسطے کوششیں کرنے لگے۔ کوئی فرشتہ بھی اُن کو راہ راست پر نہ لا سکتا تھا۔ اور نہ عہد نامہ کے الفاظ کا مفہوم اُن کے ذہن نشین کر سکتا تھا حالانکہ اُن کی حجتوں کا دارومدار عہد نامہ ہی پر تھا۔ اس معاملہ میں گورنمنٹ سے جو خط و کتابت ہوئی اُس کا ذکر کرنا فضول ہے۔ راجہ دیدہ و دانستہ یا مصلحتاً تجاہل عارفانہ کرتا تھا اُس نے گورنمنٹ کو عدالت اور انصاف پسندی کے واسطے بہت کچھ حجتیں تحریر کیں لیکن اُس کے ذہن نشین کیا گیا کہ گورنمنٹ کا منشا یہ ہے کہ ایک برائے نام فرمانروا کے حقوق اُس وقت قابل لحاظ نہ ہونگے جب نائب کے ساتھ عہد نامہ ہو چکا ہے چنانچہ کوٹہ کا راجہ راجہ ستارا حاکم مرہٹہ اور شہنشاہ مغلیہ کی طرح برائے نام مالک تاج و تخت ہے اور ریاست کوٹہ کا رئیس دراصل نائب ہی ہے۔ اس تقریر کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ جواب ملا کہ جو ایک ادنےٰ شخص کو والی ریاست کے برابر کہے وہ اس کی نظر میں اس کا بدخواہ اور رقیب ہے۔ اس مشورے میں پرتھی سنگھ اور گوردھن داس کشور سنگھ کے مشیران خاص میں تھے۔ لہذا اُس کو رائے دی گئی کہ ان دونو سے بلا توقف ترک تعلق کرے۔

ان بھائیوں کو راجہ سے جدا کرنا آسان نہ تھا۔ حملے سے خوف تھا کہ راجہ قتل نہ ہو جاوے لہذا قلعے کا محاصرہ کیا گیا۔ اور تجویز کی گئی کہ محصورین بھوک پیاس سے ایسے تنگ کئے جائیں کہ حاضری پر خود ہی مجبور ہو جائیں۔ یہ کارروائی کارگر ہوئی تو راجہ پانچ سو [illegible] کے سوار لے کر قلعے سے نکل پڑا خاندانی دیوتا اس کے گھوڑے پر زینت بخش تھا نقارہ بجنے لگا۔ علم لشکر کا پھریرا اُڑ رہا تھا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس شان سے وہ لشکر محاصرین سے گذر گیا چونکہ فوج محاصرین کو کسی مزید کارروائی کی اجازت نہ دی گئی تھی لہذا کسی قسم کی مزاحمت نہ ہوئی۔ اور محصورین قلعہ دکن کی طرف راہی ہو گئے انگریزی ایجنٹ اس خبر کو سنتے ہی ظالم سنگھ کے پاس پہنچا نائب اُس وقت عجیب سناٹے میں تھا جس وقت اُس سے سوال کیا گیا کہ آپ کیا رائے دیتے ہیں اُس نے صرف یہ جواب دیا کہ وہ مہاراؤ کے دامن سے وابستہ ہو کر حق نمک ادا کریگا۔ اُسے نمک حرامی کی بدنامی منظور نہیں تھی دورا کی گدائی گوارا ہے۔ صاحب ایجنٹ نے مختلف نشیب و فراز سوچکر یہ مناسب تصور کیا کہ راجہ کا تعاقب کیا جائے جب وہ روانہ ہوا تو چھ میل کے فاصلہ پر انگبار ڑی میں راجہ کو فروکش پایا سواروں کے گھوڑے باغ کے ارد گرد بندھے ہوئے تھے۔ اور محلات میں رؤسا و مشیران ریاست سے مشورہ ہو رہا تھا کہ اب کیا کارروائی کی جائے تذکرہ اقتحام کا موقعہ نہ تھا نہ ایجنٹ نے راجہ کو اپنی آمد کی اطلاع کی تاہم جس وقت خبر ہوئی راجہ نے استقبال کیا مشیروں کو ایجنٹ نے خبردار کیا کہ تم نے اپنے ہی نہیں بلکہ راجہ کے حق میں بھی زہر بویا ہے تمہاری یہ دوستی انگریزی گورنمنٹ کے ساتھ دشمنی ہے۔ گوردھن داس کو ایجنٹ نے پھٹکار بتائی کہ جو شخص اپنے باپ کا نہ ہوا وہ راجہ کے ساتھ کیا وفاداری کر سکتا ہے تمہاری خود غرضیاں ایسی ہیں جن کے لئے سخت سزا دینا چاہیئے۔ گوردھن داس نے یہ سُن کر فوراً قبضے پر ہاتھ ڈالا مگر ایجنٹ نے اس گستاخی کا کچھ خیال نہ کر کے راجہ سے کہا کہ ایسا نہ ہو آپ کی اُس وقت آنکھیں کھُلیں جب پچھتانے کا وقت آجائے ابھی خیریت ہے۔ اپنا نیک و بد سمجھئے میں ضمانت کرتا ہوں کہ آپ کے اعزاز و اختیار۔ آرام و آسائش کا پورے طور پر لحاظ رکھا جائیگا۔ مگر جب ایجنا و حلفاً شرط ہو چکی ہے تو نائب کے اختیارات بحال رکھنا بھی ہم لوگوں کا فرض منصبی ہے۔ راجہ نے اس بات کا سنتے ہی نیت کچھ جواب نہ دیا تو صاحب موصوف نے راجہ کا ہاتھ پکڑ کر آواز دی۔ کوئی ہے۔ راجہ صاحب کا گھوڑا لائے۔ کشور سنگھ اٹھ کھڑا ہوا اور جس وقت رکاب میں قدم رکھا تو کہا مجھے آپ کے اتحاد پر اعتبار ہے اور رؤسا سے ریاست کچھ نہ بولے پرتھی سنگھ گوردھن داس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور دو تین اور مشیروں نے کچھ سخت و سست کہا مگر چشم پوشی کی گئی ۔

ایجنٹ صاحب راجہ کشور سنگھ کو قلعے میں لے آئے اور گدی پر بٹھا کر اور نیچ سمجھائی اور تحفظ حقوق کے لئے رائے دی کہ پرتھی سنگھ اور گوردھن داس دونوں جلاوطنی کے قابل ہیں۔ ماہ جون میں گوردھن داس کا خلاف ریاست مخبری کے جرم میں ماڑوتی سے دہلی میں اخراج ہوا۔ اور راجہ و اہل خاندان کے لئے معقول گذارہ مقرر ہوا اور پھر تعین دربار میں راجہ اور نائب سے صلح کرادی گئی ۔

اس صلح اور ملاقات سے عوام الناس نہایت ہی محظوظ ہوئے۔ جب ظالم سنگھ اور مادھو سنگھ محل کی طرف چلے تو ہر گذرگاہ میں جم غفیر جمع تھا۔ ظالم سنگھ تو معلوم ہوتا تھا کہ پیر و مرشد ہے اور رئیس اور راجے بیٹے یا ماتحتوں کی طرح سر ادب خم کئے ہوئے تھے۔ ظالم سنگھ لاکھ روکھا تھا مگر سب اُس کے قدم چھونے پر ضد کرتے تھے مہاراؤ نے ایسی ہی تعظیم اور محبت کے قائم رکھنے کا وعدہ کیا اور نائب کی زبان پر اظہار وفاداری پر جوش عقیدت کے الفاظ تھے ۔

جب نائب وہ لائے ریاست میں اتفاق ہوگیا تو سادن کی اشٹمی یعنی ۱۷ ماہ اگست سنہ ۱۸۲۰ء کو دھوم دھام سے مسند نشینی کا جشن ہوا اور نائب کی بھرے دربار میں عزت افزائی کی گئی۔ انگریزی ایجنٹ نے گورو کے بعد راجہ کا راج تلک کرکے بازو بند باندھا ہار زیب گلو کرکے کمر کو تلوار سے زینت دی۔ اتواب سلامی سر ہوئیں۔ راجہ نے سرکار کے لئے ایک سو ایک اشرفیاں پیشکش کیں اور اظہار اطاعت و وعدہ وفاداری فرمایا اور اُسی وقت نواب گورنر جنرل کو بھی ایک خلعت مرحمت کیا جس کی شکر گذاری میں نواب موصوف نے ۲۱ اشرفیاں نذر کیں ۔

مادھو سنگھ کو موروثی خدمات فوجداری تفویض تھیں اُس نے بھی تلک لگایا تلوار کمر سے لگائی اور نذر پیش کی اس کے صلے میں مہاراؤ نے جدید خلعت نیابت مرحمت کیا۔ اس جشن مسند نشینی کے بعد ایجنٹ نے ایک مہینے تک اس واسطے وہیں قیام رکھا کہ مہاراؤ اور نائب کا اتحاد باہمی پختہ ہو جائے۔ مہاراؤ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور نائب کے دل پر نقش ہو جائے کہ اُس کے فرائض کیسے اہم ہیں۔ جن میں ذرا سی کاہلی بیدردی اور بدروشی کو دخل دینے سے کیسی کیسی خرابیوں کا احتمال ہے۔ کوٹہ سے روانگی کے قبل ۴ ستمبر کو ایجنٹ نے باہمی ملاقات میں عجیب ہی رسم یکجہتی و اُلفت باہمی کا برتاؤ دیکھا مہاراؤ اور مادھو سنگھ نے باہم مصافحہ کیا رفع کدورت کی باتوں کے ساتھ قسم کھائی کہ ہمیشہ یہی محبتانہ برتاؤ قائم رکھے جائینگے نائب قدیم نے خدمات سے بے تعلق ہو کر اپنے ملازمان و رفیقان قدیم کے لئے ایک تحریر لکھی مہاراؤ اور جانشین اور صاحب ایجنٹ سے دستخطوں کی خواہش کی اُسکی شرط یہ تھی کہ اُس کی وفات کے بعد جس شخص کو مادھو سنگھ ملازم نہ رکھے اُس سے گذشتہ زمانے کا محاسبہ یا مطالبہ نہ کیا جائے۔ اُسے اختیار ہوگا کہ جہاں چاہے رہے اُس سے کچھ باز پرس کی ضرورت نہیں۔ تینوں صاحبوں نے اس شرط پر دستخط کر دئے اور نائب موصوف اس کارروائی سے اپنے مالک کی بزرگی اور اپنی عقلمندی کا سبق اپنے جانشین کے لئے یادگار چھوڑ گیا۔ یہی نہیں بلکہ اُس نے اپنی حین حیات میں وہ محصول ڈنڈ بھی معاف کرا دیا جس پر کُل راجپوتانہ میں رواج ہے۔ اس نے اس محصول کی موقوفی کے لئے حکم دیا کہ ہر شہر اور قصبے میں پتھر نصب کئے جائیں جن کے ایک طرف طلاق کندہ ہو کہ خبردار کوئی یہ محصول جاری نہ کرے اور دوسری طرف چاند۔ سورج گائے اور سور کی تصویریں نقش کی جائیں جن سے قسم کی علامت واضح رہے ؛

بہرحال ان دقتوں سے جھگڑا طے ہوا جس سے ملک میں خون کی ندیاں بہی تھیں اب یہ کون جانے کہ اسی طرح کوشش صلح ہمیشہ کامیاب رہیگی۔ اور استحقاق باہمی کا لحاظ پایدار ہے یا نہیں۔ جو لوگ نتائج کے منتظر رہتے ہیں وہ حالات آخری سے اپنی تسکین خود کر لیں گے ؛

باب ۱۱

گوردھن داس ظالم سنگھ کے فرزند زن غیر منکوحہ کی جلاوطنی مالوہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں اُس کا ظہور۔ کوٹہ میں مکرر فسادات کی بنیاد۔ فوج کی
بغاوت۔ مہاراؤ کی شرکت۔ نائب کی قلعہ پر حملہ آوری۔ مہاراؤ کی
معہ فوج فراری۔ بوندی میں اُسکی مدارات۔ مہاراؤ کے برادر
ثانی کی نائب سے شرکت۔ گوردھن داس کی مہاراؤ سے
اتفاق کی تدابیر۔ مہاراؤ کی بوندی سے روانگی۔ ہمدردی عام۔
بندرابن میں ملاقات۔ گوردھن داس کی دغابازی۔ انگریزی
گورنمنٹ کے دغاباز ہندوستانی عہدہ داروں کی کوٹہ میں
واپسی۔ قوم ہاڑا کی فوج کثیر کی زیر علم طلبی۔ گوردھن داس
کا منشا دلی ضمیمہ شرط عہد نامہ پر غور و تامل۔ نائب کی
تکلیف دہی۔ مہاراؤ کا حملے سے غدر اور اس کا ارادہ۔
انگریزی فوج کی نقل و حرکت۔ نائب سے شرکت۔ مہاراؤ
پر حملہ۔ مہاراؤ کی شکست اور فراری۔ پرتھی سنگھ اُس کے
بھائی کا انتقال۔ تعجب خیز واقعہ عجنگ۔ عفو تقصیرات کا
اعلان۔ رئیسان ہاڑا کی مکانوں میں واپسی۔ مہاراؤ کی میواڑ
کے کرشن مندر میں درشن سے شرف یابی۔ واپسی کے لئے
اتفاق۔ حصول مراد میں کامیابی۔ ان محاربات باہمی کی
نسبت رائے زنی۔ ظالم سنگھ کی وفات

امور ملکی و خانگی میں بیجا دست اندازی اور دخل در معقولات گوردھن داس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی جلاوطنی کی اصل بنیاد ہوئی اُسکی بدکرداری موجب بدامنی عامہ خلائق ہوئی اور راجپوت نائب کے دل میں یہودی بادشاہ کی رائے اثر پذیر تھی اندیشہ یہ تھا کہ نائب سلطنت یہودیوں کی رائے پر کاربند ہوگا اس سے گمان ہوتا تھا اور اس امر کا شُبہ تھا کہ مہاراؤ کو اس امر میں ترغیب دی گئی ہے۔ اس کے خیالات مصمم ہوگئے ہیں مگر مہاراؤ اس راز کو خفیہ رکھنا چاہتا تھا لیکن ظالم سنگھ کا حکم بادشاہ روم سے کم نہ تھا۔ اُس نے حکم دیا کہ گوردھن داس دہلی الہ آباد میں جہاں چاہے بود و باش کرے مگر بدنصیبی سے اُس نے دہلی پسند کی اپنے عیال و اطفال کے ساتھ معقول پنشن لیکر دہلی میں رہنے لگا۔ چند سوار حکام دہلی کے ہمراہی میں تھے سنہ ۱۸۲۱ء میں گوردھن داس کو ہدایت کی گئی کہ مالوہ جاکر رئیس جالوہ کی دختر سے شادی کرے رئیس جالوا کے حرم سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ اس خبر سے شہر کوٹہ میں اضطراب پیدا ہوا اور بوندی اور کوٹے میں خط و کتابت ہوگئی فساد برپا ہونے کا اشتباہ تھا۔ یہ خبر پھیل گئی تھی کہ افسر راج پلٹن یوسف علی جس کی ملازمت کو تیس برس ہو چکے تھے اور جو نمک حلالی اور وفاداری میں مشہور تھا اپنے راجہ برائے نام کا شریک ہوگیا ہے یہ خبر محض افترا پردازی چند بدمعاشوں کی تھی نائب ریاست کچھ ایسا جاہل نہ تھا مگر اس خبر سے اُس کے ہوش اُڑ گئے اور قلعے کے باہر جو انان ضعیف شکن کا پڑاؤ ڈال دیا۔ مہاراؤ سیف علی اور کچھ فوج کو ہمراہ لیکر براہ آب محلات کی طرف چلا۔ اور اُدھر ظالم سنگھ پالکی میں سوار ہوکر شیر افگن سواروں کے ساتھ حملہ آور ہوا لڑتا لیس ضرب توپ ایک ایک بُرج پر چڑھا دی گئیں توپوں کا گولہ کچھ اہل شہر ہی کو برباد نہ کرتا تھا بلکہ دریائے چنبل کے اُس پار بھی جاسکتا تھا۔ غرضیکہ قلعے سے گولہ باری ہونے لگی اور عین وقت پر مہاراؤ اور اُن کا بھائی پرتھی سنگھ اور اُن کے دوست آشنا کشتی پر سوار ہوئے اور عبور دریا کرکے بوندی کی طرف سدھارے۔ توپوں کی باڑ نے مفسدین راج کے دانت کھٹے کردیے بدمعاشوں نے ہتیار چھوڑ دیئے اور رو بفرار ہوئے قوم ہاڑا کی گدی خالی ہوگئی اس معرکے میں بشن سنگھ اپنے بھائیوں سے جُدا ہوکر نائب سے آملا اور جو نیت اس کی اس نازک وقت میں تھی اس میں کسی قسم کا شُبہ نہ رہا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو صریحاً ظاہر نہ ہوئی مگر ہمارا انتظام ان ممالک میں راجہ بنانے یا خارج کرنے کا ایسا ہے کہ جس سے ہماری حکومت نیکنامی کے ساتھ ترقی نہیں کر سکتی ہے۔ مگر نائب ریاست اپنی نارضامندی اس طریق میں رکھتا ہے گو وہ اس نااتفاقی کو کم کرنا چاہتا تھا یا حاکم اعلےٰ کو جو اپنے ذی حق رشتہ داروں کا پیرو تھا اور بغیر اٹھائے الزام انفساخ شرائط منعقدہ کے اس سے رہائی ناممکن بھی رہائی دیتا تھا مگر ادنےٰ وضعداری بھی اس امر کی مانع ہوئی۔ جو اس عہدنامے میں ہم پیش کرتے ہیں ہمارا یہ خیال کہ راجہ صرف دکھانے کا ہے اگر ہم دلیری سے پیش کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے شخص سے عہدنامہ کرنیکی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس پر حجت و تکرار بڑھتی ہے کہ عہدنامہ کے لفظی معنوں پر عمل ہونا چاہیئے ۔

راجہ بوندی کو اس باب میں تحریک کی گئی کہ راجہ مفرور کی مہمانداری اور عزت افزائی کی ضرورت نہیں بلکہ وہ خود اس امر کا ذمہ وار ہوگا کہ نائب ریاست سے مقابلہ پر فوج فراہم نہ کرے اور فوج انگریزی کی کمان پر مقیم نیمچ کو لکھا گیا کہ کچھ فوج جاوا اور بوندی کے درمیان تعین رکھے کیونکہ گوردھن داس غالباً اسی راستہ سے جائیگا اُن کو زندہ یا مردہ گرفتار کریں۔ اس تجویز کی خبر گوردھن داس کے گوش زد ہوئی کہ بوندی کا راجہ بھی ہمارے خون کا پیاسا ہے بوندی اور جالوا کا راستہ قطع کر کے مارواڑ کی سڑک اختیار کی لیکن وہاں بھی امن کی صورت نہ دکھائی دی ۔

پس اُس نے کوئی چارہ بجز سکونت دہلی کے نہ دیکھا چار ناچار دہلی آیا قلعے میں مقیم ہُوا اور محافظوں کی نگرانی میں بسر کرنے لگا مہاراؤ بوندی سے روانہ ہو کر بندرابن پہنچے۔ مذہبی رسوم ادا کیں۔ اُسے اُمید تھی کہ اپنے خاندانی دیوتا کے مندر میں جانے سے اطمینان حاصل ہوگا اور برج ناتھ جی کے درشن سے موافق طریق مذہب کے اُس کا دل گوشہ نشینی کی طرف مائل ہوُا اور بقیہ عمر بندرابن میں صرف کرنا ٹھان لی کوٹے سے بندرابن کا فاصلہ بہت کم تھا۔ مہاراؤ نے خیال کیا کہ آشتی و شوار نہیں مگر جب راجہ شمال کی طرف روانہ ہوُا اُمید تھی کہ غیر ملک میں اس کے معاملے کی رعایت ہوگی اور ایسا ہی ہوُا ہر رئیس ملک کی جاب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے افسوس اور ترحم کے خط آنے شروع ہوئے اور جو تعظیم شاہوں کو زیبا ہوتی ہے وہی اس کی ہر ملک میں ہونے لگی بھرت پور کے راجہ نے اپنی سرحد سے ایک پیغام بھیجا اور اپنے آنے کا عذر پیش کیا کہ ضعیفی اور نابینائی مانع ہیں ورنہ ضرور قدمبوس ہوتا مگر راجہ ہاڑا سمجھ گیا کہ زمیندار جاٹ اُسکے مددگار ہو گئے ہیں اور اس وجہ سے اُس نے اس پیام کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور مہاراؤ کو اطلاع دی گئی کہ بھرت پور سے بالا بالا جائے مہاراؤ کچھ روز برج میں مقیم رہے۔ اور اس یقین کے وجوہ پیدا ہو گئے کہ جدید یواکی قوم شاہی تاج کو مثل حباب کے دیکھتی ہے اور کرشن اور رادھا کے اقوال نے دل میں اثر پیدا کیا جس کی وجہ سے چوہان کی عزت اُس کے دل سے جاتی رہی۔ اب اُسے اختیار مل گیا کہ جہاں جی چاہے سیر کرے چونکہ یہ شدنی امر تھا اب اُس کے ہمراہ محتاجوں اور گنگالوں کا گروہ ملک بیگانہ میں ساتھ رہنے لگا وسط ماہ اپریل میں متھرا سے کوچ کیا منزل اجلال فرمایا مگر قسمتی نے ساتھ نہ چھوڑا۔ گوردھن داس سے سازش کی اور باوجود سخت نگہبانی کے مردان ذی رتبہ اور اہلکاران جلیل القدر کے ذریعے اس کو قید شدید سے رہائی دلوائی۔

مکر و فریب نے زور باندھا اور اس طریقے کے خلاف بہت سی اُمیدیں پیدا ہوئیں اور پیغام نادر سمت کی سلسلہ جنبانی ہونے لگی اُس نے ایک فوج جمع کی اور جانب ملک ہاڑوتی روانہ ہوا۔ جس ملک میں گوردھن داس کا گذر ہوتا لوگوں سے بیان کرتا کہ بدکردار راجہ کی صلاح سے طلب حقوق کے لئے ریاست میں واپس جاتا ہوں۔ اُسکی ہمراہی میں چپراسی بھی ویسے ہی تھے یعنی سرکاری چپراسی ہر ایک کے پاس تھے جس سے کسی قسم کا توہم نہ پیدا ہو نائب خزانچی دہلی سے رسد رسانی کیلئے ہمراہ تھا ان باتوں سے کسی کو یہ گمان نہ ہتا کہ چیلہ آدمی ہے ہر ایک شخص اس کی باتوں پر یقین لاتا ہر شخص اُسکی کامیابی پر دعا گو تھا۔ اُسکی فوج بھی ترقی پکڑتی جاتی تھی جس منزل پر گزر ہوتا کچھ نہ کچھ لوگ جانفشانی کیلئے آمادہ ہوتے ۱۸۲۱ء میں موسم گرما کے اختتام پر دریائے چمبل کے کنارے ڈیرہ ڈال دیا تین ہزار آدمی ہمراہ تھے جب دریائے چمبل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے عبور کر کے اُس پار پہنچا راجپوتوں کو انہیں کی زبان میں تحریرات بھیجیں کہ گوردھن داس تم سے ملاقات چاہتا ہے۔ گوردھن داس کے ٹھاٹ اور سرکاری چپراسیوں کی ہمراہی سے کسی کو عذر نہ رہا تحریرات میں صاف لکھا تھا کہ آپ لوگوں کی شرکت سے گوردھن داس اپنی داد پر پہنچ سکتا ہے چنانچہ قوم ہاڑا نے اس کی مشارکت قبول فرمائی کیونکہ درحقیقت گوردھن داس نے ایسی باتیں کیں جن سے ہر ایک راجپوت سچا وفادار اور بہی خواہ بن گیا۔ نائب کے ہم قوم لوگوں نے گوردھن داس کی شرکت اس وجہ سے بدل منظور کی کہ گوردھن کے وسیلہ سے اکثر لوگوں نے فائدہ اُٹھایا انہیں نائب کے دست ظلم سے صدمہ پہنچتے تھے لہذا نائب کی علیحدگی خاطر خواہ پسند آئی۔ اور ذی حق راجہ کے اختیارات واپس دلانے کیلئے گوردھن داس کے شریک ہو گئے۔ صلح اور فرمانبرداری بحلف ہوئی مگر صلح نہ ہوتی تو غدر ہونے کا احتمال تھا گو لڑائی بھڑائی کا کام نہ تھا مگر لوٹ مار ضرور ہوتی۔ ان ریاستوں میں اس وقت امن تھا اور فساد کی آگ دبی ہوئی تھی۔ اسی طرح ایک مہینہ گذر گیا مگر اصلی مطلب ابتک ظہور میں نہیں آیا۔ کوئی انتظام درست نہ ہوا۔ مہاراؤ کشور سنگھ نے ایک اپیل[1] بنام ٹاڈ صاحب ۱۶ ماہ ستمبر مطابق کنوار بدی پنچمی

---

[1] نوٹ (شرائط اپیل) شرط اول جو عہد نامہ مہاراؤ اُمید سنگھ سے دہلی میں ہوا تھا اُس پر کاربند رہونگا ؛

شرط دوم۔ مجھے ہر طرح اپنے نانا ظالم سنگھ کا اعتبار ہے جس طرح نانا جی اُمید سنگھ کی نگرانی میں کام کرتے تھے اُسی طرح وہ اب میری ماتحتی کریں مجھے ان کا انتظام ملک بدل منظور ہے مگر میرے اور مادھو سنگھ کے درمیان شبہے پیدا ہو گئے ہیں اور مجھ میں اُن میں نفاق ہے اس لئے میں اُس کو جاگیر دونگا اور بپا لال اُس کا فرزند میری ہمراہی میں رہیگا اہلکار ریاست کی طرح میرے روبرو کام کریگا میں مالک وہ نوکر اگر نوکروں کی طرح تابعداری بجا لائیگا تو ملازمت نسلاً بعد نسل چلی جائیگی ؛

شرط سوم۔ جتنے مکاشفات سرکار انگریزی یا اور کسی ریاست کو بھیجے جاویں میری ہدایت اور صلاح سے تحریر ہونگے ؛

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بمقام میانی روانہ کی۔ نائب کی فوج پر کبھی اعتبار نہ کیا فوج کا ہر سپاہی خواہ باشندہ ریاست ہو یا غیر ملک کا رہنے والا جانتا تھا کہ اپنے اصلی حاکم کے حکم کا پیرو ہو یہ خیال ہر طرف دوڑ رہا تھا کہ نائب کو خود خطرہ ہے اُس کے جسم پر جو لباس ہے اُس سے بھی خلاف وردی کی بو پیدا ہوتی ہے امید تو یہ تھی کہ جو باتیں گلی کوچوں میں مشہور ہو رہی تھیں نائب کے ہم قوم سپاہی خلاف نہ سمجھیں گے اور اسی وجہ سے حاکم اعلےٰ رنج و تردد سے آزاد ہو جائیگا بہت سے موقعہ ایسے پیش آئے اور بات چیت بھی ایسی ہی ہوئی کہ عقدہ بغیر شمشیر کی نوک کے حل نہیں ہو سکتا یہ سب باتیں فضول تھیں کیونکہ وہ اپنے قول پر قائم تھا عہدنامہ کی تعمیل بدل منظور بھی کیونکہ مہاراؤ اور اُس کے بڑے نام مہاراجہ نے ایسی ہی باتیں پیش کیں بلکہ عہدنامہ کی نقل بھی ایجنٹ صاحب کی خدمت میں بھیجکر استفسار کیا کہ عہدنامہ بموجب شرائط قابل منظور ہے یا نہیں یہ گرد رفع ہو جاتے اگر شرائط عہدنامہ میں تتمہ شامل کیا جاتا اس حالتمیں اصلی مقصد میں کبھی اختلاف پیدا نہ ہوتا اور نہ کوئی عذر ہی کر سکتا تھا گو یہ الزام درحقیقت ثابت نہ تھا جن لوگوں نے عہدنامہ ترتیب دیا

بقیہ حاشیہ شرط چہارم۔ سرکار انگریزی میری اور اسکی ضامن رہیگی۔ شرط پنجم پرتھی سنگھ اپنے بھائی کے لیئے ایک جاگیر علیحدہ دیجائیگی اُسی میں اُسکی سکونت رہیگی بشن سنگھ اور پرتھی سنگھ کے جو ملازم ہونگے میری رائے سے مقرر ہونگے ان کے علاوہ اور شتہ دار اور ہم قوم میں اُن کو بھی حسب حیثیت جاگیریں دیجائینگی ۔ اور وہ مثل شد آمد قدیم کے میرے ساتھ رہینگے شرط ششم۔ بپا لال نائب کا پوتا میرے پاس رہیگا اور میرے ہمراہ تین ہزار سپاہیوں کی بھیڑ رہیگی ۔

شرط ہفتم۔ تحصیل وصول کا روپیہ ریاست کے خزانہ یعنی کشن مندر میں رکھا جائیگا اور وہیں سے اخراجات ہوا کرینگے ۔

شرط ہشتم۔ ہر قضیے میں قدر میری رائے سے مقرر ہوگا۔ فوج پر میرا حکم چلیگا نائب بھی میری صلاح اور منظوری سے افسران حکومت پر حکمنامہ جاری کر سکتے ہیں ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھا اُنھوں نے اس کی ترمیم بھی تتمہ شرائط کے ساتھ کی تھی تتمہ میں لکھا تھا راج ریاست کے دو مستحق ہوں اور دونوں قابل پذیرائی ہیں ایک در اصل راجہ اور ایک برائے نام راجہ ہوگا۔ نہایت خوشی کا مقام تھا کہ راجہ کی درخواست ایسے ذکر اذکار سے مملو تھی دوسرے فریق عہدنامہ سے ناموافقت ظاہر کرتے تھے اس لیئے عہدنامہ یا تتمہ شرائط کے معنی کچھ اور ہی لگائے گئے تھے ۔

اوّل تو عہدنامہ کی یہ شرط کہ تین ہزار سپاہیوں کی فوج تعینات رہیگی جو مہاراؤ کشور سنگھ کی ماتحتی میں کام کریگی ۔

دوسری تقرری منصب اور اختیارات انتظام ملک جس پر نائب کی اولاد مستحق تھی کشور سنگھ نے اپنی مرضی کے مطابق جائز رکھی یہ بائیں ولایت یورپ اور راجپوتانہ میں قابل پذیرائی متصور نہ کی گئیں ۔

اب صلاح ٹھہری کہ بیوقوف راجہ کو ان لوگوں کے دام تزویر سے باہر نکالئے وہ فوج جو عہدنامہ لکھانے کے مطلب کے لیئے طلب ہوئی تھی نائب کی فوج کے ساتھ آگے بڑھی فوج مذکور کالی سندھ میں پہنچی چونکہ بارش کا زور تھا طغیانی نے راہ بند کر رکھی تھی۔ فوج چاہتی تھی کہ مہاراؤ اپنی تباہی سے محفوظ رہیں مگر سب باتیں فضول سمجھی گئیں۔ طغیانی نے ہاتھ روک رکھا۔ اُس کو یہ بھی معلوم ہُوا کہ حریف نزدیک ہے بیم و یاس کی حالت میں صاحب ایجنٹ کے پاس تحریر بھیجی اور ظاہر کیا کہ بغیر آبرو کے زندگی اکارت ہے اور راجہ بغیر اختیارات کے ہو نہیں سکتا پس یا تو موت ہو یا بزرگوں کا راج نصیب ہو۔ آپ کی دوستی پر بہت کچھ بھروسا ہے ۔

نائب ریاست بھی عجیب اُلجھیڑے میں تھا ظاہر نمک حلالی دکھانا چاہتا تھا امکتا تھا کہ اپنی سفید ڈاڑھی پر سیاہی نہ چڑھاؤں گا اور عہدنامہ بھی پاس تھا اس کے زور سے اس کا دلی منشا تھا نہ جنگ نہ ہو مگر ملک پر اپنا دباؤ بدستور قائم رہے ۔

وہ گوبری المذمہ ہوتا تھا مگر فوج کا دل اس سے پھرا ہوا تھا اکثر کہتا کہ معرکہ کارزار میں ہتیار نہ اُٹھائے گا اُس کا مقولہ تھا کہ جو چلے ہے صرف ہو جائے مگر جو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اختیارات اُسکے خاندان کو دئے گئے ہیں قائم رہیں یہ تو ظاہر ہے کہ نائب کی باتیں دکھاوے کی تھیں یہ ممکن نہ تھا کہ نمک حلالی قائم رہتی اور اُس کے اختیارات کی بیخکنی نہ ہوتی نائب نے چاہا کہ اس کا مطلب باتوں سے نکل آوے اور جو فوائد اس کو ایجنٹ کی دوستی سے حاصل تھے بدستور قائم ہوں صاحب ایجنٹ کو کچھ اُمید تھی کہ اس اخیر وقت میں بدنامی کے ٹیکے سے بچیں وہ الزام انفساخ رسوم و حقوق سے جو نائب کی ذات سے عائد ہوتے تھے کنارہ کشی کرنا چاہتے تھے۔ ایجنٹ نے سکوت اختیار کیا۔ گول میں گرہ پڑ گئی مگر حکومت کا شوق نائب کے دلمیں ترقی کرتا گیا اس نے افسران فوج کے روبرو بیان کیا کہ جو اتفاق اور ایک دلی سے ہو۔ ایک انگریزی افسر اُن کی مرضی پر فوج کا کمانڈر مقرر ہوا۔

سیم اکتوبر کو نور کے تڑکے فوج میدان جنگ میں گئی نائب کی فوج میں پیادوں کی آٹھ پلٹنیں تھیں اور چودہ رسالے سواروں کے جن میں پانچ پلٹنوں کیساتھ چھ ضرب توپ کی تھیں اور دس رسالہ فوج پیشیں میں شامل کئے گئے اور باقی نائب کے پیچھے پانچ سو گز کے فاصلہ پر فوج پیشیں کی دیکھ بھال میں مصروف رہے تیس ضرب توپ لگادی گئیں اور فوج انگریزی جس میں دو پلٹن اور چھ رسالہ اور توپخانہ بھی تھے۔ نائب کی فوج کے داہنی جانب جو مہاراؤ کے مقام فرودگاہ سے قریب تھی قیام پذیر ہوئی ایک وسیع میدان میں فوج کے ڈیرے پڑے تھے ایک دریا پایاب بہہ رہا تھا کچھ فوج اُس پار اُتر گئی مہاراؤ کا مقام بلند ٹیلے پر دریا کے اُس پار تھا۔ مہاراؤ نے اپنے خیمے خالی چھوڑ کر فوج کو دریا کے کنارے مقیم کر دیا۔ اور راج پلٹن جس نے اپنے مالک سے سیف علی افسر کی کمان میں سرتابی کی تھی۔ بجانب چپ لڑائی کی منتظر رہی۔ مہاراؤ اپنی منتخب قوم ہاڑا کے پانچسو جوانوں کے ساتھ داہنی جانب قیام پذیر ہوئے بیچ میں جم غفیر تھا۔ فوج کو ہدایت ہوئی کہ دو سو گز کے فاصلے پر دشمن سے انتقام لے ایجنٹ صاحب موقع کے منتظر تھے صاحب کمانڈر سے کہلا بھیجا کہ وہ اپنی فوج کو بہت جلد اس غرض سے روانہ کریں کہ مجنون راجہ کو بہ تحفظ مناسب خطرے سے بچایا جائے۔ اور آپ نصف میل تک جادہ پیمائی کی۔ معافی تقصیرات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور شرائط عہدنامہ کا ذکر افسران فوج کے سامنے پیش کیا گیا اور کہا کہ معطل راجہ اپنے بزرگوں کے تخت حکومت پر اگر متمکن ہو جائے تو ہمارے اور آپ کے زہے نصیب ہیں گو فوج کی تباہی اور کشت و خون زیادہ ہوگا مگر معطل راجہ اگر گدی پر بیٹھ جائے تو ہمارا اور ہمارے خاندان کا نام ہوگا۔ پرتھی سنگھ جانتا تھا کہ اُسکے مقاصد بر نہیں آسکتے۔ تاہم وہ کسی درخواست سے باز نہیں آیا اپنی شرائط پر قائم رہا۔ اُس کا بیان تھا کہ کوٹے میں جب قدم رکھونگا جب تین ہزار رشتہ دار قوم ہاڑا سے ہمراہ رکاب ہونگے۔ ادھر ایک گھنٹہ کی مہلت دی گئی کہ وہ اپنی شرائط پر غور کرلے اُسکے بعد ہنگامہ کارزار گرم ہوا اس عرصے میں طرفین کی فوج آلات حرب سے درست ہو کر مناسب موقعوں پر صف بستہ کھڑی ہوگئی۔ مہاراؤ کے منتخب سوار داہنی جانب فوج پیشین کے دست راست بن گئے اور فوج انگلشیہ قدم قدم پر اُس کی فوج کے مقابلے پر کھڑی ہوئی ؛

گھنٹہ بھر گذر گیا مگر پرتھی سنگھ کی خواہشوں میں ذرا بھی کمی نہ ہوئی مہلت ختم ہونے پر جنگ چھڑ گئی نائب کی فوج توپ و تفنگ سے کام لینے لگی اور داہنی طرف سے اسپی توپخانے نے باڑھ ماری فوج ہاڑا شجاعت میں مشہور ہے ان کے دلیرانہ حملے مثل جنگ فتح آباد اور دھولپور کے نائب کی فوج پر ہوئے بعضوں نے توپ کے دہانوں پر جان دی۔ اگر تین رسالہ سواران انگریزی کمک کے نہ آجاتے تو بلاشک بائیں طرف کی فوج کے قدم اُکھڑ جاتے اور فوج پیشین کو چیر کر نائب کے سر تلوار چمکتی ہوتی فوج انگریزی کے آنے سے دانت کھٹے ہوگئے۔ سوائے ہزیمت کے کوئی چارہ باقی نہ رہا اور مہاراؤ نے قوم ہاڑا کے سواروں کے بیچ میں عبور دریا کرکے مراجعت کی ایک بلند ٹیلے پر فروکش ہوا مگر اُس کے توپ خانہ کے سپاہی بھاگ گئے اور ادھر فوج انگریزی اس خیال سے دریا پار آئی کہ مہاراؤ کے واپس جانے میں سد راہ ہوں دو دستہ اسی بنیاد پر کھڑے کر دیئے کہ مہاراؤ پر حملہ آور ہوں مگر مہاراؤ میں جنگ کی تاب نہ تھی۔ اُسکے ہمراہی ایکجا ہو کر فوج انگریزی کے منتظر کھڑے رہے بھاگنا ذلیل سمجھتے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھے۔ کٹ مرنا مذہب شجاعت میں روا تھا انگریزی فوج کے ہر ایک ترب کا ایک ایک انگریز افسر تھا اور ان لوگوں کو اپنی مردانگی پر اس قدر بھروسا تھا۔ کہ دشمن کے قدم ٹک نہیں سکتے مگر آج پنڈاروں سے سابقہ تھا راجپوت نہ تھے پنڈارے سنگین دیوار کی طرح کھڑے رہے۔ فوج انگریزی نے حملہ کیا لفٹنٹ کلارک اور لفٹنٹ ریڈ دو جلیل القدر افسر اس مرحلے میں کام آئے مگر لفٹنٹ کرنیل جے رج سی بی قدرت خدا سے بال بال بچ گئے گو اُن پر ایک ایسی ضرب لگی کہ اُن کی حالت ناگفتہ بہ۔ اتفاق سے ان کا ہاتھ سر سے بلند ہو گیا اور ضرب سے بچ گئے مگر گھوڑے کی باگ کٹ گئی ان کے اردل کے سپاہی نے فوراً پستول کی گولی سے حملہ آور کا کام تمام کیا۔

مہاراجہ اپنی ثابت قدمی پر نہایت خوش ہو امقام بلند سے فوج کو اُترنے کا حکم دیا فوج نیچے اُتری مگر تلوار میان سے نہیں نکالی اسپی توپخانہ نے گولہ باری شروع کی انہوں نے بھی قدم تیز کئے جب تک ان کے تعاقب میں تین اور دستے آئیں وہ مکئی کے کھیت میں پہنچ گئے اور دیکھتے دیکھتے نظروں سے غائب ہو گئے۔

مہاراؤ کے چھوٹے بھائی پرتھی سنگھ نے قوم ہاڑا کی تحریک سے اس امید پر کہ اس کو تازیست ہاڑوتی میں چین نہیں لیگا مصمم ارادہ کر لیا کہ اسی زمین پر کٹ مرنا بہتر ہے وہ ۵۰ سواروں کی جماعت سے حریف کی فوج پر ٹوٹ پڑا اور ستھراؤ کرتا ہوا مکئی کے کھیت میں گھس گیا۔ فوج انگریزی متعاقب روانہ ہوئی۔ پرتھی سنگھ زخموں سے چور ہو رہا تھا۔ چلنے سے معذور ہوا چند سواروں نے سکنر صاحب کی حفاظت میں پالکی پر سوار کر کے فوج انگریزی میں بھیجدیا۔ پرتھی سنگھ کا علاج ہوا مگر جانبر نہ ہو سکا دو سکر دن جان توڑ دی۔ پرتھی سنگھ کا مزاج مردانہ اور رئیسانہ تھا کل دارومدار قسمت پر رکھتا تھا اس کا قول تھا کہ ہنگام رزم میں یہ درخت جو سامنے کھڑا ہے اگر مر گیا تو میری روح اس کے پیچھے بزرگوں اور قومی بہادروں کے معرکے دیکھ دیکھ کر محظوظ ہو گی راستے میں مجروح پرتھی سنگھ کے ہاتھ سے کسی سوار نے انگوٹھی اور تلوار نکال لی اور خنجر اور مروارید کا مالا اور بہت سے بیش قیمت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جواہرات جو اُس کے قریوس سے برآمد ہوئے ایجنٹ صاحب کی سپردگی میں دیئے گئے۔ اور استدعا کی کہ اس مال کا مالک اُس کا فرزند ہے جو وارث شان و شوکت بیکانیر راج ریاست سوڑھ کا ہے۔ اُسکی خبرگیری ایجنٹ صاحب پر فرض ہے ؛

پرتھی سنگھ کو کسی نے برچھی کا نشانہ بنایا۔ برچھی کی سنان پس پشت سے جگر کو چیرتی چھاتی سے نکل آئی تھی۔ ایسا ہاتھ مارا تھا کہ پرتھی سنگھ چند حصیا گیا۔ اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ برچھی کو گردش دیکر زخم کو گہرا کر دیا گو نائب کے سوار تعاقب میں چلے آتے تھے مگر اُن میں اتنی مجال نہ تھی کہ لپک کر پرتھی سنگھ کا کام تمام کرے۔ یہ کام پرتھی سنگھ کے کسی نمکحرام سپاہی کا تھا جو حریف کی فوج سے ساز رکھتا تھا کہ پرتھی سنگھ کے مرنے سے نائب کی جان پر خطرہ نہ رہیگا ؛

مہاراؤ کشور سنگھ اس وجہ سے بچ گئے کہ مکئی کی پیداوار کثرت سے تھی اور درخت اس قدر بلند تھے کہ مہاراؤ کا ہاتھی جس پر وہ سوار تھا دُور سے دکھلائی نہ دیتا تھا۔ مکئی کے کھیت پانچ میل تک چلے گئے تھے اور یہاں مُلک ہاڑوتی کی سرحد تھی۔ مہاراؤ کشور سنگھ کا پیمانہ حیات لبریز نہیں تھا بال بال بچگیا مگر اکثر سوار اور پیادہ انگریزی فوج کے ہاتھوں تہ تیغ ہوئے ؛

کشور سنگھ نہایت دلیر آدمی تھا اُس کی تعریف کچھ اُس کے رشتہ دار ہی نہیں کرتے بلکہ حریف کے جانباز سپاہی بھی اُس کا لوہا مان گئے ؛

کشور سنگھ کی شجاعت و جسارت کا ذکر اکثر اس کتاب میں آچکا ہے لہذا اُس سے قطع نظر کر کے قوم ہاڑا کی یکدلی ثابت کرینگے۔ جن میدانوں میں اکثر فوج مشتملہ جمع ہو کر پیشقدمی کرتی تھی۔ یہ میدان دریا کے دونوں جانب بہت وسیع اور کشادہ تھا۔ دریا کا دوسرا کنارہ بہت بلند تھا۔ اکثر نائب کی پلٹنیں اسی میدان پر ٹھہرتی تھیں۔ ایک روز اُن کی نظر اُن گولیوں پر پڑی جو کسی بلند مقام آرو سے دریا سے برس رہی تھیں۔ فوج بلا حکم اپنی مرضی سے اُسی میدان میں اُتر پڑی۔ عجیب کیفیت نظر آئی۔ دو بہادر جنگ کے دلدادہ ایک بلند مقام پر اس بات کے درپے ہیں کہ بلند ٹیلے کو بطور گڑھی مستحکم کریں۔ فوج دو تین گھڑی تماشا دیکھتی رہی کہ فوج کی روانگی کا حکم صادر ہوا۔ ہنوز قدم نہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُٹھایا تھا کہ دو تین شخص زخموں سے چور خون میں شرابور بھاگتے نظر آئے۔ بندوقوں کی آواز تیز ہوتی جاتی تھی۔ دنادن فیریں ہو رہی تھیں۔ اور وہ دونوں بہادر بھی جواب دے رہے تھے ایک تو بندوق بھرتا اور دوسرا نشانہ لگاتا۔ ادھر کی گولیاں اُن بہادروں پر خالی جاتی تھیں۔ گویا وہ دونوں جری سحر و جادو کے پُتلے تھے کہ گولیوں کی ضرب سے بچ رہے تھے۔ ہماری فوج نے بہت کچھ زور دکھایا دو ضرب توپ سامنے لگا دیں جب توپوں کی باڑ ماری۔ گولہ خالی گیا۔ ان بہادروں نے پشت خم ہو کر سلام کیا اور بندوقوں سے ہماری فوج کا مقابلہ کرنے لگے۔ فوج انگریزی کے بھی بہت آدمی تلف ہوئے۔ افسر فوج اُن دونوں کی دلیری پر شیفتہ ہو گیا حکم دیا ان بہادروں کو زندہ گرفتار کرو۔ سچ کوئی ایسا شجاع۔ ایسا جوانمرد ہمارے لشکر میں ہے کہ دو بدو ان دونوں سے جنگ آزما ہو اور زیر کر کے ہمارے پاس لے آئے۔ حکم سنتے ہی گولہ باری موقوف ہوئی۔ قوم روہیلہ کے دو سپاہی صف فوج سے شمشیر برہنہ نکلے اور درمیانی میدان قطع کر کے بلند ٹیلے پر چڑھ گئے۔ گو یہ دونوں قوی الجثہ نہ تھے مگر سرفروشی اور جانبازی بھی کوئی چیز ہے۔ غیرت اُبھار کر لے گئی۔ دو تین ہاتھ تلوار کے چلے پھر نہ معلوم کیا حشر ہوا چاروں لاشیں زمین پر تڑپتی نظر آئیں۔ معلوم ہوا کہ وہ دونوں میدان شجاعت کے شیر قوم ہاڑا سے تھے۔ ظالم سنگھ کی فوج سے یہ دونوں تنہا مقابلہ کر رہے تھے آخر کار مجروح ہو کر دایۂ اجل کی آغوش میں جا لیٹے۔

مہاراؤ دریائے پارتی میں شناوری کر کے کنارے پر آیا۔ گھوڑا گولے کی ضرب سے زخمدار تھا۔ گر گیا۔ مہاراؤ پیدل ہوا۔ تین سو سواروں کی بھیڑ ساتھ تھی۔ کسی سپاہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر ریڑہ وہ پہنچا۔ چونکہ سرکار انگریز کو اس سے کوئی تعرض نہ تھا لہذا تعاقب نامناسب سمجھ کر فوج کی باگ روک دی گو مہاراؤ سرکار انگریزی سے پوری مخاصمت رکھتا تھا اور اپنے عہد نامہ کا رگ الاپ رہا تھا سرکار انگریزی کو اس سے کوئی غرض نہ تھی اُس کا پیچھا چھوڑ دیا۔ اب ترغیب دینے والوں کا بھی زور ٹوٹ گیا تھا۔ مہاراؤ جس ریاست میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاتا۔ سرکار انگریزی کے حکم سے ہر ایک رجواڑہ میں اُس کی آمد کے دروازے بند کر دئیے جاتے۔ مہاراؤ کے سامان سفر خیمہ و خرگاہ اور بہت سے کاغذات انگریزی کے ہاتھ لگے اُن سے بہت سی پیچیدہ اور فریب آمیز باتیں ظہور میں آئیں جن سے مہاراؤ کی حرامزدگی ظاہر ہوتی تھی اور اُس کے بہادر اور دلاور ہمراہیوں نے اُس کی ہمراہی سے جان و مال کا نقصان اُٹھایا تھا سب کے سب ترحم[1] کے مستحق نظر آئے۔ جب مہاراؤ کے جعلی رازوں کا افشا ہوا اُن بیچاروں نے ساتھ چھوڑ دیا اور سرکار انگریزی کے دامن عاطفت میں پرورش پانے لگے۔ نائب کو ہدایت ہوئی کہ معافی کا ڈھنڈھورا پٹوا دے اور رؤساے شہر کو تحریک کرے کہ اپنے اپنے قیام گاہ پر واپس آئیں اُن سے کسی قسم کا مواخذہ نہ کیا جائیگا۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد ملک میں امن کی صورت نظر آئی۔ جاگیردار اور رئیس اپنے اپنے مکانات میں چین سے رہنے لگے اور شبانہ روز حاکم وقت کے دُعاگو رہے۔ کہ خداوند کریم سرکار انگلشیہ کا سایہ تا ابد ہمارے سر پر قائم[2] رکھے ؛

مہاراؤ بڑودہ سے بے نیل مرام مراجعت کر کے ناتھ دوارا پہنچا۔ (ناتھ دوارا ملک میواڑ میں اب تک موجود ہے) اور اہل شہر پر اپنی بستانی اور جوہر طلاقت سے ثابت کر دیا کہ وہ مذہب کا پابند اور مرتاض اور عابدوں کا سچا بھی خواہ ہے مگر وہ لوگ جو اُس کے دام تزویر میں پھنس چکے تھے اور موجب اپنی تباہی کا سمجھتے تھے اسکی صحبت سے کنارہ کش ہوئے اب اُس کی آنکھیں کھل گئیں اور بچاؤ کی تدبیریں سوچنے لگا ٹاڈ صاحب نے لڑائی کے چند روز بعد اپنی ذمہ واری سے معافی کا اشتہار

نوٹ[1] خزانچی خزانہ دہلی افشائے فریب پر نوکری سے برطرف ہوا۔ میر منشی دفتر فارسی صاحب سکرٹری گورنمنٹ بھی اسی سزا کا مستفیض ہوا۔ جعلی کاغذات نامہ اور اقرار نامہ مہاراؤ کے خیمہ سے برآمد ہوئے۔ مہاراؤ کا اعتبار ملازموں کے دل سے اُٹھ گیا اور گورنمنٹ کی کوششیں جو راجہ ترغیب شدہ کے لئے ہو رہی تھیں بے سود نظر آئیں۔ [2] ٹاڈ صاحب مولف کتاب ہذا کی خاص غرض تھی کہ انگریزی سپر سپر تظلم نہ ہونی چاہئے اور اُس کے قوم ہاڑا کی آزادی کا نشان تلف نہ ہونا چاہئے ؛

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیہ یا رعوسا سے شہر کو طلب کیا کہ اب کچھ خدشہ نہیں مضروریں اپنے اپنے گھر میں آباد ہوں۔ نائب ریاست کو اس بات کی تحریک کی کہ تفویض کا پردہ اُٹھ جانا چاہئے ملک میں امن وامان کا نشان قائم ہو جائے ورنہ سرکار انگریزی ناخوش ہوگی۔ اور مُلک کی بربادی اور رعایا کی تباہی از سر نو ظہور میں آئیگی۔ اس اشتہار سے غریب وامیر سب نے فائدہ اُٹھایا۔ اشتہار کے ظاہری و باطنی نتیجہ کے پہلوؤں پر غور کیا جب کوئی نقص نظر نہ آیا۔ ملک میں آباد ہو گئے۔ اور حسب دلخواہ نتیجے ظہور میں آئے۔ مفسدین کی زیادتیوں پر بھی پردہ پڑ گیا یہ فساد ۱۸۰۶ء سے اُٹھا تھا۔ اُس وقت مصنف کتاب ہذا کی ابتدائی ملازمت تھی۔ ٹاڈ صاحب میواڑ کے مُلک کی گشت لگا کر جغرافیہ تیار کر رہے تھے۔ ملک کا نقشہ کھینچنا منظور تھا۔ اس لئے سیندھیا کے قلعہ رتھگڈھ سے روانہ ہو کر کسی کارڈ کے ہمراہ چندیری کے جنگلوں میں پہنچے۔ پھر مغرب جانب جادہ پیمائی کی تا کہ بتیوا اور چمبل دریائے کے حال سے واقفیت حاصل ہو۔ ملک ہاڑوتی میں پہنچ کر مقام ہاڑا میں خیمہ نصب کیا اور تن تنہا آلات لے کر چمبل کا سفر کر کے کالی سندھ کے کنارے قدم رنجہ فرمایا۔ مولیا ایک موضع تھا۔ وہاں کے کسانوں نے آ گھیر لیا اور عرض پرداز ہوئے کہ چل کر ہمارے رئیس سے ملاقات کریں گو اُس وقت گھوڑا مضمحل ہو گیا اور خود تکان سے مجبور تھے مگر کسانوں کے اصرار سے لاچار ہو کر چل کھڑے ہوئے۔ کچھ دور چل کر ایک مربع احاطہ نظر آیا۔ احاطہ کے وسط میں پیپل کا درخت لگا ہوا تھا۔ پائیں درخت ایک مربع چبوترے پر قالین بچھے ہوئے تھے اور کسانوں کا سردار چند معاصبوں کے ساتھ آپ کے انتظار میں بیٹھا ہوا راہ تک رہا تھا۔ سروقد تعظیم دی اور ٹاڈ صاحب کا بوٹ ہاتھ سے اتارنا چاہا۔ چونکہ پاؤں پسینہ سے تر ہو رہا تھا جوتہ اُتارنے میں دقت ہوئی۔ ٹاڈ صاحب بیٹھ گئے۔ دستر خوان چُنا گیا۔ اور ایک برہمن ہاتھ مُنہ دھلانے کے لئے پانی لایا۔ ٹاڈ صاحب بھاشا زبان مطلق نہ سمجھتے تھے۔ بات چیت ذہن میں نہ آتی تھی۔ مگر ایک گھنٹہ نہایت تپاک سے گزرا۔ اس عرصے میں بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ عورتیں بھی آئیں۔ اس اجنبی وضع کے شخص کو دیکھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کر کئی عورتیں زیر لب مسکرائیں۔ ٹاڈ صاحب کو اس بات کا تعجب تھا کہ عورات بلا خوف بے پردہ ہمارے سامنے کیوں کھڑی ہیں اُن کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کس پیشہ اور کس قوم کی عورتیں ہیں۔ کھانے دانے سے فراغت کر کے ٹاڈ صاحب نے فرودگاہ پر جانے کی اجازت چاہی۔ مگر گھوڑے کے پاؤں میں لنگ آگیا تھا کسانوں کے سردار پر جب یہ حال ظاہر ہوا تو ایک گھوڑا اُن کی سواری کے لئے کھڑا کر دیا۔ ٹاڈ صاحب نے انکار کیا اور اُسی گھوڑے پر سوار ہو کر قیام گاہ پر واپس آگئے۔ رئیس کی تواضع اور مہمانداری کے ازحد ممنون تھے اس لئے آپ نے کئی ولایتی چیزیں رئیس کی خدمت میں روانہ کیں۔ اس معاملے کو چودہ برس گذر گئے۔ ایک روز جنگ نندول کی واپسی پر ٹاڈ صاحب کا گذر اُسی مقام پر ہوا رئیس کی والدہ یعنی مولیا کی رانی نے ایک خط ٹاڈ صاحب کے پاس بھیجا جس میں سابقہ دوستی و اتحاد کا ذکر تھا۔ اُس نے التجا کی تھی کہ اُسکے فرزند پر جس نے اپنے راجہ کی رفاقت کی ہے۔ کسی طرح کی آنچ نہ آنے پاوے۔ ٹاڈ صاحب اس خط کو پڑھ کر نہایت محظوظ ہوئے اور جواب میں لکھ بھیجا کہ فی الفور اسی قاصد کے ہمراہ ہمارے پاس آجائے۔ ناظرین جانتے ہونگے کہ رئیس مولیا رئیس اکھون کی اولاد سے تھا جو پہلے نیابت کے زمانے میں سرکار انگریزی کا دشمن تھا۔

کچھ عرصے بعد عہدنامے کے زور پر جو وعدے ہو رہے تھے کالعدم ہو گئے اور نائب کی صلاح مہارانو کے پاس ایک خط بھیجا گیا اُس میں اُس فریق کا بھی ذکر تھا جس کا کوٹے میں آنا ناممکن تھا۔ اس جواب کے آنے پر ایک باضابطہ تحریر اجنٹ صاحب نے نائب کی تصدیق سے لکھی جس میں حاکم عملی اور حاکم برائے نام کے باہم اتفاق کی تدبیریں درج تھیں۔ غرض یہ تھی کہ اس برتاؤ سے امن امان ہو جائیگا اور سلطنت پر راجہ کا دباؤ رہے گا۔

اس تحریری عہدنامہ سے کل امور سرانجام ہو کے آمدنی کا بیسواں حصہ رانا اودے پور کے خانگی اخراجات کے لئے منظور کیا گیا اور یہ روپیہ بلا دقت ریاست کوٹہ سے ادا ہوتا تھا جب کل باتیں طے ہو گئیں تو یہ امر پیش نظر ہوا۔ کہ بدل راجہ کا کس طرح سے اطمینان ہو اُس کی خیر خواہی اور بہبودی کا لحاظ کس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طرح رکھا جائے جس طرح اُس عہد نامہ کی شرطوں کی تعمیل ہوئی۔ جس کے انضمار سے اس قدر دقتیں اور تکلیف اُٹھانا پڑی اُس کو اپنی زندگی سے خطرہ تھا کیونکہ بداطواری و بدنیتی سے میواڑ بھر میں انگشت نما ہو چکا تھا اور اسی وجہ سے لوگ اس کی تخریب کے ذریعے سے جس روز ناتھ دوارکا سے واپسی کا قصد کیا تھا۔ اُس کو اطمینان حاصل نہ تھا۔ ایک عجیب سانحہ پیش آیا۔ اور اس وجہ اُس کی مراجعت میں تساہلی ہوگئی ایک شخص عضو بریہ گرفتار ہوکر پیش کیا گیا اُس نے اپنے آپ کو مہاراؤ بشن سنگھ کا بھائی قرار دیا اور شہر بھر میں مشتہر کر دیا کہ میرا عضو نائب سے فرزند نے کٹوا ڈالا ہے اور بے خوف و خطرہ مہاراؤ کے پڑاؤ سے دو میل کے فاصلہ پر فروکش ہوا ظاہرا اُس کی صورت بشن سنگھ سے ملتی جلتی تھی مگر اُس کے فریب نے جو اثر پیدا کیا اُس کے دفعیہ میں نہایت ہوشیاری درکار تھی اودے پور کا رانا جس کی شادی اُس کی بہن سے ہوئی تھی اُس کی بہبودی کے درپے تھا جب یہ معلوم ہوا کہ ملعون اس طرح کی غیر مناسب کوششیں کرتا ہے فوراً اُس حرامزادے کو گرفتار کر لیا۔ شہر میں شور غوغا مچا اکثر لوگوں نے سفارش کی مگر رانا کے غصے نے اُسے قتل کر ڈالا آخر کار دریافت ہوا کہ یہ شخص جے پور کا متوطن تھا کسی جرم کی پاداش میں سزایاب ہوا وضو کاٹا گیا اگر اس معاملہ کی تحقیقات نہ ہوتی تو نتیجہ برعکس پیدا ہوتا۔ فریب اور بے اعتباری نے کشور سنگھ کو آخر کار گرفتار کرا دیا گو اُس نے جرحیں کیں اور بریت کی تدبیریں نکالیں مگر بری ہونا مشکل ہوا۔

جب یہ مرحلہ ہو چکا تو مہاراؤ گوشہ نشینی ترک کر کے اپنے ملک موروثی کی طرف ہوا نائب ایجنٹ کے ساتھ مہاراؤ کے استقبال کے لئے دار الریاست سے باہر آئے اور گدی پر لا کر متمکن کر دیا گو اُن کو حکومت کی غرض نہ تھی اور گدی ناپسند کرتے تھے کیونکہ پھر کوئی سختی ظہور میں آئے مگر اطمینان دلایا گیا کہ اب کوئی حرکت خلاف عہد نامہ سرزد نہ ہوگی۔

اخراجات ذاتی کے علاوہ بہت سے مصارف ریاست بھی مثلاً خیرات انعامات۔ تہواروں کا خرچ۔ ادائیگی رسوم جنگی مہاراؤ کے حکم سے ہوتے تھے۔ نوبت نقارہ در دولت پر رکھا گیا۔ مہاراؤ تہوار کے روز رؤسائے اور امرا کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بلا کر نشست کرتا اور شان و شوکت سے شہر میں گشت ہوتی ایسے موقع پر انعامات کی تقسیم راجہ کے نام پر ہوتی تھی۔ ریاست کی عمارتوں میں اسکا دخل تھا خواہ وہ اندرونی ہوں یا بیرونی اُن کی مرمت کے واسطے روپیہ علیحدہ رکھا جاتا تھا باغات رمنے شکارگاہ اور اُس کی ذات سپاہ پر مہاراؤ کا اختیار تھا۔ تنزلی اور بحالی اور تقسیم تنخواہ مہاراؤ کے ہاتھ میں تھی ان کُل انتظامات کے لئے ایک با اختیار افسر مقرر ہوا جس کا مکان کوٹے میں تھا۔ پرتھی سنگھ کے چھوٹے لڑکے کی تنخواہ معقول مقرر ہوئی۔ چونکہ بشن سنگھ مہاراؤ سے مخاصمت رکھتا تھا اور اندیشہ تھا کہ مہاراؤ اُس کے ہاتھوں نقصان نہ اُٹھا جائیں لہذا بشن سنگھ مقام انٹا کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ انٹا اور ریاست میں ۲۰ میل کی دوری ہوگی۔ سوا کے انٹا کی جاگیر کے اور بھی مراعات ہوئی رہیں۔ اجنٹ بہادر نے ایک مہینہ تک ریاست میں قیام رکھا۔ باہمی تنازعات رفع ہو گئے۔ مصالحت اور دوستی فیمابین ترقی پکڑتی رہی اگر اجنٹ صاحب نہ ہوتے تو باہمی نقیض رفع نہ ہوئیں۔ اُنہیں کی صلح پسند طبیعت نے دونوں کو مجبور کیا۔ مادھو سنگھ اور راجہ ایک دوسرے کے معاون و مددگار نظر آئے راجہ صاحب اپنی حرکتہ سے منفعل تھے۔ دونوں نے خلوص دلی سے ہاتھ ملائے اور عہد و پیمان ہو گیا۔ کہ زندگی بھر دونوں رشتہ محبت و اتحاد قائم رکھیں گے۔ مادھو سنگھ راجہ کی ناک کا بال ہو گیا۔ جملہ امور آرام و آسائش مادھو سنگھ کے زیر نظر تھے اور راجہ بغیر استصواب مادھو سنگھ کے کسی کام میں دخل نہ دیتا۔

ظالم سنگھ مادھو سنگھ کی خدمتوں سے خوش ہوا بلکہ اُسکا بیان تھا کہ واقعی مجھ سے ایسی حرکتیں عمل میں آئیں جنکا الزام میرے سر پر تھوپا جائے تو بجا ہے بیشک میں ملزم تھا۔ کم عقلی اور بیوقوفی سے نشیب و فراز پر نظر نہ ڈالتا اور جو چاہتا کر گذرتا کیا میرا خیال درست ہے کہ میرے جانشین نے ایسی قباحتیں پیش کیں۔ اور میں نے مطلق پیش بندی نہ کی۔ اُسکا خیال عجیب تھا وہ سوچتا تھا کہ ساٹھ سال پیشتر کی کارروائیاں میرے جانشین کی بدولت پھر ظہور میں آگئیں۔ تیوارو کا میدان منگرول کے متصل تھا جب اس لڑائی کا دھیان آتا ہے وحشت خیز خیالات دلمیں گونجنے لگتے ہیں۔ کسی زمانہ میں اُس کی تلوار کی دھار نے ملک کوٹہ کو قوم امیر سے چھین لیا تھا اور آج وہی تلوار اُنکے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پوتے کے خلاف علم ہو رہی ہے۔ آہ ظالم سنگھ شباب کے عالم میں تیوار کے میدان میں غاشیہ بچھا کر سواروں کچھواہا کا منتظر تھا کہ دیکھیں وہ کب حملہ کرتے ہیں اور اب وہی شخص بصارت سے مجبور۔ ضعیف و ناتواں۔ ہاتھ پاؤں میں رعشہ۔ ایک گروہ کی سرداری میں قوم ہاڑا کی اولاد پر بہ تحریک مادھو سنگھ جنگ کرنے پر اُتار دیا ہے۔ افسوس قوم ہاڑا وہی قوم ہے جس نے ظالم سنگھ کی نیکنامی اور ناموری کے بڑھانے میں ہاتھ بٹایا تھا اور ظالم سنگھ قوم ہاڑا میں شجاع اور دلیر بولا جانے لگا۔ ان واقعات کو ہماری تاریخ سے کچھ تعلق نہیں یہ پچھلے واقعات ہیں لہذا ہم اس سے قطع نظر کر کے آگے کے حالات لکھتے ہیں۔

نائب ظالم سنگھ سے رخصت ہو کر چھاونی میں چلا آیا اُس نے عہد کر لیا کہ کل ریاست میں دورہ ہونا چاہئے اور انتظامات میں جو فتور پیدا ہو رہے ہیں درست ہو جائیں اور اہلکاران ریاست متنبہ کئے جائیں کہ رعایا اور برایا کے دلوں میں جو خیالات فاسد پیدا ہو گئے ہیں دفع ہوں۔ نائب بھی خیال کرتا تھا کہ میرے اعزا نے مجھ سے کنارہ کشی کی اور خاندانی اصحاب نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ظالم سنگھ کا قول تھا کہ اگر میری زمین میرے برخلاف نالشی ہے۔ اہل زراعت و تجارت کا مال تلف کرایا ہے تو گندم کی بجائے گھاس پیدا ہو اور غلے کی جگہ پر جنگلی پودے عود کر آئیں راجہ کی عقل سالم درست ہو گئی مزاج میں رعایا کی بہبودی اور فارغ البالی کے خیالات جگہ پکڑنے لگے۔ نائب کو بلا کر ملکی فسادات کو دبوا دیا شورشوں اور ہنگاموں کی آگ بیٹھ گئی اور راجہ سلامت روی سے حکومت کرنے لگا۔ عمائدین ملک اپنے اپنے علاقوں پر مقرر ہو گئے گزشتہ شان و شوکت پھر نمودار ہو گئی۔ نائب ریاست کی تعمیر نفیس ہونے لگیں اُس کی پیداوار میں مطلق ضرر نہ پہنچا تھا اور نہ تجارت ہی میں نقص عائد ہوا تھا۔ نائب نے اپنی زندگی بہبودی و بہتری ملک میں صرف کر دی گو اُس کا جسم لاغر و نحیف ہو گیا مگر اُس کے پختہ ارادوں میں اُس کی حیات تک کمزوری نہ ہونے پائی پانچ سال تک فراخ دلی سے نظم و نسق ریاست میں مصروف رہا۔ خودداری اور عیش پسندی کا نام بھی نہ جانتا تھا۔ آخر کار موت نے پیچھا نہ چھوڑا اور نیکنامی کے ساتھ دنیا سے کوچ کر گیا۔ اگر کوئی مورخ اس کے حالات اور ارادوں کو قلمبند کرے یا اُس کی عادتوں اور حرکتوں کی تحقیقات کرے جو اس سے ظہور میں آئیں تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس کا اصل حال ملنا دشوار ہے اس کی عجیب و غریب حرکات و

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سنات سے بجز خدا کے اور کوئی واقف نہیں اور نہ کوئی اُس کا محرم راز تھا اور نہ کسی سے
اُس نے اپنا دلی بھید ظاہر کیا یہ شخص شروع کارروائی ریاست سے آخر تک جسے اسی برس
کا زمانہ گذرا ہمیشہ یہ کہتا تھا کہ راز سربستہ کا خزانہ ہمارے سینے میں ہے نیز دریافت ہوا ہے
کہ اُس کی بلند نظری نے اُسے نیچا دکھایا اور اُس سے اُس کا مطلب فوت ہو گیا تاہم اپنے ارادے
پر اُسے پورا بھروسہ تھا اور اسی سے وہ اپنی کوشش سے باز نہ رہتا تھا مزاج میں کسی قدر غصہ
تھا۔ اور بلا اضطرار و انتظار اپنے معاملے کو پختہ کر لیتا صغر سنی سے اُس کی مزاج میں رعونت آ گئی
تھی اور جو دقت اور مشکلات واقع ہوئے ان کے دفعیے کے لئے مزاج میں گرمجوشی پیدا ہوتی گئی اس نے
اپنی حیات میں کوئی ایسا کام نہ کیا جو کمینہ نہ ہو فعل بد کا مرتکب ہوتا اُسکی ذاتی سادگی نے بے تکلفی
کو چھوڑ دیا اور اُسکی سب سے بڑی توجہ ادائے رسوم مذہبی میں تھی اُس کے تحمل اور بردباری نے اسکی رائے
کو مستحکم کر دیا وہ اپنی خوش خلقی سے ماتحتوں پر قابو پا گیا ماتحت اُسکی خوشامد کرتے تھے اُس کا
برتاؤ بھی خوشامدی تھا۔ علاوہ اس کے اُسکی گفتگو مختصر سی ہوتی اُسکی باتیں ذو معانی رہیں لوگ
مشکل سے مطلب نکالتے گو وہ کوئی کلام کرے یا نہ کرے مگر سامعین واقعات کی طرف منسوب کر لیتے
تھے کوئی شخص اُس کی رائے میں دخل نہ دے سکتا تھا نہ اُس کی کوششوں میں حارج ہونیکی کسی میں مجال
تھی وہ اپنے اسرار پر ایک ایسا پردہ حکمت عملی سے ڈال دیتا تھا جس سے اُس کی برائیاں اور زبون
حرکتیں پوشیدہ ہو جاتی تھیں وہ کہا کرتا تھا کہ انسان ظاہر بین ہے اسی سے اس کی توجہ ظاہری
برتاؤ پر زیادہ رہتی ہے کہ کسی کا دل دکھنے نہ پائے جب اُس نے قوم ہاڑا کی جاگیریں ضبط کیں
تو پہلے اُس نے اُن کھیتوں میں تخم ریزی کی جو اب تک کاشت نہیں ہوتے تھے جس وقت راجہ پر
اپنا قابو کر لیا تو اُس نے نہایت تزک و احتشام سے راجہ کو تخت نشین کیا اور گدی کو جواہرات سے
عجب رونق بخشی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ دنیا جواہرات اور آرائش پر مفتون ہے ظاہری دکھاوا اس نے
بہت کچھ بڑھا دیا کوٹہ کا راجہ ایسی تزک اور شان سے کبھی نہیں نکلا جیسا کہ اس کے وقت میں
وہ راجہ کے مزاج میں دخیل ہو گیا رعایا کے حالات سے پوری واقفیت حاصل کی مرہٹوں کو بھی
فریب دیتا تھا جو انتہا کے ہوشیار اور ذکی ہیں۔ خود پسند اور مغرور راجپوت اُس کے آگے سرنگون ہوتے
اکثر بڑے بڑے دانا اور عقلمند انگریز اُس کے فہم و ذکاوت کے معترف نظر آئے مذہبی رسوم اور خیالات
آبرو میں لوگوں کا معتمد علیہ ہو گیا۔ ظالم سنگھ کی عالمانہ تجویزوں سے وہی شخص ماہر ہو سکتا ہے جو اُسکی
لائبریریوں کو غائر نظر سے دیکھتا اور ایسے شخص کو اُس کا مزاج اجتماع الضدین دکھائی دیتا۔ وہ فیاض

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جبر رس اور محافظ اور جابر تھا۔ ایک تھے سے بیش قیمت جواہرات خیرات کرتا اور دوسرے ہاتھ سے غریبوں اور محتاجوں کی آمدنی سے دسواں حصہ خراج میں وصول کرتا کبھی قدیم رئیسوں کی جاگیریں ضبط ہوتیں اور پھر خندہ پیشانی سے کسی امیر کا استقبال کرتا جو اپنے جرم سے جلا وطن ہوا تھا۔ رعیت کی پرداخت بدل ملحوظ تھی اور یہ کام سب پر مقدم سمجھتا تھا:

ظالم سنگھ کی طبیعت راگ رنگ سے میل نہ کھاتی تھی وہ ڈالو کلیشن کی طرح کیمیا سازوں کا بد خواہ تھا کیونکہ کیمیا گروں سے عام فائدہ متصور نہیں ایسی سے ریاست کوٹہ میں ان پیشے والوں کی قدر نہ تھی گو نائب کے دشمن کہا کرتے کہ کیمیا گروں کا طرز معاشرت ٹھیک نہیں اسی سے مہاراؤ کی محفل میں رسوخ نہیں پاتے اور سب لوگ مضحکہ اڑاتے تھے۔

وہ ڈاکن کی طرح سزایاب ہوتے ڈاکنوں کی سزا موت سے بھی بدتر تھی ان کی سزا آہنی گولہ سے ہوتی ہے جو آگ میں گرم کر کے اُن کے جسم پر پھیرا جاتا ڈاکنوں یعنی جادوگرنیوں کی سزا آگ کا گولہ تھی یا تالاب میں ڈبو دیجاتی تھیں اگر وہ غرقاب ہو گئیں تو بیگناہ ہیں ورنہ ڈوبیں تو ان کی قوت سحر ظاہر ہے پھر اُسکے مُنہ پر مرچ کا توبرا باندھا جاتا ہے۔ اگر چھینکیں نہ آئیں اور آنسو نہ بہے تو بھی مجرم ہیں ایک سزا ان کی اور تھی کہ خشک مرچ آنکھ میں مل دیتے تھے۔ اگر اس امتحان میں ان کی آنکھ سے آنسو نہ نکلے تو لا محالہ یہ ڈاکن یعنی ساحرہ ہیں یہ ڈاکن دیم پائر جرمنی کے ساحروں سے کم نہیں جن کا ذکر ساحران جرمنی نے اکثر کتابوں میں کیا ہے اُن کا خیال ہے یہ جادوگرنیاں جس پر نظر ڈالتی ہیں سحر کے زور سے کلیجہ چوس لیتی ہیں۔ علامۂ عصر شیخ ابوالفضل نے آئین اکبری میں لکھا ہے کہ یہ ڈاکن جگہ خور ہوتی ہیں ان کی ایک نگاہ لحیم و شحیم جوان کے واسطے کافی ہے کوٹے میں ایسی ساحرہ کم تھیں گو ہمانہ بیوہ لوگوں کی زبانی اکثر حکائیتیں سننے میں آجاتی ہیں ظالم سنگھ کی ہیبت سے کوٹے میں ان کا نام و نشان نہ تھا:

ظالم سنگھ کو تخت حکومت کی پروا نہ تھی وہ جانتا تھا کہ راجپوت کی گدی اُس کے گھوڑے کے نیچے ہے جب بصارت نے کمی کی اور گھوڑے کی سواری میں تسکار سے عاجز رہا تو پالکی پر سوار ہو کر اکثر شکارگاہ میں جاتا ہزارہا آدمی ساتھ ہوتے اس کے دربار میں بے موقع طلبی غرض بات کرنے کی کسی میں مجال نہ تھی۔ مگر ایک غریب ادرس خان مان برباد کی فریاد توجہ سے سنتا اور حکم مناسب دیتا اسی طرح کھیل تماشے اور شکار کے شغل میں اکثر فریادی آتے اور اپنی داد کو پہنچتے۔ قوم راجپوت کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عمر بغیر صید و شکار کے اکارت ہوتی ہے۔ اس کے زمانے میں کوئی راجپوت ایسا نہ تھا جو کل کاموں پر صید و شکار کو ترجیح نہ دے ظالم سنگھ ہزاروں آدمی کے ساتھ جنگل میں شکار کھیلتا اور راجپوت لوگ اس کے نشانۂ بیخطا سے خوش ہو کر اس کے زور بازو کے معترف ہوتے۔ سفر میں میدہ شکر۔ مصالحہ اور بہت سے باورچیخانہ کے سامان ساتھ رہتے۔ اس حالت میں بھی وہ امور ریاست سے غافل نہ رہتا اور تدابیر ممالک غیر و تجارت میں وقت صرف کرتا۔ فوج کا ملاحظہ ہوتا۔ پولیس کی رپورٹ سنتا مستاجروں کی عرضیاں لیتا اور کافی جواب دیتا۔ معرکۂ شکار میں جب گولی چاروں طرف برس رہی ہے ظالم سنگھ مثل الفریڈ زندہ جاوید کے یا مانند سینٹ لوئیس فرینک والوں کے ایک سایہ دار درخت پیپل کے نیچے بیٹھ کر انصاف کرتے ہوئے دیکھا جاتا تھا شکارگاہ میں مذہبی مراسم ادا ہوتے تھے اور متبرک پوتھیاں پڑھی جاتی تھیں۔ وہ وقت کا پابند بہت تھا۔ کسی فعل میں جلدی نہ کرتا تھا۔ اور نہ کوئی کام بے سمجھے بوجھے ہاتھ سے نکلنے پاتا۔ جب وہ بالکل نابینا ہو گیا دستخط بھی خود نہ کر سکتا تھا تو اس نے ایک مہر کندہ کرائی۔ اور ایک اہلکار معتبر کے سپرد کر دی۔ حکم تھا کہ جب ہمارا اشارہ ہو اس کو چھاپ دو۔ اسے پشمینہ یا دیگر پارچوں کی شناخت میں بہت ملکہ تھا۔ گو نابینا ہو گیا تھا۔ مگر کوئی شخص ممکن نہ تھا کپڑوں کی شناخت میں فریب دے جائے پشمینے کی استری اور قماش کو مس کر کے پہچان لیتا تھا۔ بلکہ یہاں تک مہارت تھی کہ قوت لامسہ سے لون کی بھی شناخت میں کوتاہی نہ ہوتی تھی ٭

ظالم سنگھ نے زراعت کو بہت کچھ ترقی دی۔ اس سے پہلے زمانے میں جہاں گھاس بھی نہ پیدا ہوتی تھی۔ گیہوں و نیشکر کے کھیت بوئے جاتے۔ اس نے پتھریلی زمین پر مٹی قائم کر کے عرب۔ سیلون۔ ممالک مغربی کی بہت سی پیداواری بہم پہنچا کر کاشت کرائی۔ کوہ ملیبار سے نارجیل وغیرہ کے درخت لا کر نصب کئے۔ اور اس کہاوت کو جھوٹا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کر دیا کہ ایسے درخت سوائے سمندر کے کنارے کے اور دوسری جگہ
نشو ونما نہیں کرتے۔ باغوں میں سیب۔ انار۔ ناسپاتی اور ہر قسم کا سنگترہ۔
سلہٹ کی نارنگی۔ انہ چمپئی کیلہ اور بہت سے میوہ جات کے درخت
موجود تھے۔ آبپاشی کے لئے پہاڑ سے نہریں کاٹیں جس میں تیس ہزار روپیہ
نی نہر خرچ پڑا۔ اس کے عہد میں کاشتکاری کی بڑی قدر تھی۔ باغبانوں کا
ازحد رسوخ تھا۔ باغبانوں نے بڑے کمال دکھائے۔ جھڑبیری کے درخت میں
پیوند لگایا۔ اور کئی پیوندوں کے بعد ایک ایک بیر سیب کے برابر پیدا ہونے
لگا۔ عطر کی کشید گی میں بڑی ناموری حاصل کی۔ اس کا کشید کیا ہوا عطر گلاب
چنبیلی۔ کیتکی اور کیوڑہ نفیس ہوتا تھا۔ اس کے زمانہ میں پشمینے کی غرض
سے کسی کو کشمیر جانے کی ضرورت نہ تھی اس نے کشمیر سے پشم وغیرہ کے ایلچی
لگا دیئے۔ باشندگان کشمیر بھی ملازم رکھے گئے۔ وہ ظالم سنگھ کے روبرو پشمینہ
تیار کرتے تھے۔ کان جست کا محکمہ اس نے توڑ دیا کیونکہ اس میں ساڑھے
سولہ آنہ صرف ہوتے تھے۔ تب ایک روپیہ کی مالیت نکلتی تھی۔ اگر آدھ آنہ فی روپیہ
بچت ہوتی تو بھی اس کارخانہ کو شکست نہ کرتا۔ اس کے تلوار اور بندوق کے
کارخانے نہایت موزوں تھے۔ اس کی بندوق بوندی کی توڑے دار بندوق
سے کسی طرح کم نہ تھی۔

اس کو کشتی اور فن بانک پٹہ سے بہت ذوق تھا۔ ایک مرتبہ پچاس ہزار
روپیہ خرچ کر کے دنگل قائم کیا۔ ریاست کے کشتی گیر فن کشتی میں راجپوتانہ
میں یکتا اور بےمثیل تھے بڑے بڑے مشہور پہلوان دوسری ریاست کے آکر کوٹہ
میں لڑتے کشتیاں ہوتیں اور زیر ہو کر اپنا سامنہ لے کر رہ جاتے۔ ظالم سنگھ عہد
شباب میں ہاتھ پاؤں کی کشتی سے خوش نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ شیر پنجہ آہنی منوا کر
ہاتھوں میں پہن کے پہلوان لوگ کشتی کرتے تھے۔ اس لڑائی سے ظالم سنگھ مسرور
ہوتا۔ اکثروں کا گوشت پھٹ جاتا تھا۔ امید سنگھ والئے بوندی نے اس وحشیانہ
حرکت کو دور کر دیا۔ امید سنگھ دوار کا جی سے تیرتھ جاتر اکر کے کوٹے میں آیا ظالم سنگھ
اسوقت اکھاڑے میں تھا۔ اس کے دو پہلوانوں میں کشتی ہو رہی تھی امید سنگھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نے اس کشتی سے تعصب ظاہر کیا اور لعنت ملامت کر کے ظالم سنگھ کو ایسی کشتیوں سے باز رکھنا چاہا۔ کہ ایسے نالائق فرقے پر روپیہ خرچ کرنا لوگوں کا دل دکھانا ہے بلکہ اس روپیہ سے راجپوتوں کی پرورش و پرداخت ہونا چاہیئے۔ اس لعنت ملامت کا ظالم سنگھ پر اثر نہ ہوتا۔ مگر امید سنگھ نے جو تیرتھ کرنا پھرتا تھا طیش میں آکر اپنی سپر زمین پر رکھ دی۔ اس پر اپنے ہتھیار اتار کر رکھے یعنی اپنی بندوق معہ ساز اور تلوار خنجر تیر و کمان وغیرہ اتار کر حکمدار جو شخص سپر کو ہاتھ سے اٹھائے۔ وہ بے شک کل کشتی گیروں کا سردار بن سکتا ہے۔ جملہ پہلوانوں نے کوشش کی مگر کسی سے سپر نے جنبش نہ کھائی۔ سری جی نے باوجود شصت سالہ ہونے کے ایک ہاتھ سے سر سے بلند کر کے ٹھنڈ بھر سپر مذکور ہاتھ پر اٹھائی۔ قوم ہاڑا اپنے رئیس کے اس کام سے بہت خوش ہوئے اور کل پہلوانوں نے سر نیاز خم کیئے۔ ظالم سنگھ اپنے پہلوانوں کا نیچا دیکھ کر سر بجیب ہوا۔ اور اپنی اس بیہودگی پر تاسف کرنے لگا۔ یہ حرکت صغیر سنی سے وقوع میں آئی۔ مگر جب سن تمیز پر پہنچا تو وہ مثل درخت چنار کے مضبوط ہو گیا۔ گو زمانے کے دستبرد سے نحیف ہو گیا تھا۔ مگر زمانہ آشوب میں ہمیشہ مستقل مزاج اور ثابت قدم رہا۔

نیک نام ظالم سنگھ نے ڈایوکلیشن کا تتبع نہیں کیا وہ اپنی مدبرانہ حکومت میں زمانہ سلف کے راجوں سے سبقت لے گیا۔ اپنی نیکنامی اور شہرت کے لحاظ سے ملک میواڑ میں فخر اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ ۶۰ سال تک عنان حکومت اس کے ہاتھ میں رہی۔ بڑی بڑی مہمیں سر کیں۔ بڑے بڑے شجاع اور بہادر اس کی خونخوار تلوار کا لوہا مانتے تھے۔ بیرونی اور اندرونی ملک پر فتح کا جھنڈا لہرانے لگا۔ ریاست ہاڑوتی کا نظم و نسق اپنی مرضی پر اختتام کو پہنچایا۔ اس کا عہد حکومت دارائے میڈ والے سے کم نہ تھا۔ غرضیکہ اس نے جس کام میں ہاتھ ڈالا خوش اسلوبی اور فراخ حوصلگی سے سرانجام کیا۔

مستغنی المزاج ظالم سنگھ کو اگر افسوس تھا تو اس بات کا کہ بعد اس کے کوئی شخص اس کی لیاقت کا جانشین نہیں ہے۔ گو اس کا پوتا بھی مثل اپنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دادا کے جری اور بہادر تھا۔ اس نے اپنی لیاقت اور علماؤں کی صحبت سے بہت کچھ تمتع حاصل کیا۔ آخر کار ظالم سنگھ کی آنکھوں کا تارا اور جان و مال کا مالک بن بیٹھا۔ ظالم سنگھ کے پچھلے خیالات کا فور ہوئے۔ اور اب اپنے پوتے کو ولیعہد سلطنت بنانے کی فکر میں لگا وہ جانتا تھا کہ میرے نام کو زندہ کرنے والا اگر کوئی ہے تو یہی ہے ✤

ظالم سنگھ سوچتا تھا کہ اپنے سامنے حکومت کی باگ اگر اس کے سپرد کر دوں تو دنیا خیال کرے گی کہ ظالم سنگھ سے انتظام نہ ہو سکا۔ قوائے جسمانی جواب دے چکے۔ اسی لئے سلطنت سے ہاتھ اٹھا لیا۔ غرضیکہ اپنی حیات میں پوتے کو گدی نشین نہیں کیا۔ اور یہ بھی خیال تھا کہ کسی زمانے میں ہم بھی حکومت کی گدی سے خارج ہو چکے ہیں مگر ہم نے دست قدرت سے دوبارہ تخت حکومت پر قدم رکھا۔ شاید میرا ہی ایسا حال اس کا بھی ہو۔ اور وہ ریاست کے تخت سے اتار دیا جائے تو بڑی سبکی ہوگی۔ لایق اور ہوشیار اہلکار اس تجویز کی تائید کرنے لگے۔ آخر کار ضعیفی عمر و کمزوری جسم اور خواہش آسایش و عبادت نے عزلت نشینی پر مجبور کیا۔ مگر بعد چندے کالعدم ہو گئی۔ اگر وہ اس تحریک کا عامل ہو کر زیر سایہ ناتھ دوارا عبادت الٰہی میں مصروف ہوتا تو وہ چارلس پنجم سے کسی طرح کم نہ ہوتا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس لئے ظالم سنگھ اپنے وقت کا شاہ روم تصور کیا جانے لگا۔ ظالم سنگھ عبادت کے طریقے خوب جانتا تھا۔ حکمت عملیاں اس کی گھٹی میں پڑی تھیں۔ لوگوں کی طبیعت سے خوب آگاہی رکھتا تھا۔ اگر وہ عبادت الٰہی میں مصروف ہوتا تو درویشی میں بھی اپنے نام پر سربلند ہو جاتا۔ کیا خوب کہا ہے کہ دنیا کی حکومت اور خدا کی عبادت دونوں کے پلے برابر ہیں ✤

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خلاصہ یادداشت روزانہ کرنل ٹاڈ

باب - ۱

وادی اودے پور سے روانگی۔ کھیرودا۔ منڈلیشر مہادیو کا مندر۔ بہارتی وار میں جینی مندر۔ تنازعات میواڑ۔ سنگرام سنگھ کے کارنامے۔ کھیرودا پر قبضہ۔ جے سنگھ پسر خواندۂ سنگرام سنگھ مشرقی اتحاد کے اسباب۔ کھیرودا میں کاشتکاری کی حالت۔ پیداوار نیشکر کے حالات۔ ہنتیا۔ عطیات مذہبی۔ ہنتیا اور دوندیا میں مذہبی گروہ کی بود و باش۔ راجہ ماندھاتا۔ اشومیدھ جگیہ۔ مینار کا عطیہ۔ سنگین کتبہ۔ راج سنگھ کی مرہٹوں کے مقابلے میں بہادرانہ معرکہ آرائی۔ میواڑ کی سرحدوں۔ مورخ راجپوتانہ کرنل ٹاڈ کی ملکی تدبیر۔

جلد اول میں مارواڑ و اجمیر کے دورے سے واپسی اجمیر تک کے حالات عوائد قلم ہو چکے ہیں اس کے بعد ۹ جنوری ۱۸۲۰ء تک مولف تاریخ ہذا کا قیام اودے پور ہی میں رہا بعدہٗ بوندی کوٹہ میں ان کا تقرر ہوا۔ اور اُن کو وہاں جانے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی ضرورت ہوئی۔ اس موقع پر اُنہوں نے باشندگان ریاست اور اُن کی طرز معاشرت کے حالات قلمبند کر کے تاریخ ہذا میں شامل کئے یہ وہ مقامات تھے جہاں اس زمانے سے قبل کسی انگریز کی رسائی نہ ہوئی تھی۔ ٹاڈ صاحب رقمطراز ہیں۔ کہ

اودے پور میں پورا مہینہ نہ گزرا تھا کہ ہندوستان کے موسم سرما کی بہار کا اُلف پیش نظر ہوا۔ انگریز موسم گرما میں ایسے ہی دلفریب مقاموں پر بود و باش اختیار کرتے ہیں۔ آلہ مقیاس الحرارت اس پہاڑ کی گھاٹی پر صبح کو جم جاتا تھا۔ اور پھر ہوتے ہوتے ۹۰ درجے پر ٹھیرتا تھا۔ جس روز روانگی عمل میں آئی آسمان نیلم کی طرح نظر آتا تھا۔ مطلع بالکل صاف اور رات کو ستاروں کی چمک دمک پر نگاہ نہ ٹھیرتی تھی ٭

کھیرودا۔ ۲۹ کوکوہ توس سے ۶۰ کوس کی منزل طے کر کے کھیرودا کے چشمۂ وسیع پر قیام پذیر ہوئے۔ راستہ بہت سرسبز اور شاداب مگر بے تردد تھا۔ ۱۰ کوس پر ڈیوک سے برج ندی کے پار اُتر کر دریولی میں پہنچے۔ جہاں مذکورۂ بالا ندی کی ایک چھوٹی شاخ غار میں جھیل بن گئی ہے۔ دریا کے کنارے منڈلیشور مہادیو کا قدیم مندر بجنسہ اُسی وضع و صورت کا بنا ہوا ہے جو کوہ آبو کے قریب دریائے چندراوتی کے کنارے اپنی قدامت اور نفاست کے لئے مشہور ہے ٭

یہاں سے دائیں طرف ایک میل کے فاصلے پر سورج پورہ کی سرائے واقع ہے اس مقام پر ہم کو بھارتی دار کے دلدل میں پھنسنا پڑا اس قدیم شہر کا بانی بکرماوت کا برادر اکبر راجہ بھرتری تھا اور اب اس کا حاکم رئیس، کا نور سولہ عمائد میواڑ میں سے ہے مشہور ہے کہ اس شہر کی دیواروں پر جین مت کے سات سو پچاس مندروں کے گھنٹے بجا کرتے تھے اس کی دیواریں کئی میل لمبی تھیں لیکن اب صرف نشانات باقی رہ گئے ہیں۔ جن کی صناعی قابل تعریف ہے۔ کھیرودا سے ڈیڑھ میل پر ایک بڑا موضع کھیرسنا کے نام سے مشہور ہے جو برہمنوں کو دان کیا گیا تھا ٭

کھیرودا اچھی جگہ ہے اس کے قلعہ کے گرد دو کھائیاں ہیں جن میں دریا سے حسب خواہش پانی بہم پہنچایا جاتا ہے۔ یہ مقام قدیم و جدید دار المریاستوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی گزرگاہ پر باہمی لڑائیوں کا مرکز رہ چکا ہے۔ سنگرام سنگھ سکتاوت جس نے ۱۸۴۸ء کی مہمات میں داد شجاعت دی تھی اُس کے متبنےٰ جے سنگھ لاوا کا قبضہ اُس پر تھا چونکہ اس جاگیردار کے قبضے سے امن کی صورت نہیں لہٰذا راجہ نے ماہ مئی کے عہد نامہ چہارم کے رو سے بہ مشکل) یہ علاقہ اور قلعہ واپس لیا۔ جس پر قابضان سابق نے خون بہا کر حکومت قائم کی تھی +

کھیرودا کی تواریخ میواڑ کے تنازعات کا واضح طور سے پتہ دیتی ہے سنگرام سنگھ سکتاوت اور بھیرو سنگھ چونڈاوت کی باہمی معرکہ آرائی میں دونو شجاع فریق تہ تیغ ہوئے تھے۔ سنگرام سنگھ جوان تھا۔ اُس نے اپنے والد لالجی راوت والی شیوگڑھ کی حیات میں راجہ سے کھیرودا حاصل کیا چھ سال تک قبضہ رہا ۱۷۴۰ء میں دیوگڑھ۔ اُمبیت اور کوراوڑ کی اقوام نے رئیس سلومبرا کے زیر علم مخالفت کی ڈپراوزیر نے بھی اُن کی اعانت کی چار مہینے تک معرکہ آرائی رہی بعدہ سنگرام سنگھ نے صلح کی جھنڈی دکھائی اور کہا کہ اُس کو مع متعلقین واہل خاندان بھیندر میں چلے جانے کو راستہ دیا جائے۔ فریق مخالف نے یہ خواہش منظور کی اور سنگرام سنگھ بھیندر چلا گیا اور یہاں سے جا بجا لوٹ مار شروع کی۔ اُس کے ذرائع حاصلات کی نسبت بہت سی روائتیں مشہور ہیں۔ کوراوڑ پر حملہ کر کے وہ مویشی چھین لے گیا اور ساکنان گورلی سے رقمیں حاصل کیں۔ کوراوڑ کی محافظت میں ظالم سنگھ وارث ریاست نے سنگرام سنگھ کے برچھے سے جان دی اس کے بعد چونڈاوت پرسلومبر نے اتفاق کیا۔ رانا نے بھی حمایت کی تنخواہدار سندھی فوج نے بھیندر کو جا گھیرا۔ ارجن رئیس کوراوڑ وارث ریاست کے خون کا عوض لینے کے لئے بیڑا اٹھا کر شیوگڈھ پر حملہ آور ہوا۔ اور جو سامنے آیا اُسے قتل کر کے دل کا بخار نکالا علاقہ کھیرودا خالصہ کر لیا گیا لیکن کئی سال بعد سردار سنگھ چونڈاوت رئیس بھیندر کو اس کی حکومت عطا ہوئی ۱۷۴۶ء میں چونڈاوت نے علم سرکشی بلند کیا رئیس بھیندر اپنے رفقا اور اعزہ کے ساتھ سندھی فوج متعینہ کھیرودا پر حملہ آور ہوا۔ ارجن رئیس کوراوڑ اور سندھی قلی نے فوج قلعہ داری کی قلعے کے نیچے خونریز لڑائی ہوئی۔ گمان سکروال رئیس کوراوڑ اور بھیم جی راناوت سنگرام کے ہاتھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے قتل ہوئے لیکن فتح کا ڈنکا چنداوت ہی کا بجا اور سنگرام سنگھ سکتاوت بھینسور میں لوٹ گیا اس مقام پر کوٹہ کے ظالم سنگھ کی مرسلہ کمک پہنچی فوج عرب کا ایک دستہ بھی مدد کو آیا۔ سنگرام سنگھ افواج کمک کو لئے ہوئے میدان آکولا میں پہنچا۔ چنداوت اور سندھی فوج نے سرگرمی سے مقابلہ کیا لیکن صدمہ ہزیمت اُٹھایا۔ سندھی قلی نے جان دی فوج پیٹھ دکھا کر تتر بتر ہو گئی۔ سنگرام سنگھ کئی لڑائیاں لڑ چکا تھا اس معرکے میں اُسے تین جگہ زخم لگے۔ لیکن چہرے پر میل نہ آنے دیا۔ رانا کو اس جرأت و ہمت کا اثر ہوا۔ دشمن کھیرودا سے نکل گئے۔ اور یہ مقام ۱۸۰۳ء تک داخل اراضی خالصہ رہا۔ ۱۸۰۳ء میں رانا نے دس ہزار روپیہ بطور پیشکش قبول کر کے سکتاوت کو علاقہ دے کر سند پر مہر کر دی ۱۸۱۸ء تک کھیرودا سکتاوت قوم کی دلاوری و شیر دلی کا مرکز رہا اور حالانکہ اس سنہ میں ہم نے رانا اور اُس کے رئیسوں میں اتفاق کرا دیا۔ مگر سنگرام سنگھ کے متبنےٰ اور وارث حکومت راوت جے سنگھ لاوا دلا سے امید نہیں کہ وہ کھیرودا سے دست بردار ہونے کے لئے رضامند ہو۔ اُس نے دیواروں پر پھر سپاہیوں کے پہرے مقرر کئے اور حکم دے دیا کہ خبردار رانا کے اہلکاروں سے کوئی کسی معاملے کی خط و کتابت نہ کرے۔ اس وقت اگر کوئی ذرا سی بات بھی ہوتی تو چنداوت متفق ہو کر از سر نو آتش فساد مشتعل کرتے اور مرہٹہ کی حکومت کو زوال پہنچ جاتا لیکن کس کو گمان تھا کہ رئیس کھیرودا دربار کے حاضر باشوں میں شامل ہو کر ہر روز رفاقت میں رہیگا۔ اگر کوئی راجہ کا ملازم زیر دیوار نظر آتا تو جے سنگھ کے رفیق ضرور توپ پر اڑا دیتے۔ ہر رگ مشہور تھا کہ وہ رانا ہی نہیں۔ سرکار انگریزی کا بھی مخالف ہے لیکن ہم نے جب دیکھا تو رانا اور راوت میں وہی تعلق تھا جو آقائے نعمت اور ایک وفادار ملازم کی شان کے شایاں ہے۔ ہم نے نزاع باہمی کا الزام رانا اور راوت کے اہلکاروں پر رکھ کر دونوں کے دل صاف کر دئے تھے۔ باشندگان راجپوت ساکنین ممالک سرد کی طرح کی وقتوں کا خیال نہیں کرتے جو انجام کار کے لئے پیش آتی ہیں بلکہ استقلال سے کام لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر معاملے میں ان کی شان قائم رہتی ہے۔ اب مصلحت یہ معلوم ہوئی کہ مشیران رانا اور مصاحبین راوت کی تقریر ملتوی کی جائے جس میں وہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپنے اپنے اُن رئیسوں سے ملیں جو کسی چشمے کے کنارے یا محلات میں مصروف سیر ہونگے یا گھوڑوں کے متعلق کچھ گفتگو ہوتی ہوگی۔ اہل ہند میں اس قسم کی صحبت باعث ترقی اتحاد و موجب استحکام قرابت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ راجپوت قوم میں اب تک ہمجنسیت کو قیام ہے +

کھیرودا ملک میواڑ کا ایک وسیع خالصہ ضلع ہے۔ جس میں ۱۴ شہر ہیں ان کی مکاسی ساڑھے چودہ ہزار روپیہ سالانہ ہے اور ادائی ساڑھے تین ہزار۔ یہاں تین قسم کی زمین ہے تینوں قسمیں عمدہ۔

پیول جسے چاہی کہتے ہیں۔ گورما جس میں سنچائی ہوتی ہے۔ ماریا مال جس سے بارانی مراد ہے +

فصلیں دو ہوتی ہیں۔ اونالو فصل گرما اور سیالو فصل سرما۔ حصہ سرکاری انہیں فصلوں کے حساب سے تقسیم ہوتا ہے۔ اونالو میں گندم جو اور چنے پیدا ہوتے ہیں یہ غلہ کھلیان میں فراہم کیا جاتا ہے ہر کھلیان میں سو من غلہ ہوتا ہے۔ کھلیان کے چار حصے کئے جاتے ہیں ہر حصہ ۲۵ من کا ہوتا ہے۔ پہلے فی من ایک ایک سیر حسب ذیل اشخاص دیہ کو دیا جاتا ہے +

پٹیل۔ پٹواری۔ شحنہ۔ بئی یعنی بلار۔ بڑھئی۔ لوہار۔ کمہار۔ دھوبی۔ چمار اور نائی۔ اس طرح پچیس من کا ایک کھلیان ان میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ۲۵ من راجہ کا حق ہوتا ہے اور دو حصہ کاشتکار کو ملتے ہیں جن میں سے کاشتکار دو من کنور مٹکا کے نام سے وارث ریاست کے لئے نذر کرتا ہے۔ کئی سال سے قرضے کی ایک مد نکالی گئی ہے جس کے روسے ایک ایک من کے تین سیر انو تقسیم سے پہلے دس اشخاص مندرجہ صدر کے لئے علیحدہ کر لئے جاتے ہیں ایک کنور مٹکا دوسرا سائیس راج اور تیسرا مودی کا حصہ ریاست میں داخل ہو جاتا ہے اور یوں رسم قدیم کی چوتھائی کے عوض ۳۰ من فی صدی وصول کیا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ غلہ پٹے جانے کے قبل بحساب فی بیگھہ اراضی مزروعہ پانچ سیر سے سات سیر تک حق محنت مزدوران کو ملتا ہے جسے کرپا کہتے ہیں اور جو فی اسم دو یا تین سیر ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دانتونی اور چینی بھی مزدوروں کو دی جاتی ہے اور اس طرح گویا غریبوں کی مکمی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسے چبینوں سے شکم پُری ہوتی ہے +

فصل سیالو کی پیداوار کے غلے مکّی جوار اور باجرہ وغیرہ ہیں ان کے سو من کے کھلیان سے ۴۰ من راج کو حصہ ملتا ہے۔ ۶۰ من باقیماندہ میں سے کارکنان دیہی کا حق نکالنے کے بعد کاشتکار اپنا حصہ لیتا ہے +

گنا۔ کپاس۔ نیل۔ افیون۔ تمباکو۔ تلی اور رنگ کی چیزوں پر فی بیگھہ دو روپیہ سے دس روپیہ کا زائد محصول لیا جاتا ہے۔ گنے کی زراعت کے مصارف فی بیگھہ درج کر دینا یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے جس بیگھے میں ایک کنوئیں اور ایک بیل کی جوڑی کے ذریعے سے سنچائی ہوتی ہے اُس کا تخمینہ درج ذیل ہے۔ واضح رہے کہ اگہن میں گنے کی تخم ریزی ہوتی ہے اور پورے سال بھر کے بعد اسی مہینے کھیت کاٹا جاتا ہے +

محصولات	عہ
بیج فی بیگھہ	عہ
نرائی ۸ بار بحساب فی نرائی ۱۶ مزدور اُجرتی فی مزدور ۲ر	مدعہ
پر کھینچنے والے ۲ نفر بحساب فی نفر للور ماہوار بنا بر یکسال	یعہ
خوراک نرگاوان	مدعہ
کٹائی بحساب فی ہزار چار آنے بنا بر ۴۰ ہزار نیشکر۔	عہ
تیاری عرق نیشکر۔ خرچ پارچہ مزدوران و فی من شکر یک سیر	عہ
حق ملازمان دیہ بحساب پیدوار فی بیگھہ ۵۰ من ۱/۵ حصہ	للعہ
ایندھن	عا ر
پُخت کی مزدوری	ے ر
میزان	ما مدیہ
۵۰ من شکر حاصل تیار بحساب للعہ فی من (۸۰ من تک شکر فی بیگھہ تیاری ممکن ہے)	ما ر
نقصان کاشتکار	مدیہ

علاوہ بریں ایک بیگھہ پوست اور چار بیگھہ گندم و جو کا حساب بھی قابل ذکر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے جس کو دو مزدور ایک جوڑی بیل سینچتے ہیں +

۷ سیر افیون خالص بحساب چار روپیہ فی سیر ۸۰ عہ منافع

۱۵۰ من غلہ سیالو و اونالو بعد منہائی ۱/۳ حصہ بنا بر راج بحساب فی من عہ ۱۰ ر

میزان ۸۰ عہ

منہائی نقصان ۸۰ عہ

خالص بچت بعد خوراک و مزدوری وغیرہ لعہ

اکثر کھڑی اُوکھ بحساب چار پا پانچ روپیہ فی ہزار کھیت ہی میں بک جاتی ہے۔ لیکن بعض اوقات فصل خراب ہو جاتی ہے جب پھول نکل آتے ہیں تو اُوکھ آدمیوں کے کھانے کے لائق نہیں رہتی اسے کاٹ کر مویشیوں کو کھلا دیتے ہیں یا جلاتے ہیں +

(اس زراعت کے متعلق اور بھی باتیں ہیں جن کا ذکر غیر ضروری معلوم ہوتا ہے)

دہنتیا۔ تاریخ ۳۰ جنوری۔ یہ ساڑھے تین کوس کی منزل تھی۔ اس کے درمیان میں ایک بڑا بھاری میدان مال کی قسم کی مٹی کا ہے یہ مٹی وہ ہے جس کے سبب سے اُس خطہ کا نام مالوہ ہُوا۔ صبح کا وقت تھا۔ ہوا فرحت بخش چل رہی تھی۔ کاشتکار کھیتوں کو لہلہاتے دیکھ کر پھولے نہ سماتے تھے۔ نئے جھونپڑوں سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ لوگ وطن میں تازہ وارد ہیں انہوں نے جب ہم لوگوں کو دیکھا تو دست بدعا ہوئے مسرت کا اظہار کیا اور جب ہم آگے بڑھے تو اُن کے چہرے سے افسوس کی علامتیں ظاہر تھیں۔ ہم اب امرپورہ میں گزرے جس کی بائیں جانب شہر مینار واقع ہے جو دھرم ارتھ میں برہمنوں کو دان کیا گیا تھا میواڑ کے اسلاف نامدار نہایت ہی عقلمند تھے۔ اُنہوں نے پچاس ہزار بیگھہ عمدہ سے عمدہ اراضی خالصہ ہمیشہ کے لئے بیکس لوگوں کے نام وقف کر دی۔ ان لوگوں کے بزرگوں کو راجہ ماندھاتا نے ترتیا جگ میں بردان دیا تھا مگر اب بیس گھر سے زیادہ موجود نہیں لیکن مذہبی اعتقاد سے حماقت ایسی ہے کہ جو زمین بے کاشت پڑی ہے اُس پر بھی قبضہ نہیں کیا جاتا خوف ہے کہ اس حرکت سے ساٹھ ہزار برس نرک بھوگنا پڑیگا۔ جن لوگوں کو آواگون کے مسئلے کا اعتقاد ہے وہ راج کے بعد غلیظ کا کیڑا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بننا ناپسند کرتے ہیں۔ راجپوتوں کا اعتقاد ہے کہ اگر برہمنوں کی زمین پر دست تصرف دراز ہوا تو ضرور کو نیچ جون میں جنم لینا پڑیگا۔ لیکن خوشی کی بات ہے کہ جب سکتا کی نسل بڑھی اور مقبوضہ علاقے سے گزارہ نہ چل سکا تو انہوں نے دوسرے راج میں روزی تلاش کرنے سے بہتر یہی سمجھا کہ پاپ بھوگ لینگے۔ انہوں نے یہاں ہنتیا اور دوندیا دو موضع آباد کرکے بسراوقات کا ذریعہ نکالا۔ ہمیں ہر شخص کے حقوق کا خیال تھا ہم نے رانا سے خواہش کی کہ موجودہ برہمنوں کے گزارے کے لائق اراضی چھوڑکر باقی زمین اپنے تصرف میں کرکے اگر اس سے کچھ پاپ ہوگا تو میں ذمہ لیتا ہوں۔ میری تجویز تھی کہ برہمنوں کا ایک ہزار بیگھ اچھی زمین کا قبضہ قائم رکھ کر مویشی۔ تخم اور ہل وغیرہ کے بدلے کنوؤں کی مرمت کردی جائے اور جہاں ضرورت ہو وہاں جدید کنوئیں کھود دئے جائیں راجہ کے بخومی مصاحب اور بید نے اپنے برہمن بھائیوں کی حق تلفی کے خیال سے معافی مینار کے تانبے کا پتر پیش کرایا لیکن اُس کی کارروائی اثر پذیر نہ ہوئی ؛

ماندھاتا قوم پرمار وسط ہند کا نہایت مشہور راجہ تھا اس کی راجدھانی دھار اور اُجین کے نام سے مشہور تھی اس کی حکومت کا زمانہ ٹھیک معلوم نہیں لیکن عوام کو اس پر اتفاق ہے کہ وہ راجہ بکرماجیت سے بیشتر گزرا ہے۔ نربدا کے بہت سے مقامات پر اس کی یادگاریں اس کے نام کو زندہ جاوید کرتی ہیں نربدا کی خاص طغیانی کے مقام پر اس کی یادگار سب سے افضل ہے۔ اس کے عہد میں راجگان چتوڑ اور اُس کے ماتحت دھار کے جاگیردار تھے یہاں چپہ چپہ پر اس کی مستقل حکومت کے اب تک نشان موجود ہیں ہنتیا اور دوندیا میں ماندھاتا کے نام کی خاص شہرت ہے۔ دوندیا میں۔ ماندھاتا نے بڑا عظیم الشان اشومیدھ جگ کیا تھا چنانچہ ہون کُنڈ اب تک موجود ہے دور شیوں نے یہ جگ کرایا تھا جب سب کارروائی ختم ہوئی تو راجہ نے دکشنا پیش کی رشیوں نے اسے قبول نہ کیا لیکن پھر اس نے بیرطے میں مینار کی سند معافی پوشیدہ کرکے اُن کو رخصت کیا۔ اس بے طلب عطیہ کی وجہ سے رشیوں کی کمائی میں فرق آگیا۔ مون پر قبضہ کرتے ہی اُن کی کرامات غائب ہوگئی۔ یہ رشی نہادھو کر اپنی دھوتی اچھال دیتے

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھے۔ وہ وہیں بے سہارے دھوپ میں پھیل کر اُن پر سایہ افگن ہو جاتی تھی۔ جب کمال جاتا رہا تو اُنہوں نے کاشتکاری اختیار کی مینار پر انہیں کی اولاد کا قبضہ ہے اور اس علاقہ کلاں کو سب چوبیسا کہتے ہیں ٭

آج ہی ہم بامینہ میں پہنچے۔ یہ چار ہزار بیگھہ اراضی کا موضع ہے اس میں ایک تالاب بہت ہی عمدہ ہے جس کے چاروں طرف پختہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں پہلے یہ موضع خالصہ تھا مگر زمانۂ آشوب میں ہاتھ سے جاتا رہا۔ ویرانی کی وجہ سے کسی کی اس پر توجہ نہ ہوئی۔ فی الحال اس پر مسماۃ موتی رانا ے میواڑ کی ایک خادمہ کا قبضہ ہے جس کا بیان ہے کہ اُس نے اسے رہن رکھا تھا۔ رہن کون تھا معلوم نہیں۔ اس موضع کے پاس ہی بہانسیرا کے وسط میں گزر ہُوا جو فتح سنگھ برادر رئیس بھینسدر کے علاقے میں واقع ہُوا۔ یہاں کے مینار پر سنہ عطیہ اور گائے کی ایک تصویر کندہ ہے تاکہ عطیہ کُنندہ کی صدق نیت کا ثبوت ہو ٭

ہتیا کی تنازعات باہمی کی وجہ سے عظمت ہے۔ سمت ۸۰۸ مطابق ۱۷۵۲ء تک مہاراج سادنت سنگھ کی اولاد مسمی بابا اس پر قابض رہی۔ فی الحال سکتاوت کے ایک جاگیردار کے قبضے میں ہے۔ ماہ مئی ۱۸۱۸ء کے عہد نامے کے وقت اُس کے لئے بہت جھگڑے کھڑے اُٹھے تھے ٭

سمت ۱۸۱۲ میں جب ستواوس ہزار مرہٹہ فوج سے حملہ آور ہُوا تو راج سنگھ جھالا رئیس ساوڑی نے شہر ہتیا جاتے وقت بڑی داد مردانگی دی تھی اس نے خبر پائی کہ گردہ حملہ آور تین کوس کے فاصلے پر سیلرو میں مقیم ہے لوگوں نے سمجھایا کہ اس راستے کے عوض بھینسدر سے چلئے مگر اُس کو دست و بازو پر ناز تھا سیدھا آگے بڑھا جب آدھے میل کا فاصلہ رہ گیا۔ مرہٹے اس قلیل جماعت پر ٹوٹ پڑے لڑائی چھڑی راج سنگھ کے ساتھ تین سو پچاس راجپوت تھے مگر وہ صرف آٹھ آدمیوں کے ساتھ صحیح سلامت قلعے میں داخل ہو گیا۔ خوشحال سنگھ رئیس بھینسدر اس کا عزیز تھا اُس کو اُدھر رشتہ داری کا خیال ادھر اپنی ریاست میں مرہٹوں کی یورش کا اندیشہ پیدا ہُوا وہ صرف پانچ سو سکتاوت قوم کے پیادہ و سوار لے کر مدد کو روانہ ہوا اپنی فوج کو تاکید کر دی کہ خبردار صف سے نہ کوئی علیحدہ ہو نہ بے حکم بندوق چلائے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مرہٹہ ٹڈی دل کی طرح میدان میں چھا گئے لیکن ادھر سے بندوق کی آواز نہ آئی۔ خوشحال سنگھ اسی خوشی کے ساتھ دروازہ ہنتیا پر پہنچ گیا دشمنوں کو غیرت معلوم ہوئی کہ صید دام سے نکل گیا بارہ بارہ فیٹ کی دس ہزار برچھیاں آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرنے لگیں۔ خوشحال سنگھ نے سواروں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا دشمن اور آگے بڑھے اور جس وقت زد پر آئے سب کو بندوقوں پر رکھ لیا۔ فوج مخالف گھبرا کر بھاگی۔ اسی عرصے میں پیادے آگے بڑھے اور انہوں نے دوسری بار ڈھ مار کر حملہ آوروں کو بھگا دیا۔ رئیس ساوڑی نے بڑے جوش مسرت سے خوشحال سنگھ کی پیشوائی کی۔ مہاراجہ نے ہنتیا میں رہ کر تکلیف گوارہ کرنا مناسب نہ سمجھی وہ سیاہ کو لئے ہوئے بھینسرود چلا گیا اس جوہر شجاعت کا بچے بچے کو علم ہے اور وہ خوشحال سنگھ کی دلاوری و مردانگی کا بڑے فخر سے ذکر کیا کرتے ہیں ٭

مقام مورون۔ ۲۱ جنوری صبح کو جب آلہ مقیاس الحرارت ۵۰ درجے پر تھا۔ ہم سرحد میواڑ پر وارد ہوئے۔ زمین کو بے تردد اور غیر مزروعہ دیکھ کر ہمیں نہایت رنج ہوا۔ رؤسائے میواڑ کا یہ موروثی علاقہ اس وقت بدکار مرہٹوں اور ظالم پٹھانوں کے قبضے میں تھا۔ ہمیں غصہ آتا تھا کہ بہادران زمانۂ سابق کی روح کو انہوں نے کیسا صدمہ پہنچایا ہے۔ حالانکہ بزرگان میواڑ کی اولاد نے ہمیں آرام نہ لینے دیا تھا تاہم ان کی لیاقت کی کمی دراصل نالیاقتی نہیں کہی جا سکتی کیونکہ کسی کے لحاظ کسی کے مکر و فریب۔ کسی کی بے وفائی سے زچ ہو کر ہم نے خود دربار سے کنارہ کشی کر لی تھی۔ مگر قربت میں دوری کا مزہ نہیں ہم فاصلہ پر ہیں لیکن میواڑ کا لطف ہماری نظر میں پھرتا ہے اور باوجود پیچیدگی معاملات ہماری زبان سے یہی نکلتا ہے کہ

اے میواڑ تو بُرا تھا یا بھلا مگر مجھے تو نہایت عزیز ہے ٭

میواڑ اور کل راجپوتانہ کے موجودہ جاگیردار نیک خیالی کے مقروض ہیں اور انشاء اللہ ان کی اولاد گزشتہ بدنصیبی کا نعم البدل کر لیگی۔ راجپوتانہ کی کل رعایا افیون اور شراب کی تابع تھی۔ بچپن سے افیون نوشی اور شراب میں عمر عزیز تلف کر رہی ہے کوشش کی گئی کہ کوئی خورد سال رئیس ولی عہد سے لے کر خواہان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چرند و زمین تک اس فعل قبیح سے احتراز کرے۔ عہد و پیمان ہو گئے کہ وہ اب منشی چیزوں پر نگاہ بھی نہ اٹھائینگے۔ گو بعض لوگ اپنا عہد توڑ دیں مگر اکثر اپنے قول پر ثابت قدم رہینگے۔ نوجوان ارجن سنگھ چوندادت کا نام لیوا قوم بسٹی کا سرتاج بوجہ خورد سالی کے اپنے قدیم قلعے اور علاقے پر قابض نہ ہو سکا۔ ارجن سنگھ کے جد امجد نے اپنے بزرگوار کی وفات کے بعد اپنے قلعے اور جاگیر کو مرہٹوں کی دستبرد سے بچانے کے لئے بہت مستحکم اور مضبوط بنا لیا تھا۔ مگر سلومبرا کے رئیس بھیم سنگھ سے کچھ ان بن ہو گئی۔ بھیم سنگھ ارجن سنگھ کے باپ تخت سنگھ کا چچیرا بھائی تھا۔ سمت ۱۸۴۶ میں تخت سنگھ کے ہاتھ سے قلعہ اور جاگیر نکل گئی۔ بھیم سنگھ نے کسی غیر شخص کو بسٹی کا رئیس مقرر کر دیا۔ مگر بعد چندے تخت سنگھ نے اپنے تلف شدہ حقوق پھر بھیم سنگھ سے واپس لئے۔ تخت سنگھ ارجن سنگھ کو ساتھ لئے رانا ے میواڑ کے دربار میں آیا۔ رؤسائے میواڑ جمع تھے۔ رانا کی خدمت میں عرضداشت پیش کی اور خواستگار ہوا کہ بعد وفات تخت سنگھ ارجن سنگھ ریاست بسٹی کا مالک ہو۔ دس ہزار روپیہ نذرانہ پیش کئے۔ مگر رانا کے دل میں کچھ اور ہی ٹھنی تھی وہ چاہتا تھا کہ اپنے آدرده مسمی برت سنگھ کو ریاست بسٹی کا مالک بنائے رانا کی طاقت بڑھی ہوئی تھی۔ کیونکہ سرکار انگریزی اُن کی معاون تھی تخت سنگھ جواب نفی پا کر اُٹھ کھڑا ہوا اور ٹاڈ صاحب کے پاس آکر استغاثہ پیش کیا۔ ٹاڈ صاحب نے دونو لڑکے طلب کئے۔ معائنہ کئے۔ دونو ہمعمر تھے۔ تیرہ برس کا سن تھا۔ برت سنگھ گندمی رنگ اور فربہ اندام تھا۔ چہرہ پر تیزی نہ تھی۔ بخلاف اسکے ارجن سانولا اور دُبلا تھا جودت اور تیزی چہرے سے ٹپکتی تھی۔ انصاف شرط تھا۔ تخت سنگھ کے استغاثے کی سماعت بیکار نہ ہوئی۔ بڈھے باپ نے تلوار پر ہاتھ رکھ کر عرض کیا کہ سودم دھرم نے اب تک ہمارے حقوق بحال رکھے ہیں مگر اب معاملہ برعکس نظر آتا ہے۔ روپیہ بڑی چیز ہے۔ انصاف و مروت روپے کے ہاتھ میں ہے گو رانا کو برت سنگھ منظور نظر تھا چونکہ مقدمہ ہمارے سپرد تھا انکار بھی نہ کر سکتا تھا۔ ہم نے فریقین کو طلب کر کے اُن کی موجودگی میں ایک شجرہ تیار کیا اور رانا کو دکھایا۔ شجرہ نسب سے ثابت ہو گیا کہ برت سنگھ ریاست

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بستی کا ہرگز مستحق نہیں ہے۔ ناچار ہمارے دباؤ اور جادۂ انصاف پر قائم ہوکر اُسے ارجن سنگھ کے حقوق منظور کرنے پڑے اور شمشیر ولایتی ارجن سنگھ کو مرحمت فرمائی۔ اس عذر داری سے ارجن سنگھ بستی کا جاگیر دار بن گیا ورنہ وہ کب کا اپنے استحقاق سے مسترد ہو چکا تھا۔ تخت سنگھ قلعہ سرحدی کے تحفظ پر مامور ہُوا حاکم فوج ہوگیا۔ اور اس کام کو خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ ارجن سنگھ اور تخت سنگھ نے بمقام چتوڑ کپتان ٹاڈ صاحب سے ملاقات کی۔ ارجن سنگھ کی ملاقات سے کپتان صاحب بہت محظوظ ہوئے۔ اُس نے محال موروثی کی علیحدگی سے بہت کچھ لیاقت حاصل کی تھی۔ اب وہ اپنے ذی عزت خاندان میں ممتاز نظر آئیگا۔ کپتان صاحب نے دریافت کیا کہ حکومت کس ڈھنگ پر چل رہی ہے۔ جواب دیا کہ حضور کا دست مبارک جس پر سایہ فگن ہو ممکن ہے کہ اُس کے حکم سے کوئی سرتابی کر سکے۔ کپتان ارجن سنگھ کی باتوں سے بہت خوش ہوئے۔ چھاتی سے لگالیا۔

اب ہم اس قصے سے گریز کر کے پنچایت میں جانا چاہتے ہیں۔ جو نصف گھنٹے سے برگد کے درخت کے نیچے ہماری تلاش میں بیٹھے راہ تک رہے ہیں سرکار کمپنی کے دل سے مدح اور دعا گو ہیں کہ خداوند کریم اس کمپنی کو ابدالآباد تک ہمارے سروں پر قائم رکھے۔

باب ۲

رئیس ہنتیا۔ اراضی خالصہ سے ہنتیا کی علیحدگی میں وقتیں مان سنگھ سکتاوت رئیس حال کی بدروشی۔ سرگذشت لالجی راوت نتھارا۔ خاندان دودیا اور اُس کی وجہ تسمیہ۔ رانا سنگرام سنگھ والئے میواڑ کی مہم۔ چندر بھان و رانا راج فرزندان رانا سنگرام سنگھ۔ ملک لاوا کے حصول میں حکمت عملی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خاندان کا زوال۔ سند عطیہ اراضیات۔ مان سنگھ اور سرکاری ایجنٹ سے مکالمہ۔ ایک راٹھور لڑکے کا خونِ ناحق۔ نتیجہ خونریزی

رات آدھی سے زیادہ جا چکی۔ پنچائتی لوگ ٹاڈ صاحب کی ملاقات کے منتظر کھڑے ہیں۔ مقام ہنتیا کے رئیس نے اپنے بھائی اور قلعدار کو کپتان صاحب کے پاس بھیجا کہ جاکر عرض کرے کہ رئیس ہنتیا کو آپ سے ملاقات نہ ہونے کا ازحد افسوس ہے گو آپ تشریف لائے تھے مگر نامساعدت زمانہ سے ملاقات نہ ہو سکی ہنتیا کو ہستانی مقام ہے قوم سکتاوت سے سمت ۱۸۲۴ بکرمی مطابق ۱۷۶۶ء میں باہمی تنازعات پر رئیس ہنتیا کے ہاتھ آیا بعد بندوبست ۴ مئی ۱۸۱۸ء میں طے پایا تھا کہ بموجب اقرار نامہ کے شہر واپس کر دیا جائے رئیس ہنتیا بھی شرائط اقرار نامہ سے مجبور تھا گو اُس نے بہت عذر معذرت کی کہ عہد نامہ دیرینہ میں ۵۰ سالہ حکومت طے ہو چکی تھی +

یہ خبر عوام میں مشتہر ہو گئی اور رئیس ہنتیا کو اس کا چھوڑنا بھی ازحد شاق تھا بلکہ اُس کا خاص منشا تھا کہ ریاست ارجا جو اُسے خون دیکر حاصل ہوئی تھی اور جسے اُس کے بھائی فتح سنگھ نے بہت مصیبت برداشت کر کے حاصل کیا تھا اور جس میں مستحکم و مضبوط قلعہ تعمیر ہوا ریاست ہنتیا کے معاوضہ میں دے ڈالے وہ نہ چاہتا تھا کہ ریاست ہنتیا خالصہ میں شامل ہو جائے رئیس خاندان کہتا تھا کہ ریاست ہنتیا دروازہ بھیندر کی کنجی ہے اور اُس کے بھائی کا بیان تھا کہ مدتوں سے ریاست ہنتیا قوم سکتاوت کے قبضے میں چلی آتی ہے۔ کسی کا مقولہ تھا کہ رانا دت زبردستی اس پر قابض ہو گیا رعایا کہتی تھی کہ ریاست ہنتیا میں ہماری بپوتی ہے۔ ہمارے بزرگوں کی بود و باش پشتہا پشت سے چلی آتی ہے عقل و انصاف کے سامنے ایسی ایسی دلائل کا مسترد ہو جانا کچھ سہل نہ تھا۔ منصف مزاج حاکم کبھی اس کو منظور نہ کریگا کہ عہد نامے کے رو سے جملہ مقبوضات خالصہ جن پر سمت ۱۸۲۲ مطابق ۱۷۶۶ء میں تنازعات باہمی کی وجہ سے رانا کے اختیار سے باہر ہو کر رئیسوں کا قبضہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو گیا ہو واپس دئے جائیں۔ ایسے وقت میں استقلال درکار تھا مگر سکناوت نے نہایت عمدگی سے کام کیا اور تحریک ہر دلعزیزی سے اس بارہ میں کارروائی کی۔ غرضیکہ مقبوضات عظیمہ چھوڑ دینے پڑے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست ہنتیا بارہ مہینے علاقۂ خالصہ کے مشمول رہی اور بعد ظالم سنگھ کے دست تصرف میں آگئی۔ صرف اتنا ہوا کہ بارہ سو ایکڑ اراضی ریاست مذکور کی علیحدہ کر لی گئی اور دس ہزار روپیہ نذرانہ دے کر رئیس ہنتیا کی سپردگی میں دے دی گئی۔ اور اس تقسیم سے اہل ہنتیا بہت خوش ہوئے +

ریاست ہنتیا میں چودہ پیادہ اور چودہ سوار اس غرض سے متعین تھے کہ وہ ایکھ یعنی مالگذاری تعدادی سات ہزار وصول کر کے داخل خزانہ ظالم سنگھ کریں ان سوار اور پیادوں کے خرچ کا بار ہنتیا پر نہیں پڑتا تھا بلکہ صرف پانچ سوار اور آٹھ پیادوں کی تنخواہ البتہ ریاست سے دی جاتی تھی اور مابقی تنخواہ خزانہ کوٹہ سے مرحمت ہوتی تھی +

اس جدید اراضی کا نام ریاست کون رکھا گیا جس پر رئیس کا متبنیٰ قابض ہے چونکہ عہد نامہ سابقہ کے رو سے ہنتیا اور کون دونو ریاستیں اس کی موروثی ہیں۔ اور اسی وجہ سے اُس کے مرتبہ اور عزت میں کمی نہ ہونے پائی بحیثیت رئیس قوم وہ قسم سوم کا رئیس ہے اور جو ہر وقت رانا کی خدمت میں حاضر باش رہتا ہے اور رئیس ہنتیا ہونے سے اُسے چند سپاہی اور سوار عطا ہوئے تھے۔ یہ سپاہی راجہ مان سنگھ جاگیردار کی نگرانی میں کام کرتے تھے۔ ایک دفعہ تھانہ خرد سدری واقع سرحد مالوہ بغرض سرکوبی غارتگران قوم بھیل بھیجے گئے۔ ادھر سے رانا نے افسر ہنتیا سے کہلا بھیجا کہ اس آشوب اور شورش کو بہت جلد ختم کر کے ورنہ اُس کا علاقہ ضبط کر لیا جائیگا +

مان سنگھ خاندان لاوا سے اس زمانہ کی یادگار ہے۔ جس وقت مقام شیوگڑھ میں ہزار ہا بچے شمشیر آبدار کے گھاٹ اتارے گئے تھے اور لال جی کو رابر کے تنازعہ کی اصل بنیاد ٹھہرایا گیا تھا۔ مان سنگھ کی ماں اس شیر خوار بچے کو لے کر کسی پہاڑی میں چھپ رہی اور وہیں اس کی پرورش کی۔ اب ہم رئیس نتھارا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یعنی لال جی کا حال بیان کرتے ہیں۔ لال جی راوت درباریوں کے فریب اور جعل سے مورد الزام ہوا۔ ریاست نتھارا چھن گئی اور چوندا وت کے دست تصرف میں سپرد ہوئی الا اُس کی جائداد کا بٹوارا ہوا۔ اُس میں کچھ حصہ لالجی کے ہاتھ رہا چند دن وہاں رہ کر آخر کار ڈونگر پور پہنچا۔ ڈونگر پور کے راجہ نے رئیس جان کر شیوگڑھ کی جاگیر عطا فرمائی۔ شیوگڑھ کا قلعہ بہت مستحکم و مضبوط دو ملکوں کی سرحد پر واقع ہے۔ لالجی راوت کو اپنے وطن نتھارا کا خیال ہر وقت پیش رہتا قوم چوندا وت سے پرخاش پر آمادہ ہوا اور اپنے لڑکوں کے ساتھ ملک میواڑ میں لوٹ مار شروع کر دی۔ علاقہ شیوگڑھ بھیندر کے حوالے کر کے خود باغیوں کے ساتھ اکثر علاقوں کو لوٹنا شروع کیا اس طرح اُس نے عمر عزیز کبھی نمک حلالی اور کبھی نمک حرامی میں صرف کی۔ جب کبھی شورش بڑھ جاتی اور قوم سکتاوت پھر حضور رس ہوتی تو لالجی راوت شمشیر برہنہ اپنے رئیس کا معاون و مددگار ہو جاتا۔

لالجی کا بڑا بیٹا مسمی سنگرام سنگھ مع اپنے بھتیجوں جے سنگھ اور ناہر سنگھ کے معاوضہ ستانی پر مصروف ہوا۔ سنگرام کا باپ اور ماں دونوں عین شورش کے زمانے میں ملک عدم سدھارے سنگرام سنگھ بھیندر کو گدی سے اتار کر خود شیوگڑھ کا مالک بن بیٹھا۔ سنگرام سنگھ کا بھتیجا اکثر اُس کی مہموں میں ہاتھ بٹاتا رانا نے مجبور ہو کر اُس کی خطائیں معاف کیں اور وہ با امن و امان قلعہ لادا میں سکونت پذیر ہوا ریاست کھیرود پر ابھی اُس کا حکم چلتا تھا۔ قلعہ لادا سنگرام سنگھ سکتاوت کے متواتر حملوں سے خالی ہو گیا اور سنگرام سنگھ دودیا مالک و جانشین لادا کا فرار ہوا۔ قوم دودیا مثل دیگر اقوام کے کم مشہور تھی مگر اس موقع پر جس کا ذکر اب ہو گا قوم دودیا نے بہت شہرت حاصل کی تھی اکثر کبیشروں نے اس دلیر قوم کا تذکرہ گیتوں میں گایا ہے میواڑ کے ملکوں میں قوم دودیا کے ڈنکے بجے ہوئے ہیں +

چندر بھان سنگرام سنگھ دودیا کا باپ اپنے خاندان کا آفتاب خیال کیا گیا اُس کی دولت ہمیشہ نرگاوان کے سینگوں پر ہوتی تھی اور اُنہیں کی وجہ سے اُس نے کوہ شیر کے دامن میں کاشت کرائی۔ اس مقام پر رانا اکثر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شکار کھیلنے آتا چنانچہ ایک روز دودیا روزمرہ کام کرکے۔ مکی کا کھلیان لگا کر بیلوں کو لئے ہوئے گھر واپس آرہا تھا۔ کسی نے سلام کیا۔ آواز سلام سُنکر چوکنا ہُوا چاروں طرف دیکھا کوئی نظر نہ آیا۔ پھر قدم بڑھایا آواز سنائی دی۔ اُس نے آواز پر پاؤں اُٹھا دئے۔ جب عین جنگل میں پہنچا ایک شخص درخت کے نیچے بیٹھا دکھلائی دیا۔ چہرہ سے جلال برس رہا تھا۔ صاحب اقتدار اور ذی عزت خیال کرکے دودیا اُس کے پاس آیا۔ گھوڑا درخت سے بندھا ہُوا ہانپ رہا تھا۔ اجنبی سے حال اور نام ونسب پوچھا معلوم ہُوا کہ قوم راجپوت کا کوئی سردار ہے۔ اجنبی پیاس سے بیتاب تھا۔ پانی مانگا۔ اُس نے پانی دیا اور جوار کی دو روٹیاں تھوڑی سی چنے کی دال مٹی کے پیالہ میں سامنے رکھ دی۔ دودیا نے جس قدر مہمانداری ہوسکتی تھی کی اور رخصت چاہی۔ ناگاہ چند سوار اس کی جانب آتے ہوئے نظر پڑے اور کچھ دیر بعد وہ سب کے سب اجنبی کے گرد حلقہ مارے دست بستہ کھڑے ہوگئے دودیا کے جملہ شکوک جاتے رہے کہ اس کا اجنبی مہمان معمولی آدمی نہیں بلکہ اپنی قوم کا سرتاج ہے۔ معلوم ہُوا کہ رانا جگت شکار کا دلدادہ شیر کی تلاش میں پہاڑی کے پیچیدہ راستوں میں بھول گیا جو اس وقت دودیا کا مہمان بنا ہے دودیا کو کچھ نہ تعجب ہی ہُوا نہ خوشی۔ رانا جگت سنگھ مراجعت کرکے اپنے مقام پر آیا اور دودیا کی طلبی کا حکم دیا۔ دودیا بلا خوف ودسواس رانا کے سامنے حاضر ہُوا۔ ملاقات ہوئی دودیا رانا کے سوالوں کا جواب نہایت بے باکی اور صفائی سے دیتا رہا۔ دیانت اور آزادمنشی اسی کو کہتے ہیں اور یہ خصلتیں راجپوت میں ہمیشہ سے قائم ہیں۔ گو کیسی ہی حالت ہوجائے۔ رانا اپنے دیہاتی میزبان سے بہت خوش ہُوا۔ اور ایک تیز رفتار گھوڑا منگوا کر دودیا کو اپنے ساتھ اودیپور کی طرف لے چلا۔ شب ماہ تھی۔ چندر بھان اپنی کسانی پوشاک میں چُستی سے سوار ہوگیا۔ دو روز سفر کرکے اودے پور پہنچے رانا نے اپنی خاص پوشاک مرحمت فرمائی۔ اُس زمانے میں دستور تھا کہ جس شخص سے راجہ خوش ہوتا اپنی پوشاک عطا کرتا رانا نے اودے پور نے چندر بھان کی بہت کچھ توقیر ومنزلت کی اور نسلاً بعد نسلٍ جاگیریں عطا ہوئیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چندر بھان اور رانا سے اودے پور کی وفات ایک ہی وقت میں ہوئی اور جگت سنگھ کا لڑکا اودے پور کی حکومت پر گدی نشین ہوا اور سردار سنگھ پسر چندر بھان اودے پور کے رانا کا مشیر و ہمدم قرار دیا گیا۔ ہر روز راجہ مع اپنے ہمعصر مصاحبوں کے سہیلیا باغیچے میں تفریح کنان جاتے۔ وسط باغیچہ میں پختہ تالاب بنا ہوا تھا۔ موتی سا پانی دیکھ کر جی للچایا۔ ہمسن مصاحبوں کے ساتھ اتر پڑا غوطہ لگایا۔ خوب چہل پہل رہی لطف اٹھایا یہ باغیچہ دو میل کے فاصلے پر دارالریاست سے تھا۔ سردار سنگھ یعنی چھوٹا دودیا کی حرکتیں مضحکہ آمیز تھیں لوگ اُس سے دل لگی مذاق کرتے تھے جس سے راجہ کی طبیعت بہلتی تھی۔ سردار سنگھ جب غسل کرتا دریا میں نہاتا تو سر سے پگڑی نہ اتارتا تھا۔ راجہ کو شُبہ پیدا ہوا اور استفسار حالات چاہیے۔ بلکہ شوق اس امر کا متقاضی ہوا کہ سردار سنگھ کے سر کے بال دیکھے اُس نے حکم لگایا کہ سب بال کھول کھول کر تالاب میں اُتریں۔ سردار سنگھ کو بھی بال کھولنا پڑے اور پانی میں غوطہ لگایا۔ سر پہ مطلق بال نہ تھے۔ لوگوں نے مذاقاً کھوپری سہلائی۔ سردار سنگھ کو یہ ہنسی نہیں بھائی۔ راجہ نے پوچھا میاں سردار سنگھ کھوپری کے بال کیا ہوئے اُس نے ترش رو ہو کر جواب دیا کہ پچھلے جنم میں خدمت کرتے کرتے بال اڑ گئے۔ پوچھا اچھا اپنے پچھلے جنم کا کچھ حال کہو۔ وہ بولا

میرے زمانے میں ایک راجہ تھا اُس سے ہم نے گرمنتر حاصل کیا۔ راجہ بدری ناتھ جی پر تپ کرتے تھے اور ہم دھونی کے واسطے لکڑیاں جمع کرتے تھے۔ لکڑی لاتے لاتے سر کے بال اڑ گئے۔ یہ طعنہ آمیز جواب راجہ کو خوش نہ آیا حکم دیا کہ سردار سنگھ اپنے بیان کا ثبوت نہیں دیگا تو سزا دی جائیگی۔ سردار سنگھ بولا کہ میرے بیان کی شہادت کواریوں کے مندر میں جو دیوتا ہے اُس سے ملتی ہے۔ حکم ہوا کہ فی الفور شہادت پیش کرے۔

موضع گوپال پور واقع ریاست کواریون میں قوم ناگر اوت نے ایک مندر بنوایا تھا۔ سردار سنگھ نے مندر میں جا کر دیوتا سے پرارتھنا کی کہ میری عزت کا بار آپ کے ہاتھ ہے۔ دیوتا نے ایک پھول سردار سنگھ کے ہاتھ میں دیا۔ سردار سنگھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ پھول لئے ہوئے راجہ کے پاس آیا۔ راجہ دیوتا کی کشف وکرامات سے بہت خوش ہوا سردار سنگھ کا بیان راست آیا۔ مہربان ہوکر فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ سنگرام کی درخواست متوسط قسم کی تھی اُس نے مانگا کہ علاقہ لاوا مع اراضی عطا کی جائے یہ اراضی علاقہ کواریون سے ملحق ہے +

چونکہ رانا کم سن تھا اور اُس کی نانی کارپرداز ریاست تھی۔ راجہ اپنی ماں کے پاس آیا اور سردار سنگھ سے قول ہارنے کی سرگذشت بیان کی اور چاہا کہ قول کی پابندی کی جائے یعنی اُس کی احسانمندی سے سبکدوش ہو۔ چونکہ ریاست لاوا جہیز میں رانی کو ملا تھا اُس نے سوچا کہ لاوا کی بجائے کوئی اور علاقہ دیا جائے تو اچھا تھا اُس نے کہا اگر تمہاری مرضی یہی ہے تو میواڑ کا علاقہ دے دو۔ راجہ ماں کے اس جواب سے ناخوش ہوگیا ترش رو ہوکر بولا کہ بہتر میواڑ ہی دیا جائیگا۔ راجہ وہاں سے سنگرام سنگھ کے پاس آیا اور کہا میں تو زبان ہار چکا۔ میواڑ لے لو تمہیں کل اختیار ہیں جس میں نفع دیکھو کرگزرو۔ توپ خانہ۔ اسلحہ خانہ۔ خزانہ۔ اصطبل اور فوج تمہاری تابع ہوگی۔ بالفعل تین دن حکومت دی جاتی ہے۔ تمہیں اختیار ہے۔ سردار سنگھ تین دن کی حکومت پانے سے پھولا نہ سمایا جو چاہا اپنے علاقے میں بھیج دیا اور ایک دربار عام منعقد کرکے اپنے اختیارات کو وسعت دی مگر اُس نے تخت پر قدم نہیں رکھا بلکہ گدی کے باہر جلوس کرتا تھا اور سب رئیس اور اہلکار اس شخص کی پاک ذاتی کے معترف تھے۔ تیسرے روز رانی نے اپنے فرزند کے پاس ریاست لاوا کی سند بھیج دی اور سردار سنگھ نے میواڑ کی حکومت خوردسال راجہ کے ہاتھ میں دے دی۔ اور ریاست لاوا میں حکومت کرنے لگا +

میواڑ سے بہت کچھ خزانہ لاوا میں بھیج چکا اس روپے سے اُس نے ایک قلعہ لاوا میں تعمیر کیا جس کی عمارت میں ۹ لاکھ روپیہ صرف ہوئے ایک تالاب اور ایک باولی قلعہ کے اندر تعمیر کرائی۔ ایک لاکھ روپیہ تالاب اور باولی کے بنوانے میں خرچ ہوا +

اس کے بعد اُس نے ایک عمارت بنوائی جس میں انواع انواع کی کلکاریاں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور صنعتیں رکھی گئی تھیں۔ قضا کار ایک روز میگزین میں آگ لگ گئی جس کی زد سے نصف قلعہ اڑ گیا۔ پھر عمارت کا کام چھڑا۔ ۲۰ برس میں ٹوٹی پھوٹی عمارت تیار ہوئی گو اُس میں ہزار ہا روپیہ صرف ہُوا پھر بھی اُس کے مسمار ہونے سے جو نقص رہ گیا تھا اب تک نہ گیا۔ اُس پر ہُلکر کے متواتر حربوں نے اُس کی شان و شوکت نے اور بھی کمی کر دی۔ تاہم ملک میواڑ میں لاوا کا قلعہ اب تک عمدگی میں مشہور ہے۔ تالاب پر ایک پختہ بارہ دری جو رانا سے اُدے پور نے اپنی تفریح کے لئے تعمیر کرائی تھی۔ سردار سنگھ کو عطا کی گئی تھی۔ یہ بارہ دری رئیس امیت کے قبضے میں اب تک چلی آتی ہے اور دودیا کے محل سے مشہور ہے۔ گو زمانے کے انقلاب سے اُس میں بوم اور چمگادڑوں نے اپنا نشیمن بنا لیا ہے۔ سنہ نشین میں برگد کا درخت نکل آیا ہے۔ دیواریں کج ہو گئی ہیں مگر دنیا کی مشہور عمارتوں میں اس کا بھی نام ہے۔ غرضیکہ سردار سنگھ قلعہ لاوا کے حاصل کرنے کے بعد ۲۰ سال تک زندہ رہا۔

سمت ۱۸۳۷ (۱۸۷۲ء) میں رگھراے ملک عدم ہُوا۔ اس کا فرزند باپ کی جائداد اور جاگیر پر قابض ہُوا وہ مثل باپ کے اولوالعزم اور بہادر تھا اُس نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جس سے باپ کی عزت اور حرمت سابقہ میں بٹہ لگے۔ یہ وہی لڑکا تھا جب سنگرام سکتاوت نے لاوا سے بیدخل کر دیا تھا۔ اُس کے کہیں امن و امان کی جگہ میسر نہیں آئی اور آخر کار مفلسی کی حالت میں فاقہ کرتے کرتے جان بحق تسلیم ہُوا۔ اُس کا لڑکا ولیعہد راجہ جوان سنگھ کی عاطفت میں پرورش پانے لگا۔ روزینہ مقرر ہُوا مگر پل بھر چین میسر نہ ہوئی۔

سنگرام سکتاوت کے پاس جاگیر لاوا کی سند باضابطہ موجود تھی اور لاوا کی نکاسی ۲۴ ہزار روپیہ سالانہ ہے۔ علاقہ کواریون واپس ہو کر شامل خالصہ ہو گیا۔ لاوا کے تالاب سے ہزاروں ایکڑ دھانوں کے کھیتوں کی آبپاشی ہوتی ہے۔ چونکہ سنگرام کی اولاد شیوگڑھ کی لڑائی میں کام آئی لہذا اُس کا جانشین جے سنگھ (پسر شیو سنگھ برادر دویم سنگرام) ہُوا جملہ اہلکاران ریاست لاوا نے جے سنگھ کو پسر متبنے بنایا۔ سنگرام سنگھ کی حیات تک خاندان میں تفرقہ نہ پڑنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پایا۔ اور بقول مان سنگھ سب ایک تھالی میں کھانے والے تھے۔ مان سنگھ کے باپ ناہر سنگھ نے علاقہ پھول پر قبضہ کر لیا مگر باپ بیٹوں سے علیحدگی نہ ہوئی۔ اور ۱۸۱۸ء میں علاقہ پھول شامل خالصہ ہو گیا۔ مان سنگھ نے جے سنگھ وارث ومتبنے سنگرام سنگھ سے اپنا حصہ ریاست لاوا سے طلب کیا۔ کیونکہ وہ جائداد بالاشتراک تھی۔ جے سنگھ نے دینے سے انکار کیا بلکہ معاوضے میں موضع جیت پورہ جس کی نکاسی پندرہ سو روپیہ سالانہ تھی پسر ناہر سنگھ کے نام لکھ دی۔ یعنے جب تک مان سنگھ اپنے رئیس کا پیرو ہے اُس وقت تک قبضہ لاوا ضبطی یا علیحدگی سے مُبرا سمجھا جاویگا۔ رئیسوں میں اس شرط کی پابندی اپنے حصہ اراضی موروثی پر ہوئی مگر کچھ عرصے کے بعد وہ سرکاری عطیہ بوجہ طمع یا فریب کے ضبط ہو گئے اخر سنہ پیش کی گئی۔ جس میں شرط تھی کسی طرح اُس کی موروثی جائداد نہیں ہو سکتی مضمون شرائط ذیل میں درج ہے ؛

مہاراج سری جے سنگھ جی اپنے دھرم کو ضامن دے کر فرماتے ہیں ؛

اس وقت بخوشی خاطر وطیب رغبت موضع اراضی جیت پورہ آپ کو دیتا ہوں یہ عطیہ ضعیف العقل وضعیف الجثہ فرزند رشید یا فرزند بد وضع کا خیال نہیں کریگا۔ تمہاری اولاد اس پر قابض رہ سکیگی۔ میں تمہیں بجائے لڑکے کے سمجھتا ہوں امید ہے کہ جو حکم دونگا تعمیل کروگے۔ اگر حکم سے سرتابی کی تو بیشک تمہارے اوپر قصور ہوگا ؛

مان سنگھ نے ان شرائط پر عمل کیا یا نہیں۔ یہ تواریخ کے واقعات سے ظاہر ہوگا۔ آخر کار جیت پورہ ضبط ہو گیا اور گو اُس نے سعی اور کوشش کی مگر کچھ فائدہ متصور نہ ہوا مجبور ہو کر ہمارے سامنے اُس نے استغاثہ پیش کیا۔ کہ اس کے مقدمے کی سماعت کی جائے۔ اور بوجہ ضبطی کھیروا کے اُس کے بھائی رئیس لاوا کا نقصان ہو چکا تھا یعنی نصف آمدنی رہ گئی تھی۔ لہذا مان سنگھ کے حقوق کی نگہداشت واجب ہے ماہ اگست ۱۸۲۰ء کے دورہ میں کپتان ٹاڈ صاحب۔ ملک میواڑ میں پہنچے مان سنگھ نے پھر تحریک کی اور لکھا کہ جے سنگھ آپ سے خط وکتابت کریگا کہ جنیت پورہ مان سنگھ سے خالی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرلیا جاوے۔ ٹاڈ صاحب نے جواب میں لکھا کہ اس امر کا فیصلہ رانا کی رائے پر موقوف ہے۔ مان سنگھ رانا کے دربار میں پہنچا مگر وہاں بھی مطلب کی کوئی صورت نہ دکھلائی دی۔ بے نیل مرام واپس ہوکر ہمارے پاس آیا۔ چونکہ ہماری خواہش سے مان سنگھ سرحد سدری پر مامور ہوا تھا اور اس کام کو اُس نے تغافلی کے ساتھ سرانجام دیا۔ کپتان صاحب سرد مہری سے پیش آئے مان سنگھ ہماری بے توجہی سے سمجھ گیا کہ کار مفوضہ میں تغافلی کی وجہ سے کپتان صاحب متوجہ نہیں ہوئے۔ مان سنگھ کا قد چھ فٹ سے زیادہ بلند تھا۔ جسم ورزشی۔ ریش و بروت چڑھی ہوئیں۔ شمشیر آبدار نیام میں پڑی ہوئی ایک دلاور راجپوت کی طرح کل ہیئت مان سنگھ کی تھی۔ پرتلے سے سند نکال اور کپتان ٹاڈ صاحب کے روبرو پیش کی۔ اور زنجیر سخن اس طرح ہلائی کہ اگر میں نے کوئی قصور یا اپنے بھائی کی احسان فراموشی کی ہو تو بیشک مان سنگھ خطاوار ہے مگر جب آپ نے اُس کے اشارہ سے بنول مجھ سے لے لیا حالانکہ ہمارے سپاہی اُس کے ہمراہیوں کی خدمت میں مصروف تھے۔ اور کوئی کوتاہی آداب خدمتگذاری بجالانے میں اٹھا نہیں رکھی۔ پھر کس بنیاد پر جیت پورہ کے استحقاق سے ہمارا نام خارج کردیا گیا۔ سنگرام کی وفات پر لاوا ہمارے تصرف میں تھا اگر میں چاہتا تو جیت پورہ سے ہمارا قدم نہ اٹھتا۔ کسی میں مجال تھی کہ جیت پورہ ہم سے چھین لیتا۔ مان سنگھ کو جیت پورہ کی کل رعایا عزیز رکھتی تھی مگر میں نے اُس کے حقوق کا لحاظ کیا اور اب بھی ہم کو بہ زبردستی کوئی نکال نہیں سکتا آپ کو یاد ہوگا کہ جس وقت ٹھاکر امیت دربار جاتا تھا اور اُس نے سرحد لاوا پر پہنچ کے نقارے پر چوب ڈلوائی۔ میں نے اپنے ہمراہی جمع کرکے ممانعت کردی خبردار کوئی اعتراض نہ کرے۔ جے سنگھ میرا ہمعصر تھا میری اور اُس کی برابری تھی۔ اُس پر بھی میں نے اُس کا لحاظ کیا۔ صرف آپ کے حکم کی دیر ہے پھر میں ناہر سنگھ کا سپوت نہیں کہ جیت پورہ کو وہ ایک گھڑی بھی اپنے پاس رکھ سکے۔ قلعہ جو ان ہاتھوں سے تعمیر ہوا ہے ہمارے عیال و اطفال اُس میں سکونت پذیر تھے۔ جے سنگھ کو ہدایت ہونی چاہیے کہ وہ ہمارے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

موردثی مقام سے خارج ہوکر اپنی جاگیر میں رہے۔ اراضی نبول کی غیر آباد ہے۔ ایک روپیہ کی وصول میں ایک ہی روپیہ صرف ہوتا ہے۔ جیت پورہ کی اراضی اس سے بدرجہا بہتر ہے اس پٹہ کے وقت دوسو پچاس روپیہ نذرانہ میں صرف ہوئے تھے میں تو یہ خیال کرتا تھا کہ اس اراضی سے اُس وقت تک ہمارے عیال واطفال کی پرورش ہوگی جب تک نبول اراضی آباد نہ ہوجائے اور لگان قائم ہوکر روپیہ نہ وصول ہولے ✣

جب سے آمدنی میں کمی ہوئی۔ قرضخواہوں نے نرغہ کیا۔ جائداد فروخت کرکے قرضہ ادا کیا گیا۔ حتےٰ کہ زوجہ کے زیور اور جواہرات اپنی سواری کا گھوڑا تک فروخت ہوگیا۔ پرتھی راج کے روبرو نالش کرچکا ہوں۔ اُنہوں نے جواب شافی دیا۔ پرتھی ناتھ کا حکم جیون داس کی وساطت سے رانا اودے پور کی خدمت میں پیش کرایا۔ جیون رانا کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے۔ پانچ سو روپے پر فیصلہ ہُوا۔ میں نے ضمانت دی اگر فتحیاب ہونگا تو پانچ سو روپیہ دونگا۔ رانی بیکانیر نے ایک ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔ معاملہ برعکس ہوگیا اس وجہ سے کار مفوضہ میں توقف ہُوا۔ پٹھان لوگ میری فصل خریف اٹھالے گئے۔ اور مقام بیسرا بھی پرجنگلی اور وحشیوں کا مسکن ہوگیا۔ مقدمے کی حالت بیان کردی گئی۔ انصاف شرط ہے جیسی مرضی ہو فیصلہ کیجئے۔ فتح سنگھ نے تیس ہزار روپیہ کا علاقہ رانا سے پایا ہے۔ بہیندر سنگھ کا چھوٹا بھائی فتح سنگھ تھا۔ پانچ ہزار روپے اپنے بھائی سے بھی پائے۔ رئیس کوراُدالہ سے اجیت سنگھ ایس والہ کے پاس دولت زیادہ تھی۔ بہ حیثیت فرزند ارجن سنگھ اور جاگیروں پر بھی قبضہ ہوگیا آپ خود واقف ہیں میرے بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ چونکہ مان سنگھ کی گفتگو صداقت کا نمونہ تھی لہذا ہم نے ہدایت کی کہ اپنے مقام سکونت پر جاکر جدید دعوے دائر کرے کہ موجب خوشنودی مزاج آقا ہو یہ کہہ کر اُس کو ایک جوڑی پستول کی عطا کی اور عطر الائچی مراسم مہمانداری ادا کرکے رخصت کیا۔ مان سنگھ ہم سے رخصت ہوکر مقام سکونت کی طرف راہی ہُوا ✣

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اب ہم ایک حیرت انگیز واقعہ کا ذکر کرینگے جو ہم نے سکتاوت خورد سے سنا تھا۔ سرحد ساوڑی خورد پر فوجی پڑاؤ پڑا تھا یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک لق ودق بیابان میں وحشی اقوام مینا اور بھیل رہتے ہیں۔ اکثر علاقوں کی جاگیریں اس جنگل سے مخلوط تھیں۔ وحشیوں کی بدعت اور زیادتی سے علاقے کی رعایا نالاں ومضطر تھی۔ رعایا کی عین خوشی تھی کہ یہ جور و ظلم مسدود ہو مگر جاگیردار وحشیوں سے ساز رکھتے اور لوٹ مار میں شریک ہوتے ان سب کا ایک سرغنہ کریہ منظر سیاہ فام شخص تھا۔ کالاکوٹ مقام پر رہتا تھا۔ دامن کوہ سے ایک پک ڈنڈی مقام چھپن کو لگی ہوئی تھی۔ بیلیو آباد پور وہ راٹھور راجپوت کی ٹگرانی میں تھا۔ راجپوت راٹھور نے دامن کوہ میں چند بیگھ اراضی کاشت کرائی۔ چند چاہات آبپاشی کے لئے تیار کرائے غرضیکہ بصد محنت وجانفشانی راجپوت راٹھور نے اپنے ذوقہ کا بندوبست اُس جنگل میں کرلیا۔ جہاں اُس کی اہلیہ اور لڑکے امن وعافیت سے بسر کرتے ہیں۔ راجپوت راٹھور کا اکلوتا فرزند تھا وہی اُس جائداد کا مالک ہوتا ایک روز اُس کی عورت روتی ہوئی راستے میں ملی پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اُس کا گھر وحشی بھیلوں نے لوٹ لیا۔ مویشیوں کو پکڑ لے گئے بلکہ آنکھوں کا تارا اکلوتا بیٹا بھی انہیں کے ساتھ چلا گیا۔ نجانے اُس کا کیا حال ہو۔ جان بچی یا موت کی نذر ہوئی۔ راجپوت راٹھور نے بندوق بھر کر کالاکوٹ کی طرف قدم اُٹھائے۔ راجپوت راٹھور نے موضع میں قدم رکھا تو ایک اور واردات سُننے میں آئی۔ یعنی دو لاشیں دکھائی دیں دونو بے سر تھیں یہ دونو لاشیں ایک تو اُس کے اکلوتے لڑکے اور دوسری اُس کے دوست کی تھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کالاکوٹ کے ڈاکوؤں نے شمشیر ظلم سے ہلاک کیا۔ کیونکہ جب رہزن مویشی چُرا کر لئے جاتے تھے۔ فرزند راجپوت راٹھور نے ملتجانہ کہا۔ چچا جان! مویشی کیوں لئے جاتے ہو۔ ڈاکوؤں نے اُسے گرفتار کرلیا۔ یہ بولا چچا مجھے چھوڑ دو۔ میرے معاوضہ میں جو طلب کروگے باپ کو دینے میں عذر نہ ہوگا۔ لوٹیرے یہی چاہتے تھے۔ خوش ہوگئے۔ مگر کالاکوٹ کا سرغنہ جوان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا سردار تھا لڑکے کو ہمراہ لے گیا۔ بدنصیب باپ تلاش طفل کالاکوٹ پہنچا رئیس کالاکوٹ نے غارتگری سے انکار کیا۔ راٹھور راجپوت فرزند کی محبت میں رونے لگا اور کالاکوٹ کے سرغنہ سے گویا ہوا کہ جتنے مویشی لوٹ کر آئے ہیں اُنکے عوض چہار چند مویشی دینے کو طیار ہوں۔ علاوہ اس کے جس قدر صرفہ یا جس قدر نقصان مال ہوا ہے۔ دُگنا روپیہ ادا کرنے پر موجود ہوں۔ انصاف چاہتا ہوں۔ روپیہ ہاتھ کا میل ہے جان کی خیرات ہے۔ للّٰلہ صورت دکھا دو۔ ورنہ تڑپ تڑپ کر جان حزیں قالب سے پرواز کر جائیگی +

رہزنوں پر اُس کی باتوں نے مطلق اثر نہ کیا۔ سو کھا جواب پایا۔ ناچار بادلِ خستہ ہمارے پاس آیا اور اپنی مصیبت انگیز داستان سنائی۔ ہم نے اُسے تشفی دلاسا دیا اور مان سنگھ کے سپرد کر دیا اور ہدایت کی کہ مجرمان غارتگری گرفتار ہو کر قید کر دئے جائیں۔ تمہارے انتظام اور مفسدوں کے تدارک سے تمہارا نام روشن ہوگا۔ راٹھور کی تسلی تمہارے اس بیان سے ہوئی۔ عوام میں یہ خبر مشتہر ہو گئی کہ غریب راٹھور ظالموں کے دستبرد سے تباہ ہو گیا۔ خدا خدا کر کے بدمعاشوں کا سرتاج رئیس کالاکوٹ گرفتار ہو کر عدالت میں پیش کیا گیا قرب وجوار کی رعایا فریادی آئی اور اپنی بربادی و تباہی کے استغاثے پیش کئے کہ جہاں ان بدبختوں کا منحوس قدم جاتا ہے۔ خون کا دریا بہ جاتا ہے۔ بکری اور انسان کا خون برابر ہے۔ راٹھور کی غم خیز داستان کالاکوٹ کی رعایا میں جانشین ہو گئی انہوں نے رئیس مذکور پر ملامت کی اور باصرار کہا کہ جس قدر شرکت غارتگری میں ہو۔ موجب عدالت کو سنائے۔ رئیس کالاکوٹ نے قسمیہ عرض کیا کہ میں ان جرائم سے بری الذمہ ہوں۔ بدمعاشوں کے ساتھ میری شرکت نہ تھی۔ اگر عدالت کو میرے بیان میں راستی نہ معلوم ہو تو میں مندر میں چل کر دیوتا کے سامنے قسم کھا سکتا ہوں کیونکہ اس قسم سے بڑھ کر اور کسی طرح سے اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ چند گز کے فاصلے پر مندر تھا حاکم عدالت گھوڑے پر سوار ہو کر قیدی کو ساتھ لئے مندر کی جانب روانہ ہوا۔ بدمعاش قیدی مندر کے دروازے پر پہنچے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں چکر کھا کر گر پڑا اور گرتے ہی روح نجس قالب خاکی سے پرواز کر گئی۔ اس واقعہ سے دیگر بدمعاشوں کو عبرت ہوئی اور قہر خدا سمجھ کر سہ چند سزا ہر ایک بدمعاش کی مقرر کی گئی۔ اب صرف وہی لوگ باقی رہ گئے جو در پردہ بدمعاشوں کی مدد کرتے اور مال غصب میں حصہ لیتے۔ کپتان ٹاڈ صاحب بہت خوش ہونگے۔ اگر ان پہاڑی راستوں کو جہاں مویشیوں بیلوں کا گزرگاہ ہے۔ بدمعاشوں سے صاف کرا دیا جائے اور رعایا وہاں کی چین سے سونا اچھالتی رہے۔ اس واقعہ سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جن کا وطیرہ مثل چور لٹیروں کے ہے۔ راٹھور کی اس انصاف سے بہت کچھ تشفی ہو گئی اور غریب رعایا عدالت کے منصفانہ برتاؤ سے راجپوت راٹھور کی ثناخواں رہی +

باب ۳

مقام موروں۔ ایسے عمدہ ضلع کی بربادی و ویرانی۔ مرہٹہ اور تنخواہدار بیرونی سپاہ کے معاملات۔ مرہٹوں کے خلاف ہماری بے سود کارروائی۔ موروں کے قدیم حالات۔ آبادی و ویرانی کے بارے میں قدیم اقوال کتبہ جات۔ قوم جین کی عبادتگاہ۔ تذکرہ شکار۔ شیر کا حملہ۔ کھرے کے سبب سے دفعتہً موسم کی تبدیلی۔ اگلے بزرگوں کی سرگذشت۔ بایا دیوی کا مندر۔ کتبہ جات۔ کاشتکاروں کی تکلیفات۔ مؤلف تاریخ ہذا کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شکر گزاری۔ نیکومپ۔ منڈلاں۔ قوم چارن پیشوائی
مؤلف۔ حقوق قوم چارن میواڑ میں اس فرقہ کی
آبادی کی نسبت قدیم اقوال۔ ستی کا سراپ۔
ٹانڈا یعنی چارن لوگوں کا قافلہ۔ لوٹ مار سے ان
کی حفاظت۔ نیما ہیڑا۔ رانی کھیڑا پسراؤں کے
بھنگی کی شرارت۔ سزائے اعمال۔ سنگترائش کے
بارے میں ایک کتبہ۔ نیما ہیڑا میں پیشوائی کی کیفیت

موردں۔ یکم۔ فروری۔ کل دن پھر ہم لاوا کے تصفیہ نزاع میں مصروف رہے۔ دوسری غرض یہ بھی تھی کہ گرد و نواح کی ویرانی کا حال معلوم کریں۔ موردں ایک وقت میں مشہور شہر اور ایک چھوٹی ریاست کا شاندار صدر مقام تھا۔ اس کی سالانہ آمدنی سات ہزار روپیہ سے شاید ہی کچھ کم و بیش ہو۔ یہ مقام بہت فرحت بخش ہے۔ مغرب کی طرف بلندی پر ایک خوبصورت تالاب بنا ہوا ہے جس کے کنارے املی کے درختوں کی بہار نہایت ہی دلآویز و فرحت بخش ہے۔ کنوئیں کا پانی ۲۵ فٹ سے زیادہ دور نہیں اگر اس کی رونق میں کمی ہے تو صرف یہ کہ آدمیوں کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ سارا علاقہ سنسان پڑا ہوا ہے۔ نہ آدمی نہ آدم زاد۔ اس تباہی کا تو افسوس ہی تھا۔ زیادہ رنج یہ ہوا کہ یہ مقام انہیں پٹھانوں کو دیا گیا ہے جو اس کی تباہی و بربادی کا باعث ہوئے تھے۔ یہ علاقہ بھی ان علاقوں میں شامل تھا۔ جو تاوان جنگ کے لئے گرو رکھ دئے گئے تھے اور جن پر سردار مرہٹہ یا اس کے ماتحتوں کا قبضہ تھا۔ اگر مرہٹے اپنی طاقت کے ساتھ دغابازی کو کام میں نہ لاتے۔ تو کل علاقہ مرہٹہ عملی مالکوں کو کب کا مل گیا ہوتا یہ لوگ لوٹ مار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے انسداد کے اُسی طرح خواہاں تھے جس طرح ہم۔ اگر وسط ہند سے مرہٹے نکال دئے جاتے تو انصاف۔ حکمت عملی اور آدمیت کے خلاف کارروائی نہ تھی۔ راجپوتانہ میں ہم نے جس فائدہ رسانی کا بیج بو دیا ہے وہ ایک دن درخت بن کر بار آور ہوگا اُس کے لحاظ سے ہماری اشک شوئی اس بات سے ہوتی ہے کہ موجودہ قابضوں کو موروں سے گھاس کیسول اور کپاس کے سوا کچھ پلے نہیں پڑتا ۔

موروں قوم موری کے نام سے منسوب ہے جو چتوڑ کی حکومت سے پہلے ان اطراف میں حکمران تھی۔ چترنگ موری کا قلعہ اب تک ویرانے میں موجود ہے یہ قلعہ چترنگ نے چتوڑ سے پہلے تعمیر کیا تھا چتوڑ کو پہلے چترڑ کہتے تھے جس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ چترنگ راجہ دھار کا ماتحت موروں اور اُس کے گرد و نواح کا جاگیردار تھا اُس کا ایک کاشتکار ہل جوت رہا تھا کہ کوئی سخت چیز حائل ہوئی جب ہل نکالا تو دیکھا کہ سارا لوہا سونا ہو گیا ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ پارس پتھر ہے اُس نے اُس پتھر کو راجہ کے نذر کر دیا اور خود قلعہ تعمیر کر کے موروں کو رونق دی۔ اس کے بعد اُس نے چتوڑ کی بنیاد ڈالی مغرب کی طرف دھول کوٹ عرف موری کا پٹن تعمیر کیا۔ یہ قلعہ ساکنان موروں کے پاپ سے جل کر راکھ ہو گیا اس کی روایت یوں ہے کہ ایک رشی عبادت میں مصروف تھا لوگوں نے اُسے زبردستی پکڑ کر تربوز لدوائے اور بازار میں بیچنے کے لئے بھیجا رشی نے اس بے حرمتی کو گوارا نہ کیا اور سراپ دیکر شہر کو جلا دیا اس واقعہ سے کئی باتیں خیال میں آتی ہیں ایک تو یہ کہ اُس زمانے میں یہاں تربوز کی کاشت ہوتی تھی دوسری یہ کہ یہاں گندھک کی کان سے آگ بھی نکلتی تھی اُدوے پور کی گھاٹی میں اُجین دھارا واقع ہے یہاں ایک چشمہ ہے جسے لوگ انھاہ اور پاتال توڑ کہتے ہیں۔ ان سب باتوں سے یقین کیا جاتا ہے کہ موروں میں قدرت کے طلسمات بھی موجود ہیں۔ اس مقام کی پٹن کے مندروں سے زینت ہے جن میں سے سیس ناگ کا مندر سب سے افضل ہے۔ پہلے یہاں زعفران کی نذر ہوتی تھی۔ لیکن اب میوار کا چندن چڑھایا جاتا ہے ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہاں سے جنوب و مغرب کی طرف پانچ میل پر انیر واقع ہے یہاں رانا سنگرام سنگھ نے سمت ۱۵۷۰ مطابق ۱۵۱۴ء میں چتر بھج جی کا مندر تعمیر کیا تھا جس میں ایک کتبے پر کندہ ہے کہ اراضی انیر برہمنوں کو دان کی گئی سمت ۱۷۹۱ میں رانا جگت سنگھ نے اُس پر طلاق لکھ دی کہ خبردار کوئی مزاحم نہ ہو۔ ایک کتبہ سنگین اور بھی نصب ہے جس میں اہل دیہات نے اپنی عقیدتمندی سے دھائی سیر پیداوار فی ہل یا کھلیان ربیع و خریف دو فصلوں میں اپنے مقدس دیوتا کے چڑھاوے کے لئے وقف کی ہے۔ یہ چڑھاوا سمت ۱۸۴۵ مطابق ۱۷۸۹ء میں اس لئے مقرر کیا گیا تھا کہ چتر بھج جی ان کو میدان جنگ میں فتحیاب رکھیں۔

چتر بھج کے مندر کے سامنے پارس ناتھ جی کا مندر ہے جو سمت ۱۷۷۴ کا بنا ہوا تھا یہ مورت زمین سے برآمد ہوئی تھی۔ یہاں چپے چپے پر قدیم زمانے کے کھنڈر ملتے ہیں۔

دوسرے روز ہم اور کپتان صاحب شکار کو گئے کپتان صاحب نے ایک نیل گائے کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا اور ہم تیتر کے شکار میں مصروف ہوئے یہاں تیتروں کی کثرت ہے اور تیتر بھی مختلف قسم کے۔ تھوڑی دیر میں خبر آئی کہ کپتان صاحب نیل گائے کے پیچھے پیچھے دور تک گھوڑا دوڑاتے چلے گئے۔ آخر کار ایک برچھی کا وار کیا زخمی نیل گائے جنگلی درختوں کے جھنڈ میں غائب ہو گئی اور کپتان صاحب گھوڑے سمیت ایک درخت سے ایسے ٹکرائے کہ گھوڑا تو اُسی وقت راہی عدم ہو گیا اور کپتان صاحب سرتاپا زخمی ہو گئے شکر ہے کہ کوئی ہڈی نہ ٹوٹی تھی۔ جو نک لاکھ تلاش کی مگر نہ ملی شدت درد میں لیپ سے کسی قدر فائدہ ہوا۔ یہ چوٹ کی چوٹ سہی مگر کوئی شکار ہاتھ نہ آیا وجہ یہ کہ تیتر دور ہی سے آدمی کی صورت دیکھ کر بھڑکتے تھے یہ پرند دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تیتر سے چھوٹے ایک بڑے جو سر سے پنجے تک پردار ہوتے ہیں۔ عجائب خانہ شہر چیمبری میں اس قسم کا پرند میری نظر سے گزرا وہاں والے اسے ٹونٹ ڈی ایلپس کہتے ہیں اور باشندگان ہائی لنڈ واقع اسکاٹلنڈ مارمگان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

برتیتر کے پر بہت چمکیلے ہوتے ہیں۔ جسے مقام سیوائے میں مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا +

ہم صبح کی حاضری کھانے کے وقت شراب پر گنڈی اور لاروز کا مزہ لے رہے تھے کہ یکایک شور وغل سنائی دیا ہم لوگ کھانا چھوڑ کر اٹھ کھڑے اور چند اشخاص کی آواز کی طرف دوڑے اتنے ہی میں کیا دیکھتے ہیں کہ دو ہرکاروں کے ساتھ ایک لڑکا شیر کو سر پہ لادے ہوئے آرہا ہے۔ ہرکارے کئی میل سے واپس آرہے تھے۔ کہ ہماری قیامگاہ کے قریب لڑکے سے اور اُن سے کچھ فاصلہ ہوگیا اتنے ہی میں آواز آئی کہ ماموں معاف کردے۔ چھوڑدو۔ ماموں جان بخشو جانے دو میں تمہارا بھانجا ہوں ہرکاروں نے لڑکے کو سڑی سودائی سمجھ کر ڈانٹا دو چار گالیاں دیں مگر اُدھر سے یہی آواز آتی رہی کہ ماموں جانے دو جانے دو۔ ہرکارے پلٹ پڑے اور دیکھا تو ایک بڑا بھاری شیر اُس کی چادر پکڑے ہوئے اُس کو گھسیٹ رہا ہے۔ ہرکاروں نے بھال دار لاٹھیوں سے حملہ کرکے ایسا غل مچایا کہ آس پاس کے مرد وعورت دوڑ پڑے +

عوام الناس اس شیر کو کالے پہاڑ کا مالک کہتے ہیں مشہور ہے کہ موروں میں مدتوں سے مگروار تک اس کی جاگیر چلی آتی ہے۔ بہت عرصے سے یہ وہاں کا حاکم ہے کالے پہاڑ کا مالک رعایا کے چوپایوں پر اکثر حملہ آور ہوتا تھا چنانچہ چند راتیں گزریں موروں کے ایک پتلی کی بھینس اس نے ماری ہی تھی کہ لوگوں نے اُس پر حملہ کردیا۔ روایت ہے کہ یہ شیر کسی زمانے میں کوٹی موری قوم کا فرمانروا تھا۔ گو اس کے متعلق کوئی ثبوت نہیں تاہم اس کے جسم سے ثابت ہے کہ نہ اس پر کبھی بندوق سر کی گئی نہ کوئی تیر یا برچھی کا زخم لگا اس شیر نے کبھی کسی آدمی کا خون نہیں کیا اور کسی وقت کسی کو جا دبایا تو ماموں چھوڑدو میں تمہارا بھانجا ہوں" کہنے پر فوراً رہائی دے دیتا تھا لڑکے نے اپنی گرفتاری کے وقت اسی بنا پر یہی الفاظ استعمال کئے تھے +

۳۔ فروری۔ زخمی کپتان واصاحب کی تیمارداری میں گزری چونکین نیما ہیڑا سے منگائی گئیں۔ تو اُن کے لگانے سے طبیعت بہت کچھ اصلاح پر آئی +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ وہ منحوس دن تھا جس روز میواڑ ہی نہیں مارواڑ ہی میں نہیں بلکہ کل راجپوتانہ میں ایسا کھرا پڑا کہ پتی پتی جل کر رہ گئی۔ جلاوطن لوگ نقصانات فصل سے جہاں سر پکڑے ہوئے تھے وہاں تسکین یہ تھی کہ چنے کی کاشت کو چنداں نقصان نہ پہنچا۔ طبیعت کی علالت سے ہم نہ گھوڑے پر سوار ہو سکے نہ گھوڑے کا مسرت بخش نظارہ آنکھوں سے دیکھ سکے +

۴۔ فروری۔ کپتان کی طبیعت ایسی اصلاح پر آگئی کہ ہم نے دوسرے روز کوچ کرنے کا ارادہ کیا اس روز غضب کی سردی تھی کہ مشکوں کا پانی جم گیا۔ چشمے یخ بستہ ہو گئے۔ آدمیوں کے بدن پر تھرتھری تھی۔ سب باجرہ کی لکڑی جلا کر تاپتے تھے چوپایوں کا سردی سے بُرا حال تھا +

جس جینی کو ہم نے پلوڈ سے ٹاٹا دیوی کے مندر کی نقل لینے بھیجا تھا وہ ناکامیاب واپس آیا۔ ہاں اُس سے یہ روایت معلوم ہوئی کہ مندرجہ صدر مندر ایک جینی نے اپنے مذہبی دیوتا کے لئے تعمیر کیا تھا لیکن جس وقت عمارت بن چکی تو ماتا دیوی نے درشن دئے اور کہا کہ میں یہاں رہونگی۔ گو یہ امر جینی کے مذہب کے خلاف تھا لیکن اُس نے شوق سے خواہش منظور کی مگر ساتھ ہی یہ درخواست کی کہ وہ بکری یا بھیڑ کا بلی نہ چڑھائیگا۔ دیوی جی نے کہا خیر کچھ مضائقہ نہیں چتور کے سونگرا رئیس سے کبول چڑھاوے۔ جینی نے بلا لحاظ مذہب دیوی جی کی پرتشٹھا کی اور پارس ناتھ جی کا دوسرا مندر تعمیر کر دیا۔ جینی نے ماما جی کے مندر میں ایک کتبہ پایا جس سے نہروالہ عرف انہلواڑا پٹن کے سولنگی راجاؤں کا زمانہ حکومت دریافت ہوتا ہے۔ جب ہم چتور میں گئے تو اسی تاریخ کا ایک کتبہ ہماری نظر سے گزرا جو اُسی راجہ نے کندہ کرایا تھا۔ اس کتبے میں درج ہے کمار پال سولنگی مع سوہن پال راجکمار سمت ۱۲۰۶ (مطابق ۱۱۵۱ء) کے پوس میں ماما جی کے مندر واقع پلوڈ کے درشنوں کو آیا تھا۔ مسمی دیا قوم کے لوگوں کا بیان ہے کہ جب سدھ راج نے کمار پال کو جلاوطن تو اسے چتور میں پناہ ہی نہ ملی بلکہ رانا سمیر سی رشتہ دار پرتھی راج چوہان کی اعلےٰ وزارت بھی حاصل ہوئی لاکھا رانا کے مندر میں جو کتبہ ہماری نظر سے گزرا اُس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُس فتحمند نے کندہ کرایا ہے جس سے سالپور واقع جیٹون (پنجاب) میں فتح کے پھریرے اڑائے تھے - تاریخ راجپوتانہ کے لئے یہ سند کچھ کم باوقعت نہیں +

۵- فروری - راجہ صاحب کے بازراج نامی گھوڑے پر سوار ہو کر موروں کی بلندیوں کی سیر کی - جنگل بہت پرفضا تھا - پتھار کی سطح زمین میں مشرق کی طرف ہری ہری گھاس کا نظارہ دلفریب تھا ڈھاک یعنی پلاس کے درخت ایسے جلے دکھائی دیتے تھے گویا ان پر بجلی گری ہے - نیم کے درخت البتہ سرسبز شاداب تھے - دیواروں کے اندر ببول کے درختوں کا سلسلہ چلا گیا تھا - پپیہوں نے نازک نازک شاخوں پر گھونسلے بنائے تھے - انسان کی صورت نہ دکھائی دیتی تھی - چھوٹے چھوٹے چشمے برف سے ڈھنپے ہوئے تھے کسانوں کی محنت پر اوس پڑ گئی - بیچارے جلاوطنی کے بعد تو اس امید پر وطن میں آئے تھے کہ موسم موافق ہے - پردیس میں اُنھوں نے مزدوری سے پیٹ بھرا یہاں نہ معلوم کس مشکل سے زراعت کی - جب فصل پکنے کے دن آئے تو کھڑے لئے گیہوں اور جو کی کھیتی کا ستیاناس مار دیا اگر بچا تو چنا +

میواڑ میں تمام دیہاتوں میں چنے کی پیداوار بہت ہی عمدہ ہے یعنی گیہوں اور جو دونوں کے برابر - یہاں بنجر اور بے تردد زمین میں بھی گیہوں اور چنے کی برسوں تک کاشت ہوتی ہے جلاوطنوں کو جو نقصان ہوتا ہے - وہ ناقابل داشت ہے - اراضی خالصہ میں اس قدر نقصان نہیں ہوتا وجہ یہ کہ اُس کا سات برس کے لئے ٹھیکہ دے دیا جاتا ہے اُس کی دیکھ بھال بھی زیادہ ہوتی ہے اور ٹھیکہ داروں کو خواہ نخواہ نرمی سے کام لینا پڑتا ہے +

۶- فروری - یہاں اس روز پھر قیام رہا کپتان داکواب صرف درد کی خفیف شکایت ہے - مرہٹوں کے خوف سے کوئی باشندہ ہم سے ملاقات نہ کرتا تھا مگر دیہات کے سرگروہ حاضر ہوئے پٹیل کی ایک چھوٹی لڑکی نے ہم سے عرض کی کہ ہم سب میواڑ کی رعایا ہیں لیکن اب بلا قصور اپنی بدنصیبی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے گرفتار مصیبت ہیں۔ یہ تقدیر کہاں۔ کہ ہم آپ سے پرورش و سرپرستی کی درخواست کرسکیں۔ کیونکہ قسمت سیدھی نہیں۔ ہم نے اُن کے درد دل کو سُنکر تسلی دی کہ گھبرائیں نہیں وہ ایک ترک کے زیر حکومت ہیں تو کیا لیکن ہم انہیں اپنی اولاد اور رانا کی رعایا سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں۔ حسن اتفاق سے ہم کو یہ وعدہ پورا کرنے کی نوبت نہ آئی کہ امیر خاں نے خود رئیس نیماہیڑا سے مفاد رعایا کی بابت صلاح و مشورت کا حکم دیا اور بلاتامل ہماری اطاعت منظور کرکے محصول راہداری نصف گھٹا دیا اور انگریزی اموال پر مصارف میں ایسی احتیاط کی کہ آیندہ نقصان سے بھی تحفظ رہا۔ اور فوائد کی صورتیں پیش نظر ہوئیں ٭

نیکومپ ۷ فروری۔ گیارہ میل کی مسافت کے بعد ہم امیر خاں کے علاقہ چکارڑا میں پہنچے۔ نیکومپ میں جادو کی عملداری ہے۔ پہلے فاضل پنڈارہ اور جسونت راؤ بھاؤ اس علاقہ کے علاوہ موضع منڈیا پر قابض و متصرف تھے۔ رئیس جادو کی طرف سے ان مقامات کا ٹھیکہ ایک پنڈت کو ملا ہے۔ جن میں ثانی الذکر موضع سیندھیا نے اپنے خسر سیناپتی کو عطا کیا تھا۔ یہ موضع بہت اچھا ہے لیکن ½ ویران۔ ٹھیکہ دار کو اس واسطے جبر ستانی کرنا پڑتی ہے کہ اُس کے ساتھ بھی رعایت نہیں کی جاتی۔ ایک غریب کاشتکار تین مہینے ہوئے جلاوطنی کے بعد وطن میں آیا تھا۔ اُس نے کہا کہ میں نے دو فٹ بلند کی دیوار بود و باش کے لئے بنا پائی تھی کہ جورو مرگئی اور آٹھ برس کا لڑکا چھوڑ گئی اگر دو فٹ دیوار اور اونچی ہو جاتی تو میں چھپر ڈال لیتا لیکن یہاں یہ حالت افلاس ہے اور وہاں چار دیواری کا محصول ڈیڑھ روپیہ مانگا جاتا ہے۔ ہم نے اُسے دو روپیہ دے دئے تو وہ بڑا ہی خوش ہوگیا ٭

یہ خطہ بہت خوشنما ہے۔ اراضی زرخیز۔ کنوئیں ۲۵ فٹ گہرے۔ ساوڑی کلاں کے ملحقہ پہاڑ پر تاب گڑھ سے بارہ میل کی دوری پر جنوب کی طرف چلے گئے ہیں اور سلومر وادے پور سے گزرتے ہوئے کوہ اربلی سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وصل ہو گئے ہیں ✤

منڈلان - ۸ - فروری - ۷ میل پر بھدیسر کے شمال تک دو پہاڑیاں طے کیں - گھاٹیاں زرخیز - دیہات بکثرت - جن پر دکھنی مرہٹوں اور پٹھانوں کا قبضہ - باڑی - بنوتہ - بموری وغیرہ میواڑ کے قدیم علاقجات خالصہ کی بھی سیر کی یہیں سے چتور کا مشہور مقام دکھائی دینے لگا - منڈلا عمدہ مقام ہے - قوم چکولیا کے چارن یعنی بھاٹ زیادہ آباد ہیں جو بنجارے کا پیشہ کرتے ہیں - کہاں بھاٹ کی عظمت کہاں بنجارے کا پیشہ - لیکن چارن لوگوں کی وہ عزت ہے کہ نہ اُن پر تشدد کیا جا سکتا ہے نہ اُن کی جائداد پر دست اندازی اس لئے ان کے مال پر ہر ایک محصول معاف ہے یہی وجہ تھی جس کی وجہ سے کہ اُنہوں نے پیشہ تجارت اختیار کر لیا اور وہ راجپوتانہ کے بنجارے بن بیٹھے ✤

ان لوگوں نے ہمارا بڑی دھوم دھام سے شہر کے باہر ہی استقبال کیا - گوّے ساتھ - عورتیں ہمراہ اُنہوں نے ہم پر اپنے آنچل جھلے اور مارلا کے راگ گائے - چارن مردوں کا لباس بہت اچھا معلوم ہوتا تھا - کپڑے بالکل سفید - پگڑیاں بڑی اور ٹیڑھی جن میں ایک مالا گُہر سا ہُوا - سرگردہ سونے کا کنٹھ زیب گلو کئے تھا - جس میں تپریسر کی مورت لٹکتی تھی - ان کے بشرے سے ظاہر تھا کہ دولتمند اور معزّز آدمی ہیں - عورتوں کی وضع بھی عمدہ تھی گرے کمر کٹی رنگ کی انگیا سر پر جڑاؤ - سونے کے زیور - کلائی سے کہنی تک ہاتھی دانت کی چوڑیاں - مردوں کی سفید اور عورتوں کی بھُوری پوشاک بہت کچھ زیب دیتی تھی اور ان کی روش سے ظاہر ہوتا تھا کہ عزت کے خواہاں ہیں - چنانچہ جانبین سے تعظیم و تکریم کا پورا برتاؤ کیا گیا - اور واضح ہُوا کہ منڈلا کے چارن مردوں اور عورتوں سے زیادہ کسی کو تعظیم کی خواہش نہیں ✤

تیسرے پہر کو نایک نے پھر ہم سے ملاقات کی اُس کو حیرت تھی کہ ہم چارن عورتوں کے ریشمی جال میں کیوں گرفتار نہ ہوئے - پانچ سو برس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے یہاں کا رواج یہ ہے کہ جو رانا منڈلاں سے گزرا اُسے بغیر گوٹ یعنے دعوت لئے جانے نہ دیتے تھے۔ نایک نے کہا کہ آپ رانا کے نائب ہیں ہم آپ کو بھی کبھی یہاں سے نہ جانے دینگے مگر بات یہ ہے کہ آپ کو یہاں کے رواج سے واقفیت نہیں۔ ہم نے اُسی وقت اس رسم کا برتاؤ کیا۔ یعنی عورتوں کے پاس روپیہ بھیج دیا کہ دعوت کھائیں۔ نایک اور اُس کے بھائی بیٹے کچھ عرصے تک ہم سے بات چیت کرتے رہے۔ جن میں زیادہ تر اگلے زمانے کی سرگذشت تھی۔ چارن فرقہ کا مورث اعلےٰ "مانی" ابتدائی حکومت رانا ہمیر میں گجرات سے اُس کے ہمراہ آیا تھا گو پانچ سو برس کا زمانہ ہُوا لیکن ان کے رسم و رواج وہی ہیں جو پہلے تھے پوشاک و لباس وضع و قطع باشندگان ہند سے بالکل مختلف ہے۔ ان کی بود و باش ہندوستان کے بلند ترین مقام پر ہے لیکن ان کی وضع قدیم ایرانیوں سے ملتی ہے۔ ڈھیلے کرتے۔ بڑے عمامے۔ لمبی ڈاڑھیاں۔ ہندوؤں کے چار برنوں سے بالکل خلاف لیکن گبر کے عباد تخانوں کی تصویروں سے مشابہ ہیں +

رانا ہمیر سنگھ کی میواڑ میں بڑی شہرت ہے اس کے ہاتھ میں ایک سفید داغ تھا جس کے علاج کی غرض سے اُس نے ہنگلاج کی جاترا گوارا کی۔ کچھ بھوج کی سرحد پر اُسے ایک ٹانڈا یعنی قافلہ نظر آیا۔ یہ ٹانڈا چارن قوم کا تھا جس وقت اُس نے وہاں گھوڑا روکا ایک عورت کھانا پکا رہی تھی عورت فوراً چوکے سے نکل آئی اور گھوڑے کی باگ تھام لی۔ ہمیر نے شکریہ ادا کیا اور مذاق سے بولا کہ اگر ایسا کھانا ہمارے ہمراہی بھی پکاتے تو لطف آتا۔ عورت نے اُسی وقت کھانا سامنے رکھ دیا اور کہا شوق سے تناول فرمائیے۔ ہمیر نے کہا سب بھوکے ہیں اتنے میں اُن کا کیا پیٹ بھریگا عورت بولی کہ آپ فکر نہ کریں سری ہنگلاج کی کرپا ہوگی۔ تو سب سیر ہو جائینگے کھانا کم نہ پڑیگا۔ کھانا پر سا گیا۔ رانا اور اُس کے ہمراہی سب کھانے لگے۔ کوئی بھوکا نہ رہا۔ سب کا پیٹ بھر گیا پانی کی حاجت ہوئی تو عورت نے ایک گڑھا کھودا جو لبالب ہو گیا اور سب لوگوں کی پیاس بجھ گئی۔ اب تو اعتقاد ہُوا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ رانا پر ہنگلاج جی کی کرپا ہے۔ چنانچہ اس کا سفید داغ بھی دور ہو گیا۔ واپسی کے وقت اُس نے چارن عورت کے ہمراہی مردوں سے کہا کہ میواڑ چلیں وہ سب ساتھ ہو لئے۔ ریاست میں آنے پر رانا ہمیر نے منڈلاں کی جاگیر دے کر اُن کے اسباب تجارت کو محاصل سے مستثنےٰ کر دیا اور عورت کی دعوت کے معاوضہ میں والیان ملک پر چارن عورتوں کی دعوت فرض قرار دی +

یہ عورتوں مردوں کی کئی ہزار کی آبادی دیکھ کر نوجوان انگریز حیران ہوتے ہیں جن میں خیال ہے کہ کالے آدمی سب ایک ہی ٹھیکرے کے بنے ہیں۔ ان کا لحاظ و پاس ہی کیا۔ واہ کیسی خوش نصیبی کی بات ہے کہ جس آبادی کے ارد گرد کہیں کھیتی باری نہیں ہوتی اُس کے افراد شاد و خرم نظر آرہے ہیں۔ ہنگامۂ آشوب۔ قوانین اراضی ملک میواڑ کی بدعنوانی منڈلاں کے منذر سے ظاہر ہے۔ اس جماعت کی ترقی کے زمانے میں تقسیم اراضی ملک کچھ کے اصول پر ہوتی رہی۔ جب تقسیم حدود کے لئے خونخوار لڑائی ہوئی تو مقتولین کے ساتھ اُن کی عورتیں ستی ہوئیں اور چتے پر اُنہوں نے سراپ دیا کہ جو یہاں کاشتکاری کریگا وہ برباد ہو گا۔ ستی کا بچن ہندو بہت مانتے ہیں۔ پھر کسی کی مجال نہ ہوئی کہ کاشتکاری کرے میواڑ میں ستی کی اس قدر عزت ہے کہ رانا اپنے فرمانوں میں "مہاستیوں کی آن" لکھا کرتا ہے۔

اس ٹانڈے یعنی قافلے میں چار ہزار بیل تھے مغلوں اور مرہٹوں کی یورشوں میں ان سے رسد رسانی کا بہت فائدہ ہوا۔ یہی نہیں بلکہ چارن لوگ روپیہ بھی دیتے رہے جس سے بہت کچھ مدد ملی۔ اس گروہ کی قوت بھی ایسی نہ تھی جس پر غارتگروں کے چھوٹے چھوٹے گروہ غالب آسکتے جس نے اس کارروان کو دیکھا ہے وہی اس کی حقیقت جان سکتا ہے۔ یہ قافلہ مع طور پر جاے سکونت بناتا ہے چاروں طرف غلہ کے بورے انسان کے سینے کی اُنچائی تک چُن دیئے جاتے ہیں۔ صرف اتنی سندھ چھوڑ دی جاتی ہے کہ بندوق کی نال جاسکے۔ اس مورچال کے اندر وہ قیام کرتے ہیں اور غلہ کی بوریاں گویا اُن کے لئے چار دیواری کا کام دیتی ہیں۔ جمشید خاں حالانکہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ظالم تھا مگر اس نے بھی اس مضمون کا ایک کتبہ تحریر کر دیا تھا کہ منڈلاں کے باشندے ڈنڈ سے مستثنےٰ ہیں۔ ان پر کوئی محصول قائم نہ کیا جائے۔ جو اس حکم کی خلاف ورزی کریگا یا چارن لوگوں کی ایذا رسانی کے درپے ہوگا اُس کو سزا دی جائیگی۔ اس کتبے میں بھی چاند سورج کے چہرے بنے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں۔ کہ کتبے کا مضمون بالکل صحیح ہے۔ کسی میں گائے اور بچھڑے کی تصویر سے یہ مراد رکھی گئی ہے کہ یہ لوگ سزا قتل سے بھی مستثنےٰ ہیں۔ چنانچہ جنگلی بھیل اور پہاڑی میر بھی ان پر دست بدعت دراز نہیں کرتے اور حدود منڈلاں میں مجال کیا جو کوئی ان کا مال و اسباب چُرا سکے +

نیما ہیڑا۔ ۷ میل۔ زمین اچھی ہے لیکن رانی کھیڑا سے نیما ہیڑا تک ایک نیلگوں چٹان چلی گئی ہے دریائی تہ کے متصل زمین پتھریلی ہے۔ جس کے صاف و شفاف پانی میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں بکثرت موجود ہیں ایک خاص قسم کی مچھلی بھی اس میں دستیاب ہوتی ہے۔ نیما ہیڑا بہت وسیع شہر ہے۔ میواڑ کے رانا سے ساں کی والدہ نے اس شہر کو تعمیر کر کے مندر باولی اور فرش سے آراستہ کیا تھا یہاں آبادی رونق پر نہیں تاہم وہاں کے بڑے بڑے عمائد ہم سے اس بات کے فریادی ہوئے کہ بسراؤں کے بھنگی نے سور مار کر باولی میں ڈال دیا۔ پانی اس قابل نہیں کہ کوئی پیئے۔ پانی کی سخت تکلیف ہے آدھ کوس جائیں تو پانی نصیب ہو۔ رئیس نیما ہیڑا ہمارے استقبال کو آرہا تھا مگر ہم نے مناسب سمجھا کہ مستغیثوں کی پہلے فریاد سُن لیں +

رانی کھیڑا کے بھنگیوں نے مردہ جانوروں کے حقوق بسراؤں کے بھنگیوں کے پاس رہن کر دئے تھے۔ جب زمانہ تسلط آیا تو بسراؤں کے بھنگی بے ایمانی پر آمادہ ہو گئے اور وہاں کا رئیس بھی اُن کا طرفدار ہو گیا جمشید نیما ہیڑا پر قابض تھا۔ بھنگیوں نے اس کا بھی خوف نہ کیا اور ایک سور بائی جی راج کی باولی میں ڈال کر رئیس بھینڈر کی پناہ میں بھاگ گئے۔ اس کے ناک۔ ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور کالا منہ کر کے گلے میں جوتیوں کا ہار ڈال کے اور گدھے پر سوار کر کے رانی کھیڑا سے اخراج کی سزا دی گئی۔ یہ باولی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اب پاک کی جا رہی ہے اس میں گنگا جل ڈالا جائیگا اور برہمن کھلائے جائینگے
رانی کھیڑا کے مندر نئی وضع کے ہیں یہاں ایک کتبہ عمارت شہر کی طرف سے
کندہ کرایا گیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ کشنا سنگتراش نے اپنے روپیہ
اور اپنی محنت سے تمام خستہ و خراب مندروں کی مرمت کی تھی۔ چنانچہ
اُس کے اس کار خیر کے صلہ میں ہر موقع سے تیوہاں کے دن زعفران۔
تیل گھی اور اشیائے مختلف کے تھال معہ زر نقد دئے جایا کریں ✦

رانی ہی نے ہماری دعوت نہ کی بلکہ اکابر شہر کی طرف سے بھی الفاظ
دعائیہ کے ساتھ دہی کی ڈھیڑی ہمارے پاس آئی جسے ہم نے قبول کر کے
وہاں سے قدم بڑھایا دیکھا تو ہماری دیر رسی کی وجہ سے ہمارا منتظر میں
نیما ہیڑا مع رفقا گھوڑوں کو کاوے دے دیکر بندوق اور بھالے کی ورزش
میں مشغول ہے ہم نے پہنچتے ہی سواری پر مصالحہ کیا اس پٹھان کے چہرے
سے ریاضت برستی تھی۔ عمر ادھیڑ۔ بر ناؤ بہت شریفانہ تھا۔ اس کا مزاج
جمشید سے بالکل مختلف تھا۔ جس نے تھوڑا عرصہ ہوا مرض سرطان سے
انتقال کیا تھا ✦

اگر اہل میواڑ کا بیان غلط نہیں تو جمشید کے مظالم اس ملک کے لئے
امیر خاں کی نیابت کے زمانے میں ایک قہر آسمانی تھے۔ خاں نیما ہیڑا ہم کو
اپنے مکان پر لے گیا۔ اور بڑے تپاک سے کہا کہ یہ خانہ بے تکلف آپ ہی
کا ہے اور میں جس طرح اپنے آقا اور خسر یعنی نواب امیر خاں کو سمجھتا ہوں۔
ویسا ہی آپ کو۔ ہم نے بھی اس کا اُسی خلق کے ساتھ جواب دیا اور کہا کہ
انشاء اللہ حسب موقع نیما ہیڑا کو ہم اپنا ہی سمجھتے رہینگے۔ چنانچہ جب
وقت آیا تو ہم نے اُن جاگیرداروں کے حقوق کا بھی لحاظ رکھا جو رانا
کی ماتحتی سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ خان مذکور ہم کو خیمے تک پہنچا گیا۔ شام
کو پھر ملاقات کی اور دیر تک فوائد علاقہ اور حفاظت سرحدی کے متعلق بات چیت ہوتی رہی

ہم جب میواڑ کے ایسے زرخیز علاقے کو امیر خاں ایسے ظالم کے قبضہ میں دیکھتے
ہیں تو دل کو صدمہ ہوتا ہے یہ شخص وہ ہے جس نے میواڑ اور امیر کے زرخیز علاقے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دغا سے چھین لئے اور پھر لطف یہ کہ نہ اطاعت نہ خیال خدمت۔ اگر کبھی معاملہ پیش ہو تو ان باتوں کا لحاظ ضرور مدنظر رہنا چاہیئے

نیما میڑا بڑا بھاری شہر ہے اس کے ارد گرد پتھر کی دیواریں ہیں مالوہ اور ہندوستان کی گزرگاہ ہونے کی وجہ سے یہاں تجارت کو بھی فروغ ہے۔ اس میں سو موضع ہے جن کی سالانہ آمدنی تین لاکھ روپیہ یا کچھ کم و بیش ہے ٭

باب ۴

پتہار۔ بلندی پتہار سے نظارہ۔ نہر ملک میواڑ کے لئے نہر کے فوائد۔ باشندوں کو عمارتوں کے فائدے۔ پتہار کی مذہبی حالت سُکھ دیو جی کا مندر۔ دیت کا ہاڑ۔ بیر جھامپ۔ پیداوار زراعت۔ کاشت افیون۔ پوست کی ترقی زراعت سے نقصانات کی تشریح۔ کاشتکاری افیون کے رواج کی کیفیت۔ تباہی میواڑ کے ضرر رساں اسباب سے نقصانات افیون کا مقابلہ۔ کاشتکاری افیون کے حالات نرخ افیون۔ کہانتل کی آمیزش کردہ افیون۔ افیون نوشی کے نقصانات۔ سرکار انگریزی سے انسداد افیون کی تحریک۔ مشورہ عملدرآمد تدابیر فصلوں کی کی تقسیم۔ افیون کی ٹھیکہ داری سے سرکار کی مُدبری پر حرف گیری

مقام کنیرو۔ ۱۳۔ فروری۔ ۹ میل اس منزل کے خاتمے پر ہمیں میواڑ کی ہئیت اراضی میں ایک خاص تبدیلی نظر آئی۔ ہم کو پتہار پر چڑھنا پڑا جو ملک میواڑ کی حد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شرقی کی قدرتی شہر پناہ ہے۔ پتھار کے نزدیک گو سطح مسطح مغربی سطح زمین سے چار سو فیٹ بلند ہے اور کوہ اربلی کی ہیئت سے جُدا تاہم ہمیں مسطح زمین پر گزرنا پڑا ہم کو کبھی ایسی مختلف رنگ کی زمین پر گزرنے کا اتفاق نہ ہُوا تھا۔ یہاں سے میواڑ کے تمام بڑے بڑے تاریخی مقامات کا نظارہ پیش نظر ہوتا ہے۔ دائیں طرف چتور ہے جس نے ہندو مذہب کی حمایت سے خاص شہرت حاصل کی۔ مغرب کی طرف اربلی پہاڑ ہے جو جدید دار الریاست کے لئے قدرتی چار دیواری کا کام دیتا ہے اور جو ہمیشہ بہادران راجپوتیہ کا جائے پناہ رہا نشیب میں علاقجات جادو۔ جیرن۔ نیمج۔ نیمہارا۔ کمیری اور رتن گڈھ وغیرہ نظر آتے ہیں۔ جس پر وحشی ترکوں اور مرہٹوں کا قبضہ ہے ہم جس زرخیز مسطح سے گزر رہے ہیں۔ وہ پہاڑ ایک دوسرے سرے تک ۷۰ میل وسیع ہے اور اس علاقہ زرخیز کو جو شخص اُن راجپوتوں کی نظر سے دیکھے جنہوں نے یہاں جان لڑائی ہے تو اُس کے دل میں ضرور ایک قسم کا جوش پیدا ہوتا ہے نشیب میں آبشاروں اور چشموں کا پانی رواں ہے۔ گو اب اگلی سی رونق اور آبادی نہیں تاہم اچھے اچھے شہر نظر آتے ہیں۔ اس بلندی پر ہمارے خیال میں آیا کہ ایک نہر قدیم و جدید دار الریاست بنے تو دس گونہ زیادہ پیداوار ہو اور قحط کبھی اس طرف رُخ بھی نہ کر سکے۔ یہاں سے ہم نے ایک میل تک دریائے پرچ کا حال دیکھا جس کا مخرج اودے ساگر ہے۔ راجپوت خوش ہوں۔ جب اُنہیں باربرداری کے سست رو بیلوں کے عوض نہر میں کشتیاں چلتی نظر آئیں۔ نہر کے دونو طرف میلوں تک برہ پانی سے بھرے ملتے اور ان کو رہٹ چلانے کی تکلیف نہ ہوتی۔

یہاں دو بڑے بڑے چشمے واقع ہیں جن میں چھ میل کا فاصلہ ہے ایک پشیولا اسی فٹ بلند دوسرا اودے ساگر مخرج دریائے پرچ۔ اگر یہ فاصلہ نہ ہوتا تو اودے پور میں پانی ہی پانی ہوتا چنانچہ ایک مرتبہ کسی بداحتیاطی سے نہائی حصہ پانی میں ڈوب بھی گیا تھا۔ پشیولا اودے ساگر کا معاون سمجھا جاتا ہے۔ اور سہیلیان کی باڑی کے مقام پر کئی اور چشمے اُس کے معاون بنتے ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دونو پشموں کا دور بارہ میل ہے چودہ میل تک ہے گہرائی ۳۵ فٹ تک اور کوہ ارلی کے آبشاروں سے بھی اس میں پانی آتا ہے اودے ساگر سے چندر تک اُتار ہے اس میں کئی بند باندھنے کی ضرورت ہوگی مگر نرم مٹی کی وجہ سے نہر بنانے میں زیادہ صرف نہ ہوگا۔ اس کے لئے پہاڑ اور جنگل بھی کافی موجود ہے۔ مزدوروں کے لئے بھی ایک رزق کا دروازہ کھل جائیگا۔ اب رہی روپیہ کی سبیل۔ وہ مشکل ہے کیونکہ کُہرے سے فصل ماری گئی ہے۔ اگر یہ کام چھیڑ دیا جائے تو رانا کو مالگذاری دینا مشکل ہو جائیگی اور جس رعایا کے فائدے کی غرض سے ہم یہ بار محنت اپنے سر پر لینا گوارا کرینگے اُسے رانا کو اپنے رحم پر چھوڑنا ہوگا +

پتھار کی زمین زرخیز و شاداب ہے پانی کی کمی نہیں۔ جنگل بکثرت آم میوہ اور نیم کے درخت بہت۔ پیداوار میواڑ کی عمدہ اراضی سے زیادہ +

اس سطح بلند پر بہت سے مقامات اپنی قدرتی خوشنمائی کے لئے مشہور ہیں اور کوئی غار یا چشمہ یا آبشار ایسا نہیں جہاں مہادیو جی کی مورتی مذہبی جلال نہ دکھاتی ہو +

نہ ہمارے ساتھ بال گوبند برہمن ہمارا رہتا ہے۔ نہ ہماری رہبروں نے افیون کی پینک میں ہمیں اطلاع دی کہ سکھ دیو جی کا مندر دو میل کے فاصلے پر ہے ایک گہری گپھا میں تپسویوں کی بود و باش ہے اس مقام پر ایک آگے کی طرف نکلا ہوا کنارہ دیت کا ہاڑ کہلاتا ہے یہاں دیر جھانب کا نظارہ قابل دید ہے جو لوگ کوئی منت مانتے ہیں وہ کامیابی پر یہاں سے نیچے کودتے ہیں۔ اکثر کودنے والوں کی جان بھی جاتی ہے لیکن مرتے کم ہیں ایک عورت نے منت مانی تھی کہ اولاد ہوگی تو اُسے گود میں لے کر کودیگی چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور دونو ماں بیٹے سلامت رہے۔ حال میں ایک تیلی کے لئے دیت کا ہار گلاب کا فرش بن گیا تھا۔ یہاں بہت سے مقدس مندر ہیں جن میں سے نربدا اور گرنار کے اونکار ناتھ جی کے مندروں کو خصوصیت ہے +

ساٹھ سال قبل چمبل تک کے تمام علاقے میواڑ کے دائرہ حکومت میں تھے۔ اب اُن پر سیندھیا قابض ہے صرف کنیرہ میواڑ کے ماتحت رہ گیا۔ کنیرہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بائیس ضلعوں کا صدر مقام ہے کچھ ایسی تبدیلیاں واقع ہوئیں کہ یہ علاقہ مرہٹوں کے قبضے سے نکل کر رانا کے ہاتھ آگیا۔ ہماری خواہش ہے کہ جن تدابیر سے یہ علاقہ رانا کو واپس ملا اُسی طرح اور علاقوں کے لئے بھی کارروائی ہو لیکن پیچ یہ آپڑا ہے کہ ان علاقوں کو لالہ جی بلال نے لے رکھا ہے جو جہاندیدہ ظالم سنگھ کا رفیق ہی نہیں بلکہ بڑا منتظم بھی ہے۔ غالباً یہ علاقے تاوان جنگ کے معاوضے میں سیندھیا کے پاس گرو رکھے گئے تھے اور جہاں تک ہمارا خیال ہے کئی بار تاوان جنگ دیا بھی گیا اس لئے جب کبھی موقع ملے دریائے چمبل کے مغربی پتھار اپر میواڑ کا حق تسلیم کیا جائے +

ملک مالوہ کی کل زراعت کپڑے سے برباد ہوگئی تھی مگر شکر ہے کہ کنیرو میں صرف چنے کی فصل کو ضرر پہنچا تھا۔ گیہوں۔ جَو۔ گنا۔ پوست کی پیداوار عمدہ تھی۔ ہم سے پوچھئے تو ہماری بھی خواہش تھی کہ چنوں کا نقصان نہ ہوتا بلکہ کمبخت افیون کی زراعت کو نقصان پہنچتا جس کی کاشت ہر سال بڑھتی جاتی ہے +

پوست کی زراعت نے اور عمدہ چیزوں کی کاشت کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اس کی ترقی دیکھ کر تعجب ہوتا ہے اور اس کی بندش کے لئے خاص امتناعی قوانین کی ضرورت ہے۔ جب یہاں کے قوانین میں ٹھیکہ محدود تھا۔ راجہ کو صرف اراضی کاشت ہی کا محصول ملتا تھا اور کچھ نہیں۔ میواڑ میں فی چرسہ ایک بیگھہ پوست کی کاشت کرنے کا قاعدہ مروج تھا۔ اُسی قدر زمین گنے کی زراعت کی اجازت تھی باقی اراضی میں غلہ بویا جاتا تھا لیکن جب سے انگریزی گورنمنٹ نے افیون کا ٹھیکہ لیا ایک وبا سی پھیل گئی۔ یہاں تک کہ جس زمین میں کبھی پوست کی کاشتکاری نہ ہوئی تھی اُس پر بھی پوست ہی بوئی جانے لگی ہم نے خواہ کیسی ہی حکمت عملی سے یہ مستاجری کا ڈھنگ ڈالا لیکن اب کاشتکار بھی تہ کو پہنچ گئے ہیں اور اُنھوں نے بھی اپنی نیت بدل دی +

اس موقع پر یہ بیان کر دینا مناسب اور لطف سے خالی معلوم نہیں ہوتا کہ افیون کا رواج ہندوستان میں کب سے ہوا اور اس کی زراعت نے کس طرح

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اہل ہند کی شکل و شمائل اور اوصاف و خصائل میں خرابی پیدا کی ✣

ہم بابر اکبر اور جہانگیر شاہنشاہ ہند کی تحریری یادداشتوں کو نہایت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جن میں ملک غیر کے درختوں کی ہندوستان میں آمد کے صحیح صحیح حالات قلمبند ملتے ہیں۔ آفرین ہے خاندان تیموریہ کے بادشاہوں کو جو اپنے خلقی تعصب اور خودسری کی تعلیم سے راجپوتانہ کے تو جانی دشمن تھے لیکن اُن کی طبیعت اور شاہی خاندانوں کے مقابلے میں نیک واقع ہوئی تھی یہ جہاں مدبر اور ماہر فنون جنگ تھے وہاں تاریخدان بھی تھے ✣

اکبر نے بھی بابر کی طرح ایران و تاتار سے باغبان بُلا کر ہندوستان میں شفتالو بادام اور پشتہ وغیرہ مختلف میووں کے درختوں سے باغوں کو آراستہ کیا۔ جہانگیر اپنی یادداشت میں لکھتا ہے کہ تمباکو کا اُس کے عہد میں رواج ہوا لیکن زراعت پوست کا زمانہ کسی تاریخ سے معلوم نہیں ہوتا۔ اگر دوا کی ضرورت سے اس کی تھوڑی بہت کاشت ہوتی ہو تو اور بات ہے۔ مگر ہمارے خیال میں اس کی سیر خوری کا مرض مہلک تھوڑے ہی زمانے سے پھیلا ہے کسی قدیم نظم میں کہیں پتہ نہیں لگتا کہ اس کا رواج زمانہ دراز سے ہے۔ میواڑ کی تاریخ میں خاطر و مدارت کے موقع پر پیالہ کا ضرور ذکر ہے لیکن عمل پانی کا نہیں جس نے کیوڑے گلاب کا رواج اٹھا دیا۔ قبل میں افیون بڑی بری طرح استعمال کی جاتی تھی لوگ پوست کوٹ کر پانی میں بھگو دیتے تھے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد پی لیتے تھے اس کا نام تجاور تھا یا پوست۔ جو مکانات راجپوتانہ سے فاصلے پر ہیں وہاں اب بھی جاہل یا کاہل افیون نوش اسی طرح تجاور استعمال کرتے ہیں۔ مگر ان اطراف میں اب ترکیب کو دخل دیا گیا ہے ✣

پہلے افیون دوآبہ یعنی آغاز چمبل سے سیپری کی آخری حد تک بوئی جاتی تھی۔ چنانچہ اوائل میں دوآبۂ وسط ہند ہی اس کاشت کا خاص مقام سمجھا جاتا تھا لیکن ایک عرصے سے ملک مالوہ ہی میں نہیں بلکہ راجپوتانہ کے بہت سے مقامات میں افیون پیدا ہونے لگی اور میواڑ دھاڑوتی نے بھی اس زراعت کے لئے شہرت پائی۔ پہاڑی۔ جاٹ بنئے اور برہمن سب اس کی زراعت کرتے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوتی ہیں۔ مگر پہاڑی قوم کو سب پر سبقت حاصل ہے یہ لوگ زمانہ قدیم سے افیون کی کاشت کرتے ہیں اور اور اقوام کے مقابلے میں پوست سے ۱/۵ حصہ زیادہ افیون پیدا کر لینے میں خاص مہارت رکھتے ہیں ✦

پوست ایسی تباہ کن چیز ہے مگر حیرت یہ ہے کہ اس کی کاشت بڑھتی ہی جاتی ہے راجپوتانہ کو جتنا لڑائی۔ وبا اور قحط نے غارت نہیں کیا اُس سے کہیں زیادہ اس کمبخت افیون کی زراعت نے تباہی برپا کی۔ سلطنت مغلیہ کے بعد لٹیروں نے راجپوتانہ ایسے عمدہ ملک پر بربادی نازل کی۔ گیہوں جو اور چنے کی کاشت صرف کاشتکاروں کی بسر اوقات پر محدود ہو گئی اور افیون کی زراعت نے حیرت انگیز ترقی کی پوست کی ترقی زراعت کا ایک سبب یہ تھا کہ تھوڑی کھیتی باڑی کی تو وہ خود نگراں رہ سکتے تھے یا لوٹ مار کی آمدنی سے دوسرا انتظام حفاظت کر سکتے تھے مگر غلہ کی زراعت کے لئے وسیع اراضی کی حفاظت درکار ہوتی تھی۔ وہ فصل کاٹ بھی نہ پاتے تھے کہ سواروں کی فوج زراعت کو تباہ کر ڈالتی تھی۔ اگر غور کیا جائے تو یہی نتیجہ نکلیگا کہ میواڑ کی تباہی کا باعث زیادہ تر افیون کی زراعت ہی ہوئی۔ سمت ۱۸۴۰ مطابق ۱۷۸۴ء میں رعایا ملک چھوڑنے لگی سمت ۱۸۵۶ مطابق ۱۸۰۰ء تک جلاوطنی کا سلسلہ جاری رہتے رہتے آخر یہ نوبت ہوئی کہ سمت ۱۸۷۴ یعنی ۱۸۱۸ء تک ملک میں سناٹا ہو گیا لیکن افیون کی پیداوار فوج کو کفائت کرتی رہی اور دوسرے ملکوں میں پوست کی منڈیاں کھل گئیں ✦

مندسور کھارچرودا اور نیل وغیرہ اضلاع واقع نالہائے چمبل کے لوگ وطن چھوڑ کر ملک مالوہ میں چلے گئے آپا صاحب اور اُس کے والد نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا کیونکہ یہ دونو اس زرخیز ملک کے بڑے بڑے ٹھیکہ دار افیون تھے۔ یہ تو امید نہیں کہ ان جلاوطن کاشتکاروں کو نئی اراضی میں کاشت افیون سے وہ فائدہ حاصل ہوا ہو جو کنوئیں کی سینچائی سے اُن کو ہاتھ آیا تھا لیکن آپا صاحب نے اُن کو روپیہ کی مدد دی اور بے تردد مگر زرخیز اراضیاں عنایت کیں جہاں انہوں نے کنوئیں کھدوائے اور گیہوں جو کی زراعت کے عوض فقط اپنی خاک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی مکئی بونا اختیار کی کیونکہ اس کی کاشت میں سینچائی کی ضرورت کم ہے علاوہ بریں جب یہ غلہ کٹ جاتا ہے تو کھیت پوست کی کاشت کے قابل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اُن کی زراعت کا دارومدار فقط پوست پر تھا یا گنے پر +

پوست کی کاشت کا طریقہ یہ ہے کہ غلہ مکئی اور سن جب ذخیرہ کر لیا جاتا ہے تو اُن کے درختوں کی جڑیں اکھاڑ کر جلا دی جاتی ہیں پھر کھیت پانی سے بھر دیتے ہیں اور جب مٹی خوب بھیگ جاتی ہے تو ہل چلا کر گوبر کی پانس ڈالتے ہیں پہلے گوبر ایک گڑھے میں جمع کر دیا جاتا ہے۔ برسات میں گرمی دور کرنے کو کبھی کبھی اُس کو لکڑی سے الٹ پلٹ کر دیتے ہیں بعدہ اُس کی پانس ڈال کر ہل چلاتے ہیں۔ جس کو نہ پانس لینے کی مقدرت ہے نہ جن کے پاس گائے بیل ہیں وہ اوروں کی بکریوں اور بھیڑوں کو وہاں رکھتے ہیں اور اس طرح پانس کا انتظام کر لیتے ہیں چھ سات مرتبہ کی قلبہ رانی سے مٹی سرمہ ہو جاتی ہے تو کیاریاں اور پانی کے لئے نالیاں بناتے ہیں۔ اس کے بعد بیج بویا جاتا ہے اور پھر کھیت پانی سے بھر دئے جاتے ہیں ساتویں روز پھر سینچائی ہوتی ہے نویں یا گیارھویں دن پودا نکلتا ہے پچیسویں دن کونپلیں پھوٹتی ہیں جب وہ کمہلانے لگتی ہیں تو پھر کھیت سینچا جاتا ہے۔ مٹی سوکھنے پر عورتیں اور لڑکے آٹھ آٹھ انچ کی دوری پر تین تین انچ پودے نصب کرتے ہیں اور کھرپی سے کھیت نرا دیا جاتا ہے ایک مہینے کے بعد پھر کھیت میں پانی دیا جاتا ہے جس کے دو روز کے بعد پھول پیدا ہو جاتا ہے اس وقت پھول پر پانی کی سینچائی کی جاتی ہے تو چوبیس سے چھ گھنٹے کے اندر سب پھول شگفتہ ہو جاتے ہیں آدھے پھول جھڑ جانے پر پھر آبپاشی کی جاتی ہے جس سے کل پھول کی پتیاں زمین پر گر پڑتی ہیں اور پوست کی بنڈی رہ جاتی ہے اور تھوڑے دنوں کے بعد اس پر کچھ سفید سا دودھ نظر آنے لگتا ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ پوست پک گیا اس کے بعد بنڈی کو سوئی سے چھید دیتے ہیں +

بنڈی چھیدنے سے قبل کھیت کے تین حصے کرتے ہیں۔ چھیدنے کے آلہ میں تین چوڑی نوک کی سوئیاں ہوتی ہیں۔ اس پر سوت اس انداز سے لپیٹا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیا جاتا ہے کہ چھید گہرا نہ ہونے پائے۔ اگر سوراخ گہرا ہوا تو عرق پھر بنڈی میں جذب ہو جاتا ہے۔ یہ سوراخ نیچے کی طرف کیا جاتا ہے جس کے راہ سے پوست کا دودھ نکل کر سوراخ کے منہ پر جم جاتا ہے۔ تین روز سوراخ کے نکلنے کے وقت یہ کارروائی کی جاتی ہے جب صبح کی ٹھنڈک سے عرق جم جاتا ہے تو چاقو سے کُرید لیتے ہیں اور چوتھے روز اس لئے پھر سوراخ کرتے ہیں کہ باقیماندہ عرق بھی نچڑ آئے۔ یہ منجمد عرق ایک برتن میں تیل مل کر رکھتے ہیں جس میں سوکھ جائے۔ پوست کی بُنڈیاں اس کے بعد توڑی جاتی ہیں اور زمین پر خشک کی جاتی ہیں۔ ان پر پہلے پانی کا چھینٹا دیا جاتا ہے۔ پھر ایک چادر اُڑہا دی جاتی ہے۔ صبح کو بیل اس کھلیان کو روندتے ہیں جس سے خشخاش الگ ہو جاتی ہے۔ خشخاش کا تیل پیڑا جاتا ہے اور چھلکا اس واسطے جلا دیا جاتا ہے کہ بیل نہ کھالیں۔ اس کے چھلکے میں ہنوز نشہ کا اثر باقی رہتا ہے۔ میواڑ میں پوست کا تیل چراغ میں بھی جلایا جاتا ہے۔ ایک من پوست سے دو سیر تیل نکلتا ہے۔ خشخاش بیس روپیہ فی مانی یا کچے ۱۲۰۰ من کے حساب سے فروخت ہوتی ہے +

مالوہ میں بحساب پیمائش شاہجہانی ایک بیگھہ کی پوست سے پانچ سیر سے پندرہ سیر تک عرق ہوتا ہے۔ کاشتکار اور ٹھیکہ دار آڑھتیوں کے ہاتھ نرخ بازار پر افیون بیچتے ہیں وہ سوت کے تین پرت کے تھیلوں میں اسے بھر لیجاتا ہے اپنے وہاں وہ پوست کی پتیاں تین تین انچ اونچی زمین پر بچھا کر پندرہ پندرہ روپیہ کی وزنی گولیاں پانچ مہینے تک اس طرح سوکھاتا ہے کہ خالص افیون کا آٹھ روپیہ بھر وزن رہ جاتا ہے اور اگر اُس میں تیل کی آمیزش ہے تو صرف سات روپیہ بھر۔ جب اس طرح افیون تیار ہو جاتی ہے تو آڑھتیا یا بیوپاری اسے راجپوتانہ اور اور ملکوں میں بیچ ڈالتا ہے +

ذیل میں مختلف سنین گزشتہ کا نرخ بازار درج ہے

سمت ۱۸۴۰ سے سمت ۱۸۵۷ یعنی ۱۷۸۴ء سے ۱۸۰۱ء تک فی دری یعنے ۵ سیر پختہ۔ [illegible] سے [illegible] سلیم شاہی[1] تک

[1] ایک سیر نوے روپیہ سلیم شاہی کا ہوتا ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سمت ۱۸۵۸ .. .. .. ۵۸

سمت ۱۸۶۰ .. .. .. ۶۰

سمت ۱۸۰۱۵ یعنی سنہ ۱۸۰۹ء ۱۵

سمت ۱۸۷۰ یعنی سنہ ۱۸۱۴ء ۷۰

سمت ۱۸۷۳ .. .. .. ۷۳

سمت ۱۸۷۶ (سنہ ۱۸۲۰ء) ۷۶

سمت ۱۷۸۵ و ۱۷۸۴ میں افیون بے روک ٹوک سندھ اور گجرات کے بندرگاہوں میں جانے لگی تھی۔ جہاں سے چین اور آرچلیپلیگو کو جاتی تھی۔ کاٹھیاوار اور دریائے ماہی کے درمیانی حصوں میں افیون بہت بوئی جاتی ہے مگر وہ بلا آمیزش نہیں ہوتی یہ افیون مالوہ کی پیداوار کے نام سے چین میں بکتی ہے اور اسی سبب سے نرخ بازار ارزاں ہوگیا ہے۔ یہاں کے لوگ گڑ کا شیرہ۔ گوند اور افیون ہموزن ڈال کر پہلے اُبالتے ہیں جب تینوں چیزیں گھل مل کر ہمرنگ ہو جاتی ہیں تو سکھا ڈالتے ہیں۔ سوکھ جانے پر اچھی طرح کوٹتے ہیں۔ جب اس طرح افیون تیار ہو جاتی ہے تو روئی کے تھیلوں میں بھر دیتے ہیں اور سبز چرسوں کا منہ سی کر مکا منڈی میں بھیج دیتے ہیں کہ فروخت ہو۔ اس افیون کا بیوپار عموماً قوم گوشائیں کے ہاتھ میں ہے راجپوتانہ میں مضرت کے خیال سے اس کا استعمال نہیں۔ یہ افیون جزائر اسپاٹس میں فروخت ہوتی ہے۔ جہاں کے کاشتکار اس سے بادام کے درختوں میں پانس کا کام لیتے ہیں۔ ریاستوں میں افیون کا محصول بیلوں کی متقدار برداشت کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے۔ اس لئے خواہ افیون خالص ہو یا ملاوٹ کی دونوں کا محصول یکساں ہی ہے۔ گوشائیں لوگ افیون میں میل ہی نہیں کرتے۔ بلکہ چھپے چوری بغیر محصول دئے بھی افیون یہاں سے وہاں پہنچا دیتے ہیں۔

جہاں تک ہم خیال کرتے ہیں۔ اس مضر چیز کی گرم بازاری چالیس سال سے روبہ ترقی ہے سرکار انگریزی جس قدر کوششیں اس کے ٹھیکہ سے نفع اٹھانے کی کرتی ہے اُسی قدر قوانین کے ذریعے سے اس کے تنسیخ کے لئے بھی کرے۔ خواہ چالیس سال قبل ہی کا انتظام قائم رکھے تو ہم اُس کے رحم و کرم کے نہایت معترف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور ممنون ہوں۔ ہمیں اس کو اپنا فرض ہی نہ سمجھنا چاہئے بلکہ فرض ادا کر کے دکھلا دینا لازم ہے۔ افیون کی پیداوار کی کوشش میں جو عرق ریزی کرنا پڑتی ہے اگر وہ روئی۔ نیل۔ نیشکر اور دوسری مفید عام و بکار آمد اشیا کی ترقی زراعت میں کام دا ہو تو ملک سے افلاس دور ہو جائے لوگ غریب سے امیر ہو جائیں۔ راجپوتانہ میں ہم نے امن قائم کیا لیکن جب ہم راجپوت ایسی لائق و فائق قوم کی حالت دیکھتے ہیں تو افسوس کے ساتھ بیرن صاحب کا یہ قول یاد آتا ہے کہ

یونان ملک ہے۔ مگر اُس میں جان نہیں وجہ یہ کہ

عالم شباب اور ایام جوانی میں دل ضعیف اور جسم لاغر ہو رہا ہے ٭

میں نے اپنی طرف سے انسداد افیون کی کوشش میں کوئی عملی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا رانا سے لے کر ایک ادنے راجپوت تک سے اقرار نامہ لکھوا لیا کہ اولاد کو افیون کے پاس تک نہ پھٹکنے دینگے ٭

میواڑ مالوہ کے فصلوں کی تقسیم کا اب ذکر کیا جاتا ہے۔ یعنی پچیس بیگھہ اراضی یعنے ایک چرس یا چرسہ میں گندم اور جو کی کاشت ہونا چاہئے چنے کے لئے بیس بیگھہ سے پچاس بیگھہ تک مال یا بارانی زمین درکار ہے پچیس بیگھہ چاہی میں سے ایک بیگھہ میں پوست بونا چاہئے اور دس سے پندرہ بسوے تک گنا۔ جب انتظام میں خلل پڑا تو کاشتکار خود مختار ہو گئے انہوں نے دو بیگھوں میں افیون بونا شروع کر دی اور تین بیگھہ اراضی میں گنا۔ جن پچیس بیگھہ کی پیداوار سے کاشتکاروں کے خاندان کی پرورش ہوتی تھی۔ اُس میں زراعت افیون و نیشکر نے اس قدر کمی کی کہ اب خود کاشتکار بازار سے اپنے اور بال بچوں کے واسطے غلہ مول لیتے ہیں اور اپنی اوقات کاشت افیون میں رائگان کر دیتے ہیں اگر غیر ملکوں کے بازار بند ہو جائیں اور دائمی قحط پھر بلا نازل کرے تو پوست پیٹ نہ بھر دیگی۔ ہندوستان کی سرزمین خاص گیہوں کی زراعت کے لئے بنی ہے مگر یہاں گیہوں کے کھیتوں کے عوض پوست کھلا نظر آتا ہے۔ ہاڑوتی میں اس کا انتظام معقول ہے یہاں کے رئیس قدیم نے مرہٹہ سے اضلاع مالوہ میں کاشت افیون کا ٹھیکہ لیا ہے اور خود بھی اس کا بیوپاری ہے مگر ہم اُس کی ذات سے یقین کرتے ہیں کہ یہ کال بلا اُس کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قلمرو میں اپنا عمل نہ کرنے پائیگی۔ ہم کو اس بات سے مسرت ہوتی ہے کہ زمانہ ماضیہ کی قانونی نظم و نسق اور دانش و فراست کی علامتیں مفقود نہیں ہوئیں چنانچہ رئیس جہاندیدہ و تجربہ کار برگزیدہ ظالم سنگھ کی یہی خواہش ہے کہ تمام ریاست میں زراعت ہو۔ کاشتکاری ہو۔ انگریزی سرکار کی ٹھیکہ داری نے بڑی خرابی پھیلائی ہے کمپنی کی دیکھا دیکھی کیا رانا کیا کسان مہتر بھنگی تک افیون کی تجارت میں مصروف ہو گئے۔ مالوہ میں تو گویا طوفان ہی آگیا۔ جو کبھی سیر بھر پاس نہ رکھتے تھے وہ اسی کا بیوپار کرنے لگے اس کی ترقی کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ ٹھیکہ کے پہلے ہی سال دس لاکھ روپیہ سے زیادہ افیون کی بکری ہوئی مگر ہم سے پوچھئے تو ہم یہی کہینگے کہ سرکار نے چار لاکھ کا گھاٹا اٹھایا۔ ہمارا مفہوم ظاہر ہے اس لئے ہم یقین کرتے ہیں اہل ولایت کے واضعان قوانین اس تجارت کو اپنی شان اور عزت اور آدمیت کے خلاف تصور کر کے اس کے انسداد کی طرف توجہ بلیغ مبذول فرماوینگے اور جو گذشتہ تدابیر عمل میں آئی ہیں اُن سے بہتر تدبیریں کامروا ہو سکتی ہیں جن سے خرابیوں کا ازالہ اور صورت بہتر کا ظہور قرین قیاس ہے۔

باب ۵

دھاریشر۔ رتن گڑھ کھیری۔ چارن کی آبادی چھوٹا اتوا۔ تاراگڑھ کا کتبہ۔ ڈونگر سنگھ شیو سنگھ۔ کالا میگھ۔ رئیس امید پورہ۔ سنگولی۔ بھوانی کا مندر۔ رانا موکل کی اراضی۔ قوم ہارا کا تذکرہ زمانہ سلف۔ ہالو ہاڑا بمیا ددا۔ ڈانگر مو۔ مقام پتہار کی ہوا پر آفتاب کا حیرت انگیز اثر

دھاریشر۔ ۱۴ جنوری۔ مسافت ۱۶ میل ۵ بجے صبح آلۂ مقیاس الحرارت ۴۶ درجہ۔ کنیرو سے دھاریشر تک اوتار ہے۔ نصف راہ میں زمین مسطح۔ زرخیز۔ باقی نصف راہ میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں۔ نشیب کے خاتمے پر دھاریشر کا خوبصورت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مندر اور ایک صاف و شفاف آبشار۔ جنوب میں درختوں کے جھنڈ جس کی گری پڑی لکڑیاں کچھواہا قوم کے بھومیا راجپوتوں کا حصہ اور پیداوار میں کنیرو کا حصہ بانٹ۔ چند مواضعات میں نیل گایوں کے جھنڈ کے جھنڈ گھومتے پھرتے ہیں جو ہم کو دیکھ کر بھڑکتی تھیں۔ زمین ایسی پھرتیلی تھی کہ گھوڑا پھیرنا مشکل تھا۔

رتن گڑھ کھیری ۔ ۱۵ جنوری۔ مسافت ۹ میل۔ پہاڑ پر راستہ صاف ہے ایک ندی بھی رواں ہے۔ دھارنیشر سے دو میل پر کنیرو کی سرحد واقع ہے موضع چوراسی سے کھیری تک راستہ ڈھالو ہے اور سطح میواڑ سے تقریباً سو فیٹ بلند۔ یہاں پتھروں پر چلنا پڑتا ہے یا جنگل میں۔ کہیں کہیں سیاہ زمین عمدہ ہے دھارنیشر نالہ کے سفر میں جنگل بہت پڑتا ہے اور ایک جگہ خوشنما آبشار ہے۔ یہاں ایک آبادی چارن قوم کی ملی جس میں منڈلاں کے ملاقاتی بھی بڑے تپاک سے پیش آئے۔ اس جگہ کی عورتیں رنگین مزاج ہیں اس سے کچھ مزہ نہ آیا ہم اُن کے کلس میں پانچ روپیہ ڈال کر وہاں سے چل کھڑے ہوئے کھیری کا کماسدار بھی دو سو سوار اور پیادوں کے ساتھ پہاڑی قلعے سے ہماری پیشوائی اور مشایعت کو آگیا تھا یہ کماسدار لالہ جی بلال کا قرابت دار اور بڑا کارگزار و عقلمند آدمی ہے ہمارے لئے شہر کے قریب خیمہ نصب کئے گئے تھے پنڈت ہمیں وہاں لے گیا۔ لالہ جی بلال اور راجہ سیندھیائی طرف سے ہماری خاطر و مدارت ہوئی۔ اور وقت رخصت قلعے میں ملاقات بازدید کا پیغام دیا گیا۔ چونکہ قلعے میں آثار قدیمہ کا لطف نہ تھا اور یہ بھی خیال تھا کہ شاید راجہ کے ناگوار خاطر نہ ہو اس لئے ہم نے حیلہ حوالہ میں دعوت کی بات ٹال دی ۔

چوراسی رتن گڑھ کھیری کے علاقے سمت ۱۸۲۸ مطابق ۱۷۷۲ء میں تاوان جنگ کے معاوضے میں ماداجی سیندھیا کے پاس مکفول تھے سمت ۱۸۳۲ تک مالگذاری کا حساب کتاب ٹھیک طور پر ہوا بعدہ جب سیندھیا کے داماد برجی پرتاب کا قبضہ ہوا تو یہ علاقے میواڑ کے قبضہ اقتدار سے نکل گئے۔ بیگوں کا ریئس رانا کے سولہ رؤسائے حکومت میں سے تھا۔ اُس کی بدولت یہ گوہر نایاب میواڑ کے ہاتھ سے جاتے رہے۔ اُس نے دغابازی سے چوراسی پر قبضہ کر کے اُس کو اپنے ملحقہ علاقہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

واقع دامن کوہ میں شامل کر دیا تو رانا نے سیندھیا کی اعانت چاہی۔ چوراسی تو چوراسی سیندھانے بیگوں کو بھی چھین لیا۔ اور تاوان قائم کر کے چالیس چیدہ چیدہ موضع رہن نامہ میں مکفول کر لئے۔ یہاں سے دور دور تک کی دلچسپ کیفیت نظر آتی تھی۔ مگر ہمارے ہمراہی پنڈت کو بڑا ہی لطف تھا ہوائی مقام سے کھیری کے نشیب تک اُس کی نظر مزے لوٹتی تھی۔ اور اگر وہ اپنے کو پیش نظر مقامات کا بادشاہ سمجھتا تو حق بجانب تھا۔ ہم بھی اس کی طرح اس بلندی پر چڑھ کر کیفیت دیکھتے مگر کامیابی سے مایوسی تھی ٭

چھوٹا اتوا۔ مسافت ۸ میل۔ بلندی سطح ۱۰۰ فٹ۔ راستہ پیچیدہ۔ نوکیلی چوٹی پر مستحکم قلعہ۔ جا بجا جدید عمارتیں۔ امن عام میں جب سے خلل واقع ہُوا عمارتوں کی ترقی مسدود ہو گئی۔ قلعہ بالکل اصلی حالت پر ہے لیکن اس کے سر کرانے کے لئے دو توپیں کافی ہیں۔ اس پر ایک قریبی بلندی سے اچھی طرح گولوں کی مار ہو سکتی ہے اس کو اصلی حالت پر دیکھ کر ہم نے اپنے رہنما سے پوچھا کہ آج تک کسی حملہ سے اس نے حفاظت بھی کی۔ جواب ملا کہ ہنوز یہ سوارہ ہے مراد یہ کہ اس پر حملہ ہی نہیں ہُوا۔ یہ مقام کنیرو سے زیادہ بلند ہے یہاں کا منظر بھی لطف سے خالی نہ تھا۔ کنیرو کی سرحدی دیوار۔ دھار ریشر کا نالہ۔ کالا پہاڑ۔ ساحل کی تر و تازہ فصل۔ آم اور میوے کے درختوں کی بہار۔ سب چیزیں پیش نظر تھیں۔ بلندی کے مختلف حصوں میں زراعت گندم و جو تیار تھی۔ مسٹر البتہ کم پیدا ہُوا تھا۔ میوے کے درختوں کے نیچے جو زراعت بوئی گئی تھی وہ البتہ ناقص تھی ٭

راستہ دشوار گزار ہے۔ ہمارے ہمراہی پنڈت نے تکلیف کر کے کئی میل تک گنجان جنگل کٹا کر راستہ صاف کیا۔ یہاں شیروں اور نیل گاؤں کی کثرت تھی قلعے کی بلندی سے چار میل طے کرنے پر اودمر میں داخل ہوئے تو معلوم ہُوا کہ تارا گڑھ بائیں ہاتھ کی طرف ہے اور اُس میں کوٹی کتبہ بھی ہے۔ پنڈت اُس کی نقل کے واسطے اُدھر گیا اور ہم ایک میل کا فاصلہ طے کر کے پہاڑ کے آخری سلسلے پر پہنچے امید پورہ بیگون کی ایک ماتحت جاگیر رئیس بیگون کے چچا کے قبضے میں ہے۔ یہاں ٹھاکر نے دو اہل خاندان کے ہمراہ ہم سے ملاقات کی۔ یہ لوگ اول درجے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے شہسوار تھے۔ ہاتھ میں بھالا لئے سوتی کُرتہ اور مرگ چھالے کی مرزئی پہنے آئے رئیس کی طرف سے رسم پیغام وسلام ادا کی اور ہم کو خیمہ تک پہنچا کر واپس گئے +

چھوٹے اتوا کا علاقہ میگھاوت بیگون والا کے ایک جاگیردار مسمے ڈونگر سنگھ کے تحت میں ہے اس وقت وہ ہمارے ہمرکاب ہے ایک وقت یہ بہادر کا رئیس اعظم تھا اور اُس کو موجودہ بدنامیاں کچھ نظر میں نہ آتی تھیں بلکہ وہ اگلے زمانے کی جنگ آوری اور شجاعت ہی کا خواب دیکھا کرتا تھا۔ اُس نے پہاڑی مقامات میں ہر پھر کر اپنی ضروریات کے موافق روپیہ بہم پہنچا لینے کا وطیرہ اختیار کیا ہے پھر بھی مرہٹوں کی مالی امداد کے بغیر اُس کا کام نہیں چلتا اُس کا بزرگ کالا میگھ رئیس بیگون بڑا مشہور تھا اگر اس کو کوئی قوت مدد دے تو ویسی ہی ناموری حاصل کر سکتا ہے اُس کے نام سے اب تک لوگ کانپ اٹھتے ہیں جس جگہ کہہ دیجئے کہ ڈونگر سنگھ آگیا وہاں کیا قرب وجوار کے باشندے بھی مال ومتاع اور اثاث البیت چھوڑ کر بھاگ جائیں اور اُن کو بچاؤ کے لئے ہتھیاروں کی بہرسانی کی ضرورت ہو۔ مرہٹوں کا وہ مخالف تھا۔ وجہ مخالفت یہ تھی کہ ملک نندوائی اور اُس کے چوبیس مواضعات سیندھیا نے اپنے قبضے میں کر لئے تھے اور گو یہاں کا پٹہ ہُلکر کے نام سے لکھ دیا تھا لیکن ڈونگر سنگھ کے بہادر باپ نے اُس کو چین سے سونے نہ دیا بعد میں چار موروثی موضعوں کا ٹھیکہ اس کو حاصل ہُوا جس میں سے دو مواضعات کے پٹہ پر ہلکر کی خاص مہر تھی اور دو کی سند مستاجری پر مالگذاری کی۔ ۲۰ برس ہوئے کہ دو آخر الذکر مواضعات کے لئے ضبطی کی کارروائی عمل میں آئی اس وقت شیو سنگھ پھر رچھالے کر اُٹھ کھڑا ہُوا اور اپنے بیٹے ڈونگر سنگھ کو ہدایت کی کہ بکوشید۔ اگر بدلا نہ لیا تو کام ہی کیا کیا۔ ڈونگر سنگھ نے ڈھال ٹیک دی۔ بال بچے راجہ شاہپور کی ظل حمایت میں بھیج دئے۔ اور عوض لینے پر کمر ہمت چست باندھ لی۔ ان دلاور باپ بیٹوں اور اُن کے بہادر رفیقوں نے ملک مالوہ تک لوٹ مار کی اور جو اسباب غنیمت ہاتھ لگا وہ اتوا میں لے آئے۔ اُس کی تلوار بہتوں کے خون سے تر ہوئی لیکن اُس کے دل پر اگلی عداوت نقش رہی۔ موضع نندوائی سے مرہٹے خوب روپیہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیدا کرتے تھے شیو سنگھ کو دشمنوں کے سوا اور کوئی نظر نہ آتا تھا۔ سب مخالفوں نے باہم ساز کر کے اس کی تاک لگائی چنانچہ جس وقت وہ ایک قیمتی بھینس گھر کی طرف لا رہا تھا بہاڑ کے سواروں کی ایک جماعت جھاڑی سے نکل پڑی اور اُس کو جا گھیرا ڈونگر سنگھ بھی اُسی کے ساتھ گھر گیا مگر دونوا علے درجہ کے شہسوار تھے۔ گھوڑے اُڑاتے توصف چیرتے ہوئے نکل گئے۔ ماندل گڑھ تک سواروں نے پیچھا کیا۔ یہ دونوا اینسٹ کے موضع میں داخل ہوئے تو گھوڑوں کو نالے میں کُدایا مرہٹہ نے کوسا کہ خدا کرے گر جائے یہ بددُعا کارگر ہوئی اور شیو سنگھ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ مرہٹہ کے برچھے نے اس کا کام تمام کر دیا۔ ڈونگر سنگھ اپنی خوش قسمتی اور حکمت عملی سے بچ گیا۔ اس نے ایک کپڑے میں باپ کی لاش باندھ لی اور ایک راستے سے پہاڑ پر چڑھ کر غائب ہو گیا۔ نندوائی میں پہنچ کر آدھی رات کو بزرگوں کے سمسان میں لاش جلائی اور عوض لینے پر پہلے سے بھی زیادہ مستعد ہو گیا گو یہ زمانہ امن کا ہے لیکن ڈونگر سنگھ کی آتش اشتعال بدستور شعلہ انگیز ہے رؤسائے میواڑ بھی ڈونگر سنگھ کی طرح معاوضہ ستانی کا خیال رکھتے تو مرہٹوں کی مجال نہ تھی کہ اپنے پاؤں پھیلا سکتے۔ رئیس نندوائی سے جب ایجنٹ نالشات سنگین کا ذکر کرتے تو وہ پٹ سے کہہ دیا کرتا تھا کہ ہماری روٹی چھن گئی ہے۔ وہی چاہتا ہوں اور کچھ خواہش نہیں۔ ہلکر کے حکام مقامی الگ فریادیں پیش کرتے تھے اور ہائے توبہ تلا مچاتے تھے ایجنٹ کا اختیار بھی تھا کہ ہلکر کے قبضہ جائز و ناجائز کا فیصلہ کرے اور ڈونگر سنگھ کے قیام ذریعہ معاش کا لحاظ رکھے میں ابھی کہتا ہوں کہ مجھے صرف اُسی قدر رؤسائے میواڑ کے حقوق کا پاس و لحاظ ہے جتنا وہ دکھنی رقیبوں سے کد و کاوش رکھتے ہیں جب ہم نے خوب تحقیقات کر لی تو ڈونگر کے معاملے کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اُدھر مسٹر جولڈ ولیلی کے توسط سے ہلکر نے بھی ہم کو مصلح قرار دیا چنانچہ ڈونگر سنگھ کو ہم نے اُس کے علاقہ مورثی سے ایک حصہ دلا کر فریقین کی مرتبت کرا دی اور فہمائش کر دی کہ جب تک فریق ثانی کی طرف سے شرارت نہ ہو تب تک برچھے کے عوض ہل کا اشتعال رکھے نندوائی میں بھوم کے بعض حقوق کی وقعت ڈونگر سنگھ کو اپنی ریاست

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے زیادہ تھی یہ وہ حقوق تھے جو اُس کے بزرگوں کے لئے مخصوص تھے +

شیو سنگھ اور دولت سنگھ دو بھائی بیگون کے جاگیرداروں کے ماتحت تھے۔ جن میں نندوائی کا مالک شیر سنگھ تھا۔ اور دولت سنگھ راورد کا ثانی الذکر لاولد تھا اُس نے ظالم سنگھ اپنے بھتیجے یعنی ڈونگر سنگھ کے چھوٹے بھائی کو گود لیا۔ پھر اُس کے علاقے کی سالانہ مالگذاری کم وبیش چار ہزار روپیہ تھی ظالم سنگھ کو رئیس بیگون عزیز جانتا ہے اُس کو خدمت فوجداری سپرد ہے اس کی صورت شکل ڈونگر سنگھ سے کہیں اچھی ہے۔ قدوراز چہرہ روشن۔ تقریر بہادرانہ۔ اطوار رئیسانہ۔ ڈونگر سنگھ چھوٹے اتوا اور نندوائی کا رئیس ہے جسم قوی۔ رنگ سیاہ۔ چہرے کا نقشہ بھدا۔ تقریر سخت۔ لیکن مزاج بہت نیک۔ دل آئینہ۔ طینت درست۔ یہ شخص ہمارے ہمرکاب ہے اس سے ہمیں قرب وجوار کے بہت سے دلچسپ حالات معلوم ہوئے۔ جن سے ہمیں خاص حظ حاصل ہوا +

سنگولی ۱۷۔ فروری۔ مسافت ۸½ میل۔ آنتری دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے جس میں ۵۲ ضلع ہیں بھامنی نالہ سے آبیاری وشادابی کی صورت ہے۔ مذکور الصدر نالہ جابجا رواں ہے اور پھر دو بڑے بڑے مقامات میں چمبل کا جزو بن جاتا ہے بیچور سے قلعہ کوہ تک ۳۰ میل کے طول اور دس میل کے عرض میں گیہوں۔ جو۔ چنا۔ گنا اور افیون کی پیداوار بہت ہی عمدہ ہوتی ہے اور اُس میں چھوٹے بڑے موضعوں کی تعداد ستتو ہے۔ اس مقام کا نقشہ درج ذیل ہے +

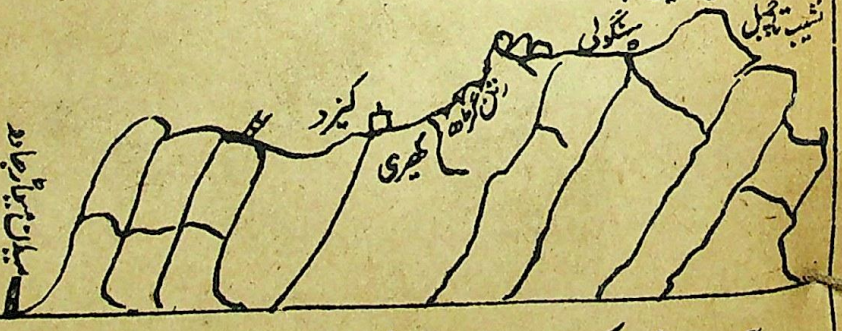

بیچور اور پتھار کی بلند ترین پہاڑی کے درمیانی حصۂ میدان میواڑ کالا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میگھ رئیس بیگون کی حکومت ہے۔ اس رئیس کا خاندان میگھاوت کہلاتا ہے جو اور فرقوں کی طرح قوم میواڑ کی ایک شاخ ہے چونکہ کالا میگھ اور اُس کے اسلاف چوندا وت خاندان کی شاخ سنگاوت کے اجزا ہیں لہذا اس خاندان کی اور فرقوں سے زیادہ ترقی ہے۔ قلعہ بیگون آنتری کے گوشے میں ہے میگھ کے موجودہ جانشین اس زمانے میں ڈیڑھ سو سے زیادہ مسلح سپاہی میدان جنگ میں نہیں لاسکتے۔ حالانکہ قبل میں راجپوت۔ ہاڑا۔ گوڑ کی ایک اچھی سپاہ بہم پہنچ سکتی تھی۔ اس وجہ سے اُن کو معاوضہ خدمات میں اراضیاں دی گئی تھیں۔ بیگون میں بیس موضع ہیں جن میں معقول انتظام سے کاشتکاری کی جائے تو پچیس ہزار سالانہ آمدنی ہونا ممکن ہے۔ اور مواضعات ۴۰ سال سے مرہٹوں کے پاس رہن ہیں حالانکہ دس گنا روپیہ دیا چکا مگر فک رہن کی نوبت نہ آئی وجہ یہ کہ مرہٹے بھی ۱/۳ حصہ لے لیا کرتے تھے شہر پر اُن کی دست بُرد رہتی تھی۔ ہنگامہ و آشوب ہنوز برپا رہا ہی کرتے ہیں۔ ہم کو چمبل کے مغربی ساحل سے مرہٹوں کو نکالنا منظور تھا لہذا لشکر کشی اور شوق ملک گیری کی خواہش میں ہماری فتحمندیوں نے میواڑ کو نظر انداز کر دیا اگر یہ نہ ہوتا تو سرحد مالوہ تک رانا ہی کی حکومت کا سکہ بیٹھنے میں کسر نہ تھی۔ پتھار کے چھوٹے چھوٹے دیہات میں کھپریل کے جھونپڑے ہیں۔ جن کی دیواریں بہت پست ہیں۔ امید پورہ میں رئیس بیگون کے چچا کی جاگیر ہے یہ جاگیر کچھ عمدہ نہیں اور نہ رئیس امید پورہ کا مکان اس قابل ہے کہ انگلستان کا ادنےٰ سے ادنےٰ کاشتکار اس میں رہنا پسند کرے یہ شخص بالکل مفلس تھا لیکن اس نے رئیسانہ شان و شوکت اور سادگی کے ساتھ سرکاری ایجنٹ اور رئیس بیگون کی پیشوائی کی اس استقبال کے موقع پر اُس کے ساتھ اُس کا بیٹا اور بھتیجا تھا اور چند ارباب خاندان بھی ساتھ تھے۔ اُس کے طرز لباس اور حرکات و سکنات سے ظاہر تھا کہ اُس میں پوئے ریاست و امارات کی کمی نہیں۔ پوشاک اور پگڑی اموار نگ کی تھی اُس پر اُس نے اُن چیتوں کی کھالوں کا لبادہ پہنا تھا جو اُس نے خود شکار کئے تھے۔ وہ چمکدار برچھا ہاتھ میں لئے ہوئے تھا جس گھوڑے پر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوار تھا اُس کی وضع بھی اُس کے مالک کی طرح سادہ تھی لیکن چستی و چالاکی میں برق تھا۔ رئیس کی پوشاک شکاری تھی اُس کے ساتھی پاپیادہ مگر بے باک تھے۔ اُن کو صرف عمل پانی کا شوق تھا اور کسی لذت کے خواہشمند نہ تھے ان لوگوں کا صرف خوارک ولباس خرچہ بارود و تمباکو وغیرہ اسی روپیہ سالانہ سے زائد نہیں۔ چنانچہ جب یہ ہم کو ہمارے خیمے میں پہنچانے کو آئے تو ہماری طرف سے سُرخ رنگ کی پگڑیاں اور رومال کے علاوہ انگریزی بارود رئیس اور اُس کے بیٹے اور بھتیجے کو دی گئی۔ اس کے بعد پان رخصت دیا گیا +

سنگولی کا مقام اس ملک کی حالت کو دیکھتے ایک شہر کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ آبادی ڈیڑھ ہزار گھر۔ چار طرف مضبوط شہر پناہ۔ وسط شہر میں ہاڑا کا قلعہ جس کی دیواریں کچی قلعے کے گرد گہری خندق فصیل کے گرد پشتہ۔ وسعت ۳/۴ میل۔ شمال و مغرب کی طرف ایک میل پر بجیا سنی دیوی کا مندر۔ مندر میں دھرم دان کا ایک کتبہ جس پر رئیس پتہار کی طرف سے حسب ذیل سند معافی دوامی کندہ ہے +

سمت ۱۴۷۷ (۱۴۳۱ء) میں اسوج (مہینہ) کی دوج کو بہرگو دار (یعنی جمعہ) کے دن مہاراجہ سری موکل جی نے بجیا سنی دیوی جی کی جوت بتی (روشنی) کے لئے ڈیڑھ بیگھ زمین بطور معافی وقف کی۔ جو اس معافی کا مزاحم ہو۔ اُسے دیوی جی سزا دیں۔ یہ سند معافی میواڑ کے اُس مشہور و معروف رانا کی یادگار ہے جس کے خون سے تاریخ میواڑ میں قتل کا واقعہ خوالۂ قلم نظر آتا ہے +

رانا موکل خاندان میواڑ کا نہایت نامی و گرامی رانا گزرا ہے راے پور میں اس نے محاربۂ خونریز میں شاہنشاہ دہلی کے یوتے کو مار ہٹایا اس کی ایک لڑکی لال بائی تھی۔ کیپی کبیشر کا قول ہے کہ راجہ دھیرج نے اس سے شادی کر لی تھی +

قدیم زمانے میں قوم ہاڑا نے پتہار کے پہاڑ پر بود و باش اختیار کر کے بارہ قلعوں سے اپنی تحفظ کا انتظام کیا تھا۔ یہ قلعے ایک شکستہ حالت میں اُن کے اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ پتہار اُنہیں کی ملکیت ہے لیکن قوم ہاڑا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تسلیم کرتی ہے کہ رانا ئے میواڑ سرتاج ہیں اور وہ اطاعت گزار۔ مذکورہ بالا بارہ قلعوں میں سے رتن گڑھ میں جان باقی ہے دیوا گڑھ کو بیگون کے میگھاوت اور گوالیار کے سکتاوت فرقے کی جنگ وجدل نے خراب وخستہ کردیا۔ پارانگر عرف پرولی کا قلعہ ان قلعوں سے کسی قدر فاصلے پر ہے۔ بمادوا کا قلعہ پہاڑ کے مغربی کنارے پر واقع ہے جس نے کل قلعوں سے زیادہ شہرت حاصل کی۔ یہاں سے میدان میواڑ کف دست نظر آتا ہے اور کئی صدیاں گزرنے اور قوم ہاڑا کی حکومت زائل ہونے پر بھی ہنوز ہالو بمادوا والا کو لوگ نہیں بھولے پھلوں پر بسر کرنے والے بھیلوں کو بھی اب تک اس کا نام فراموش نہیں ہوا۔

کسی روز ہالو ہاڑا شکار سے فارغ ہوکر عازم ایوان ریاست تھا کہ کسی چارن سے ملاقات ہوئی اور اشیر باد دیا۔ راجہ نے کچھ دان دینا چاہا لیکن اُس نے صرف اُس کی پگڑی مانگی۔ راجہ نے پگڑی اتار دی جس کو چارن نے سر پر رکھ لیا اور دعا دی کہ ہزار برس کی عمر ہو۔ چارن یہ عطیہ لیکر مارو کی دارالریاست مندور میں پہنچا۔ راجہ سے ملاقات کے وقت اُس نے بائیں ہاتھ سے پگڑی اتار کر داہنیاں ہاتھ بڑھایا اور اشیر باد دیا راجہ کو اس فعل سے حیرت ہوئی پوچھا کہ اس حرکت کے کیا معنی جواب ملا کہ یہ ہالو ہاڑا کی پگڑی ہے کسی کے سامنے جھک نہیں سکتی۔ راجہ اس بات پر سخت ناراض ہوا اور پگڑی کو ٹھکرا کر دروازے کے باہر پھنکوا دیا۔ ہالو ہاڑا اپنے دارالقرار میں چین کر رہا تھا کہ چارن ننگے سر بغل میں پگڑی دبائے اُس کی خدمت میں پہنچا اور سرگذشت سنا کر اُبھارا کہ معاوضہ لے۔ ہالو کو سخت رنج ہوا چارن سے کہا کہ تو نے اراضی مانگی نہ زر پیسہ لیا نہ مویشی مفت میں میری ذلت کرائی اور ناچیز کپڑے کے عوض میرے سر پر بلا نازل کردی۔ اب مجھے سر دئے بغیر سر اونچا کرنے کی کوئی تدبیر نہیں۔ ہالو نے اسی وقت اہل قوم کو یاد کیا ایک خون کے پانچ سو بہادر بمادوا میں مارنے مرنے پر تُل گئے۔ سب کو یقین تھا کہ جان بچانا محال ہے۔ اس لئے جوہار کی ٹھہرائی ہالو نے اپنے بھتیجے اور متبنے کو قلعے میں محفوظ کر کے ساتوں دروازوں میں قفل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ٹال دئے۔ اور خورد و نوش کا انتظام کر کے سمند عزیمت کو ایڑ دی ✣

راجہ مندور جانتا تھا کہ اُس کی پگڑی ٹھکرانے والی حرکت ضرور رنگ لائیگی لہٰذا اُس نے وہ زمین برہمنوں کو دان کردی۔ جس طرف ہاڑا کا گذر ہوا لومکاری کو خوب سمجھتا تھا اُس نے فوج کو سوداگروں کی پوشاک پہنائی ہتھیار گاریوں پر لادے اور گھوڑوں کی راس پکڑ کر مندور میں جا پہنچا رات کو آرام کیا صبح ہوتے ہی پانچ سو کے پانچ سو سوار راجہ مندور کے دروازے پر ڈٹ گئے اور ہاڑا قوم کے نقارے کی آواز نے راجہ راٹھور کو جگا دیا وہ چونک پڑا اور پوچھا کہ یہاں نقارے کی آواز کیسی۔ جواب ملا کہ ہالو راجہ ہاڑ آگیا ✣

راجہ مارو کی ماں نے کہا کہ ہالو ہاڑ آگیا۔ حسب قول برہمنوں کو زمین پُن کردو اُس نے تعمیل کی اور اپنی عظمت کا خیال رکھ کر اُس نے یہ منظور نہ کیا کہ اپنی پوری طاقت سے کام لے چنانچہ اُس نے پیغام دیا کہ زیادہ کشت وخون سے مطلب نہیں ایک ایک بہادر ایک ایک کا مقابلہ کرلے۔ اسی پر فیصلہ تمہارے پانچ سو بہادر ہیں تو ہماری طرف سے بھی پانچ ہی سو دلاور مقابلہ کے لئے جائیں۔ ہالو اس بات پر راضی ہوگیا اور ممنون ہوا کہ واقعی یہ آدمیت کا کام ہے ✣

سیوجی کی اولاد جمع ہوئی پانچ سو بہادروں کا انتخاب ہوا میدان جنگ میں ایک ایک دلاور ایک ایک حریف کے مقابلے میں جانبازی کر رہا تھا کہ ایک راٹھور چوہان گھوڑا چمکاتا ہوا آیا اور کہا کہ ہاڑا قوم میں کوئی ہے جو اس راٹھور دیو کے سامنے آسکے۔ اس کا گھوڑا بڑا پر قدم تھا زمین پر قدم جمے کیا مجال تمام راٹھوروں نے اس کے سامنے برچھے جھکا دئے۔ مگر خود راجہ ہاڑا نے کہا او عقل کے دشمن۔ ننگ راجپوت۔ تیرا بھی منہ ہے کہ خاندان ہاڑا کے سامنے بڑھ بڑھ کے باتیں مارے رئیس بمادوا کا بھتیجا اور منتخبا اتفاق سے آپہنچا اُس نے عرض کی کہ کاکا جی یا میں اسے مارونگا یا اس کے ہاتھ سے مرونگا مجھے اجازت دیجئے میرے ہوتے آپ کو کس بات کا اندیشہ۔ راٹھور جوان شمشیر کا برچھا ہوا تھا۔ وارث بمادوا کی جرأت دیکھ کر ہنسا اتنے ہی میں ہاڑا بہادر تلوار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تول کر مقابلے کو جا پہنچا۔ اب یہ حجت پیش ہوئی کہ پہلے کون وار کرے +

آخر تصفیہ ہوا کہ پہل ہاڑا کی طرف سے اُس نے جوں ہی ایک ہاتھ رسید کیا حریف کے دو ٹکڑے ہو گئے اس کے بعد متواتر پچیس راٹھوروں نے مقابلہ کیا لیکن سب اسی کی تلوار کے گھاٹ اترے۔ کہتے ہیں کہ جس قلعے میں یہ محفوظ تھا اُس کے دروازے پر بجیا سنی دیوی کی مورتی زینت بخش ہے۔ اسی دیوی نے اس کو سات قفلوں سے مقفل قلعے سے نکال کر بردان دیا تھا کہ گردن کے سوا اور کہیں کوئی ہتھیار کارگر نہ ہوگا جا اپنے چچا کی مدد کر۔ اس جوان نے جب پچیس حریف خاک پر سلائے تو گردن پر زخم کاری لگا اور یوں اپنی قومی شجاعت کی آبرو رکھ کر اہل دنیا سے رخصت حاصل کی +

راجہ راٹھور کی ماں اس معرکے سے گھبرا اٹھی اُسے خیال ہوا کہ اگر ایسی بہادری کے کارنامے ہونگے تو انجام اچھا نہیں اُس نے انتہا سے جنگ کا حکم دیا اور راجہ ہاڑا کے ساتھ مندور کی راج کنیاں بیاہ کر اُس کا سر اونچا کیا۔ راجہ ہاڑا اس رانی کو بماوداہیں لایا جس کے بطن سے ایک لڑکی تولد ہوئی۔ اس کی شادی میں بڑے جشن ہوئے ہالو نے مندرمین جاکر بھوانی کو محل میں طلب کیا۔ چنانچہ جس وقت جشن ہو رہے تھے خیرات کا دروازہ کھلا ہوا تھا ایک بڑھیا دروازۂ محل پر آکر دربان سے ملتجی ہوئی کہ ہالو ہاڑا کو اُس کی آمد کی خبر کردے۔ دربان نے اُسے جھڑکا اور کہا چل راستہ نہ روک۔ بڈھی عورت نے دوسری مرتبہ کہا کہ راجہ نے مجھے خود بلوایا ہے بے بلائے نہیں آئی ہوں مگر سنتا کون ہے۔ دربان نے اُسے دھکے دیکر وہاں سے مار ہٹایا جس پر ضعیفہ کوستی ہوئی وہاں سے چل دی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہالو ہاڑا کا خاندان بے چراغ ہو گیا۔ یہ ضعیفہ کوئی عورت نہ تھی بلکہ بجیا سنی دیوی جی تھیں جو یا تو محافظ خاندان تھیں یا جنہیں قہر نازل کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی +

۱۱۔ جنوری۔ ڈانگرمئو۔ ۸ میل۔ صبح کو چلے تو تین راستوں سے سامنا ہوا دائیں طرف اوپر مال کا قدیم دالریاست مینال تھا۔ بائیں طرف مشہور قلعہ بھینسرور اور سامنے کوٹہ۔ ہم بھینسرور کی طرف سے آنتری کی سرحد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شمالی ہوتے ہوئے روانہ کوٹہ ہوئے۔ انتری بیاسنی تک برابر زمین بنجر ہے جنگل بہت نالے عمیق۔ یہ سب نالے بھامنی میں مل جاتے ہیں۔ رانی بور کا کھال مشہور نالہ میگھاوت آنتری اور سکتاوت بہینسرور کے علاقوں کی سرحد ہے +

ڈانگر مئو بوراؤ۔ بارہ مواضعات کا علاقہ ہے۔ آمدنی مالگذاری سالانہ پندرہ ہزار۔ اب اس کے دو حصے ہوگئے ہیں اور اس تقسیم سے ۶ موضعوں پر سکتاوت کا قبضہ ہوگیا ہے۔ بشن سنگھ رئیس ڈانگر مئو ظالم سنگھ کوٹہ کے مقربوں میں ہے اُس کو سواران ریاست کی سپہ سالاری کا عہدہ حاصل ہے۔ بشن سنگھ نے پہاڑ کے تیسرے پہاڑ کی چوٹی پر جو قلعہ بنایا ہے اُس کی دیواریں کالے رنگ کے پہاڑ پر خوب چمکتی ہیں۔ سکتاوت میواڑ کے دوسرے درجے کے رئیسوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور ان کا مخرج پتہار کا خاندان بانسی ہے۔ پہلے رئیسان ڈونگر مئو بورا اور تیسرے درجے میں شامل تھے لیکن جب سے پانچ ہزار روپیہ سالانہ کا پٹہ ہوگیا تب سے تیلیا کہلانے لگے۔ یعنی رئیس درجۂ دوم +

ڈونگر مئو اور بوراؤ کے زیر دیوار دریاے بھانسی رواں ہے جس سے زرخیزی وشادابی ہی کو ترقی نہیں بلکہ پہاڑی سرزمین کو بھی رونق حاصل ہے +

باب ۶

بہینسرور گڑھ۔ ایک راجپوت کے مدفن پر پتھروں کا ڈھیر۔ رگھوناتھ سنگھ والئے بہینسرور۔ قلعہ مقام مذکور۔ پہاڑ کا درمیانی راستہ۔ بہینسرور کی وجہ تسمیہ۔ مہود کا نوجوان راٹھور۔ میواڑ میں اُس کی شہرت۔ جیسلمیر کی سزادہی کے بعد بہینسرور کی جاگیر پر سرفرازی۔ رانا کی بھانجی کے ساتھ شادی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جلاوطنی۔ بھینسرور کے پرمار رئیس۔ اُن کی جلاوطنی۔ لال سنگھ چونداوت کو جاگیر بھینسرور کا عطیہ۔ رانا کے چچا کا قتل۔ مان سنگھ اُس کے بیٹے کی جانشینی۔ اسیری۔ فراری۔ ان لوگوں کے معاملے میں سرکار انگریزی کی مُدبّری۔ کوائف زمانہ سلف۔ بھینسرور کے کتبہ جات۔ والی۔ ناتیرا کا نظارہ۔ کیشر کا چبوترہ بھاٹوں کے معاملات میں ہماری دست اندازی۔ اُن کی شکر گزاری۔ بھٹی رئیس کے جائے دفن پر پتھروں کا انبار کری پور۔ ملک کی حالت خستہ۔ سونترا کے کتبے۔ بھیلوں کی عبادت گاہیں۔ ہولی کا تیوہار۔ کوٹہ۔ وہاں کے حالات

۱۹۔ فروری۔ بھینسرورگڑھ۔ فاصلہ ۱۱ میل۔ ہوا رطوبت خیز و مضر صحت۔ راستہ ناقص۔ گزرگاہ درمیان صحرا۔ مکانات عموماً خس پوش۔ یہاں پر مار بجولی والہ کا مورجی گوراہ والا ایک نوعمر جاگیردار اپنے بپوتا یعنی چند بیگہ اراضی موروثی پر قابض ہے جس کو ہم نے جاگیر بجولی کے ایک موضع کی جاگیر کی سند لکھوا دی ہے۔ ڈانگر مٹو سے سات میل پر ایک مسلمان ولی زندہ دفن ہوگیا تھا۔ اس قدر بلندی پر تعمیر ہے جہاں سے جنگل کی سیر بہت عمدگی سے دیکھنے میں آتی ہے۔ مقبرے کے قریب ایک حوض ہے جس کے کنارے درخت لگے ہوئے ہیں۔ یہاں اہل غرض کا میلہ لگا رہتا ہے اور کوئی نہ کوئی مراد مانگی جاتی ہے اتار پر پانی کی بڑی گھڑگھڑاہٹ سنائی دیتی ہے۔ وجہ یہ کہ پچاس فٹ کی اونچائی سے ندی کا پانی نیچے گرتا ہے۔ درختوں پر کائی یا دریائی گھاس کے جم جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پانی معمولی حد سے ۲۰ فٹ اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چڑھ جاتا ہے۔ اُتار سیدھا چلا گیا ہے جس سے دریائے چمبل تک اوپر مال کا مقام جناپا پہاڑ سے بھی کہیں بلند خیال کیا جاتا ہے یہ وہ پہاڑ ہے جس سے چمبل وغیرہ کئی دریا نکلے ہیں۔ یہاں سے آگے پتھروں کا ایک ڈھیر لگا ہوا ہے۔ اس مقام پر ایک راجپوت ساکن کرار واقع ساحل بناس قوم مینا کے ہاتھ سے حفاظت ملکی میں قتل ہوا تھا یہاں جو شخص گزرتا ہے وہ ایک پتھر چڑھا دیتا ہے چنانچہ ہم نے بھی اس رواج کا برتاؤ کیا ؛

بہینسرور سولہ عمارتیں میواڑ میں سے ایک رئیس مسمی راوت[1] رگھوناتھ سنگھ کے قبضے میں ہے۔ یہ جاگیر بہت عمدہ سمجھی جاتی ہے اور اس کی آمدنی بھی کم و بیش ایک لاکھ روپیہ ہوگی۔ یہاں ایک سوار اپنی اور اپنے گھوڑے کی پچاس پونڈ میں شکم پروری کرتا ہے اس سے ثابت ہے کہ اس مقام کی وقعت کیا ہے۔ راوت رگھوناتھ سنگھ نے چمبل سے گزرنے والوں پر محصول میر بحر قائم کیا ہے اور اشیائے تجارت کا مجوزہ محصول کچھ دنوں تک لیکر موقوف کر دیا ہے اس نے ایک محصول مسافروں پر بھی مقرر کیا تھا۔ جس کو کوٹ مرمت کہتے ہیں۔ محصولوں کے بارے میں ہم اس رئیس پر حرف گیری نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس کی گری ہوئی حالت کے مقابلے میں یہ بہم رسانی زر کی سبیل بمنزلہ سفر تھی کیونکہ آمدنی کم اور خرچ زیادہ تھا۔ چمبل کی دھارا بہت فاصلے تک چلی گئی ہے۔ مالوہ ہاڑوتی اور مال کا جس قدر مال جاتا ہے۔ اس کا آسان راستہ یہی ہے۔ شہر پورہ واقع میواڑ کے بشنوے بنجارے اسی راستے سے مالوہ اور بندھیل کھنڈ میں نمکسار جنگل کی پیداوار لے جاتے ہیں۔ ان کے ٹانڈے یعنی قافلہ میں چھ ہزار بیل ہوتے ہیں اور سال میں دو تین مرتبہ ان کا اسطرف سے گزرتا ہوتا ہے۔ ریاست کی طرف سے فی صدی بیل پانچ روپیہ محصول مقرر ہے مگر جاگیردار کوٹ مرمت اور بھوم کے نام سے دریا کے اوتار اور بلا یعنی محافظت کے حق کا محصول ساڑھے تین تین روپیہ وصول کرتے ہیں جس کے حساب سے ڈیڑھ سو فی صدی کا اوسط ہو جاتا ہے چونکہ ہاڑوتی میں حفاظت کا انتظام کافی ہے۔ لہذا لوگ اسی راستے کو زیادہ پسند کرتے

[1] راناوت کا درجہ راؤ سے کم ہے ؛

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھے اور اُن کو محصول زیادہ ناگوار نہ ہوتا تھا۔ راوت نے اپنی نیک نیتی سے لڑائی کے محصول موقوف کر دئے۔ صرف میر بحر کا محصول قائم ہے جو دو سو برس سے حفاظت سرحدی کے معاوضے میں ملتا چلا آتا ہے۔ پہلے پندرہ فی صدی کی آمدنی تھی اب نصف رہ گئی اور مالگذاری میں چوگنا اضافہ ہو گیا +

بھینسرور کے قلعے کی عمارت عجیب و غریب پہاڑ کے کنارے پر واقع ہے پہاڑ کے شرق میں ایک چٹان دریائے چمبل پر دو سو فٹ کی بلندی پر سایہ افگن اس مقام کے پچھم میں دریائے بھامنی کچھ ایسے زور و شور سے گرتا ہے کہ پہاڑ کٹ گیا ہے۔ یہ قلعہ ایک نالے کے سبب سے زیادہ محفوظ ہے۔ جو درمیان میں جاری رہتا ہے +

فقط شمال کی طرف سے اس قلعے میں آمد و رفت کا راستہ ہے اور یہاں بھی ایک کٹے ہوئے پہاڑ نے تین سو گز کے فاصلے پر خندق کی صورت پیدا کر دی ہے۔ اس قلعے پر دو چار سل کے گولے مارے جائیں تو قلعہ گیر فوج چپ چپاتے قلعہ حوالے کر دے۔ اس پہاڑ کا پتھر ایسا نرم ہے کہ سنگتراشی اور نقش نگاری کا کام بہت آسانی سے ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر دریا کا عرض پانچ سو گز کا ہے اور چونکہ وہ ہمیشہ موجزن رہتا ہے اس لئے اُس طرف سے گزر دشوار ہے۔ ان دنوں اُس کا عمق چالیس فٹ ہے اور برسات میں تو ایسی طغیانی ہوتی ہے کہ کوٹہ سے ہاڑوتی تک پانی کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک تو یہ دریا خود طوفان خیز ہے دوسرے برسات میں بندھیاچل سے نکلے ہوئے کئی اور دریا اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ برسات میں اس دریا کا وہ زور ہوتا ہے کہ پہاڑ بھی تو رل جائے گھاٹی کی نہر نہایت ہی شفاف ہے بس یہی معلوم ہوتا ہے کہ شیشے کا کام ہے۔ اس پہاڑ کی ۳ سو فٹ سے ساٹھ سو فٹ تک بلندی پر پانی کی آمد اور دریاؤں کا اتصال دیکھنے سے حیرت انگیز خیالات پیدا ہوتے ہیں +

دریائے چمبل بندھیاچل کی چوٹی سے نکل کر نشیب کی طرف بہتا ہوا چلا گیا ہے یہ بات بھی واقعی ہے کہ اوپر مال کا نام مالوہ میں بلندی کے لحاظ سے غلط نہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بہینسرور کی ندی ہمیشہ جاری رہتی ہے اس کے کنارے تیس سے پچاس فٹ تک نشیب میں واقع ہیں۔ اوپر کی دہار کا چوٹی اس لئے نام ہے کہ وہاں بھنور ہر وقت پڑا کرتے ہیں۔ سب سے بڑا بھنور چولی مہیسر کہلاتا ہے جو دو میل کی بلندی پر واقع ہے اور جس کی لوگ نربدا کی طرح عظمت مانتے ہیں۔ یہاں پانی کے زور سے پتھر بہ بہ کر اور آپس میں ٹکرا ٹکرا کر ایسے گول ہو گئے ہیں کہ سندور لگانے کی کسر رہ جاتی ہے۔ کوترا کے متصل تین میل کے نشیب میں ایک مقام پر جھرنے جاری ہیں اور رام پورہ کے قریب پانی کا ایک چشمہ ہے دوسرا چشمہ چوریا گڑھ کے شمال میں پانچ کوس پر دو پہاڑوں کے درمیان جاری ہے جس کا عرض غالباً ۷ گز ہوگا۔ رام پورہ اور اس مقام کے وسط میں اونبل کے قریب ایک آبشار رواں رہتا ہے ✦

دریائے مشرق کی طرف میواڑ واقع ہے اور بہینسرور کا زیادہ حصہ اُس کے مقابل کرب کا کھال ملک ہاڑا اور میواڑ کی درمیانی سرحد کا کام دیتا ہے شیسا تلاؤ میں سو سال کا ایک کتبہ دیکھا گیا۔ کنڈال اور بچیل میں بھینسرور کے چوبیس موضع ہیں اُس کے آگے مالکی دیس یعنی مالوڈ بلند ہے جو پہلے شامل میواڑ تھا۔ مگر اب کوٹہ کے ماتحت سکتاوت کے تحت حکومت ہے مالکی دیس وہ مقام ہے جس میں چیتت اور سوکیت کے شہر آباد ہیں ✦

بہینسرور بعض اقوال سے سمت بکرماوت کی دوسری صدی میں تعمیر ہوا اور بعض اقوال کے رو سے سمت مذکور کے قبل یہ مقام کسی والی ریاست یا کسی فاتح کا تعمیر کردہ نہیں بلکہ اسے بہینسا ساہ مہاجن اور روڑا چارن بنجارے نے اس غرض سے تعمیر کیا تھا کہ کوچی لٹیروں سے اُن کے ٹانڈے یعنی قافلے کی حفاظت رہے۔ چونکہ اسی راستے سے ٹانڈوں کی آمد و رفت تھی اس لئے اہل کاروان برسات میں یہیں سکونت پذیر رہتے تھے۔ یہاں اقوام دوریا پرمار راٹھور۔ سکتاوت اور چوندا وت کے مندروں کے نشانات نظر آتے ہیں۔ چندر بھان اُس راٹھور خاندان سے تھا۔ جو چمبل میں سکونت گزیں رہے یہ خاندان مہود کی ایک شاخ ہے گو یہ مندور کا ایک جاگیردار تھا مگر رانا نے اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خیال سے اُس کی لڑکی کے ساتھ شادی کرنا منظور کی کہ وہ معزز راٹھور خاندان سے ہے لڑکی چتور میں آئی تو اس کا چھوٹا بھائی بھی اُس کے ہمراہ آیا اسی عرصے میں جیسلمیر کے راول نے کچھ طعنہ زنی کی کیونکہ وہ راجپوت کے خاندان اعلےٰ سے تھا رؤسائے میواڑ معاونہ ستانی کے لئے یاد کئے گئے اور بیڑا سامنے رکھا گیا۔ مہود کے پانزدہ سالہ وارث ریاست نے بے تکلف بیڑا اٹھالیا اور کسی کی فہمائش نہ سنی اور درخواست کی کہ صرف اس کے دو جاں نثار اور پانچ سو چیدہ سوار اُس کے ساتھ کئے جائیں۔ اُس نے معلوم نہیں کس طرح جنگل کی مسافت طے کی لیکن تاریخ میں اتنا تذکرہ ہے کہ اُس نے راول کا سر لاکر رانا کے قدم پر ڈال دیا اس کارلائقہ کے صلے میں رانا نے سلومر کی جاگیر مرحمت فرمائی اور پھر اس علاقے سے بھینسرور میں منتقل کردیا اس ہونہار نوجوان کی وقتاً فوقتاً عزت افزائی ہوتی رہی۔ وہ رانا کی مصاحبت ہی سے سرفراز ہوا بلکہ رانا کے خاندان کی ایک لڑکی کے ساتھ منسوب بھی ہوا گویہ نوخیز بہادر رانا کا سالا تھا اور اب خاندانی داماد بنا لیکن یہ قرابت اُس کے لئے زہر قاتل ہوگئی۔ کئی روز رئیس راٹھور بھینسرور میں نارچ رنگ دیکھ رہا تھا کہ رانی عرفے سے جھانکی۔ رئیس کی نظر بھی اتفاق سے پڑ گئی وہ کبیدہ خاطر ہوا اور کسی آدمی سے کہا کہ ٹھکرانی سے کہدے کہ یہاں آنا ہو تو آجائیں میں اُٹھا جاتا ہوں۔ رانی منکر ہوئی کہ میں نے نہ جھانکا تھا بلکہ اُس کی خادمہ کی حرکت تھی مگر رئیس اُسے جھوٹا بتاتا۔ اسی حجت تکرار میں رانی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ سے چولی یعنی بھنور میں کود پڑی۔ جس جگہ یہ سانحہ ہوا اُسے رانی گنا کہتے ہیں۔ جس وقت رانا نے سنا کہ اُس کی بھانجی کی بلا قصور جان گئی اُس نے رئیس راٹھور کو میواڑ سے جلاوطنی کا حکم دیا۔ پھر نہ معلوم قدیم خدمات کا لحاظ ہوا یا کچھ اور خیال اُس نے حکم جلاوطنی منسوخ کرکے بھینسرور ضبط کرلیا اور اُس کے عوض بھینسرور سے کسی قدر فاصلے پر نیمبری کی جاگیر عطا کی جس میں تپہارکے بیس موضع بھی شامل تھے۔

اسی بہادر رئیس یعنی نبھے سنگھ نے ہم سے ملاقات کی یہ شخص بہت عقلمند اور شجاع ہے لونی سے چمبل میں نقل مقام ہونے سے اس کو کچھ ملال نہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رہتے اسکے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ لیکن اس کا قلعہ اور برچھا اُس کا محافظ رہا۔ آہن باآہن تواں کرد نرم کی کیفیت تھی۔ اُس کا علاقہ بہت کم تھا مگر اُس نے اپنی آزادی کو اس طرح محفوظ رکھا کہ مرہٹوں کی ایک پیش نہ گئی۔ خیریت تو یہ ہوئی کہ ہمیں گزشتہ حالات سے واقفیت تھی ورنہ ایسے ایسے بہادر لوگ پہاڑی لٹیروں کے ذیل میں شمار ہو کر مستحق سزا قرار دے دئے گئے ہوتے۔ ان لوگوں نے مرہٹوں کا مقابلہ کر کے اپنے موروثی حقوق کا تحفظ کیا چنانچہ اس کی نالشیں ہمارے سامنے پیش ہوئیں کہ مرہٹوں کے ضبط کردہ حقوق ان کو دلائے جائیں +

بھینسرور پر راٹھور کے بعد پرمار عرف پلار پر قبضہ حاصل ہُوا۔ راٹھور کتنے عرصے تک قابض رہے معلوم نہیں۔ پرمار کے قبضے سے بھی یہ جاگیر اُسی طرح عورت کے جھگڑے سے نکل گئی۔ جس طرح پہلے ذکر ہو چکا۔ رئیس پرمار نے اپنے قریبی رئیس بیگون کے ساتھ شادی کی۔ جورو خاوند میں خاص اختلاط تھا۔ دونو کو ایک دوسرے سے دلی الفت تھی۔ کسی روز دونو پچیسی چوسر کھیل رہے تھے کہ کسی بات کا جھگڑا ہو گیا خاوند نے جورو کے باپ کی نسبت کچھ تحقیر آمیز الفاظ استعمال کئے جس پر راجپوتنی بگڑ کھڑی ہوئی اور اپنے باپ سے دوسرے روز اس واردات کی خبر کرادی۔ قاصد ابھی وہاں ہی تھا کہ نقارہ جنگ پر چوٹ پڑی کالا میگھ کی اولاد کا نرغہ ہُوا۔ دریائے بھامنی کے کنارے پہاڑ کے متصل میدان کارزار بداگیا وجہ مخالفت کو سن سن کر بیگون کے بہادر خنجر بکف ہو گئے۔ آنتری کے جنگل سے گزر کر بھینسرور کے چند کوس کے فاصلے پر پہنچے تو فوج تقسیم کی گئی۔ رئیس بیگون پھیر کی راہ سے چلا ولیعہد نے بھامنی کا سیدھا راستہ اختیار کر کے عالم غفلت میں پرمار پر حملہ کر دیا۔ اس وقت پرمار کا والد وہاں نہ تھا۔ اُس کی غیر حاضری میں اُس کے عزیز بیٹے کی جان گئی۔ میگھاوت اپنا بدلا لے چکے۔ پرمار قوم نے بیڑا اٹھایا کہ عوض لے قومی عزت قائم رکھنا ضروری ہے۔ راجپوت رانی بھی اپنی حماقت سے شرمندہ ہوئی اور خاوند کی لاش کے ساتھ چتے پر جل گئی اس عورت کے باپ نے اپنے ہاتھ سے اسے آگ دی اس مقام پر ایک کتبہ ہے جس میں یہ سب حال پتھر پر تحریر ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس لڑائی نے بیگون کے دستور مسند نشینی کو بدل دیا رئیس جہاندیدہ و بزرگ برگزیدہ نے لڑکی کے مرجانے کا کچھ افسوس نہ کیا۔ دربار منعقد کر کے کالا میگھ کی کل اولاد مدعو کی اور مسند نشینی کا معاملہ پیش کیا جس میں اولاد اکبر کے خلاف مذکورہ بالا بہادر نوجوان سے حکم تسلیم کئے گئے چنانچہ بڑے بیٹے کو اٹھانا کی جاگیر عطا کی گئی جس کی نسل میں پتھ سنگھ راوت ایک حصے کا مالک ہے۔ یہ دونو علاقے اُسی طرح مرہٹوں کے زیر مشق رہے جس طرح اور علاقجات میواڑ +

چوندراوت کشناوت کی ایک شاخ ہے۔ پرمار کا جانشین اُسی خاندان سے یعنی رئیس سلومرا کا چھوٹا بیٹا تھا۔ لال جی راوت کو چند روزہ زندگی اور خوف دنیا و عقبےٰ نہ تھا۔ ہوس تھی تو دولت و حشمت کی چنانچہ اُس نے راجہ کے رفیق اپنے چچا کی جان لے کر بہنیسر دری حکومت حاصل کی +

ناتھ جی رانا سنگرام سنگھ کا ایک بیٹا راجہ جگت سنگھ فرمانروائے حال کا بھائی تھا جب جگت سنگھ رہگرائے عالم باقی ہوا راج سنگھ کے حقوق مسند نشینی میں شبہات پیدا ہوئے۔ اس موقع کو ناتھ جی نے اپنے مفید سمجھا لیکن راج سنگھ کی وفات سے اُس کے منصوبے پٹ پڑ گئے۔ راج سنگھ کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا تولہ ہوا ارسی نے لڑ جھگڑ کر زبردستی گدی حاصل تو کر لی لیکن ڈرتا تھا کہ ناتھ جی اُس کے چچا کو حکومت کا خیال ہے اور اُس نے ہوائے حکمرانی میں مواد سازش جمع کر رکھا ہے۔ ناتھ جی سودچارہ دنیوی جاہ و حشمت کے خیالات فضول ہیں۔ اس لئے راہ عقبیٰ پسند کی وہ شاعر تھا طبیعت موزوں تھی لہذا اُس نے دریائے نباس کے کنارے اپنے باغ میں گوشہ گزینی اختیار کر کے عبادت سے کام رکھا۔ جاڑے کی راتوں میں وہ صرف ایک خدمتگار کے ساتھ دریا سے پانی لا کر اپنے اشٹ دیو سرجگن ناتھ جی کو چڑھایا کرتا تھا رانا ارسی کو اس محنت شاقہ اور ریاضت سخت کی خبر کی گئی وہ کسی متعمد کو ساتھ لے کر بھیس بدلے ہوئے گیا اور مندر کے زینے پر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں ناتھ جی بھی پانی کا لوٹا لئے ہوئے وہاں سے گزرا۔ رانا نے پوچھا کہ اتنی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ریاضت شاقہ کی غرض کیا ہے۔ اگر حکومت کی خواہش ہے تو چچا صاحب لے لیجئے۔ اس کا یہ جواب ملا کہ بیٹا میں اس لئے عبادت کرتا ہوں کہ مجھے میرے اشٹ دیو نے ایسا رئیس بخشا ہے جو کچھ میں ریاضت کرتا ہوں وہ تمہاری ہی ترقی کے لئے ہے اپنے لئے نہیں۔ رانا کو تو دلجمعی ہو گئی لیکن دیوگڑھ اور بہیندر کے رئیس رانا ارسی کے بدمزاجی اور بدسلوکی سے خوش نہ تھے۔ اُنہوں نے یہی مصلحت سمجھی کہ اس موقع پر اپنا مقصد پورا کریں چنانچہ اُنہوں نے اس کے دل میں جما دی کہ ناتھ جی کی زندگی اُس کے لئے خطرے کا باعث ہے کیونکہ اس بدعت شعاری سے اُن کو اپنے تحفظ کا یقین تھا۔

ارسی کو اب یہ ہوا سمائی کہ چچا کا اب خاتمہ کر دے اُس کی ذاتی جرأت تو ناتھ جی کے مقابلے میں ہیچ تھی اس لئے اُس نے لال سنگھ کو متعین کیا کہ دوستی کے پردے میں ناتھ جی کو قتل کر دے۔ یہ شخص مہاراجہ کا محرم راز اور رفیق ہی نہ تھا بلکہ مہاراجہ سے پگڑی بھی بدلی تھی اور مندر میں اپنے رشتہ محبت کی دونو قسمیں کھائے ہوئے تھے۔ لال جی آدھی رات کو عین اُس وقت پہنچا جس وقت ناتھ جی مصروف پرستش تھے۔ اس نے آواز دی ناتھ جی نا[illegible] سے جواب آیا کہ بھائی لال جی تم اس وقت کہاں خیریت تو ہے۔ یہ کہتے ہی اُس نے جگن ناتھ جی کو آخری ڈنڈوت کرنے کے لئے سر جھکایا ہی تھا کہ گردن پر تلوار پڑی تسمہ بھی لگا رہا۔ دیوتا کی مورت خون میں نہا گئی اور قاتل کو بہینسرور کی جاگیر دستیاب ہوئی اور سولہ رؤسائے میواڑ کے ساتھ اُس کی بھی نشست کا حاکم ہوا۔ لیکن ۱۶ رئیس موجود تھے نشست ہو تو کیونکر اس لئے اُس نے رئیس بانسی کے حقوق زائل کئے جس نے ناتھ جی کے خون کی اشک شوئی کی یعنی وہ وہ خون ریزیاں پیش آئیں کہ میواڑ بالکل تباہ ہو گیا۔ سکتاوت اور چونداوت فرقے میں قاطبتہً دشمنی ہو گئی۔

لال جی نے اس کارگذاری یعنی خون ناحق کے بعد کچھ بھی زندگی کا مزہ نہ لوٹا اُس کے کوکرم یعنی بدافعالی نے اُسے ایسا بستر علالت پر لٹایا کہ آنکھ لگی تو پھر نہ کھلی۔ کہ کرد کہ نیافت کا معاملہ پیش آیا۔ لالجی کی بھی حیات نہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ رہی۔ ناتھ جی بھی دنیا سے گزر گئے مگر لال جی کے نام پر سب تُف کرتے ہیں اور ناتھ جی کی اس وقت تعظیم و تکریم کی جاتی ہے اور سب کا یہی قول ہے کہ وہ ایشور کا سچا بھگت تھا۔ رحمدل تھا۔ بہادر تھا +

اس چچا کے خون ناحق سے ہاتھ رنگنے والا آخر جہان سے گزرا اُس کے بیٹے مان سنگھ نے بہنسرور سے گدی پائی یہ بڑا بہادر تھا جب رانا نے میواڑ نے اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے اوجین میں تیغ و تفنگ سے کام لیا تو مان سنگھ بے حد زخمی ہو کر مرہٹوں کی قید مصیبت میں گرفتار ہو گیا کچھ دنوں کے بعد اُس کے زخم مندمل ہو گئے تو اُس کے رفیقوں نے اس کی رہائی کے لئے باوری قوم کا پلہ پکڑا جس وقت وہ ایک پنجابی طوائف کا پیٹ سن رہا تھا کسی بیگانہ شخص نے یہ بات اُس کے گوش گزار کی۔ یہ بات سنتے ہی اُس کی زبان سے نکلا کہ ہائے پھر زخموں کے ٹانکے ٹوٹ گئے اور یہ کہتے ہی وہ مسند پر لیٹ گیا اُس شخص مذکور نے فوراً ہی چراغ گل کر دیئے گویا آنکھوں میں دھواں جھونک دی۔ تاریکی میں باوری نے رئیس مذکور کے ایک رفیق کو گدی پر لٹا دیا اور خود مان سنگھ کو پیٹھ پر لاد کر سیدھیاں بھریں تو لشکر میں بھی کوئی مزاحم نہ ہو سکا۔ رانا اس رہائی سے نہایت ہی خورسند ہوا اُس نے گھر پہنچتے ہی توپیں چھڑائیں جن کی آواز نے حاکم مرہٹہ کو اپنے قیدی کی رہائی کی خبر سے متعجب کیا۔ حاکم مرہٹہ نے قیدی کی نسبت باز پُرس کی تو اُس کے عوض ایک اور شخص سوتا ہوا پایا گیا معلوم نہیں اس وفادار کا کیا حشر ہوا مرہٹوں نے سزا دی یا رانا کی طرف سے کچھ مراعات ہوئیں +

مان سنگھ ایک نالائق باپ کا بیٹا تھا مگر بذات بڑا بہادر۔ اس کی چھتری اُس سنگم پر واقع ہے جہاں چمبل بھامنی اور کھال اتصال ہوتا ہے۔ یہ چھتری کچھ ایسی عمدہ بنی ہے کہ اُس کو اس مقام کی عزت کہہ سکتے ہیں مان سنگھ کے بعد رئیس حال یعنی رگھوناتھ سنگھ نے بھی ہنگامہ و آشوب کے زمانے میں بڑی خوبی سے اپنی آزادی اور حقوق کا تحفظ کیا۔ باپو سندھیا نے ملک میواڑ کی تباہی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی۔ اس کا نام بربادی میواڑ کے لئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہمیشہ یادگار رہیگا مگر اس کی بہینسرور سے ایک پیش نہ گئی۔ اُس کے مورچال اب تک اترا ور پچھم کی طرف اس وقت تک موجود ہیں۔ مگر کوئی حملہ کارگر نہ ہوا۔ دن کو یہ دھاوے کرتے تھے اور رات کو پہاڑی لوگ ایسے شبخون مارتے تھے کہ مرہٹوں کو جان چھڑانا مشکل ہوگیا اور انہوں نے مجبوراً محاصرہ چھوڑنے ہی کو غنیمت سمجھا۔

ہماری رئیسوں کے ہاں تقریبات اور جشن سالگرہ میں طلبی ہوا کرتی تھی۔ ایجنٹ صاحب بھی ہمارے ساتھ جایا آیا کرتے تھے۔ سواری میں کچھ نمائش نہ ہوتی تھی۔ ہم لوگ بڑی سادگی کا برتاؤ کرتے تھے۔ ہم سے بہت سے رئیسوں نے پگڑی بدل کر بھائی بھائی کا رشتہ قائم کیا تھا۔ ان میں سے مہاراجہ شیودان سنگھ قابل ذکر ہے۔ جس کو ناتھ جی کے بموجب علاقہ بیگون سے حاصل ہوا اور جو اپنے دادا کی طرح ہر فصل میں ہمارے واسطے خربزہ بھیجتا رہتا تھا اس کی سالگرہ ہوئی۔ ہم لوگ ایک دیہنڈلہ پر بٹھلائے گئے جس کے زیر دیوار دریا جاری تھا۔ ہم لوگ جس وقت پہنچے۔ رئیسوں کی آمد شروع ہوئی نقیب بلند آواز سے ہر ایک کی آمد کی خبر سناتا تھا۔ ہم یہ سب باتیں دیکھتے سنتے رہے مگر جس وقت ہم نے راوت رگھوناتھ جی کا نام سُنا اور اُسے زمین بوس ہوتے دیکھا تو حیرت ہوئی کہ قاتل کا پوتا مقتول کے پوتے کے دربار میں کہاں۔ ہمیں اسی وقت یقین ہوگیا کہ شیر اور بکری کا ایک گھاٹ پر پانی پینا اسی کو کہتے ہیں۔ چمبل کے صحرا میں ایک خونریز نے خونریزی کی اس کا نام علاؤالدین خلجی ہے اور خطاب سکندر ثانی مگر اس کے نام پر ایسا بدنما دھبہ ہے جس کا تاریخوں میں ذکر تحریر ہے۔ یہ ملک ہندوستان کا تباہ کن تھا اس کے غیظ و غضب سے ملک پر تباہی آئی کوئی ہندو راجہ ایسا نہ تھا جس پر اس نے لشکر کشی نہ کی ہو اس نے تعصب مذہبی سے اس بات کا بیڑا اٹھا لیا تھا کہ تمام ہندوؤں کے مندروں کی اینٹ سے اینٹ بجائی جائے۔ اُس نے بہینسرور کو بھی نہ چھوڑا اب اُس وقت کی بربادی کا نظارہ تو پیش نظر نہیں کیونکہ جا بجا اور مندر بن گئے ہیں مگر دو کتبوں سے ثابت ہوتا ہے کہ سمت ۱۱۷۹ مطابق ۱۱۲۳ء میں یہاں کا مصالحہ دیوار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شہر پناہ کے مصرف میں آیا۔ ایک کتبہ جینی حروف میں تھا اُس کی تحقیقات ذرا دقت طلب تھی۔ دوسرا کتبہ حالانکہ جینی زبان میں تھا مگر اُس کا مضمون یہ تحقیق ہوا کہ شیوراتری کے پرب کو مہارایان راے راے سنگھ دیو نے موضع تتاگڑھ میں سری رامیشر کو یہ مقام پُن کیا۔ جو اس پن میں مزاحمت نہ کرینگے اُن کو ایشر اچھا پھل دیگا۔ اس کتبے کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

جس جیسا جدھو بھومی۔ تس تیسا ندھ ہو پہلنگ

یہ ساسن یعنی خاص دان سمت ۱۳۰۲ (۱۲۴۰ء) میں کیا گیا۔ اس پُن دان کو ساسن ادایات کہتے ہیں۔ اور یہ اُس راجہ پرمار کے نام کو زندہ کرتا ہے جو راجہ دھار کا ایک جاگیردار تھا۔ ہمارے گرو نے پارسناتھ کا ایک کتبہ پیش کیا اور کتبہ اولین کو اسی مندر سے متعلق ظاہر کیا مگر اس کی کچھ اصل نہ تھی۔ جب ہم آگے بڑھے تو کئی اور مندروں کا لوگوں نے ذکر کیا جو دریا کے پار بر ولی یعنی دھولپور میں واقع تھے یہاں گتیشر مہادیو کے مندر کی بڑی شہرت ہے لوگ جنگلی راستوں سے بہت وقت اٹھا کر درشن کو جاتے ہیں ہماری طبیعت تو الکسا گئی مگر گورا کو بھیج دیا کہ وہاں کے کتبوں کی نقل کر لاوے ؛

دابی۔ ۲۰ جنوری۔ مسافت ۱۱ میل۔ نصیرا کے گھاٹ سے تیسرے قلۂ کوہ پر پانچ میل کا فاصلہ طے کیا۔ راستے میں اتار چڑھاؤ ضرور تھا مگر چلنے میں دقت نہ معلوم ہوتی تھی۔ یہاں کا پہاڑ نیچے سے اوپر تک سنبھل کی روئی اور ساکھو کے بلند درختوں سے اس موسم میں ڈھنیا ہوا تھا اور ان کے علاوہ اور درخت بھی چار طرف چھائے ہوئے تھے۔ جن میں سے تیندو اور دہو کے درخت قابل ذکر ہیں یعنی ان دونو سے اہل ملک کو بڑا ہی فائدہ پہنچتا ہے۔ اس مقام سے ہم نے چترمتی عرف چمبل اور قلعہ رگھوناتھ کی خوب سیر کی۔ یہاں سے بھامنی کا وہ سیاہ رنگ کا پانی بھی اچھی طرح نظر آیا جو آنتری کی گھاٹی میں وہاں تک نظر آتا ہے جہاں سکتاوت قوم کا شمشان ہے۔ یہاں سے دابی کا راستہ صاف ملا۔ ہمارے خیمے دو کوس کے فاصلے پر تھے۔ کہ ہمیں ایک نالے کے پار اُترنا پڑا۔ یہ نالہ سینال کے چشمہ سے نکلا ہے اور مینال کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چشمہ اوپر مال کی ایسی بلندی پر واقع ہے کہ ہم اُسے نالہ نہیں کہہ سکتے بلکہ ندی کا خطاب دے سکتے ہیں۔ ادھر سے پانی کی چادر گرتی ہے تو سو فٹ پھیل جاتی ہے۔ ہم کو اتنی مہلت نہ تھی کہ اُس مقام کی تحقیقات کرتے ہاں ہماری معلومات ایک مقبرۂ اسلام پر ختم ہوئی جو سفر کوٹہ کے موقع پر نشیب میں ملا تھا ٭

والی ریاست بوندی میں میواڑ اور بوندی کی حد فاصل ہے۔ راستہ نہایت خطرناک۔ چاول۔ مکئی اور گیہوں کی اس جگہ زراعت ہوتی ہے۔ ہم کو اس سفر میں راجپوتوں کے اُن مدفنوں سے گزرنے کا موقع حاصل ہوا جن پر پتھروں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اُن راجپوتوں کی قتل گاہیں تھیں جہاں کراڑ کے میناؤں نے دست بدعت دراز کر کے مویشیوں کی محافظت کی پاداش میں انسانی جانیں لی تھیں۔ انہیں مدفنوں میں یہاں ایک چارن کی بھی قتل گاہ نظر آئی اس کی چھتری پر ایک پتھر نصب تھا اور اُس پر چارن کی مورتی برچھی اور ڈھال لئے ہوئے کندہ تھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے قافلہ یعنی ٹانڈے کی حفاظت میں دریاے بناس کے نشیبی پہاڑ کے لٹیروں کے ہاتھ سے نذر شمشیر اجل ہوا۔ پہاڑ کے اوتار پر بناس کی غاروں میں رہنے والے لٹیروں نے از حد لوٹ مار مچا رکھی تھی۔ ہمارے رہنما کا بیان ہے کہ ڈیڑھ برس ادھر تہار پر کیا مجال تھی کہ کوئی بہادر سے بہادر بچ کے جا سکتا قوم مینا ایسی خود سر تھی کہ آپ کے پاس روٹی بھی ہوتی تو جان لئے بغیر پنڈ نہ چھوڑتی لیکن اب فضل الٰہی سے سونا اچھالئے تو کسی کی رال نہ ٹپکے۔ پہلے جہاں کھیت لہلہائے یا تو اُنہوں نے بٹا لیا یا ناس کر دیا۔ اب پیداوار میں بہت کمی ہے لیکن ہم لوگ راتوں کو نیند بھر سوتے ہیں۔ یہ خوف نہیں کہ پگڑی کوئی اڑا لے جائیگا جن لوگوں کو بدامنی سے سابقہ رہا اُن کی زبان پر یہی الفاظ تھے کہ انگریزی راج اٹل رہے جس میں غارتگری کا تو انسداد ہوا اور لوگوں کو امن و امان حاصل ہوا۔ مورجی کا جاگیردار چوہان تھا اس کے ساتھ پانچ آدمی تھے۔ اُس نے کہا کہ بہینسرو میں ہمارے ساتھ چلئے اور ہماری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پانچ قیمتی بھینسیں نیمرای کے ٹھاکر سے دلوا دیجئے جو وہ زبردستی چھین لے گیا ہے۔ ہمارا جواب یہ تھا کہ اس واقع کو مدت گزر گئی اور اس کے بعد ہم کو ہنسی آئی اور زبان سے نکلا کہ ٹھاکر صاحب تم نے اپنے نقصان کا معاوضہ کہاں کہاں سے پایا ہے اُس نے کہا کہ سرکار نہ معلوم کتنی بھینسیں میری چھن گئیں اور میں نہ معلوم کتنوں کے کتنے مویشی ہنکا لایا۔ لیکن رام دُہائی آپ کی عملداری کے آغاز سے اب تک میں نے کسی کے ایک تنکے میں ہاتھ لگایا ہو تو راجپوت کے نطفے سے نہیں۔ یہ شخص ہاڑا قوم سے تھا ہم نے اس کی خاطر داشت اس وجہ سے کی کہ وہ مالک بماودا یعنی ہالو کا نقطۂ مقابل تھا۔ اس شخص میں خودی کی بُو آتی تھی اور خوب مغرورانہ باتیں کرتا تھا میں نے اس کو کئی بار رخصت دی مگر ہر موقع پر اُس کا یہ جواب ہوتا تھا کہ آپ کی ذات سے ہم کو بہت آسائش ملی۔ ہم اپنی مرضی کے نوکر ہیں آپ کے نوکر نہیں جب مرضی ہو گی چلے جائینگے۔ ایسے ہی قسم کی باتوں میں راہ کٹ گئی یہ لوگ راستے سے اچھی طرح واقف تھے جس وقت ایک بھٹی کے ٹھاکر کے مدفن پر پہنچے تو وہاں پتھروں کا ڈھیر نظر آیا۔ رئیس ہمراہی نے وہاں حسب قاعدہ پتھر چڑھایا ہم کو اس فعل سے حیرت تھی مگر اُس کے لئے گویا ایک معمولی سی بات تھی ✤ کری پور۔ ۲۱ فروری۔ مسافت ۹½ میل۔ یہ جنگلی گھاٹی چاروں طرف سے محفوظ ہے۔ آب و ہوا بہت عمدہ۔ جنگلی راستہ دشوار گزار۔ آدھا راستہ بلند۔ اور آبی کے نطیب کے مساوی۔ ہم اوتار پر چلے تو کری پور پہنچے۔ اس میں جنگل بھی ہے اور چھوٹے چھوٹے موضع بھی۔ مگر تقریباً سب اُجاڑ۔ اس پر اُن لوگوں کی بہت سی چھتریاں بنی ہوئی ہیں۔ جنہوں نے کراڑ کے مینا حملہ آوروں کے مقابلے میں جان دی ہے ✤

صبح کو ایک میل کی مسافت کے بعد سونتر کا شہر دائیں طرف نظر آیا جسے ضلع لوئیجا کہتے ہیں یہاں ایک کتبہ کی نقل لینے کے لئے اپنے گرو اور ایک اور برہمن کو روانہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ یہاں بھی علاء الدین خلجی سکندر ثانی نے تاخت و تاراج کی تھی اور اب اس پر ایک پرمار قابض ہے۔ یوں تو وہاں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کئی مندروں میں کتبے نصب تھے۔ لیکن ہمارا جتی گرو تین میناروں کی عبارت نقل کرلایا۔ سمت ۱۴۲۲ (مطابق سنہ ۱۳۶۶ء) میں تیجاپری اور اُس کے بیٹے دیولا پردی نے قومی غیرت۔ دیوتاؤں کے تحفظ۔ برہمنوں اور مویشیوں کی حفاظت اور اپنی عورت کے بچاؤ کے واسطے اپنی زندگی کا خاتمہ کردیا۔

(۲) سمت ۱۴۴۶ (یعنی سنہ ۱۳۹۰ء) میں اساڑ بدی پروا کو سوموار کے دن سونترا کے قلعے میں اُودا پر مار سکولا اور بھونا نے گایوں برہمنوں اور عورت کی حفاظت کے واسطے جان دی چوندا فرزند بھی اس معرکے میں کام آیا۔

اساڑھ سمت ۱۴۴۶ (یعنی سنہ ۱۳۹۰ء) کی پروا کو سوموار کے دن دیوتا برہمن اور زوجہ کی تحفظ کے واسطے چادرانے سونترا میں آب تیغ سے غسل کیا۔

ایک کنڈ پر یہ عبارت کندہ ملی۔

اساڑھ شدی پروا سمت ۱۳۷۰ (مطابق سنہ ۱۳۱۴ء) کا سال نہایت مشہور ہے اس سمت میں مہاراج ادھیراج سری علاؤالدین نے تین ہزار ہاتھیوں دس لاکھ سواروں جنگی رتھوں اور بے شمار پیادوں کی فوج سے سانبھر۔ مالوہ۔ کرناٹ۔ کنورہ۔ جہالور۔ جیسلمیر۔ دیوگڑھ۔ تیلنگ ہی نہیں بلکہ سمندر اور چندر پواری واقع مشرق میں بھی فتحمندی کے جھنڈے گاڑے۔ جب یوں عالمگیر فتح نصیب ہوچکی تو اُس نے سترون ورگ یعنی سونترا کا رخ کیا۔ مالسی پرہار کے ہاتھ سے اُس کا علاقہ جاتا رہا اُس کا بیٹا بیلاجی سری دھارا میں پیدا ہوا تھا اُس نے یہ چشمہ کھدوایا جس کا کتبہ سیدلو اسنگتراش سوتر دھر نے کندہ کیا۔

اس چشمے کے نیچے ایک اور کندہ دیکھنے میں آیا مگر کمی وقت کی وجہ سے اُس کی نقل نہ لیجا سکی۔ کیونکہ اُس کا پانی اوچھے بغیر مطلب برآری ناممکن تھی سترون ورگ یعنی سونترا میں دشمن کی رسائی دقت طلب ہے۔ اس کے قلعوں میں سے پرمار کا قلعہ نہایت محفوظ ہے۔ یہ موری خاندان کے عہد حکومت میں چتوڑ کے زیر حکومت تھا۔ کتبوں اور تاریخی اقوال کے رو سے ثابت ہے کہ کسی زمانے میں یہ مقام وسط ہند کا ایک قصبہ تھا لیکن پرمار قوم کی حکومت نربدا سے جمنا تک وسیع تھی۔ اس جگہ ہم اس کا ذکر ملتوی رکھتے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں آگے چل کر اس کا مفصل تذکرہ ہو گا ✦

ریاست کوٹہ - ۲۲ فروری - مسافت ساحل چمبل تک ۱۱ میل - دریائے چمبل کے کنارے پر اوتار ہے - محل کے کلس دریا سے ۱۳۰ فٹ بلند - بنجر کے طے کرنے پر پانچ میل سے یہ کلس نظر آتے ہیں - نند نا ظالم سنگھ نائب کا ذاتی علاقہ دریا کے پچھم میں واقع ہے اس علاقہ اور کری پور میں بھیلوں کی کثرت سے آبادی ہے آج ایک ذیہوش اور واقف کار بھیل ہمارے ہمراہ ہوا اس کا بیان ہے کہ اس کو عوام بابا کا نوند اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اُن راجاؤں کی اولاد میں سے ہے جن کی یہاں راجپوتوں کے قبل حکومت تھی اس مقام کی ہئیت اصلی سے معلوم ہوتا ہے کہ گنجان جھاڑیوں کے بیچ میں ایک مکان نظر آیا جس میں چھت نہ تھی نہ کوٹھا - معلوم ہوا کہ یہ بھیلوں کے دیوتاؤں کا مندر ہے - جھاڑیوں کو دیکھا تو ڈالی ڈالی پر چیتھڑے لٹکے ہوئے پائے - لوگوں نے بیان کیا کہ یہ پارچے اس منت کے لئے مسافر لٹکا دیتے ہیں کہ کوئی آفت اُن کو مبتلائے مصیبت نہ کرے - ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ جن بلیات سے بچنے کے لئے یہ چڑھاوا چڑھایا جاتا ہے اُس سے بھیل قوم کے ڈاکوؤں ہی کی طرف اشارہ ہے ✦

اس طرف کوئی موضع ایسا نہیں جہاں فصل بہار کے ابتدائی ایام میں کوئی نہ کوئی میلہ نہ ہوتا ہو ہولی تک ان میلوں کا سلسلہ چلا جاتا ہے - جس سال کا ہم ذکر کر رہے ہیں اُس سال فصل کی حالت نہایت ناقص تھی خوشی کے عوض لوگ رنج کرتے تھے - ان میلوں میں ایک بلی گاڑ دی جاتی ہے اور اُس پر گھاس لپیٹ دی جاتی ہے یا ہاتھ ہاتھ بھر کی لکڑیاں - اس پر دیوی کے نام کا جھنڈا کھڑا کر دیا جاتا ہے - جس سے غرض اصلی یہ پائی جاتی ہے کہ موسم بہار کی آمد سے سب کو خوشی ہو اور ہرن جو کھیت چر ڈالتے ہیں ڈر کے مارے ادھر کا رُخ نہ کریں ✦

کوٹہ کا شہر دلچسپی سے خالی نہیں یہاں ہندوستان کے اور شہروں کے خلاف ارمات اور تونکری کے آثار نمودار ہیں - چاروں طرف ایک مستحکم شہر پناہ ہے - فصیل پر موقع بموقع برج تعمیر ہیں - دریا ——— ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پچھم ہٹ کر جنوب کی طرف قلعہ تعمیر ہے جس کے بُرج اور گاؤدم بنائے بہت خوشنما ہیں۔ ان پر اچھے اچھے پرند رہتے ہیں اور سرسبزی بھی آنکھوں کو طراوت بخشتی ہے۔ دریا سے شہر تک عموماً تمام آدمی اپنے اپنے کام میں مشغول ملتے ہیں۔ شمالی بُرج کو بُرج کہنا فضول ہے۔ یہ بالذات ایک چھوٹا سا قلعہ ہے جہاں سے جھیل کے دونو ساحلوں پر پوری مار ہو سکتی ہے اس کا مفصل حال ہم اپنے قیام کوٹہ کے ذکر میں لکھیں گے ؛

باب ۷

کوٹہ کی آب وہوا کا اختلاف۔ دوران قیام میں حیرت انگیز واقعات کوئل۔ قوم ہاڑا کی سنسان چھتریاں۔ کنوؤں کے پانی سے مضرت صحت کی تصدیق۔ مہاراؤ نائب سے رخصت نائب کا اظہار افسوس۔ جھیل کا عبور۔ کیتری کے مست ہاتھی کی کیفیت نائب ریاست کوٹہ کے موروثی علاقے کے حالات۔ نند تا مادھو سنگھ کی طرف سے پیشوائی۔ راجپوتوں کی نغمہ سرائی۔ پنجابی پٹہ۔ ظالم سنگھ کے ایام نوعمری کی سیر گاہیں۔ تالرڑا۔ نوا گاؤں۔ راجہ بُوندی کی قربت۔ بُوندی کے ایوان راجگی۔ راجہ سے ملاقات۔ ساتھیوں کی علالت۔ بوندی سے کوچ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

موضع ستور کی ایک چھتری۔ آسا پورنا دیوی۔ بھوانی جی کا مندر۔ تھانو۔ کتبے۔ جہاج پور۔ رئیس بسّی کے ہمراہیوں کی شان و شوکت۔ مؤلف تاریخ ہذا کا حیرت انگیز علالت سے سابقہ۔

۱۰۔ ماہ ستمبر ۱۸۲۱ء کا دن بہت مبارک تھا۔ اس دن کی مدت سے تلاش تھی آنکھیں انتظار میں سفید ہو رہی تھیں۔ کیونکہ اسی روز مقام نندتا سے ہمارا کوچ ہونے والا تھا۔ اس مقام نامولوں سے خلاصی ایک قسم کی دوبارہ زندگی تھی کوٹہ کے زمانہ قیام میں ناموافقت آب و ہوا کا دور دورہ تھا۔ مہلک عارضے ہیضہ۔ بخار۔ وغیرہ اس منحوس مقام پر ڈٹے ہوئے تھے۔ لوگوں کا مقولہ تھا کہ ایسی خراب حالت کبھی نہیں ہوئی۔ موسم کچھ ایسا خراب تھا کہ سرسری واقعات لکھنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ نہ کوئی واقعہ از یوم مراجعت مقام کوٹہ تا تاریخ امروزہ جس کو چھ مہینے کا عرصہ ہوا ایسا نظر نہ آیا کہ جو قلمبند کیا جاتا۔ ناظرین پچھلے حالات سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ جن کا ذکر باب ششم میں آچکا ہے۔ اور جن لوگوں میں ہماری بود و باش تھی اُن کی مصائب و آلام کی حکائتیں یا اُن کے طریق رہائش کے حالات بیان کرنا تاریخ کو طول دینا ہے۔ اعتدال پسند اشخاص ہرگز ایسے طولانی قصوں کو پاک نظر سے نہیں دیکھتے اسی لئے اُن سے گریز کرنا لازمی سمجھا گیا۔ اس سفرنامے کے تحریر کرتے وقت ہمارے جسم پر تپ چڑھی تھی اور ایک دوست بھی ہمارا حضرت بخار کا شیدائی ہو رہا تھا۔ بارہا ہم نے مقامات ناقص سے کنارہ کشی کی مگر بیماری نے ساتھ نہ چھوڑا۔ جیوں توں گرمی کا موسم بدقت کٹا اور ماہ جون سے اطراف ہندوستان میں جہاں کی آب و ہوا صاف سمجھی گئی گشت کرتے رہے۔ یوہیں چند سے بسر کی اور کچھ عرصے کے بعد ڈیرہ ڈنڈا اٹھا کر شور ساگر کے کنارے پر جو شہر سے چند میل پر مشرق کی جانب واقع ہے۔ فروکش ہوئے۔ آفتاب کی تمازت۔ دھوپ کی شدت سے کھوپری چٹخی جاتی تھی۔ ہوا کا جس اس قدر تھا کہ ۲۴ گھنٹے میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شاید دو ایک دفعہ خفیف سی ہوا بدن میں مس کرتی ہو ورنہ درختوں میں جنبش نہ ہوتی تھی ضیق ہوا سے دم پر بنی تھی۔ موت کا عالم پیش نظر تھا۔ گرمی سے تھرمامیٹر کی حرارت ۱۰۴ درجے پر پہنچ چکی تھی یہاں تک کہ پنکھے کی ہوا سے بھی دم نہ الجھتا تھا۔ اس قیامت خیز میدان سے بھاگ کر ایک چشمے کے کنارے پر جہاں انبہ شیشم۔ ساکھو اور بہت سے جنگلی درختوں کا ذخیرہ تھا قیام کیا۔ وہاں کا بھی عالم اس مصیبت سے کم نہ تھا۔ سایہ دار درختوں مثل املی اور کیلہ کے نیچے بیٹھنا دشوار ہوا کیونکہ ہوا ساکت تھی۔ درختوں کی پتیاں جنبش نہ کرتی تھیں جانوروں نے شدت حبس سے منہ کھول دیا تھا۔ سر ڈالے پر لپیٹے ہماری طرح بیدم و بیقرار ہو رہے تھے۔ اور ٹھنڈی ہوا کی تلاش میں خدا سے لو لگاتے تھے گھوڑوں نے گھاس پر منہ ڈالنا ترک کیا۔ لباس جسم روح پروزنی ہو رہا تھا وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح پھڑک کر نکل جاوے۔ اور آسمان کی طرف خیز کرتی ہوئی ٹھنڈی ہوا سے مشام جان کو تازگی بخشے۔ دو بجے کا وقت تھا ہوا بند تھی۔ اتنے میں کوئل نے کوکو کی آواز لگائی۔ گویا اس نے اس سنسان مقام میں مہر خاموشی کو توڑ دیا۔ ہندوستان میں پہلے پہل ہم نے کوئل کی روح پرور آواز سنی۔ جو علاوہ دلکش ہونے کے طبیعت کو سکون بخشنے والی تھی۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے یہ جانور دوپہر کو ۲ بجے زبان کھولتا ہے اور ایک ایک گھنٹے کے بعد ٹھہر ٹھہر کر آواز لگاتا ہے۔ اس کی آواز سے عجیب دلبستگی رہتی ہے۔ ہم نے اس جانور کا خوب تجربہ کیا۔ اودے پور کے مواضعات میں اس سُریلے جانور کو دیکھا اور آواز کی شناخت بھی اچھی طرح ہو گئی۔ ہمارا قیام ایک موضع کی گھاٹی میں تھا اس نے آواز لگائی اور ہم خیمہ کے باہر ہو کر آواز پر چلے۔ یہ جانور پردن درخت پر بیٹھا ہوا کوکو کیا کرتا ہے۔ اس کی کوک سے خانمان برباد لوگوں کے کلیجے کھنچے جاتے ہیں اور پھر ایک درخت سے اڑ کر دوسرے درخت کو نشیمن بناتا ہے کوئل کا قد بھری سے مشابہ ہے۔ مگر رنگ سیاہ اور منقار سیدھی ہوتی ہے۔ ناظرین بخوبی جان گئے ہیں کہ ہمارا مقام شمالی مشرقی گوشے پر چشمے کے متصل تھا۔ مکانات نہایت صاف فصل گرما میں رہنے کے قابل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھے۔ پائین باغ لگا ہوا تھا۔ مہمالان چمن بصد ناز و انداز معشوقان طناز کی طرح اکڑ رہے تھے۔ چار دیواری پختہ کھچی ہوئی تھی۔ سر بفلک پھاٹک پر سنہری کلسیاں آفتاب کی شعاعوں سے جگمگ کر رہی تھیں۔ باغ کے سامنے نہایت وسیع اور مرتفع میدان دریاے چمبل کے کنارے واقع تھا تھکے ماندے مسافروں کے لئے یہ مقام بہشت کا نمونہ دکھلاتا تھا۔ قبرستان کثرت سے نظر آتے تھے جن میں اکثر شجاعان نامدار کا جو میدان رزم میں آغوش زمین میں سوئے ہوئے تھے اور جنھوں نے قوم ہاڑا کا نام ہمیشہ کے لئے قائم کیا تھا مدفون تھے گو ایسے نہ تھے جس طرح مارواڑ اور میواڑ کے ہیں۔ یا ٹیس خاندان بوندی کے مدفن ہیں مگر یہ اُس وقت کی یاد دلاتے ہیں جس وقت ہر دلعزیزی و تابعداری اور بربادی کی بدولت باہمی تنازعات ہُوا کرتے تھے قبرستان شہر کی دیوار سے لیکر چشمے کے بند تک چلا گیا تھا چونکہ تناور درختوں کا ذخیرہ ہے اس لئے دور سے دکھلائی نہیں دیتا۔ ہم یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ اُن کی مرمت ہو گئی۔ یہ نائب کی توجہ کا باعث ہے کیونکہ کس کو خواہش ہے کہ قوم ہاڑا کی یادگار قائم رکھ سکے۔ آفرین ہے نائب پر جس نے اُن کے بزرگوں کے نام کو قائم رکھا ہے ہم تعظیمی کلمے نائب کی زبان پر لانے سے باز نہیں رہ سکتے۔ اس نے بڑا بھاری کام کیا ایک مقبرہ اپنے راجہ مرحوم کی یادگار بنوایا اگر یہ عمارت مدت تک قائم رہی تو آیندہ مسافروں کو یہ کہنے کا موقع ملیگا کہ مہاراؤ امید سنگھ نے کوٹہ میں جو عزت حاصل کی اپنے مرتبہ سے بدرجہا بیش تھی۔ ہم نے بھی اس کے ارادے میں مدد کی تھی۔ یعنی رانا ے میواڑ سے نائب کے نام اجازت دلوادی تھی کہ جس قدر سنگ مرمر کی تعمیرات کے لئے ضرورت ہو بلا قیمت اور بلا محصول کنگرو کی کان سنگ مرمر سے بھیج دیا جائے اس باغ کے علاوہ مادھو کے باغ میں کئی ایکڑ اراضی تھی جن میں خوشبودار پھول اور خوش ذائقہ ثمر پیدا ہوتے تھے۔ کہیں پر گل گلاب کی خوشبو سے سبزہ زار مہک رہا ہے اور کہیں کیوڑا اپنی طراوت سے مشام جان کو طبلۂ عطار بناتا ہے ہم ایسے مریضوں کو جو وبائی عارضے مثلاً ہیضہ تجاری بخار اور دیگر قسموں کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تپ کے میزبان تھے کیا فرصت حاصل ہوتی ہوگی بلکہ ہم کو ایک قسم کا علاج مل گیا۔ جس کے لئے ہم کو مدت سے تلاش تھی حالانکہ ہم نے اپنے معروضات میں جو گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں روانہ کی ہیں ان کا ذکر درج نہیں کیا۔ ایک گرم جوش خیال والا اندازہ کرسکتا ہے کہ ایسے سفر سے ان مریضوں کو کیونکر آرام ملا ہوگا۔ جنھوں نے اپنی خوشی سے ایسے ویرانوں میں قدم رکھا۔ باغ باولیاں دیکھیں۔ مقبروں کی سیر کی چمبل بھامنی کے پرفضا میدانوں میں گشت لگائی اور کبھی شجاعت و دلیری کے دلدادہ آدمیوں کی ہمراہی سے یا آپس میں محبت اور ارتباط قائم ہونے سے اپنے ماتحتوں کی حالت دیکھ کر بیماروں کی مرض سے جدائی اور اُن کی تندرستی دیکھ کر جامہ سے باہر ہوئے ہیں۔ ایسی خوشی کی قیمت بہت گراں ہے کہ ہماری اور ہمارے ملک کی خوش نصیبی سے ہمارا عہدہ نفع بے مشقت یا چمن گل گلاب نہیں ہے۔ تو ہم اُس کو خارستان بھی نہیں بناتے ہیں۔ اس نظارہ کے دیکھنے سے دل میں ایک تحریک پیدا ہوتی ہے۔ جو طبیعت میں قوت اور جسم میں پھرتی پیدا کرتی ہے۔ اس تحریک میں عجب تاثیر ہے۔ وبائی عارضے اس مقام پر آنے سے کافور ہو گئے۔ سب توانا و تندرست ہیں۔ ناظرین اگر ہمارے ساتھیوں اور ان کے ملازمین کا ملاحظہ کرتے جب وہ دریائے چمبل سے عبور کرتے تھے تو وہ ان کو ان روحوں کی مثال دیکھتے جو پل صراط طے کرتے ہیں۔ اُن میں ایک متنفس ایسا نہ تھا جو تپ لرزہ میں مبتلا نہ ہوا ہو۔ چند ہیضے میں گرفتار تھے تو آدھے درد طحال میں پھنسے تھے ضعف سے اس قدر کمزوری تھی کہ ان کو اپنی موچھ بار گراں معلوم ہوتی تھی اس حالت میں بھی کبھی ترش روئی یا سرکہ جبینی کا نام نہ تھا جیسا تعجب ویسا ہی مرض کی تلافی بھی ہو گئی کہ جو شخص بستر علالت سے اُٹھتے تھے نہایت چست و چالاک نظر آتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ بیماریوں کو چمبل کے کنارے چھوڑ کر اس پار اُتر آئے ہیں ٭

موسم گرما میں کوئی مقام کوٹے کی طرح آب و ہوا سے ناقص نظر نہ آئیگا جب دریائے چمبل چڑھتا ہے اُس کا پانی پہاڑ کے غاروں میں جمع ہو کر بہتا ہے کنوؤں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں خس وخاشاک سے آلودہ زہر کی طرح پانی درختوں کی پتیوں سے سڑکر کنوؤں میں بھر جاتا ہے جس مقام پر ہمارا خیمہ تھا ایسے زہر آلود پانی سے ملیب ہو گیا تھا سطح زمین پر چکنی تہ ایسی جم گئی تھی کہ دور سے دیکھنے والوں کو پانی کا رنگ نیلگوں کبوتر کی طرح کچھ طلائی جھلک لئے معلوم ہوتا تھا۔ اودے پور کا برسات کے موسم میں یہی حال ہو جاتا ہے۔ تپ لرزہ اور تپ تجاری بہت سے مہلک عارضے عود کر آتے ہیں کوئی شخص خواہ انگریز ہو یا ہندوستانی ان وبائی مرضوں سے بچ نہیں سکتا۔ یہ بخار بہت سخت ہوتے ہیں۔ جن سے بچاؤ امر محال ہے مگر کلومل کی دوا سے اکثر مریض شفایاب بھی ہوتے ہیں +

چند روزہ قیام کے بعد پانچویں تاریخ کو نائب کے ساتھ مہاراؤ کی ملاقات کے لئے ہمارا جانا ہوا مہاراؤ صاحب بھائیوں کے ساتھ دوسرے روز ہماری ملاقات کو آئے۔ آٹھویں دنویں تاریخ کو ملاقات ہوئی۔ جن لوگوں نے ہمارے مصیبت خیز واقعات کا مشاہدہ کیا ان سے اظہار افسوس کے سوا اور کچھ نہ ہو سکا اشک جاری ہیں جس وقت مہاراؤ نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے ہمارے گلے میں ہار پہنایا تھا۔ ہماری صورت دیکھتے ہی گلا رک گیا ہچکی بندھ گئی۔ آواز نکلنا دشوار ہوئی مگر ہم نے اس کی نیک نیتی کو پاک نگاہ سے نہیں دیکھا مگر بعد کو معلوم ہوا کہ واقعی ان کو ہمارے ساتھ محبت ہے کیونکہ مہاراؤ کے بشرے سے لگاوٹ کی گفتگو ظاہر نہ ہوتی تھیں دریائے چمبل عبور کر کے چند گھنٹے تک اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اس پر قیام کیا تھا چونکہ تپ لرزہ نے ہم کو نقیہ کر رکھا تھا۔ لہذا اس وقت کوچ بولا گیا جب راستے کی تھکاوٹ بدن سے کم معلوم ہونے لگی نائب نے ہمارے واسطے ایک بجرہ طیار کیا تھا ہم اس پر سوار ہو کر دوسرے کنارے پار اترے مگر ہارا ہاتھی جس کا نام فتح بہادر تھا۔ اس راستے چلنے سے مجبور رہا کیونکہ نشیب و فراز سے راستہ خراب تھا۔ ہم نے طلائی ہودج اور مخمل گدے کشتی پر بار کرائے اور فتح بہادر ہاتھی دریائے چمبل میں کود پڑا۔ جب اس نے بیچ دھارا میں قدم رکھا اپنے خرطوم کو فوارہ بنایا — اور پانی میں کھیلنے لگا ایک ثلث کے قریب دریا طے کیا تھا۔ ایک ہتھنی جس کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عبور دریا کی عادت نہ تھی الٹی بجانب کنارہ روانہ ہوئی اور فتح بہادر بھی ہمارا خیال نہ کر کے ہتھنی کے پیچھے دوڑا مہاوت نے اس کے کان اور سر میں آنکس ماری مگر فائدہ نہ ہوا بلکہ اُس سے ہاتھی کو غصہ چڑھ آیا دو تین جھٹکے ایسے دئے کہ اگر مہاوت ہوشیار نہ ہوتا تو پشت فیل سے زمین پر گر پڑتا۔ ہمیں خوش نصیبی سے ایک ہتھنی مل گئی۔ اُس پر ہم سوار ہوئے۔ اور ہتھنی پر جس قدر بار تھا فتح بہادر پر لدوا دیا +

اب ہم کیتری میں پہنچے جہاں راجہ گلاب سنگھ جھالا کی جاگیر تھی گلاب سنگھ جھالا نائب کا رشتہ دار اور اُمراے کوٹہ میں سے مشہور شخص تھا۔ کیتری خوش قطعہ اور باوضع شہر ہے۔ راجہ کا محل شہر کی رونق کو بڑھاتا تھا۔ ہم نے نندتا کے مزروعہ میدان میں ڈیرے ڈالوا دئے۔ باغات انبہ بکثرت تھے۔ ہم کو وہاں ٹھیرنے میں کچھ پس و پیش نہ ہوا ہم جانتے تھے کہ یہ علاقہ نائب کے قریبی رشتہ دار کا ہے وسط باغ میں خوشنما بارہ دری باغ کی رونق دوبالا کر رہی تھی۔ اسی بارہ دری میں گلاب سنگھ کا فرزند مادھو سنگھ تفریح کے لئے آیا کرتا تھا مادھو سنگھ ہم سے مل کر بہت خوش ہوا اور کنیرہ مقام تک پیدل آکر ہم کو اپنے مکان میں لے گیا راجپوت رئیس کی بود و باش کے لائق اس قرب و جوار میں اگر کوئی مکان ہے تو نندتا میں مادھو سنگھ کا محل ہے۔ ہم ایک دروازے میں گئے دروازے پر نوبت بج رہی تھی اس کے بعد چوک دکھلائی دیا دو طرفہ دو منزلہ سہ منزلہ مکانات بنے ہوئے تھے بیچ میں سڑک تھی ان مکانوں میں جاگیردار سکونت پذیر تھے۔ وسط چوک میں ایک محرابدار چبوترہ بنوایا گیا تھا۔ چاروں طرف سنگترے اور خوشبودار پھولوں کے درخت حلقہ کئے تھے بیچ میں ایک حوض تھا۔ فوارہ چھوٹنے سے درختوں کی آبیاری ہوتی تھی اور اسی سے وہاں سبزی قائم تھی اس چبوترے کے محراب کے تلے ہزاروں آدمی مبارکباد دیتے اور توپ کی سلامی سر کرتے تھے باجا بج رہا تھا ہر طرح کی آواز گوش زد ہوتی تھی ہم وہاں بیٹھے مبارکباد کی رسمیات ادا ہوئیں۔ اس کے بعد طبلہ اور سارنگی چھڑی اور پنجابی ٹپے نے ہماری سمع نوازی کی اس راگ میں عجب لطف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پایا گو زبان سے واقفیت نہ ہو مگر جاہل کو بھی لطف ملتا ہے۔ خصوصاً جب کوئی دانندہ زبان پنجابی اُس پٹے کو سنتا ہے تو عجب کیفیت نظر آتی ہے مرہٹے کو دُھرپد راگ پسند ہے۔ راجپوت پٹے سے خوش ہوتے ہیں۔ خصوصاً افیون کے نشے میں جب یہ راگ سنتے ہیں تو گویا بہشت میں مقیم ہیں ہم سنگترے کے درختوں کے جھرمٹ میں بیٹھے لطف اُٹھا رہے تھے۔ فوارے سے عجب بہار دکھائی دیتی تھی۔ گویا ہزارے کی بوندیں زلف نازنین سے موتی بکھیر رہی ہیں۔ گانے والا سردی سے کانپ رہا تھا بلکہ کپکپی سے دانت بجتے تھے +

ریاست کوٹہ میں نائب نے پہلوان کوٹہ کو طلب فرمایا اور اسی مقام مندنا میں سری سی بوندی والا نے تین پہلوانوں سے زور آزمائی کی جن کا ذکر پیشتر ہو چکا ہے۔ پاؤ گھنٹے کے بعد ہم نے نائب کے فرزند سے جو ہمارے استقبال کے واسطے فاصلہ بعید طے کر کے آئے تھے رخصت چاہی اور ایک پیالہ چائے طلب کیا۔ ۱۱ ستمبر کو نندتا سے کوچ بول کر سرحد علاقہ نائب اور علاقہ بوندی سے گزر کیا راستے میں مزروعہ کھیت اور گھنا جنگل طے کرنا پڑا روئی کے درخت سرسبز و شاداب تھے۔ تلیرا نامی موضع برلب آب واقع ہے اُس کے کنارے کنارے جھاؤ کا جنگل ہے۔ یہاں مچھلی بکثرت پیدا ہوتی ہے ہمارے دوستوں نے خوب شکار کھیلے تلیرا راجہ بوندی کے وکیل کی جاگیر میں ہے جو ہمارے ساتھ ہے اس مقام پر بہت بڑا جنگل ہے چونکہ گزرگاہ عام ہے۔ اس لئے جب فوج اس راستے سے گزرتی ہے تلیرا برباد ہو جاتا ہے +

۱۲۔ جنوری کو نواں گاؤں میں پہنچے راستہ پیچیدہ تھا مگر صاف ضرور تھا۔ زمین زرخیز چشمے رواں اور جنگل کی کثرت ہے۔ اس مقام پر اگر مزدور کاشت کے لئے بہم پہنچائے جائیں تو پیداوار بکثرت ہو جس مقام پر ہمارا خیمہ نصب تھا۔ ایک درخت تمازت آفتاب سے بچنے کے لئے میسر نہ آیا ہم کو دو مدن دکھائی دئے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہاں دو دلیرا راجپوتوں نے نوک شمشیر پر قدم رکھ کر بہشت بریں کی سیر کی تھی مگر کچھ کندہ نہ ملا اور کسی کو مفصل حال اُن راجپوتوں کا معلوم بھی نہ تھا +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۱۳ ستمبر کو بوندی کے علاقہ میں گزر ہُوا یہ علاقہ تلیرا سے کوہ بوندی تک مسطح ہے۔ اس پہاڑ کی ناہموار بلندی سے ظاہر ہوتا ہے کہ سطح مسطح کا پشتہ نہیں ہو سکتا اس کوہ کا سلسلہ شمال مشرق کو دور تک چلا گیا ہے اور بہت سی پہاڑیاں ہیں جن کی قطاریں بیان نہیں کر سکتے کہ کتنی ہیں اور کس رُخ جاتی ہیں جب ہم نزدیک دارالریاست ہاڑا کے پہنچے گرد و غبار ہوا میں نمودار ہُوا اتنے میں نوبت نقارہ اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر سامنے اسپ سوار شتر سوار نظر آئے۔ معلوم ہُوا کہ راجہ صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ راجہ گھوڑے پر سوار تھا ہم بھی ہاتھی سے اُتر پڑے گو اتنی طاقت نہ تھی کہ پر قدم گھوڑے پر سوار ہو کر راجہ کے جلو میں لگا پو کریں۔ ناچار خلاف شان اور عزت سمجھ کر اپنی سواری کا خاص گھوڑا طلب کیا۔ اس کے مقابلے میں راجپوتانہ بھر میں کوئی گھوڑا نہ تھا سوار ہُوا اور راجہ کی فوج کی جانب باگ موڑی جتنے سپاہی راجہ کے ہمرکاب تھے ایک سے ایک بانکا جوان تھا فن سپہ گری اور سواری میں ہر ایک عدیم النظیر ہو رہا تھا۔ ہمارا گھوڑا بھی اُن گھوڑوں کی سرعت دیکھ کر تیزی دکھانے لگا ایک مرتبہ وہ اس قدر الف ہُوا کہ اُس نے اپنے پاؤں چشمہ کی دیوار پر رکھ دئے اور جب ہم نے روکنا چاہا تو اُس نے سر کی ایسی ٹھوکر ماری اور اس قدر سیدھا ہُوا کہ ہمارے چابک سوار کی زبان سے یا علی مدد کا کلمہ بے اختیار نکل گیا گھوڑا راست ہُوا اور شن شن کرتے کچھ دیر میں راجہ کے قریب پہنچ گیا راجہ صاحب ہمیں دیکھ کر گھوڑے سے اُتر پڑے اور آکر بغلگیر ہوئے۔ اسی طرح راجہ صاحب نے اور رئیسوں سے بھی ملاقات کی پھر ہمارے پاس آئے اور بصد شوق تین مرتبہ بغلگیر ہوئے اظہار دوستی اور رشتہ محبت کا اعتراف کر کے فرمایا یہ آپ کا گھر ہے جہاں آپ تشریف لائے ہیں کچھ دیر یونہی بات چیت رہی اور پھر رخصت ہو کر آگے قدم رنجہ فرمایا۔ اُس کے ہمراہی تعجب خیز تھے۔ زیور جواہرات سے ملبوس ہونے کے علاوہ چہروں پر مسرت جھلک رہی تھی۔ راجہ خود بھی بہادر اور دلیر تھا۔ اُس نے آٹھ سو سوار اور پندرہ سو پیادوں کے درمیان برچھا ہلایا۔ کرتب دکھائے اُس وقت ہم کو لڑائی کا دھیان آیا جس میں راجہ کے بزرگ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پشتینی تحفظ اور نام آوری کے لئے دشمنوں پر ہاتھ صاف کرتے تھے۔ اُس عہدنامہ کا ذکر درمیان میں آیا جس کے رُو سے اہل انگلستان نے دوبارہ اس ملک کو آزادی بخشی تھی۔ اُس نے اپنے محسن اور سرپرست سرکار کمپنی کا بہت کچھ شکریہ ادا کیا کیونکہ اُس نے اپنا کھویا ہُوا مال اور جاگیر سرکار کمپنی کی بدولت پھر حاصل کر لی تھیں۔ پھر اپنے بزرگوں کا تذکرہ کیا زمانہ شاہی میں جو ناموری حاصل کی اور جس عزت و توقیر کی نگاہ سے وہ دیکھے جاتے تھے۔ بیان ہوتا رہا اُس نے کپتان صاحب سے یہ بھی کہا کہ وقت پڑے بہت کام آؤنگا۔ میری جملہ سپاہ اور رئیس آپ ہی کے ہیں۔ حکم کی تعمیل اور ایفائے وعدہ سے کبھی دریغ نہ ہوگا۔ غرضیکہ راجہ بکرماجیت سے پاؤ گھنٹہ تک ایسی ہی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر ہم اپنے باعزت دوست راجہ بکرماجیت کے ساتھ اپنے خیمے کی طرف روانہ ہوئے۔ ہمارا خیمہ تالاب کے کنارے نصب تھا۔ اب ہم راجہ بکرماجیت کے محل دباغ کا ذکر کرینگے۔ بُوندی کی عمارتیں خصوص راجہ بکرماجیت کا محل اپنی خوبصورتی اور بلندی میں اپنا نظیر آپ ہی ہے یہ عمارت ہندوستان بھر میں قدر سے دیکھی جاتی ہے۔ ملک راجپوتانہ کو ایسی ہی تعمیرات پر ناز ہے۔ بوندی کا محل اوّل نمبر پر خیال کیا گیا ہے۔ اُس کی عمدگی اُس کی قطع اُس کی صنعت اور ساز و سامان کی درستی تمام محلات کا سرتاج ہے۔ ہر ایک محل کا نام اُس کے بانی مبانی کے نام پر رکھا گیا ہے۔ بوندی میں اس قدر تعمیرات کی کثرت ہے۔ مگر فن تعمیر میں سب یکساں ہیں۔ جو فاصلہ ہے برابر ہے۔ جس سے محلات کی خوبصورتی و شان اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ چتر محل یعنی راجہ چترسار کا تعمیر کیا ہُوا نہایت وسیع و خوش نما مندر ہے۔ اُس میں دو وسیع دالان اور دو ستونوں کی قطاریں ہیں جو سنگ ابری سے بنی ہیں اور جن میں سنگ مرمر کے کھمبے اور در تراشے گئے ہیں جہاں جاگیردار حسب مرتبہ استادہ رہتے ہیں۔ ان دروں سے دیوان خاص کو راستہ ہے۔ بکرماجیت یہاں آکر بیٹھتے اور باغ اور پھلواری کا تماشا دیکھتے ہیں بڑی بہاری صنعت اس عمارت میں یہ ہے کہ بالاخانوں کے اوپر باغ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور بارہ دریاں بنائی گئی ہیں۔ انہیں بارہ دریوں میں ہم سے اور راجہ بکرماجیت سے ملاقات ہوئی۔ جس نے بُوندی کا محل دیکھا ہے وہ سمرقند کے باغوں اور عمارتوں کا اندازہ بخوبی کر سکتا ہے۔ بالاخانوں کی سیر کرتے ہوئے ہم ان دالانوں کے قریب پہنچے جہاں دو رویہ صف باندھے جاگیردار کھڑے ہیں اُن شجاعوں کے بشرے سے بہادری اور جوش ٹپک رہا ہے ہم کو بہت خوشی حاصل ہوئی۔ پھر وہاں سے محل میں داخل ہوئے۔ راجہ بکرماجیت کے معاملات میں تذکرہ ہوتا رہا۔ پھر ہم ایک بالاخانے پر گئے عجب کیفیت نظر آئی۔ درختوں کی باڑ اور انگور کی ٹٹیوں میں دربار لگا ہے۔ وسط میں سنگ مرمر کا حوض صاف پانی سے لبریز ہے۔ رئیس اور ہمراہی جن کی تعداد سَو سے کم نہ ہوگی صف بستہ کھڑے تھے۔ وسط میں ایک تخت رکھا تھا۔ اس مقام سے نزدیک اور دور کا تماشا نظر آتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے نو حوض جن کے جیت ساگر اور پریم ساگر تھے بہت خوشنمائی سے بہار دکھا رہے تھے۔ ان حوضوں کے کنارے پر گملے رکھے ہوئے تھے۔ شہر کوٹہ اور چمبل کے کنارے اس بالاخانے پر بخوبی نظر آتے تھے۔ یہ بالاخانہ ایک وسیع بُرج پر ہے۔ جس کے جنوب و مشرق کے راستے پر گھاٹیاں بنائی گئی ہیں اور یہیں سے شہر کو راستہ چلا گیا ہے۔ تعمیرات کی اس قدر کثرت ہے کہ شہر کی وسعت اور مقدار کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ تارا گڑھ کی چار دیواری راجہ بودھ سنگھ نے بنوائی تھی۔ امید سنگھ کہتا تھا کہ یہ دیواریں برابر والے کی طاقت توڑ نہیں سکتیں۔ بھلا پھر زبردست دشمن سے کیونکر بچاؤ ہو سکتا ہے گویا اُس کے بیان سے دیواریں کمزور تھیں۔ توپ کے گولے اور بندقوں کی مار سے وہ دیواریں شکستہ ہو جاتیں اگر شہر بوندی کا تحفظ ہے تو کوہی دیواروں سے ہے ٭

۲۱۔ ماہ ستمبر تک بوجہ کثرت کار اور نقاہت بیماری سے یہ مجبوری ایک ہفتہ قیام کیا۔ ہمارے ایک دوست ڈاکٹر صاحب چند روز سے بیمار تھے۔ روز بروز اُن کا حال خراب ہونے لگا اور اُن کو اپنی حیات کی اُمید جاتی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رہی۔ کیری صاحب نے اُن کو کاغذ چاک کرتے دیکھا کہ وہ وصیت نامہ تحریر کرتے اور پھاڑ ڈالتے ہیں۔ کیری صاحب ہمارے پاس آئے میں بھی اُٹھ کر اُن کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا ڈاکٹر صاحب نے نبض ترک کردی تھی اور لاغری سے اُٹھا بھی نہ جاتا تھا۔ ہم نے اُنہیں بہت سمجھایا تسلی دی مگر کچھ کارگر نہ ہوا ہم نے سوچا ایسی باتوں سے کام نہیں نکلنے کا طعنہ آمیز گفتگو شروع کی۔ مایوسی مرد کو زیبا نہیں لازم ہے کہ ہراساں ہو۔ عورتوں کی طرح آنسوے بہانا سودمند نہ ہوگا۔ ان باتوں سے حرارت آگئی۔ کچھ غصہ کچھ خفگی چہرے سے ٹپکنے لگی۔ پھر ہم نے شوربا شیرخورہ سے حلق میں اُتار دیا۔ اور کالے خاں خانساماں کو اُن کی نگرانی پر مقرر کردیا خانساماں اُن کا مصاحب اور رفیق تھا۔ بڑی خدمت کی قدرت خدا سے وہ اچھے ہوگئے اور کیری صاحب پر بخار نے غلبہ کیا ان پر ہماری باتیں مؤثر نہ ہوئیں۔ اور ادھر کمپنی کے حکم سے ہم بوندی سے روانہ ہوگئے۔ راجہ نے پالکیاں اور فینسیں ساتھ کردی تھیں۔ تاکہ آسانی سے سفر طے ہوسکے ٭

۲۶ ستمبر کو دریاے بیچ سے دس میل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈال دیا اور ہم نے شفیق باوفا راجہ بکرماجیت کو رخصت کردیا۔ جس وقت ہم اپنے خیمے سے تفریح کے لئے برآمد ہوئے معلوم ہوا کہ مہاراجہ ٹھانوہ نے فوج کنٹنجنٹ جو ستو سواروں سے کم نہ تھی ہمارے لئے سرحد کے کنارے پر مقرر کردی۔ ہمارا سیدھا راستہ باندھ تال کی گھاٹی سے ہوکر تھا۔ یہ گھاٹی دارالریاست سے چار فٹ کے فاصلے پر تھی۔ ہم بمقام ستور جو یہاں سے دو میل کے فاصلے پر تھا پہنچے اس گھاٹی کے دونو جانب باغوں کی کثرت تھی قبرستان اور مندر دور سے آب وتاب دکھا رہے ہیں۔ یہ جنگل بھی تفریح کے لئے بہت اچھا تھا جملہ مدفن خوش قطعہ جن پر گنبد بنے ہوئے ستونوں پر کھڑے ہیں۔ سوجاباٹی کا مدفن نہایت خوشنما تعمیر ہے۔ جب ہم مکان ستور میں پہنچے تو گھاٹی کی وجہ سے ہاڑا کا خوبصورت محل دکھائی نہ دیا اُس کے بُرج اور رنگ برنگ کے مینار اور تارگڑھ کے کنگورے نصف راہ چلنے پر پہاڑ سے دکھائی دیتے تھے اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میراجی کوہ کے دامن سے اس مقام کا تماشا بخوبی نظر آنے لگا۔ اس پہاڑ سے بوندی ایسی نظر آتی ہے گویا پہاڑوں کے گھونگھٹ نے اس عروش کو چھپا لیا ہے۔ ہاڑا کی تواریخ میں ستور کا ذکر اکثر آیا ہے یہاں آسا پورنا دیوی کا مندر ہے۔ یہاں کی قوم ساکا اسی دیوی کی پرستش کرتی ہے۔ اگرچہ اس کرامانی مورت نے اپنی حرکات تبدیل کر کے کائی بائی کے طریقے اختیار کئے ہیں۔ تو بھی اُس مندر کے ناظر اس کی تبدیلی میں ذرا بھی شک نہیں کرتے ستور قدیم شہر ہے لوگ کہتے ہیں کہ اس کا ذکر دھرم شاستر میں موجود ہے اگر ایسا ہے تو قوم ہاڑا نے اس مندر کو نہیں بنایا اصلی مندر یہاں بھوانی کا ہے اور اُس کا آسا پورنا نام رکھ دیا کوئی چیز تعریف کے قابل اس مندر میں نہیں ہے مگر مندر میں اکثر مکانات اشخاص ہاڑا کے موجود ہیں جو چھتری دھرم پر قربان ہو گئے۔ سارسُت برہمن بکثرت رہتے ہیں۔ دو دو کوس تین تین کوس کے جاتری بڑ اور پیپل کے درختوں کے نیچے اُترتے ہیں۔ سارسُت برہمن سے پوجا کراتے ہیں۔ مگر جب تک وہ حسب دلخواہ نہیں پاتے۔ منتر نہیں پڑھتے ستور سے کوچ کر کے نو گاؤں میں پہنچے۔ یہ موضع اور موضعوں کی بہ نسبت بہت اچھا ہے۔ خاص موضع میں لائق قیام کے کوئی جگہ نہ تھی۔ لہذا ہمارے خیمے دریائے بیج کے کنارے ایک میل کے فاصلے پر نصب کئے گئے۔ دریائے بیج کا گندلا پانی تیزی کے ساتھ بہ رہا تھا۔ برسات کے موسم میں پہاڑی نالوں کے ذریعے سے دریائے بیج طغیانی پر ہوتا تھا +

۲۷۔ ماہ ستمبر کو وہاں سے رخصت ہو کر بمقام تھانوہ وارد ہوئے۔ مہاراجہ سادنت سنگھ ہمارے محب قریبی راجہ بکرماجیت کے فرزند اکبر تھے۔ سادنت کا قلعہ بہت چھوٹا ہے۔ الا غربی سرحدوں کی محافظت اس قلعہ سے بخوبی ہو سکتی ہے۔ عمارت چونہ سے نہایت پختہ بنی ہے۔ کوہ خرد پر قلعہ سادنت پر اپنی شان دکھا رہا ہے۔ مہاراجہ سادنت سنگھ اہل تھانوہ کو چھ موضع جاگیر میں عطا ہوئے ہیں اور راجہ مذکور نے پچیس سوار جاگیر میں تعینات کر دئے ہیں ایک ایک سوار کی جاگیر بوندی کے علاقے میں ڈھائی ڈھائی سو روپیہ مقرر ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سہ پہر کے وقت مہاراجہ سادنت سنگھ معہ فرزند اکبر ملاقات کو آئے۔ مصافحہ ہُوا۔ ولی عہد بہادر جن کی عمر تقریباً چھ سال کی ہوگی۔ کمر میں تلوار لٹکتی ہوئی۔ پشت پر سپر ایک برق وش گھوڑا سواری میں خراماں خراماں پہاڑوں پر ہوا کھانے لگے۔ اس مقام پر اکثر کتبے کندہ نظر آئے۔ مگر تین سال سے کوئی زیادہ نہ تھا +

۲۸۔ ستمبر کو جہازپور کی طرف عازم ہوئے۔ علی الصباح سرحد کے کنارے راجہ صاحب کی فوج ہمارے انتظار میں کھڑی تھی۔ ہم نے اُسے لاکھ کہا کہ راجہ صاحب نے کوئی دقیقہ ہماری مہمان داری میں اُٹھا نہیں رکھا تم لوگ جاؤ۔ آرام کرو۔ تکلیف کیوں اُٹھاتے ہو۔ مگر افسر فوج نے عرض کیا کہ ہمیں مہاراج کا حکم ہی ایسا ہے۔ ناچار ہم آگے روانہ ہوئے اور فوج قدم بقدم ہمارے ساتھ رہی۔ راستے میں وحشی قوم علاقہ جہازپور کا ذکر ہوتا رہا۔ یعنی جہازپور کی قوم مینا اور قلعجات بنارس کے باشندوں کرار کی جو اُس زمانے میں باعث خوف ملک تھے اور جنہوں نے میدان مرتفع میں قوم ہاڑا کے مدفن بنا دئے تھے۔ مجملاً کیفیت بیان ہوتی رہی۔ بعد قطع مراحل ہمارا گزر گھاٹی میں ہُوا مگر جہازپور کا قلعہ اب تک نظر نہ آیا گو پوچھنے پر معلوم ہوتا تھا کہ بہت قریب ہے۔ اور دراصل ہم نے اُس وقت تک قلعہ نہیں دیکھا جب تک کُل دشوار گزار گھاٹیاں طے نہ ہو لیں۔ یہ قلعہ بہت بلندی پر واقع ہے جو پہاڑوں کی قطار سے علیحدہ ہے۔ ملک میواڑ کا تحفظ اسی قلعے سے ہے کیونکہ وہاں کے باشندے اس قلعہ کو میواڑ کا پھاٹک بولتے ہیں۔ اور اس ضلع کو چوراسی کہتے ہیں۔ کیونکہ چوراسی شہر اس کی تابع ہیں اور درحقیقت جہازپور میں سو شہر ہیں۔ جن میں مینوں کی بستی ہے وہ تیر و کمٹھا (کمان) کے شائق ہیں اور اسی سے اُن کی مدد رہتی ہے۔ جس کی تحقیقات ظالم سنگھ کو ہو چکی ہے۔ جہازپور کا ضلع ۱۵ سال تک ظالم سنگھ کے زیر حکومت رہا۔ اس ضلع میں جس قدر زمین میدانی ہے۔ اُسی قدر کوہی ہے اور قوم مینا اراضی کی مالک ہے۔ مہاراجے کی جائداد میں صرف دو تالاب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں جو بودلو ہاری کے نام سے منسوب ہیں۔ یہ دونو تالاب عہد قبضہ داری میں ظالم سنگھ نے مینڈوں سے چھین لئے تھے۔ سرحد پر جہاز پور کی فوج ہماری منتظر کھڑی تھی۔ یہ فوج ایک مسن رئیس باشندہ بستی اور اُس کے پوتا ارجن سنگھ کے ماتحت تھی جن کا حال کوٹہ کے سفر میں قلمبند ہو چکا ہے۔ فوج قواعد دان تھی مگر ہمراہی کی فوج ہاڑا کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ گو دیکھنے سے گونہ اطمینان ہوتا تھا۔ ہماری آمد کی خبر سنکر سوبھارام مہتمم املاک آیا یہ شخص دیوان صاحب کا برادر زادہ ہے۔ آدمی متین ہے مگر اس ملک کے انتظام کی لیاقت نہ تھی۔ سوبھارام کے ہمراہ قوم مینا کے ناٹک یعنی افسر تھے۔ چونکہ یہ مقام بحیثیت تاریخ نویسی کے بہت اچھا تھا۔ لہذا ہم نے چند روز اور بود و باش رکھ کر یہاں کے واقعات کی تلاش کی اور اپنے تھکے ماندے ہمراہیوں کو یہاں کے قیام سے آرام پہنچایا +

باب ۸

مؤلف تاریخ ہذا کی بیماری۔ زہر خورانی کا شبہ۔ منڈیل گڑھ کا دورہ کرار کی کیفیت۔ امن ملکی کی حالت۔ راستے کا نظارہ۔ دھرمارتھ کی زمین۔ قلعہ امبر گڑھ۔ قلعہ مذکور کی قدیم بزرگی۔ فوج جاگیرداری کی تربیت و ترتیب کے بارے میں سرکار انگریزی کا مدبرانہ انتظام دبیتو۔ مان پورہ۔ فوائد کے مکرر آثار۔ منڈیل گڑھ میں داخلہ دُسہرہ کا تیوہار۔ پسماندہ گروہ۔ بھومیا اور پٹیلوں کی آمد منڈیل گڑھ کا ذکر۔ تکشک خاندان کے ایک شخص کے ہاتھ سے اُس کی مکرر تعمیر۔ منڈیل گڑھ کے حالات قدیم۔ کنیز سنگ کا شجرہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اقوام مختلفہ کا نسب نامہ۔ اورنگ زیب کی طرف سے راٹھور کو مندیل گڑھ کا عطیہ۔ رانا کا اس پر پھر تسلط۔ تقرری محاصل۔ داد و دہش کیشر بجٹیہ کا مقام۔ مؤلف تاریخ ہذا کا اپنے ہمراہیوں سے شرکت۔ ہرسلایا۔ کولا۔ بربادی ملک۔ کتبہ۔ ہمیر گڑھ۔ سیورد۔ مقام پوردہ کے باشندوں کی شکرگزاری۔ مرولی کی سرسبزی و شادابی۔ قدیم رسوم تعجب خیز قوانین۔ جسموہ۔ ملک کی ویرانی کی حالت۔ کتبہ۔ تانبے کی کان۔ سونوار۔ تین دریاؤں کا سنگھم۔ پارس ناتھ کا مندر۔ ملک کی ویرانی۔ کریرا۔ مولی۔ بنجر مقامات۔ نہر انگرائی شکارگاہ

توس اور متھرا کی بلندی دوسرے سفر کا خاتمہ

عرصے تک جہازپور میں قیام رہا روزنامچے کی تاریخ ختم ہو چکی تھی۔ کبری اور ڈنکن صاحب بیماری سے محزون ہو رہے تھے اور میرے عزیز تر رشتہ دار کپتان وا صاحب کی خورد و نوش ہمارے ساتھ ہوا کرتی تھی۔ آئے دن بخار آنے سے اشتہا کم ہو گئی تھی۔ ہر چیز پر رغبت ڈالتا کسی چیز کو جی نہ چاہتا۔ ایک۔ وز جوار کی روٹی کھانے کو جی چاہا دو لقمے بھی حلق سے نہ اترے تھے کہ حالت ابتر ہو گئی زبان اور لب اینٹھنے لگے معلوم ہوتا تھا کہ آساس ہو گیا ہے سر اس قدر بھاری کہ بیٹھنا دشوار ہو گیا مجبوراً لیٹ رہا اور مختلف اندیشے دل میں جاگزیں ہونے لگے مزاج سوداوی مجنونانہ کلمے نکل رہے تھے کبھی خیال ہوتا کہ میرا جسم اس قدر بڑھ گیا ہے کہ خیمے میں نہیں سما سکتا اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کبھی تڑپ کر بستر علالت سے اُٹھ بیٹھتا اور چاہتا تھا کہ خدمتی آدمیوں کے ہاتھ پاؤں توڑ دوں۔ جب ہوش آتی عقل ٹھکانے ہوتی تو خیال ہوتا کہ یہ علامات سخت صدمے کا باعث ہیں جو چند سال پہلے عائد ہو چکی تھیں اور انہیں کی وجہ سے پیشتر بھی موت سے دوچار ہُوا تھا میں نے کپتان واصاحب سے کہا کہ آپ میری وجہ سے کیوں تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ آپ جائیں۔ کپتان واصاحب بہت خوب کہہ کر اٹھے اتنے میں میرا حلق سوکھنے لگا ہاتھ پاؤں سنسنانے لگے میں سمجھا موت کا زمانہ قریب آگیا۔ چند منٹ کا مہمان ہوں دل کو زور دے کر اُٹھا اور چوب خیمہ پکڑ لی اتنے میں میرا ایک عزیز ڈاکٹر صاحب کو لے کر میرے پاس آیا۔ میں نے اشارے سے بیٹھنے کی اجازت دی۔ ڈاکٹر صاحب نے دوا پانی میں ملا کر چمچے سے منہ میں ڈال دی دوا پیتے ہی استفراغ ہُوا اور گلے کی خشکی جاتی رہی بستر پر گر گیا آنکھوں میں غنودگی چھائی اور ۲ بجے تک خوب سویا پنڈا پسینے سے تر ہو رہا تھا دوا جادو کا کام کر گئی۔ بخار رفو چکر ہُوا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ بالکل چنگا ہو گیا ہوں۔ ڈاکٹر کو رہر خورانی کا اشتباہ تھا مگر میں اس کو باور نہیں کر سکتا تھا۔ گو روٹی میں زہر دیا گیا ہو مگر ملازموں پر بھروسا تھا۔ حالانکہ ایک جدید ملازم نے جس نے روٹی پکائی تھی۔ شاید ایسا کیا ہو۔ لوگوں کے کہنے سُننے پر اسے معاف کر دیا۔ اپنے واقعات لکھنے کے وقت کپتان واصاحب نے بصراحت میرا حال مجھ سے بیان کیا اور ڈاکٹر صاحب کٹیا لے کر مچھلی کے شکار کو نہیں گئے حالانکہ وہ شکار کے بہت شائق تھے۔ میری حالت ایسی ہوئی گویا از سر نو پیدا ہُوا۔ چوتھی مرتبہ میواڑ میں آیا اور ہر مرتبہ ایسی ہی حالت ہوئی +

دوسری ماہ اکتوبر کی علی الصباح بیمار دوستوں کو چھوڑ کر ہم نے مقام کھجوری کا ارادہ کیا اور اُن کو فہمائش کر دی کہ وہ کمک اور اعانت ہمدگر چند سے بسر کریں۔ جب تک افاقہ نہ ہو لے یہاں سے قدم نہ اُٹھائیں۔ کیونکہ منزل گڑھ میں مجھے کچھ کام تھا۔ یہ مقام کھجوری کے راستے کے درمیان پڑتا تھا بلکہ میں نے دوستوں کو سمجھا دیا کہ بعد ختم کرنے اس کام کے آپ لوگوں سے ملونگا۔ ضعف سے نقیہ تھا۔ بجبوری پالکی میں بند ہو کر قطع راہ کی ہمت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گزر کرار کے علاقہ میں ہُوا۔ علاقہ کرار دریائے بناس کے ہر جانب ہے دریا کے کنارے سے پہاڑ کے دامن تک علاقہ کرار بولا جاتا ہے میرا گزر ٹھگوں کے علاقے میں ہُوا جن کا خاندانی پیشہ ڈکیتی تھا یہ لوگ میرے پاس آئے کاندھوں پر کمان آویزاں تھی اور تیر ترکش میں زنگ آلود ہو گئے تھے۔ ہمارے ایک اشارے سے چار ہزار کماندار سپر و شمشیر سے آراستہ ہو کر ہمارے تحفظ کے لئے جمع ہو گئے۔ قزاقوں کی جرأت نہ پڑی کہ ہم پر حملہ کریں۔ قوم مینا چاہتی تھی کہ ہمارے حقوق کا لحاظ رہے اور وہ رعایائے مالگذار کے نام سے پکاری جائے۔ ہمارے پاس افسران مینا بکثرت جمع ہوئے اور رانا کی طرف سے سُرخ پگڑی اور رومال عطا کئے گئے۔ رانا نے علاقہ جھاڑ گڑھ پر دوبارہ تسلط کیا۔ علاقے کا نظم و نسق ہمارے سپرد تھا +

پھر ہمارا گزر ایک ایسی گھاٹی میں ہُوا جہاں کی زمین قابل زراعت نہ تھی آبادی کم کہیں کہیں سبزی نظر آتی تھی ورنہ سارا میدان ادسر تھا وہاں کی ہوائے سرد ہمارے دماغ کو طراوت بخشتی تھی اکثر مقام پر بڑے بڑے درخت گھاٹی کے نشیب میں کوسوں تک چلے گئے ہیں۔ درختوں پر مرغان صحرائی کا نشیمن رہا کرتا ہے ہم کو گمان تھا کہ اس جنگل میں چہل قدمی یا ہوا خوری کرتے وقت خونخوار درندے نظر آئینگے۔ مگر اتفاق سے کسی کی صورت نہ دکھائی دی۔ جب ہم کھجوری سے متصل ہوئے گھاٹی عریض اور چوڑی ہو گئی وہ مقام باون ۹۲ ہزار بیگھ سے کسی طرح کم نہ تھا یہ بھی بزرگان سلف کی عقلمندی ہے کہ انہوں نے یہاں کی زمین دھرم ارتھ پر برہمنوں کو جاگیر میں عطا کی ہے۔ اور قزاق لوگ غنیمت کے مال کا دسواں حصہ رانی کے نام پر خیرات کرتے ہیں۔ قزاقوں کو برہمنوں کا جو وہاں کے باشندے تھے کچھ لحاظ نہ تھا۔ کچھ قوم مینا کی یہ حالت نہ تھی بلکہ راجپوت بھومیا بھی برہمنوں پر دست تصرف دراز کرتے یعنے جس قدر عمدہ زمین کھجوری میں تھی اُس پر قابض و متصرف ہو گئے تھے اور جہاں باون ۹۲ ہزار بیگھ میں سے سترہ ۱۷۰۰۰ ہزار انگریزی ایکڑ زمین قابل زراعت سمجھی جاتی ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاریخ تیسری اکتوبر کو مقام کچولا یا کچوارا میں جانے کی ٹھانی۔ لیکن راستہ خراب تھا۔ ہمارا راستہ ایسی گھاٹی سے تھا جو مغرب کی جانب وسیع ہوتی جاتی تھی۔ نصف قطعہ مراحل طے ہونے پر امرگڑھ کے قلعہ پر پہنچ گئے۔ یہاں کا قلعہ دار راوت دلیل سنگھ تھا۔ اپنی سپاہ کے ساتھ جہاز گڑھ میں قیام پذیر ہے مگر اُس کا چچا پہاڑ سنگھ ہمارے گردہ کا بڑا دوست ہے اور شیر کوہی کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ پہاڑ سنگھ ہمارے استقبال کو آیا اور مجھے قلعے میں جانے کے لئے کہا مگر میں بیمار تھا اور قلعے کے دیکھنے کا بھی شائق تھا۔ ہم پہاڑ سنگھ کے ساتھ قلعے کے اندر داخل ہوئے۔ یہ قلعہ واقعی بہت مضبوط اور استوار پہاڑ پر تعمیر کیا گیا ہے۔ ایک جانب سے براستہ پیچیدہ اوپر جا سکتے ہیں ورنہ ہر طرف ایسا جنگل ہے کہ اُس میں قدم رکھنا ممکن نہیں۔ قوم مینا نے اپنی حفاظت کے لئے کیا خوب قلعہ تعمیر کیا ہم اس قلعے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بلندی سے نشیب پر نظر دوڑائی۔ رانا ارسی کا مدفن وسط گھاٹی میں بنا ہوا ہے۔ یہ گھاٹی منڈیل گڑھ تک پھیلی چلی گئی ہے اور پہاڑوں کی نیلگوں قطار منڈیل گڑھ سے عجب بہار دکھاتی ہے۔ پہاڑوں کے پتھر جا بجا ٹوٹے پڑے ہیں۔ جہاں تک نظر جاتی ہے پہاڑوں کا انبار نظر آتا تھا۔ ہم نے ارادہ کیا کہ یہ مقام آباد ہو جائے بھومیاں راجپوت اور پیٹل کے خوشباش رئیسوں کو ریاست منڈیل گڑھ میں جمع کر لیا اور میرے باوفا دوست پہاڑ سنگھ نے اس کار نیک میں خوشنودی ظاہر کر کے توپوں کی سلامی دی۔ بندوقیں سر کیں۔ اتنے میں بچکلیاں پر سوار بہار جی ہمارے پاس آئے اور منڈیل گڑھ تک ہمارے ساتھ جانے کا ارادہ کیا اور استدعا کی کہ یہ خدمت مجھ پر اور میرے خاندان پر اس لئے واجب ہے کہ اُس کے وفادار اور گرم جوش مددگار پہاڑ سنگھ پر جب وقت پڑا تھا آپ نے بہت مدد کی تھی۔ ہم منڈیل گڑھ کے باشندے بھومیاں کی تعریف کریں گے جنہوں نے اس وقت نازک میں بغیر حکم اور اعانت رانا کے اس قلعے کو قائم رکھا +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کچورا کی سالانہ مالگذاری چھ ہزار روپیہ میواڑ کی جمع بندی میں درج ہے۔ اب ایک چھوٹے موضع کے برابر اُس کی حیثیت رہ گئی مگر کسی زمانے میں بڑا مقام ہوگا۔ کیونکہ اب بھی دور تک پُرانے زمانے کی عمارتیں اس کے علاقے میں موجود ہیں۔ جابجا خاندانی مدفن بھی نظر آتے ہیں۔ یہ شہر چشمے کے مغربی کنارے پر آباد ہے اگرچہ آپ ناموافقت زمانہ سے وہ چشمہ دلدل کی حالت میں ہے اور دامن کوہ کے نیچے ایک جھاڑی میں پُرانے مندر کی ٹوٹی پھوٹی دیواریں اب تک نظر آتی ہیں۔ مگر آبادی مطلق نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قزاقوں کی غارتگری اور باشندگان ملک کے حملوں سے یہ مقام تباہ ہوگیا اور اس کی زرخیز زمین جس میں پیداوار بکثرت ہوتی تھی بالکل غیر تردد پڑی ہے۔ شاہ پور کا کچھ راستہ اس ضلع میں ہے وہاں کا رئیس دو جاگیرداروں کا ماتحت ہے۔ شاہ پور کی بابت اجمیر کو خراج دیتا ہے اور خود میواڑ کا جاگیردار ہے اور ایک علاقہ چالیس ہزار روپیہ سالانہ مالگذاری کا مندیل گڑھ میں رکھتا ہے مگر بجرم اقدام قتل رئیس امرگڑھ کے ضبط ہوگیا ہے۔ جب ہم نے اس ملک کو مرہٹہ کے قبضہ اقتدار سے نکالا تو لازم تھا کہ جو خراج علاقہ جات حدود اجمیر کے رئیسوں پر لگا ہوا تھا اور جس کی وجہ سے دائمی تکرار متوسط جاگیرداران اور راجوں کے ساتھ بڑھتی جاتی تھی چھوڑ دیتے راجہ شاہ پور نے اپنے راجہ کے حکم سے سرتابی کی اور اپنے آپ کو اجمیر کی رعایا گردانا۔ جب تک اس بات سے آگاہ نہ تھا کہ اب اُس کو دوگنا فرائض ادا کرنا پڑینگے دارالریاست میں نہیں آیا۔ مندیل گڑھ کے ضبط ہونے سے شاہ پور کا رئیس اس کا تابع رہا۔ ہم سفارش کرتے ہیں کہ جملہ رئیس مارواڑ جو آنروے کوہ ارادلی سکونت پذیر ہیں اور اجمیر کے خراج گزار ہیں دوبارہ اپنے رئیس کی ماتحتی قبول کریں اور اس تبدیلی سے کچھ نقصان بھی نہیں ہے لہذا وہ اسی کو غنیمت سمجھیں +

نویں ماہ اکتوبر کو مقام کچورا سے کوچ ہوا۔ اس زمانے میں اکثر ہمراہی تب لرزہ وطحال کے عوارض میں مبتلا ہو گئے اور یہ امراض جنگل کی رطوبت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے اور بھی ترقی پکڑ گئے تھے۔ مگر دینو مقام تندرستی کا مرکز تھا۔ ہم نے چاہا کہ اہل بھومیاں اور رعیت کو فراہم کر کے کوشش کی جائے کہ یہ زرخیز زمین غیر آباد شدہ زراعت کا زمانہ بنے۔ مقام دینو جو شاہ پور کی قبولیت میں ہے اور جس میں دو ہزار گھر بھومیوں کے آباد ہیں پھر بھی ویران کہا جاتا ہے۔ دینو مقام سے ۱۵۔ اکتوبر کو ایک ہفتے کے قیام کے بعد مان پورہ میں ہمارا نزول ہوا۔ مان پورہ قریب ایک میل کے بجانب جنوب مغرب دریاے بناس پر آباد ہے۔ اہل مان پورہ ہمارے استقبال کے واسطے شہر کے باہر آئے۔ عورتیں سر پر کلسے لئے عجیب آن بان سے گیت گا رہی تھیں لیکن مجھے بے وقت کا راگ خوش نہ آیا اور تب لرزہ نے اس قدر نڈھال کر دیا کہ میں اُن کی مہربانیوں کا نعم البدل بھی نہ کر سکا آج کی تاریخ مزاج صحیح رہا اور کل کے روزہ کام شروع کیا جائے گا جس کے لئے یہاں آنے کی تکلیف گوارا کی ہے۔ یہاں سے تین کوس کے فاصلے پر منڈیل گڑھ واقع ہے۔ ہم یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ زراعت کی لوگ قدر کرتے ہیں اور چند قطعے جن میں نیشکر بویا ہوا تھا سرسبز و شاداب نظر آئے سولہ سترہ تاریخ کو لشکر کا پڑاؤ اُٹھ گیا اور منڈیل گڑھ کی طرف ہم راہیوں نے جادہ پیمائی کی۔ ایک گھاٹی پر چڑھ کر نصف میل کے فاصلے پر شہر سے مقیم ہوئے۔ حاکم وہاں کا ہماری ملاقات کو آیا۔ مگر مجھ میں اس قدر لاغری تھی کہ پہاڑ پر چڑھنا شاق ہوا۔ یہ قطعہ چار فرلانگ لمبا ہے۔ اس کے گرد چھوٹی سی دیوار کھچی ہوئی تھی اور پہاڑ کی چوٹیوں پر برج قائم ہیں۔ حاکم کا مکان مغرب کی طرف ہے۔ اسی مقام پر ایجنٹ کوٹہ سے اس کے چھکے چھوٹ گئے تھے۔ آج دسہرہ کا روز تھا یعنی مہاراج رام چندر جی نے اس دن راون پر فتح پائی تھی۔ راجواڑوں میں بہت مبارک دن تصور کیا جاتا ہے۔ انعام و اکرام تقسیم ہوتے ہیں۔ دسہرے کے روز مجھے جاگیردار منڈیل گڑھ نے مدعو کیا مگر میں دعوت سے محروم رہا کیونکہ مرض نے اچھی طرح پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ کپتان صاحب میرے پاس آئے مگر بیمار تھے۔ اُن کی زبانی معلوم ہوا کہ ہمارے باوقار دوست

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مسٹر کیری صاحب کا حال ابتر ہے۔ کیری صاحب بہت ضعیف ہو گئے ہیں۔ کپتان واصاحب نے بمقام بجیت جو دریاے بناس کے کنارے واقع ہے کیری صاحب کو چھوڑا تھا۔ جس وقت وہ میرے پاس آئے میں چارپائی پر دراز تھا۔ تین کوڑی جونک بائیں پسلیوں میں لگائی گئی تھیں اگرفی جونک ڈیڑھ ڈیڑھ پیسہ بھر بھی خون پی گئی تو بھی ہمارا بہت خون ضائع ہوا یہ معالجہ ہماری راے سے ہوا تھا۔ ہمارے حکیم نے دو علاج سوچے تھے ایک تو جلانا دوسرے جونک لگانا۔ مندیل گڑھ میں ہم کو جونک مل گئیں۔ بہت سے پٹیل اور بھومیاں ہمارے خیمے کے اندر اور اکثر باہر کھڑے تھے۔ ہم نے اس کام کو سہل سمجھا اور انجام دیا۔ اب میں اگر حالت اچھی ہو گئی اور مرض سے نجات پائی تو کاشتکاری کی حالت جو اس قطعے میں مروج ہے آگے چل کر تحریر کرونگا +

قلعہ مندیل گڑھ کی تعمیر قوم بالنوت کے رئیس نے کی تھی جو چاوک خاندان کی روح رواں تھا اور جس نے اپنا حسب ونسب راجگان نہروالا پٹن سے ملایا ہے۔ اس قوم کی حکومت دریاے شور کے مغربی علاقجات پر دس صدی سے چودھ صدی تک قائم رہی۔ یہ قوم خاندان تکشک سے خیال کی جاتی ہے۔ قوم بالنوت فی الحال ٹوک[1] تھوڑا سا حل دریاے بناس پر متوطن ہے اور یہی وہ قوم ہے جس کو تکت پورہ کے عوض مورخین قدیم نے تکشک تحریر کیا ہے +

شعراے متقدمین کا قول ہے کہ مقام تھوڑا میں قوم سولان بارہ صدی کے درمیان خانہ جنگیوں کی وجہ سے شہر پٹن چھوڑ کر آباد ہوئی تھی بعضوں کا خیال ہے کہ شمالی جانب سے یہ فرقہ آکر آباد ہوا بدیں ثبوت نسب

[1] ٹوک تھوڑا قابل دید ہے یہاں کے مصور اور نقاش یکتاے زمانہ ہیں علاوہ اس کے یہاں ایک قسم کا نیلگوں اور زردی مائل پتھر پیدا ہوتا ہے گوکرن کا کنڈ مشہور تاریخی راجہ بسیل دیو والی اجمیر کی یادگار ہے اور واقعی قابل دید ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نامے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کسی زمانے میں اُن کا قیام پنجاب کے علاقہ لوکوٹ میں تھا ان کا نسب اگن کن یعنی قوم آستھک سے جو ہندوستان میں آکر آباد ہوئی تھی ملتا جلتا ہے اور اسی سے ان کا خاص وطن تصور کیا جاتا ہے وہ اپنے تئیں سورج بنسی لقب پکارتے ہیں اور چوہان ان کی قوم ہے۔ ایک دلیل ان کی تبدیلی نسب کی بیان کی جاتی ہے مگر اُس کا لکھنا ضروری نہیں سمجھتا تحریر کرتا ہوں۔ انبل کنڈ مقام ابو سے ان کی پیدایش ہوئی اور وہ اپنا نسب برہمنوں سے قائم کرتے ہیں گو کچھ ہی ہو مگر جو قوم مندیل گڑھ میں آباد ہوئی تھی اپنی قوم کا نام بالنوت رکھتی ہے۔ بالنوت کے سردار نے پہلے پہل مقام لارپورہ پر قبضہ کیا یہ شہر بہت پرانا ہے۔ ایک بھیل اس کا نوکر تھا اس کا نام مندو تھا جو ہمیشہ نیشکر کے کھیتوں کو خوک صحرائی سے بچاتا تھا ایک روز کسی کھیت میں جنگلی سور سو رہا تھا۔ اس نے تیر مارنے کا ارادہ کیا اور ایک پتھر پر تیر کی پھال تیز کرنی شروع کی۔ پھال سونے کی ہو گئی اُس کو تعجب ہُوا اور اپنے مالک کے پاس گیا مالک بھی ہمراہ آکر تیر کو دیکھنے لگا۔ سور سو رہا تھا اس نے پتھر اُٹھایا سور بھاگ گیا وہ سنگ پارس اپنے مکان پر لے آیا لاکھوں روپیہ کی دولت ہاتھ لگی۔ مندیل گڑھ کی چار دیواری اپنے ملازم بھیل کے نام سے بنوادی۔ اُس نے نا منصفی سے رعایا کا دل دکھایا جس کے باعث مندیل گڑھ اُس سے اور اُس کی اولاد سے نکل گیا۔ اُس کے زمانے میں ایک جوگی تھا جس کے پاس ایک گھوڑی ایسی چالاک تھی کہ وہ چیتے سے زیادہ بھاگتی تھی۔ گھوڑی ایسی پسند آئی اور فقیر گوشہ نشین سے زبردستی چھین لی۔ جوگی نے والئے ریاست سے فریاد کی اُس نے فوج بھیج کر بالنوت کو مندیل گڑھ سے نکال دیا اور اب اس کی اولاد بھومیاں مقامات جاول کھاچر میں مقیم ہے گو کاشتکاری کرتی ہے مگر اب بھی راؤ کے لقب سے پکاری جاتی ہے۔ اکثر رجواڑوں میں یہ قوم ملتی ہے۔ اہل بھومیاں کی زبانی مقامات قدیمہ کے موہوم حالات ظاہر ہوتے ہیں اُن کے مذہبی لوگوں نے اُن کے حالات بطور قصص لکھے ہیں +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس گشت میں سنگ مرمر کی دو تختیاں مقام کچورا سے ہمارے ہاتھ لگیں جن پر خاندان سولان کا پشت نامہ کندہ تھا اور جن میں سولان کے راجہ کا نام بھیم اور اُس کے فرزندان ہل وارا کا تذکرہ درج ہے۔ اس قوم سے دوہرن اقوام بیش اور شودر کے پیدا ہوئے بگھیروال مہاجن جس نے جین مت اختیار کیا تھا بہت مشہور گزرا ہے۔ گوجر سونتی کتوریو اور زرگر کونکیں بھیل اگن نکورا یعنی میواڑ اور نیز مئومیدانہ اس قوم کے نامور اشخاص کوٹے میں مقیم ہیں۔ یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ شنکر برن جو مخلوط النسل ہوتے ہیں۔ ان کی اسی قوم سے پیدائش ہے یا دوسری قوم سے قوم بگھیروال ساڑھے بارہ ذات ہیں۔ ان کی اولاد بکثرت پیدا ہوئی اور ان میں سے اکثروں نے جین مت اختیار کیا گو یہ سب راجپوت ہیں مگر پیشہ مہاجنی رکھتے ہیں رتھوڑ اراؤ کی نسل موضع خورد و بسی میں اب تک پائی جاتی ہے دو اور فرقے جن کے پاس تھوڑا اور جہازپور کے مقبوضات تھے۔ اب مرچیہ کھیڑا۔ بنوار واقع چتوڑ پر حکومت رکھتے ہیں گو نامساعدت زمانہ سے اکثر مقبوضات ہاتھ سے نکل گئے مگر پھر بھی راؤ کا لقب ان کی قوم سے نہیں چھوٹا کوئی شخص رجواڑوں میں رشتہ باندھنے سے عیب نہیں سمجھتا۔ بالنوت میواڑ کی جانب سے قابض تھے گو تحریرات کندہ میں اُنھوں نے اپنے دسترس سے میواڑ پر قبضہ کیا۔ اور بالنوت کے بزرگ راجہ کمارپال نے مندیل گڑھ کو اپنے علاقہ میں شامل کرلیا۔ اس کا ذکر جلد اول میں درج ہے ٭

سمت ۱۷۵۵ مطابق ۱۶۹۹ عیسوی میں جفاپیشہ بادشاہ اورنگ زیب نے علاقہ جات مندیل گڑھ کو رئیس راٹھور کے حوالے کیا جس کا نام دواجی تھا۔ اُس نے اس علاقے کو اپنے بھائیوں میں تقسیم کردیا اور نور خطیر انتظام ملکی قلعے کی مرمت میں صرف کر ڈالا۔ خزانہ خالی ہوگیا اُس نے دسواں حصہ پیداوار کی قیمت کا اپنے بھومیاں بھائیوں پر بطور محصول قائم کیا جس وقت رانا فوج شاہی لے کر اپنے قلعے اور جاگیر کو بچانا چاہتا تھا تو اُس کو جاگیرداروں کے مقابلے میں بہت دقتیں پیش آئی تھیں لہذا اُس نے پٹہ اپنے علاقے کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دہم حصہ پیداوار پر جاگیرداروں کے نام لکھ دیا اور اُس نے ایک ایک سوار اور ایک ایک پیدل فی پانچسو روپیہ محصول پر تعین کیا +

یہ زبردستی اس کے رشتہ داروں بھومیاں مثل رانادت۔ کنادت اور سکتاوت کو جنھوں نے اپنے حقوق بزور شمشیر قائم کئے تھے نہ بھائی جس وقت اس علاقے پر شاہی حکم چل رہا تھا۔ رانا نے اُن کے حاصلات کی منظوری بطور نذرانہ قائم کی تھی یعنی یک سالہ وسہ سالہ نذرانہ لیا جاتا تھا۔ ایک سالہ تو وہ لوگ دیتے تھے جو ایک موضع کے مالک تھے اور سہ سالہ اُن سے لیا جاتا تھا۔ جن کے پاس ایک سے زائد موضع تھے۔ امرگڑھ ۲۵۰۰ روپیہ اور املاؤ پندرہ سو پر اور تنتر و تیرہ سو اور جھیر نجر الو ۱۴۰۰ روپیہ پر بشرح سہ سالہ لگان قائم کیا گیا۔ اسی طرح اور موضعوں پر بھی محصول باندھا گیا اُنھوں نے زبردستی اپنی اراضی حاصل کی تھی۔ جب مندیل گڑھ تک فتور نظر آتا تو کچھ فوج لیکر بدمعاشوں کی سرکوبی کرتے دس روز تک اپنے پاس سے صرف ضروریات ہوتا اگر دس روز سے زیادہ لڑنے کا موقع ہوتا تو ریاست سے ان کو خوراک ملتی علاوہ اس کے اور بھی نذرانہ بھومیاں لوگوں سے وصول کیا جاتا خرچہ نقارچیاں عصابرداراں جھنڈا برداراں۔ اور نیز مشعلچیاں کے اصراف کا بار بھی انہیں لوگوں سے لیا جاتا نیز ایک نذرانہ بنام کرل کر یعنی قلبہ اور گھاس یعنی چراگاہ پر مقرر ہوتا اس کی کوئی شرح معیّن نہ تھی۔ حیثیت پر منحصر تھی یعنی جس قدر تحصیل ہوتی وصول کرتے مندیل گڑھ کی زرخیز زمین رؤسائے بھومیاں کے پاس اب تک موجود ہے۔ اس اثنا میں حکومت کی باگ جگت سنگھ ثانی کے سپرد ہوئی۔ امید سنگھ شاہ پور کو ۷۳ موضع یعنی پنجم حصہ کل علاقہ مندیل گڑھ کا عطا ہوا۔ صرف ۳۲۵ روپیہ سالانہ چراگاہ اور ۵۰۰ روپیہ نذرانہ نائب اور ۲۰۰ روپیہ نذرانہ چودھری معیّن کیا گیا اور بہت بے پروائی سے علاقجات تقسیم ہوئے سمت ۱۸۴۳ عیسوی تک علاقے کا حال ایسا ہی رہا۔ جس وقت سوم جی دیوان نے سرکشی جوندادت کے لئے رعایا سے مدد چاہی تھی۔ اس نے یہ نذرانے معاف کر دئے۔ علاوہ اس کے جاگیر نگر مٹو اور پورہ واقعہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوہ اور علاقہ زریز گھو بنجاوا قعہ کھیری اپنے دو ماتحت جاگیرداروں کے سپرد ہوئے
بعوض ان مراعات کے چار سو سواروں کا عہد و پیمان ہو گیا کہ وہ ان سواروں
سے بخوبی انتظام علاقہ جات کا کر سکتا ہے۔ یہ عہد و پیمان ایک رئیس خاندان
کے روبرو ہوا جو اوجین کی لڑائی میں اپنی فوج کی سرداری میں قتل ہوا تھا انہیں
وجوہ سے اُس کی اولاد معافی کی خواستگار ہوئی۔ کیونکہ وہاں کا رئیس مجنون ہو گیا
کچھ مدت تک بھومیاں کی حالتوں میں بہت سی تبدیلیاں رہیں ٭

۱۸۔ ماہ اکتوبر کو سمیت مقام پرجس کا فاصلہ ۸ میل ہے جانے کا ارادہ
ہوا۔ دریائے بیرس کے ہر دو اطراف پر ایک بہت بڑا موضع ہے۔ دریائے
مذکور اودے ساگر سے نکلا ہے۔ راستہ نہایت صاف و شفاف جا بجا ہری
ہری گھاس کا مخملی فرش بچھا تھا۔ ہم اپنے دوستوں سے ملے ان کی حالت
اچھی نہ تھی۔ بیمار تھے۔ کیری صاحب کی نازک حالت ناگفتہ بہ تھی۔ البتہ
ڈاکٹر صاحب کا مزاج صحیح تھا ٭

وہاں سے کوچ بول ۱۸ ماہ اکتوبر کو مقام پرسلباس پر پہنچے راستہ درست
تھا۔ جنگل اور گھاس سے تمام صحرا لہلہا رہا تھا۔ مہاراجہ صاحب ملاقات کے
خواستگار ہوئے۔ یہ شخص خلیق اور خوش مزاج آدمی ہے۔ خاندان رانا دت
سے اس کا سلسلہ ملتا ہے۔ اُس کے والد بزرگوار رانا امر سنگھ کی اولاد سے ہیں
جو رئیس شاہ پورہ تھے جن کے والد اور جد امجد شاہجہان کی طرف سے اورنگ
زیب کے مقابلے پر جان تصدق کر چکے تھے۔ اس وجہ سے خاندانی حقوق
تلف ہو گئے۔ صرف پانچ موضع پرسلباس میں باقی رہ گئے۔ ہمارا مقام قیام
چھتری موضع کے متصل جہاں اُس کے بزرگوں کی رہائش تھی ہوا ٭

پرسلباس سے روانہ ہو کر ۲۱ تاریخ کو امباہ کا راستہ لیا یہ مقام ۶½ میل
کے فاصلے پر ہو گا۔ کوٹی ویرانی تھی۔ مگر اطراف و جوانب میں کھیت لہلہا رہے
تھے۔ اکولا میں جو یہاں سے دو کوس کے فاصلے پر ہو گا ایک برہمن کو بھیج دیا
اکثر نقشی تحریرات دستیاب ہوئیں جو نقاشان شہر کے تحفظ حقوق کی بنا پر
کندہ ہوتی تھیں۔ اس کا دوسرا نام جیسا کا اکولا ہے اور اسی سے اس کے اصلی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور نقلی نام میں تمیز ہو سکتی ہے۔ ہم نے اس مقام پر چندے قیام کیا۔ رئیس اور امیر شہر سے ملاقات ہوئی۔ مہاراجہ صاحب سے گفتگو رہی۔ چونکہ تپ لرزہ سے ہم کمزور ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے ہم نے پریمیولٹیر کی کچھ پرواہ نہ کی۔ آلہ پریمیولٹیر بابو مہیس کے پاس موجود ہے۔ چونکہ وہ ہوشیار اور جہاندیدہ شخص ہے۔ اس لئے ہم کو بھی اس پر اعتبار ہے +

امبا مقام سے ہمیر گڑھ ملحق تھا۔ ۲۲۔ اکتوبر سنہ صدر کو ہمیر گڑھ کی راہ پکڑی۔ اس شہر پر بیرم دیو کا قبضہ ہے۔ بیرم دیو کا سلسلہ نسب راناوت سے پہنچتا ہے۔ جس کا فرزند دھیرج سنگھ راجگان سولمبرا کا جاگیردار ہے۔ سمت ۱۸۴۳ بکرمی میں راجگان سلومبرا کی وساطت سے ہمیر گڑھ پر دخیل ہو گیا رئیس حال دیوانہ اور مخبوط الحواس گنا جاتا ہے۔ چونکہ اُس نے قوم بادراؤ کو جو خیاطی کا پیشہ کرتی ہے۔ اپنی ملازمت سے برطرف نہیں کیا۔ اس بنا پر سات ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کے دو شہر ہاتھ سے نکل گئے۔ اور بمقام ہمیر گڑھ عہدنامہ ۱۸۱۸ء میں چھین لیا گیا۔ دھیرج سنگھ اپنی نالیاقتی سے ان محالات کی تخریب میں ساعی رہا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہمارا قبضہ دوبارہ ہمیر گڑھ پر ہو جاوے مگر ساری کوششیں بے سود نظر آئیں۔ ہمیر گڑھ نہایت خوش قطع شہر ہے۔ قوم سکنی کی آبادی ہے۔ چھیٹ اور دوپٹہ کے کاریگر عموماً رہتے ہیں۔ ایک وسیع تالاب بنا ہوا ہے۔ بط۔ مرغابی اور دیگر آبی پرندے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یہ جانور بلا مزاحمت سنگھاڑہ اور نیلوفر کی بیلوں میں رہتے ہیں۔ کوئی انہیں ستاتا نہیں۔ یہاں سے قریب بکرول شہر پرانے زمانے کی یادگار ہے اس کا حال نقشی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ شہر راجگان میواڑ کا تفرج گاہ تھا +

بتاریخ ۲۳ ماہ اکتوبر کو سیانو کی طرف کوچ کیا۔ ۸ میل اور ۳ فرلانگ فاصلہ تھا۔ یہ مقام وسط میواڑ میں ہے۔ جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے لق ودق میدان نظر آتا ہے۔ مقام اوجھانو اور املی میں جب ہم پہنچے وہاں کی رعایا ترقی کر رہی تھی۔ ۲۸ سال گذشتہ سے جو خرابیاں زور پکڑ رہی تھیں کالعدم ہوتی جاتی تھیں۔ اوجھانو اور املی ۱۸۱۸ء کے عہدنامہ کے بموجب رئیس بھدیسر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے ہاتھ آئے۔ مگر بھد یسر معاوضے میں لے لیا گیا۔ اس مقام کا نظارہ قابل دید ہے یعنی کوہستانی سلسلہ اور اس پر جنگلی درختوں کی بہار عجب شان دکھاتی ہے۔ کولا اور کوہستان پور دو مشہور قلعے پہاڑ پر واقع ہیں۔ سربفلک کشیدہ دو برج دور سے دکھائی دیتے ہیں۔ کوہ برک کی چوٹیاں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ ہم کو چونکہ آسائش مطلوب تھی۔ اور واقعی یہ مقام ہم ایسے مریضوں کے لئے صحت کدہ تھا۔ ڈیرہ ڈال دیا۔ کیری صاحب بھی ساتھ تھے۔ اُن کی روح اس مقام کی بود و باش سے خوش ہونے لگی۔ علے الصباح تفریح کے لئے نکل جاتے اور گھنٹہ دو گھنٹے گشت کر کے ہوا خوری کر لیتے۔ ایک روز اسی کوہستان پر سیر کر رہے تھے۔ عجیب قسم کا ایک جانور نظر آیا۔ جس کو عوام مہراج بولتے ہیں کاتک کے دنوں میں یہ جانور دکھائی پڑتا ہے۔ گویا موسم سرما کا خبر رساں ہے۔ کوہستانی پور اور کوہ برک کی چوٹیاں بہت پیچیدہ تھیں۔ کوہستانی پور کے سربر آوردہ اشخاص ہماری ملاقات کو آئے۔ از حد تپاک ظاہر کیا۔ ہم نے سوال کیا آپ لوگ اس قدر مسافت طے کر کے ہمارے پاس کس غرض سے آئے ہیں۔ جواب دیا۔ آپ کا آنا کچھ معمولی نہیں۔ قبل اس کے بھی آپ کا دورہ ہوا تھا۔ اُس وقت یہاں دو سو گھر بھی آباد نہ تھے۔ اب باقبال جناب بارہ سو گھروں کی بستی ہے۔ رانائے اودے پور ہمارا سرپرست ہے۔ مزارع سرسبز و شاداب ہیں پیداوار بکثرت ہوتی ہے۔ تجارت کو دن دونی ترقی ہے رانا کا اس قدر التفات ہوا کہ اُنہوں نے بہت سے محصول معاف کر دئے۔ شادی کے موقع پر جو ٹیکس[1] لیا جاتا تھا معاف کر دیا۔ آپ کی محبت اور قدوم اجلال کی برکت سے اس قدر خوش ہوئے کہ پانچ کوس اور پانچ سو کوس میں تفاوت نہیں۔ یکساں ہیں آپ نے جس قدر سلوک ہمارے ساتھ کئے ہم شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ ہم نے ان کی سعادت اور نیک بختی کی تعریف کی اور کہا محبت کے یہی معنے ہیں جیسا تم نے برتاؤ رکھا۔ خدا تمہارے خیال میں برکت دے۔ اب تم باہمی

[1] رانائے اودے پور کے یہاں شادی کے موقع پر رعایا سے محصول لے کر خزانہ شاہی میں جمع ہوتا۔ یعنی مالگذاری کا دسواں حصہ رعایا سے لیا جاتا تھا +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جھگڑوں اور فساد کو پاس پھٹکنے نہ دینا۔ آپس میں میل جول رکھنا۔ تمہاری قوم ترقی کرتی جائیگی۔ غرضیکہ تھوڑی دیر اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں پھر وہ رخصت ہوا اور دس میل کی مسافت پیادہ پائی سے طے کی ٭

ان لوگوں کے جانے پر بابا منگروت اور ٹھاکر راؤ سے ساڑھے سات بجے تک گفتگو ہوتی رہی۔ ٹھاکر راؤ ہمارا بہت ممنون تھا۔ اُس کے نوجوان بیٹے کو والی اجمیر کی قید سے رہائی دلوائی تھی۔ دو گھنٹے تک ہماری اور اُن کی صحبت رہی ہم کو نکان معلوم ہوا مگر انسانی داب سے بعید ہے کہ کوئی شخص ہماری ملاقات کو آوے ہم اُن سے کنارہ کریں۔ بہ مجبوری بیٹھے رہے۔ جب وہ رخصت ہوئے۔ چاء کافی پی کر پلنگ پر استراحت کی ٭

مقام رسمی کا فاصلہ ۱۳½ میل ہوگا۔ راستہ بھی سیدھا تھا مگر ہم چکر کھا کر مرولی مقام سے گئے ۱۵ میل کا سفر طے کرنا پڑا۔ اگر سیدھا راستہ اختیار کرتے تو دریائے بناس کے کنارے کنارے آرام سے پہنچ جاتے۔ دریائے بناس مرولی سے شمال جانب بہ رہا ہے۔ کاشتکاری کی حالت بہت اچھی ہے۔ جنگل بہت ہے۔ گھاس اور جھاڑیاں موجود ہیں۔ جابجا کھیتی ہوتی ہے۔ شہر مرولی کی بستی ویرانے میں ہے۔ مگر نہایت شگفتہ اور لائق دید ہے اس وقت ۵۷ قلبہ جاری ہیں۔ پیشتر جب ہمارا آنا ہوا تھا۔ صرف ۱۲ قلبوں سے کام لیا جاتا تھا۔ رسمی میں ستر گھروں کی بستی ہے۔ پہلے ۲۰ گھر آباد تھے اور اس ترقی سے امید ہے کہ چند سال میں اچھی خاصی بستی ہو جائیگی۔ دریائے بناس میں مچھلی کا شکار کھیلا۔ رسمی میں مچھلیاں بہت بڑی ہوتی ہیں۔ سیر بھر سے پلے کوئی کم نہ ہوگی۔ ۱۷۔ انچ لمبی۔ اور ۹ انچ چوڑی مچھلیوں کی جسامت تھی ہمارا دوست مسٹر ڈیوا سٹوارٹ مچھلی کے شکار کا شائق تھا اُس نے ہمیں اس شکار میں بہت مدد دی ٭

مقام رسمی کا منظر بہت خوشنما ہے۔ مورخوں نے اس کو بہت پُرانا لکھا ہے۔ یہ مہاراجہ جے چندر کے زمانے میں آباد ہوا تھا مگر معلوم نہیں کہ یہاں راجدھانی کس کی تھی پرمار چند یا چوہان ابھنیسر کی حکومت تھی۔ قدیم زمانے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے کھنڈر اب تک پائے جاتے ہیں۔ اور اکثر جگہ پرانی عمارتیں منہدم ہوکر نئی عمارتیں بن گئی ہیں۔ رسمی کے باشندے عجیب قانون کے پیرو تھے۔ یعنی اُن کے مذہب میں کوئی عورت اپنے خاندان کے علاوہ دوسرے کے یہاں کھانا نہ چکھ سکتی تھی۔ ایک تختی پر یہ عبارت کندہ تھی اور اسے باشندگان رسمی نے دروازہ شہر لگا رکھا تھا +

تجارت پیشہ و مہاجن لوگ مطلع ہوں۔ چونکہ تحصیلدار محاصل مہاجنی پیشہ و تجارت پیشہ اشخاص سے ایک ثلث آمدنی کا بحیر وصول کرتا ہے اور ہم لوگ دینے سے مجبور ہیں۔ لہذا آپ لوگوں پر مناسب ہے کہ یہ مقام چھوڑ دیں کسی دوسری جگہ آباد ہوں۔ چونکہ اہل کار ریاست نے حلف اٹھائی کہ اب ایسی زیادتیاں نہ ہونے پائینگی۔ اس لئے مقام رسمی بارہ آباد ہوگیا۔ اسارڈھ شدی تیج سمت ۱۸۱۹ +

چودھ برس گزرے ہونگے اُس وقت ہم صاحب ریذیڈنٹ بہادر کی خدمت میں بطور اردلی کام کیا کرتے تھے اور جب ہی سے ہم کو میواڑ کی تاریخ لکھنے کا شوق تھا +

۲۴۔ اکتوبر جیمیو میں قیام کیا۔ ۱۴ میل کا سفر طے کرنا پڑا گو براہ راست اگر جاتے تو ۱۲ میل سے زیادہ مسافت نہ تھی۔ زمانہ سلف میں جیمیو بہت مشہور شہر گزرا ہے۔ پانی شیریں مگر آب و ہوا مرطوب۔ قبل اس کے جب ہم آئے تھے۔ تمام شہر ویرانہ تھا۔ اس وقت اسّی گھر آباد ہیں۔ ہمارا سفر اس چودہ میل میں غیر آباد زمین پر رہا۔ دریائے نباس نے نصف راہ تک ساتھ دیا۔ مقام گلوند سے دوسری جانب بہ نکلا۔ بہت سے کتبے نظر آئے۔ جن کا ذکر آئندہ کسی موقع پر ہوگا۔ اس مقام پر مس یعنے تانبے کی کانیں ہیں مگر پانی کی تہ میں پائی جاتی ہیں۔ غوطہ خوروں نے بہت کوششیں کیں مگر ناکامیاب رہے +

یہاں سے براہ سونی ۱۲½ میل کا فاصلہ طے کرکے سنوار مقام پر پہنچے دشوار گزار راستے سے سفر ہوا۔ ایک مشہور تاریخی مقام دیکھنے میں آیا جہاں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سمیر سی والی چتور اور بھولا بھیم والئے انہل وارا پٹن سے بڑی خونریزی ہوئی تھی۔ اس معرکے کا ذکر چند شاعر نے اپنی کتاب میں بڑی وضاحت سے لکھا ہے۔ پہلے یہاں باغ تھا۔ مگر اب پلاس اور لمبی لمبی جنگلی گھاسوں کا ذخیرہ نظر آتا ہے۔ چند شاعر حالات جنگ بیان کرکے لکھتا ہے کہ کریرا کے میدان میں طرفین کی فوجیں ڈٹی ہوئی تھیں۔ ہنگامہ کارزار گرم تھا آخر کار قوم سولاں شکست کھاکر بھاگی اور دریائے نباس کا عبور کرکے اس پار جنگل میں آباد ہوئی۔ یہ صحرا میں دریائے نباس کا سنگم ہے۔ دریائے بیرس اور نباس دونوں اسی جگہ ملے ہیں چونکہ ایک چھوٹی ندی اور بھی شامل ہوگئی۔ لہذا اس دوآبہ کا نام تربینی پڑا۔ مہادیو جی کا مندر بھی لائق دید ہے ٭

مقام کریرا میں پارس ناتھ کا اوتار ہوا۔ چند کتبے دستیاب ہوئے۔ کسی میں اس مندر کی بنیاد سمت ۱۱ میں پڑی اور کسی میں سمت ۱۳۰ اور کسی میں سمت ۱۳۵ میں مندر تعمیر ہوا۔ یہاں کے پوجاری سادہ مزاج اور بالکل متقی ہیں۔ پارس ناتھ کا مندر بہت خوشنما بنا ہے۔ گویہ اس زمانے کی تعمیر ہے۔ جب یہ شہر تنزلی میں تھا۔ مگر پھر بھی ۱۲ صدی کی زندہ جاوید یادگار ہے۔ سہ بفلک دو گنبد ہیں۔ سنگ مرمر کے ستون آب و تاب دکھا رہے ہیں۔ ان ستونوں میں جین مت کے حروف کندہ ہیں جو شاید جینیوں کے گرو نے کندہ کرائے ہوں۔ ہر برج ۳۰ فٹ سے کم نہیں اور بعض ۴۰ فٹ کے کہتے ہیں۔ ایک برج میں پارس ناتھ کی مورت بہت لمبی چوڑی نصب ہے اور دوسرے میں چیلوں اور جاتریوں کی سکونت رہتی ہے۔ دروازے کے برابر ایک برآمدہ قائم کیا گیا ہے اس میں بھی سنگ مرمر کے ستون استادہ ہیں ان کے دروں پر عبارت کندہ ہے۔ اس برآمدے سے مندر کی رونق دوبالا ہوگئی۔ حالانکہ وہاں بستی نہیں ویرانہ ہے۔ مگر پھر بھی جاتریوں کی کثرت سے یہ مقام گلزار رہا کرتا ہے قریب ۳۰ سال کے منقضی ہوا جب یہاں جوار کے مزارع تھے۔ جوار کے درخت اس قدر بلند ہوتے ہیں کہ ہاتھی بھی روپوش ہو جائے اس وقت جدید تعمیرات سے مطلق راستہ نہیں۔ ہم پالکی پر سوار ہوکر اس مقام

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی سیر کو گئے اول تو ہم پیدل چلنے کے لائق نہ تھے دوسرے فاصلہ بھی بہت تھا گھانس اس قدر اونچی تھی کہ پالکی کے اوپر تک پہنچتی تھی ببول کے درخت بہت ہیں۔ ببول کے کانٹوں سے راستہ چلنا دشوار تھا۔ پیشتر کریرا میں گھنی آبادی تھی اب صرف ساٹھ گھر رہ گئے ہیں اور اُن میں نصف سے زیادہ ہمارے آنے سے آباد ہوئے تھے۔ کریرا کی عورتیں مبارکباد دینے لگیں۔ رسمی اور کریرا کے درمیان ۷ میل کا فاصلہ ہے اور کریرا سے سنوار تک ۹ میل۔ مقام سنوار میں اولاد میواڑ حکومت کرتی ہے اور یہاں کی رعایا مہاراجہ دولت سنگھ کوٹلمیر کے قلعدار کی تابع ہے۔ کوٹلمیر ایک چھوٹا شہر ہے۔ آبادی اور رونق کے لحاظ سے اپنے متصل شہروں سے بہت پیچھے ہے۔ دولت سنگھ نے چھوٹا سا قلعہ اس غرض سے تعمیر کیا کہ وحشیوں اور جنگلی قوموں کی لوٹ مار سے بچاؤ رہے۔ ایک تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ سمت ۱۸۲۶ میں تمباکو کی متاجری موقوف ہوئی +

۷ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد ۲۶ تاریخ کو مقام ماڈلی پہنچے سنوار اور ماڈلی کے درمیان جس قدر اراضی ہے بنجر ہے۔ کسی زمانے میں یہ مقام شہر کی طرح آباد تھا۔ سرکاری دفتر میں ۷ ہزار روپیہ سالانہ کی جمع تشخیص کی جا چکی تھی۔ مگر اب سات سو بھی وصول نہیں ہوتی۔ ۸۰ گھر آباد ہیں اور اکثر یہاں سے جلاوطن ہو کر مقامات خاندیس و مالوہ میں سکونت پذیر ہیں اور بعضے جلاوطنی کی مصائب برداشت نہ کر کے دوبارہ واپس آئے ہیں۔ اور یہاں آکر نیشکر کی کاشت قائم کی۔ رانی کے کئی مصاحب ہیں۔ مگر وفادار کوئی نہیں۔ مہارانی بائی جی یعنی والدہ رانا صاحب نے سنگ مرمر کی ایک باولی بہت وسیع اور خوشنما تعمیر کی ہے۔ باولی کے دروازے پر سمت ۱۷۳۷ کا کتبہ لگایا گیا ہے۔ مضمون کتبہ کا زبان جینی میں ہے۔ جس میں موسم برشگال میں روغن کشی کی ممانعت تھی۔ تاکہ حیوانات اور بیلوں کو آرام ملے اور محنت و مشقت سے بچتے رہیں +

بلند توس مقام پر پہنچ کر ہم نے عہد کر لیا کہ چندے اسی مقام پر رہیں گے۔ بلکہ اُس وقت تک ہمارا قیام رہیگا۔ جب تک ہم کو سمندر کے راستے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے ولایت جانے کا موقع ملے۔ ہمارا راستہ غیر تردد میدان سے تھا۔ والئے ریاست کا گھوڑا زیر ران تھا۔ گھوڑا چلنے سے رکا۔ ناچار باگ موڑی اور محلات ویران کی طرف رُخ کیا۔ ٹوٹی پھوٹی عمارتیں نظر آئیں۔ سنگین دیواریں ٹوٹ کر دریائے بھامتی کی سطح آب کو روک رہی تھیں۔ پانی کی ٹکر سے عجیب شور پیدا ہوتا تھا۔ اس کی ویرانی دیکھنے سے افسوس آتا تھا۔ پرانے زمانے کے نقشے آنکھوں کے سامنے پھر رہے تھے۔ اصطبل۔ فیل خانہ کی عمارتوں میں بوم نے آشیانہ بنالیا۔ پتھروں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ افسوس دیاس برس رہی ہے ایک روز ایک خوک صحرائی نے ہمارے پڑاؤ پر گزر کیا۔ ہم نے بھی گھوڑا خوک کے تعاقب میں ڈال دیا۔ ایک بستی نظر آئی۔ چند دیہاتی قرب وجوار سے ہمارے استقبال کو آئے۔ آگے آگے نقارہ بج رہا تھا۔ عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ ہاتھ میں پانی سے بھرے ہوئے لوٹے لے کر سامنے کھڑی ہوگئیں اور ہم کو مبارکباد دینے لگیں۔ ہم نے اُن کے لوٹے میں ایک ایک روپیہ ڈال دیا۔ کل راہ دور کرنے کو ایک چوپال میں قیام کیا۔ علی الصباح موضع کے سو سردار ساتھ لے کر فرودگاہ پر پہنچ گئے۔ ہمارے دوست مسٹر کیری صاحب کو تپ محرقہ نے دبا لیا۔ زیست کی اُمید جاتی رہی۔ ہم سب بھی بہت لاغر ہو گئے تھے۔ پوست واستخوان کے سوا گوشت کا نام نہ تھا۔

باب ۹

مؤلف تاریخ ہذا کو مجبوراً بوندی جانے کی ضرورت۔ راؤ راجہ کی ناگہانی موت۔ مرض ہیضہ سے تباہی۔ کوٹہ اور بوندی سے عارضہ مذکور کے دفعیہ کی عجیب ترکیب۔ موسم کی خرابی۔ پھیلوارا میں مؤلف کی پیشوائی۔ شہر مذکور کی گزشتہ اور موجودہ حیثیت۔ آئندہ بہبود کے وسائل۔ جہاج پور۔ راستے کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مشکلات۔ بُوندی میں داخلہ۔ دربار۔ صغیر سن راؤ راجہ سے ملاقات۔ ربط و اتحاد

سنہ ۱۸۲۱ء کی جولائی کو ریاست اودے پور میں پہنچے گو اکتوبر کے مہینے میں جس قدر مصائب اٹھائے اس قدر بھروسا نہ تھا کہ دوبارہ رکاب پر پاؤں نہ دھر سکینگے ہمارے دوست مسٹر ڈنکن نے فرمایا تھا کہ اگر چھ مہینے اس سرزمین میں اور رہ گئے تو پھر زندگی محال ہے۔ کیری صاحب سرزمین میرتا میں دفن ہو چکے اور ڈاکٹر صاحب کیپ کو جانے والے ہیں۔ بخار وان کے رخساروں پر نکل آیا ہے۔ آب وہوا ناقص ہے۔ جان عزیز کو بچاؤ۔ یہاں سے کوچ کرو۔ کپتان وہما را بھتیجا بھی اسی مرض میں مبتلا ہے۔ اور میں بھی اسی موسم میں مہروتی جانے والا ہوں اودے پور میں پہنچتے ہی ایک خط ہمارے پاس آیا جس میں مہاراجہ بوندی کی وفات حسرت آیات کا تذکرہ تھا۔ راجہ بوندی نے وقت نزع وصیت کی تھی کہ کپتان ٹاڈ صاحب ہمارے فرزند کے ولی ہونگے اور صاحب موصوف ہی ہماری ریاست بوندی کے نگران رہینگے اُس چٹھی کے ہمراہ والدہ ولیعہد بہادر کی چٹھی بھی ملفوف تھی۔ ہمارے پاس سرکار کمپنی کا حکم پہنچا کہ فوراً براہ میرتا اور مالوی ہوتے ہوئے بوندی پہنچو۔ راجہ بوندی وبائے ہیضہ سے جاں بحق ہو گیا۔ یہ وبائی عارضہ سنہ ۱۸۱۷ء سے اس انواج کو غارت کر رہا ہے۔ حکمنامہ لے کر ہم عازم بوندی ہوئے۔ یہ بیماری اول شمالی ہند میں ظاہر ہوئی تھی۔ ہمارے خیالات اس بیماری کی نسبت اور تھے۔ ہم سمجھتے تھے کہ صرف اُنہیں لوگوں کو یہ بیماری ہوا کرتی ہے جو غذا کی دیکھ بھال نہیں کرتے۔ اعتدال سے زیادہ کھا جاتے ہیں۔ لطیف غذا میسر نہیں آتی۔ کپڑے کثیف رہتے ہیں۔ مگر بوندی میں آنے سے ظاہر ہوا کہ ہیضہ جس کو عام مری بھوانی بولتے ہیں کسی کا خیال نہیں کرتا۔ خواہ راجہ ہو یا کاشتکار۔ انگریز ہو یا ہندوستانی ضعیف ناتواں یا قوی الجثہ لجیم و شحیم۔ غرضیکہ کوئی ہو۔ جہاں اس کے پنجے میں پھنسا۔ پھر نہیں بچتا۔ میں اپنے چار دوستوں کا ذکر کروں گا۔ جنہوں نے ابھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شباب میں بھی قدم نہ رکھا تھا۔ اس کمبخت مری نے دھر دبوچا اور آخر کار راہی ملک عدم ہو گئے۔ میرے زمانے میں راجہ بوندی اور اودے پور دونو مبتلائے ہیضہ ہوئے۔ رانا اودے پور قسمتوں سے بچ گئے۔ مگر راجہ بوندی کے دن پورے ہو گئے تھے۔ طعمۂ اجل ہو گئے۔ راجہ بوندی بہت مستقل مزاج آدمی تھا۔ بیماری کی حالت میں بھی خودداری ہاتھ سے نہیں دی۔ ہوش قائم رکھے۔ ریاست کا انتظام کیا بلکہ جان کنی کے وقت بھی اُس نے ہدایت کی کہ رانی صاحبہ ستی نہ ہوں اور بعد وفات ہمارے کپتان ٹاڈ صاحب بلائے جائیں اور اپنے لخت جگر کو وصیت کی کہ تم بغیر مشورہ کپتان صاحب کوئی کام نہ کرنا وہ تمہارے ولی ہیں۔ قبل اس کے جب ہم دارالریاست بوندی میں پہنچے تھے اُس زمانے میں بھی یہ بیماری عالمگیر ہو رہی تھی۔ راجہ بوندی نے اُس کی روک کے بہت تدارک کئے۔ بعض باتوں سے ہم کو ہنسی آتی تھی یعنی برہمنان اور منجمان کی طلبی ہوئی۔ بہت بڑی پوجا کی گئی۔ بلب دان یعنی قربانی ہوئی اور منتر پڑھ پڑھ کر وبائے مری کے حق میں حکم جلاوطنی نافذ ہوا اس کے لئے سواری تیار ہوئی۔ جس قدر موت کے نشانات ہوتے ہیں۔ سواری میں نصب کر دئے گئے اور سیاہ رنگ کے بیل لگائے گئے۔ گاڑی بھی سیاہ رنگ کی تھی غلے کے سیاہ تھیلے لگائے۔ تاکہ بیماری بھوکی نہ رہے۔ اور گاڑی بان بھی ماتمی لباس پہنکر رتھ پر سوار ہوا۔ جوق جوق لوگ غل مچاتے پیچھے چلے جاتے تھے۔ اس طرح وبائے ہیضہ چمبل کے اُس پار اتاری گئی۔ راجہ بوندی نے جب یہ سُن لیا کہ ریاست بوندی سے چمبل پار اتار دی گئی۔ بڑے عالم اور پنڈتوں کو جمع کر کے مشورہ لیا کہ ایسی تدابیر عمل میں آنی چاہئیں تاکہ اس بیماری کے منحوس قدم کوٹہ اور بوندی میں نہ آسکیں۔ پنڈتوں نے گنگا جل منگوایا۔ جنوبی دروازے پر گنگا جل کے مٹکے اس لئے لٹکائے گئے کہ اس کے پاک قطرے سے اس وبا کے قدم بوندی میں نہیں آسکتے۔ مگر خدا جانے کیا بات ہوئی۔ گنگا جل کم ہو گیا۔ یا بیماری نے اس متبرک پانی کا کچھ خیال نہ کیا۔ آخر کار راجہ بوندی کی جان پر بن گئی +

لہ وبائے ہیضہ ہندوستان بھر میں مری کے نام سے موسوم کی جاتی ہے زمانہ سلف کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

راجہ بوندی کے تجہیز و تکفین کے بعد ۲۵ جولائی کو پونا کی طرف عازم ہوئے دارالریاست سے عین بارش میں سوار ہوئے۔ میرتا اور ماولی کے دشوار گذار راستوں میں ہمارا ہاتھی مرگیا۔ بعد مسافت اور بارگراں باعث مرگ ہوئے۔ ہاتھی کے مرنے سے بہت بڑا صدمہ ہوا۔ تکلیف اٹھائی۔ شب کو اس قدر ہوائے تند نے زور باندھا کہ خیمے کی چوبیں اکھڑ گئیں اور ہمارے اوپر خیمہ گر گیا۔ مگر خدا کے فضل سے بال بال بچ گئے۔ خیمے کے گرنے سے ہماری فوج میں تہلکہ پڑ گیا۔ واویلا کا شور بلند ہوا۔ ہمیں کچھ ہنسی اور کچھ رنج تھا۔ گھوڑے چھوٹ گئے اور اونٹ بلبلا رہے تھے۔ بارش کی وجہ سے ہمارا

بقیہ حاشیہ۔ معتبر کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیماری دو سو برس سے پھیلی ہوئی ہے سمت ۱۷۳۷ کے اختتام اور سمت ۱۷۳۸ کے آغاز پر جس وقت ہندوستان میں خانہ جنگیاں ہو رہی تھیں۔ مقام گوا میں شاہی فوج پڑی ہوئی ہے۔ دشمنوں سے معرکہ کارزار گرم ہے اس زمانے میں مری نے بھی میدان صاف کرنا شروع کیا۔ یعنی ایک ایک روز میں پانچ پانچ سو آدمی وبائے ہیضہ کے نذر ہوئے۔ فوج شاہی کا ستھراؤ بول دیا۔ تاریخ میواڑ میں بھی اس کا ذکر درج ہے۔ بیس سال قبل ہندوستان کے جنوبی حصے اور ہند کے اکثر اطراف میں اس کا زور تھا۔ اسی طرح ۱۶۶۹ء میں یہ بیماری سمندر پار گئی اور ولایت انگلستان کو تہس نہس کر دیا۔ اس بیماری کے حالات عجیب ہیں۔ ہم نے کئی قریب المرگ بیماروں کو دم توڑتے دیکھا واقعی یہ بیماری غضب کی ہے جس گھر میں اس کا دخل ہوا بغیر دو چار کی جان لئے پیچھا نہیں چھوڑتی۔ رانا سے اودے پور اس بیماری میں مبتلا پایا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بیماری اکثر الحاق سے پیدا ہوتی ہے یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اکثر مکانات ایسے دیکھے گئے جو بالکل صاف اور ستھرے تھے۔ گندگی کا نشان بھی نہ تھا۔ بلکہ شہر کے باشندوں کا وہاں گزر بھی نہ ہوتا تھا۔ ہوا پاک و صاف تھی۔ اتفاقاً ہیضہ میں مبتلا ہوئے۔ اور چند گھنٹہ بعد ملک عدم کی راہ لی۔ بڑی پکی دلیل ہے کہ ہیضہ کا اثر بغیر الحاق اور صحبت کے بھی ہوتا ہے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سارا اسباب تر ہو گیا مگر سپاہیوں نے پھرتی سے کام لیا۔ آفتاب کے طلوع ہوتے ہوتے ایک جگہ فراہم کر لیا گیا مگر وزن دوچند ہو گیا تھا۔ ہم بدیں خرابی خیمہ سے باہر نکلے اور اُسی وقت یہاں سے پونا کی طرف راہی ہوئے۔ کیونکہ ہم نے لوگوں کی زبانی سنا تھا کہ اس مقام مصیبت خیز سے پونا شہر ہزار درجہ اچھا ہے اور ہم کو بازار بھیلوارا کے دیکھنے کا بھی اشتیاق تھا۔ بھیلوارا کی زمین بہت زرخیز ہے۔ رانائے اودے پور کی ہمشیرہ سے مصنوعی سند لکھوا کر پونا کے برہمنوں نے بھیلوارا کو جاگیر میں لے لیا تھا۔ مگر چونکہ اُنہوں نے کسی قزاق کو جس نے صدہا خون کئے تھے پناہ دی تھی لہذا بھیلوارا ضبط ہو کر ریاست اودے پور سے ملحق ہو گیا +

غرضیکہ ۲۶ جولائی کی شام کو بھیلوارا میں لشکر پڑ گیا۔ بارش نے مہلت دی گو ابر تھا مگر موسم خوشگوار تھا۔ ہم نے ترک واحتشام سے شہر بھیلوارا میں قدم رکھا۔ اہل شہر اور مہاجن۔ رئیس۔ امیر جن کے آگے مستورات پانی کا کلسہ لئے ہوئے ساتھ تھیں۔ ایک میل کے فاصلے سے استقبال کو آئے اور اپنے ہمراہ اس مقام پر لے گئے جہاں سات برس پیشتر ایک گھر بھی آباد نہ تھا۔ ہماری سواری عین بازار سے نکلی۔ دُکانیں خوب سجی تھیں۔ قیمتی ریشمی پارچہ اور دیگر اشیائے نفیس ہمارے دکھانے کو آویزاں کی گئی تھیں۔ اہل شہر اور رؤسائے ملک خیمہ گاہ تک پہنچا کر رخصت ہوئے۔ ہم نے حاضری کھا کر آرام کیا۔ سہ پہر کو پھر وہ لوگ آئے۔ ہم نے خیمے کے باہر قناتیں لگوا دیں۔ فرش بچھ گیا۔ امیر رئیس قرینے سے بیٹھ گئے۔ ہم نے ہر ایک سے مصافحہ کیا۔ تماشائیوں کی اس قدر بھیڑ تھی کہ صدہا ہاتھ خیمے کی رسی پر پڑ رہے تھے۔ بلکہ اپنی اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ اُن کو ہمارے دیکھنے کا اس قدر شوق تھا کہ قناتوں میں سوراخ کر رکھے وہ ہماری اور مہاجنان شہر کی گفتگو سننا چاہتے تھے اور دیکھتے تھے کیا ہوتا ہے۔ ہم نے مکی محاصل اور آزادی تجارت کے بارے میں گفتگو چھیڑی۔ اس مجمع میں اوسوال۔ مہیسری ماجین وشقو کے فرقہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے تھے۔ رانا کی جانب سے کہا کہ شہر پناہ کی دیوار کی مرمت کے لئے دو برس کا محاصل دیا جاویگا۔ بجواب اس کے اُنھوں نے انکار کیا۔ اور کئی وجہ بیان کیں۔ ایک وجہ یہ تھی کہ اس دیوار سے آمد و رفت میں آزادی نہ رہیگی اور کوئی شخص بلا پس و پیش اندر آنہ سکیگا۔ جس سے باشندوں کو نقصان پہنچے گا۔ ہم چپ رہے پھر ہم نے رئیسوں کو طلب کر کے جن کے سپرد اس شہر کا انتظام تھا مشورہ لیا اُنھوں نے قطعاً رائے دی کہ شہر پناہ کی دیوار منہدم کرادی جاوے۔ ہم نے رئیسوں کو گوٹے کے ہار پہنائے اور عطر پان دے کر رخصت کیا وہ لوگ دعا دیتے رخصت ہوئے کہ خداوند کریم آپ کا سایہ ہمارے سروں پر ابد تک قائم رکھے ٭

ہم نے شہر بھیلوارا میں منڈی قائم کی۔ دُکانیں بنوائیں بھیل وارا میں تین ہزار گھر اہل حرفہ کے ہیں۔ ہر شہر کی اجناس وہاں دستیاب ہوسکتی ہے اور ہر شہر کی ہنڈیوں کا بھگتان آسانی سے ہوجاتا ہے۔ اگر چندے باشندگان شہر اسی طرح ترقی پکڑتے گئے تو بہت جلد وہ وقت آجائیگا کہ کل راجپوتانہ میں بھیلوارا اول منڈی خیال کی جائیگی۔ دس ہزار گھر اس میں آباد ہوجائینگے۔ اور واقعی یہ مقام ایسا ہی ہے۔ مگر ایسے خیالات دل میں گونجنے لگتے ہیں تو اس بات کا اندیشہ ہوجاتا ہے کہ ایسا نہ ہو تاجروں میں نااتفاقی پیدا ہو جو کسی طرح متمول گروہ سے دور نہیں رہ سکتی۔ ہم نے باشندگان بھیلوارا کے حق میں ترقی کے راستے قائم کردئے ہیں چلنا نہ چلنا ان کا کام ہے ٭

چونکہ ہمیں اس قدر موقع نہ تھا کہ کچھ روز اور قیام رہتا۔ موسم بھی خراب تھا۔ ۲۸ تاریخ کو چلنے کا ارادہ کیا مگر باشندگان بھیلوارا کے محبتانہ برتاؤ سے ایک روز اور ٹھیرنے کا موقع مل گیا۔ بہرحال حالت مزاج اور تکلیف موسم اس امر کی مقتضی نہ ہوئی کہ دو تین روز اور ٹھہر جاتے۔ بڑی سختی سے وہ دن کاٹا اور ۲۹ تاریخ کو جہازپور کی طرف ہولئے۔ برسات کا موسم تھا۔ جنگل میں پانی بھرا ہوا تھا۔ راستے خراب ہورہے تھے۔ کل اسباب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ساتھ نہ تھا۔ ضرورت کے موافق تھوڑے سے صندوق ہمراہ لے لئے۔ مگر جس قدر ساتھ تھا خراب ہوگیا۔ بہنگی والا کہار۔ جس پر باورچی خانہ کے ظروف لدے ہوئے تھے گر گیا۔ برتن ٹوٹ گئے۔ غرضیکہ بدقت تمام اُسی چشمے پر پہنچے جہاں قبل اس کے ہمارا پڑاؤ پڑا تھا۔ رانا نے ہماری صحت مزاج کے لئے صدہا روپیہ کی زعفران جین اور وشنو کے مندروں میں فراہم کر رکھی تھی۔ ہمارے قریبی رشتہ دار کپتان واصاحب سے جو ہماری مفارقت سے محزون ہو رہے تھے ملاقات ہوئی اور ہم سے رخصت کے طالب ہوئے۔ ہم نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ کپتان صاحب غلطی پر ہیں اور ہم بھی دوبارہ اُن خرابیوں کو جھیلنے آئے ہیں جن سے بھاگ کر چلے گئے تھے اور بھائی بندوں سے دائمی مفارقت ہوگئی ۔

۳۰۔ تاریخ کو منزل دراز اٹھانا پڑی۔ بارش کا زور بندھا ہوا تھا۔ ندی نالے لبریز تھے اُس پر بھی دیوان اور رؤساے بوندی ہماری پیشوائی کو آئے ہم بھی بلا تکلف سوار ہو کر استقبال کے لئے چلے۔ ہمارا وفادار دوست راجہ بکرماجیت موسم کی خرابی اور وقت کا لحاظ نہ کر کے ساتھ چلا جو جو انقلاب ہوئے تھے ذکر مذکور ہوتے گئے۔ صیغر سن راجہ رام سنگھ جو ہماری ولایت میں تھا اُس کے مزاج اور نیک نیتی کے اوصاف بیان ہوتے رہے۔ راجہ بکرماجیت ہمیں سمجھاتا رہا کہ آپ ہم لوگوں کے مزاج سے بخوبی آگاہ ہیں۔ کسی شخص کی بات پر بھروسا نہ کیجئے گا۔ اس کی باتوں سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ نیک طینتی اور خلوص قلبی سے ہمیں سمجھا رہا ہے۔ اس کے بیان میں سازش مطلق نہ تھی۔ ہم راجہ بکرماجیت کی پاک دلی کی تعریف نہیں کر سکتے کہ وہ کس رنگ ڈھنگ کا آدمی تھا اُس کو کوئی غرض عہدۂ جلیلہ حاصل کرنے کی نہ تھی۔ اس لئے وہ ہمیشہ نمک حلال بکرماجیت کے نام سے مشہور خلائق ہوگا ۔

اب ہم اُس مقام پر پہنچے جہاں سے عالیشان محلات تمام و کمال دکھائی پڑتے تھے۔ آج اُن پر سوگواری کا عالم طاری تھا۔ در و دیوار سے حسرت برس رہی تھی۔ ہر شخص ماتمی لباس میں نظر آتا تھا۔ ہم کو راجہ بوندی کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مرنے سے کمال افسوس ہوا۔ اور صغیر سن راجہ رام سنگھ کے دیکھنے کا از حد شوق تھا۔ ہم سفری پوشاک پہنے محلات میں داخل ہوئے۔ اور رسم تعزیت بجالائے ٭

دربار میں پہنچ کر راجہ رام سنگھ سے ملامات کی۔ اُس کا بھائی گوپال سنگھ بڑی عقیدت سے پیش آیا۔ جس طرف سے ہمارا گزر ہوتا افسردگی چھائی ہوئی تھی۔ لوگوں نے ہم کو سلام کیا۔ گو شدت غم سے آنسو بھی بہ نکلے۔ مگر پھر بھی مستقل مزاجی سے کام لیا۔ تسلی دلاسا دیا۔ صبر و شکیب کی راہیں دکھلائیں اور سمجھایا کہ اس ناگہانی وفات سے ہر شخص کا دل چھلنی ہو رہا ہے۔ نواب گورنر جنرل بہادر آپ کی تقریب میں شریک ہونے والے تھے۔ ضیق فرصت سے نہ آسکے اور ہم کو آپ کے پاس اس غرض سے بھیجا ہے کہ ہم آپ کو سمجھائیں آپ کا ہونہار راجہ عقلمند اور ذکی ہے اور ان کی کم عمری کے زمانے میں وائسرائے بہادر اُن کے ساتھ وہی برتاؤ کرینگے جن کی اُن کے والد سے امید ہو سکتی تھی۔ ہم نے اس معاملے میں دیر سے کام نہیں لیا۔ راجہ مرحوم کے وصیت نامے کی پابندی کا خیال رکھا اور اس بات کا شکریہ ادا کیا کہ راجہ کی نوعمری فوائد ریاست میں کچھ نقص پذیر نہ ہوگی۔ بلکہ راجہ کی موت سے سرکار انگریزی کو پہلے زیادہ توجہ اور فکر صرف کرنے کے لئے کوشش کرنے کا موقع ملا۔ نوعمر راجہ نے بڑی شستگی اور شائستگی سے فرمایا کہ میرے والد ماجد آپ کو میرا ہاتھ پکڑا چکے ہیں۔ اب میں آپ کے آغوش عاطفت میں ہوں۔ تو دانی حساب کم و بیش را۔ ہمارا قیام محلات سے دور نہ تھا۔ ہم کو یہاں تمام آرام و راحت کے سامان مہیا ملے۔ اسی مقام پر جو جو رئیس ملاقات کو آئے۔ ہم نے اُنہیں ضروری فہمائش کی۔ اور ہم نے لباس بھی نہ بدل پایا تھا کہ کھانے کے لئے بلاوا آیا۔ یہ طعام دعوت راجہ کی طرف سے تھا۔ پہلے برہمن نے اطلاع دی کہ دستر خوان حاضر ہوتا ہے۔ جس راستے سے کھانا لایا گیا وہاں پانی کا چھڑکاؤ ہوا۔ غرض یہ تھی کہ کوئی گندگی کی بات نہ ہو۔ پاکیزگی رہے ٭

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۱۰

راج تلک - راجہ اور اُس کے بھائیوں کا حُسن لیاقت - راج تلک کی رسوم - والدہ راجہ سے پیغام و سلام - بلونت راؤ - بوہرا دیوان - مؤلف تاریخ ہذا کی طرف سے انتظام حکومت - رانی سے بات چیت - بوندی کے محاصل خالصہ - کوٹہ میں مؤلف کی روانگی - شغل سیر و شکار

۵ - اگست - جب ہماری بوندی میں آمد آمد کی خبر پائی تو راجہ نوخیز کی ماں نے راج تلک ملتوی کر دیا - اور ساون کی چوتھ پر یہ تقریب سعید اُٹھا رکھی - ریاستوں میں دستور ہے کہ ماتم اور مسند نشینی کے لئے زیادہ مہلت نہیں دی جاتی اگر یہ نہ ہو تو بدشگونی کا خیال ہوتا ہے اور مسند نشینی کے جشن کے بعد کبھی کوئی ذکر ماتم و الم نہیں ہوتا - رانی نے ہم کو طلب کیا کہ اُس کے بیٹے کے ساتھ تیج کا جشن دیکھیں اور یہ بھی قاصد سے کہلا بھیجا کہ رجواڑہ میں بارہ روز تک ماتم مانا جاتا ہے - اس کے بعد اعزہ کی طرف سے صبر و استقلال کی ہدائتیں کی جاتی ہیں - ہم مطلب کو سمجھ گئے - ہم نے دعوت قبول کی اور ایک رنگین لباس - ایک پگڑی اور ایک مرصع سرپیچ بھیجکر صغیر سن راجہ سے کہلا بھیجا کہ اب سفید پگڑی کی ضرورت نہیں - راجہ نے پوشاک شاہانہ پہنی اور میرے ساتھ بوندی کے قدیم محلوں میں گیا - جہاں ایسے مبارک جشن ہوا کرتے ہیں ۔

قبل میں رام سنگھ ایک بہادر راجہ گزر چکا ہے - جس نے دھولپور کے میدان کارزار میں جوش و وفاداری کا وہ ثبوت دیا تھا کہ باید و شاید - خورد سال راجہ ہارا کا نام بھی وہی رکھا گیا ہے - اس کا رنگ گورا چٹا ہے ہنستی پیشانی ہے - چہرے سے متانت اور عقلمندی برستی ہے - تحمل کا اثر چہرے سے اظہار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوتا ہے۔ اس کی دوسری ماں کے بطن سے گوپال سنگھ تولد ہوا تھا۔ جو اس سے چند مہینے چھوٹا ہے۔ یہ بہت ہونہار معلوم ہوتا ہے۔ چالاکی اور پھرتی بہت۔ رنگ گورا جس پر خفیف چیچک کے داغ +

راجہ مرحوم کی ایک داشتہ عورت بھی تھی۔ جس کا بیٹا چار سال کا ہے۔ اس کی عزت و توقیر تربیت و پرداخت میں کسی قسم کا فرق نہیں لیکن آئندہ شاید اس برتاؤ میں کمی ہو جائے +

بڑی تزک و احتشام سے راجہ کی سواری نکلی۔ تمام ہمراہی نئی اور مکلف پوشاکیں پہنے ہوئے تھے۔ ساکنان شہر کا لباس بھی پر تکلف تھا۔ سب بشاش معلوم ہوتے تھے۔ اور اُن کی وضع و قطع دیکھ کر دل کو فرحت ہوتی تھی۔ ایک صدی کے بعد بوندی میں اس شان کا جشن ہوا تھا اور یہ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ چار برس کے اندر ساکنان شہر کے چہروں پر ایسی خوشی کے آثار نمایاں ہونگے۔ اور اُن کی تعداد میں اس قدر نمایاں ترقی دیکھی جائیگی نہ صرف چند منٹ ٹھہرنا مناسب سمجھا تاکہ مذاق طبیعت کے وقت لوگ ہمیں مخل صحبت نہ سمجھیں +

دوسرے دن راج تلک تھا۔ کپتان واصاحب اودے پور سے سال گزشتہ کے دسمبر میں شرکت جلسہ مسند نشینی کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ اُنھوں نے آج ہم سے ملاقات کی۔ راج محل میں مسند آرائی کی تیاریاں ہوئیں یہی محل ہے جہاں دیو بنگو کی اولاد کا راج تلک ہوا کرتا ہے۔ ہم جس راستے سے گزرے خوش پوش لوگوں کی بھیڑ بھاڑ نظر آئی جو تھا بڑے ادب سے آداب عرض کرتا اور کلمہ تہنیت زبان پر لاتا تھا۔ ان کے چہرے بشاش تھے اور قیافہ بتا رہا تھا کہ یہ لوگ اپنے صغیر سن راجہ کی اورنگ آرائی اور سرکار انگریزی کی سرپرستی سے نہایت خوش ہیں۔ محلات کے چار طرف اور صحن کے ارد گرد ہاڑا قوم کے لوگ ڈٹے ہوئے تھے جس وقت ہمارے سواری رُکی جے جے کی آواز سے سارا محل گونج اٹھا محل میں راجہ پرستش میں مشغول تھا پروہت پوجا کرا رہا تھا۔ سر ہی سر دکھائی دیتے تھے۔ دربار میں راجہ کا بھائی مہاراجہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گوپال سنگھ۔ بلونت سنگھ والئے گوٹڑا اور رئیس اعظم بوندی۔ رؤسائے کاپربن وتھانا
ملے۔ بکہ ماجیت جہاندیدہ ورئیس برگزیدہ اور سری جی کے فرزند اور راجہ حال کے
چچا رئیس ودگاری نے بڑے تپاک سے ملاقات کی یہ لوگ وہ تھے جن کی نظر کے
سامنے گزشتہ انقلابات کی تصویریں موجود تھیں اور جن کو موجودہ زمانہ امن کی
قدر تھی۔ بکہ ماجیت کے الفاظ تھے کہ پرمیشر تیرا ہزار ہزار شکر۔ اس عہد تسلط
کے دیکھنے کو تو نے میری عمر کو ترقی دی۔ یہاں ہم دلچسپ گفتگو میں۔ مصروف
تھے۔ وہاں راجہ پوجا سے فارغ ہوا۔ ہم لوگ راجہ کو مقام مسند نشینی پر لائے۔
پھر کچھ مراسم مذہبی ادا کئے گئے۔ راجہ نے پروہت کو گرو تسلیم کر کے تلک لگایا
اور کل فرض اس خوبی سے انجام دئے جس سے شان ریاست بھی نظر آتی تھی
اور شائستگی و تمیز بھی۔ ان رسوم کے بعد سب لوگ استادہ ہوگئے۔ شامیانے
میں راج سنگھاسن تھا۔ اس مقام سے صحن کیا شہر تک نظر کام کرتی تھی۔ یہ
مقام بلند تھا۔ ہم نے راجہ کی بغل میں ہاتھ دے کر سنگھاسن پر جلوہ افروز کیا
گرو فوراً ہی چندن اور عطر کا تھال لایا۔ ہم نے بیچ کی انگلی سے راج تلک کیا۔
کمر میں تلوار لگائی اور سرکار انگریزی کی طرف سے حصول حکومت کے واسطے
اظہار تہنیت کر کے بلند آواز سے حاضرین کے گوش گزار کیا کہ ہر حال میں
سرکار انگلشیہ بوندی کے رفاہ و فلاح اور راجہ صاحب کے اعزاز خاندان
کا خیال رکھیگی۔ حضار دربار نے خوشی کے نعروں سے اظہار مسرت کیا اور
واقعہ تاراگڑھ سے توپوں کی آواز آنے لگی۔ اس کے بعد سرکار انگریزی کی
طرف سے حسب ذیل تحائف پیش کئے گئے +

تحفہ جواہرات یعنی سرپیچ مرصع و مالائے مروارید اور دُہکد کی

۱۔ ہاتھی مع ہودج پر تکلف +

دو راس اسپ۔ جن میں سے ایک کا ساز نقرئی تھا اور دوسرے کا
زین مخملی زرکار +

خلعت فاخرہ +

ہم رسوم تاج بخشی ادا کر کے رخصت ہوئے۔ اس کے بعد رؤسائے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ریاست نے نذریں پیش کیں اظہار وفاداری کا جوش ظاہر کیا۔ گوپال سنگھ راجہ کا بھائی اس کے بعد ہم سے ملا اُس نے خلوص دل سے ہمارے مُربیانہ الطاف پر بھروسا کیا اور ملکی بہبود کی امیدیں ظاہر کیں اور رئیس بھی ہم سے ملاقی ہوئے اُنہوں نے ہم کو ادائے تہنیت کے بعد نذریں دیں ہمارے چلے جانے کے بعد راؤ راجہ کا جلوس نکلا۔ اُنہوں نے مندروں کے درشن کر کے ستہور کے مقام پر قیام کیا جہاں تحفہ تحائف پیش ہوئے ٭

دوسرے دن راجہ صاحب کی والدہ نے ہم کو اسیس کہلا بھیجی اور دریافت کیا کہ معاملہ کیا ہے۔ اب تک اُن کی کچھ تسلی نہ کی گئی نہ اُن کو کچھ مطمئن کیا گیا کہ اعانت وحمایت حفاظت ورفاقت میں دریغ نہ ہوگا۔ چونکہ ہمیں منظور نہ تھا کہ ہماری گفتگو کا بھید معمولی ملازموں کو ہو ہاں چار دیوانوں میں سے کسی کا توسط مضائقہ نہ رکھتا تھا۔ کیونکہ اگلی خرابیوں کا قرار واقعی انسداد ہو چکا تھا تو کیا قسم قسم کے اندیشے ہر وقت چشم خیال کے سامنے صورت نما ہوتے تھے اور تو اور ایک گونتر والا رئیس بلونت راؤ ہی تھا۔ جس نے راجہ آنجہانی کو بارہ برس تک چین نہ لینے دیا۔ دن دہاڑے نینوا پر قبضہ کر لینا اُسی کی جرأت کا کام تھا۔ وجہ یہ کہ بوندی کا خاص قلعہ اسی مقام پر واقع ہے اس قلعے کے چھیننے کی متواتر کوششیں ہوئیں مگر بلونت راؤ نے ایسی ایسی فاش شکستیں دے کر حملہ آوروں کو مار بھگایا کہ اچھوں اچھوں کے جی چھوٹ گئے اس شخص کو مرہٹوں کی کمک کا بھروسہ تو تھا ہی مگر وہ خود بھی ایک جیالا آدمی تھا نہ معلوم اُس کی طلبی پر اُس کے دل میں وفاداری کا کیا جوش پیدا ہوا کہ وہ اس موقع پر آ گیا۔ سب حیران تھے کہ بلونت سنگھ ایسے موقع پر کیسے آ گیا۔ شیر جنگل سے اظہار تہنیت تو تعجب کی بات نہ تھی مگر اس کا آنا تعجبات سے خالی نہ تھا۔ رانی یعنے راجہ حال کی والدہ بیوہ تھی۔ شمبھو رام بوہرا دیوان ریاست کے خلاف تھی۔ راجہ مرحوم کے زمانے میں دیوان مذکور سے مطالبہ حساب نہ ہوا تھا۔ اور اُس نے انگریزی ایجنٹ کو راجہ خورد سال کا محافظ ونگران انتظام مالی وملکی مقرر کر دیا تھا۔ رانی کی یہی آرزو تھی کہ اس کی مرضی کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہو۔ خوبی تقدیر سے چند چوہان آدمی معتبر سمجھے جاتے تھے۔ جن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں سے گوبند رام وکیل سادہ لوحی ایمانداری اور نیک دلی میں انتخاب تھا۔ بوہرا دیوان کی طرح اس میں مکاری و دغابازی نہ تھی اور بھائی کی بھی یہی کیفیت تھی۔ وہ عین تھا تو یہ غین۔ تارا گڑھ کی قلعداری اسی کے سپرد تھی ہاڑا قوم کا نہایت فرمانبردار تھا۔ چندر بھان نائک بھی ایک لائق شخص تھا اس نے اپنی ذاتی لیاقت سے عہدہ مصاحبت حاصل کیا اور وفاداری و اطاعتگذاری اور فرمانبرداری سے وہ اختیارات حاصل کئے جو بوہرا دیوان کے اختیارات پر فائق ہو گئے۔ اُس کو حکم ہوا کہ وہ بوہرا دیوان کی کارروائیوں کا نگران رہے محلوں کے دو خواجہ سرا بھی بڑے معتمد اور کل معاملات حکومت سے آگاہ تھے جن پر سب کا اعتبار تھا+

اس چھوٹی سی ریاست کے انتظام کے لئے بھی صاحب اعتبار لوگ کافی تھے۔ جن پر ہم کو اختیار حاصل تھا۔ راجہ صاحب آنجہانی کی وصیت پر عمل کر کے ایجنٹ نے کل کارپردازان ریاست کی خدمت میں تغیر و تبدل کیا اور صاف حکم دے دیا کہ ریاست کی آمدنی وزیر کی تجارت میں شامل نہ ہو بلکہ کشن بھنڈار یعنی راج کے خزانہ میں داخل کی جائے۔ آمدنی و خرچ کے اندراج کی غرض سے ایک باضابطہ گوشوارہ تجویز کر دیا گیا اور چاروں اصحاب کل حسابات کے نگران مقرر کر دئے گئے اس انتظام میں کوئی اور رد و بدل نہ ہوا نہ کسی کی برطرفی عمل میں آئی۔ یہ لوگ واقعی بڑے متدین تھے۔ جدید انتظام میں اُن کو توسیع اختیارات کا اور موقع ملا۔ اس حکمت عملی کی کارروائی سے رانی کو بہت کچھ اطمینان ہوا۔ مگر وہ بلونت راؤ سے گھبراتی تھی۔ اس لئے اُس نے سب رئیسوں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی ریاستوں میں چلے جائیں۔ دوسرے دربار میں ان کی شرکت ضروری نہیں۔ چنانچہ رانی کی مرضی کے موافق سب انتظام کر دیا گیا اور لطف یہ کہ کسی کو موقع حرف گیری نہ مل سکا+

اسی مہینے کے آخر میں سلونوں کا تیوہار ہونے والا تھا مگر رانی نے کئی روز پیشتر اپنے گرو کے ہاتھ ہمارے پاس راکھی بھیج کر اپنا مونہہ بولا بھائی بنایا۔ جس رشتہ سے راجہ حال ہمارا بھانجا اور ہم اُس کے ماموں ہوئے۔ اس راکھی کے ساتھ ہی اُس نے دیوان کے ذریعے سے پیغام بھیجا کہ لالجی کی نسبت کچھ باتیں محل میں آکر سن جائیں۔ میں بوہرا اور خواجہ سراؤں کے ہمراہ محل میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پہنچا۔ تین گھنٹے تک ہماری بہن رانی نے بات چیت کی۔ بیچ میں ایک پردہ پڑا ہؤا تھا۔ ہماری منہ بولی بہن یعنی رانی کی تقریر نہایت دلپسند تھی۔ ایک ایک بات سے ملکی معاملات کی واقفیت کا اظہار تھا۔ اور لگی لپٹی کچھ بھی نہ تھی۔ ہمارے انتظامات پر اُس نے خوشنودی ظاہر کی اور بڑی خوشی سے بیان کیا کہ جو خواہشات تھیں سب پوری ہوگئیں۔ راجہ مرحوم کے اتحاد و دوستی کا پورا ثبوت مل گیا۔ ہم نے رانی صاحبہ کو سمجھایا کہ وہ اہل غرض سے ہوشیار رہیں ایسے مشیروں سے تحریر و تقریر کے ذریعے سے آشتی کی امید کرنا فضول ہے۔ رئیسوں کی مشورت ضرور ہے۔ مگر اُن کی راے سے انتظام ملک کی تقسیم ٹھیک نہیں۔ جب تک رانی رازداری کا عملدرآمد رکھیگی اپنے خیالات کا کسی سے اظہار نہ کریگی تب تک انتظام درست رہے گا۔ چار دیوانوں کی مشورت لازمی قرار دے کر ہم نے سمجھایا کہ ان کی راے کی موجودگی میں بھی رانی کا فرض ہے کہ اپنی راے سے کام لے۔ اور راجۂ حال کی طرف سے بالکل بے فکر رہے کیونکہ سرکار انگریزی نے بوندی کے فائدہ رسانی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ دوران تقریر میں بوہرا کسی نہ کسی کام کے لئے اٹھ جاتا تھا مگر رانی کا سلسلہ گفتگو جاری تھا۔ آخر اُس نے ہمیں اسیس دی اور پان رخصت دیتے وقت متواتر یہ کہا کہ لالجی کو میں تمہارے آغوش محبت میں دے چکی اُسے بھول نہ جانا ✤

اس رانی کی طرز گفتگو سے ہم کو نہایت مسرت تھی ہمارے دل پر اُس نے اپنی بلند خیالی اور خوش لیاقتی نقش کردی۔ یہ رانی کشن گڑھ واقع مارواڑ کے راٹھور خاندان کی لڑکی نہایت عقلمند تھی۔ راجہ کی چار رانیوں میں اس کا مرتبہ اس لئے افضل تھا کہ اُس کا فرزند ارجمند وارث ریاست تھا۔ اور وہ اس کی محافظ و نگران اور والدۂ ماجدہ ✤

اگست کی ۱۴ تاریخ تک ہم نے بوندی میں قیام کیا بعدہٗ ضروری باتیں سمجھا بجھا کر ہم نے وہاں سے کوچ کیا۔ چلتے وقت ہماری یہ گفتگو تھی سولہ برس کے سن تک ہم راجہ کی مرضی اور رانی کی خواہش کے مطابق منصرم امور ملکی رہینگے گورنمنٹ کی ایجنسی کے اختیارات کا برتاؤ نہ ہوگا۔ جب تک راجہ سن بلوغ کو نہ پہنچے ہم حسابات کی جانچ پرتال کرنے کے مجاز ہوں گے۔ ہم نے بوہرا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیوان کو سمجھایا کہ دیکھو ہمیں نے اُسے وہ قطعہ اراضی دلوایا جو اُس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اگر اُس سے خدمات لائقہ کا ظہور ہوتا رہا تو اُس کے واسطے ابواب مراعات اور بھی کشادہ ہوں گے۔ اس کے جواب میں دیوان اور اُس کے کارپردازوں نے ہمیں یقین دلایا کہ وہ ادائے حق نمک میں کبھی پہلوتہی نہ کرینگے اور جانفشانی سے کبھی دریغ نہ ہوگا جب تک ہم بوندی میں رہے دا بھائی راجہ خوردسال کی طرف سے پیغام لاتا۔ اس میں ہمارے ماموں صاحب کے لقب سے عزت افزائی ہوتی تھی۔ راجہ نے دیوناگری اور فارسی خط کی مشقیں بھی ہم کو دکھلائیں۔ ان میں فارسی کی ابجد تحریر ہوتی تھی۔ وہ بارہا ہماری جائے قیام پر گھوڑے کی کسرت دکھانے اور اپنے ماموں یعنے ہم سے داد لینے آیا۔ ایک روز رانی صاحبہ خود تشریف لائیں اور بڑی مسرت سے یہ خوشخبری سنائی کہ لالجی نے بنڈیلا سور مارا ہے۔ ہاڑا قوم کا تاجدار جب ایسا پہلا شکار مارتا ہے تو خوشیاں منائی جاتی ہیں اور کل قوم کچھ نہ کچھ دان پن کرتی ہے۔ جب تک کوئی جوان بنڈیلے کا شکار نہیں کرلیتا۔ تب تک راجپوتوں میں اُس کی کچھ وقعت نہیں سمجھی جاتی +

ہم کو جہاں کہیں ایسے جشنوں میں شرکت کا موقع حاصل ہوتا تھا ہمارا ایک تو فرض منصبی یہ تھا کہ معاملات ریاست میں مشورہ اور امدادیں دوسرا کام یہ تھا کہ تاریخی واقعات اور حالات قدیمہ کی تحقیقات میں وقت صرف کریں اور مشہور مشہور مقامات کو آنکھ سے دیکھ کر ضروری واقفیت کو حوالہ قلم کریں کتبوں کی نقل کے واسطے جابجا آدمی بھیجے جاتے تھے اور آثار قدیمہ کی ہر وقت جستجو اور تلاش رہتی تھی۔ اہل بوندی حیران تھے۔ کہ اس دردسری سے حاصل کیا ہے۔ اور یہ مصروفیت کس فضول خیال سے ہے +

بوندی کی موجودہ خالصہ اراضی کی سالانہ آمدنی صرف تین لاکھ ہے مگر کچھ دنوں تک معقول انتظام ہوا تو پانچ لاکھ کی آمدنی وصول ہونا کچھ مشکل نہیں۔ اس آمدنی خالصہ میں سے سرکار انگریزی اس تعلقہ کی اسّی ہزار روپیہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آمدنی پاتی جس پر سیندھیا قابض ہوگیا تھا اور جو ۱۸۱۸ء کے عہد نامے کے رو سے واگذار ہوگیا۔ راجہ آنجہانی کے وقت میں آمدنی بہت گھٹ گئی تھی کوئی سرچشمہ محاصل موجزن نہ تھا۔ پھر بھی اُس کے رفوا س۔ کارپردازان ریاست فوج قلعہ جات کے مصارف کے علاوہ حسب ذیل فوج کے خرچ کا بار اُس پر تھا جس کے لئے اُس کی آمدنی کفایت کر جاتی تھی اور اب چونکہ امن کا زمانہ ہے۔ لہذا بوندی خوش انتظامی سے کام لے تو رجواڑہ میں اس کی حالت بہت کچھ سنبھل جائے +

ذاتی سوار ۔۔۔ ۷

فوج قلعداری۔ گولہ انداز و بارہ ضرب توپ

۳ سے چار ہزار تک پیادے

رونا۔ ۱۹ نومبر۔ ہم نے ۱۴۔ اگست کو کوٹہ کی راہ لی یہاں کی رعایا بوندی کی طرح امن و آسائش سے نہ تھی۔ ہم کو بھی تین مہینے تک یہاں کی آب و ہوا ناموافق رہی۔ آپس کے لڑائی جھگڑوں احباب و اعزہ کے انتقال پر ملال اور ہیضہ کے زور شور سے ہر وقت تفکرات رہتے تھے۔ اُس پر تکلیفات سفر۔ جوڑی بخار کی ناتوانی المضاعف تھی +

۱۹۱۷ء سنہ ۱۹۱۸ء میں جب ہنگامۂ کارزار گرم تھا۔ ہمارے خیمے دونو فریق کے وسط میں اسی مقام پر نصب ہوئے تھے اور جہاں اپنے استقلال طبیعت کی تصویر آنکھوں کے سامنے نظر آتی تھی۔ یہ راستہ خاص ہاڑوتی کا تھا۔ راج رانا نے ہم سے شکار کی فرمائش کی۔ شکار کی جگہ اُس مقام پر تجویز ہوئی جہاں ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ کا سلسلہ مل کر ہاڑوتی اور مالوہ کی حد فاصل قائم کرتا ہے دن کا تیسرا پہر تھا بیچ کے کئی فوجی افسر ہمارے ہمراہ تھے۔ شکار گاہ میں پہنچا تو دیکھا کہ عمارت آدھی اُونچائی پر بنی ہوئی ہے دیوار اور چھت اس طرح بنی تھی کہ بندوق کا نشانہ شکار پر کارگر ہو سکے۔ اس طرف سے ہرن کے جھنڈ کے جھنڈ گزرتے تھے۔ ہم کو تھوڑا وقت انتظار میں صرف کرنا پڑا۔ اس کے بعد خوب غل غپاڑہ سنائی دیا۔ ڈھول اور نقاروں کی آواز بھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شکارگاہ میں گونجنے لگی۔ پہلے ہرن گھبرائے ہوئے چوکڑیاں بھرتے نکل گئے پھر نیل گائیں بارہ سنگھے اور بنڈیلے۔ ہانکنے والے لوگ اتنے میں نظر آئے یہ کالے رنگ کے چرخ گھیرے ہوئے چلے آتے تھے۔ جس وقت دونو طرف آگ روشن دیکھی تو یہ جانور نہایت ہی چوکنے ہوئے۔ شیر اس ہانکنے میں ایک بھی نہ تھا ہاں رنگ کے جنگلی کتے کئی ایک تھے۔ جس وقت یہ جانور زد پر آئے تو بندوقوں کی فیر ہونے لگی اور اس کا نتیجہ ہمیں اپنے خیمے میں پہنچنے پر معلوم ہوا یعنی چھ اونٹ ہرنوں سے لدے پھندے ہماری نظر کے سامنے پیش ہوئے۔ میجر پرائس ہمارے ہمراہی نے اپنے طور پر شکار کیا تھا۔ صحرائی لوگوں کا شکار آسان نہیں۔ ان کے نزدیک سُور کا شکار برچھے سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ چار آئینی پلٹنیں پہاڑ کے اس سلسلے سے اُس سلسلے تک صف بستہ تھیں۔ شکاری جانوروں کی گھبراہٹ کا نظارہ بھی ایک قسم سے دلفریب تھا۔ مگر خطرے سے خالی نہیں ہانکنے والے مخدوش حالت میں رہتے ہیں۔ شکاریوں کو بھی جرأت سے کام لینا پڑتا ہے مگر اس شکار میں فضل الٰہی شامل حال رہا کسی کا بال بیکا تک نہ ہوا +

مشہور ہے کہ سال بھر کے شکارگاہ میں کم از کم دو لاکھ روپیہ ریاست کو خرچ کر دینا پڑتا ہے۔ پچیس تو بڑھئی ملازم ہیں۔ دو سو ہانکنے والے۔ شکار کے مختلف اوقات اور ضروریات کے وقت پانچ سو کا عملہ اور بھرتی کیا جاتا ہے لیکن اس صرف کے علاوہ سب سے زیادہ مصارف شکار کے بعد کی ضیافت کے ہیں۔ جس میں ہزاروں آدمیوں کا کھانا پینا ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ انعام پاتے ہیں۔ کارپرداز کی یہ کارروائی قوم ہاڑا کی خوشنودی کا باعث تھی اُس نے ایسے موقعوں کی داد و دہش اور دعوت تواضع سے لوگوں کے دل ہاتھ میں لے لئے تھے۔ حیرت ہے تو صرف یہ کہ جس شخص کے جبر و ظلم سے لوگ پہلے نالاں تھے۔ اُن کو اب اس سے رضامندی کیوں ہوئی سبب اس کا یہی دورۂ امن تھا اور کچھ نہیں +

یہ سفر ختم کیا کارپرداز کی رام کہانی انجام بخیر ہوئی اب میواڑ کے مہاراؤ کی ملاقات کے بعد دورۂ مالوہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہاں جمیل کا بہاؤ اور پچیل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جنگل کا پھیلاؤ ہماری نظر سے گزریگا ٭

باب ۱۱

مکندرا میں داخلہ۔ پچیل کی بلندی سے مقامات کی سیر۔ بنجاروں کے سنگ نشاں۔ تپشویوں کی کُٹیاں۔ ان کی وضع۔ مؤلف تاریخ ہذا کی قشقہ آرائی۔ رئیس متام۔ سسودیا سے سلسلۂ حسب و نسب۔ برولی کا عظیم الشان مندر۔ عجائبات وغیرہ

آفتاب ابھی نہ نکلا تھا کہ ہم چل پڑے کمندرا کی مشہور گھاٹی سے مالوہ کی سطح زمین ہماری نظر کے سامنے آگئی۔ بہت ہی جلد ہم کو دائیں طرف مڑنا پڑا اور اُس پہاڑ پر پہنچے جو ہاڑوتی اور مالوہ کے درمیان واقع ہے اس سطح زمین کے دونو طرف پہاڑ چلے گئے ہیں۔ جن کے وسط میں کوہستان پچیل کی گزر تک ایک گوشہ بن گیا ہے ٭

آفتاب نکلتے نکلتے ہم پہاڑ سے اُتر گئے۔ یہاں ایک گھنٹہ پہاڑ کے برج سے ادھر ادھر کا نظارہ دیکھا دونو طرف نگاہ کے لئے پہاڑوں کی بلندی سدراہ ہوتی ہے۔ یہاں جابجا دیہات نظر آئے اس کے بعد چڑھائی پیش آئی۔ اس مقام پر وسیع جنگل ہے اُتار پر پہنچتے پہنچتے آفتاب کی روشنی میں بہینسرور اور ڈانگر مؤ واقع پتہار کا نیا قلعہ صاف طور پر نظر آنے لگا ٭

جب قدرتی چڑھائی کا راستہ طے کیا تو ایک شفاف پہاڑ ملا۔ جس پر نہ مٹی کا نام تھا نہ جنگلی درختوں کا نشان صرف چھوٹے چھوٹے پتھر کے سادہ ستون پتھروں کے ڈھیر میں نصب دکھائی دئے۔ پتھروں کے ڈھیر اُس زمانے کے ہیں۔ جب بھیلوں کا سردار مسافروں سے محصول وصول کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس مقام کو ایک قتل گاہ سمجھنا چاہئے۔ ستون بنجاروں نے اس لئے نصب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کئے تھے کہ اُن کے ٹانڈے یعنی تجارتی قافلے جنگل کا راستہ نہ بھولیں جس وقت ہم نیچے اُترے تو پہاڑوں اور جنگلوں سے گھر گئے قلعہ بھینسرور کے بُرجوں نے نگاہ سے مفارقت اختیار کی۔ گھاٹی کے نیچے جھیل کا عمارت نظر آئی جو بھینسرور کے فرمانروا نے مذہبی مرتاضوں اور عابدوں کی بود و باش کے لئے بطور خانقاہ تعمیر کیا تھا۔ جس وقت ہم نیچے مکان کی چھت پر تپسوی جلتی ہوئی دھوپ میں پنچ اگن تاپ رہے تھے۔ اُن کے سر پہ جٹائیں تھیں ڈاڑھی مونچھ کنگھی کی صورت سے ناآشنا تھے۔ سارے بدن پر بھبوت ملی ہوئی تھی اور ستر ڈھانکنے کو لنگوٹ کے سوا اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ ان عبادت کیشوں نے چتر بھج پر زندگی نثار کر رکھی تھی اور اُن کا گزارہ اُس قطعہ اراضی پر تھا جو والئے بھینسرور نے ان کے نام وقف کر دی تھی۔ اہل شہر یا درشن کرنے والے مسافر جو چڑھاوے چڑھاتے تھے وہ بھی ان کے مصرف میں آتے تھے۔ بھینسرور کا رئیس ساٹھ برس کی عمر کا تھا۔ اس کو بھی ایشور کی بھگتی میں انہیں کا مقلد کہنا خلاف نہیں۔ جب وہ ملاقات کو آیا تو بھبوت کا دونا ہاتھ میں لئے ہوئے تھا۔ اُس نے آکر اشیر باد دیا اور ہمارے ماتھے پر بھبوت لگا دی۔ یہ معمر و بزرگ جہاندیدہ آدمی کیا تھا واقفیت عامہ کا ایک سرچشمہ تھا اس لئے پُرانی باتیں چھیڑیں تو سلسلہ ختم ہی نہ ہُوا۔ ہم تمام روائتیں سُنتے سُنتے اُوب گئے لیکن مقراض سخن نہ ہو سکے آخر ہم نے آغاز آفرینش سے معلومات کا ذریعہ بہم پہنچانا پسند کیا۔ چنانچہ اُس نے پُرانوں کے حوالے سُر اُسر دیوتا اور دیت گروہ کی لڑائیاں بیان کرتے کرتے سیتا ہرن کا ذکر چھیڑا۔ کیونکر راون سیتا جی کو ہر لے گیا اُن کی تلاش میں کیا کیا دقتیں واقع ہوئیں کیسے کیسے معرکۂ خونریز ہوئے ان سب کا ذکر کر کے خاندانی شجرے کو چھیڑ دیا۔ بزرگان سلف کے تذکرے نوک زبان تھے۔ دت۔ راے۔ کوملوت۔ اہویا۔ سسودیا کے خاندانوں کی تمام باتیں بیان کر کے خاموشی اختیار کی۔ اُس کی تمام روایات تاریخی میں سے ایک عجیب و غریب روایت اس قابل ہے کہ ناظرین تواریخ کے گوش گزار کر دی جائے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس واقف حالات قدیمہ نے بیان کیا کہ کسی فرمانروائے چتوڑ نے اس جنگل میں شکار کھیلا۔ جب شکار مار لیا تو ہمراہیوں کی دعوت کی۔ راجہ بھوک سے اندھا ہو رہا تھا اُس نے نقموں پر اُلٹے سیدھے ہاتھ مارنا شروع کئے تو اتفاقاً ایک مکھی بوٹی کے ساتھ حلق کے نیچے اُتر گئی۔ راجہ کو سخت ایذا پہنچی سینے میں درد شدید ہوا۔ ایک نامی گرامی بید کی طلبی ہوئی اُس نے ایک گائے کا کان کتروایا اور اُس کو سفید کپڑے میں ڈورے سے کس کر راجہ سے کہا کہ حلق کے نیچے اُتر جائے۔ عمل کارگر تھا۔ سینے کے اندر جس مکھی سے تکلیف تھی وہ کپڑے میں چمٹ گئی اور جس وقت ڈورا کھینچا گیا تو مکھی نکل آئی اور تکلیف دور ہو گئی۔ وید کی حد سے زیادہ قدر ہوئی۔ امید سے زیادہ انعام و اکرام ملا۔ راجہ کو حیرت تھی کہ یہ عجیب و غریب قسم کا علاج کیسا اُس نے وید کو مجبور کیا کہ نسخہ علاج بتائے۔ وید نے کل مفصل حال کہہ دیا اب تو تقدیر چوپٹ ہوئی۔ رانا کو جس وقت معلوم ہوا کہ وید نے گائے کا گوشت حلق کے نیچے اتار دیا تو نہایت ہی ناراض ہوا اور حکم دے دیا کہ وید کو سیسہ آگ پر پگھلا کر گرم گرم کھلا دیا جائے۔ لوگوں نے بہت کچھ سمجھایا مگر رانا نے کسی کی نہ سنی۔ گرم سیسہ وید کو پلایا گیا اور اسی تاریخ سے اہریا کے عوض اس خاندان کا لقب سسودیا ہو گیا۔ اس بزرگ مرتاض کو اس روایت کی صحت کا ایسا یقین ہوا تھا کہ گویا یہ اُس کا چشم دید معاملہ ہے +

اس قسم کے حالات دریافت کرنے کے لئے ہم نے بھی دلچسپی ظاہر کی اور اُس برگزیدہ روزگار نے اُس وقت تک سلسلہ سخن جاری رکھا جب تک برولی کے مندر کے کلس پتوں میں سے نظر نہ آئے۔ یہاں کچھ اور ہی صورت نظر آئی۔ اب تک ہم ایک چھوٹی ندی کے کنارے کنارے ایک پہاڑی چٹان پر چل رہے تھے اور اسی ندی سے گویا ہمارا مندر میں پہنچنے کا راستہ تھا اس جہلکا یعنی خانقاہ کے قریب بھی وہی ندی ملی سطح زمین پر گزرے تو کورد اور آموں کے درختوں کے جھنڈ ہی جھنڈ نظر آئے یہ درخت وہ تھے۔ کہ جن پر نہ کبھی کلہاڑی چلی تھی نہ آرہ۔ سب کے سب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رہے داغ تھے۔ ہم نے گھوڑے کو وہیں چھوڑا اور سیڑھیوں کے ذریعے سے مندر کے صحن میں پہنچے جسے دیکھتے ہیں تو عقل حیران ہو گئی +

مندر میں کاریگروں نے وہ صناعیاں کی ہیں کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے اگر حُسن صنعت کوئی چیز ہے تو بس یہیں ہے باقی خیر صلاح۔ ہم نے سب کچھ دیکھا بھالا سیر و سیاحت میں بہت کچھ نفائسات دیکھیں مگر صناعی عمارات ہند کی کاریگری صرف اسی مقام پر دیکھنے میں آئی جو آپ اپنی ہی نظیر ہے۔ اگر ہم ستونوں کی کندہ عبارتوں کا ذکر کرنے بیٹھیں تو پشتارے کے پشتارے لکھنا پڑیں۔ جس پتھر سے یہ قدیم مندر تعمیر ہوا ہے وہ ایسا سخت ہے کہ اُس پر حروف یا نقش نگار کندہ کرنا آسان نہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی بت شکنی کے خیال سے کاریگروں نے سخت سے سخت پتھروں میں سنگ مرمر کی ایسی پچیکاری کی ہے کہ باید و شاید۔ بعض بعض جگہ تو موسم کی خرابی سے کچھ بدنمائی ہو گئی ہے۔ مگر اور جہاں دیکھئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کل ہی کسی کاریگر نے اپنی صنعت تعمیر اعلےٰ درجہ کی دکھائی ہے +

مہادیو جی کا مندر برولی میں نہایت عظیم الشان ہے۔ اس کی عمارت ۲۵۰ گز مربع زمین گھیرے ہوئے ہے۔ چار دیواری پتھروں کی۔ اُس کی باہر کی طرف بڑے بڑے درخت۔ چھوٹے چھوٹے مندر۔ مقدس مقدس حوض و تالاب۔ اس عمارت کے احاطے میں ایک مینار قابل ذکر ہے۔ اس کی بنیاد زمین سے تھی اور سنگتراش نے اُس پر ایک بڑا بھاری سانپ لپیٹ کر اپنی صناعی دکھائی تھی دروازہ اب ٹوٹا پھوٹا پڑا ہے مگر اس کی موجودہ حالت سے بھی پتہ لگتا ہے کہ اس کی صناعی عجائبات روزگار میں شامل کئے جانے کے قابل ہے جو چیزیں خستہ و شکستہ نہ تھیں تو ان کی خوبیوں کا کہنا ہی کیا بس عقل انسان یہی کہہ سکتی ہے کہ فن صنعت یہیں ختم ہو گیا +

اس مندر میں سہ شو کی چترجھی مورتی سری پارتی جی کے ساتھ کنول کے پھول پر براجمان ہے۔ مہادیو جی بیال مال یعنی سانپوں کی مالا زیب گلو کئے ہوئے ہیں ہاتھ میں ڈمرو باجا زیب دیتا ہے۔ بائیں ہاتھ میں آدمی کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کھوپری۔ میدان جنگ میں مہادیو جی اسی کھپر میں خون بھر بھر کر نوش فرماتے ہیں۔ اس مورتی کے ہاتھ ٹوٹے ہوئے ہیں۔ غالباً یہ مسلمانوں کی دست درازی کا نتیجہ ہے۔ ہمانچل کماری یعنی سری پاربتی جی کا ایک چھوٹے پر بائیں طرف جلوہ ہے۔ ان کے بال گندھے ہوئے ہیں کانوں میں کنڈل۔ عضو عضو نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا رگ رگ سے جوڑ جوڑ سے وہ حسن کی نزاکت پیدا کہ ہندو صناعوں کے سوا کوئی اور ماہر فن مورتی یا تصویر میں ظاہر نہیں کر سکتے۔ مہادیو پاربتی جی کا جسم زیور اور ہار پھول سے آراستہ ہے بدن پر کوئی پوشاک نظر نہیں آتی۔ ہار اور کنول کے پھول بڑی عمدگی سے سر پر لپیٹے زیب دیتے ہیں۔ مندر کے اوپر غرفے سے بنے ہوئے ہیں۔ ان میں مورتیاں بنا دی گئی ہیں جن میں ایک سینگ والے شیر کی تصویر تو بس غضب ہی کی عمدہ بنی ہے۔ جھروکوں کے کھمبوں پر بڑی ہی نفیس صنعت کی گئی ہے۔ پھولوں اور ہاروں کا سلسلہ اس خوبی سے قائم کیا گیا ہے اور پھول ایسے خوشنما بنائے گئے ہیں کہ سبحان اللہ۔ جس شیر کی تصویر کا ذکر کیا گیا اُس کی خوبیاں ملک یورپ کے صناعوں کے لئے قابل دید ہیں۔ مورتیوں کا شمار نہیں لیکن اُن میں کچھ ٹوٹی پھوٹی ہیں۔ ایک مرقع کسی ریاضت کیش اور گوشہ گیر کا قابل دید ہے۔ اس کی مضراب ستار کی تاروں سے کوئی گت بجا رہی ہے۔ اس کے اوپر کے درجے میں کوئی ہرن اس طرح ساکت کھڑے ہیں کہ بس یہی معلوم ہوتا ہے کہ ستار سننے میں محو ہیں۔ کپتان واصاحب تصویر کا فوٹو لے رہے ہیں اور ہماری طرح تعریف کر رہے ہیں کہ واہ کیا نظیر صناعی کی ہے۔ آفرین یہاں اکثر ٹوٹی پھوٹی مورتیاں پڑی ہوئی ہیں۔ جن میں زیادہ تعداد ٹوٹے پھوٹے سروں کی ہے۔ ولایت کا کنودا ان ٹوٹی پھوٹی تصویروں اور گرے پڑے سروں سے سج دیا جائے تو رونق نکل آئے۔ یہاں کی مورتیاں تین تین فٹ تک ابھری بنائی گئی ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ پتھر تراشیدہ نہیں چسپاں کر دی گئی ہیں۔ مگر معلوم یہی ہوتا ہے کہ سختی سے علیحدہ ہیں +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

درمیان کا حصہ بارہ فٹ طویل اور تین فٹ عریض ہے اس پر بھی تصویریں منقش ہیں یہ تصویریں بھگتوں کی ہیں جہاں مہادیو اور پاربتی جی کی شان میں مختلف سازوں پر بھجن گاتی معلوم ہوتی ہیں۔ دروازے کے اندر داخل ہوتے ہی چتر بھجی کا ایک چھوٹا مندر نظر آتا ہے۔ مسلمانوں نے یہاں بھی ایسا دست بدعت دراز کیا ہے کہ دو ہاتھ چتر بھجی دیوی کے بھی توڑ پھوڑ ڈالے ہیں۔ ہندوؤں کے دل میں اس دیوی کی بڑی عظمت ہے وہ اُس کے قہر سے ڈرتے ہیں۔ اس کی پیشانی پر سیندور ہی سیندور نظر آتا ہے +

دائیں ہاتھ کی طرف اصلی مندر کے بعد اشٹ بھجی دیوی جی کا مندر ۳۰ فٹ بلند ہے۔ یہ دیوی مہاسُردیت کو پاؤں سے کچل رہی ہے۔ دیت کا کٹا ہوا سر دیوی جی کا شیر منہ میں دبے ہوئے ہے۔ اپسرائیں امن و امان سے کھڑی ہوئی ہیں۔ اس راجپوتوں کی اشٹ ماتا پر بھی مسلمانوں کی بدعت ہوئی ہے یعنی اُنہوں نے اس کے ہاتھ توڑ ڈالے ہیں۔ اور سر بھی دھڑ پر رہنے نہیں دیا +

مندر کے دائیں طرف نرمورتی یعنی برمھا بشن مہیش کا مندر ہے۔ برمھا اور بشن کے سر توڑے گئے ہین۔ فقط مہادیو جی کا چہرہ محفوظ ہے۔ ہر مورتی کا چتر نہایت ہی خوبصورت ہے اس پر جو نقش و نگار کئے گئے ہیں۔ اُن کو کوئی صناع نہیں بنا سکتا۔ مہادیو جی کی پیشانی پر سانپ ہی سانپ کا کلون کی طرح حسن صورت کو دوبالا کر رہے ہیں۔ اس سانپوں کی ایک زنجیر زلفوں کی طرح گندھی ہوئی ہے۔ جن کے بیچوں بیچ ایک سر اس خوشنمائی سے سانپوں کے سلسلے میں قائم کر دیا گیا ہے جو زیور کی طرح خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ کلس کی صناعی حد درجے کی قابل تعریف ہے۔ دو گھوڑے اس خوبی سے بنائے گئے ہیں کہ شانہ کا شانہ ہی ملا ہوا ہے اور جب چاہئے انہیں علیحدہ کر لیجئے +

اس حالت میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ ایک مردے کے سر سے دونو گھوڑوں کے سر پیوست ہو جاتے ہیں۔ ایک گدھ ایک پرند کی طرف جھپٹ رہا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُس پرند کا بازو ٹوٹا ہُوا ہے مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُسی بازو سے شکستہ سے بتا رہا ہے کہ شکاری جانور پر جھپٹنے کو ہے۔ مہادیو جی کی آنکھیں ویسی ہیں جیسی حالت غنودگی میں ہوتی ہیں۔ یعنی کچھ کھلی کچھ بند۔ ان کی گردن اور ہاتھ میں سانپ لپٹے ہوئے ہیں۔ ایک دانت نظر آتا ہے اور زبان ایسی خمیدہ نظر آتی ہے کہ آدمی دیکھ کر ڈر جاتا ہے۔ واقعی یہ مندر نہایت ہی عظیم الشان ہے۔ ساڑھے چھ چھ فٹ کی پتھر پر اُبھری ہوئی مورتیاں کچھ ایسی عمدہ بنائی گئی ہیں کہ بس یہی جی چاہتا ہے کہ فوٹو کھینچ لیجئے +

اصلی مندر کی بلندی ۵۸ فٹ اور شوالوں کی قدیم وضع کی ہے۔ مہادیو جی کی مورتی جس مٹھ میں استھاپت ہے اُس کا سکھر اکیس فٹ مربع ہے اور منڈپ وغیرہ کی عمارت مختلف یعنی زیادہ سے زیادہ چالیس فٹ اور کم سے کم ۲۱ فٹ کل شوالہ کی عمارت میں دیوتاؤں کی مورتیاں منقش ہیں۔ مہادیو جی کی مورتی ایک محراب کے نیچے جلوہ افروز ہے۔ سات ہاتھوں میں مختلف ہتھیار۔ گلے میں منڈ مالا۔ سر پر سانپوں کی جٹائیں اور ان کے ارد گرد کھوپریاں۔ ایک ہاتھ میں کھپر۔ ارد گرد مقتول دیتوں کی لاشیں۔ دائیں طرف جوگنی پیاس کی شدت سے اضطرابی کے ساتھ کھپر سے خون پیتی ہوئی بائیں طرف کال کی زنانہ صورت جس کے بدن میں ہڈی اور کھال کے سوا اور کچھ نہیں۔ ہاتھ میں کھوپری کے دستے کی کھُرپی +

مغرب کی طرف مہادیو جی کی ایک اور مورتی نہایت شکیل اور نازنین بنی ہوئی ہے یہ اُس وقت کا جلوہ ہے جب مہادیو جی ہمپنچل نندنی کو بھیس بدل کر شادی پر راغب کرنے پہاڑ پر تشریف لے گئے تھے مکٹ نہایت خوبصورت اعلےٰ درجے کے جواہرات سے مرصع ہے۔ منڈ مالا میں سیس ناگ کے دو سر آویزاں ہیں ڈمرو بج رہا ہے اور نادیہ اُس کی آواز بڑی توجہ سے سنتا معلوم ہوتا ہے۔ کھپر اور کھڑگ صرف اس امر کا خیال پیدا کرتے ہیں کہ یہ دیوتا جنگ آور بھی ہے +

اُتر کی طرف کال دیوی کی مورتی بھُو کی بھوانی کے نام سے موسوم ہے بدن لاغر۔ جسم بے لباس۔ گلے میں ہار کھوپریوں کا۔ قریب دو نیم جان۔ ان مورتیوں اور تصویروں کی خوبیاں بس دیکھنے ہی کے لائق ہیں۔ قلم کی مجال نہیں کہ ان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی تصویر کھینچ سکے۔ صناع نے صنعت کی حد کر دی ہے۔ عالم نزع کی کیفیت دکھاتے ہوئے نقاش و مصور نے جو تصویر بنائی ہے۔ اُس کا حلیہ یہ ہے ٭
مُنہ کچھ کچھ کھلا مگر ذرا ذرا ٹیڑھا۔ بند آنکھوں سے تکلیف۔ نزع کی علامتیں نمودار۔ ایک مُردار خوار جانور اُس کی طرف عازم۔ مورت کے قدموں کے نیچے ایک بڑے ڈیل ڈول کے ہٹے کٹے آدمی کا قالب عنصری نظر افروز ٭
یہ باہر کے محرابوں کی ادنےٰ تعریف ہے۔ انہیں پر مینار استادہ ہیں۔
اس مندر کی مفصل کیفیت درج ذیل ہے ٭
بال شیو کے مندر کا رُخ حسب معمول یورپ کی طرف ہے اس کے آگے کئی فٹ پر سبھا مندر ہے اور اُس کے بعد منڈپ۔ رو کار کی طرف چار طول طویل کھمبے نصب ہیں۔ منڈپ کے دروازے پر دو طرفہ مربع کھمبے قائم ہیں جن پر مندر کی محراب بنی ہوئی ہے۔ کل ستون ۱۸ فٹ بلند ہیں اور آمنے سامنے تیز درمیان میں باقاعدہ بنے ہوئے ہیں۔ ان ستونوں کی ساخت یونان کی طرز کی تھی۔ اوپر سے نیچے تک ان کی موٹائی یکساں ہے۔ لیکن نہایت شاندار اور خوبصورت بنے ہوئے ہیں۔ ستونوں کے مقام پر مردوں عورتوں کی تصویریں ہی تصویریں نظر آتی ہیں اور گراس عامی سیس بنا ہُوا جس کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔ اندر کی محراب دو دائروں کی شکل میں ہندوؤں کے قدیم طرز عمارت کا نمونہ پیش نظر کرتی ہے۔ اس پر گراس کی تصویر بیرونی طرف بہت سی خنجر بکف مورتیاں بلندی کی جانب اس طرح مل گئی ہیں کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ گراس پر حملہ آور ہیں۔ منڈپ کی چھت بھی قابل تعریف ہے۔ اس کے نقش و نگار ایسے عمدہ۔ ایسے خوشنما ہیں کہ ہم کو آج ہی ان کے دیکھنے کا موقع ہُوا تھا۔ ہاتھی ایسا نادر الوقت بنا ہے اور اُس عضو اس خوبی سے سڈول بنائے گئے ہیں کہ صناعی ختم ہو گئی ہے۔ سبھا مندر اور منڈپ کی چھتیں بہت ہی اعلےٰ درجہ کی صناعی کی ہیں۔ سبھا مندر میں بکثرت خوبصورت سے خوبصورت تصویریں منقش ہیں۔ چھت کے عجائبات روزگار میں سمجھنا چاہیئے۔ جس کی تصویریں اوپر سے نیچے تک بڑی ہی خوبی سے باہم پیوست بنائی گئی ہیں ٭

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک مقدس مقام پہ بالناتھ جی کی مورتی رُدری نامی پتھر پہ رونق افروز ہے۔ رُدری پتھر دریائے چمبل کے آب رواں کی طرح سے گھس گھس کر مدور ہوگیا ہے۔ دیوتا کو یہاں والے رُدری بروی کہتے ہیں۔ چمبل کی چولی کے متصل مندر واقع ہے رُدری پتھر کسی چیز پہ قائم نہیں اس کو خوبی سے غار کے پانی کی دھار میں ایسے وزن کے اندازے سے رکھ دیا ہے کہ یوں غیر متحرک ہے لیکن ہلا دینے سے اُس کو دیر تک حرکت رہتی ہے۔ جب یہ حالت ہوتی ہے تو مندر کے پوجاری اُستتیں پڑھتے ہیں۔ بروکی کے کبر سن پنڈے کا بیان ہے کہ اوائل میں چھنگلی چھلا دینے سے رُدری ٹوٹتی پھرتی تھی۔ لیکن اس زمانے میں پوری طاقت سے بھی وہ بات پیدا نہیں ہوتی +

ایک خوش عقیدت ساہوکار نے بال رُدری کے مندر میں پاربتی جی کی مورتی استھاپت کی لیکن یہ کام اس کو نہ پھلا جس سے ثابت ہے کہ بالناتھ جی ناراض ہوئے پہلے ساہوکار کی بیوی مری پھر بیٹے نے قضا کی اور آخر کار اُس کا ٹاٹ اُلٹ گیا۔ ساہوکار کو غالباً اس لئے یہ سزا ملی کہ اُس نے ہمانچل نندنی کی مورتی بنوا کر اُن کے اوصاف حمیدہ اور جمال جہاں آرا کی خوبیاں دوسرے قالب میں دکھائی تھیں +

بروی مندر کے مقابل بیس گز ہٹ کر سنگار چوری کی عظیم الشان عمارت ۴۰ فٹ مربع جگہ پر واقع ہے۔ یہ عمارت دو کھمبوں پر بنی ہوئی بالکل ہوادار ہے۔ بڑے مندر کی طرح اس کے ستون خوبصورت نہیں۔ لیکن چھت اور ستونوں پر بے شمار تصویریں منقوش ہیں اور صحن کے بیچوں بیچ بارہ فٹ کا چوکور چبوترہ ہے۔ کہتے ہیں کہ راجہ ہون ایک راجپوت لڑکی پر فریفتہ تھا چنانچہ اس کی شادی کی یادگار میں یہ سنگار چوری تعمیر کی گئی تھی۔ سکھر ایک مینار پر قائم ہے۔ اس میں بھی خوب نقش و نگار کندہ ہیں۔ اس میں ایک پتھر کا ٹکڑا چھوٹا سا ایک مندر ہے اُس میں بھی تصویریں بنی ہوئی ہیں مینار کا ایک ایک پتھر اس خوبی سے جڑا ہوا ہے اور اس طرح سکھر سے پیوست ہے کہ گھاس جم نہیں سکتی اور اسی وجہ سے باوجود قدامت اُسکی اصلی حیثیت میں کچھ بھی فرق نہ ہو +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چوری اور بڑے مندر کے درمیان ایک چبوترے پر نندیشر سر جھکائے مہادیو جی کے سامنے استادہ ہے۔ نادیہ کی دم اور سر شکستہ ہے صرف گلے کے کنٹھ سے شناخت ہوتا ہے کہ مہادیو جی کا باہن ہے +

مہادیو جی کے استھان کے چاروں طرف بہت سے چھوٹے چھوٹے شوالے اور مندر بنے ہوئے ہیں۔ گنیش جی کا مندر شمالی دروازے کی طرف گویا مندر کے دربان کی قیامگاہ ہے۔ بُت شکن حملہ آور تاتاری نے اس کا ایک دانت توڑ کر تمام عضو شکست کر دئے گو مورتی چوکی کے پیچھے گر پڑی ہے مگر اب تک ہاتھ سے شادی کا لڈو جُدا نہیں ہؤا +

گنیش جی کی مذکورہ بالا مورتی کے پاس نارد جی کی مورتی بے تار کی بین ہاتھ میں لئے کھڑی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پاربتی جی کو فہمائش کرنے آئے ہیں ان کا بین بج رہا ہے جس سے غرض یہ ہے کہ پاربتی جی کے جگر بند گنیش جی کا دل خوش ہو۔ اس بین کا تونبا اب ٹوٹ گیا ہے +

دکن کی طرف ایک ستون استادہ اور ایک لیٹا ہؤا ہے یہ دونو نہایت ہی خوبصورت ہیں۔ قیاس یہی کہتا ہے کہ نارائن جی کا جھُولا ادھورا رہ گیا تیار نہ ہو سکا یہ ستون کم و بیش ہزار برس سے برسات میں بھیگتے اور دھوپ میں تپتے چلے آئے ہیں لیکن ان کا پتھر ایسا مضبوط ہے کہ رنگ وغیرہ میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ ایسے مضبوط پتھر پر نقش و نگار کس نے کن آلوں سے بنائے یہ بات حیرت سے خالی نہیں۔ اس مقام پر صحن کے بیچوں بیچ دیوتاؤں کی ایک باولی بنی ہوئی ہے۔ قبل میں اس کا پانی دیوتاؤں کو چڑھتا تھا یا آدمی پیتے تھے۔ لیکن اب اس میں پتھر کے ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں +

جس دروازے سے راجہ ہون کے صحن کا راستہ ہے اُسی دروازے سے ہم برآمد ہوئے اور کالی ندی کے پار اُتر کر ایک شاداب مقام سے گزرے یہاں مہادیو جی کے کُنڈ کی سیر کی یہ کُنڈ ساٹھ فٹ کا چوکور بنا ہؤا ہے یہ بالکل لبریز ہے اور سیڑھیاں اترنے چڑھنے کو بنی ہیں۔ اس میں سنہرے اور روپہلے رنگ کے کنول کھلے رہتے ہیں۔ کُنڈ کے بیچ میں برن دیوتا کا مندر ہے۔ مندر میں جانے کے لئے ایک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بند بنایا گیا تھا جواب ٹوٹ گیا۔ اس لئے مندر کی آمدورفت بند ہوگئی۔ مشرقی دروازے کے دو ستون نہایت ہی عمدہ ہیں۔ نزاکتِ فن اور سادگی ان پر ہی ختم ہے ٭

کنڈ کے چھوٹے چھوٹے مندر سادہ وضع کے مندروں سے محدود ہیں ایک مندر میں جو ظاہرا بالکل سادہ معلوم ہوتا تھا اور جس کے دالان میں بھی نقش ونگار نہ تھے عجیب وغریب صناعیاں نظر آئیں۔ پانی میں بشن جی سیس سجیا پر آرام فرما رہے ہیں۔ شیش ناگ کے ہزار پھن ذات مقدس پر سایہ افگن ہیں۔ لچھمی جی پائنتی بیٹھی ہوئی اس انتظار میں ہیں کہ بشن بھگوان کی کس وقت آنکھ کھلتی ہے۔ بشن جی کی مسہری اُن گنوں کے دوش پر ہے جن کا آدھا جسم مچھلی کا ہے اور آدھا آدمی کا۔ مچھلی کا نصف جسم پیچ در پیچ بہت خوبصورت ہے اور اُس کے بیچ میں ایک غیر معمولی شکل کا گھوڑا بنایا گیا ہے۔ پاس ہی سنگھ وغیرہ بہت سی دریائی چیزیں باقاعدہ چنی ہوئی ہیں۔ مسہری کے عقب میں کنارہ دو فٹ ابھرا ہوا ہے جس کے دو حصوں میں سے حصہ زیریں میں ایک ایک فٹ کے قد وقامت کے چھ گن مصروف کارزار ہیں۔ حصہ بالائی میں اوتاروں کی مورتیاں اس طرح پر بنی ہیں کہ بائیں طرف کچھ اوتار ڈھال نیچے رکھے ہوئے جلوہ افروز ہیں۔ باراہ اوتار کا نصف جسم سور کا ہے اور نصف مچھلی کا اور وہ دانت سے پانی اُلچ رہا ہے۔ نرسنگھ جی ہرن کشیپ کا پیٹ چاک کر رہے ہیں اور جو مورتیاں ہیں وہ دس اوتاروں کی نہیں معلوم نہیں کہ ایک شخص میں کن کن دیوتاؤں یا اوتاروں کی ہیں ٭

بشن جی ہاتھ کو سر کا تکیہ بنائے ہوئے محوِ خواب ہیں۔ اس ہاتھ میں گدا ہے دوسرے میں دھناور قی سنکھ چوتھا ہاتھ اور زانو تک اعضا توڑ ڈالے گئے ہیں ناف سے کنول پھول پیدا ہوا جس سے برہما جی نمودار ہوئے ہیں۔ ان پورنا جگت ماتا لکشمی جی یعنی بشن جی کی شکتی کے خوبصورت چہرے ہی کو مسلمان متعصبوں نے نہیں بگاڑا بلکہ ساری مورتی بدنما کردی ہے۔ یہاں کی زیب وزینت قابل استعجاب ہے مورتیوں وغیرہ کی تعریف میں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ہندوستان میں ان کی نظیر نہیں ٭

صناع نے ہر چیز میں اپنا کمال دکھانے میں اعلےٰ درجے کی لیاقت صرف کی ہے بشن جی کو اس عمدگی سے شیش ناگ پر محوِ خواب دکھایا ہے کہ گرن کے نیچے تو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہی یقین ہوتا ہے کہ زندہ سانپ ہے پتھر بھی کچھ اس رنگ کا ہے کہ سانپ کے رنگ سے کچھ بھی فرق نہیں۔ اپسرائیں سنگھ گھوڑے بنانے میں بھی نہایت ہی کاریگری کی گئی ہے اور یہی کہنا پڑتا ہے کہ اس سے عمدہ صناعی ممکن ہی نہیں یہ ساری صنعت صرف ایک پتھر کی ہے پتھر بھی سنگ مرمر کی طرح صاف شفاف ہے لیکن بہت سخت ملائم نہیں +

بشن جی کی مسہری آٹھ فٹ لمبی دو فٹ چوڑی تین فٹ اونچی ہے اور بشن جی کی مورت چار فٹ ہے جس میں مکٹ کا پیمانہ بھی شامل ہے ہمارا قصد تھا کہ بشن بھگوان کی مورتی کو کسی اچھے اور مقام پر تشریف لے چلنے کی تکلیف دیں کیونکہ اُن کے قیام کا موجودہ مقام تباہی کی وجہ سے اُن کی سکونت کے قابل نہیں رہا +

کُنڈ کے کناروں پر پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں۔ جن پر دیوتاؤں کی مورتیاں کندہ تھیں۔ ایک ٹکڑا غالباً چھت کا ہے اس میں ایک ایک مرد و عورت کی تصویر ایسی عمدہ بنی ہوئی ہے کہ فن کاریگری پر عش عش کرنا پڑتا ہے مرد کے سر پر خود ہے اور خود کے کنارے نہایت ہی سلیقے اور لیاقت کے ساتھ بنائے گئے ہیں چند ہوشیار صناعوں کی چھ ماہ کی عرقریزی سے کام لیا جائے تو بردلی کی عجائبات کا کسی قدر مرقع کھینچ سکتا ہے +

کسی تاریخ یا روایات ماضیہ سے تحقیق نہیں ہوتا کہ یہ عمارتیں کس کے عہد میں کس غرض سے بنی ہیں۔ خاندانی تاریخ اور نسب نامے سے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ راجہ ہون واقعی بڑا نامی گرامی فرمانروا تھا۔ لیکن اس کا دیوتاؤں سے کیا تعلق بھینسرور کے ذکر میں اس راجہ کی حکومت کا ضروری تذکرہ آچکا ہے۔ انگت سی راجہ قوم ہون ان چوراسی تاجداروں میں تھا جو آٹھویں صدی میں حملہ چتوڑ کے موقع پر مسلمانوں کی یورش اولیں کے وقت جنگ آزما ہوئے تھے +

پرانے اقوال اور مونگیر کی تاریخ قدیم میں اس قوم کا حال موجود ہے اس کے عروج نے اس کو ۳۶ خاندان تاجداران راجپوت میں شمار ہونے کا فخر بخشا ہے چتوڑ کی تاریخ میں راجہ ہون کا انگت سی کرنام سے ذکر ہے ان سب باتوں سے یہ نتیجہ نکلا بیجا نہیں کہ قوم ہون ہندوستان میں سکونت پذیر تھی۔ راجہ ہون کے اہل فن کا قدرداں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہونا تسلیم کیا جاسکتا ہے مگر یہ بات قیاس میں نہیں آتی کہ اُس نے ایسے ایسے کاملین فن کی تعلیم و تربیت کی ہو یا اُن لوگوں کو تاتاری صناعیوں کی کاریگری کے ضوابط و اصول بتائے ہوں قیاس غالب ہے کہ کسی زمانے میں یونان کے صناعوں کو یہاں آنے کا موقع ملا ہے اور اُنہوں نے اصول مروجہ ہند سے کاریگری کے جوہر دکھائے ہیں تواریخ سے ثابت ہے کہ سلیوکس بادشاہ یونان نے راجہ پوار والئے اوجین کی کمک کے لئے فوج روانہ کی تھی اور اُس کی اولاد کا سلسلہ رسل و رسائل اور اگسٹس بادشاہ کے ساتھ بھی جاری تھا اسی بنا پر ہم کو ملمیرے کے مندر کی تعمیر کو خلاف صناعی ہند اور نمونہ کاریگری یونان سمجھتے ہیں دو کتبے ہم کو دستیاب ہوئے اور جا بجا عمارتوں کی دیواروں اور فرش سنگی پر ان لوگوں کے نام درج ہیں جنہوں نے یہاں سیر و سیاحت کی تھی ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ سات آٹھ سو سالہائے گذشتہ کی تاریخوں میں یہاں وارد ہوئے تھے ان میں سے ایک جینی کا بیٹا تھا جس نے دھول نگری سے آکر یہاں کی سیر کی دوسرے شخص کا نام جینی حروف میں ہے پڑھا نہیں جاتا ہاں ۱۳ کاتک سمت ۹۸۱ (۹۲۵ء) کی تاریخ ظاہر ہوتی ہے ایک پتھر کے ٹکڑے پر سدھیشر مہادیو کی شان میں ۵ شلوک تحریر ہیں +

زمانہ قدیم کے جوگی انہیں مہادیو جی کی پرستش کرتے تھے غالباً یہاں کوئی برہمن درشن کو آیا جس نے سدھیشر جی کی شان میں اُستتی کندہ کرادی ہے۔ کمی وقت مزید تحقیقات کا موقع نہیں دیتی کیا خوب ہوتا اگر اگسٹس کے عہد حکومت کا بھی پتہ لگ جاتا۔ اس مقام کی عمارتیں ایک فرمانروا اپنے ایام سلطنت میں تعمیر نہیں کر سکتا وجہ یہ کہ اس پر جو لاگت آئی ہے اُس کے لئے کل راجپوتانہ کی سالانہ آمدنی بھی کافی نہیں +

اسی مقام پر دو چھتریاں تعمیر ہیں جس میں کوئی گوسائیں یا سنیاسی خواہ دادو پنتھی مدفون ہے +

برولی پچیل چمبل اور گھاٹی کی درمیانی سطح مسطح پر واقع ہے یہاں مغرب کی طرف بھینسرور کے ۲۴ مواضع تین میل کے فاصلے پر اس مقام کی زینت کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عث ہیں یہ دیہات نہ ہوتے تو یہاں سناٹا رہتا اکثر اقوام صحرائی کا قول ہے کہ اس ہون کے مقام آبادی کا اصلی نام بھدروتی تھا اور اب تک بھینسہ رور کے اطراف وجوانب میں اونچے اونچے ٹیلے اور افتادہ عمارتوں کے کھنڈر موجود ہیں مشہور ہے کہ چترپتی عرف چمبل کی روانی سے یہ نالہ بن گیا ہے لیکن ایسا مضبوط نالہ ۹ سو برس میں دریا کی رو سے نہیں تیار ہو سکتا۔ مگر یہ بھی قرین قیاس ہے کہ انگت سی نے جب رانا سے چتوڑ کی مدد کی تھی اُس وقت سے زیادہ قبل یہ نالہ بنا ہو۔

باب ۱۲

دریائے چمبل کا بھنور یعنی چولی۔ دلچسپ نظارہ۔ آبشار اور چمبل کے درمیانی کوہستان کی کیفیت۔ بھنور سے نکلنے والی روری۔ گنگا اور بھیرو کا نظارہ۔ عظیم الشان معابد ہنود۔ تعمیرات کا خاکہ۔ بڑے مندر کی ساخت۔ صنائع قدیم کی بربادی۔ بڑے بڑے امر پھل۔ ناولی۔ تمکشک کا کنڈ۔ عمارت کے ٹکڑے۔ جسونت راؤ ہلکر کی چھتری۔ ہلکر کا گھوڑا۔ ہلکر کا ہاتھی۔ بھان پورہ مقام مذکورہ میں دورۂ امن۔ گردت۔ عہد پانڈو کے راجہ بسائل پاتل کے بقیہ نشانات۔ پتھروں کے ریزے اور لال پتھر۔ دھومنار کے غار۔ مندر ہا کے غار۔ غار کی مورت۔ جینی اور برہمنوں کی عمارتیں۔ جینی دیوتا کی مورتی۔ بھیم کا بازار۔

ہم نے تیسری ماہ دسمبر کو مقام بروٹی میں انسانی صنائع بدائع کا ملاحظہ کیا دوسرے روز قدرتی عجائبات کا مشاہدہ ہوا دریائے چمبل کے کنارے کنارے ۳ میل تک پیادہ پا روانہ ہوئے۔ بھنور اور موج دریا کا معائنہ ہوتا رہا۔ پانی کی دھڑ دھڑ آواز عجب لطف دکھاتی تھی۔ پھر ہم گھوڑے پر سوار ہوئے اور چلتے چلتے دریا کے کنارے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک پہاڑی مقام پر پہنچے۔ ساتھیوں کو طلب کر کے ڈیرہ ڈنڈا اٹھوا منگوایا اور اُسی بلند مقام پر خیمہ نصب کر کے کوہستانی عجائبات دیکھتے رہے۔ وہ مقام نہایت فرح بخش اور خوشگوار تھا کہیں صحرائی اونچے اونچے درختوں پر پہاڑی پرندے چہچہا رہے ہیں پتھر کی صاف شفاف سلوں پر پہاڑی جانور خوش فعلیاں کر رہے ہیں۔ بائیں طرف دریا رواں ہے کنارے کنارے گھنے درختوں کی قطار عجب بہار دکھاتی ہے۔ دریاے چرمتی نہایت زور وشور سے بہ رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ سولہ دریاؤں کی دھارا سے دریاے چرمتی رواں ہوا ہے اس دریا کا عرض اس قدر کم ہے کہ دونو جانب پاؤں رکھ کر انسان بخوبی کھڑا ہو سکتا ہے خیمے سے اس دریا کی تہ تک نظر نہیں آتی۔ مگر جب اُس کے قریب پہنچے تو دریا کی گہرائی دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں جس مقام سے اس دریا کی دھارا نکلی ہے بہت عمیق ہے آگے چل کر اس دریا کی کئی دھارا ہو گئیں۔ اور دونو پاٹ بھی چوڑے ہوتے گئے۔ پانی کی آواز بھی بڑھتی گئی۔ کچھ دور چلنے پر اس دریا کی چار دھارا ہو گئیں۔ اس کے بعد ایک پہاڑ سے ٹکر کھا کر نشیب کی طرف راہ کاٹیں۔ پانی کی صاف وشفاف موجوں میں آفتاب کی کرنوں سے کئی رنگ نمودار ہونے لگے۔ یہ چاروں نالے علیحدہ علیحدہ بہ کر ایک ہی مقام پر گرتے ہیں مابعد یکجائی صورت میں پھر بہتے ہیں۔ پانی نہایت شیریں اور ہاضم ہے۔ کہیں دریا نہایت گہرا ہو جاتا ہے۔ صرف پہاڑ کی چوٹیاں نظر آتی ہیں اور کہیں بھنور کے زور شور سے یہ چوٹیاں مقابلہ کرتی ہیں۔ دریا کی تیز دھارا نے دو شاخوں میں منقسم ہو کر پہاڑوں کے کناروں کو جدا کرتے ہوئے شمال کی جانب رُخ کر دیا آگے چل کر پھر دونو شاخیں ایک صورت میں بہنے لگیں اور چادر آب کی صورت میں نیچے گرنے لگیں۔ اس مقام پر ایک درخت ہے اور اسی درخت کی وجہ سے سیاح پہاڑ پر بآسانی چڑھ جاتے ہیں۔ سطح بالکل مسطح ہے اور اس مقام کا نام ریاست بہنسرور ہے۔ بعض ٹھاکر جی کا چبوترا بھی کہتے ہیں۔ کسی وقت اسی چبوترے پر پہاڑی باشندوں کی ایک ٹھاکر صاحب گرمی کے دنوں میں دعوت کرتے تھے۔ اور درحقیقت یہ مقام اسی قابل تھا۔ اور بلند بھی بہت تھا ابر کے لکّون سے جس وقت پانی برستا تھا عجب منظر نظر آتا تھا۔ پہاڑ کی بلندی اس قدر تھی کہ ابر نیچے دکھائی دیتا تھا۔ اور مینہ کی بوندیں پہاڑ کے تلے برستی تھیں۔ بہنسرور کا رئیس ہمیشہ مینہ کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پانی پیتا جو آب حیات سے کم نہ تھا ۔

پہاڑ کے جھرنے سے نکل کر دریا دامن کوہ کو کاٹتا ہوا پندرہ فٹ کی چوڑائی میں دور تک نکل گیا ہے ۔ بھینسرور میں جہاں کی زمین نہایت نرم ہے یہ دریا اس قدر عمیق ہو گیا ہے کہ بڑے بڑے جہاز جو لغیر سمندر کے جگہ سے جنبش نہیں کر سکتے ۔ بخوبی رواں ہو سکتے ہیں ۔ پہاڑ کے جھرنے سے اس مقام تک ایک میل کا فاصلہ ہے ۔ پہاڑ کی بلندی دو سو فیٹ سے کم نہیں اور جھرنا جو اس دریا کا مخرج ہے ۶۰ میل بلند ہے ۔ اس دریا میں عجیب بات یہ ہے کہ تین تہیں سو میل جاری رہ کر قریب قریب تو ۳ گز چوڑائی میں بہتی ہیں ۔ مگر اتنی کم چوڑائی میں بھنور یعنی گرداب ۳۰ و ۴۰ فیٹ کی گہرائی سے کسی طرح کم نہیں اور بعض بعض غار اس قدر گہرے ہیں کہ بانس سے تہ کا پتہ ہی نہیں ملتا ۔ ان غاروں میں پارے کے روڑے بکثرت ملتے ہیں ۔ ایک روڑے کی پوجا بال روڑی مقام پر ہوتی ہے ۔ یہ روڑے بہتے بہتے کوٹہ کی پہاڑیوں میں بھی ملتے ہیں ۔ شاید دریا کے زور سے غلطاں غلطاں ادھر یہ نکلے ہیں اور اسی مقام سے دریائے چمبل پہاڑ کے درمیان بڑے زور شور سے کوٹہ تک نکل گیا ہے ۔ مقام بھینسرور پر جنگلی درختوں سے سارا بن پھرا ہوا ہے اور زمین بھی دوتھلی ہے ۔ مگر پھر بھی میواڑ بھر میں یہی مقام قابل سیر ہے ۔ اگر ہم کو میواڑ کا علاقہ ملے تو میں اپنی سکونت اسی مقام پر رکھوں اور اپنے باوقار دوستوں کو شبنم اور کہرے کے دلچسپ منظروں کی سیر کراؤں ۔

یہاں کے ذی عزت تاجداروں نے اس سرزمین کو گنگا بھیونک صاف کرا دیا ہے مقام بھیو بالکل غیر آباد ہے ۔ جنگلی درخت بکثرت پائے جاتے ہیں ۔ ہم نے جنگل کا راستہ اختیار کیا ۔ رات کا وقت تھا ۔ بڑا ستارہ ہم سے جانب جنوب تھا ۔ داہنی جانب دریا اور بائیں جانب چار دیواری نظر آئی ۔ عوام اس کو رانا کوٹ کہتے ہیں کسی وقت راستہ یا چراگاہ ہوگا ۔ قبل از طلوع آفتاب ہمارا گزر کھیرلی موضع میں ہوا کھیرلی سے ہمارے راستے کا رُخ بدل گیا ۔ یعنی جنوب و مشرق میں ایک پگڈنڈی لگی ہوئی تھی ۔ راستہ بیر اور سنسان دریا بھی فاصلے پر تھا ۔ چلتے چلتے ایک باغ دکھائی دیا ۔ چار دیواری مرمت طلب تھی اور دیواریں شکستہ ہو رہی تھیں بڑے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بڑے درخت البتہ پرانے زمانے کی یاد دلا رہے تھے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ گنگا بھیو پر جس کی تلاش میں سرگرداں ہو رہے تھے پہنچ گئے ۔

سب ہم ٹوٹی پھوٹی دیوار کو پھاند کر اندر داخل ہوئے۔ عجیب طرح کے پتھر کے ٹکڑے نظر آئے کوئی سبز کوئی زرد کوئی سرخ کوئی نیلم کی طرح چمک رہا تھا۔ اکثر زائروں کی جماعتوں سے ملاقات ہوئی جو لوگ مہادیو جی کے درشنوں کو جاتے تھے اسی مقام پر منزل کرتے تھے۔ کیونکہ اس مقام دلکش میں اُنہیں ہر قسم کا آرام ملتا تھا۔ چشموں اور آبشاروں کا شیریں پانی پینے سے روح کو فرحت حاصل ہوتی تھی اور پانی ہی کی وجہ سے یہ مقام ہمیشہ سرسبز و شاداب رہتا تھا ۔

باغ میں دیکھنے کے لائق ایک مندر ہے۔ اس مندر کے آس پاس تین چھوٹے چھوٹے مندر اور بھی بنے ہیں۔ شاید چھتریوں نے ان مندروں کو تعمیر کرایا ہو۔ چھوٹے اور بڑے مندر کی صناعی میں بہت بڑا فرق ہے۔ غالباً پرانا مندر مسمار کرا کے نیا مندر تعمیر کرایا گیا ہے۔ منقش ستون بنائے گئے۔ اور ستونوں کے بالائی حصے میں عجیب صناعی دکھلائی گئی ہے۔ مندر کے سامنے برنجی ظروف بہ شکل مدور لٹکا دیا گیا ہے۔ جو ہر وقت پانی سے لبریز رہتا ہے اور بھیو کی وجہ تسمیہ شاید یہی ہے۔ بھیو کے معنے دائرہ ہیں۔ اس پانی پر پھول چڑھاتے ہیں۔ خصوص کنول کے پھول کی جس کو کام دھن بولتے ہیں بڑی عظمت ہے ۔

اصل مندر کی صناعی و کاریگری تعمیرات بروی سے کم نہیں۔ سونے چاندی کے زیوروں سے اس مندر کی مورت آراستہ ہے۔ مہادیو اردھنگی یعنی شیو جی اور پاربتی کی مورت استھاپت ہے مورت کے چاروں سمت گراس اور ناگنی پتھر کو لپٹی ہوئی ہیں۔ اس مندر کی تعمیر کا زمانہ معلوم نہیں۔ مگر ایک مقام پر فرش میں جاتری کا نام اور سمت ۱۰۱۱ یعنی ۹۵۹ء کندہ ہے۔ مندر کی ساخت و ساخت میں قدیم ہنود کی صناعیوں کا نمونہ نظر آتا ہے۔ ان مندروں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے پانچ مندر ہر ایک مکان میں بنائے گئے ہیں۔ پورب کے مندر ٹوٹ پھوٹ گئے اور باقی مندر ابھی تک اپنی اصلی حالت پر موجود ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان مندروں کے دروازوں کے اندر احاطہ کھینچا ہوا ہے۔ احاطے میں ایک سادہ چبوترہ ہے۔ مہادیو جی کے گن قطار در قطار استادہ ہیں۔ جملہ مندروں کی ساخت بروڈی کی تعمیرات کے ہم پلہ ہے۔ گو صناعی اور کاریگری بروڈی کے برابر نہیں۔ مگر صفائی اور خوبصورتی میں سبقت لے گئے ہیں۔ ہندو کاریگروں کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔ یہ مندر دس صدی کے قبل تعمیر ہوئے ہیں۔ اس کے بعد پھر کوئی مندر ایسی صناعیوں کا تعمیر نہیں ہوا۔ اس زمانے میں حالت ابتر ہو گئی۔ شیر اور خوک صحرائی کا مسکن ہے۔ ہم مذہب کے مجرم کسی طرح نہیں ہو سکتے اور نہ اس میں سوئے ادبی ہے۔ اگر چند نمونے یہاں سے لیجا کر کسی عجائب خانے میں رکھیں ان عجوبہ چیزوں کے دیکھنے سے ہنود کی صناعیوں کا ہر شخص معترف ہے۔

زمانے کا انقلاب بھی کوئی چیز ہے اکثر دیواریں یہاں کی شق ہو گئی ہیں دیواروں میں سبزہ پیدا ہو گیا۔ ایک تناور درخت عین دیوار سے برآمد ہوا اور اس قدر چھتنارا ہو گیا کہ اُس کے سائے کے نیچے تمام مندر آ گئے۔ اور جاترتی لوگ اس درخت کے نیچے بسیرا لیتے ہیں۔ سنگھار مندر کی چھت گر گئی البتہ سبھا مندر اب تک موجود ہے اور تعمیرات زمانے کی دست برد سے مسمار ہو گئیں۔ اس چہار دیواری کے اندر دو احاطے ہیں ایک اندرونی دوسرا بیرونی۔ اندرونی احاطے میں بڑے بڑے درخت پرانے زمانے کی یادگار ہیں۔ جن پر امربیل چڑھی ہے۔ امربیل مہادیو جی کو بہت مرغوب ہے اور کل مندروں پر امربیل کی بیل پھیل گئی ہے۔ امربیل کی جڑ بہت موٹی یعنی ہمارے جسم سے کسی حالت میں کم نہ تھی۔ سات گرہ ہیں نظر پڑیں۔ ہر ایک گرہ ایک سال کے نشوونما پر دال تھی۔ امربیل نے نصف درخت کو چھپا لیا ہے۔ اکثر کیتکی کے خوشبودار درختوں میں بھی زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ کیتکی کے درخت کنڈ کے متصل بکثرت ہیں۔ بندر اس اطراف میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ یعنی کیتکی کے میدان کے باشندے بندر ہی ہیں۔ بیرونی احاطے میں نامی گرامی چھتری مدفون ہیں اکثر چھتری عورات واسطے مغفرت اپنے شوہروں کے ستی ہو گئیں۔ چھتریوں کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قبروں پر تین تین چار چار پتلیاں بنی ہیں۔ ان پتلیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدر ستی جل کر راکھ ہو گئیں۔ یہاں کی ایک ایک چیز کے دیکھنے کے لئے ایک مہینے کی مدت درکار ہے۔ ایک ایک چیز کی صناعی کو الٹ پلٹ دیکھنے کے لئے سفر مینا کی پوری پلٹن ہو تو البتہ کل چیزیں دیکھ سکتے ہیں۔ اس کام کو مشکل جان کر ہم نے راستہ صاف کرنے کا حکم دے دیا۔ جنگل صاف ہوا اور ہم نے جنگل سے ہو کر آگے کی راہ لی +

بارہ میل کا سفر طے کر کے ۵۔ دسمبر کو ناؤلی مقام میں پہنچے راستہ جنگل میں ہے مگر نہایت دشوار گزار۔ ساتھیوں نے تبر اور پہاڑ دے سے راستہ صاف کیا۔ نصف راہ پر بہینسرور اور بھانپور کی سرحدیں مل گئی ہیں۔ بھانپور اہل میواڑ کی قدیم جاگیر ہے۔ اب ہلکر وہاں کا مالک ہے۔ ناؤلی کے مغرب جانب قلعے کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ مسافروں کو اس مقام پر بہت آرام ملتا ہے +

شام کے وقت ہم نے تاکاجی کا کنڈ دیکھا۔ یعنی تکشک ناگ کا یہ کنڈ کہلاتا ہے۔ تاکاجی کا کنڈ ناؤلی سے ۲ میل کے فاصلے پر ہے۔ راستہ پتھریلا اور جنگل میں ہے۔ کوئی چیز یہاں کی قابل تعریف نہیں۔ جب ہم پتہار کے کنارے پر پہنچے اُس کے نیچے دو سو فیٹ گہرا ایک غار تھا۔ غار کے کنارے بڑے بڑے درخت نصب ہیں نشیب کا راستہ پتھریلا تھا۔ جب نصف راہ نشیب کی طے کر چکے میدان مسطح میں پہنچے۔ دو مندر دکھائی دئے ایک میں تکشک اور دوسرے میں دھنتر وید کی مورت جس کی پیدائش سمندر متھنے کے وقت ہوئی تھی نصب تھی۔ غار کے قریب چشمے میں موتی سا پانی بہ رہا ہے۔ یہ غار بہ شکل مدور دو سو فیٹ عمیق ہے۔ پانی اتھاہ ہے۔ سیڑھیاں سو فیٹ کی گہرائی تک بنی ہیں۔ چشمے کے کنارے پتھر کا چبوترہ بنایا گیا ہے اور اس پر دیوتا کی پرستش ہوتی ہے۔ مغربی گوشہ ایک ندی کا مخرج ہے۔ اس ندی کا نام تکھیلی یعنی سانپ ہے۔ تکھیلی ندی پیچ در پیچ راستوں کو طے کرتی ہوئی سطح پہاڑ سے سو فیٹ نیچے ہنگلاج گڑھ کے متصل امجار میں شامل ہو گئی ہے۔ گھاسے نامی کاریگر ہمارے ہمراہ ہے۔ تکشک اور دھنتر وید کی تصویریں کھینچ کر ہم کو دکھلائیں۔ پہاڑ کی چوٹیوں سے ہنگلاج کا قلعہ بخوبی نظر آتا ہے۔ اس قلعے کی تعریف لارڈ لیک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صاحب نے جنگ مرہٹہ میں لکھی تھی۔ تھوڑی سی فوج اور توپ خانہ کی مدد سے کپتان ہچنس صاحب نے ہنگلاج پر قبضہ کر لیا تھا۔

۶۔ دسمبر کو بھانپور میں مقام رہا۔ یہاں کا راستہ صاف اور فرحت افزا تھا ہر قدم پر قابل دید اشیاء دیکھنے میں آتی تھیں۔ ۲ میل کا سفر ختم کر کے پتھار کے کنارے پہنچے۔ پگڈنڈی پر سے راستہ تھا۔ دونو جانب لمبے چوڑے غار تھے۔ جہاں پگڈنڈی ختم ہوئی اور جہاں سے نشیب کوہ شروع ہوتا ہے۔ ایک گھاٹی دکھائی دی۔ گھاٹی کچھ چوڑی نہ تھی۔ مگر بمقام بھانپورہ بہت وسیع ہو گئی گھاٹ پر قلعے کے نشانات اگلے زمانے کی خبر دے رہے ہیں۔ اندور گڑھ قلعہ پرانے زمانے کی یادگار ہے۔ بعضوں کا مقولہ ہے کہ اندور گڑھ کو غارتگران قوم چوندات نے مسمار کر ڈالا اُس کے ٹکڑوں سے کاریگروں کی صناعیاں ظاہر ہوتی تھی۔ ٹکڑوں کے مشاہدے سے کلمۂ افسوس نکل جاتا ہے۔ بہت سے کتبے دستیاب ہوئے مگر کسی پر پورا اعتبار نہ ہوا کوئی کتبہ اس لائق نہ تھا کہ اُس پر بھروسہ ہو سکے۔ سال گذشتہ میں رامپورہ سے لاسا گھاٹ۔ تارپور اور جادو مقامات تک ہم نے سفر کیا تھا۔ اندر گڑھ واقعی عمدہ مقام ہے۔ یورپین اشخاص کے لئے نینی تال سے کم نہیں۔ چند ہفتوں کے بعد ہم کو یہ مقام میسر آیا۔ آب و ہوا خوشگوار کشت زار سبز اور باشندگان مفرح نظر آئے۔ ایسے مقام سے مسافروں کو بہت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ہم کو سطح مسطح اور کشت زار دیکھنے کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ اس بات سے اور بھی مشکور ہوئے کہ ہم دریاے چمبل کے کنارے کنارے گنگا کنڈ اور مندر تکشک تک پہنچ گئے۔

بھانپورہ کے قریب دریاے ایوا کا عبور کیا۔ یہ دریا گھاٹی سے نکلا ہے۔ جسونت راؤ ہلکر نے اس کے قریب اپنی چھتری قائم کی ہے۔ اور اسی مقام پر فوج انگریزی اور مہاراجہ ہلکر سے مقابلہ ہوا تھا جس نے فوج انگریزی کو اپنے علاقے سے نکال دیا۔

چھتری پر محراب دار چھت تراشے ہوئے پتھر کی بنی ہوئی ہے یہ تعمیر بہت مستحکم اور مضبوط ہے۔ بھانپورہ کے رئیس کی مورت چھوٹی سی دستار سر پر دئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے قد کے برابر عجب شان سے بیٹھی ہوئی ہے۔ رئیس بھان پورہ اور ایک صاحب سے عہد نامہ بمقام سکندرہ ہوا تھا۔ سکندرہ کے اردگرد مختصر مگر موزوں قلعہ نہایت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ برج کے اندر منڈھے اور ستون نصب ہیں۔ دھرم شالا اور خانقاہیں مسافروں کے آرام کے لئے بنائی گئیں۔ بالاخانے پر چند غبارے اب تک نظر آتے ہیں۔

داہنی جانب جسونت راؤ کی لاش دفن ہے اور اسی کے پاس ایک چھوٹی سی چھتری کی عمارت جس میں ہُلکر کی ہمشیرہ مدفون ہے۔ بہت خوبصورتی سے زمانہ گذشتہ کی یاد دلاتی ہے۔ ہُلکر کی ہمشیرہ جسونت راؤ کے بعد فوت ہوئی تھی۔ دروازے سے ہوکر اوپر جانے کا راستہ ہے۔ چھت پر متعدد کمرے بنے ہیں اور دروازے کے اندر مسی توپ لگائی گئی ہے۔ توپ کا نام کالی بولا جاتا ہے۔ علاوہ اس کے کچھ عرصے کی بنی ہوئی عمارت دروازے کی داہنی جانب ہے اس عمارت میں جسونت راؤ کی مغفرت کے لئے برہمن پوجا کیا کرتے ہیں۔ اُس کے سامنے روشنی کی ضرورت سے ایک اور مکان بنایا گیا ہے۔ چوبیس چراغ دن رات جلا کرتے ہیں۔ سفید پوشاک پہنے ایک مورت استادہ ہے اور مورت کی پشت پر جسونت راؤ ہُلکر کی تصویر دیوار پر لائق مصور کی قلم سے بنائی گئی۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جسونت راؤ ہُلکر موہو گھوڑے پر سوار کسی لڑائی میں جانے والا ہے۔ ایک شخص چنور کر رہا ہے اور برہمن بیش قیمت قالینوں پر طلائی اور نقرئی ظروف میں پوجا کا سامان رکھے ہوئے منتر پڑھ رہے ہیں۔

موہو گھوڑے کی تصویر دیکھ کر ہم کو جسونت راؤ ہُلکر کے اصطبل دیکھنے کا شوق ہُوا۔ طویلہ کچھ دور تو تھا نہیں چھتری سے بہت قریب ہے طویلے میں جاکر موہو گھوڑے کے قریب گیا یہ گھوڑا مالک کا بہت وفادار تھا۔ مہاراجہ ہُلکر معرکۂ رزم و پیکار میں اسی پر سواری کیا کرتے تھے اور موہو گھوڑا بھی بجز اپنے مالک کے فرنگیوں سے نفرت کرتا تھا۔ جس وقت میں اُس کے قریب پہنچا اور گردنی اتارنا چاہی اُس نے کنوتی دبائی۔ غصہ کیا۔ جب ملائم ہُوا ہم نے اُس کی پشت و پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔ اس گھوڑے کا رنگ کمیت ہے۔ اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی پیدائش بھیمپرا تھل واقع ملک مہاراشٹر ہے۔ صحیح النسل ہونے کے علاوہ اُس کے اعضا نہایت مناسب ہیں۔ چودہ بالشت لمبی اور تین بالشت چوڑی جس کی پیٹھ تھی۔ خوبصورت چہرہ۔ کان چھوٹے۔ بڑی اور ابھری ہوئی آنکھیں تھوتھن اس قدر چھوٹا تھا کہ چاے کے پیالے میں بھی پانی پی لیتا تھا۔ رگ وپٹھوں سے درست جسم بہت تیار تھا۔ ہم نے اس کی پوشش اور بستر بنوائے۔ مہاراجہ ہُلکر کا فیل بھی موہوا کی طرح پنشن پاتا تھا۔ اُس سے بھی کوئی کام نہ لیا جاتا تھا۔

بھانپورہ میں پانچ ہزار گھر بستے ہیں۔ شہر پناہ کی دیوار اب تک قائم ہے اس زمانے میں تانتیا جوگ دربار ہُلکر کا دیوان تھا۔ بھانپورہ کے باشندے اُسی کے زیر فرمان تھے۔ مگر وہاں کے باشندوں کو یہ خیال تھا کہ سرکار انگریزی کی بدولت امن وآسائش ہم کو نصیب ہے۔ کیونکہ سرکار کمپنی بھانپورہ کی نگراں ہے ہم اہل بھانپورہ کی ملاقات سے بہت خوش ہوئے۔ رئیس۔ امیر۔ تاجر۔ مہاجن اور دیگر پیشہ وروں کی بستی تھی۔ سب کے سب اپنے افسر اعلےٰ کے ساتھ ہماری ملاقات کو آئے۔ اُنہوں نے اس قدر ہماری آؤ بھگت کی کہ اہل میواڑ کو خواب میں نصیب نہ تھی۔ اُنہوں نے قدیمی برتاؤ سے گریز نہیں کیا۔ سلامت روی کی چال چل رہے ہیں۔ راؤ بھانپورہ کا موروثی علاقہ گو بہت چھوٹا ہے مگر اب تک میواڑ کے رؤسا اس کی جبین پر قشقہ کھینچتے ہیں۔ جس وقت وہ میواڑ آتا ہے۔ لوگ حاضر ہوتے ہیں اور اپنے قدیم مالک کے ہاتھ سے تلک لگاتے ہیں سو برس سے زیادہ گزر چکے جب سے بھانپورہ مہاراجہ ہُلکر کے تابع فرمان ہے اور ہُلکر کی طرف سے ایک عامل ریاست کے بندوبست میں مصروف ہے۔

۷۔ ماہ دسمبر کو بھانپورہ سے کوچ بول کر بجانب جنوب ومشرق تیرہ میل سفر کر کے بمقام گروٹ پہنچے۔ گروٹ مالوہ کی زمین میں ہے۔ راستہ نہایت صاف اندھا بھی بے کھٹکے چلا جا سکتا ہے۔ نعوذ باللہ پیشتر کے راستے جہاں ہر ہر قدم پر ٹھوکر تھی ممکن نہ تھا کہ نگاہ زمین سے کسی اور طرف مائل ہو۔ اور راہ گیر ٹھوکر کھا کر گر نہ پڑے۔ یہاں کی زمین اور ہاڑوتی کی زمین میں بہت اختلاف ہے گو یہاں ہنگامۂ جدال وقتال گرم رہتا ہے تو بھی یہاں کا میدان جو بالکل بنجر ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہاں ہر باشندہ اپنے جھونپڑے میں خوش ہے۔ ان پورنا دیوی کا مندر ہے۔ جاتری دور دور سے آتے اور مراد دلی بر لاتے ہیں۔ رعیت مفلوک و تباہ رہتی ہے ٭

شہر گروٹ میں ۱۲ سو گھر کی بستی ہے۔ شہر گروٹ کا دار الریاست پٹہ ایک جزو رام پور کا ہے۔ رامپورہ سے حاکم یہاں کے انتظام کے لئے مقرر ہے۔ شہر رامپورہ کے گرد فصیل کی دیوار کھینچی ہوئی ہے۔ اور اس وجہ سے وہاں کے باشندوں کا خیال ہے کہ ہمیشہ تنگ خیال دشمنوں کے مکر و فریب سے بچتے رہینگے۔ مولی کا قلعہ بہت قدیم ہے۔ ہم کو وہاں کچھ چیز دستیاب نہیں ہوئی۔ تعمیرات کے ٹکڑے راستے میں اکثر پڑے ہیں جو پرانے زمانے کی یاد دلاتے ہیں۔ ان ٹکڑوں کی بابت کوئی حال نہیں ملا صرف اس قدر دریافت ہوا کہ مولی کے قلعے میں ساتل پاتل نام راجہ سکونت پذیر تھا۔ جس کی حکومت پانڈوؤں کے عہد میں تھی ٭

وہاں کے رنگین سنگریزے دیکھنے سے تعجب ہوتا تھا بعض ابرک کی طرح چمک رہے تھے اور بعض کچھ صاف اور روشن تھے۔ بعضوں کا رنگ سیاہ مگر درخشاں تھے۔ ایک مقام پر منجمد پانی نظر آیا۔ یہ پانی یخ کی مثال تھا کسی کسی جگہ بالکل پانی۔ کہیں اس قدر منجمد تھا کہ اس پانی کو اگر پتھر کہا جائے تو بھی مناسب ہے۔ درختوں کے پتے اور برگ گیاہ سطح آب پر بکثرت تھے پہاڑی ملکوں میں برف زیادہ پڑتی ہے۔ مگر یہاں پہاڑ کا نام نہ تھا پھر خدا جانے پانی کیوں یخ بستہ ہو جاتا ہے شاید جھیل کی طغیانی کی وجہ سے سطح میدان غرق ہو گیا اور کسی جڑی بوٹی کے اثر سے پانی منجمد ہو گیا۔ نہ تو یہاں ندی ہے نہ نالہ۔ اگر ندی یا نالہ ہوتا تو شاید یہ کسافت دور ہو جاتی۔ یہاں اس قدر مٹی نہیں ہے کہ پانی جمع ہو سکے اگر پھاوڑے سے زمین کھودی جائے تو فٹ بھر کے اندر بڑی بڑی سلیں نکل آتی ہیں ٭

۸۔ دسمبر کو دھومنار میں پہنچے۔ ۱۲ میل چل کر ہم کو علاقہ جات میواڑ کی یاد آئی۔ سطح زمین بالکل مسطح اور زرخیز ہے۔ کل کی منزل کی طرح یہاں پر اجری دار سنگریزے دکھائی دئے۔ جب ہمارا گزر محلی پلاس میں ہوا جہاں متعدد غار دھومنار کے تھے۔ ایک پہاڑی پر پہنچے۔ ڈھاک کا جنگل نظر آیا اور اسی جنگل سے پہاڑ تک جانے کو راستہ تھا شمالی تہ غار پر اپنا خیمہ نصب کرایا۔ جس کے پاس ایک تالاب پختہ بنا ہوا تھا۔ گو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اشتہا غالب تھی مگر عجائبات دیکھنے سے بھوک جاتی رہی اور جب تک پورے طور سے اعجوبہ چیزیں دیکھ نہ لیں حاضری نہ کھائی ٭

یہ پہاڑ بہ شکل مدور تین میل سے دکھائی دیتا ہے اور بتدریج بلند ہوتا جاتا ہے۔ پچاس فیٹ کے قریب بلند ہے۔ بلندی سے ۳۰ فیٹ بلند ایک چوٹی جس کو مرگ کہتے ہیں نظر آتی ہے۔ چوٹی پر برگد کے درخت بہت ہیں۔ پہاڑ جنوبی کونے سے بہ شکل گھوڑے کی نعل کے ہوگیا ہے اور گرد اس پہاڑ کے قدرتی فصیل جس میں متعدد خندق ہیں۔ نمایاں ہے۔ ایک سو ستر غار شمار کرنے سے پائے گئے۔ گویا مندروں کے دروازے ہیں اور انہیں غاروں پر باشندگان قدیم کا مسکن ہے۔ پہاڑ کی خندقوں سے آہنی برادہ نکلا کرتا ہے ٭

پہاڑ کے اندرونی و بیرونی مقامات پر اکثر کھنڈر نظر آتے ہیں۔ یہ کھنڈر نہیں بلکہ پرانے زمانے کی عمارتیں ہیں۔ یہاں اچھی بستی ہوگی۔ شہر خوب آباد ہونگے۔ ۹ فیٹ چوڑی دیواریں سا کلوپین مصالح سے تعمیر ہوئی ہیں۔ جا بجا پتھر کی جوڑائی ہے۔ شاید کسی زمانے میں یہاں عابد اور فقیر ریاضت کرتے ہونگے اکثر لمبے چوڑے غار ہیں۔ جن میں فقیروں کی کٹیاں ہونگی ٭

ہم سیڑھی کے کنارے پہنچے تھے کہ ایک غار ملا۔ غار کے اندر ایک دروازہ دکھائی دیا۔ اندر جاکر ایک چبوترہ سو گز لمبا اور ۴ گز چوڑا ہے۔ جس کے آگے مرتفع صحن واقع تھا نظر آیا۔ میدان کا طول ۱۰۰ فیٹ اور عرض ۷۰ فیٹ تھا۔ چبوترہ ۳۳ فیٹ بلند تھا۔ چبوترے کے وسط میں چتر بھجی مورت استھاپت تھی۔ مورت کے سامنے ایک زینہ پتھر کا بنایا گیا تھا۔ اسی زینے سے پہاڑ کی چوٹی پر بآسانی چڑھ سکتے ہیں۔ پہاڑ کی چوٹی اور مندر کی چوٹی میں ذرا بھی تفاوت نہ تھا۔ یعنی جس قدر چوٹی بلند تھی۔ اسی قدر مندر اونچا تھا۔ بڑے بڑے نادر درخت نظر آئے جن کے مقابلے میں آج تک کسی شہر یا پہاڑ میں درخت نہیں دکھائی دئے۔ املی پیپل اور بڑ کے درخت بکثرت ہیں۔ مندر کی ساخت گو معمولی ہے مگر سادگی اور مضبوطی میں آپ اپنی نظیر ہے۔ علاوہ اس مندر کے منڈپ اور سبھا مندر جس کو یہاں کے باشندے بگودا بولتے ہیں۔ پرانے زمانے کی یادگار ہے۔ مندر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ستونوں میں نقشی کام دکھلایا گیا ہے۔ اکثر مورتوں میں پھل پھول بیل کے نقش و نگار ہیں۔ ایسی مورتیں دیکھنے سے لطف اٹھتا ہے۔ اگر یہ چیزیں میدان کے علاقوں میں ہوتیں اور باقاعدہ ترتیب دی جاتیں تو ضرور دنیا کے عجائب خانے میں یکتا نظر آتیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کاریگر نے تراش کے نہیں بنایا ہے بلکہ ڈھلی ہوئی ہیں۔ پتھر کا فرش جس پر غضب کی پچکاری ہے۔ قابل دید ہے۔

اس چتر بھجی مورت کو یہاں کے باشندے بشن بھگوان کی مورت کہتے ہیں۔ یہ مورت ایک چبوترے پر نصب ہے۔ زرد رنگ کی پوشاک ہے۔ بخیال اہل ہنود بشن بھگوان کی پوشاک بھی پیتمبری ہے۔ اسی سے ان کا نام پانڈو کہلایا ہے۔ زبان سنسکرت میں پانڈو کے معنے زرد ہیں۔ بڑے مندر کے گرد چھوٹی چھوٹی مورتیں دیوتاؤں کی نصب کی گئیں اور سلسلے سے جمائی گئی ہیں۔ اول دروازہ یعنی پولیا میں گنیش جی کی مورت نصب ہے۔ جن کے پاس ہی سرستی براجمان ہیں۔ مذہب ہنود میں سرستی زبان پر قادر ہے۔ بائیں طرف کالی جی کے دو فرزند یعنی کال بھیروں اور گور بھیروں کی مورتیں استادہ ہیں۔ ہر ایک کی سواری جداگانہ ہے۔ اس کے بعد مہادیاؤں کی مورتیں جن کی سواری نر گاؤ۔ فیل گاؤ۔ میش۔ طاؤس وغیرہ ہیں۔ نہایت خوبصورتی سے جمائی گئی ہیں۔ مہادیا کے منتر دشمنوں یا بلیات کے دفعئے کے لئے چنے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی جنگ کے موقع پر ان دیوتوں کے نام اور منتر لکھ کر بازوؤں پر بطور تعویذ باندھتے ہیں۔ تاکہ دشمن پر ظفر نصیب ہو۔

مندر کی پشت پر تین مندر اور ہیں۔ بیچ والے مندر میں نارائن جی سیس ناگ پر بیٹھے تپ کر رہے ہیں اور سرلچھمی دیوی قدم داب رہی ہیں۔ نارائن جی کے سامنے دو دیت لڑ رہے ہیں اور ایک دوسری مورت لکشمی کی بھاگتی ہوئی دکھلائی گئی ہے۔ کیونکہ گردن پشت کی جانب ہے۔ گویا لچھمی جی خوف زدہ ہو کر دیتوں سے بھاگ رہی ہیں۔ نارائن کی مورت کے آس پاس سرگ کے گویوں کی مورتیں استادہ ہیں۔ گویا وہ راگ رنگ دکھلا کر نارائن جی کو سین کراتے ہیں۔ مرلی۔ بین۔ چنگ۔ مردنگ وغیرہ باجے ان مورتوں کے ہاتھ میں دئے گئے ہیں۔ سامنے ایک پتھر کا سانپ پہاڑ کی کندرا میں بیٹھا ہوا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یعنی ان دیوتوں کی خوش آئند راگ میں مست ہو کر اپنا کفچہ ہلا رہا ہے۔ دکن طرف بھی ایک مندر پہاڑ میں تراشا گیا ہے۔ اُس کی جملہ مورتیں پتھار کے سنگ کی تراشی ہوئی ہیں۔ یہاں دہلیز کے نیچے مہادیو کی مورت نصب ہے جس پر چتر بھج بشن بھگوان کی نظر پڑ رہی ہے۔ قیاس کہتا ہے کہ یہ مندر دراصل پیدا کنندہ کے نام سے موسوم ہوا ہے۔

ہم زینے کے ذریعے سے جنوبی راستہ قطع کر کے اوپر گئے۔ بلندی سے دریائے چمبل اور مرتفع میدان کا عجب لطف خیز تماشا نظر آیا۔ اس بلندی سے مندسور اور سوندوارا کے مندر بھی دکھلائی دیتے ہیں۔ یہاں سے آگے چل کر بائیں طرف ایک غار میں پہنچے۔ جینیوں نے اس پہاڑ کو بہت متبرک گردانا ہے۔ مندروں کی چھت اسی پتھر کے ستونوں پر قائم ہے۔ عجیب بات یہ دیکھنے میں آئی یعنی ایک طرف تو جینیوں کے دیوتاؤں کی مورتیں ہیں اور دوسری جانب شیو۔ بشنو وغیرہ اہل ہنود کے زمانے کی یادگار ہیں۔ کوئی مورت کھڑی اور بیٹھی ہے۔ ان مورتوں سے بودھ اور جین کے مذاہب اپنی یاد دلاتے ہیں۔ پانچ مورتیں اور نظر آئیں ان مورتوں کا رنگ پانڈو یعنی زرد ہے ایک مورت ۱۰ فیٹ لمبی لیٹی ہوئی دکھلائی دی جس کا ہاتھ سر کے نیچے ہے گویا مورت سو رہی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بھیم کے فرزند کی مورت ہے۔ اکثروں کا قول ہے کہ جب بھیم کا لڑکا پیدا ہوا اور ایک گھنٹہ گزر گیا اس وقت اس فرزند کی مورت تراشی گئی۔ گویا ایک گھنٹے کی عمر میں تو اس قدر توانا ہے۔ جب تو مہینے یا سال بھر کا ہو گا اُس وقت کیا کیفیت ہو گی۔ پانچوں مورتیں پانچوں پانڈو ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایام جلاوطنی میں پانچوں بھائی یہاں آکر مقیم ہوئے۔ اور کچھ دنوں یہاں بود و باش کی۔ ان کے علاوہ اور بہت سی مورتیں ہیں گویا ان پانڈوں کے خدمتی ملازم ہیں۔ ہمارے ساتھ جینیوں کا گرو (مرشد) تھا اس کی زبانی بہت سی حکائتیں سننے میں آئیں۔ اُس نے اپنے مذہب کی مورتیں دکھلائیں۔ وہ کہتا تھا کہ ان لوگوں نے مردان خدا کی عزت حاصل کی ہے۔ اور وہ پانچوں مورتیں چوبیس بزرگوں میں شمار کی جاتی ہیں۔ یعنی رشبھ دیو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سنت ناتھ۔ تیم ناتھ۔ پارس ناتھ۔ مہابیر۔ یہ لوگ بہت مشہور ہیں۔ جینی اس مقام کو پنچ تیرتھ بولتے ہیں۔ ہر ایک بزرگ کا تیرتھ جداگانہ ہے اور ہر ایک کی علامت بھی کسی سے میل نہیں کھاتی۔ یعنی کوئی مورت نرگاڈ پر اور کوئی سیاہ چیتے پر سوار ہے۔ کسی کی سواری میں سنگھ ہے۔ اور کسی کی سواری اژدہائے خونخوار پر ہے وہاں چندر پربھو کی بھی مورت بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کے چہرے پر ہلال کی طرح تشقہ لگا ہے۔ اور اسی سے وہ مورت چندر پربھو کی کہلاتی ہے۔ دس دس گیارہ گیارہ فیٹ بلند مورتیں بہت سی ہیں۔ ہمارے دوست نے ایک اور مورت دکھلائی۔ اور بیان کیا کہ اس بزرگ نے دنیائے دنی کو چھوڑ کر یہاں سالہا سال تپ کیا ہے۔ ریاضت کرتے کرتے اندر کا تخت زلزلے میں آیا۔ اندر نے حکم دیا کہ اس بزرگ کو چھپر ساگر کی راہ سے دیولوک پہنچا دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا دیولوک کے باشندے یہاں آئے اور اس بزرگ ننگ خاندان کو دیولوک لے گئے۔

اس مندر کے سامنے دھومنار نامی ایک غار ہے۔ طول ۱۰۰ فیٹ اور عرض ۸۰ فیٹ ہے۔ اس غار کو بھیم کا بازار بولتے ہیں۔ جو چیز اس غار میں ہے پانڈوؤں کے نام سے مشہور ہے۔ مگر جو چیز ہے مذہب بودھ کے طریقے پر قائم ہے۔ بیچ کا مکان اسلحہ خانہ یا بھیم کا خزانہ کہلاتا ہے۔ اس کا راستہ چوک سے ہو کر گیا ہے یہ مکان ۲۰ فیٹ مربع میں تعمیر ہوا ہے۔ صرف دو ستونوں پر عمارت کھڑی ہے۔ چار طاق بنے ہیں۔ طاقوں میں کوئی مورت نہیں بلکہ بالکل خالی ہیں۔ اسلحہ خانہ ۳۰ فیٹ لمبا اور پندرہ فیٹ چوڑا بنایا گیا ہے۔ اُس کے آگے ایک دھگوپ پر چھت قائم کی گئی ہے۔ دھگوپ شاید ستون کو کہتے ہیں۔ کیونکہ دھگوپ ستون کی طرح استادہ ہے۔ چونکہ یہ پہاڑ آدناتھ کے نام سے شمار کیا جاتا ہے۔ لہذا ہم قیاساً کہہ سکتے ہیں کہ آدناتھ کی پوجا یہیں ہوتی ہوگی۔ اس مقام کے چند قدم پر ایک دھرم سالہ ہے۔ اس کی عمارت ۲۳ فیٹ چوڑی اور شاید کچھ زیادہ لمبی ہوگی۔ پہاڑ سے تراش تراش کر قطار در قطار ستون استادہ ہیں۔ اور باہر کی طرف مربع مکانوں کی عمارتیں ہیں۔ شاید جینیوں نے شاگرد پیشہ کی سکونت کے لئے یہ مکان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بنوائے ہوں۔ ایک خانہ دھگوپ پر تعمیر ہے تو دوسرے میں پارس ناتھ کی مورت استھاپت ہے۔ بھیم کے خزانے کی چھت منہدم ہوگئی۔ شاید گوریا جور جینیوں کے کسی بزرگ نے یہ چھت گروادی ہے۔ اُس کی مورت مندر کی چوٹی پر نصب ہے۔ گوریا جور پانڈوؤں کا دشمن تھا اور اسی نے پانڈوؤں کی سلطنت پر مدت سے حکومت کی۔ اسلحہ خانہ کے پاس رنواس کی عمارت ہے۔ رانی دروپدی جوبن باس کے موقع پر پانڈوؤں کے ہمراہ آئی تھی اسی مکان میں فروکش تھی۔ کنتی مادر پانڈوداں یہاں نہیں آئیں۔ کیونکہ صحرانوردی کے عالم میں اُنھوں نے ساتھ نہیں دیا +

جانب جنوب و مغرب اکثر عمارتوں کے در و بام نظر آتے ہیں۔ کوئی ۳۰ اور کوئی ۴۰ فیٹ بلند ہے۔ وسط میں ۱۶ فیٹ بلند سومیر کا ستون استادہ ہے۔ ایک لمبا چوڑا غار ہے۔ اس غار کے اندر سے برگد کا درخت نکلا ہے۔ اور نشوونما پاکر اس قدر بلند ہوا کہ مندر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس غار کے چاروں طرف جینیوں کے مکانات ہیں +

اس سرزمین کا ذکر ہم وضاحت کے ساتھ نہیں کر سکتے ہماری طاقت نہیں کہ یہاں کے مکانوں یا یہاں کی مورتوں کا بیان توضیح کے ساتھ کر سکیں۔ مگر اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ کسی زمانے میں ہندوستان میں غاروں کی پرستش ہوا کرتی تھی۔ گو یہاں کے غار ایلورا۔ کارلی۔ سالست کی غاروں کے ہم پلہ نہ تھے۔ مگر قدامت کے لحاظ سے اُن سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔ یہاں جتنے مندر اور مکان ہیں۔ جینیوں نے اپنے تیرتھوں سے منسوب کر لئے ہیں۔ جو بات ہے خدائی نظارہ دکھلاتی ہے۔ ہندوستان میں کوئی شے ایسی دیکھنے میں نہیں آئی۔ جس کو یہاں کی چیزوں پر ترجیح دے سکیں۔ ہم نے بہت سے کتبے فراہم کئے۔ پرانے زمانے کی کندہ تحریریں جمع کیں۔ مگر یہاں کے عجائبات سے کسی کا مقابلہ نہیں۔ پانڈوؤں کی عمارت پر ایک پتھر نصب ہے۔ جس کے حرف پڑھے نہیں جاتے۔ صرف عہد پانڈوؤں کی یاد دلاتا ہے۔ جا بجا اور بھی نقاشیاں دامن کوہ میں دکھلائی دیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مگر ساخت اور مصالحہ میں اختلاف پایا۔ قصہ کوتاہ مقام دھومنار[1] لائق دید ہے یہ ضلع کیا بلکہ دور دور تک یہاں کے عجائبات اپنی سادگی اور عمدگی میں اپنی مثال آپ ہیں ٭

باب ۱۳

پنچ پہاڑ کا سفر۔ پیلی کی لڑائی۔ امر سنگھ ہاڑا کی بہادری۔ سردار کوٹلا۔ مونسوں صاحب فوجی افسر کی پہاڑ پر کارروائی۔ کنوارا ملک کی شگفتگی۔ جھالرا پاٹن۔ مندر۔ تجارتی کاروبار کے لئے رعایتیں۔ بازار کے انتظام میں ظالم سنگھ کی مدبری۔ عمائد جھالرا پاٹن سے ملاقات۔ پرانے شہر کے قدیم ویرانے۔ مندر کی عمارت میں صناعان فن کی جوہر نمائی۔ کتبہ ہاڑوتی و مالوہ کی سرحد سے گزر کوٹہ کی فوجی چھاؤنی۔ پنڈارا فوج کا پڑاؤ۔ گاگرون۔ نارائن پور۔ مکندرا گھاٹ۔ سنگین کتبہ۔ گھاٹ کے رؤسا۔ بھیم چونڑی۔ کھنڈر۔ تاجداران قوم ہاڑا کے ہتھیار۔ کوٹہ میں واپسی۔ میدان کا شکار۔ مؤلف پر ایک بنڈیلے کا حملہ۔ اکھل گڑھ

پنچ پہاڑ۔ ۱۰ دسمبر۔ کل ہمارا قیام گروٹ میں رہا۔ صبح کو دس میل کی مسافت طے کر کے اوتر کے اوتر کی طرف پہنچے۔ ٹھلکر پرتاب گڑھ میں سکونت پذیر تھا۔ جب اُسے انگریزی فوج کی آمد آمد معلوم ہوئی تو وہ اُسی وقت مندسور کو چل دیا۔ یہاں کچھ دیر گھوڑوں سے اُتر کر آرام کیا اور پھر چمبل کے پار اُتر کر

[1] مقام چندولی کا نام غلطی سے دھومنار درج کیا گیا ہے۔ دھومنار کی جگہ موضع چندولی خیال کرنا چاہئے ٭

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فوراً ہی گروٹ کے پچاس میل طے کرنے پر کمر ہمت باندھ لی۔ موسم ناموافق تھا اُس نے چند در سو جاتے ہوئے سنا کہ حریف بالکل قریب ہے اس لئے اُس نے مکندرا گھاٹ پر قبضہ کر لیا۔ لیوکن صاحب اس موقع پر غیر آئینی فوج انگریزی فوج ہاڑا یعنی کوٹہ کے سرغنہ تھے۔ اُنہوں نے اپنی فوج کو متعین کیا کہ حفاظت کا کافی انتظام رہے۔ ہلکر کی دس ہزار فوج چار حصوں میں منقسم تھی اور چاروں کی چاروں علیحدہ علیحدہ تلواریں تول کر مخالفوں پر وار کرتی تھی۔ خان ہنگش کی فوج نے جنوب کی طرف سے حملہ کیا۔ ہرناتھ دادا تھانپور کی فوج لشکر کوٹہ پر ٹوٹ پڑی۔ لیوکن بھی جان پر کھیل گئے۔ جی توڑ کر مقابلہ کیا اور حریفوں کو مار ہٹایا۔ حملہ کیا سب کچھ کیا۔ مگر وہ اپنی پایگاہ کے سپاہی کے ہاتھ سے زخمی ہو گئے۔ اس واقعہ کا مخبر اُس جنگ میں شریک تھا وہ ہمیں اُس میدان کارزار میں لے گیا۔ ہمیں اُس میوے کے درخت کو دیکھنے کا بھی موقع ہوا جہاں مسٹر لیوکن نے زمین کو بستر استراحت بنایا تھا۔

کوٹہ کی ہاڑا قوم کا سپہ سالار کوٹلہ کا رئیس مسمی امر سنگھ تھا۔ افسر فوج انگریزی کا پیغام سنتے ہی وہ چاک چوبند ہو گئے۔ مسٹر کیولن کا جس جگہ پڑاؤ تھا وہاں سے پاؤ کوس ہٹ کر مغرب کی طرف اس نے پڑاؤ ڈالا۔ امجار کا مقام شمالی طرف موضع پیلی کا محافظ تھا۔ اس کی آبادی بلندی سے نشیب تک تھی۔ سامنے سے دھاوا کیا جاتا تو اس کے اونچے نیچے ٹیلے سامنے کے حملہ آوروں کا نشہ ڈھیلا کر دیتے چنانچہ امر سنگھ نے جس وقت رکاب سے پاؤں نکال کر زمین کو فرش راحت بنایا۔ ہزار بہادران خنجر گذار سر بکف تھے۔ اس امجار کی گزرگاہ کی حفاظت اپنے ذمے لی۔ اُس کے ہمراہیوں نے پیدلی کی حالت میں بھی حملہ آوروں پر بندوقوں کی باڑھیں ماریں۔ اور دربار کو لاشوں سے پاٹ دیا۔ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے تھے قریب تھا کہ پاؤں اُٹھ جائیں۔ اتنے ہی میں ایک گولی اس کے ماتھے اور سینے کو توڑ گئی۔ جس سے وہ فرش خاک پر چت ہو گیا مگر جرأت قائم تھی وہ ایک گنے کے کولھو کا سہارا لے کر اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہوا کہ بڑھو مارو۔ نام پیدا کرو۔ اس کے بشرے یا صورت سے کچھ بھی آثار تکلیف و پریشانی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیدا نہ تھے۔ فوج کا بھی دل بڑھ گیا ہاڑا سردار کی آخری جرأت سے تلوار خون پینے لگی اُس نے بھی خنجر سے خود وار کیا اور اُس کے ساتھ ساڑھے چار سو سپاہی ٹھنڈے ہوئے۔ رئیس پولیٹیا سردار درجہ دوم نے جان دی۔ کوٹہ کے بخشی فوج کو قید مصیبت نصیب ہوئی۔ چونکہ اُس نے انگریزوں کا جنبہ کیا تھا لہذا آزادی کے لئے دس لاکھ کی دستاویز لکھنے پر رہائی ملی ✤

امر سنگھ نے جس مقام پر بڑی بہادری سے جان دی۔ وہاں ایک بے نقش و نگار کچی چھتری تعمیر ہے یہاں کے ایک چبوترے کا جو جھار نام ہے اس پر ایک شخص گھوڑے پر سوار بنایا گیا ہے جس کے جسم پر ہتھیار سجے ہوئے ہیں نائب ریاست پر ہمیں غصہ آیا کہ گو اُس کے جسم پر ہاڑا قوم کا خون نہ ہو اور گو اُسے اختیار ہے کہ ساری قوم ہاڑا کو تہ تیغ کر دے لیکن اُس نے کوئی مستقل یادگار کیوں قائم نہ کی۔ یہ چھتریاں گو کچی بنی ہوئی ہیں۔ مگر پیپلی میں ان کی وہ قدر و منزلت ہے کہ بڑی بڑی عمارتوں کو حاصل نہیں۔ امر سنگھ کے نام کی خلوص دل سے تعظیم ہوتی ہے۔ ساکنان شہر کو اس کی عظمت کا ایسا خیال ہے کہ ہر سال مرمت کرتے ہیں۔ مسٹر لیوکن نے بھی جان دی لیکن اس کی شہادت کا کوئی نقصان نہیں کہیں چھتری نظر نہیں آتی۔ اس انگریز افسر کی کس طرح جان گئی اور وہ کیوں اس قسم کی یادگار کا مستحق نہیں۔ اس کی وجوہ تحقیق طلب ہیں لیکن پیپلی کے لوگ اب تک مسٹر لیوکن کے نام کی عزت کرتے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اس مہوے کے درخت کو بھی مسٹر لیوکن کا جوجھار مشہور کر دیا ہے۔ جس کے تلے اُن کی جان گئی تھی ✤

ان بہادروں کے قتل کے بعد انگریزی افسر فوج نے مکندرا گھاٹ میں اپنا دخل جما لیا کوئی حریف اُن کے مقابلے میں نہ آیا۔ اگر سینکلر یا نکول صاحب ایسے افسروں کو پانچ دستہ ہاے فوج مع سامان رسد دئے جاتے تو مکندرا کو بھی وہی شہرت حاصل ہوتی جو تھرموپلی کو نصیب ہوئی یہ مقام وہ ہے جس کے حدود طے کرنے میں ایک ہفتہ صرف ہوتا ہے اور سوار گزر نہیں کر سکتے۔ صرف پیادے جا سکتے ہیں ہم نہیں سمجھتے کہ جب افسر انگریزی اپنی فوج پر اعتماد نہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرتا تھا تو ناحق اس کی افسری منظور کی - لوٹتے وقت قدم قدم پر فوج لڑنے کے لئے آمادہ تھی - اور ہر موقع پر اُس کا یہی مشورہ ہوتا تھا کہ لڑائی کی جائے - افسر انگریز بڑا شکی آدمی تھا - آخر جب اُس نے پانچ کمپنیاں بناس کی گھاٹ پر متعین کیں تو سپاہیوں نے ایسے ہاتھ دکھلائے کہ حریف قدم نہ جما سکے - ان جاں نثاروں نے اُس وقت تک معرکہ آرائی میں دریغ نہ کیا جب تک سامان حرب صرف نہ ہو لیا - افسر مذکور کی واپسی کے تین سال بعد ہم کو شکر سیندھیا کے ہمراہ اُس گھاٹ سے گزرنے کا اتفاق ہُوا - زمان خاں روہیلہ کی بہادری کی تعریف ہوتی ہے یہ اپنے منہ سے شجاعت کی ڈینگ نہیں مارتا - اور اُن معرکوں میں شریک مخالف تھا جن کا ذکر ہُوا ہے اس نہنگ دریائے شجاعت نے ایک مخفی مورچہ قائم کر کے ایک انگریزی افسر کو نشانہ بندوق بنایا تھا - زمان خاں نے ہم سے ذکر کیا کہ مرہٹوں کی پیادہ فوج دھاوا نہ کرتی تھی جسونت راؤ دیوانہ وار اپنی پگڑی زمین پر ٹپک ٹپک کر دلاورانِ شہسوار اور مردانِ جلادت شعار کو للکارتا تھا - جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ سینکلر صاحب کی جان گئی اور اُن کی ساری فوج موت کے گھاٹ اتری - ہمارے لئے یہ شکست ایک تازیانۂ عبرت ہے - جس سے سبق لینا چاہئے - کسی حالت میں اس شخص کو فوج کی افسری دینا لازم نہیں جو سپاہی کی قدر نہیں کرتا - جسے فوج پر بھروسہ نہیں جس کو اتنا وقوف نہیں کہ جوہر شناسی کس جانور کا نام - اور دلجوئی بہادران خنجر گزار کیا چیز ؛

پنیچ پہاڑ ایک بہت اچھا گلزار مقام ہے یہ اُن چار اضلاع میں سے تھا جو حکام انگریزی نے نائب کو دے کر فرائض شکر گزاری ادا کئے - پنیچ پہاڑ میں اسّی دیہات ہیں جن کی موجودہ آمدنی پچاس ہزار سے کم نہیں لیکن انتظام کیا جائے تو دونی آمدنی کہیں نہیں گئی ہے - آبادی دو ہزار گھروں کی ہے ایک اچھے چوڑے چکلے بازار میں سیٹھ ساہوکار رہتے ہیں - ان سب نے ہم کو شرف نیاز بخشا یہاں عقیق کے رنگ کا پتھر بہت ہے ؛

کنوارا - ۱۱ - دسمبر - مسافت مشرق سے شمال و مشرق کی طرف ۱۲ میل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوران سفر میں ہم اچھے زرخیز قطعہ زمین سے گزرے۔ گیہوں چنے اور جوار کی فصل کھڑی تھی جو مقامات متواتر پامال ہوتے رہیں وہاں سے ایسے فصل کی سرسبزی کچھ کم تعجب خیز نہیں۔ گنوارا گیہوں کی پیداوار کی خاص جگہ ہے اور اُس کے معنے ہی یہ ہیں کہ گیہوں کے جوتنے بونے کی اراضی۔ ہم جنوب کی طرف چار میل کا فاصلہ طے کر کے موضع اوتلا میں داخل ہوئے وہاں سے اس راستے پر پہنچے جو اوجین سے درّہ کو وسط راہ بناتا ہُوا ہندوستان کی طرف چلا گیا ہے اس مقام سے تین میل کے فاصلے پر دائیں طرف سوتیل واقع ہے۔ جو وسیع بھی ہے اور اچھا بھی +

جھالرا پاٹن۔ ۱۲۔ دسمبر۔ مسافت شمال و شمال مشرق ۱۰ میل۔ اس کی زمین بھی زرخیز ہے۔ ہم چندر بھاگا ندی سے اترے۔ ہم اس ندی کے چشمے سے دو میل پر تھے۔ اور پہاڑوں کی طرح ہم نے ریتیوں کا شکستہ پہاڑ بھی دیکھا جس میں بھیل پناہ لیا کرتے تھے۔ ان بھیلوں کی جمعیت چار ہزار تھی سب تیر و کمان سے آراستہ تھے۔ اور سرزمین مالوہ ان غارت گروں کی شکارگاہ تھی۔ ظالم سنگھ نے ان سب کو ایسا مٹایا کہ اب نام و نشان باقی نہیں +

جھالرا پاٹن ظالم سنگھ نے آباد کیا تھا۔ ہماری آمد آمد سنکر ایک میل کے فاصلے پر وجدار ارکان ریاست و عمائد شہر نے ایسے تپاک سے استقبال کیا کہ ہم نہایت ممنون ہوئے۔ اس زمانے میں یہی ایک شہر ہے۔ جس نے انتظامی آزادی کی صورت پیش نظر کی۔ یہاں کے باشندے اصول صفائی وغیرہ کے معاملات میں تحریری مشورہ دینے کے مجاز تھے۔ حالانکہ ظالم سنگھ ہندوستان بھر میں سخت گیری اور جبرستانی کے لئے مشہور تھا۔ مگر اُس نے بھی قواعد تجارت کی سختیوں میں ترمیم کر دی۔ حالانکہ یہ نرمی خالی از علت نہ تھی۔ اور اس میں یہ مصلحت اور حکمت عملی تھی کہ رعایا حصول اختیارات و آزادی کے عوض محاصل ادا کرے۔ چنانچہ یہ مدبری بھی کامیاب ثابت ہوگی۔ فریقین باہم ملاقی ہوئے۔ دونو جانب سے اظہار اتحاد ہُوا۔ ہم نے ملاقات کے لئے شام کا وقت مقرر کر کے خواہش کی کہ آدمیوں کی بھیڑ چھانٹی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جائے۔ ہم شہر میں داخل ہوئے چار دیواری سے تو پیں سر ہوئیں۔ جھالرا پاٹن گو مربع نہیں مگر قریب قریب اسی شکل کا ہے۔ فصیل مضبوط۔ دیواروں پر برج۔ جا بجا توپیں۔ زمین عمدہ۔ چوپڑ کے بازار کے علاوہ دو زاویہ قائمہ کی شکل کے بڑے بڑے بازار وسط میں رونق پذیر ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بازار برابر برابر چلے گئے ہیں۔ بڑا بازار اُتر کی طرف ہے اس کے خاتمہ پر ایک وسیع چھت بنی ہوئی ہے جس پر چتر بھجی کا مندر بلندی میں نوے فیٹ سے کم نہیں۔ سنگ مرمر کے گنبد۔ منڈپ کے ستون اور اور عمارات کے درجے اس قابل تھے کہ نظر کو اپنی طرف متوجہ کریں مگر چونکہ سفیدی حال کی تھی۔ ہم کو قدامت کا خیال نہ ہوا اور سمجھے کہ یہاں کوئی پرانی چیز قابل دید نہ ہوگی۔ یہاں سے اُتر کے پھاٹک تک دونو طرف ایک ہی قطعہ کے مکانات بنے ہوئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ باشندے فارغ البال ہیں۔ بازار ایک میل وسیع ہے۔ اور اس کے خاتمے پر ظالم سنگھ کا تعمیر کردہ دوار کا ناتھ جی کا مندر واقع ہے۔ یہ مورت پُرانے شہر میں برآمد ہوئی تھی۔ جب ظالم سنگھ کے ہاتھ آئی تو اُس نے کہا کہ جو مورتی پسند کرے وہی نام رکھا جائے چنانچہ ایک گڈھی میں بہت سے نام علیحدہ علیحدہ لکھ کر ڈالے گئے۔ اور چٹھی اٹھائی گئی تو گوپال جی کا نام نکلا۔ اس مقام پر ایک ایسا تالاب ہے۔ جو ہندوستان بھر میں اپنا نظیر آپ ہے۔ اُسی کے کنارے مندر تعمیر ہُوا اور حکمت یہ کی گئی کہ جب بند باندھ دیا جائے تو پانی اونچا ہو کر مندر کے چاروں طرف رواں ہو۔

شمالی بازار ہنوز نامکمل ہے۔ اس کے وسط میں جینی مذہب کے سولھویں اوتار کا نہایت عمدہ قدیم مندر ہے۔ جس کی زمانۂ حال میں مرمت کی گئی ہے قدیم شہر میں ایک سو آٹھ مندر تھے۔ جن میں گھنٹے بجا کرتے تھے۔ جھالرا پاٹن کے نام کی وجہ تسمیہ یہی ہے۔ چنانچہ جینی مندر بھی انہیں مندروں میں سے ایک ہے۔ جھالرا پاٹن جھالا کے نام سے موسوم نہیں۔ بلکہ اس کی وجہ تسمیہ وہی ہے۔ جس کا ذکر ہو چکا۔ ان مندروں کو بھی ہم نو تعمیر سمجھے لہذا غلط فہمی سے قدامت کی کوئی بات دریافت نہ کر سکے۔ ہم تھوڑی دیر تک شاہ منی رام فوجدار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے مکان میں ٹھہرے۔ قابل تعریف چیزوں کی ثنا و صفت کی اور اُس کے عہد فوجداری میں ترقی ملک کی امید ظاہر کر کے قیامگاہ پر آئے ٭

فوجدار کے مکان کے سامنے ایک ستون نصب ہے۔ جس پر اہل شہر کے حقوق مندرج ہیں۔ حقوق کچھ اس سادگی سے تحریر کئے گئے ہیں کہ ہنسی آتی ہے لیکن عقلمند لوگ ترقی تجارت کے قدیم اصول ان سے اخذ کر سکتے ہیں۔ یہ اصول ویسے ہی ہیں جن سے یورپ کے شہروں نے قدیم زمانے میں آزادی حاصل کی تھی۔ بہتوں کے حقوق کی حد قائم کر دی گئی تھی۔ اور ایک جماعت کے حقوق محدود نہ تھے۔ جس سے اُس کے افراد کو قیام مستقل کا اطمینان ہوا اور وہ فسخ عہد سے محفوظ رہیں۔ مسلل لڑائیوں نے قریبی تعلق پیدا کر دئے۔ جس سے نرمی کی صورت رونما ہوئی۔ اب دور امن ہے۔ لہذا کوئی امر مخل نہ ہوگا۔ ہاں بے ایمانی سے کام لیا گیا۔ تو پاٹن کی بربادی رکھی ہوئی ہے ٭

جس وقت ظالم سنگھ نے مصلحت دیکھی۔ تب گرد نواح کے دولتمندوں کو نئے بازار میں سکونت پذیر ہونے کی ترغیب دی اور حکمت عملی سے اُنہیں کی مشورت سے کام کرنے کا تحریری وعدہ کیا۔ شہر کے گرد چار دیواری بنائی۔ اور ایک نامور اور بارسوخ اہلکار کے ماتحت ایک دستہ فوج مامور کیا۔ کنوئیں کھودے گئے۔ پرانے تالاب کا بند درست ہوا۔ ہر قوم کے قدیم مندروں کی مرمت کی گئی اور نئے نئے مندر تعمیر ہوئے۔ محل کی عمارتوں کی یکساں قطار قائم کرنے اور اُن کو مضبوط بنانے کے لئے ظالم سنگھ نے مصارف تعمیر کی نصف رقم اپنے خزانے سے دی۔ اور عدالت و پولیس کے کل اختیارات باشندگان مقامی کو دے دئے۔ جنہوں نے خوش اعتقادی سے جرمانہ اور ضبطی کی رقوم دوارکا ناتھ جی کے مندر کا حق قرار دیں ٭

شاہ منی رام بیشنور کن اعظم تھا اور گمانی رام اوسوال جینی اُس کا دست و بازو۔ دونوں کی فرقہ وار عدالتیں علیحدہ علیحدہ تھیں مگر اہم معاملات میں دونوں باہمی مشورے سے احکام نافذ کیا کرتے تھے۔ کبھی اختلاف رائے نہ ہوتا تھا۔ دونوں نے اپنی اپنی اولاد کے نام پر چھوٹے چھوٹے موضع آباد کئے ہیں۔ ارکان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

منتظم ملکی یعنی چوہتیا کا انتخاب لیاقت کے لحاظ سے ہوتا تھا باشندگان شہر جس شخص کو پسند کریں وہی حاکم اعلےٰ مقرر ہوتا تھا۔ جھالرا پاٹن کے لئے یہ آزادی بہت کچھ سودمند تھی۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ بیس سال کے عرصے میں چھ ہزار گھر آباد ہو گئے۔ پچیس ہزار کی آبادی راحت و آرام سے بسر کرنے لگی۔ ان ریاستوں میں موروثی حقوق کا خیال نہایت زبردست ہے گو اس سے اکثر اوقات قباحتیں بھی پیش آئی ہیں۔ لیکن یہ اصول زیادہ تر مفید بھی ثابت ہوا ہے اور کارپردازان موروثی کی وجہ سے ریاستیں تباہی کے گرداب میں ڈوبنے سے بچ گئی ہیں۔ جھالرا پاٹن میں بھی اسی اصول کی پیروی شدنی ہے منی رام اور گمانی رام کی اولاد اُن کے عہدے پائیگی۔ اگر جانشین لائق ہوئے تب تو خیر۔ اگر ان کی عقل میں خامی ہوئی انتظام حکومت نہ کر سکے تو بزرگوں کا کیا دھرا اکارتھ ہو گا۔ اور جھالرا پاٹن کے حقوق ضرور زائل ہو جائینگے +

شہر میں حسب ذیل حکام مامور ہیں +

(۱) بخشی فوج (۲) تحصیلدار محاصل +

لیکن ان دونوں میں نفاق ہے اور رشک اتنا کہ اگر کسی کو دوسرے کی ذرا بھی دست اندازی معلوم ہو تو وہ ادا کنندہ محصول پر کچھ اور جرمانہ کئے بغیر باز نہ رہے +

یہ تو اندرونی بندوبست کا ذکر ہوا اب پاٹن کے عمائد و رؤسا و امرا کی ملاقات کا حال لکھا جاتا ہے۔ پہلے سیٹھ ساہوکاروں نے اپنی اپنی کوٹھی کے نام سے ملاقات کی پھر بیشنوی دلالوں اور آڑھتیوں نے زاں بعد اوسوال کے تجار آئے ان سب کو ہم نے حیثیت کے موافق جگہ دی۔ ان کے بعد تاجران شہر بھی تشریف لائے۔ اور ہر فرقے کے چوہتیا نے نذر پیش کی۔ ان لوگوں کی ملاقات ہی پر حصر نہیں۔ سُنار۔ لوہار۔ رنگریز۔ حلوائی وغیرہ پیشہ وروں نے بھی ملاقات کا موقع حاصل کیا۔ نائی اور ڈھنڈھورئے تک اس موقع پر ہم سے ملے +

پاٹن میں حصول تجارت کے موافق کاشتکاری حقوق پر دستوری مقرر تھی۔ مندیوئی کے پرانے پٹیل اس رواج کے زیادہ پابند تھے۔ قاعدہ ہے کہ اگر خرابی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں کمی ہو تو بدنامی بھی گھٹ جاتی ہے۔ شاہ منی رام بیرونی معاملات کا منتظم ہوا اور گمانی رام کو لوگوں سے ملنے جلنے کی خدمت تفویض کی ٭

سُناروں نے مچھلی کی صورت کی ایک کپی نذر کی یہ بارود کے رکھنے کے لئے تھی اس پر زنجیرہ کے نقش و نگار نہایت ہی عمدہ تھے۔ اس کے حسن و صنعت نے ہمیں قبول کرنے پر مجبور نہ کیا۔ بلکہ پرتپاک ملاقات کی یادگار میں ہم نے اس تحفے کو قبول کیا۔ اہل ملاقات حسب مراتب یکے بعد دیگرے روانہ ہوئے ان کے ساتھ جھنڈا تھا روشنی چوکی کی دلکش آواز آتی تھی۔ اور نقارے پر چوٹ پڑتی جاتی تھی ٭

جھالرا پاٹن کی سرسری کیفیت یہ تھی جو بیان ہوئی۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ گردش ایام اور انقلاب روزگار کا سایہ اس کی دیواروں پر نہ پڑے کافر و دیندار یک جان و دو قالب رہ کر عام فوائد میں خلل انداز نہ ہوں نہ اپنی باہمی مخالفت سے یورپ کے آزاد شہروں کی طرح یہاں کے بازار کو رونق دینا پسند کریں ٭

انصاف اور عدل میں ایسا ہی فرق ہے جیسا طبائع جماعت مقامی سے۔ لیکن کون جماعت ہے جو یکساں طور پر قواعد کا عملدرآمد کرتی ہو اور ضوابط مقررہ پر بلا حجت انگشت قبول رکھتی ہو۔ اس دارالریاست میں بالائی مالوہ کا ایک بازار شہرہائے وسطی سے اندور تک کی تجارت کا مرکز ہو گیا ہے جھالرا پاٹن کی تعمیر کے وقت یہ عام گزرگاہ کے موقع پر نہ تھا مگر یہ نقص ایک سڑک نے دور کردی۔ جو نمک مغربی راجپوتانہ کے چشمہ ہائے نمک سے نکلتا اور جنوب و مشرق میں فروخت ہوتا ہے وہ سب اسی بازار سے گزرتا ہے اور صرف اسی کی آمدنی بہت کچھ ہے۔ اس بازار کو کسی خاص تجارتی چیز کی وجہ سے شہرت نہیں مگر ہاں تجارتی اسباب یہاں ہی جمع ہوتا ہے ٭

پُرانا شہر گو گھنٹوں کی وجہ سے جھالرا پاٹن کہلاتا ہے لیکن اس کو اگلے زمانے میں چندراوتی کہتے تھے۔ یہاں چندر بھاگا ندی جاری ہے۔ اس مقام پر بہت سے پرانے نسب نامے اور حالات سلف مع تفصیل موجود ہیں چنانچہ اکثر تحریرات سے ظاہر ہے کہ اس شہر کا بانی راجہ ہون تھا اور بعض اقوال اس امر کے موید ہیں کہ یہ مقام چندرسین پرمار راجہ مالوہ کی بیٹی کے نام کی یادگار ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک جگہ یہ واقع درج ہے کہ جسونامی لکڑہارا کسی روز لکڑی کاٹتے ہوئے چلا آرہا تھا کہ کلہاڑی پتھر پر گر کر سونے کی ہوگئی۔ جب پارس پتھر ہاتھ آگیا تو اُس نے چندراوتی شہر کی بناڈالی۔ چنانچہ جسوادور کا تالاب اس وقت تک اس کے نام کی یادگار ہے۔ کبیشروں کا بیان ہے کہ جب پانڈو جلاوطن ہوئے تو اس جنگل میں پناہ لی۔ کوروں کو ان کی عبادت سے خطرہ ہُوا۔ چنانچہ اُنہوں نے ایک جان نثار دیت کو ان کی دلآزاری کے لئے روانہ کیا۔ یہ ایک دیت تھا اس نے سور کی شکل بنائی اور جنگل میں وارد ہُوا بھیم سین نے بہروپ پہچان کر فوراً ہی ایک تیر سر کیا۔ دیت فرش خاک پر لوٹ گیا۔ اور وہاں سے چندر بھاگا ندی بہ نکلی ٭

گو ان اقوال میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ لیکن ہمیں صداقت میں چنداں شک وشُبہ نہیں۔ جسو برما جسے لکڑہارا فرض کیا گیا ہے وہ آدیتہ راجۂ مالوہ کا پوتا تھا کچھ پاٹن ہی میں نہیں وسط ہند کے قریباً اُن تمام شہروں میں ہم نے اس راجہ کا نام کتبوں میں کندہ دیکھا ہے۔ جہاں آغاز عہد بکرماوت سے تیرھویں صدی تک اس کے بزرگ فرمانروا رہ چکے ہیں ٭

ندی کے کنارے بہت فاصلے تک مندروں کے ویرانے ملتے ہیں سیڑھیاں گھاٹ وغیرہ اب تک قائم ہیں اور دیوی دیوتاؤں کی ٹوٹی پھوٹی مورتیاں جابجا ڈھیر ہیں۔ جو مورتیاں شکستہ وخراب نہیں وہ مٹی کے چبوترے پر رکھ دی گئی ہیں۔ جن کے آس پاس موٹے تازے گوسائیں لوگ دھوپ میں لیٹے ہوئے ملتے ہیں ان مورتوں میں سے ہم نے چند مورتیں اودے پور لے جانے کا عزم بالجزم کیا۔ چنانچہ سیس سیجیا پر آرام کئے ہوئے بشن بھگوان۔ پاربتی جی ترمورتی اور مختلف چھوٹے چھوٹے دیوتاؤں کی مورتیاں ایک گاڑی پر لدوالیں ہم گنیش جی کی مورتی کو بھی لے جانے کے قصد میں تھے۔ لیکن برہمنوں نے عذر کیا۔ یہاں باراہ اوتار کی مورتی اچھی بنی ہے۔ لیکن صناعان فرنگ بھی ایسی کاریگری کر سکتے ہیں ٭

چندراوتی کے ایک سو آٹھ مندروں میں ایک طرف مسماری کا عبرت انگیز نظارہ ہے دوسری طرف تعمیر کا۔ دو تین عمارتیں ابھی پوری ہیں۔ لیکن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زمانہ ماضیہ کی شان و شوکت اُن سے ظاہر ہوتی ہے۔ کوئی جگہ نہیں جہاں لنگ نہ ہوں ایک منڈپ ابھی تک ثابت ہے اس میں کچھ مورتیں ہولناک نظر آتی ہیں۔ جن میں بردلی کی سی صنائی نہیں جدید مورتیں اُن سے بدرجہا بہتر ہیں۔ اعضا تو اچھی طرح سڈول نہیں مگر اور سب جسمانی ہیئت درست ہے۔ بارہ برس سے یہ مورتیں کس مپرسی کی حالت میں ہیں تیل سیندھور جسم پر لپا ہُوا ہے۔ اور اندھیرے میں رطوبت آمیز مقام پر رکھی ہوئی ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم نے اُن کو لینا ناپسند کیا۔ ایک مندر ایشیا بھر میں مستحق تعریف ہے اس میں سنگار چونری بنی ہوئی ہے۔ رونق و شان زیادہ نہیں بڑے مندر کی ایک طرف چھوٹی مورتوں کا ایک درجہ ہے۔ جس کی سی نقاشی ممالک یورپ کے صناعوں سے ممکن نہیں۔ ہر مندر میں بیس بیس فٹ مربع ایک سادہ مندر اور اُس کے سامنے سبھا مندر اور ایک وسیع ستونوں کا دالان پوجاریوں کی بود و باش کے لئے بنا ہُوا ہے۔ ہر ایک ستون کے نقش و نگار مختلف۔ دروازے کی نقاشی سبحان اللہ اس کے نقش و نگار میں کچھ عجب صناعی کا کمال دکھلایا گیا ہے۔ افسوس کہ یورپ کے کسی ماہر فن صنعت نے یہاں کے نقش و نگار کا نہ چربہ اتارا نہ فوٹو لیا۔ اگر یہ ذرا بھی توجہ کرتے تو ان کو فن نقاشی کے کمالات ظاہر کرنے کے لئے ایک نیا تختہ عشق ہاتھ آتا اور بھوانی کے نام پر وقف شدہ خطہ زمین کو کوئی بدنمائی کے لئے بدنام نہ کر سکتا +

ہمارے زمانہ قیام میں ہمارے گرد اور ہمارے برہمنوں نے کتبوں کی تحقیقات میں صرف اوقات کی۔ اس دیرانے کی ہزارہا مورتیاں اور کتبے سب نئے شہر کی چار دیواری کے کام میں آ گئے۔ پھر بھی ہماری محنت سپھل رہی +

یہاں قدیم سے قدیم کتبہ مرقومہ سمت ۷۴۸ مطابق ۶۹۲ء راجہ درگا نگل کا دستیاب ہُوا اس کی طویل عبارت بودھ اور جین کے خط گلزار میں کندہ ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ ورد و دیت بنڈیلے کی شکل بنا کر پانڈو سے جنگ آزما ہوا تھا جسے بھیم دارجن نے زخمی کیا جہاں اس کا خون بہا وہاں ایک شکل کھیت سی نمودار ہوئی۔ اس لئے اس کی اولاد کا خطاب کھیتری ہُوا کرشن کھٹ کھیتری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُسی کی نسل سے ہے۔ اس کا بیٹا نکیات تھا۔ جس نے کل روے زمین کی حکومت کا عزم اٹھایا ہو جس سے بہت سے دشمن زیر ہوئے ہوں اُسی سے اُس کی تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ نکیاک کا فرزند کیاک سیس ناگ جی کے ہمپلہ تھا۔ اُس میں مہادیو جی کے برابر عقل تھی۔ اس کا نام سننے سے کمسن بچے ڈر کے سو جاتے تھے۔ لوگوں کو بودھ اوتار کا شبہ ہے جب وہ اہل فن کی طرف نظر قدر دانی سے دیکھتا ہے۔ تو اُن کی فہم و فراست اس طرح بلند پروازی کرتی ہے جس طرح چاند کی روشنی میں سمندر کا پانی اوپر اچھلتا ہے۔ اُس کے کلام میں امرت کی تاثیر تھی چیت سے سال بھر تک ہوم ہوا کرتے تھے۔ اس لئے اندر کی کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ مراد یہ کہ اندر جی کو کسی روز ہوم سے فرصت نہ ملی کہ وہ اندرانی کے پاس جاتے اور اندرانی بار آور ہوتیں) زمین اُس کے لئے دولت اُگلتی تھی تینوں لوک میں اس کی نیکیوں کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اُس کے دشمن کی سواری کے ہاتھی کے دانت میں روشنی باقی نہ رہی۔ اُس کے ہاتھ میں طاقت نہ تھی کہ ہاتھی کو مار کر چلا سکے۔ دنیا میں کوئی جگہ نہ تھی جہاں اُس کے حکام متعین نہ ہوں سری کیاک ان صفات کا راجہ تھا۔ جب ممالک غیر میں تشریف لے جاتا تھا تو دشمنوں کی عورتیں عیش و عشرت سے مایوس ہو جاتی تھیں۔ البتہ ہمیشہ اُس کے مقاصد پورے رکھے ✣

سمت ۷۴۸ (۶۹۲ء) میں جیٹھ شدی پورنماشی کو گپت فرزند ہرگپتا بن بھاٹ گیا نیشر منڈل والہ نے سری درگا مگل راجہ کے عہد حکومت میں جس کو پرنام ہے۔ مندر میں یہ کتبہ نصب کیا۔ جو بانھا دیوتا۔ گرو اور عورت کے سامنے نہیں جھکتا وہ بے نور ہے۔ اولک سنگ تراش نے یہ تحریر کندہ کی ✣

اس حیرت انگیز کتبے سے ہم نتیجہ نکالتے ہیں کہ باراہ کی شکل دیت کے خون سے کھتری کی پیدائش فرضی ہے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ باراہ نامی قدیم آند سنتیک قوم کی ایک شاخ شمال سے آکر ہندوؤں کی بڑی بھاری قوم میں شامل ہو گئی تھی ✣

یہ وہی قوم ہے جس نے جاوہ بھٹی کے ابتدائی زمانے میں ہندوستان کا رُخ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا تھا۔ تکشک اور کیاک تاتاری زبان کے نام ہیں تکشک سانپ کو کہتے ہیں اور کیاک آسمان سے مراد ہے اس ملک کے قریب قریب تمام مقامات میں اس بات کے ثبوت ملتے ہیں کہ یہاں ایک ناگ پوجنے والی قوم بھی آباد تھی جس کا خطاب تکشک مشہور ہوا۔ ان کے محرف سروں کے حروف کے نوشتے وسطی و مغربی ہند میں جا بجا دستیاب ہوتے ہیں۔ اگر راجہ ہون والے بھدراوتی اور انگت سی ہون مددگار راجہ چتور کے حالات کا سلسلہ ملائیں تو یہی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ اُس سیتھک اور تاتاری راجہ کے عہد کا ہے جو راجہ جیت والے سالپور کے ساتھ ہندو قوم میں داخل ہو گیا +

نئے شہر کے جینی مندر میں ایک کتبہ تین جینی سمت ۱۱۰۳ مطابق ۱۰۴۷ء کا نصب ہے جس میں فقط اس اہل عقیدت کا نام درج ہے جس نے مندر کے درشن کئے تھے +

اور ساگر کے بند کے قریب کئی نسیان یعنی جینی مہاتماؤں کی چھتریاں بنی ہیں۔ ایک کے کتبے میں ۳ ماگھ سمت ۱۰۶۶ (۱۰۱۰ء) کی تاریخ کندہ ہے۔ اس تاریخ کو سمری مہنت دیوشری مان دیوا کے چیلے نے بیکنٹھ کی راہ لی تھی۔ اچارج بمان پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے سامنے ایک بیٹھک پر کتاب کھلی ہوئی اس طرح رکھی ہے گویا مہاتما اُسے پڑھ رہا ہے +

دوسری نسیان پر دیوندر اچارج کا نام اور سمت ۱۱۸۰ کندہ ہے +

تیسرے کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ سمت ۱۲۸۹ میں پنچشنبہ کے دن مولی پنچھتر میں کمار چندر اچارج کے خاندانی گرو کمار دیو نے چولا چھوڑا +

اور بھی اسی قسم کی نسیاں بنی ہوئی ہیں۔ مگر ان میں کوئی تاریخی بات نہ تھی اس لئے اُن کا تذکرہ ملتوی کیا گیا +

نرائن پور۔ ۱۳۔ دسمبر۔ مسافت ۱۱ میل صبح کو روانگی ہوئی ایک کوس پر شمال کی طرف ہاڑوتی و مالوہ کی سرحدی چوکی ملی۔ یہاں موضع گوندور راؤ گھاٹی کی جاگیر ہے یہ شخص اپنے خاندان میں بڑا بہادر گزرا ہے۔ نصف کوس اوپر چڑھے تو آنتری کا اوتار ملا ہم شمال کو جانے والے تھے یہاں سے شمال و مغرب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی طرف ایک دوسرے سے پہاڑ پر گاگرون نظر آیا ہمارا دل چاہتا تھا کہ پانچ کوس مشرق کی طرف چل کر قوم کیچی کا قدیم دار القرار مقام منڈو دیکھیں جس کی وسطی ہند کی قدیم تاریخ میں بہت شہرت ہے اور جس کے گرد نواح میں قابل دید چیزیں موجود ہیں۔ لیکن ضیق فرصت سے مجبور ہوئے اور وہ راستہ اختیار کیا جس طرف سے علاؤ الدین نے گاگرون میں پہنچ کر اچلا پر فوجکشی کی تھی۔ گھاٹی کی وسعت تین میل ہے۔ اراضی زرخیز۔ نظارہ فرحت بخش۔ دور دیہ جنگلات میں موروں کی دلکش آواز آرہی تھی۔ تیتر اور جنگلی مرغ بول رہے تھے۔ اس گھاٹی میں ظالم سنگھ جھالا نے اپنی فوجی چھاؤنی بنائی تھی۔ اور اس نے اپنی زندگی کے آخری تیس برس یہیں بسر کئے تھے۔ اس زمانے سے اس کی صورت ہی بدل گئی۔ کوچہ و بازار عالیشان تعمیر ہو گئے۔ فصیل کا سامان فراہم ہو رہا ہے۔ لیکن دیکھئے ظالم سنگھ کی زندگی وفا کرتی ہے یا نہ۔ ظالم سنگھ نے دریائے امجار کے ساحل کا مقام بڑی دانشمندی سے منتخب کیا تھا۔ وجہ یہ کہ جھالرا پاٹن اور گاگرون کا درمیانی راستہ یہی ہے ظالم سنگھ کی چھاؤنی کے مغرب میں تھوڑی دور پر پنڈارا کی چھاؤنی میں فرزندان کریم خاں رؤسائے قوم کی بود و باش تھی۔ ہنگامہ و آشوب کے موقع پر جہاندیدہ ظالم سنگھ اپنی مصلحت پسندی سے اور تو اور شیطان سے بھی ساز کر لیتا۔ بشرطیکہ لیٹرے اُن کے شریک ہوتے۔ بڑی مسرت کی بات ہے کہ یہ چھاؤنی استحکام دوامی کی خبر دیتی تھی۔ ایک عید گاہ تعمیر ہو رہی ہے۔ جس میں قزاق اور بے گناہ عورتوں کے قاتل بھی پانچوں وقت کی نماز پڑھ کر کفارۂ اعمال اور گناہوں سے توبہ کرتے ہیں

ہم آدھ اور امجار کے سنگم سے اُترے یہ دونو دریا باہم مل کر میدان مالوہ میں بہتے ہوئے گاگرون کی گھاٹی میں رواں ہوئے تھے اور پھر مغرب کی طرف شہر میں حائل ہوئے اور کاشی سندھ میں جا ملے ۔

گاگرون کے قریب پہنچنے پر معلوم ہوتا ہے کہ شہر اور قلعہ باہم مضبوطی سے وصل ہیں۔ اور پہاڑ پر چڑھنے سے پائداری کا اندازہ ہوتا ہے۔ پانی کے رو نے پہاڑ اوپر تک کاٹ دیا ہے پہاڑ کی بلندی بتدریج نیچے سے اوپر چلی گئی ہے۔ جسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ شمال کی طرف دریائے کالی سندھ قلعہ اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شہر کی طرف بنیاد سے ٹکر کھاتا ہے۔ یہ دریا گھاٹی کی سطح سے دو فیٹ گہرا ہے۔ یہاں اس کی تین دھارائیں ہوگئی ہیں۔ اور کل غار بڑی بھاری خندق کا کام دیتی ہے۔ یہاں سے دریا سیدھا ہاڑوتی کی طرف سیدھیاں بھرتا ہے۔ شہر میں پہنچتے ہی فصیل کی توپوں نے سلامی سر کی۔ ہم حاکم قلعہ کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔ اُس نے خواہش ظاہر کی کہ ہم دارالریاست کی سیر کریں ہم گئے اور دیکھا تو معلوم ہُوا کہ نائب نے اس مقام کو ایسا استحکام دیا ہے کہ دشمن کسی طرف سے کیوں حملہ آور نہ ہو مگر نائب اس طرح اُس کو دبا لیگا جس طرح بیل کسی کو سینگوں سے دبا لیتا ہے۔ پانچ سو برس ہوئے علاء الدین ظالم خونریز نے گایوں کے خون سے دریا کو سُرخ کر کے اچلا سے اقوام کیچی کو بیدخل کر دیا تھا۔ گاگرون کے قرب وجوار نے گاگرون کو قابل سیر بنا دیا ہے۔ اس کی عظمت و رونق کا کیا کہنا۔ یہاں ہم نے جو سیر دیکھی وہ تو خیر لیکن جب ہم شمال کی طرف سے اس کی سیر کرینگے تو پورا لطف حاصل ہوگا ؛

ہم پہاڑ کے راستے سے شہر میں داخل ہو کر دوسری گھاٹی اترنے کے بعد مغرب کی جانب نرائن پور کے پڑاؤ پر وارد ہوئے اس گھاٹی کا عرض چار سو سے چھ سو گز تک ہے اور کل سطح مزروعہ و زرخیز۔ ظالم سنگھ نے حفاظت اور شکار کی غرض سے پہاڑ کے دامن میں بڑی بڑی گہری گھاٹیاں کٹوائی ہیں۔ جن کو ہرن اور بنڈیلے پھاند نہیں سکتے۔ پہاڑ پر کے جنگل ایسے گنجان ہیں کہ جنگلی جانوروں کو بھی وہاں جانے میں دقت ہوتی ہے۔ ہم نے چھاونیوں کی سیر کی یہ مقامات وہ ہیں جہاں موقع بموقع بڑی بڑی فوجیں فراہم ہو سکتی ہیں پہاڑ کی چوٹیوں پر بھی کئی چھاونیاں ہیں۔ جن میں پولیتی کنوئیں اور تالاب کھدے ہوئے ہیں ؛

مکندرا۔ ۱۴۔ دسمبر۔ مسافت ۱۰ میل۔ صبح کو چل کر نارائن پور اور درہ کے شکستہ قلعے کی سیر کی اس قلعے کو اس لحاظ سے گھاٹی کہتے ہیں کہ وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر اس طرح واقع ہے جس سے گھاٹی کے راستے پر مار ہو سکتی ہے۔ گھاٹی کی چڑھائی زینے کے طور پر تھی اور پہاڑ پست تھا۔ اس لئے ہم اس کی حفاظت کو نا کافی خیال کرتے تھے۔ لیکن جس وقت ہم نے اوپر چڑھ کر دیکھا تو استحکام کا اطمینان ہُوا۔ ہم اس وقت ایک ایسے پہاڑ پر استادہ تھے جو کئی سو فیٹ بلند تھا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور اُس کے کنارے ترشے ہوئے تھے۔ ہمیں یہاں سے مادہ کی کل سطح نظر آئی۔ اور امجار کی آنتری زیر قدم معلوم ہوئی۔ یہ آنتری جنگل تک وسیع ہے اور یہ جنگل ظالم سنگھ نے تمام گھاٹیوں پر محفوظ رکھا ہے ✣

یہاں کیچی اور ہاڑا قوم کے رئیس فرمانروا تھے ان سب کے حالات زبانزد خاص وعام ہیں۔ کیچی کے مہاراج نامی گھوڑے کا نشان اب تک موجود ہے۔ جو حملہ آوران اسلام پر جھپٹا تھا۔ اس مقام پر چھتریاں۔ بشن اور پاروتی جی کے مندر بہت ہیں جن میں ایک کتبہ دستیاب ہوا۔ اس میں مہاراج نامی گھوڑے کا نام نہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس میں مندر کی استھاپنا کے موقع پر چار پشتوں کی موجودگی اس طرح بیان کی گئی ہے ✣

سمت ۱۶۵۷ مطابق ۱۵۲۲ء سالباہن ساکھا یعنی سومیہ کے سال میں دکھنائیں سورج تھے۔ شرورت یعنی فصل سرما۔ کنوار کا خوشگوار مہینہ۔ کرشن پکش۔ اتوار کا دن۔ ۶ گھڑی دمان کی مبارک ساعت میں قوم چوہان کے کیچی مہاراج سری راوت نرسنگھ دیوان کے فرزند سری راوت مہاراج اور اُس کے نور نظر سری چندراسین اور اُس کے نگین تاج شاہی کلیان داس نے یہ مندر تعمیر کیا۔ ان سب کو یہ دھرم کارج مبارک ہو۔ مرقومہ جے سر۔ کمّا نے کرشن گرد فرزند مہیش کے سامنے یہ کتبہ سنگین منقش کیا ✣

یوں تو ملکی حفاظت کے لئے بے شمار دلاوران ضیغم شکار و بہادران جلادت شعار نے جانیں قربان کیں مگر ہم اس موقع پر صرف سادنت ہاڑا کے چراغ خاندان گمان سنگھ کا ذکر تحریر کرتے ہیں۔ راؤ درجن سال کوٹہ کا فرمانروا تھا اور جے سنگھ راٹھور لکرنی والا اُس کا فوجدار۔ گمان سنگھ سے اس گھاٹی کی حفاظت نہ ہو سکی۔ ریاست ضبطی میں آگئی گمان سنگھ راجہ کے دربار سے صدمۂ غم لئے ہوئے رخصت ہوا تو راستے میں فوجدار کی سواری جاتے دیکھی۔ رات اندھیری تھی۔ مشعل سواری کے آگے آگے روشن تھی۔ گمان سنگھ نے آڈ دیکھا نہ تاؤ جھپٹ کر مشعلچی کو دے پٹکا اور فوجدار پر سانگ سے ایسا وار کیا کہ پالکی ہی میں دم نکل گیا۔ اب گمان سنگھ پھاٹک پر آیا اور راؤ صاحب کا یہ حکم سنایا کہ خبردار اُن کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

واپسی تک ادھر سے آنے جانے نہ پائے۔ اس کے بعد وہ اپنی ریاست میں چلدیا اور بال بچوں کو مع جائداد منقولہ لئے ہوئے اودے پور میں جاکر رانا کے زیر عاطفت پناہگزیں ہوا رانا کی طرف سے مراعات ہوئیں گزارے کے لئے جاگیر دی گئی۔ اس کے بعد ہی راجہ ایشر سنگھ والئے جے پور نے کوٹہ پر حملہ کیا۔ گمان سنگھ کو حفاظت کوٹہ کا خیال پیدا ہوا۔ وہ رانا سے رخصت لے کر پٹہار کی راہ سے عازم کوٹہ ہوا۔ وہاں دیکھا تو افواج جے پور کوٹہ کو گھیرے ہوئے تھیں کسی طرف جانے کا راستہ نہ تھا۔ اس نے دل میں ٹھان لی کہ چاہے جان جائے لیکن کوٹہ میں داخل ہونے کی کوشش ضرور کروں۔ اُس نے اپنا نقارہ بجوا دیا اور فوج محاصرین میں گھس پڑا۔ راجہ جے پور چونکا کہ یہ نقارے کی آواز کیسی۔ کس میں ایسی جرأت ہے جو اُس کے خیمے کے قریب یوں چلا آئے لوگوں نے عرض کی کہ گھاٹی کا راوت گمان سنگھ اودے پور سے آگیا اب کوٹہ میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ راجہ کا باپ گمان سنگھ کی تعریف کیا کرتا تھا کہ اس نے بے ہتھیار خالی ہاتھوں سے شیر کو مار لیا اس لئے اُس نے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ گمان سنگھ کو اطلاع دی گئی اُس نے ملاقات اس شرط پر منظور کی کہ اُس کے رفقا بھی ہمراہ ہونگے۔ ملاقات ہوئی راجہ جے پور نے بڑی خاطر و مدارت کی اور عہد و پیمان ہوا کہ بحالت ہمراہی جے پور میں بہت عمدہ علاقہ عنایت ہوگا۔ اتنے ہی میں راجہ کی پھوپھی بول اُٹھی کہ گمان سنگھ کی تقدیر چاہے کوٹہ میں لے جائے مگر یاد رہے کہ پان چباتے دیر ہو اور کوٹہ کو فتح ہوتے دیر نہ ہو۔ اس تقریر نے گمان سنگھ کے تیور بدل دئے اُس نے رام چوہار کی اور یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ

پرتھی ناتھ۔ کوٹہ تنہا نہیں اس پر تصدق ہونے کے لئے ۲۰ ہزار ہاڑا قوم والوں کے سر موجود ہیں +

راجہ نے اپنی فوج میں ممانعت کی کہ خبردار کسی مورچے پر اس کی روک ٹوک نہ ہو۔ چنانچہ اس نے وہاں سے جاکر دریا کے کنارے کشتی منگوائی اس پار سے اُس پار اترا اور راجہ کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ وہ زیر دیوار رونق افروز ہے اور اہل فوج کو للکار رہا ہے کہ کوئی شیر دلیر شیر۔ بہادری کا وقت یہی ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملکی حفاظت میں جان لڑاؤ۔ اتنے ہی میں غل ہوا کہ محاصرین نے ایک دیوار توڑ دی۔ راجہ کوٹہ اس کے سوم دھرم یعنی حب الوطنی اور نمک حلالی کی ثنا وصفت بھی نہ کرنے پایا کہ گمان سنگھ ساتھیوں کو لئے ہوئے اُٹھ دوڑا اور جوہر شجاعت دکھا کر شکستہ دیوار پر اپنی سانگ نصب کردی۔ اگلے زمانے کے ہاڑا لوگ ایسے وفادار اور نمک حلال تھے۔ اب موصوف الصدر راوت کی اولاد نہایت مفلوک الحال ہے علاقہ ضبط ہوگیا روٹیوں کے لالے پڑ گئے ✦

اس گھاٹی میں بارہا راجپوتوں کے خون کی ندیاں بہی ہیں۔ ہم یہاں سے چل کر ظالم سنگھ کی قیامگاہ کے قریب درہ میں وارد ہوئے جس جگہ سے تین ہفتے کا سفر درپیش ہوا تھا وہاں کی گھاٹیوں میں بھیم چونری کے قدیم ویرانے کی کیفیت معلوم ہوئی۔ اس چونری میں سنگتراشوں نے وہ نقاشی کی ہے اور اُس کی عمارت ایسی فرد روزگار ہے کہ ہماری نظر سے اُس کی نظیر نہیں گزری۔ اس کی شکل مثلث ہے لیکن بالکل ویران۔ اس کا جتنا مصالحہ تھا وہ کسی راجہ کوٹہ نے اپنی محبوبہ بھیلنی طوائف کے رنگ محل میں لگا لیا۔ ستون پر اپنے وقت کی یادگاریں۔ اور عمارت کی قطع ہندی اور مصری وضع کی ہے۔ مشہور ہے کہ چونری کے قریب بھیم سین پانڈو کی شادی ہوئی تھی۔ دو ستونوں کے نقشے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خاص اسی عمارت کے لئے بنے تھے۔ لیکن امتداد زمانہ سے اُن پر مٹی اور گھاس جم گئی ہے۔ یہاں قدم قدم پر جوجہار یعنی چھتریاں ہیں اور جنوبی و شمالی ہندوستان کی گزرگاہ عام ہونے کی وجہ سے خیال کیا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں اس مقام بلند کی خاص شہرت ہوگی اور اُس کی قدرتی دیواروں کے سائے میں کوئی نہ کوئی شہر ضرور رونق پذیر ہوگا۔ یہاں راجگان ہاڑا کے احکام وقوانین کے اکثر نشانات ملتے ہیں۔ چنانچہ جس وقت ظالم سنگھ نے ایک ستون نصب کرنا تجویز کیا تو اُس نے اُن ضوابط کی پیروی اختیار کی جو اُسے دستیاب ہوئے تھے ✦

اس موقع پر ایک کتبۂ سنگین کا ترجمہ حوالۂ قلم کردینا ضروری سمجھا جاتا ہے جو درے میں پیش نظر ہوا اور جس کی ریاست کے بیرونی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حصے میں شہرت ہوتی ہے ٭

حکمنامہ مہاراج مہاراؤ جی کشور سنگھ

بنام

مہاجنان وتاجران وزمینداران وجمیع اقوام مسکونۂ مکندرا

اس عہد میں مطمئن رہو۔ مہاجنی۔ سوداگری۔ بٹائی۔ قرض وام۔ لین دین اور کھیتی دلجمعی سے کرو اور بشاش وآسودہ حال رہو۔ دربار کسی قسم کا ڈنڈ نہ لیا کریگا۔ مجرم کو جرم کی سزا حیثیت کے لحاظ سے دی جائیگی۔ معتمد اہلکاروں پٹیل۔ پٹواری۔ ساسری۔ چوکیدار اور اہل قلم سب کو کارگزاری کے صلے مرحمت کئے جائینگے۔ اور قصوراروں کو سزا دی جائیگی۔ تاجروں سے زیادہ ستانی اور رشوت خواری مستثنیات میں ہے۔ اس حکم کی پابندی کے لئے سب کو اُس چیز کی قسم ہے۔ جو ہندو اور مسلمانوں کے مذہب کی مقدس ہے۔ راجہ کی زبان مبارک کا یہ حکم ناناجی ظالم سنگھ عموے مادھو سنگھ کے حسب الارشاد مشتہر کیا گیا۔

متی اسوج۔ دسمی۔ سوموار۔ سمت ۱۸۷۷ (مطابق ۱۸۲۱ء)

ہم نے یہاں چند روز ٹھیر کر کوٹہ کی طرف مراجعت کی راستے میں پنچ پہاڑ اور آنند پور کے شہر دریاؤں کے کنارے عظیم الشان اور گلزار ہیں ٭

مادھو سنگھ نے دو میل پر ہماری پیشوائی کی۔ رؤسائے عظام ہمراہ تھے اور چھ توپیں جلوہ میں۔ ہمارا قیام شہر کے مشرق کی طرف ایک باغ میں تھا۔ راجہ نے وہاں تک ہمراہی کی تکلیف گوارا کی۔ ہم کو مصلحت ملکی کی وجہ سے چھ مہینے یہاں رہنا پڑا۔ ہمارے اشغال دلچسپی سے خالی نہ تھے۔ ہم نے لوگوں کے دلوں سے وہ بدگمانیاں رفع کیں جو قرب وجوار میں ہیضہ پھیلنے سے جاگزین خاطر ہو رہی تھیں اس فصل میں نیا اناج پیدا ہوتا ہے۔ جنگلی مرغابیاں کھیتوں میں بکثرت آتی تھیں جن کے شکار اور گوشت سے طبیعت مسرور رہتی تھی۔ ہرن کا گوشت بھی کبھی کبھی دستیاب ہو جاتا تھا۔ ظالم سنگھ کے چیتے شکاری تھے۔ اُن سے ہم ہرن کا شکار کھیلتے تھے۔ شکاری کتوں سے سیار۔ لومڑی اور خرگوش کے شکار کا بھی اتفاق رہتا تھا۔ ہماری فرودگاہ سے پانچ میل پر جنگلی سوروں کا ایک رمنہ بنا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھا۔ اور چشمے کے بیچوں بیچ ایک سرد خانہ تعمیر تھا۔ جس میں موسم گرما کی بود و باش لطف خیز تھی۔ چونکہ یہاں لوگ جانوروں کو چارہ دانہ دیتے تھے۔ لہذا وہ آدمیوں کی صورت سے بھڑکتے نہ تھے۔ اور اس وجہ سے اُن کا شکار خلاف طبع تھا۔

ایک موقع پر مہاراؤ شکاریوں کے ہمراہ سیر دریا کو تشریف لے گئے۔ اُن دنوں میں علیل تھا لہذا لطف سیر سے محروم رہا۔ ہانکنے والوں نے دونو کنارے گھیر لئے اور ہانکنا شروع ہُوا۔ شیر اور ریچھ نکل نکل کر بھاگنے لگے اور ادھر سے شکار شروع ہُوا۔ جو جانور کنارے پر نظر آیا کشتی سے گولی فوراً نشانے پر پہنچی۔ ایک دفعہ ہم کو سیر و شکار کی ہوا سمائی تو قلعہ اکھل گڑھ میں تنہا پہنچے یہ قلعہ شہر کے جنوب میں چھ میل پر واقع ہے۔ یہاں دریا تین تین سو فیٹ بلند پہاڑوں سے جکڑا ہُوا ہے اور اس کی خشکی میں جنگلی جانور رہا کرتے ہیں۔ ہم جس ساحل پر تھے وہاں شکار کی قلت تھی۔ بس ہم نے لکڑیاں بٹور کر ایک بیڑا بنایا اور اُس پر سوار ہو کر دوسرے کنارے کی طرف چلے۔ بیڑا چند قدم پر چلا تھا کہ ڈگمگایا ہم کو ادھر ڈوب جانے کا خوف ہُوا اُدھر ڈاکٹر کی جدائی کا۔ آخر ایک کشتی مدگائی اور مع ساز و سامان پار اتر گئے۔ ہم نے ظالم سنگھ کے شکاریوں کو اوپر کی طرف بھیجا کیونکہ وہ جانوران شکاری کی بود و باش سے آگاہ تھے اور خود ٹیلوں کے نیچے منتظر شکار رہے۔ کیونکہ یہی ایک راستہ تھا جدھر سے جانور بھاگ سکتے تھے۔ آدھ گھنٹے کے بعد شکاریوں کی آواز کے ساتھ ہی ایک پرانا اور سفید موچھ کا ریچھ ٹہلتا ہُوا ہماری طرف آیا۔ کپتان وا اور ڈاکٹر صاحب دونو بہت ہی خوش ہوئے اور دل میں کہا چلو بیکاری کا معاوضہ ملیگا۔ میں وہاں کسی محفوظ جگہ میں پہنچنے کے لئے چلا ہی تھا کہ دونو صاحبوں نے بندوق سر کی لیکن نشانہ خالی گیا۔ ریچھ طیش میں آکر مجھ پر جھپٹا میں نے دس قدم کے فاصلے سے گولی ماری جس سے اُس کا ایک بازو زخمی ہُوا زمین پر گر کر ریچھ پھر اُٹھا اور منہ کھولے ہوئے میری طرف لپکا مگر فوراً ہی ایک ہمراہی نے سانگ سے اُس پر وار کیا جس کے زخم سے وہ گرتا پڑتا کسی کھوہ میں جا چھپا۔ اور میری جان بچ گئی۔ دن بھر ہم اکھل گڑھ میں رہے۔ اس مقام پر پتھروں کا ایک انبار لگا ہُوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کسی سردار بھیل کا قلعہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوگا۔ پہاڑ کی چوٹی کا جنگل راجگان کوٹہ کے لئے ایک اچھی شکارگاہ ہے یہاں جانور بہت موجود ملتے ہیں۔ یہاں سے کئی کوس پر جنوب کی طرف جے پور مہادیو کے نام کا ایک مقام واقع ہے جس کے پانی کی چادر چمبل کو سیراب کرتی ہے۔ اس مقام پر چمبل کے کناروں کی بلندی چھ سو فیٹ سے زیادہ بیان کی جاتی ہے +

کوٹہ سے بھینسرور تک جتنے مقامات واقع ہیں اُن کی خوبیوں کے مقابلے میں ہندوستان کے شہر شمار میں بہت کم ہونگے۔ یہاں قدرت کے نظارے الگ ہیں اور صناعان عالی دماغ کے کمالات کے تحائف الگ +

یہاں بہت سے کتبے ہیں جن کی تلاش ہو رہی ہے اکثر کتبوں کے حروف سمجھ میں نہیں آتے کہ کس زبان کے ہیں۔ انہیں میں کتبہ راجہ جیت والے کیسوا کا ہے۔ جس کا ذکر جلد اول میں ہو چکا ہے +

باب ۱۴

بینال کی سیر۔ بسی کی حالت۔ بجولیاں۔ وہاں کے کتبے۔ بجولیاں کی قدیم تاریخ۔ بادشاہان تاتار سے چوہان کے حصول تخت کی کیفیت۔ جینی مندر۔ کتبہ جات۔ شوالے۔ وسیع ویرانہ۔ رئیس بجولیاں۔ اُس کی بیٹی کے ستی ہونے کا واقعہ۔ بینال عرف مہانال۔ اُس کی خوبیاں۔ پرتھی راج چوہان کے کتبے۔ غیر محدود زمانے کے کندہ واقعات کا تطابق۔ بیگو کا سفر۔ بماودا۔ قلعہ ہالو ہاڑا۔ نسب نامہ راجہ مذکور۔ ناکتخداستی کی بددعا۔ ہدایات ہاڑا کی قدیم اقوال سے مطابقت۔ بماودا سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

روانگی - بیگو میں داخلہ

فروری میں ہم نے اودے پور کا سفر اختیار کیا۔ دوران سیاحت میں کچھ روز بوندی میں اوقات گزیں رہے اور جب وہاں کے جملہ معاملات سے اطمینان ہُوا تو پتھار کی راہ لی۔ چونکہ مینال کی سیر کا اشتیاق تھا۔ لہٰذا ہم شمال کی طرف نو میل کا سفر کر کے بجولیاں میں خیمہ زن ہوئے۔ بجولیاں میواڑ کی ایک بڑی جاگیر رئیس قوم پرمار کے قبضے میں ہے۔ جسے راؤ کہتے ہیں۔ یہ خاندان بیانہ کے قریب بھگنیر پر حکمران تھا اور امر سنگھ راجہ اعظم کے عہد میں اپنی بستی رعایا کے ہمراہ وارد میواڑ ہُوا۔ دو برس ہوئے کہ رانا نے راؤ اشوک کی راجکماری کے ساتھ شادی کر کے پانچ لاکھ سالانہ کی جاگیر اپنے خسر کو دی۔ بسی کی تشریح جلد اول میں ہو چکی ہے۔ اس سے کل چھوٹے بڑے اطاعتگذاروں سے مطلب لیا جاتا ہے۔ بستی کا لفظ واسی سے نکلا ہے۔ جس کا اصل واس ہے بسی میں رضامندی سے آزاد ہونے والے یا بیگاری سب شامل ہیں۔ لیکن رجواڑہ میں یہ اصطلاح اطاعتگذاران بیگاری ہی کے لئے مروج ہے۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ کہاں تو حالت موخر الذکر اور کہاں اس فرقے کے لئے وہ آزادی کہ نہ کسی خدمت سے سروکار نہ کسی بات کی ذمہ داری یا جوابدہی سے غرض۔ الگذاری دے دی اور بس فراغت۔ پابندی ہے تو فقط اتنی کہ بجولیاں ہی میں رہیں اور کہیں نہ جائیں ٭

اوپر مال کا دیرانہ بہت دور تک پھیلا ہُوا ہے۔ بجولیاں اس پر واقع ہے۔ اس کو کئی ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ وجیاولی۔ بجولی۔ اہیچپور۔ مورکروا اور نام تو کم مشہور ہیں۔ زیادہ تر بجولیاں یا بجولی کے ساتھ نام مورکرو کا زبان زد خاص و عام ہے۔ اہیچ پور کا نام قدیم چوہان کے کتبہ واقع سرحد مغربی میں دیکھا گیا۔ جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ یہاں کے فرمانروا تخت اجمیر کے اطاعتگذار تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ بہت سے کتبوں میں بیسلدیو سمیشور۔ پرتھی راج کے نام کندہ ہیں۔ بلکہ خصوصیت کے ساتھ ارنو راج

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

والئے مورکرو اور بہر راج وکونت پال کے اسمائے نامی مندرج ہیں۔ جو اجمیر اور دہلی کے تاجدار نامدار پرتھی راج کے ہمعہد تھے ۔

جو کتبہ خاندان چتوڑ کی لڑائیوں کے بارے میں کندہ ہے۔ وہ ایسا گنجلک ہے کہ گہلوٹ اور چوہان خاندان میں امتیاز کرنا مشکل ہے۔ اس میں پہلے سا کمبری ماتا کی استتی ہے۔ یہ مہامایا سگم یعنی خاندان اور دورگ یعنی مستحکم قلعوں اور گوہستان دویرا نہائے مقامی کی محافظ سمجھی جاتی ہیں۔ پھر گوتر کے چوہانوں کا نسب نامہ لکھنے کے بعد اس میں شریمد باپا راج بندھاتر نی یعنی باپا راول والئے بندھیاچل مورث اعلےٰ ہے۔ رانایان میواڑ کا نام درج ہے۔ لیکن اس کے بعد کے نام گہلوٹ خاندان والوں کے نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں اوپر مال کے چوہان چتوڑ کے اطاعتگذار تھے۔ یہ کتبہ کتنی مدت کا ہے۔ اس پر بحث کرنا تحصیل حاصل ہے۔ اس لئے یہاں فقط کندۂ مذکور کی آخری عبارت کا نفس مطلب ظاہر کیا جاتا ہے۔ کونت پال ارن راج کا پوتا تھا۔ جبل پور اسی نے فتح کیا۔ اس کے جنگی کارناموں کے حالات دہلی میں بالا بھائی کے دروازے پر کالنقش فی الحجر ہیں۔ اُس کے بھتیجے اور بڑے بھائی کے بیٹے پرتھی راج نے سونے کا ایک انبار کا انبار دان کیا مورکرو میں پارس ناتھ کا مندر اُسی کا تعمیر کردہ ہے۔ اُس نے شان شاہنشاہی حاصل کر کے سومیشور کی پدوی حاصل کی یہ مندر اسی خطاب شاہنشاہی کی یادگار ہے۔ مندر کے لئے اُس نے ریواندی کے کنارے موضع ریوانہ کی جاگیر وقف کی۔ سمت ۱۲۲۶ (مطابق ۱۱۷۰ء)

اس کتبے سے واضح ہے کہ تنور خاندان سے چوہان خاندان نے حکومت دہلی قوت بازو سے حاصل کی تھی۔ کب چند نے جو کچھ لکھا ہے۔ اُس کی تصدیق اس قدر فاصلے کے مقامات سے ہونا خالی از تعجب نہیں۔ اسی یعنی ہانسی اور مینارہ دہلی کے کتبے سب ایک ہی زمانے کے ہیں۔ سوراشٹر کا قدیم دارالریاست گہلوٹ تھا اس کے دروازۂ بالا بھائی سے اور ہی حیرت انگیز کیفیت دریافت ہوتی ہے۔ یعنی سومیشور پرتھی راج کا والد راجگان سوراشٹر اور گجرات کے مقابلے میں ہدف تیر قضا ہوا تھا۔ پرتھی راج نے عوض لینے کے لئے فوج کشی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی جس میں کونت پال فتح دہلی میں حصہ لینے کو مصلحت سمجھا۔ کب چند کا بیان ہے کہ بھولا بھیم نے شکست دکھائی اور سارا گجرات فتح ہوا +

دو باتیں خاص قابل ذکر ہیں ایک تو یہ کہ بجولی کا قدیم نام مورکرو تھا اور دوسرے یہ کہ چوہان راجہ نے مذہب جینی اختیار کر لیا تھا۔ چنانچہ کب چند کے قول سے اس امر کی تصدیق بھی ہوتی ہے یعنی سارنگ دیو بودھ مذہب کا پیرو ہو گیا تھا اس لئے اس کے والد راجۂ اجمیر نے اخراج کا حکم دے دیا +

مورکرو کا ویرانہ بجولیاں کے مشرق کی طرف تقریباً آدھ میل کے فاصلے پر موجود ہے کوٹ اور نوچوکی کے نام کے محلات کے کھنڈر انقلاب زمانے کا نیرنگ دکھاتے ہیں۔ پارسناتھ جین مذہب کا تیئیسواں اوتار تھا۔ اس کے پانچ بڑے بڑے مندر اعلےٰ کاریگری کا نمونہ ہیں۔ مگر بردلی کے مندروں کی صنعتیں کچھ اور ہی ہیں۔ کل مقامات کی سیر سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ گیارھویں صدی کے پہلے ایسی صناعیاں موجود تھیں ہمارے ہمراہی نقشہ نویس اور جین گرد عمارات کے نقشے اور کتبوں کی نقلیں حاصل کرنے میں مصروف ہیں۔ ان کتبوں میں ایک کتبہ چوہان بنس کا ہے اور دوسرا جینیوں کے ساتکر پوران کا۔ پہلے کتبے کا طول ۱۱ فیٹ ۶ انچ ہے اور عرض ۲ فیٹ ۶ انچ دوسرے کا طول ۱۵ فیٹ اور عرض پانچ فیٹ۔ ویرانے میں مندا گنی ندی رواں ہے بارسو کے مندر کے متصل ایک کنڈ ہے دو چشمے اب خراب و خستہ پڑے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں فرقہ دگمبر کے جینی رہتے تھے۔ اندر کوٹ کا شجرہ بہت پرانا ہے +

شہر کے قریب تین شوالے نہایت ہی متبرک ہیں۔ یہاں دیواتی کنڈ کے قریب راہل رئیس گوہیل کا کتبہ ہے۔ یہ رئیس بڑا بھگت تھا۔ اس نے آنتری کی اراضی مندر کے مصارف کے لئے وقف کر کے دوسرے رئیسوں کو کندہ تحریر میں تحریک کی تھی کہ سب اُس کی طرح دان کریں۔ اس کا اشیرباد ہے کہ ریواتی کنڈ میں اشنان کرنے والا اشیور کا پیارا اور صاحب اولاد ہوگا +

بجولیاں کے نئے قلعے میں مورکرو کے پرانے مندروں کا سارا مصالحہ صرف ہوا ہے دیوتاؤں کی مورتوں کے ساتھ دیتیوں کے بت بھی خلط ملط ہیں۔ جہانتک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میرا تجربہ ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ ہندو بت پرستی نہیں کرتے بلکہ مورتی کو خلاق عالم کی پرستش کے لئے ایک تصویر تصور بناتے ہیں۔ جس وقت پوجا کرکے نیوید لگا چکتے ہیں تو پھر وہ عظمت کا خیال نہیں رہتا۔ وہی مورتی پتھر نظر آنے لگتی ہے اور حسب ضرورت پتھر کے عوض استعمال کرنے میں انہیں دریغ نہیں ہوتا۔ گذشتہ زمانے کی تعمیرات کے کھنڈر کئی میل تک پیش نظر ہوتے ہیں۔ جنوب کی طرف چار میل پر دردلی کا مقام ہے۔ یہاں سمت ۹۰۰ (۸۴۴ء) کا ایک کتبہ ہے لیکن ناقابل ذکر۔ جنوب میں دو میل کے فاصلے پر تلسوا کا مقام ہے۔ جس میں چار مندر ہیں ایک کنڈ اور ایک فتح کی محراب جسے اصطلاح میں تورن کہتے ہیں۔ یہاں سے چھ میل پر جرولا واقع ہے جس میں سات مندر ہیں۔ ایک کنڈ لیکن حالت ویرانی کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ پہاڑ کی چوٹی کے اوتار پر امبا گھاٹی میں پرانے قلعے اور مندر کے کھنڈر دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح بجولیاں سے پانچ میل کے اندر چار پانچ مقام اور ہیں جن میں دو یا تین ٹوٹے پھوٹے مندر اپنی گذشتہ ہستی کا پتہ دیتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ ان مقامات کو کس متعصب نے تباہ و ویران کیا ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علاء الدین کو لوگ خونریز کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور اورنگ زیب کو کالجمن کے اوتار کے خطاب سے۔ کالجمن اس دیت کا نام ہے جو سری کرشن جی کا عدوے جانستان تھا +

بجولیاں کے رئیس کی حالت اب اگلی سی نہیں۔ آمدنی بالکل گھٹ گئی ہے۔ اگر اُس کے علاقے میں کاشتکاری کو ترقی دی جائے تو پچاس ہزار سالانہ کی آمدنی ہو جانا مشکل نہیں۔ لیکن آبادی کی ترقی اُس کے اختیار سے باہر ہے جس وقت تک گرپڑی مورنیوں کی پران پر تشٹھا نہ ہو اُس وقت تک خیال ترقی فضول ہے راجۂ امرا اُس کا دادا تھا۔ جس وقت اُس نے وفات پائی۔ رئیس بجولیاں کی بیٹی سترہ سال کی تھی لوگوں نے لاکھ روکا مگر اُس پرست سوار لایا۔ ہم نے اُس کے چچا مقیم اودے پور کی وساطت سے بہت کچھ فہمایش کی اور اقرار کیا کہ اور علاقے بھی دلا دینگے۔ تاکہ وہ اپنے افلاس کے خیال سے موت کو پسند نہ کرتی ہو لیکن وہ کسی کی کب سنتی تھی۔ اور آخر ستی ہوکر شوہر کے گناہوں کا کفارہ کر ہی گئی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہم اس مقام پر صرف دو تین روز ٹھیرے۔ بعدہٗ پرانے کتبوں کی جستجو اور نفائسات دلپذیر کی تلاش میں چل کھڑے ہوئے۔ جن مقامات میں ہم کو نقد مراد حاصل ہوا اُن کا ذکر درج ذیل ہے +

مہانال۔ ۲۱۔ فروری دست و قلم سے جو بات ناممکن تھی اُسے پنسل نے کر دکھایا۔ اسی کی نقش کاری کی وجہ سے ہم کو اتنی قدرت حاصل ہوئی کہ مہانال کی حیرت انگیز عمارتوں کا ذکر حوالۂ قلم کرتے ہیں۔ یہ بات تعجب سے خالی نہیں کہ راجگان چیتوڑ و اجمیر نے اپنے اہل خاندان کے لئے کیوں اور کس غرض خاص سے اس مقام کو منتخب کیا تھا اور اُن کے لئے یہاں جاگیر دینے کی غایت اصلی کیا تھی کیونکہ یہاں کے پہاڑی پتھر گرمیوں میں تمازت آفتاب سے لوہار کی بھٹی کی طرح گرم ہو جاتے ہیں۔ لیکن سنا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے بلندی کوہ کو تکلیف پر ترجیح دی اور یہاں عمارتیں تعمیر کیں +

مہانال بڑی غار کو کہتے ہیں۔ چنانچہ پتھار کی مغربی غار کلاں کی وجہ سے مقام کا نام مہانال رکھا گیا۔ یہ غار تقریباً ۴۰۰ فیٹ گہرا ہے جس میں پہلے پانی کی چادر بڑی تیزی سے گرتی تھی۔ اب اُس کی ہئیت چھوٹی ندی کی سی ہے۔ لیکن برسات میں اس کا نظارہ قابل دید ہوگا۔ یہ گھاٹی بالکل تیرہ و تار آڑی ترچھی شاخوں کے بڑے بڑے تنوں پر تھمی ہے چاروں طرف امربیل پھیلی ہوئی ہے جس سے جنگلی چوپایوں اور پرندوں کو پانی بوند اور پالا دھوپ سے امن رہتا ہے۔ غار ہی کے کونے کی بلندی کے کنارے پر پرتھی راج کے اور اُس کے مقابل سمرسی والے چیتوڑ کے مندر اور مکان بنے ہوئے ہیں سمرسی پرتھی راج کا بہنوئی پرتھی بائی کا خاوند تھا۔ ان دونو کو کب چند نے اپنی نظم سے حیات جاودانی دے دی ہے +

یہاں ایک بڑے مکان میں پرتھی راج اور سمرسی مع متعلقین تشریف لاکر لطف ملاقات سے حظ اٹھاتے اور جشن مناتے تھے۔ یہیں معاملات مہم پر باہم صلاح و مشورہ ہوتا تھا۔ واقعی کب چند کا یہ قول درست ہے کہ پرتھی راج سمرسی محافظ ہند کی ہدایتوں پر کاربند ہوتا تو کبھی مسلمانوں کی حکومت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہندوستان میں قائم نہ ہوتی۔ لیکن پرتھی راج نے اپنی قدرتی دلیری اور مہارت جنگ آزمائی کے زعم میں کشتی حکومت ڈبو دی۔ راجہ جیچند نے جب دیکھا کہ نہ عقلمندی اب کام آتی ہے نہ جانبازی۔ پس اُس نے میدان جنگ میں پہلے ہی مردانگی سے جان دے دی۔ دونو بہادران شیر دل نے ساحل سکھر پر دریائے خون میں نہاکر اپنے ہم قوم دلاوران راجپوتانہ کی پیروی کی۔ کب چند بیچ کہتا ہے کہ ایسے موقعے راجپوتوں کے لئے قیامت سے کم نہ تھے۔ یہ آخری معرکہ آرائی بھی قومی آزادی کے لئے ایک پرلے ہی تھی۔ جس شخص نے راجپوتوں کی تاریخ ملاحظہ کی ہے یا کب چند کی نظم پڑھی ہے۔ اُس کو یہاں کی غمناک حالت دیکھ کر ضرور افسوس ہوگا۔ موسمی آب وہوا تصویر غم پیش نظر کرتی ہے۔ خزاں رسیدہ درختوں کی غمزدہ صورت سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ بہادران راجپوت کے [illegible] انجام گزار رہے ہیں +

مہانال کے کتبوں میں سے اس موقع پر کندہ تحریر ذیل میں ترجمہ کی جاتی ہے۔ جس میں قوم ہاڑا کے حسب ونسب کی بھی تصدیق ہوگی +

آسا پورنا کل دیوی کو نمسکار ہے جس کی کرپا سے گیپت لکشمی ظاہر ہوتی ہے اور جس کے بل پرتاب سے بہت سے چوہان راجوں نے چکرورتی راج کیا۔ بھنور دھن چوہان نے ہر لڑائی میں بجے پائی قوم ہاڑا اُسی کی کل میں ہے۔ کولن[1] ہاڑا بڑا مشہور تھا اُس کے آباؤ اجداد بھی عالی خاندان تھے اور نانہال بھی واجب التعظیم تھے۔ اس نے پورنداشی کے چاند کی طرح نام روشن کیا۔ اس کا فرزند جے پال[2] تھا۔ جس نے اگلے جنم کے تپ کی برکت سے اس جنم میں راجگی پائی۔ اس راجہ کی رعایا دست بدعا رہتی تھی کہ ہمیشہ اس کا سایہ اُس کے

[1] غالباً یہ راجہ وہی ہے جسے بھنور دھن لکھا گیا ہے۔ یہ رتن سی کا فرزند تھا۔ اور رتن سی وہ ہے جس نے آمبر سے نقل مقام کیا تھا۔ کولن کدار ناتھ کے درشنوں کو گیا تھا۔ سمت ۱۳۵۳ یعنی ۱۲۹۳ء میں موجود تھا +

[2] یہ راجہ غالباً وہی ہے جس کو تاریخ میں بانگا کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے۔ اس نے مہانال فتح کیا تھا +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سر پہ قائم رہے اس کا فرزند دیوراج[1] کسی سائل کا سوال رد نہ کرتا تھا اُسے خلقت کے آرام دینے ہی میں خوشی حاصل ہوتی تھی اور ناچ رنگ کا شائق تھا ہرراج[2] اس کے فرزند کا بدن آتشیں تھا عرصۂ کارزار میں آتش فتح مشتعل کر کے طبقہ تاجدار الم میں بھومیشر کا خطاب حاصل کیا۔ مفتوح راجوں کے خزانے لے آیا بماوداکے رئیس اسی کی یادگار ہیں جہاں اُنہوں نے ملک کی سرسبزی سے نخل مراد کو بار آور کیا۔ رت پال دیوراج کا فرزند تھا اس نے سرہنگوں کی خوب سرکوبی کی اس کا فرزند کلھن مسند نشین ہُوا اس کا شرف راجہ سگر کے بیٹوں کی طرح طشت از بام ہے۔ اس کا بیٹا کونتل دھرمراج کا نقطہ مقابل اور اُس کا چھوٹا بھائی ویدا تھا۔ کونتل کی رانی اچل دیوی کے بطن سے مہادیو جی کا ظہور ہُوا۔ سمندر کے فرزند یعنی چندر ماں کی طرح شکیل وجمیل۔ سمندر کی طرح دریائے فراست ناپیدا کنار۔ رزمگاہ میں سمیر پربت کی طرح ثابت قدم۔ جوش فیاضی میں اندر کا کلپ برکش۔ اس کے گھوڑوں کی ٹاپوں نے خون اعدا کو زیر خاک کیا۔ اس کے ہاتھ کی تلوار حریف کا قسمہ لگانہ رکھتی تھی۔ جب خنجر فتح پیکر سرامی شاہ کے سر پر چمکا رئیس میدپات کے برے دن کٹ گئے۔ اُس نے کیتھیا کو اس کی قید مصیبت سے اس طرح آزاد کر دیا جس طرح چندر ماں گہن سے چھوٹتا ہے۔ جس طرح بیل غلے کو روندتے ہیں اُسی طرح اس نے لشکر سلطان کو پیس ڈالا۔ جس طرح سمندر متھا گیا تھا۔ اُسی طرح اُس نے رزمگاہ میں ہل چل ڈالی اور جس طرح دیوتاؤں نے سمندر سے رتن نکالے تھے اُسی طرح اس نے بادشاہ کے بیٹے سے فتح کا ہیرا چھین کر کیتھیا کے حوالے کیا۔ اُس کے کارنامہائے جنگ وسط ہند سے گوشۂ دنیا تک روشن ہیں اس کے فرزند کا نام درجن تھا اس کو جیو راج

[1] دیوراج فرزند بانگا سمت ۱۳۹۸ (مطابق ۱۳۴۲ء) میں بوندی کا بانی ہُوا۔

[2] دیوراج نے اپنے فرزند کلاں ہرراج کو بماوداکی حکومت دی۔ جس نے بعد میں بوندی میں سکونت اختیار کی۔ اس کے بارہ فرزند تھے جن میں سے بڑا بیٹا ہالو ہاڑا کے نام سے مشہور ہُوا۔ اس کی حکومت بماوداہیں تھی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی پدوی حاصل تھی اور اُس کے دو بھائیوں کا نام سویت سال اور کمبھ کرن تھا ✣

مہانال میں مہادیو جی نے ایک مندر تعمیر کیا تھا جس میں یہ عبارت کندہ ہے ✣

یہ مندر خلاصہ عجائبات عالم ہے۔ اس کی سکھر جواہرات کی طرح روشن ہے۔ مہانال آیاش ہے جس پر مہادیو جی کو مندر بنانے کی خواہش ہوئی۔ یہاں برہمن پوجا پاٹ کرتے رہتے ہیں۔ جس وقت دنیا میں بہادری کا نام باقی ہے مہادیو جی کی شہرت قائم رہے۔ جس وقت تک گنگا میں پانی اور دنیا میں سومیر پربت قائم ہے اس وقت تک مہانال میں یہ مندر مہادیو جی کی یادگار ہے۔ مہادیو جی کی دعا مہادیو جی سے یہی تھی جسے دھنیشر برہمن ساکن چترکوٹ (چتوڑ) نے حوالۂ قلم کر کے یہ تاریخ تعمیر تصنیف کی ✣

ارگ گون چندر اندو

بیساکھ شدھی ستمی کو بیر دھول سر حلقۂ سنگ نراشان روزگار نے یہ مندر تیار کیا ✣

مسطورہ بالا چار لفظوں میں تاریخ نکالی گئی ہے۔ اوّل میں بوندی کی تاریخ لکھتے وقت ہم نے اس پر توجہ بھی نہ کی تھی حالانکہ اس طریقہ تاریخ نویسی سے ہندوؤں کے واقعات عامہ کی کافی صحت ہوتی ہے ✣

ارگ یعنی آفتاب بارہ کہلاتے ہیں۔ گون یعنی سہ اخلاط تین۔ چندر اور اندو کے ایک ہی معنے ہیں یعنی چندرماں اور ان سے مراد ایک ایک کی ہے پس تاریخ یوں ہوئی ✣

ارگ ۱۲ گون ۳ چندر ۱ اندو ۱

اس پوشیدہ خزانہ کی قدر ہمیں اُس وقت معلوم ہوئی جب ایک گوشہ میں ہم کو سمت ۱۳۴۶ کا پتہ گیا۔ جن کتبوں میں ایسی ہی رمز و کنایہ سے تاریخیں درج کی گئی تھیں۔ اُن میں سے اکثر ضائع ہو گئے۔ ذیل میں مقررہ اعداد تاریخی کے لئے اشارات و کنایات کی ایک فہرست حوالۂ قلم کی جاتی ہے جس سے عوام کو ایسی تاریخوں کے سمجھنے میں بہت کچھ مدد ملیگی ✣

لفظ	اشارات و کنایات اعداد تاریخی	اعداد	لفظ	اشارات و کنایات اعداد تاریخی	اعداد
اندو	چندرماں	۱	رودر	شیو کے نام	۱۱

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لفظ	اشارات وکنایات اعداد تاریخی	اعداد
پکش یا پاکھ	۲ ہفتہ	۲
نیتر	شیوجی کی تین آنکھیں	۳
بید	اتھرو۔ شیام۔ رگ۔ ججر	۴
سور	کام کے پانچ تیر ۶ رت یعنی	۵
رت	چھ موسم ششر بسنت۔ گریکھم برکھا۔ سرو۔ ہمینت	۶
جلوہ	سات سمندر۔ ہفت قلزم	۷
سدھ	انما۔ مہما۔ لگھما۔ گرما۔ پراپتی پراکامیہ۔ ایشتو۔ پشتو۔	۸
نکشتر	نو سیارہ۔ سورج۔ چاند۔ منگل۔ راہ۔ برہسپت۔ سنیچر بدھ۔ کیت۔ شکر	۹
دگ	زمین کی سمتیں	۱۰
کلپ	۴	۴
گن	رجوگن۔ تموگن۔ ستوگن	۳
گرو	ماتا۔ پتا۔ آچاج	۳
چرانگنی سینا (فوج)	ہاتھی۔ رتھ۔ پیدل۔ سوار	۴
چترگن	سام۔ دان۔ ڈنڈ۔ بھید	۴
چترجگ	ستجگ۔ ترتیا۔ دواپر۔ کلجگ	۴
آشرم	برمھ چرج۔ گرہست۔ بان پرہست سنیاس	۴
برگ	دھرم۔ ارتھ۔ کام۔	

لفظ	اشارات وکنایات اعداد تاریخی	اعداد
ارگ	آفتاب	۱۲
	(یادداشت از مترجم) ان الفاظ کے علاوہ بہت سے اور الفاظ ہیں جو فن تاریخ میں مستعمل ہوتے ہیں ÷ مثلاً	
اوستھا	جاگرت۔ سوپن۔ سوشپت تیرتھ	۴
آبھرن	نوپر (بچھوا) چوری۔ ہار کہکن۔ انگوٹھی۔ باروبند بیسر۔ بریا۔ ٹیکا۔ سیس پھول تاگڑی۔ کنٹھ شریہ	۱۲
آشرم	برمھ چرج۔ گرہست۔ بان پرہست سنیاس	۴
کلا	۶۴	۶۴
دیپ	چمبو۔ شاک۔ کش کرونچ۔ پشکر۔ شالم۔	۷
نرک	گومید	۲۸
کمنڈ	الاورت۔ رمیکا۔ ہرنمے۔ کرد۔ ہری۔ بھارت کیتومال۔ بھدراشو۔ کم پرکھ	۹
تتو	پرتھوی۔ جل۔ اگنی۔ بایو۔ اکاش	۵
پون	پران۔ اپان۔ اوان	۵

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لفظ	اشارات وکنایات اعداد تاریخی	اعداد
	موکش	۴
ہرپ یعنی دشمن	کام - کرودھ - لوبھ - موہ -	۴
برن	برہمن - چھتری - ویش - شودر	۴
دیو	برہما - بشن - مہیش -	۳
سمیر (ہول)	سیتل - مند - سگندھ - یعنی سرد - دھیمی - یا خوشبو	۳
اوستھا	بالک - جُوا - بردہ - یعنی بچپن - جوانی - بڑھاپا -	۳
دکپال	اندر - جم - بُرن - کوبیر - اگنی - راکشس - بایو عرف پون شیو	۸
(غرور)	ذات مد - کل مد - جوبا اوستھا مد (جوانی کا نشہ) روپ مد - بدیا مد - گیان مد دھیان مد - دھن مد - راج مد	۹
لوک	تل - اتل - تیل - ستل - تلاتل - رساتل - پاتال بھور لوک - بھودر لوک سورگ - مہر لوک - جنم لوک تپو لوک - ستیہ لوک	۱۴
بدیا	برمھ گیان - رساین شرت کتھا - بیدک -	

لفظ	اشارات وکنایات اعداد تاریخی	اعداد
	بیان سمان	
مہایگیہ	وید پاٹھ - ترپن - ہوم - بلی بیشنو دیو - اتتھ ستکار	
پوران	برمھ پوران - پدم پوران بشن پوران - شو پوران - شریمد بھاگوت - نارد پوران - مارکنڈے پوران اگنی پوران بھدشید پوران - برمھ بیورت پوران - لنگ پوران - بارہ پوران - اسکند پوران بامن پوران - کورم پوران متسیہ پوران - گرڑ پوران برمھانڈ پوران	۱۸
سنگار	رنگ شیچ (غسل وغیرہ) منجن (اوبٹن) پوشاک - مہاور - آرائش سر - مانگ کا سیندور - تھوڑی کا تل بیندی - میندی - ارگجا - زیور - خوشبو - مسمی پان - کاجل - چہرے کا روغن	۱۶
رشی	بششٹ - اتری - کشیپ - بشوامتر - بھردواج - جمدگن -	۷

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نقط	اشارات وکنایات اعداد تاریخی	اعداد	نقط	اشارات وکنایات اعداد تاریخی	اعداد
	جوتش - بیا - کرن - دھنر			گوتم	
	بدیا - رقعہ اندازی)			چوہنی سینا کا شمار	
	نیرا کی - سنگیت (موسیقی)			رتھ - ۲۱۸۷۰	
	ناٹک - اشور دھن -			ہاتھی - "	
	(شہسواری بر کوک شاستر			گھوڑے - ۶۵۶۱۰	
	چوری - چترتا (عقلمندی)			پیدل - ۱۰۹۳۵۰	
شاستر	سانکھ - جوگ - بیدانت -				
	جمانستان - نرکت - چھند -	۶		میزان	
	بیشیشک			۳۱۸۷۰۰	

ارن دیو اجمیر کے ماتحت اوپرمال کی جاگیر کا مالک تھا - اس کا نام کتبۂ بجولیاں کے سبب سے نہایت شہرت پذیر ہے - اس کے کتبے میں شہر سوسمیر عرف مینال کے دروازے کی تاریخ تعمیر حسب ذیل کندہ ہے ؛

انھل اند اند نند

انھل اگنی سے مراد ہے جس کی تین قسمیں ہیں اور اس سے مراد مہادیو جی کی تیسری آنکھ لی گئی ہے - نند نو ہیں - اندو اور چند و بھی ایک ایک جس وقت ان کو مقلوب کر کے پڑھئے تو سمت ۱۱۹۳ پیدا ہوتے ہیں ؛

سمرسی کے مندر میں ایک پتھر ہے - سمت ۱۲-۲ کھدے ہوئے ہیں اور اُس میں سمرسی وادن راج کی صفت کے بعد پرتھی راج ملکشوں کے قاتل اور سانوت سنگھ کا نام بھی کندہ ہے ؛

بیگو - فروری - صبح کو کنارۂ نہار کی طرف روانہ ہوئے گھنے جنگل کے چھتنارے اور بلند درختوں کی وجہ سے میدپاٹ کی سطح زمین اس وقت نظر آئی جب اس چوٹی پر چڑھے جہاں ایام گذشتہ میں ہالو ہاڑا کا قلعہ تھا - بمادوا کی دیوار انقلاب زمانہ کے خیال میں محو سکوت تھی - قلعے کے صحن کے کھنڈر بصد اق ؛

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہر کجا افتادہ بینی خشت ویرانہ
ہست فرد دفتر احوال صاحب خانہ

سرآمد شجاعان روزگار ہالو ہاڑا کی عظمت یاد دلاتا تھا۔ یہاں ایک قلعہ باہر ہے اور ایک اندر۔ اندرونی قلعے کا طول ۱۰۷ کیوبٹ تھا۔ اور عرض ۱۱۲ کیوبٹ۔ قلعے میں تین جینی مندر۔ شیو ہنومان اور دھرم راج کے ہیں۔ تین تالابوں میں سے دو حوادث زمانہ کی نظر ہو گئے۔ ایک مرمت کی وجہ سے قائم ہے۔

اندھیری کوٹھری ایک کمرے کا نام ہے جو بالکل خستہ حالت میں ہے غالباً ہالو ہاڑا یہیں سے اپنے بھتیجے کی لڑائیاں دیکھتا رہتا تھا۔

یہاں سے سطح میدان بخوبی نظر آتی ہے اور دامن کوہ کی ارنیو گھاٹی سے لے کر بانگا کے مقام تک نگاہ کام کرتی ہے۔ پہاڑ کے کنارے چڑھائی کے سرے پر جھکاؤ کی طرف جوگنی ماتا کی دراز قامت مورت استادہ ہے۔ اس جگہ کے پہاڑ ایسے خم کھائے ہوئے اور ملے جلے ہیں کہ ایک سا گوشے میں گہرا خانہ ہو گیا ہے۔ اور اور بلند کناروں کی وجہ سے دامن کوہ تک غاروں اور جھاڑیوں کا سلسلہ قائم ہو گیا ہے۔ سطح میدانی میں درختوں کا جنگل ہے۔ امربیل ایسی لپٹی ہوئی ہے کہ پہاڑوں پر شامیانے کی کیفیت نظر آتی ہے اگر اس شامیانے کی چوبیں نکال ڈالی جائیں تو ۲۰ ہزار آدمیوں کی نشست کے لئے ایک دالان بن جائے۔

اس پر فضا نشستگاہ سے گھاٹی کی رانی سیر دیکھتی ہے۔ لیکن نہ اب سرکش ہیں نہ رقیب۔ نہ بماوا کے مخالف۔ معلوم نہیں کہ ہالو ہاڑا کا قلعہ کس نے کھود کھاد کے برابر کر ڈالا مگر ممکن ہے کہ یہ فعل چتوڑ کے رانا کا ہو جس کی قلمرو میں قلعہ مذکور واقع تھا۔ یہ قلعہ اب بانگا کی جاگیر میں داخل ہے اور قوم ہاڑا کے لئے ہالو کی یادگار۔

ہالو کے خاندان کا تذکرہ اپنے موقع پر بہت کچھ ہو چکا لیکن یہاں جو مزید حالات دریافت ہوئے اُن کو حوالۂ قلم کر دینا خلاف موقع نہیں۔

بماوا کے ماتحت چوبیس قلعے ہیں جن میں سے ایک میں لالجی ہالو ہاڑا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک خاندانی رئیس سکونت پذیر ہے۔ اس نے اپنی بیٹی کا نارپل رانا سے چتوڑ کی خدمت میں روانہ کیا۔ مگر اُس نے شادی سے انکار کیا۔ خاندانی پروہت آنتری کے راستے سے گزرا تو شکار سے واپسی پر چتوڑ کے ولیعہد سے ملاقات ہوئی راجکمار نے بزرگ واجب التعظیم کو ملحوظ خاطر رکھ کر خود نارپل قبول کر لیا اور پروہت کو رخصت کر کے کہا کہ آپ چلئے میں عقب سے آتا ہوں ولی عہد رو سائے عظام اور ایک بھاٹ کے ساتھ عازم بمادوا ہوا۔ اس زمانے میں میواڑ سے کل کبیشر خارج کر دئے گئے تھے۔ چنانچہ بھیم سین کبیشر باشندۂ بنارس بھی اتفاق سے کیچ بھوج جاتے ہوئے میواڑ میں ملا۔

کبیشر کیوں جلا وطن کئے گئے اس کی روایت یوں ہے کہ کسی تالاب سے صفائی کے وقت ایک مورت ایسی شکیل و جمیل برآمد ہوئی کہ نگاہ دیکھتے ہی لوٹ ہو جاتی تھی لیکن اس کا ایک ہاتھ اوپر اٹھا تھا ایک نیچے تھا تیسرا سیدھا کہ اُس کو جو کوئی دیکھتا تو یہی سمجھ میں آتا کہ دیوار کی تحریر دکھا رہا ہے اس چتر بھجی مورت کی اس وضع کا سبب دریافت کرنے کے لئے چارن بھاٹ اور پنڈت جمع ہوئے مگر کوئی عقدہ حل نہ کر سکا۔ آخر جھاریجا کے کبیشر نے معما حل کر دیا اور کہا کہ اوپر کی انگلی تیار ہی ہے کہ اندر ایک ہے۔ نیچے کا ہاتھ اشارہ کرتا ہے کہ پاتال میں راجہ ہے اور سیدھے ہاتھ سے یہ غرض ہے کہ رانا بید پاٹ کا فرمانروا ہے۔ کبیشر کا بیان بھوگول یعنی جغرافیے کے مطابق تھا لہذا اس کی قدردانی ہوئی اور پت بروائی یعنی کبیشروں کے سرتاج کا منصب جلیلہ عطا ہوا۔ ہمیر سنگھ کے عہد کا یہ واقعہ تھا اس نے کبیشروں کو مکرر طلب کر کے اپنے نام نیک کو زندہ جاوید کر دیا۔ یہ بھاٹ بھی ولی عہد کے ساتھ بمادوا میں کیا ہاڑا کے قلعے میں اچھا خاصہ ازدہام تھا قلعے میں سب سامان عیش و عشرت جمع تھے کل موجودہ کبیشروں کو بہت کچھ انعام و اکرام ملا۔ بھیم سین کبیشر کو ایک گھوڑا مع ساز و خلعت فاخرہ اور ایک توڑا اندر کیا گیا۔ جس کے لینے میں اُسے بہت تامل ہوا۔ (ہاڑا کے کبیشر کا بیان ہے کہ اُس کے پاس بے شمار دولت تھی۔ لیکن کبیشر منگنا ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عادت کہاں جائے) آخر کار بڑی حجت کے بعد اُس نے پیشکش منظور کی۔ لیکن چار آنکھوں کی شرم ایسی غالب ہوئی کہ اُس نے سینے میں خنجر پھونک لیا۔

اس وقت محل میں گٹھ بندھن ہو رہا تھا دولہا دلھن ایک دوسرے کا ہاتھ ہاتھ میں لئے ہتھلیوا کی رسم ادا کر رہے تھے کہ ایک شور و غل نے نوشاہ کو چونکا دیا اور دولہن کا ہاتھ چھوڑ کر عوض لینے کی ٹھانی۔ رئیس ہاڑا کے رنج کا اندازہ ناممکن نہیں۔ عین موقع شادی پر شادی سے دست برداری والد نوشاہ کا منظوری شادی سے سابقہ انکار وہ ہتک آمیز باتیں تھیں کہ کبیشر کا قتل اُن کے مقابلے میں کچھ وقعت نہ رکھتا تھا۔ لوگوں نے ولیعہد چتوڑ کو اسی وقت بماودا میں پہنچایا۔ لیکن اُس کے تلووں سے لگی تھی فوج کے ساتھ اُسی وقت چتوڑ کو چل دیا۔ اب تیر و ترکش بندھ گئے جہاں شادی کے جشن ہو رہے تھے۔ وہاں کچھ دنوں بعد خونریزی کی نوبت آئی۔ پھاگن کا مہینہ تھا آہیر کے شکار کی رسم ادا ہونا ضروری تھی۔ لالجی والد عروس نے محاصرین شہر کی پرواہ نہ کر کے ایک منتخب دستہ فوج ہمراہ لیا۔ اور توکرئی کے میدان میں گوری کے مقام پر سور کے شکار کا عازم کیا۔ کیٹ سی منتظر وقت تھا فوراً ہی حملہ آور ہوا۔ ہاڑا نے بہادرانہ استقبال کر کے دعوت جنگ میں داماد کو مدعو کیا اور خسر و داماد دونو برچھوں سے زخمی ہو کر آغشتۂ خون ہو گئے۔

بماودا کی فصل کے اندر چتائیں بنیں۔ فریقین کے رفیق آقاؤں کی لاشیں اٹھا لے گئے۔ دونو لاشیں چتے پر رکھی گئیں تو لالجی کی بیٹی اپنے خاوند کے ساتھ اور اُس کی رانی اپنے شوہر کے ساتھی ہو گئی۔ ان ستیوں نے اس وقت زبان سے یہ کہا کہ آئندہ سے رانا اور راؤ کبھی پھاگن کی اہیر میں ایک ساتھ شکار گاہ میں نہ جائیں۔ نہیں تو خونریز کا ماتم ہو گا۔ ہاڑا قوم کے ذکر میں جو نظم لکھی گئی ہے اس میں رانا موکل کے واقعہ شکست کا ایک دوہا یہ بھی ہے:۔

ہامو موکل ماریا رانا کہتیا ران سو جار تن سنکھاریا اجمل ارسی ران

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جس وقت ہاڑا قوم بماوداکا ویرانہ اور اُس کے ۲۴ قلعوں کو دیکھ کر غمزدہ ہوتی ہوگی کہ ہائے اب ہاڑا قوم کا نام ونشان بھی نہیں تو اس دوہے سے ہالو ہاڑا کی اولاد کے ضرور کچھ نہ کچھ آنسو پچھتے ہونگے ✣

اس ویرانے کی صورت حال قوم ہاڑا سے فریاد کرتی معلوم ہوتی ہے۔ اس کا ثبوت وہ چٹھیاں ہیں جو گذشتہ اکتوبر میں اُس وقت ہمارے سامنے پیش ہوئیں۔ جب رانی گھاٹی کے قائم مقاموں نے مندر میں جمع ہوکر اظہار اطاعت پر آمادگی کی خواہش ظاہر کی ✣

اقتباس اخبار۔ مقام بوندی۔ ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۲۰ء تمام رئیسوں کے نام حکم جاری ہُوا کہ دار الریاست میں آکر دسہرے کے جشن میں شریک ہوں۔ کل رئیس و مالکان اراضی فراہم ہوئے صرف ٹھاکر برنے جواب لکھا کہ بماوداکی دیوی مہامایا کا حکم پہنچ گیا اُن کا ارشاد ہے کہ آئندہ سے ہل نہ چلاؤ گھوڑے اور مویشی بیچ کر اُن کی قیمت سے ۶۴ بھینسے اور ۳۲ بکرے مول لے کر بلدان کے لئے روانہ کرو۔ اگر ایسا ہوگا تو بماوداکی حکومت پھر مل جائیگی۔ اس خبر نے شہرت پائی تو بوندی اور کوٹہ کے بہت سے آدمی وہاں جا پہنچے۔ ٹھاکر نے ماتاجی کی مورتی کے سامنے ۲۰۰ آدمیوں کا کھانا بنوایا مگر آدمی گنے تو پانچ سو تھے اس وقت ماتاجی نے ایسی کرپا کی کہ سب حاضرین سیر ہوگئے اور پھر بھی کچھ کھانا بچ رہا۔ اس بات سے لوگ معتقد ہوگئے کہ واقعی ماتاجی کا فرمانا بہت بجا تھا ✣

یہ اخبار بوندی میں ملا تھا۔ لیکن ہمارے مہربان بال گوبند برہمن نے ایک دوسرا ہی چشم دید واقعہ بیان کیا۔ یعنی

گذشتہ کاتک کی پرواکو جوگنی ماتا کے مندر میں بڑا بلدان ہُوا۔ اکتیس ۳۱ بھینسے اور ۵۳ بکرے چڑھائے گئے۔ رئیس ہاڑا نے دو بکروں پر خود تلوار کا ہاتھ رسید کیا۔ لیکن اُن کا رویاں بھی نہ ہیلا ہُوا۔ حاضرین مرتفع اس سے سخت متغیر ہوئے۔ آخر کار بکروں کو آزادی ملی۔ وہ امر سمجھ گئے اور اجازت ہوئی کہ بیخوف و جہاں مرضی ہو چریں کوئی روک ٹوک نہیں ✣

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے بعد بال گوبند اور اُس کے ہمراہی جتی گیان جی نے کچھ تقریر نہ کی لہذا تصفیہ اوقات نہ کرکے ہم نے سوچا کہ پانچ سو بہادران قوم ہاڑا کا اجتماع و اتفاق اچھا نہیں۔ بھوانی جی کا حکم ان کے دل پر نقش ہے۔ بلدان اور اُس کی قبولیت سے اندیشہ و فساد کا خیال کرکے ہم نے راجہ سے کہلا بھیجا کہ یہ اجتماع غیر ضروری ہے۔ سب اپنے اپنے گھروں کو جائیں۔ راجہ نے ہمارے منشائے دلی کی تعمیل کی جس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ بہادروں کے دل بہت سادہ ہوتے ہیں ان پر جائز اثر ڈالنا کچھ مشکل نہیں ٭

جب ہم یہاں سے چلے تو بہاوداکی دیواروں کے سکوت سے دل میں نہ جانے کیا کیا خیالات پیدا ہوتے تھے۔ راستہ پیچیدہ تھا کہیں چڑھاؤ تھا کہیں اوتار۔ ہم نے سرسری طور پر جوگنیوں کی ماتا کو دیکھا۔ پھر تھوڑی دور آگے چل کر گھاٹی کے دروازے سے گزرتے ہوئے بانگا کے قریب ایک پرفضا باغ میں فروکش ہوئے۔ یہاں کاراؤ میگھ سنگھ کا جانشین ملنے کے لئے آیا۔ اس کو اس وقت تک خبر نہیں کہ اس کے دن پھرنے والے ہیں اور عنقریب نصف سے زیادہ علاقہ از سر نو قبضے میں آنے والا ہے جس پر ۱۷۹۱ء سے سیندھیا قابض و متصرف ہے ٭

باب ۱۵

مقام بیگوں۔ سانحۂ مولف۔ راوت کی شکر گزاری بیگوں سے مرہٹوں کا اخراج۔ راوت کے علاقے کی ضبطی۔ ان کی مکرر دستیابی۔ چتوڑ۔ اکبر کا چراغ دیرانہائے چتوڑ کی نسبت خیالات۔ تاریخ کمبھان رس و دیگر اقوال سے شہر کا تذکرہ۔ شہر کی سیر۔ بگراوت کتبہ جات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سن رسیدہ جوگی۔ اودے پور میں واپسی۔ مورنیاں

مقام بیگوں۔ ۲۶۔ فروری۔ کچھ ایسی صورتیں ظہور پذیر ہوئی تھیں۔ کہ میں نے قطعی ارادہ کر لیا تھا۔ کہ قلم کو ہاتھ نہ لگاؤں۔ دو روز قبل کل ساز و سامان ساتھ لے کر چشم و خدم سے روانۂ بیگوں ہوئے تھے غرض یہ تھی کہ رئیس موجودہ کو اُس کے علاقے پر متسلط کر دیں جو ۳۰ سال ہوئے اُس کے قبضے سے نکل چکا تھا۔ ہماری آمد آمد کی خبر پاکر میگھ سنگھ کی اولاد نے استقبال کیا۔ لیکن شدنی نہیں ٹلتی۔ بیگوں کا قلعہ ایک لمبی چوڑی خندق سے محیط ہے شہر سے قلعے کو جانے کے لئے کاٹھ کا پل بنا ہوا ہے۔ ہمارے ہاتھی کے آگے چوبدار چل رہا تھا۔ جب وہ دروازے میں داخل ہوا تو ہم نے بھی اُسی دروازے سے گزرنا چاہا۔ مہاوت کہتا رہا کہ ہاتھی مع عماری دروازے میں داخل نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہم اپنے حکم پر قائم رہے اور کہا کہ وہ ہاتھی دروازے سے نہیں لیجا سکتا تو نیچے اُتر جائے۔ پُل پر چلنے کی دھمک اور خندق کی آواز بازگشت سے ہاتھی بھڑکا اور ایسا حواس چھوڑ کر لمبا پڑا کہ فیلبان کی ایک نہ چلی۔ اب دروازہ بالکل قریب ہو گیا اُس کا اترن آنکھ کے مقابل نظر آیا ہم زندگی سے مایوس ہو گئے۔ لیکن احتیاطاً دونو پاؤں سے ہودج کو دبا لیا۔ اور دروازے کے بازو ہاتھ سے پکڑ لئے مگر پھر بھی ہاتھی زور کر کے دروازے میں داخل ہی ہو گیا۔ ہم ہودج میں پاؤں اڑائے تھے۔ اس لئے اُس کے پرخچے اڑ گئے۔ اور ہم پل پر ایسے گرے کہ حرکت بھی باقی نہ رہی۔ ہمراہیوں نے دوڑ کر اٹھا لیا مگر ہم پر ایسا عالم بیہوشی طاری تھا کہ نبض بھی ساکت معلوم ہوتی تھی۔ ہمیں پالکی کی سواری ملی اور خیمے کی طرف روانہ کئے گئے۔ دھیرے دھیرے حواس ٹھکانے ہوئے۔ بدن بالکل چور چور تھا اور یہ اُس پروردگار کی کریمی ہی تھی کہ اس قضائے ناگہانی سے محفوظ رکھا ورنہ اگر ہم سر پھٹنے کے خوف سے ذرا بھی ادھر ادھر کھسکتے تو دروازے میں لگی ہوئی دو ردیہ برچھیاں بدن کا نہ معلوم کیا حال کرتیں۔ جب میں خیمے میں پہنچ گیا تو راوت جی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور اُن کے بھائی عبادت کو آئے۔ بہت کچھ افسوس کیا وہ تیمارداری کے لئے پر بضد تھے۔ لیکن میں نے اُن کو بالیں سے رخصت ہونے پر مجبور کیا دو روز کے بعد میں اپنے فرض منصبی ادا کرنے کو چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی عالیشان دروازہ کھڑا ہے۔ جس سے مجھے اذیت پہنچی تھی۔ ہم شہر میں داخل ہوئے محلات کو دیکھتے ہوئے ہمارا گزر ایک لمبے چوڑے شش نشین پر ہوا۔ اس بالا خانے سے دربار بیگوں بالکل آنکھوں ہی کے سامنے تھا راوت نے آکر ملاقات کی اور قلعے کی کنجیاں ہمارے ہاتھ پر رکھ دیں۔ ہم نے کنجیاں اُسے واپس دے کر افسوس کے ساتھ کہا کہ دروازے کا کچھ قصور نہ تھا۔ آپ نے بے سوچے سمجھے کیوں کھدوا ڈالا۔ جو سانحہ پیش آیا وہ از ماست کہ بر ماست کے مصداق شدنی تھا۔ کیونکہ ہمیں نے اس طرف سے داخل شہر ہونے کے لئے ہٹ کی تھی۔ راوت جی کا جواب تھا کہ جس نے ہمارے محسن کے ساتھ یہ بدسلوکی کی اُس کی سزا یہی مناسب تھی +

بیگوں کا علاقہ زیر تعلبندی کے عوض سیندھیا کے پاس رہن نامہ میں معزول تھا۔ راوت نے کل کاغذات متعلقہ پیش کئے۔ جن سے راوت جی کو اس وقت علاقہ کی بازیافت کا کلیہ استحقاق تھا۔ جب زر رہن بے باق ہو جائے۔ یہ زمانہ عدل و انصاف کا تھا۔ راوت نے دستاویز کی رو سے اس امر کا ثبوت دیا کہ زر رہن سے دونا روپیہ ادا ہو چکا ہے اور سرکار انگریزی کو مصلح قرار دے کر تصفیہ چاہا۔ بہت کچھ خط و کتابت اور دو قدح ہوئی۔ مگر کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ جب راوت جی زچ ہو گئے تو بمصداق تنگ آمد بجنگ آمد وہ علاقے پر چڑھ دوڑے۔ لڑائی ہوئی۔ راوت جی کے چند آدمی کام آئے مگر فتح پائی۔ سیندھیا کو اپنا تعمیر کردہ محفوظ قلعہ چھوڑنا پڑا۔ چونکہ رفع فساد منظور تھا۔ اس لئے راوت جی کا فتح کردہ علاقہ ضبط اور رانا کا جھنڈا نصب کیا گیا۔ راوت جی نے بڑی خوشی سے منظور کی منہ سے کچھ حرف نہ نکلا۔ اب ہمیں انصاف کی ضرورت ہوئی۔ لہذا سیندھیا سے بازپرس شروع مقدمہ قائم ہوا۔ سندات پیش ہوئیں لیکن سیندھیا کی طرف سے کوئی ثبوت دعوے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیش نہ ہُوا چند مہینے اسی کارروائی میں گزر گئے اس کے بعد ہم نے دستاویز پر دستخط کرا کے راوت جی کو اس کا موروثی علاقہ دے دیا اور اس بات کی اور بھی مسرت حاصل ہوئی۔ کہ فوائد میواڑ کے عہدنامہ منعقدہ ماہ مئی پہ پیشتر دستخط کرنے کا صلہ راوت جی کو مل گیا +

بسی۔ ۲۷۔ فروری۔ گذشتہ سانحہ سے جوڑ جوڑ میں درد تھا اس حالت کرب میں ہم نے پالکی میں سفر کیا۔ گو حالت سفر کے قابل نہ تھی تکان کا اور بھی اندیشہ تھا۔ مگر چتوڑ سے لوگی تھی سوچے کہ جب تک بدن میں سکت ہے تب تک جس طرح بنے اس مقام کی سیر کر کے رخصت ہوں +

چتوڑ۔ جس وقت ہم کو سسوڈیا قوم کی قدیم راجدھانی کی قربت حاصل ہوئی۔ ہمارے دل کی کلی کلی کھل گئی۔ یہاں بڑے بڑے مضبوط اور اونچے اونچے کنگروں کا ایک ایک پتھر بہادران صف شکن و شجاعان شیر افگن کی دلاوری کا نقشہ پیش نظر کرتا ہے۔ یہ راستہ وہی تھا جس طرف سے علاء الدین خلجی اور شاہنشاہ اکبر کے لشکر جرار سری رامچندر جی کے پس ماندگان پر بجلی کی طرح گرے تھے۔ لیکن اُنہوں نے حملہ آور دل کو جیسے جیسے جواب ترکی بہ ترکی دئے وہ رانا ارسی اور رانا پرتاپ کے تاریخی کارناموں سے اظہر من الشمس ہیں آج جس وقت ہم چلے تو شاہنشاہ اعظم ایشیا و سرآمد و سلاطین ہند کا سبز جھنڈا اُس میدان میں نصب پایا جہاں اُس کے خیمۂ شاہی کے چاروں طرف اُس کے اہل لشکر نے شربت مرگ چکھا تھا۔ یہ موجودہ یادگار اکبر کا دیا کہلاتی ہے اور اُس کی شکل مینار سے مشابہ ہے۔ عمارت۔ پتھر کی ہے اور پتھر نہایت ہی سلیقے سے جوڑے گئے ہیں۔ بلندی ۳۵ فیٹ ہے اور عرض بارہ فیٹ۔ بلندی اوپر کی طرف کم ہوتے ہوتے تین چار فیٹ رہ گئی ہے جس پر ایک بڑا چراغ اس غرض سے روشن کیا جاتا تھا کہ بھولے بھٹکے فوجی لوگ اس کی روشنی کا رخ دیکھ کر رات کو خیمۂ شاہی میں چلے آیا کریں۔ مینار کے اندر سیڑھیاں بنی ہیں ارادہ تھا کہ جس زینے پر اکبر چڑھا تھا اس کی کیفیت ہم بھی دیکھیں۔ لیکن ضعف طاری تھا۔ اس لئے آگے کی راہ لی۔ چتوڑ کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پہاڑ سے نیلیٹی میں پہنچ کر پالکی سے اتر پڑے اور اسی ہاتھی پر سوار ہوئے جس کی شیطنت سے چوٹ کھائی تھی +

پانچوں دروازوں کی سیر منظور تھی مگر اس وقت وہ ہودج نہ تھا جس سے سر ٹکرانے کا اندیشہ ہوتا تاہم جب دروازے سے گزرتے تھے تو سر آپ سے آپ جھک جاتا تھا۔ حالانکہ دروازے اس قدر بلند تھے کہ چوٹ آنے کا اندیشہ نہ تھا۔ بہت ہی جلد ہم سورج کنڈ پر پہنچے۔ جس کنارے ہمارا خیمہ گڑا ہوا تھا۔ یہاں زمانۂ ماضی کے ایسے قدیم مشاہدے پیش نظر ہوئے کہ ہم تصویر تصور بن گئے اور وقت مغرب تک آنکھیں انہی کی طرف لڑی رہیں جب آفتاب غروب ہونے لگا۔ اور آخری کرنوں نے غمزدہ چہروں کی اداسی کا نمونہ دکھایا تو ہمارا خیال اس عظیم الشان منارے کی طرف رجوع ہوا جس کی صورت بول رہی ہے کہ اس مقام پر جو جو کارنامۂ شجاعت ہوئے اور جن جن جنگ آزمان اسد شکار و دلاوران خنجر گزار نے جانیں قربان کیں ان کی یاد صفحۂ روزگار سے کبھی محو نہ ہوگی۔ ہم نے ضبط سے کام لیا۔ لیکن منہ سے سرد آہ نکلے بغیر نہ رہی۔ یہی خیال تھا کہ نہ معلوم یہاں کی اگلی شان و شوکت کیا ہوگی۔ ہم نے ناحق قلم کو دوات میں غوطہ دیا۔ ممکن نہیں کہ ہمارے دل کی کیفیت حروف ظاہر کر سکے۔ ہماری جدھر نگاہ جاتی تھی ہمارے چشم خیال میں سینکڑوں صورتیں رونما ہو جاتی تھیں اور جو جو خیال پیدا ہوتے تھے وہ اس قابل تھے کہ حرف بحرف قلمبند کر لئے جائیں۔ ہم انہیں خیال کی محویت میں تھے کہ تاریکی شب چاروں طرف پھیل گئی۔ مندر اور مینار نظر سے غائب ہو گئے۔ ہم کو اب قلم ہاتھ سے رکھنا پڑا کاغذ کو تہ کر رہے تھے کہ قوم اسرائیل کے شاعر باکمال کا یہ قول یاد آگیا +

جو شہر آدمیوں کا جنگل تھا۔ کس طرح تن تنہا رہ گیا ہے۔ جو سرزمین ایک معزز خاندان اور ملک کی رانی تھی اس کا سہاگ کیونکر جاتا رہا اور وہ کیونکر پرائے قابو میں ہو گئی +

ناظرین! آپ ہمارے خیالات کو نظر انداز کریں۔ یہاں کے ویرانۂ قدیم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی مختصر کیفیت قابل ذکر ہے۔ چنانچہ ہم تاریخ کمبان رس سے حالات چتوڑ پیش نظر کرتے ہیں +

منقول از تاریخ کمبان رس۔ چترکوٹ کی ۸۴ مضبوط و مستحکم قلعوں کی وجہ سے شہرت ہے۔ یہ پہاڑ پر واقع ہے جو سطح مسطح کے لئے ماتھے کا تلک معلوم ہوتا ہے۔ کسی دشمن کی یہاں دال نہیں گل سکتی یہاں کے جاگیرداروں کو بھی کسی بات کا کھٹکا نہیں۔ چوٹی پہ گنگا رواں ہے اور اس پر چڑھنے کے راستوں میں ایسی ایسی بھول بھلیاں ہیں کہ اگر کوئی چلا بھی جائے تو لوٹنا معلوم نہ رہے پہاڑ کی حفاظت کے لئے برج بنے ہوئے ہیں۔ ساکنین قلعہ کوئی چونکا دینے والا خواب بھی نہیں دیکھتے اندیشہ کیا چیز ہے کوٹھار میں اناج بھرا پڑا ہے۔ تالاب حوض۔ اور کنوئیں لبالب کیا معنے ابل رہے ہیں سری رامچندر جی نے بنفس نفیس بارہ برس تک یہاں قیام فرمایا تھا۔ شہر میں ۸۴ بازار ہیں۔ بتدیوں کے لئے مکتب اور طالبعلوں کے واسطے مدرسے قائم ہیں۔ قوم بیدار کے متصدیوں کی معقول تعداد ہے ۱۸ قسم کے پیشہ ور آباد ہیں۔ درختوں جھاڑیوں اور پھلوں پھولوں کی کثرت ہے قوم گھلوٹ کل قوموں کی سرتاج ہے یہی دھانی یہی راجہ ہیں۔ راجہ کے پاس سوار اور پیادوں کا عظیم الشان لشکر ہے۔ راجپوت قوم کی ۳۶ شاخوں کے افراد اطاعتگذار حاضر باش دربار ہیں جن میں وہ ۳۶ کلیاں کا سنگھار سمجھا جاتا ہے +

تاریخ کمبان رس نویں صدی میں راوت کمبان کے نام پر لکھی گئی تھی اور کیپشر یعنی مورخ واقعات نے اس میں تضیع شاعری کو دخل نہیں دیا ہے چتوڑ اب ویران ہے مگر جب رونق میں تھا تو تمام راجگان ہندوستان کی عمارتیں چتوڑ کے مقابلے میں ہیچ تھیں۔ نظم کا نفس مطلب تو تاریخ کمبان رس سے ظاہر ہو چکا اب ہم نثر میں کیفیت تحریر کرتے ہیں +

چتوڑ پتہار سے تین میل پر ایسے پہاڑ پر آباد کیا گیا جو پتہار ہی کی قسم کا ہے۔ پتہار اور چتوڑ کے درمیان زرخیز گھاٹی میں بجے پور۔ گوالیار اور بیگوں کے علاقے اور ان کے کثیر التعداد باغ مدتوں کے حادثات زمانہ کی وجہ سے جاں بلب ہو رہے ہیں اس پہاڑ کا رخ جنوب و جنوب مغرب سے شمال و شمال مشرق

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی جانب ہے۔ بلندی پر طول اندرونی تین میل اور دو فرلانگ ہے اور درمیانی عرض قریباً ایک ہزار دو سو گز۔ پہاڑ کے دامن سے چوٹی تک جھاڑیاں ہی جھاڑیاں ہیں شیر دل۔ ہرنوں۔ بنڈیلوں کی کثرت ہے اور بڑے بڑے شیر ببر بھی یہاں پائے جاتے ہیں یہ دور آٹھ میل تک چلا گیا ہے۔ ترائی مغرب میں چڑھائی کی ۴۵ درجے پر واقع ہے۔ جس میں دو دو راستے ہیں اور یہی سمت گویا یہاں کی قابل دید چیزوں کی کان ہے۔ مثلاً جھیل کمبھ یعنی منارۂ فتح۔ چترنگ موری اور رانا راے مل کے محلات اور عظیم الشان مندر۔ رانا موکل کا حصار۔ گھلوٹ کا سو میناروں کا قلعہ جیمل اور فتح کے ایوانات یہ پہاڑ کی چوٹی پر اس طرح واقع ہیں۔ کہ ان کی عمارت باہر کی طرف بے سہارے کھڑی ہے۔ یہ سب عمارتیں بہت ہی خوب بنی ہیں اور ان پر سے میدان کف دست نظر آتا ہے۔ پہاڑ کہیں ۴۰۰ فٹ سے زیادہ بلند نہیں صرف شمال کی طرف اس قدر بلندی ہے کہ چتوڑ پہاڑ کی بالائی سطح سے منقطع ہے وسط میں پورب کی طرف سورج پول کا دروازہ واقع ہے اس کا فاصلہ ۳ سو فٹ بھی نہ ہوگا۔ دکن کی طرف پہاڑ کی چوڑائی اتنی کم ہو گئی ہے کہ چتوڑ کے برابر ہو گیا ہے یہ دونو ایک دوسرے سے ۱۵۰ گز کے فاصلے پر واقع ہیں۔ چتوڑی چتوڑ کا ایک جزو ہے۔ لیکن دانائی یہ کی ہے کہ دونو کو جدا کر کے فصیل قلعہ سے بھی ذرا فاصلے پر کر دیا ہے ؛

یہی ایک جگہ ہے جس طرف سے دشمنوں نے اپنی مطلب برآری کی تھی جس وقت رانا اپنے باغی جاگیردار سلوم کے اخراج کا درپے تھا مادا جی سیندھیا نے یہیں توپیں لگا دی تھیں۔ مرہٹہ کے توپخانہ اور گھاؤ کی چڑھائی سے معلوم ہوتا ہے کہ سمت ۱۸۴۸ مطابق ۱۷۹۲ء میں بھی اچھے اچھے ماہران فن تعمیر دستیاب ہو گئے تھے۔ علاء الدین تاتاری بھی اسی طرف سے حملہ آور ہوا تھا اور چتوڑی اسی نے بنائی تھی۔ مشہور ہے کہ اس نے مٹی کی ایک ٹوکری کی مزدوری ایک پیسے سے ایک اشرفی تک دی اور بارہ برس تک اس کا کام جاری رہا چنانچہ یہ بات اس کے محاصرے کی مدت سے بھی ظاہر ہے۔ حالانکہ یہ بات قابل یقین نہیں۔ علاء الدین نے اس مقام پر ویسی ہی منجنیق سے کام لیا تھا جس کے ذریعے سے اس کو رنتھبور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے قریبی قلعۂ رائن پر فتح نصیب ہوئی تھی ۔

ہم نے دو تین روز تک یہاں کی خوب سیر کی بعدہٗ نقشہ کشی اور پیمائش رقبہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس مندر یا عمارت کی خوشنمائی قابل یادداشت تھی یا جس کی نسبت کچھ قدیم حالات دریافت ہوئے۔ اس کی جگہ نشان کیا۔ چڑھائی کا پہلا خط شمال کی جانب چلا گیا ہے۔ دوسری جانب تین دروازے اندرون شہر جانے کے لئے ہیں۔ پھوٹا دوار اور ہنومان پول کے دروازے تاریخ چتوڑ میں نہایت ہی مقدس تسلیم کئے گئے ہیں۔ انہیں کی حفاظت میں زندۂ جاوید جیمل اور فتا اس دار فانی سے رہگرائے عالم باقی ہوئے تھے۔ جیمل کی ایک چھوٹی چھتری حب الوطنی کی یادگار ہے اور نوجوان رئیس امیت کی قتل گاہ پر جو جھاڑ واقع ہے جس پر سورہیر ہاتھ میں برچھا لئے گھوڑے پر سوار منقوش کیا گیا ہے۔ اسی کے قریب راکھودی کی چھتری ہے۔ یہ شخص میواڑ کے بزرگوں میں تھا۔ ستونوں پر ایک سادہ گنبد قائم ہے۔ جس میں شہید مذکور کی استخوان سپرد زمین ہیں۔ تین دروازوں کے بعد دروازہ رام پول سب دروازوں سے رفیع الشان ہے اسی طرف سے اس عالیشان وسیع بارہ دری کی طرف راستہ جاتا ہے۔ جس میں مقدس تیوہاروں میں تاجداران چتوڑ دربار کیا کرتے تھے۔ یہ وہ بارہ دری ہے جس میں عقل مجسم راجہ چتوڑ نے رانا ارسی کو اپنی زوال قسمت کی خبر دی تھی۔ رام پول کی سیر کے بعد ہمیں وہ حکم دیکھنے کا اتفاق ہوا جو بھیم سلومر نے ہنگام سرکشی نافذ کیا تھا اور جس میں اپنی ناچیوشی کے اغراض کا اظہار تھا کئی صدیاں گزریں کہ اس کے بزرگ خاندان چونڈا نے بھی یہی غرض ظاہر کی تھی۔ لیکن یہ کندہ اس زمانے کا تھا۔ جب اُس کے جسم میں نمک حلالی کا جوش موجود تھا۔ چنانچہ اعلان کندہ کیا گیا تھا۔ اُس میں آقائے نعمت کے بعد اُس نے اپنے دستخط ثبت کئے تھے اس فرمان میں اہل شہر بیگار اور ڈنڈ سے بری کئے گئے تھے اور کوسوند بجار کو ایک جاگیر دی گئی تھی اس بڑھئی کی عوام عزت کرتے تھے رام پول کا دروازہ اسی نے اپنے صرف سے تیار کر کے مقام دروازہ کی زینت بڑھائی تھی حکمنامہ میں گائے اور سور کی تصاویر منقش ہیں۔ جن سے اس بات کی مضبوطی ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ حکم پر عملدرآمد ہوگا ۔

مغرب سے گزرنے پر جنوب کی طرف توپخانہ ۔ چورا کے قریب تلسی بھوانی کا مندر ہے جہاں چند ٹوٹی پھوٹی توپیں چتوڑ کی لوٹ مار کا نقشہ پیش نظر کرتی ہیں ۔ اس کے بعد مہنت کے بہت صاف ستھرے مضبوط اور آشائش بخش مکانات بنے ہوئے ہیں ۔ اور پاس ہی مسافی یعنی داروغہ اصطبل اور رانا کے خانگی کارداروں کے جن میں سے نو لکھا بھنڈار کی عمارت نہایت خوب اور قابل دید بنی ہوئی ہے ۔ بھنڈا ایک چھوٹا سا قلعہ قدیم ویرانے کے مصالحہ سے بنا ہے اس کی چار دیواری بلند ہے ۔ جس پر معقع بمورقع برج بنے ہیں ۔ بھنڈار کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خزانہ رکھا جاتا ہوگا ۔ لیکن لوگوں کا قول ہے کہ اس بھنڈار میں اس بن بیر کی سکونت تھی جو ریاست پر قابض و متصرف ہو گیا تھا شمالی و مشرقی گوشے میں سنگار چوری کی عمارت ہے گو یہ بہت عالیشان نہیں لیکن اس کی تصویریں بہت ہی اچھی ہیں اس چوری سے آگے وہ محل تعمیر ہیں جو رانا راے مل کے نام سے منسوب کئے جاتے ہیں ۔ لیکن ان کی قطع پرانی ہے یہ محلات سادہ ہیں ۔ وسعت اچھے ہیں اور خوشنما بنے ہیں ۔ بناوٹ بھی عمدہ ہے ۔ ان کے برج اور مورچال میں فن نقاشی سے کام لیا گیا ہے ۔ جن کو دیکھنے سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مسلمانوں کی آمد سے پہلے راجپوتوں کا فن عمارت بھی قابل تعریف تھا ۔ یہ عمارتیں محراب دار ہیں گوک ۔ باہر کی سلامی ۔ اور دیواروں کی خوش وضعی سے چتوڑ کی قدیم کاریگری کا ثبوت ملتا ہے ۔ محلات کے ایک طرف بیرونی احاطے میں اُس مقدس دیوی کا چھوٹا مندر ہے ۔ جس کے فیض حمایت سے رانا سنگا خیبر فتح پر قابض ہوا ۔ یہ دیوی گیارہ مہادیاؤں میں شمار کی جاتی ہے ۔ بھوج ایک نامی و گرامی بہادر تھا اس پر بھی اس دیوی کی چشم رحمت تھی ۔ یہ چوہان کا بیٹا تھا ۔ مگر اس کی ماں گوجری تھی لہذا اس کی اولاد بکراوت کہلائی ۔ دیوی کی کتھاؤں پر لوگوں کا اعتقاد ہے اور وہ اس کی باتوں کو صحیح سمجھتے ہیں ۔ بھوج جس کو بکراوت اوتار مانتے ہیں پرہار رن پتی پر فوجکشی کرنے کے لئے چتوڑ کے قریب گزرا تو رانا سنگا نے اُس کی ویسی ہی قدر و منزلت کی جو اُس کی عظمت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے شایاں تھی دیوی جی خوش ہوگئیں اور ایک ایسا خنجر عطا کیا جس کا پھل یہ ہُوا کہ جس وقت تک دیوی جی کی ہدایتوں پر عمل رہا۔ رانا سنگا کی فتح کے ڈنکے بجتے رہے۔ رانا سنگا یہ تعویذ کپڑے میں سیا ہُوا گلے میں پہنے رہتا تھا اور شرط یہ تھی رخ ادھر سے ادھر نہ ہونے پائے۔ دیوی مردوں میں جان ڈالنے کی قدرت رکھتی تھی۔ چنانچہ اُس نے اظہار قدرت کے لئے مور کا ایک پر ہاتھ میں لے کر چتوڑ کے مقتولوں کو صحیح سلامت کر دیا۔ جب یہ قدرت دیکھ لی تو پھر کیا تھا رانا سنگا نے تلوار پکڑی اور بیانہ تک کل مقامات فتح کر لئے۔ کسی روز رانا سنگا جنتر اوتار کر پیلا کھال میں نہانے لگا کسی طرح جنتر پانی کے اندر جا رہا اور ساتھ ہی کانوں میں آواز آئی کہ ہوشیار۔ دشمن سر پر آگیا۔ اس روایت کو سسوڈیا قوم اس قدر صحیح سمجھتی ہے کہ اور دیوتاؤں کے ساتھ اس دیوی کی مورتی بھی استھاپت کرتے ہیں۔ سسوڈیا قوم کیسی ہی نادار کیوں نہ ہو جائے لیکن رئیس بکراوت کے بگراوت کے سامنے روشن رہنے والے چراغ میں تیل ضرور پڑتا رہیگا۔ رئیس مذکور کی مورتی برچھا ہاتھ میں لئے ہوئے گھوڑے پر سوار ہے۔ خاص و عام اس کی عظمت کرتے ہیں۔ ہم نے بھی اُس کی خوشنودی حاصل کرنے کی عقیدت سے تین روپے اس سانگا کے نام پر مورتی کو چڑھائے جو بابر شاہ کا حریف اور عدوے قلبی تھا اور جس کا جنتر بیانہ کے پیلا کھال میں گم ہو گیا تھا۔

رانا رائے مل کے صحن کی سیر سے فارغ ہو کر ہم نے سری کرشن جی کے دو عظیم الشان مندر دیکھے جن میں سے ایک رانا کو مبھو نے تعمیر کیا تھا اور ایک میراں بائی نے جو اپنے عہد میں بڑی شاعر گزری ہے۔ میراں بائی شیام ناتھ جی کو اشٹ دیو مانتی تھی۔ لہذا مندر کا نام بھی اسی نام پر مشہور ہُوا۔ کسی موقع پر ہم اس کرشن جی کی پریمی رانی کا ذکر کر چکے ہیں یہ بھگت کے نشے میں مست ہو کر سری کرشن جی کے سامنے ناچنے لگتی تھی اور اُسی مندر میں چولا بھی چھوڑ دیا۔ اس کے دل میں ایسا بھگتی بھاؤ تھا اور قلم میں وہ تاثیر تھی کہ ایک روز سری کرشن جی خود سنگاسن سے اوتر کر لپٹ گئے اور جو ہیں رادھکا ناتھ جی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی زبان سے نکلا کہ

میراں دھن ہے

میراں بائی نے پران چھوڑ دئے۔ میراں بائی کے بھجن جے دیو کی تصنیفات یعنی گیت گوبند سے مشابہ ہیں +

ان مندروں میں نگر نامی شہر کے پرانے مندروں کا مصالحہ صرف ہوا تھا جو چتوڑ کے شمال میں تین کوس کے فاصلے پر واقع ہے +

رانا کومبھو کے مندروں کے قریب دو بڑے بڑے کنڈ اور تالاب تعمیر ہیں اور سب کا عرض وطول وعمق یکساں ہے یعنی طول ۱۲۵ فٹ۔ عرض وعمق پچاس پچاس فٹ مشہور ہے کہ میواڑ کی لاڑی اور اچل کچھی والی گاگروں کی شادی کے موقع پر یہ تالاب تیار کئے گئے تھے۔ اور صرف شادی کے لئے ان میں تیل اور گھی لبریز کر دیا گیا تھا +

رانا کومبھو کا کیرتی کمبہ اُس شکست کی یادگار ہے جو مالوہ اور گجرات کی متفقہ فوجوں کو حاصل ہوئی تھی۔ یہی ایک منارۂ عظیم ہے۔ جو ہندوستان بھر میں دہلی کے قطب مینار کے ہمپلہ کہا جا سکتا ہے۔ مینار دہلی میں تو زیادہ ہے مگر اُس میں کوئی کاریگری نہیں۔ کیرتی کمبہ کی ۱۲۲ فٹ کی بلندی ۹ کنڈوں یعنی درجوں پر منقسم ہے۔ بنیاد کی طرف کے درجے کا عرض ۳۵ فٹ اور سب سے اوپر کا درجہ ۱۷ فٹ چوڑا ہے۔ اس کی عمارت ۴۲ فٹ مربع کی سطح پر واقع ہے اور کل درجے دروازوں سے آراستہ ہیں۔ جن کی روکار کے آگے ستونوں کی چھوٹی چھوٹی صفحیاں بنی ہیں۔ تحریر میں اس عالیشان عمارت کا نقشہ کھینچنا قلم کی طاقت سے باہر ہے۔ یہ عمارت سنگ سرخ اور سنگ بانسی کی ہے جو صاف کیا جائے تو خوب چمک اُٹھے۔ یہ فن تعمیر کا ایک ذخیرہ نظر آتا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا بنا ہے۔ لیکن باشندگان مقامی کہتے ہیں کہ تمام ہندو دیوتاؤں کی مورتیاں اس میں کندہ و نصب کی گئی ہیں۔ اوپر کے نویں کنڈ پر بہت سے کھمبوں پر چھت پائی گئی ہے اور چھت کے نیچے گھنیا جی کا راس منڈل بنایا گیا ہے۔ گھنیا جی وسط میں ہیں اور گوپیاں ہاتھوں میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طرح طرح کے باجے لئے ہوئے ناچتی دکھائی دیتی ہیں اس راس منڈل کے نیچے مدور چوکی پر ہنس بیٹھا ہوا ہے اور راجہ مذکور کے ارد گرد رانائے چتوڑ کا شجرۂ خاندان سنگ آسود پر منقوش ہے۔ گاتھ لوگوں نے ان چیزوں کو توڑ پھوڑ ڈالا ہے فقط ایک سلیپٹ پر تین اشلوک کندہ رہ گئے ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے ✣

اشلوک ۱۷۲۔ طبقہ خاک پر ہل چل ڈال کر گوجر کھنڈ (گجرات) اور مالوہ کے بادشاہوں نے لشکر جرار کے ساتھ میدپاٹ پر حملہ کیا۔ کمبہ کرن رزمگاہ میں رونق افروز ہوا۔ اُس کی تعریف میں زبان قاصر ہے۔ کمبہ کرن لشکر مخالف میں شیر اور خشک جنگل میں آگ کی طرح مصروف کار تھا ✣

اسلوک ۱۸۳۔ جس وقت تک زمین کو سورج گرم رکھے اُس وقت تک کومبھورانی کی شہرت دنامور کا قیام رہے۔ جب تک ہم گر (ہماچل عرف ہمالیہ) کو ثبات اور جب تک سمندر زمین کے گلے کا مالا رہے تب تک کومبھو کا اقبال لازوال اور شان ملکداری و سطوت شہریاری ترقی پذیر رہے۔ سمت ۱۵۱۰ میں رانا کومبھو نے فرق چتوڑ کو اس زلف سے آراستہ کیا۔ اس کا تورن آفتاب صبح کی طرح اوج رفعت پر اس طرح روشن رہتا ہے جس طرح طلوع کے وقت آفتاب شعاعوں سے منور ہوتا ہے ✣

برہما کا مندر۔ سمت ۱۵۱۵ کے ماہ ماگھ اور پکھ نچھتر میں برہسپت وار (پنجشنبہ) اچل چترکوٹ کا یہ کیرتی کھمبہ تیار ہوا۔ اس سے کس کو تشبیہ دی جائے میرو کے ساتھ مقابلہ کرنا چتوڑ کی بے عزتی ہے تو پھر چترکوٹ کو کس سے تشبیہ دیں جس کی بلندی سے ہمیشہ پانی کے چشمے رواں رہتے ہیں اس کرہ الماس کی چمک دمک وہ ہے جس سے آنکھ کو نور اور دل کو سرور ملتا ہے اس میں بھگوان کے بہت مندر ہیں۔ پھولوں کے درخت ہی درخت لگے ہیں جن پر بھونرے گونجا کرتے اور سرد سرد ہوا کے جھونکے آیا کرتے ہیں یہ اچل درگ۔ یعنی قلعۂ مستحکم مہاندر نے دست خاص سے تعمیر کیا ✣

معلوم نہیں کہ اسی سلسلے میں کتنے اشلوک تصنیف ہوئے تھے جن میں مندرجہ بالا ۱۸۲ واں شلوک آخری اور دعائیہ اشلوک خیال کیا جاتا ہے ✣

یہاں کی بلندی سے میدان مالوہ تک فرحت بخش نظارے پیش نظر ہوتے ہیں۔ کئی برس ہوئے ایک گنبد پر بجلی گری تھی۔ لیکن اس پر کوئی بھی علامت معلوم نہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوتی ہاں جس جگہ اندر کا استر گرا تھا وہ کے شگاف سے پیپل کی جڑیں نمودار پائی جاتی ہیں ٭

مشہور ہے کہ اس عمارت پر رانا کو مبھو نے نوّے لاکھ یا کم و بیش ایک کروڑ روپیہ صرف کیا تھا اور چتوڑ میں رانا سے موصوف کا یہ وہ کام ہے جو اُس کے بڑے بڑے کارناموں میں منصور ہوتا ہے۔ سری کرشن جی کے مندر بھی اس رانا نے تعمیر کئے اور کوکرا یو مہادر عرف کورم ساگر کا چشمہ بھی اسی کی یادگار ہے دارالریاست کومیر کی بڑی بھاری اور مضبوط شہر پناہ بھی اسی کی بنائی ہوئی ہے۔ عوام کا بیان ہے کہ راجگان گجرات کا خزانۂ جواہرات۔ اس جدید دارالریاست میں موجود ہے جب محمد بیگ نے کومیر کو فتح کیا اور لوٹا تو چالیس ہزار قیدیوں کے ساتھ خزانہ مذکور بھی لوٹ لے گیا ٭

اسی کے قریب کومبھو نے اپنے والد موکل کے نام پر برہما جی کا ایک بڑا بھاری مندر بنایا ہے۔ اس میں صرف برہما جی کی ہی پرستش کی جاتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کومبھو کو واحدت پرستی پسند تھی حالانکہ اُس کی رانی میراں بائی کو سری مرلی منوہر یعنی کرشن جی کی بھگتی بھی۔ اس مندر کے نزدیک چار باغ میں بابا سے لیکر بانی اودیپور تک راجگان کشور ستان کی چھتریاں بنی ہیں جن میں بہت سی نہایت ہی عمدہ ہیں ہم اپنے ذکر کو اب زیادہ طول نہیں دے سکتے وجہ یہ کہ ہمارا مورخ راہی ملک بقا ہو گیا ٭

یہ خستہ و شکستہ عمارتیں نیچے سے اوپر تک چڑھائی کا راستہ بناتی چلی گئی ہیں۔ وادی کوہ سے ایک بڑے بڑ کے درخت کے نیچے گومکھ چشمہ موجزن ہوا ہے۔ گھاٹی پر ایک طرف زمین دوز راستہ پہاڑ کے ایک کثیر التعداد کمروں کے مکان موسومۂ رانی بھنڈار میں چلا گیا ہے۔ یہ وہ بھنڈار ہے جس میں علاء الدین کے حملۂ چتوڑ کے موقع پر جوہر کی رسم ادا کر کے رانیاں آگ میں چل گئیں تھیں اور جس کا دروازہ انہیں دنوں تیغہ کرا دیا گیا تھا ٭

تھوڑی بلندی اوسطے کر کے ہم نے جیمل اور فتا کی عمارات اور کالکا دیوی کے مندر کی سیر کی۔ یہ مندر چتوڑ میں اس قدر قدیم ہے کہ موری خاندان کے عہد حکومت میں بھی اس کی موجودگی ثابت ہے۔ موری وہ خاندان تھا جس سے قوم گھلوٹ نے تاج و تخت حاصل کیا تھا۔ یہاں فقط مندرجہ ذیل کتبہ نظر سے گزرا ٭

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ماگھ شد ضی ۵ سمت ۱۵۷۴ اور سواتی نچھتر میں کالو اور کیمیر نقاشان سنگتراش اور ۳۶ اور کاریگروں نے ان کے فرداً فرداً نام کتبوں میں تحریر کئے ہیں کالکا دیوی کے مندر کے قریبی سورج کنڈ کو وسعت دی۔ اس کے بعد چونڈا مورث اعلےٰ خاندان چونداوت کی چھتری دیکھنے میں آئی۔ یہ چونڈا وہی راجپوت ہے۔ جس نے اپنے والد پیرانہ سال کی رضاجوئی و خوشنودی کے لئے موروثی حقوق سے دست بردار ہو کر سعادتمندی کا نام روشن کیا تھا۔ اس مقام سے کسی قدر فاصلے پر رانا بھیم اور مہارانی پدمنی کے محل واقع ہیں۔ یہاں سے کچھ دور پر وہ چٹانی احاطہ ہے جس کے ایک مکان میں راجہ کو بھولے راجہ مالوہ کو سزائے قید دی تھی اس احاطے میں رام پورہ کے راؤ اور رئیسوں کے قصر بنے ہوئے ہیں ٭

جنوب کی طرف تھوڑے فاصلے پر چتر نگر موری حاکم قوم پوار والی چتوڑ کے تالاب اور ایوان راجگی قابل سیر ہیں۔ یہ عمارتیں تالاب میں بنی ہوئی ہیں۔ اور اس میں خوب نقاشی کی گئی ہے۔ حسن صنعت قابل تعریف ہے لیکن بردلی کے کمالات کچھ اور ہی ہیں۔ حالانکہ یہ عمارتیں بھی اُسی خاندان نے تعمیر کرائی ہیں۔ ہم نے جنوبی برج سے دو سو گز کے فاصلے سے جاگیرداران چتوڑ میں۔ سروہی۔ بوندی۔ سونت لونادارا چوگان وغیرہ کے محلات دیکھے۔ چوگان وہ مقام ہے جہاں چتوڑ کی قلعہ داری فوج اب بھی دسہرے کا میلہ کرتی ہے۔ یہاں ۱۳۰ فٹ گہرا ایک بہت اچھا تالاب ہے۔ جس کے چار طرف پکی عمارتیں بنی ہیں اور اُن پر نقاشی کا کام اچھا ہے۔ تالاب پانی سے لبریز رہتا ہے ٭

وسط میں تھوڑی بلندی پر ایک بہت قدیم خاصین کمبہ ۵۰½ فٹ بلند بنا ہوا ہے۔ اس کا نیچے کا قطر ۳۰ فٹ اور اوپر کا ۱۵ فٹ ہے اس میں جینی مذہب کی مورتیں منقش ہیں۔ اس میں ایک کندے سے دریافت ہوا کہ یہ آدناتھ جینیوں کے ۲۴ اوتاروں میں سے پہلے اوتار کے نام سے منسوب ہے۔ کندہ کی عبارت حسب ذیل ہے ٭

سری آدناتھ۔ ۲۴ جین الیشور پنڈا ایک۔ گنیش۔ سورج اور لوگرہ مہاری رکھشا کریں۔ سمت ۱۰۵۲ (مطابق ۹۹۶ سنہ ع) بیساکھ شدی پورنماشی برہسپت وار (پنجشنبہ) کرکریشور مہادیو ایک قدیم مندر ہے۔ یہاں ایک پارہ سنگ پر یہ عبارت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کندہ ملی۔ سمت ۸۱۱ (۷۵۵ء) ماگھ شدی پنچمی برہسپت وار راجہ کوکر لیشور نے یہ مندر تعمیر کیا۔ اور تالاب کھدوایا ✣

گو اس مقام پر جینی تحریرات کا ذخیرہ ہے۔ مگر ویران عمارتوں کے ڈھیروں سے اچھے کتبے دستیاب نہ ہو سکے۔ سنت ناتھ کے مندر میں جو کتبہ ملا اس کا مضمون یہ تھا سمت ۱۵۰۵ (مطابق ۱۴۴۹ء) میں سری مہارانا موکل کے راجکمار کنبھ کرن کے خزانچی مسمی سناہ کولا اور اُس کے بیٹے بھنڈاری رتن اور زوجہ بیلن دیوی نے یہ سنت ناتھ جی کا مندر تعمیر کیا۔ اور چتراج پور رئیس کھرتا کچھ اور اُس کے جُبارراج سری بن چندر سورجی نے یہ عبارت کندہ کرائی ✣

سورج پور مشرق کا وسطی پھاٹک ہے۔ اس کے قریب سہی داس رئیس چوندا وت کی چھتری ہے اس رئیس نے اُس معرکے میں جان دی تھی جب بہادر شاہ مصروف غارتگری تھا ✣

شمال و مغرب کی طرف ایک نہایت ہی قدیم قلعہ اپنی اصلی حالت پر قائم ہے۔ اُس کی دیواروں اور برجوں کی ساخت میں اور عمارتوں سے بہت کچھ فرق ہے۔ مشہور ہے کہ زمانۂ ماضیہ میں راجگان موری اور رانایان چتوڑ اسی میں رہا کرتے تھے ✣

چتوڑ کا ذکر بہت طول ہو گیا۔ مگر پھر بھی بہت کچھ باقی ہے مگر ہم اختصار پسندی کے لحاظ سے صرف اس فقرے پر یہ سلسلہ منقطع کرتے ہیں کہ چتوڑ وہ مقام ہے جہاں گزرنے والا زمانہائے قدیم کی چیزوں پر قدم رکھے بغیر دوسرا قدم آگے نہیں بڑھا سکتا۔ بینار خاک بسر زمین پر پڑے ہیں ٹوٹی پھوٹی مورتیاں ہر جگہ پھیلی پڑی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ لشکر مفتوحہ کے کشتوں کا کھیت ہے ✣

دوسرا ذکر چھیڑنے سے قبل ہمارا دل چاہتا ہے کہ ایک عجیب و غریب تذکرہ بھی ناظرین کے گوش گزار کر دیں جس میں یہی مضمون قدامت کا لطف موجود ہے ہمیں ایک شخص کو دیکھنے کا اتفاق ہوا چترکوٹ کے لوگ اس کی عمر ایک سو ساٹھ برس بتاتے ہیں۔ یہ جوگی مندروں ہی میں رہا کرتا ہے۔ جو لوگ دیرینہ سال ہیں اُن کو بھی اس کی دراز عمر کا اعتراف ہے۔ چنانچہ ایک نوے برس کی عمر کے بڑھئی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے ذکر آیا تو اُس نے بیان کیا کہ میں بچپن سے باباجی کو بڈھا ہی دیکھ رہا ہوں لڑکے ان سے بہت خوف کھاتے رہتے تھے۔ مگر ہم نے صورت دیکھی تو ستر برس کی عمر کا اندازہ کیا۔ ہم کو بھی باباجی کے درشنوں کا اشتیاق ہُوا استھان پر گئے۔ تو اُن کو چوسر بازی میں مصروف پایا ہمارے پہنچنے پر کچھ دیر وہ ہمیں دیکھتے رہے اور صرف اتنا کہہ کر کہ "کیا خواہش ہے"۔ پھر چوسر میں مشغول ہو گئے۔ بازی ختم ہونے پر میں نے نذر پیش کی اُس نے قبول تو کر لی مگر موجودہ لوگوں کے سامنے پھینک کر ایسا بھاگا کہ کسی کا نذر کردہ دوشالہ بھی لپٹا چلا گیا اور جب وہ جھاڑی میں الجھا تو اُسے بھی وہیں پھینک کر جنگل میں غائب ہو گیا۔ اس باخدا بزرگ کی اس عادت سے لوگ واقف ہیں اس لئے کچھ چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے اور کھانا پینا بہم پہنچا دیتے ہیں لمحہ بھر کی مہلت ملی تھی۔ چنانچہ میں نے حالات زمانۂ قدیم سننے کی کوشش کی بزرگ موصوف نے ادیتہ بیگ اور پنجاب کی چند باتیں کہیں اور کوئی کرشمۂ کرامات دکھایا لوگوں کا قیاس ہے کہ اُس کا مولد پنجاب ہے ✦

اودے پور۔ ۸۔ مارچ ۱۸۲۲ء ہمیں ہندوپت کی راجدھانی یعنی اودے پور میں پھر آنے کا اتفاق ہُوا۔ ہم اب یہاں سے جائینگے تو اپنے وطن یعنی ولایت میں ہمارے گذشتہ پندرہ سال سفرنامہ کی مندرجہ جانفشانی عرق ریزی اور معاملات ملکی کے بکھیڑوں میں گزرے اس لئے کچھ دنوں آرام کی ضرورت ہے۔ کمان کا چلا ڈھیلا نہ کرنے سے ٹوٹنے کا خوف ہوتا ہے۔ اگر ہم دنیا کے بکھیڑوں میں پھنسے رہینگے تو تاریخ کی ترتیب کا موقع بھی ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ ہم کچھ دن میرتا میں سکونت پذیر رہے۔ ہمارے مکان کی تیاری میں تھوڑی ہی سی کسر باقی رہ گئی۔ باغ خوب گلزار ہو گیا۔ ترشاوہ کی قسم سے تمام درخت مثلاً آڑو۔ سیب۔ سنگترہ۔ نارنگی لیمو تیار و شگفتہ ہو گئے۔ میوہ دار درخت۔ مثلاً شریفہ۔ انار۔ کیلا وغیرہ بھی بار آوری کی امید دلانے لگے۔ یہ درخت آگرہ۔ لکھنؤ اور کانپور سے منگائے گئے تھے مگر آڑو کی نسل خاص ہمارے باغ واقع گوالیار کے درختوں سے تھی۔ ۱۸۱۷ء کے سفر میں ہم نے آڑو کی گٹھلیاں ساتھ لے لی تھیں اُن کی اودے پور کی رنگ باڑی میں بویا تو نہایت ہی خوشگوار پھل پیدا ہوئے رنگ باڑی کے آڑو کی گٹھلیاں ہم نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میرتا میں بھی بوئیں۔ چنانچہ درخت تیار ہیں اور امید ہے کہ سال آئندہ میں ان میں بھی آڑو ویسا ہی لذیذ پیدا ہوگا جیسا راردیا اودے پور میں پیدا ہوتا ہے۔ ترکاریاں بھی خوب ہری بھری تھیں۔ گوبھی۔ کرم کلہ اور گانٹھ گوبھی جیسی یہاں کھانے میں آئی دوسری جگہ دیکھنے کو نہیں ملتی۔ راجپوت احباب ہماری ترکاریوں کی تعریف کرتے ہیں اور انہیں خوبیوں کا اعتراف کرکے دیوان جی یعنی رانا نے ترکاری کا ٹھیکہ بھی لے لیا ہے۔ ہم نے سیر جزائر اور شکار ماہی سے دل بہلانے کے لئے اودے ساگر میں کشتی بہم پہنچائی تھی۔ مگر شوق پورا نہ ہو سکا۔ کیپری مرحوم زیر خاک ہو چکا تھا۔ مسٹر ڈنکن کی طبیعت نادرست ہے اور کیپ آف گڈ ھوپ میں تبدیلی آب وہوا کی تیاریاں ہو گئی ہیں۔ برک صاحب کو کوٹہ میں علالت کی شکایت ہے بس ہم یہاں بیک بینی و دو گوش تھے ہڈی اور پوست کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہماری گذشتہ محنتیں اور زحمتیں طبیعت کو تکلیف رساں ہیں۔ ہم کو مذاق طبیعت دلپسند ہے اُس کے سامنے سب کاروبار ہیچ معلوم ہوتے ہیں اور یہاں کا قیام ہمارے لئے پیغام اجل سے کم نہیں۔ ڈاکٹر کئی بار رائے دے چکا کہ گورنمنٹ کو علالت کا حال لکھ کر مکان کا بندوبست بھی کر رکھو جس میں عین وقت پر دقت کا سامنا نہ ہو۔ چنانچہ روانگی وطن ماہ مئی میں طے ہوئی جسے سنکر رانا نے نہایت اظہار غم کیا اُن کی خواہش ہے کہ تین سال کے بعد پھر واپس آؤں اور چاندجی بائی رانا کی بہن سے مراد ہے کہ میں ولایت پہنچ کر شادی کروں اور میم صاحبہ کو بھی ساتھ لاؤں کیونکہ بائی جی کو میری میم سے رشتۂ محبت قائم کرنے کا نہایت اشتیاق ہے۔

ہمارے پاس تکلفات کے لئے علالت کا عذر موجود تھا۔ لیکن راجپوت حالات صحت میں بھی مہمان کے تکلفات کو تکلیف سمجھتے ہیں۔ رانا راجہ جوان سنگھ نے سو ڈیا سواروں کے ہمراہ بیرون شہر ہمارا استقبال کیا اور جوش محبت سے فرمایا کہ صد شکر آپ اپنے گھر تشریف لے آئے۔ رانا نے ہم سب کو دیکھا لیکن ہمارے ساتھیوں کی طرف غور نہ کیا ورنہ وہ اپنے مہربانوں یعنی داصاحب و ڈاکٹر صاحب کو ضرور پوچھتے۔ جب ہم حادیا پر سوار ہوئے تو پوچھا باج راج گھوڑا کیا یہ اُسی گھوڑے کا نام ہے جو رانا نے ہمیں عنایت کیا تھا اور جس کی لاش کوٹہ میں زیر خاک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھی۔ جو ہیں راجہ نے اس کے مرنے کا حال سنا بے ساختہ بول اٹھے "ہائے ہائے بڑا سوئچ پن بھلا منگھ چھالا" اس سے مراد یہ ہے کہ بڑے افسوس کی بات ہے کیا اچھا شخص تھا"۔ سورج پول تک اسی گھوڑے کے اوصاف بیان ہوتے رہے پھر رانا سے ہم اور ہم سے رانا رخصت ہوئے +

باج راج گھوڑا ایسا خوبصورت ایسا ہر دلعزیز و دلپسند تھا کہ اُس کے ذکر میں اتنا وقت صرف ہونا بے محل نہ تھا۔ چونکہ اُس کی بھی شہرت اُس کے آقائے نامدار رانا سے میواڑ کی طرح تھی۔ اس لئے اُس کی موت سے خاص و عام کو صدمہ ہوا باج راج کی موت سُنکر ہمارے سپاہی رو پڑے۔ ملازموں کی زبان سے چیخ نکل گئی جب اُس کی لاش اٹھی ایک انبوہ کثیر ہمراہ تھا آہ و بکا کی صدا آتی تھی لاش پر کفن تھا اس کے لئے قبر کھدائی گئی۔ اور جب مٹی دینے کا وقت آیا۔ سائیس کو ایسا صدمہ ہوا کہ قبر میں پھاند پڑا۔ ہم نے بھی جوش محبت میں اس کی ایال کے بال کترکر اپنے پاس رکھ لئے ہماری اتنی عمر ہوئی مگر ان صفات کا گھوڑا کبھی نظر سے نہ گزرا کچھ دنوں کے بعد ہم اُس کی قبر پر گئے۔ تو پتھروں کا انبار اُس کے پاس جمع پایا۔ اور ابھی ہم کوٹہ ہی میں تھے کہ ایک بیس فٹ مربع اور چار فٹ بلند خوبصورت چبوترہ تیار ہو گیا اور اس پر ایک سل جوڑی گئی۔ جس پر باج راج کے پیمانۂ قد کی ٹھیک تصویر ہمارے پیش نظر ہوئی۔ ہم نے اہل کوٹہ کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن ظالم سنگھ نے کہا یہ قبر باج راج کی خوبیوں کے مقابلے میں کچھ نہیں۔ اس کی قبر ایسی بنے گی کہ اس کے آقا کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔ ہم نے خیال کیا کہ رجواڑہ بھر میں صرف راجہ کوٹہ ہی کو اپنے گھوڑے پر ناز ہے اس لئے ہم نے نائب موصوف کے خیالات میں تبدیلی چاہی وجہ یہ کہ پانڈو کے عہد سے دیو بانگو والی بوندی کے زمانے تک بہت سی لڑائیاں صرف گھوڑوں کے واسطے موجب خونریزی ہوئی ہیں۔ راجپوت قوم میں گھوڑے کی جس قدر عزت ہے اُس کے ثبوت میں ہاڑا قوم کے اُس شیر دل بہادر کا وہ قول کافی ہے جو بادشاہ لودی کے روبرو اُس کی زبان سے نکلا تھا۔ اس قول میں اس قسم کے الفاظ تھے +

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جہاں پناہ۔ آئندہ آپ کبھی کسی راجپوت سے تین چیزیں نہ مانگئے گا۔ گھوڑا۔ عورت۔ تلوار +

ہمارا قیام اب یہاں مختصر ہے کچھ دنوں میں ہمارا ہاڑا رانی خواہر راجہ کوٹہ کی جاگیر میں جانے کا ارادہ ہے اس رانی نے ہم کو اپنے گلے کا جگنو دے کر بھائی بہن کا رشتہ قائم کیا تھا۔ ہمارے ساتھ وہ مراسم ادا کئے جاتے تھے وہ گفتگو محبت ہوتی تھی ایسی عزت و تکریم کی جاتی تھی ایسے اخلاق کا برتاؤ ہوتا تھا کہ ہم کو میواڑ سے کچھ غربت نہ رہی تھی۔ چنانچہ اب اس خانہ واحد سے مفارقت کے دن قریب ہیں دیکھیں پھر آنا ہوتا ہے یا نہیں۔ نوشتہ قسمت کے رموز کون جانے۔ لیکن ہم کہیں جائیں۔ کتنے ہی عرصے تک کہیں رہیں۔ اودے پور کی یاد[1] ہمارے دل سے کبھی نہ بھولے گی ہر وقت تازہ ہی رہیگی +

[1] اس موقع پر ایک حسن اتفاق کی بات ناظرین کو سنانے کے قابل ہے کہ جس تاریخ اور جس مہینے میں ہم اپنے سفرنامے سے فارغ ہوئے وہی ہمارے اختتام سفر کی تاریخ اور مہینہ تھا۔ ہم ۸۔ مارچ ۱۸۲۲ء میں وارد اودے پور ہوئے تھے۔ اور ۱۸۳۲ء میں اُسی مہینے کی اُسی تاریخ یعنی ۸۔ مارچ ہی کو اس آخری صفحہ پر ہم تمت بالخیر کر رہے ہیں۔ مارچ ہی میں ہماری جگر کادی یعنی تصنیف مشہور ہوئی۔ یہی مہینہ ہماری ولادت کا تھا۔ مارچ ہی میں ہم ولایت سے چلے تھے اور یہی مہینہ تھا جب ہم ساحل ہند یعنی جزیرۂ سیلون میں آئے تھے۔ اس مدت میں نیرنگ روزگار نے بہت سے انقلاب پیش نظر کئے۔ جس شخص نے حوادث زمانہ کے دست بدعت سے بچی ہوئی عمارتوں کا نقشہ کھینچا تھا وہ دنیا سے چل بسا۔ اور اپنی یادگار دیوان میں چھوڑ گیا۔ ہم انگلستان میں پہنچ چکے تھے کہ چھ مہینے کے بعد کپتان واصاحب انگلستان میں پہنچے اُن کو علالت اور ضعف کی شکایت تھی۔ ہم نے اور اُنھوں نے لندن۔ بلجیم اور فرانس کی سیر کی۔ عجائبات تو بہت دیکھیں مگر راجپوتانہ کا خیال سے فراموش نہ ہوتا تھا۔ ہر موقع پر یہیں کی بات چل پڑتی تھی۔ کپتان صاحب موصوف کا آب و دانہ انہیں پھر ہندوستان میں لے گیا اُن کے عہدے کی ترقی ہوئی اور سوار کی اُس رجمنٹ کے افسر مقرر ہوئے جو متھرا سے مہو میں منتقل ہوئی۔ اس مقام پر ہم بہت آرام و آسائش سے رہے تھے۔ یہاں راجہ دوفی نے اتحاد قدیمہ سے اُن کو مدعو کیا۔ کپتان موصوف میرا بھتیجا تھا۔ وہ راجہ مسبوق الذکر کے پاس جا رہا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بقیہ حاشیہ ۲۰۵۸ صفحہ - تھا اور افسر بھی ساتھ تھے - جس وقت پہاڑ پر چڑھنے کی نوبت آئی - میرا عزیز از جان گر پڑا سخت چوٹ آئی اور اعضا کاٹنا پڑے - دو روز کے بعد اس طریقہ علاج سے وہ اس قابل ہوا کہ ڈولی میں چڑھ کر قیامگاہ کو روانہ ہوا - لیکن قیامگاہ پر پہنچتے وقت جب اُس کے ایک شفیق نے ڈولی کا پردہ کھولا تو جسم میں جان نہ تھی - اس کی خاک خاک میواڑ سے پیوند ہوئی - افسران انگریزی نے اُس کی قبر تعمیر کرادی - افسوس کہ وہ اس کتاب کی اشاعت کے پیشتر ہی جان بحق تسلیم ہوا سلامت رہتا تو اُس سے بڑھ کر ہماری جگہ کا دیلوں کی داد دینے والا اور نہ نکلتا - یہی ایک شخص تھا جو اپنے گھر کے کاموں کی طرح ہر ایک کام کرتا تھا - ابھی دو روز ہوئے کہ ہمارے کرم فرما کمینڈر جنرل مسٹر طاؤس برون نے اُس کی خدمات لائق کی بہت کچھ ثنا و صفت کی - سواروں میں اُس سے بڑھ کر کوئی افسر شاہ سوار نہ تھا نہ ساتھیوں میں کوئی اُس سے لائق - ہم اُس شخص تعریف و توصیف میں کیا طوالت سخن سے کام لیں جو ہمارا عزیز ہی نہ تھا بلکہ جس سے بیس برس تک دوستانہ برتاؤ بھی رہے +

۸ - مارچ سنہ ۱۸۳۲ء

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ضمیمۂ تاریخ ٹاڈ راجستان

نمبر ۱

تحریر راجہ جے سنگھ والئے آمبیر بنام رانا سنگرام سنگھ فرمانروائے میواڑ۔ بمقدمہ ایلور

سری ستیارام جی سری رام جی

دربار اودے پور کی موجودگی کے زمانے میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ میواڑ گھر ہے۔ اور اُس کا دروازہ ایدر۔ چنانچہ اُس پر پورا قبضہ کرنے کا انتظام رکھنا ضروری ہے۔ میں حسب الارشاد اُس پر اپنا قبضہ جمائے ہوئے ہوں میارام آپ کے نائب ریاست کی ایک تحریر موصول ہوئی جو دلپت رائے نے مجھے سُنائی مضمون سے مطلع ہوکر میں نے مہاراجہ ابھے سنگھ سے مشورہ کیا وہ آپ کی رائے صائب سے متفق ہیں اُن کو پرگنۂ مذکور نذر کرنے میں عذر نہیں۔ چنانچہ اُن کی تحریر بھی ملاحظہ کے لئے ملفوف ہے ٭

مہاراجہ ابھے سنگھ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے طور پر آنند سنگھ کا قلع قمع کریں۔ جب تک یہ شخص سلامت رہیگا تب تک ہمارا بیٹھنا مشکل ہے۔ آپ اس انتظام کے لئے قادر ہیں اور خود وہاں تشریف لے جائیں تو فبہا ورنہ دھا بھائی نگو کے ہمراہ ایک کافی فوج کی روانگی ضروری ہے وہ فریق ثانی کی مدد کے لئے سدراہ ہوکر راہی عدم کردینگے۔ ضروری بات یہ ہے کہ وہ کہیں زندہ بھاگنے نہ پائے یہ احتیاط مقدم تر ہے ٭

(اساڑھ بدی ستمی سمت ۱۷۸۴ مطابق سنہ ۱۷۲۸ء)

اقتباس

مہاراجہ ابھے سنگھ جاگیردار اپنا پرگنہ ایدر دربار کی نذر کرتے ہیں۔ اگر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دربار سے یہ علاقہ دوسرے شخص کو مرحمت ہو تو اتنی احتیاط لازم ہے کہ منصبدار اس پر متصرف و متسلط نہ ہو سکے۔ ۸۔ سمت ۱۷۸۴

نمبر ۲

عہدنامہ آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی و مہاراجہ مان سنگھ بہادر فرمانروائے جودھپور معرفت کنور نائب جگراج مہاراج کنور چتر سنگھ بہادر طے کردہ مسٹر چارلس تھیوفلس مٹکاف صاحب حاکم متعینہ کمپنی مذکور بحالت قائم مقامی ہز کسلنسی جونیٹ نوبل مارکوئس ہسٹنگز کے جی گورنر۔ و بیاس بشن رام و بیاس ابھے رام قائم مقامان مہاراجہ مان سنگھ بہادر و جگراج مہاراج کنور بہادر +

شرط (۱) آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی اور مہاراجہ مان سنگھ اور اُن کے ورثا اور جانشینوں میں ہمیشہ رابطہ اتحاد و یکجہتی قائم رہیگا اور فریقین کے دوست و دشمن کو طرفین ایک دوسرے کا دشمن سمجھتے رہینگے +

شرط (۲) سرکار انگریزی ریاست اور ملک جودھپور کے تحفظ کا ذمہ لیتی ہے +

شرط (۳) مہاراجہ مان سنگھ ان کے وارث اور جانشین سرکار انگریزی کے اتفاق راے سے فرایض حکومت انجام دینگے اور سرکار انگریزی کی عظمت کا لحاظ رکھینگے۔ سرکار انگریزی کے سوا اُن کو کسی والئے ریاست یا ریاست سے کچھ تعلق نہ ہوگا +

شرط (۴) مہاراجہ صاحب اُن کے وارث اور اُن کے جانشین کو اختیار نہیں کہ کسی والئے ریاست یا ریاست سے سرکار انگریزی کی اطلاع اور منظوری کے بغیر کوئی اقرار و مدار کریں۔ (۵) احباب و اقارب سے معمولی خط و کتابت کا ہمیشہ اختیار ہے +

شرط (۵) مہاراجہ اُن کے ورثا اور جانشین کسی پر نہ تو غضب سے زیادتی کرینگے اور نہ قبضہ اگر کسی کے ساتھ اتفاقاً کوئی نزاع ہو جائے۔ تو اس کا تصفیہ اور فیصلہ گورنمنٹ انگریزی سے کرائینگے +

شرط (۶) اس وقت تک جو خراج ریاست جودھپور فہرست منسلکہ کے موافق سیندھیا کو دینی تھی وہ تمام و کمال ہمیشہ کے لئے سرکار انگریزی میں داخل ہوتا رہیگا اور اس خراج کی بابت جو عہدنامہ ریاست جودھپور نے سیندھیا کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ساتھ کیا ہے وہ مسترد سمجھا جائیگا +

شرط (۷) مہاراجہ صاحب مقرر ہیں کہ جو خراج سیندھیا ریاست جودھپور سے پاتا ہے۔ اُس کے علاوہ کوئی خراج کی رقم کسی دوسری ریاست کو نہیں دی جاتی اور اُن کا اقرار ہے کہ وہ سرکار انگریزی کو وہ خراج دینگے جو سیندھیا کو دیا جاتا ہے۔ اس لئے خواہ سیندھیا خواہ کوئی دوسری ریاست خراج کی دعویدار ہو تو سرکار انگریزی اُس کی جواب دہ ہوگی +

شرط (۸) جس وقت ضرورت ہو۔ ریاست جودھپور کا فرض ہوگا کہ حسب الطلب ڈیڑھ ہزار سواروں سے سرکار انگریزی کی خدمت انجام دے اور اگر زیادہ ضرورت ہو تو کل افواج جودھپور کو فوج انگریزی کی شرکت کرنا پڑیگی۔ صرف اس قدر سپاہی مستثنا رہینگے جن کی حفاظت و انتظام ریاست کے لئے ضرورت ہوگی +

شرط (۹) مہاراجہ اُن کے وارثوں اور جانشینوں کی حکومت اُن کی قلمرو میں قائم رہیگی انگریزی حکومت کو کچھ دخل نہ ہوگا +

شرط (۱۰) ان دس شرائط کے عہدنامے کی تکمیل دہلی میں ہوئی اس پر مسٹر چارلس تھیوفلس مٹکاف اور بیاس بشن رام و ابھے رام کے دستخط ہوئے فریقین کی مہریں ثبت ہوئیں اور نقل کا لاصل ہز اکسنسی گورنر جنرل بہادر اور راج راجیسر مہاراجہ مان سنگھ بہادر و جگ راج مہاراج کنور چتر سنگھ بہادر کے ملاحظے میں تاریخ تکمیل شرائط سے چھ ہفتے کے اندر پیش ہونگی +

دستخط۔ سی۔ ٹی۔ مٹکاف رزیڈنٹ دہلی۔ ششم جنوری ۱۸۱۵ء

دستخط مہر بیاس بشن رام

" بیاس ابھے رام

نمبر ۳

عہدنامہ جیسلمیر

عہدنامہ آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی و مہاراول مولراج بہادر والئے ریاست جیسلمیر بتوسط مسٹر چارلس تھیوفلس مٹکاف منجانب آنریبل کمپنی موصوف با اختیارات مفوضہ ہز اکسنسی موسٹ نوبل مارکوئس آف ہسٹینگز کے جی گورنر جنرل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

و مصر موتی رام و ٹھاکر دولت سنگھ منجانب مہاراج ادھیراج مول راج بہادر باعتبار اختیارات کل مفوضۂ مہاراول ممدوح ✦

شرط (۱) آنریبل کمپنی اور مہاراول مُول راج بہادر والئے ریاست جیسلمیر اور ان کے وارثوں اور جانشینوں کے ساتھ دائمی اتحاد و رابطۂ دوستی و یکجہتی قائم رہیگا ✦

شرط (۲) جیسلمیر میں مہاراول مولراج کی اولاد ہی کو استحقاق مسند آرائی رہیگا ✦

شرط (۳) اگر ریاست جیسلمیر کی تباہی کے لئے کوئی مخالف طاقت لشکر کشی کریگی یا کوئی خوف و خطر ریاست کو آئیگا تو گورنمنٹ سرکار انگریزی ریاست کے تحفظ میں سعی جمیلہ کام میں لائیگی۔ مگر شرط یہ ہے کہ صورت نزاع ریاست جیسلمیر کی طرف سے نہ ہو ✦

شرط۔ (۴) مہاراول اور اُن کے ورثا و جانشین سرکار انگریزی کی ہمیشہ خدمات انجام دینگے اور اُن کو سرکار انگریزی کی عظمت کا لحاظ رکھنا ہوگا ✦

شرط (۵) اس عہد نامے میں پانچ شرطیں ہیں اس پر مسٹر چارلس تھیوفلس مٹکاف اور مصر موتی رام و ٹھاکر دولت سنگھ نے مہریں اور دستخط ثبت کئے۔ اس کی تصدیق شدہ نقلیں ہز اکسلنسی موسٹ نوبل گورنر جنرل و مہاراج ادھیراج مہاراول مولراج بہادر کو تاریخ تحریر عہد نامے سے چھ ہفتے کی مدت میں سپرد کی جائینگی ✦

محررہ (مقام دہلی) ۱۲۔ دسمبر ۱۸۱۸ء

مُہر۔ سی۔ ٹی۔ مٹکاف

دستخط مصر موتی رام

مُہر ٹھاکر دولت سنگھ

دستخط سی۔ ٹی۔ ایم

نمبر ۴

عہد نامہ آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی و مہاراج سوائی جگت سنگھ بہادر فرمانروائے ریاست جے پور توسط مسٹر چارلس تھیوفلس مٹکاف منجانب کمپنی موصوف بلحاظ اختیارات مفوضۂ ہز اکسلنسی موسٹ نوبل مارکوئس آف ہسٹنگز کے جی گورنر جنرل بہادر و ٹھاکر بیری سال نائب مدت منجانب۔ راج راجیندر سری مہاراج ادھیراج

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوائی جگت سنگھ بہادر باعتبار اختیارات مفوضۂ مہاراج بہادر ممدوح +

شرط (۱) فیمابین آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی و مہاراجہ جگت سنگھ اور اُن کے ورثہ و جانشینوں کے ہمیشہ ارتباط دوستی و اتحاد دوامی و رشتۂ یکجہتی قائم رہیگا۔ اور فریقین کے دوست دوشمن ایک دوسرے کے دوست و دشمن متصور ہونگے +

شرط (۲) سرکار انگریزی عہد و پیمان کرتی ہے کہ علاقۂ جے پور کی وہ ہمیشہ محافظ رہیگی۔ اور اس کے دشمن کو ریاست سے نکال دیگی +

شرط (۳) مہاراجہ سوائی جگت سنگھ ان کے ورثہ اور جانشین سرکار انگریزی کے مشورے کاروبار حکومت کرینگے اُن کو سرکار انگریزی کی عظمت تسلیم کرنا ہوگی کسی دوسرے رئیس یا ریاست سے اُن کو کچھ تعلق نہ ہوگا +

شرط (۴) مہاراجہ اُن کے ورثہ اور جانشینوں کو دوسرے رئیس یا کسی ریاست سے سرکار انگریزی کی منظوری کے بغیر معاہدہ صلح وغیرہ کرنے کا اختیار نہیں ہاں احباب و اقارب سے معمولی معاملات میں دوستانہ رسل و رسائل جاری رکھنے کا مجاز ہے +

شرط (۵) مہاراجہ اُن کے وارث اور جانشین کسی کے معاملے میں دخل نہ دینگے۔ اور خدانخواستہ کوئی صورت نزاع رونما ہو جائے تو اُس کے تصفیہ اور اصلاح کا اختیار سرکار انگریزی کو ہوگا +

شرط (۶) ریاست جے پور دوامی خراج سرکار انگریزی کو خزانہ دہلی کے ذریعے سے حسب تفصیل ذیل کرتی رہیگی +

سال اول۔ چونکہ سالہا سال سے ریاست جے پور لوٹ مار کا نشانہ رہتی چلی آئی ہے اس لئے پہلے سال کا خراج معاف کیا گیا +

سال دوم	۴۔ لاکھ۔ سکۂ مروجۂ دہلی
سال سوم	۵۔ لاکھ
سال چہارم	۶۔ لاکھ
سال پنجم	۷۔ لاکھ
سال ششم	۸۔ لاکھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے بعد آٹھ لاکھ سالانہ روپیہ سکۂ مروجۂ دہلی اُس زمانے تک دیا ہوگا جب تک ریاست کی آمدنی میں چالیس لاکھ سے اضافہ نہ ہو اور چالیس لاکھ کی آمدنی سے زیادتی پر آٹھ لاکھ کے سوا پانچ آنے زائد ادا کرنے ہونگے ✦

شرط (۷) سرکار انگریزی کی طلبی پر ریاست جے پور اپنی لیاقت کے موافق فوج بہم پہنچائیگی ✦

شرط (۸) مہاراجہ اُن کے وارث اور جانشین مثل ایام قدیم ریاست اور ماتحتوں کے مالک باختیار رہینگے اور اُن کے ملک میں انگریزی انتظام متعلق محکمہ جات دیوانی و فوجداری وغیرہ داخل نہ ہوگا ✦

شرط (۹) اگر مہاراجہ سرکار انگریزی کی محبت کا ثبوت دینگے تو اُن کے فائدہ و ترقی کا سرکار انگریزی کو پورا خیال رہیگا ✦

شرط (۱۰) یہ دس شرطوں کا عہدنامہ مسٹر چارلس تھیوفلس مٹکاف و ٹھاکر راول بیری سال ناتہادت کے مہر و دستخط سے مزین ہوا۔ اس کی مصدقہ نقلیں ہز اکسلنسی موسٹ نوبل گورنر جنرل اور راج راجیندر سری مہاراج ادھیراج سوائی جگت سنگھ کو تاریخ وعہدنامہ سے ایک مہینے میں سپرد کی جائینگی ✦

منعقدۂ مقام دہلی - ۲ - اپریل ۱۸۱۸ء

دستخط و مہر سی - ٹی - مٹکاف ریذیڈنٹ

مہر - ٹھاکر راول بیری سال ناتہادت

نمبر ۵

بوجہ طوالت ضمیمہ درج نہیں کیا گیا ✦

نمبر ۶

عہدنامہ منعقدۂ آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی و مہاراجہ امید سنگھ بہادر راجہ کوٹہ و وارثان و جانشینان و راج رانا ظالم سنگھ بہادر مدار المہام ریاست راجہ موصوف مسٹر چارلس تھیوفلس مٹکاف با اختیارات مفوضہ ہز اکسلنسی موسٹ نوبل مارکوئس آف ہسٹنگز کے جی گورنر جنرل بہادر و معرفت مہاراجہ شیر دین سنگھ - شاہ جیون رام و لالہ بدل چند مطابق اختیارات کلی مفوضہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مہاراؤ موصوف دراج رانا مدار المہام ریاست ٭

شرط (۱) فیمابین سرکار انگریزی فریق اول اور فریق ثانی مہاراؤ امید سنگھ بہادر اُن کے ورثہ اور جانشینوں کے ہمیشہ دوستی اتحاد اور رابطہ یکجہتی قائم رہے گا ٭

شرط (۲) فریقین کے دوست و دشمن فریقین کے دوست و دشمن تصور کئے جائینگے ٭

شرط (۳) سرکار انگریزی ریاست اور قلمرو کوٹہ کی حفاظت اپنے ذمہ لیگی ٭

شرط (۴) مہاراؤ اُن کے وارث اور جانشین ہمیشہ سرکار انگریزی کے اتفاق سے کل کارروائیاں کرینگے اور اُن کو سرکار انگریزی کی عظمت ماننا پڑیگی۔ آئندہ سے وہ اُس ریاست یا رئیس سے بالکل بے تعلق رہینگے۔ جن سے اس وقت تک رشتۂ اتحاد یا رابطۂ مصالحت تھا ٭

شرط (۵) مہاراؤ۔ اُن کے وارث و جانشین کسی ریاست یا رئیس سے سرکار انگریزی کا عندیہ لئے بغیر کوئی معاہدہ نہ کرینگے۔ ہاں احباب و اقارب کے دوستانہ خط و کتابت کرنے کا اختیار ہے ٭

شرط (۶) مہاراؤ اُن کے دوست و جانشین کسی معاملے میں دخل نہ دینگے اور اگر کسی وجہ سے کوئی تنازعہ پیش آئے۔ خواہ وہ مہاراؤ کی طرف سے ہو یا کسی غیر شخص کی طرف سے تو اُس کے فیصلے کے لئے سرکار انگریزی ثالث قرار دی جائیگی ٭

شرط (۷) ریاست کوٹہ جو خراج اب تک رؤسائے مرہٹہ یعنی پیشوا سیندھیا ہولکر اور پوار وغیرہ کو دیتی تھی۔ وہ دوام کے لئے سرکار انگریزی کو دہلی میں پہنچاتی رہیگی ٭

حسب تفصیل مندرجہ ذیل ٭

شرط (۸) کسی ریاست کو حق نہیں کہ وہ ریاست کوٹہ سے خراج کے لئے دعوے کرے اگر کوئی ریاست دعویدار ہوگی۔ تو سرکار انگریزی جوابدہی کا وعدہ کرتی ہے ٭

شرط (۹) ریاست کوٹہ سرکار انگریزی کی درخواست پر اپنی استعداد کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

مطابق فوج سے کمک دیگی ٭

شرط (۱۰) مہاراجہ اُن کے وارث و جانشین اپنے ملک کے کامل ہیں۔ ریاست میں دیوانی و فوجداری کے انتظام انگریزی کی مداخلت نہ ہوگی ٭

شرط (۱۱) یہ گیارہ شرطوں کا عہدنامہ دہلی میں طے ہوکر مسٹر چارلس تھیوفلس مٹکاف فریق اول و مہاراجہ شیودان سنگھ شاہ جیون رام و لالہ بھول چند۔ فریق ثانی کے دستخط و مہر سے مزین ہوا اور اس کی نقلیں ہز اکسنسی موسٹ نوبل گورنر جنرل بہادر و مہاراؤ امید سنگھ بہادر و مدار المہام ریاست راج رانا ظالم سنگھ کے دستخط ثبت ہونے پر تاریخ منظوری عہدنامہ سے ایک مہینے میں فریقین کو دی جائینگی ٭

تحریر مقام دہلی - ۲۶ - دسمبر ۱۸۱۷ء

دستخط سی - ٹی مٹکاف ریذیڈنٹ

نمبر ۷

عہدنامہ آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی و مہاراؤ راجہ بشن سنگھ بہادر راجۂ ریاست بوندی طے گردۂ کپتان جیمس ٹاڈ مختار کمپنی موصوف منجانب ہز اکسنسی موسٹ نوبل مارکوئس آف ہسٹینگز کے جی گورنر جنرل بہادر و بوہر املارام مختار و متعینۂ مہاراؤ ممدوح ٭

شرط (۱) فیمابین سرکار انگریزی فریق اول و راجۂ بوندی و وارث و جانشینان فریق ثانی ہمیشہ اتحاد و ربط و ضبط و رشتۂ یگانگت قائم رہیگا ٭

شرط (۲) سرکار انگریزی ہمیشہ ریاست راجہ بوندی کی محافظ رہیگی ٭

شرط (۳) راجۂ بوندی ہمیشہ سرکار انگریزی کی عظمت تسلیم کرینگے اور امور حکمرانی سرکار موصوف کے مشورے سے انجام دینگے۔ نہ اُن کو کسی کے معاملے میں دخل دینے کا اختیار ہے نہ سرکار انگریزی کی منظوری کے بغیر کسی اور ریاست کے ساتھ کوئی معاہدہ کرینگے۔ اگر کسی وجہ سے کوئی تنازعہ پیش ہوگا تو سرکار انگریزی بحیثیت حالت اس کے تصفیہ کی مجاز ہے۔ راجہ اپنی ریاست کا مالک ہے انگریزی انتظام کی اُس میں مداخلت نہ ہوگی ٭

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شرط (۴) سرکار انگریزی راجہ اور اُس کے جانشینوں کو اس خراج سے مستثنےٰ کرتی ہے جو راجہ مہاراجہ ہُلکر کو دیا کرتا تھا۔ اور جو مہاراجہ ہُلکر نے سرکار انگریزی کے نام منتقل کر دیا تھا۔ علاوہ بریں سرکار انگریزی حسب فہرست منسلکہ (نمبر ۱) وہ علاقہ بھی حدود بوندی میں ریاست بوندی کو عنایت کرتی ہے جس پر اس وقت تک مہاراجہ ہُلکر قابض و متصرف تھا ✤

شرط (۵) راجہ صاحب بوندی اس عہدنامے میں اقرار کرتے ہیں کہ اس وقت تک جو خراج و محاصل حسب فہرست نمبر ۲ مہاراجہ سیندھیا کو دیا کرتے تھے وہ آئندہ سرکار انگریزی کو دیتے رہینگے ✤

شرط (۶) جب سرکار انگریزی درخواست کریگی تب راجہ بوندی کو اپنی لیاقت کے موافق فوج سے مدد کرنا ہوگی ✤

شرط (۷) عہدنامہ ہذا سات شرطوں کے ساتھ بوندی میں مکمل ہُوا اس پر کپتان جیمس ٹاڈ صاحب اور بوہرا ملارام کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔ اس کی نقل کا اصل ہز اکسلنسی موسٹ نوبل گورنر جنرل اور مہاراؤ راجہ بوندی کے دستخطوں کے بعد تاریخ تحریر عہدنامہ سے ایک مہینے میں فریقین کو دی جائیگی ✤

مقام بوندی ۱۰ فروری ۱۸۱۸ء مطابق ۱۴ ربیع الاخر ۱۲۲۳ھ یعنی ماگھ شدی پنچمی سمت ۱۸۷۴ اکبرِ بادشاہ ✤

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

[illegible] مدن و علی محمد تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

کتب انگریزی - اردو - ہندی - گورمکھی و پشتو

نام کتاب	اصلی قیمت	رعایتی قیمت	نام کتاب	اصلی قیمت	رعایتی قیمت
انگریزی بول چال	۶/	۱۰/	گورمکھی انگریزی اول خرد	۲/	۰/
انگلش پرو ورلبس مع اردو ترجمہ	۳/	۱۰/	" " دوم "	۶/	۲/
[illegible]نٹ سٹوریز مع اردو ترجمہ	۴/	۱/	" " اول کلاں	۴/	۱/
حکایات دلچسپ			" " دوم "	۶/	۲/
انگلش امپرو دومنٹ	۶/	۲/	" " سوم "	۱۲/	۴/
انگریزی اردو اول	۲/	۰/	رومن ہندی اردو گورمکھی کی پہلی کتاب	۴/	۲/
[illegible]ائمر انگریزی	۱/	۰/			
ہندی انگریزی اول	۲/	۰/	گورمکھی اردو اول	۲/	۰/
" " دوم خرد	۳/	۱/	انگریزی گورمکھی بول چال	۱۰/	۵/
ہندی انگریزی دوم کلاں	۶/	۲/	جپ جی گورمکھی انگریزی	۵/	۳/
اینگلو اردو لمیٹر رائیٹر کلاں	۶/	۲/	ہندی اردو اول	۲/	۰/
انگریزی میسج آف دی بھگوت گیتا مصنفہ لالہ لاجپت رائے	۱/	۱/	پشتو اردو اول	۲/	۱۰/
			برٹش فارماکوپیا	۲/	۲/

کتب طب وغیرہ

صابون سازی کلاں	۱۰/	۸/	ذخیرہ صنعت حرفت	۵/	۲/
رسالہ معجون اطریفل	۲/	۰/	رسالہ طاعون	۰/	۰/
رسالہ بواسیر	۲/	۰/	رسالہ صابون سازی خرد	۱۲/	۳/
رسالہ ہیضہ	۲/	۰/	رسالہ کشتہ جات	۵/	۳/
انگریزی دواسازی کی کتاب	۱۲/	۳/	رفیق اسپان	۳/	۱۰/
رسالہ قارورہ	۲/	۰/	ویٹرنری پوسالوجی	[illegible]	۱۴/
لذت طعام معہ اچار مربہ	۲/	۰/	رتن بے بہا معہ رسالہ کشتہ جات	۸/	۳/
رسالہ شربت قارورہ	۳/	[illegible]	آئینہ رسائن	۶/	۱۰/
رسالہ گلٹ سازی	۳/	[illegible]	مفردات بحری	۶/	۴/
علاج کمزوری	۳/	[illegible]	مفتاح الطب (لغات الامراض)	۳/	۲/
دو موذی بیماریوں کا علاج	۳/	[illegible]	دایہ گری	۶/	۱۰/
رسالہ چیچک و خسرہ	۳/	[illegible]	علاج امراض	۱۲/	۸/
علاج اطفال	۴/	۱/	مخزن المفردات جواہر الادویہ	[illegible]	۱۲/
علاج چشم	۴/	۱/	دافع الامراض	۸/	۴/
طب اکبر اردو	[illegible]	[illegible]			
دار الشفا اردو	۴/	۳/	علاج الغربا	۴/	۳/

[illegible] مدن و علی محمد تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور سے مندرجہ بالا کتب کے علاوہ ہر قسم کے نقشے اور فارم بارعایت ملتے ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مولوی علی محمد و رامدتہ مل تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

سے ہر قسم کی کتابیں سرکاری و غیر سرکاری۔ مدارس کے استعمال کے رجسٹر نقشے۔ فارم۔ امتحانی پرچے۔ ناول۔ ناٹک اور سوانح عمریاں بکفایت مل سکتی ہیں۔

اس دکان کی خصوصیتیں

۱۔ حتے الوسع کتب نہایت سستی دی جاتی ہیں۔
۲۔ خریدار کو جو کتاب ناپسند ہو۔ وہ خراب نہ ہونے کی صورت میں ایک ماہ کے اندر واپس لی جا سکتی ہے۔

بھارت کے انمول رتن

ہندوستان کے مشہور ناظم و ناثر ملک الشعرا منشی دوارکا پرشاد افق صاحب لکھنوی کی نادر الوقت تالیفات۔ شستہ اردو۔ عبارت سلیس اور بامحاورہ۔ طرز بیان دلکش۔ زبان شیریں۔ مستند لیاقت اور مسلمہ فصاحت کا نمونہ۔ قیمت حسب ذیل ہے۔

نام کتاب	قیمت رعایتی	نام کتاب	قیمت رعایتی	
ٹاڈ راجستان راجپوتوں کے تاریخی کارنامے	(۸) سے	مہابھارت رامائن والمیکی	(۸) سے	یہ تینوں کتب حسب سرکلر ۱۸ ب / ۵۰۰ ب مورخہ ۳۔ اپریل ۱۹۰۷ء تمام سکولوں کی لائبریری بکس میں داخل ہو چکی ہیں

ٹاڈ راجستان جلد اول کے حصوں کی فہرست

حصہ	مضمون	صفحہ	حصہ	مضمون	صفحہ
اول	تمہید	۱	دوم	راجپوتانہ کے فوجی انتظامات کا خاکہ	۳۳۹
	فہرست مضامین	۳۳			
	سرزمین راجپوتانہ کا جغرافیہ اور اقوام راجپوت کے تاریخی حالات	۴۹	سوم	میواڑ کی قدیم تاریخ	۴۵۵
			چہارم	مصنف کے ذاتی حالات اور مارواڑ کا سفر	۱۰۵۷

رامدتہ مل و علی محمد تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ॐ

गुरुर मुनराज बुध्यानाः

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

2175

रामजान अहमद

गाँव माधोपुर हजरतपुर

डाकखाना रुड़की.

जिला सहारनपुर

पिन: 247667

डायमन्ड बैंक बाईन्डिंग हाउस

इमली रोड रुड़की

Entered in Database
24/2/06
Signature with Date

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri